

قومی سیرت کانفرنس ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء

مقالات سیرت برائے خواتین

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر،

حکومت پاکستان - اسلام آباد



٣٩٧٤٩٩٣١
م ٢٨ يا
76505

فہرست

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

ہمارے رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وتعلیمات مبارکہ ایک ایسا نور ہے جو ہر زمانہ و وقت کے انسان کی رہنمائی و راہبری کا مکمل ساماں لئے ہوئے ہے۔ ترقی کے مدارج طے کرتی ہوئی انسانیت نے اس حقیقت صادقہ کا اعتراف بہر طور کیا ہے اور کرتی رہے گی۔

آج کی دُنیا کو نبی رحمت ﷺ کی روحانی عظمتوں اور صداقت سے آگاہ کرنے، زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں آپ ﷺ کی قولی وعملی ہدایات سے روشناس کرانے، انسانیت عامہ کے آپ ﷺ کی عالم گیر رحمت اور نور ہدایت سے فیض یاب ہونے اور آپ کے اعمال حسنہ کی روشنی میں سیرت وکردار کی تشکیل کرنے کے تناظر میں، اور اس ضمن میں سیرت النبی علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام سے کما حقہ حصول رہنمائی کے لئے، وزارت مذہبی امور نے اپنے قیام ہی سے آپ ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے مختلف قسم کے اقدام اُٹھا رکھے ہیں۔ ان میں ہر سال بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر سیرت کانفرنس کا انعقاد بھی شامل ہے۔ کانفرنس میں ملک بھر سے سیرت نگاران اور عاشقان رسول ﷺ شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان ہر سال قومی سیرت النبی کانفرنس کے لئے کسی مناسب موضوع کا انتخاب کرتی ہے۔ کانفرنس کے عنوان کے انتخاب کے ضمن میں ملکی، قومی، علاقائی اور بین الاقوامی حالات کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ اس عنوان کی تشہیر کی جاتی ہے اور سیرت نویسی کے شعبہ سے متعلق خواتین وحضرات سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس موضوع پر اپنی اپنی تحقیقی نگارشات وزارت کو ارسال فرمائیں۔ موصول شدہ نگارشات کی مختلف سطح پر جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور اس کی روشنی میں انعام کے مستحق قرار پانے والے مقالات سیرت کو قومی سیرت کانفرنس کے موقع پر انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ جب کہ جملہ معیاری مقالات کو کتابی شکل میں طبع کر کے مفت تقسیم بھی کیا جاتا ہے۔

بہرحال، حسب روایت اس سال 2003ء "نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں" کا موضوع منتخب کیا گیا۔ اس موضوع کو ملک بھر کے اخبارات میں مشتہر کیا گیا۔ جملہ موصولہ مقالات سیرت کی جانچ پڑتال کی گئی اور انعام یافتہ مقالات کے تحریر کنندگان کو قومی سیرت کانفرنس 2003ء کے افتتاحی اجلاس میں وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان محترم میر ظفراللہ خاں جمالی نے اپنے دست مبارک سے انعامات دیئے۔ مرد حضرات کے معیاری مقالات سیرت پہلے ہی زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں اور خواتین کے تحریر کردہ معیاری مقالات مطبوعہ شکل میں پیش خدمت ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنے شب و روز بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سیکرٹری وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

شاہدہ پروین۔ لاہور

عالمی پس منظر

سیاسی آنکھ سے اگر عالمی اُفق کو دیکھا جائے تو یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ کمپیوٹر اور سیٹلائٹ کے پیدا کردہ اس Global Village میں ایک نیا استعمار جنم لے رہا ہے۔ انیسویں صدی کا اواخر اور بیسویں صدی کا اواخر اور بیسویں صدی کا اوائل قومی اور جدید قومی ریاستوں کے رجحان کو پروان چڑھانے والا دور تھا جبکہ بیسویں صدی کا اواخر اور اکیسویں صدی کا اوائل ایک نئے استعمار سے صفحہ عالم کو روشناس کروا رہا ہے۔ اور اس استعمار گلوبل سطح پر حکمرانی اور غلبہ کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اشتراکی اور سرمایہ داری تمدن کے ٹکراؤ نے دنیا کو دو بڑے بلاکوں میں تقسیم کر دیا۔ مجبوروں اور مظلوموں کی دادرسی کے بجائے ظلم اور جبر میں اضافہ ہو۔ ایک طرف اشتراکیت نے مذہب اور اخلاق کی صفائی کی ناکام کوششیں میں بے شمار انسانوں کا صفایا کر دیا دوسری طرف New World Order کی آڑ میں ہر نا جائز کو جائز کرنے کی کوششیں بامِ عروج تک پہنچیں۔ معاشی ترازو میں اگر عصر حاضر کو تولا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ "موجودہ دور میں سرمایہ ریاست کی دسترس سے باہر ہو چکا ہے۔ سرمایہ گلوبل سطح پر مرتکز ہو چکا ہے۔ اور سرمایہ گلوبل ریاست کا تمنائی ہے۔ امریکہ بنیادی طور پر گلوبل سرمائے کی ریاست ہے (1)"۔ امریکہ سرمائے کی تمام چھوٹی بڑی ندیوں کو اپنی سرمایہ داری کے سمندر میں اتارنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ گلوبل ریاست کے خواب کی تعبیر ڈھونڈتے ہوئے امریکہ جب اور جس پر چاہتا ہے "دہشت گردی" کا الزام عائد کر کے دہشت گردی کا راستہ ہموار کر لیتا ہے۔ لیبیا اور ویت نام کی سرزمین، افغانستان کے کوہ دشت پر امریکی یلغار، عراق کی قومی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسلحہ کی تلاشی اور جنگی تیاریاں اور شمالی کوریا کو ملنے والی جنگی دھمکیاں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یورپی استعمار زوال سے ہمکنار ہوا اشتراکیت صفحہ ہستی سے اپنی بساط لپیٹ چکا۔ ان شاء اللہ سرمایہ داری نظام بھی خود اپنی ظالمانہ کوششوں سے کوچ کی تیاریوں میں مصروف ہے کیونکہ "دنیا کی طاقتور ریاست ہونے کے باوجود بحیثیت ایک استعمار کے امریکہ ایک کمزور ریاست ہے جس کے اندرونی الواقع وہ ہمت اور صلاحیت نہیں ہے کہ جو غلبہ حاصل کرنے کے لیئے ضروری ہے" (۲)

ہے جو بنی نوع انسان سے خطاب کرتا ہے وادی غیر ذی زرع سے بلند ہونے والا پیغام ایھا الناس ، قولوا : لا الہ الا اللہ ،،تقلحوا تملکوا بھا العرب ، و تدین لکم بھا العجم(۵) اس پر گواہ ہے۔ مکہ میں کچھ "دو اور لو" کا معاملہ کر کے دین کو صرف عبادات تک محدود نہیں کیا جاتا بلکہ مدینہ کی طرف ہجرت اسی اجتماعی نظم کے لیے تھی کہ جس کے بعد اس پیغام کو تمام انسانوں تک پہنچائے جا سکے۔ بیتِ عقبہ ثانیہ میں سعد بن زرارہ کے الفاظ "بھائیو خبر بھی ہے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو یہ عرب و عجم اور جن وانس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔"(۶) اس طرف راہنما ہے کہ اس پیغام کا مطمع نظر صفحہ دہر سے باطل کا خاتمہ اور حق کو غالب کرنا ہے۔ میثاقِ مدینہ، قیصر روم، کسریٰ ایران، عزیز مصر، نجاشی حبش، روٴسائے یمامہ والی شام اور والئی بصرہ کے نام بھیجے گئے دعوتی خطوط اسلام کے پیغام کو در و دیوار کی قید سے نکال کر پورے عالم پر پھیلانے کے لیے تھے۔

مذہب اِسلام کا مقصد بھی مسجد کی چاردیواری تک محدود نہیں بلکہ ایسے اجتماعی نظام کی تشکیل ہے جو تمام نوع انسان کے لیے پیغام فوز و فلاح بن سکے "انبیاء علیھم السلام کی بعثت کا منشاء اگرچہ بالذات عبادت الہیٰ سے متعلق ہے مگر عبادات کے ساتھ ساتھ اس منشا میں رسومِ فاسد کو فنا کر کے اجتماعی زندگی میں بہترین نظام کا قیام بھی شامل ہے"(۷)

عالمی نظام کے تشکیلی لوازمات

وہی نظام امنِ عالم کا کفیل بن سکتا ہے۔ جو درجِ ذیل خصوصیات کا حامل ہو۔

۱۔مکمل اور جامع اصول

۲۔ان اصولوں کا قابلِ عمل ہونا

۳۔ان اصولوں پر انسانی تجربہ گاہ میں عمل کرنے والی شخصیات۔

جہاں تک پہلی ضرورت کا تعلق ہے اسلام کا دامن مکمل، جامع اور زریں اصولوں سے پر ہے اور اس پر "الیوم اکملت لکم دینکم" (۸) کی مہر ہے۔ وہ واحد نظام جو خوبصورت اصولوں سے مزین ہو کر تمام برائیوں کا خاتمہ کرتا ہے اور تمام بھلائیوں کا حکم دیتا ہے جو انسان کو خلیفہ اور اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازتا ہے اور انسانوں کو انسانیت عامہ کی فلاح اور بہتری کے لیے اپنے سایہ میں بلاتا ہے اور خدا کی دنیا کو ہزاروں وطنوں کی جگہ انسانیت کا وطنِ اکبر قرار دیتا ہے۔ وہ واحد نظام جو رنگ و نسل کی بلند دیواروں سے سربلند ہو کر سوچتا ہے۔ کیونکہ اسلام 'ایک عالمگیر نظام حکومت، عالمگیر تحریری قانون، عالمگیر صلاح و فلاح کے لیے بروئے کار لاتا ہے۔ جس کی قوت سے نپولین کے قول کے مطابق "نصف صدی میں نصف دنیا کو فتح کر لیا گیا اور ایک ایسی حکومت قائم کی گئی جس کے اصول اور عمل میں مکمل مطابقت تھی"

دوسرے اصول کی کسوٹی پر اگر اسلام کو پرکھا جائے تو یہ بات کھل کر عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام عملی مذہب ہے اور اس کے تمام اصولوں پر عمل کرنا ہر دور میں ممکن ہے کیونکہ " کسی عملی نظام میں وہی نظریے قابل قدر جگہ پانے کے مستحق ہیں جو تعبیری نقطہ سے اگر چہ انقلاب آفریں اور مسحور کن نظر نہ آتے ہوں مگر عملی دائرہ میں اس قدر مفید اور ہمہ گیر ہوں کہ اگر ان کو دلیلِ راہ بنالیا جائے تو بلا شبہ وہ ایک صالح نظام اور امن و عافیت کے راہنما بن سکتے ہیں" (10) اسلام یہ تمام خصوصیات رکھتا ہے۔ بقول اقبالؒ

؎ اس کی زمین بے حدود، اس کا افق بے ثغور
اس کے سمندر کی موج، دجلہ و دینوب و نیل!

تیسرے معیار میں اسلام لاثانی حیثیت کا حامل ہے۔ ہادی عالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة (۱۲)

صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ زندگیاں

تراهم ركعاَسجدًا يبغون فضلا من الله (۱۳)

اور ہر مسلمان کا دعوتِ حق پہنچانے کا ذمہ دار ہونا

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر... (۱۴)

اس پیغام کی ابدیت اور عالمگیر کا ثبوت ہیں " انبیاء کرام علیھم السلام وقت کی اجتماعی قوت کو اسلام کے تابع کرنے کی جدوجہد کرتے رہے ان کی دعوت کا مرکزی تخیل ہی تھا کہ اقتدار خدا اور صرف خدا کے لیے خالص ہو جائے۔ (۱۵)

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ

انسانیت کو عصرِ حاضر کے دورِ وحشت سے نکالنے کے لئے اسلامی نظام زیست کو غالب کرنے کی ذمہ داری امتِ مسلمہ کے کندھوں پر ہے تاکہ استعماری اور استبدادی پنجے سے عالم کو نجات دلائی جا سکے دنیا پر تیسری عالمگیر جنگ کے جو بادل چھائے ہوئے ہیں ان کے چھٹنے کی واحد صورت یہی ہے کہ آفتابِ اسلام پورے عالم پر طلوع ہو اور باطل نظاموں کو لپیٹ دیا جائے۔

فاما الزبد فيذهب جفاء ج و اماما ينفع الناس فيمكث فى الارض... (۱۶)

جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔

ایسے نازک حالات میں جبکہ اسلام انسانیت کی واحد امید اور اس کا مستقبل ہے۔ انسانیت کے مجموعی ارتقاء اور فلاح کی ذمہ داری اب امتِ مسلمہ پر ہے۔

اس وقت دنیا کی چھ ارب آبادی میں قریباً 1.2 ارب مسلمان ہیں یعنی دنیا کی کل آبادی کا20% مسلمان ہیں وہ اپنی قلتِ تعداد کے باوجود انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ میدان بدر کی زرخیز مٹی ان کے لیے حوصلہ افزا پیغام رکھتی ہے۔

کم من فئۃقلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃباذن اللہ (۱۷)

امتِ مسلمہ کی فکری ذمہ داریاں

گلستان عمل میں خوبصورت، دلآویز پھول کھلانے کے لیےفکری آبیاری بہت ضروری ہےفکرعمل کوجنم دیتی ہےاچھی فکرگویااچھےعمل کاتخم ہے۔

نظری اصلاح اورفکری انتشار کا خاتمہ

اعمال کے بلند یا پست ہونے کا دارمدارافکار وتخیلات کی پستی و بلندی پر ہے کیونکہ انسان کے جملہ اعمال و افعال کا سرچشمہ اس کا ذہن ہے۔ نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے مینارہ نور ہے کہ سب سے پہلے دین کی اصلاح اور قولوا لا الہ اللہ کی آواز سے سب بتوں کو پاش پاش کردیا۔جس طرح نبیﷺ کی بعثت پوری انسانیت کے لیےتھی۔

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراَو نذیر اً(۱۸)

اسی طرح" کنتم خیر امۃاخر جت للناس" بھی امتِ مسلمہ کے مشن کوواضح کرتی ہے کہ تمہارے کندھوں پرسب انسانوں کی فکری اصلاح اوررشد کی ذمہ داری ہے۔تمام معبودانِ باطل خواہ وہ اقتدار کے بت ہوں اور یا معاش کے ان سب کی طرف سے پھیر کر انسانی فکرکوخدائے واحد کی طرف لانا اور الملک للہ و الحکم للہ کا نعرہ بلند کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔اس مقصد کے لیے اسے پہلے اپنےنفس کی تطہیر کرنا ہوگی تاکہ وہ پاکیزہ نفس کے ساتھ پاکیزہ نظام کو پروان چڑھا سکے۔" نبیﷺ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے،سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کرلیں۔توغیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔آپﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرور ہو۔چنانچہ آپ ﷺ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اورغلو سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔"(۱۹)

اسلام کی صحیح منظرکشی

امتِ مسلمہ پرلازم ہے کہ وہ صدیوں کی چھائی ہوئی کوتاہی عمل اورسستی کی دھند سے اسلام کے زریں عقائد کو

صیقل کر کے عالم کے سامنے پیش کرے عملی کوتاہی اور نظری بحثوں سے اسلام کا حقیقی چہرہ "جو کان خلقه القرآن" تھا وہ نگاہِ عالم سے روپوش ہو چکا اغیار نے محض اسے چند مذہبی رسوم کا شاخسانہ سمجھ کر صرف عبادات تک محدود سمجھا افرقہ واریت کے زہر نے اتحادِ امت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

تجدید سیرت مسلمانوں نے اسلام کے حقیقی چہرے کو غبار آلود کر دیا ہے۔ اور وہ خود چند مخصوص عبادات کو ہی دین سمجھ بیٹھے ہیں امتِ مسلمہ کو خودداری اور اتحاد کے ساتھ اپنے سفینہ کو راوی و نیل و فرات سے نکال کا بحر بیکراں میں ڈالنا ہوگا تا کہ انسانیت کو بھنور سے نکال سکیں "انسانیت کو استعمار کے اس دیو سے جواب تک کرہ ارض کو اپنی چیرہ دستیوں کی آماجگاہ بنائے ہوئے ہے۔ نجات دلانے کی اب یہی اک واحد امید باقی رہ گئی ہے۔ یہیں سے حقیقی آزادی ہوگی اسلام کی ان انقلابی اصلاحات کا دائرہ صرف مسلمان معاشرے ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اپنی فطرت کے لحاظ سے یہ ایک عالمگیر اصلاحی پروگرام ہے" (۲۰)

تو راز اکن فکاں اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا — خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجمان ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو — اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا (۲۱)

مسلم تشخص کا احیاء

مسلمان جو پیغام ربی کے امین تھے وہ خوداری کو بھول کر خود اعتمادی سے منہ موڑ کر، قرآن و سنت سے گہرا تعلق توڑ کر اپنی شخصیت، مقام اور حیثیت کو فراموش کر چکے ہیں وہ جو نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر انسانوں کے بدلنے والے تھے وہ اب خود اس طرح بدل چکے ہیں کہ تاریخ کی بوڑھی نگاہیں حیران ہیں۔ اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر امتِ مسلمہ کو اپنے اصلی تشخص کو زندہ کرنا ہوگا۔ "اس کردار کی شان یہ تھی کہ وہ نہ ایران کی پرشکوہ تہذیب سے متاثرہ ہوا اور نہ روم کے ٹھاٹ دار تمدن کے سامنے اس کا دل پسیجا۔ وہ بڑے بڑے درباروں میں اپنی بدویانہ شان کے ساتھ قالینوں کو روندتا ہوا بغیر اپنی گردن جھکائے پہنچا اور کہنے کی بات اس طرح کہی کہ جیسے وہ بونوں کے درمیان کھڑا بات کر رہا ہو۔ اسے حریفوں نے میدان جنگ میں بھی پکارا تو اس نے شجاعت و استقامت کی زندہ جاوید نظیریں قائم کر دیں" (۲۲) نئے عالمی نظام کی تشکیل ایسے ہی کرداروں کی مرہون منت رہے گی۔

سفرِ عزیمت کی تیاری

اس عالمی پس منظر میں ہم بحیثیت مسلمان آج ٹھیک اسی مقام پر کھڑے ہیں جہاں صدرِ اول کے مسلمان کھڑے تھے۔ عالم کے بے شمار خطے اس پیغام کے لئے طائف کی وادی کی طرح کٹھن اور جانگسل ہیں اسوہ نبوی ﷺ ہمارے مشعل راہ ہے۔ کہ جنہوں نے راہِ حق میں صبر کی انتہا کر دی "لوگ آنحضرت ﷺ کی راہ میں کانٹے

بچھاتے ، نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے ، سجدہ میں آپ کی گردن پر اوجھری ڈال دیتے گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک میں بدھیاں پڑ جاتیں لوگ جادوگر کہتے دعوائی نبوت کو سن کر مجنوں کہتے (۲۳) تاہم آفتاب حق کی کرنیں ان کثیف بادلوں میں سے بھی چھن چھن کر سطح قلوب پر گرتی تھیں اور اکناف احوالی کو روشن کرتی جاتی تھیں (۲۴)۔

اتحاد بین المسلمین

امتِ مسلمہ کی باہمی آویزشوں نے اغیار کو دست درازی کا موقع دیا ہے اور اس کی حالت " ولا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم" کی مصداق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تفرقہ سے بچنے اور تفرقہ ڈالنے والے کی گردن مارنے کا حکم اسی لئے دیا کہ یہ تباہ کن ہے اور " يدالله على الجماعة" کو مدنظر رکھتے ہوئے امتِ مسلمہ کو امت واحد بن کر کفر کی یلغار کا منہ توڑنا ہوگا۔ امتِ خیر کو متحد کر کے اور بہترین افراد تیار کر کے پیغام ربی کو ارض ربی پر پھیلانا ہوگا۔

اتحاد کامیابی کی کلید ہے نہ صرف مسلمان اپنی ریاستوں کے اندر متحد ہوں بلکہ تمام مسلمان علاقائی سرحدوں سے ماوراء ہو کر سوچیں اور اپنے ذاتی مفاد پر اسلامی مفادات کو ترجیح دیں اور اللہ تعالیٰ حکم جو سورۃ الانعام میں دیا گیا ولا تبتعوا لسبل فتفرق بكه عن سبيله کو منشور بنائیں اور کسی اسلامی ملک پر حملہ سب پر حملہ تصور کیا جائے اسلامی کانفرنس تنظیم عملی طور پر امت کو متحد کرے اور ایک فعال تنظیم کے طور پر امت مسلمہ کی نمائندگی کا فریضہ انجام دے۔

سیاسی ذمہ داریاں

اسلام زندگی کے ہر شعبہ کے لئے راہنما اصول رکھتا ہے قرآن حکیم کے مختلف پاروں میں اللہ تعالیٰ کی حکومت و حاکمیت اور بندگان خدا کی امامت و ریاست کا تذکرہ موجود ہے حضرت ابراہیم کو و اتينهم ملكاً عظيماً (۲۵) اور حضرت داؤد کو علم اور حکم کو عطا کرنا اسی بات کا اشارہ ہے کہ مذہب اسلام میں دین اور حکومت میں تضاد نہیں پیغمبر اسلام کی سیرت مطہرہ ہمارے لیے چراغ ہدایت ہے کہ قریش کو دعوتِ اسلام دیتے ہیں تو عرب و عجم کی شہنشاہی کی نوید سناتے ہیں۔

كلمة واحدة تعطونيها تملكون بها العرب و تدين لكم بها العجم (۲۶)

اقتدار اعلیٰ کی طرف راہنمائی

طوفانی نفرتوں کے دور کا مقابلہ کرنے کے بعد اذن الٰہی سے آپ ﷺ نے جو مملکت قائم کی اس میں اقتدارِ اعلیٰ کے ربانی ماخذ کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کیا گیا اور قیامت کے حساب و کتاب پر بار بار زور دیا گیا تاکہ بادشاہ میں کسی دینی ذمہ داری کے نہ ہونے کے باعث استبداد نہ پیدا ہو جائے۔ مومن کے نزدیک حکومت کا تصور امانت ہے۔

قل اللھم ملک الملک توتی الملک من تشآء(۲۷)

نبی ﷺ نے لوگوں کو ہزار آستانوں سے خدائے واحد کے آستانہ کی طرف پھیرا۔ میثاقِ مدینہ میں غیر مسلموں کی شرکت کے باوجود ثالثی اور فیصلہ کا اختیار آپ ﷺ کے پاس تھا اور وہ متقدرِ اعلیٰ کے نائب کی حیثیت سے تھا حقیقت یہ ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے بغیر حکومت کا توازن متزلزل ہو جاتا ہے اور یہ بات غیر مسلم مفکر بھی تسلیم کرتے ہیں ارسطو کا نظریہ ہے کہ ہر "انسانی سلطنت میں ایک بڑی ہستی طاقت کا مرکز ہوتی ہے۔ اور دوسرے تمام افراد اس کے تابع ہوتے ہیں" (۲۸)

خلافت کا قیام

اقتدارِ اعلیٰ کے احکام کی تنفید کے لئے اسلام خلافت کا تصور دیتا ہے سورہ نور میں صالحین کے ساتھ اسی وعدہ کا تذکرہ ہے اور اس خلافت کے مقاصد علامہ ابن خلدون نے یہ بتائے ہیں۔

الخلافةنیابة فی حفظ الدین و سیاسة الدنیا(۲۹)

دین کی ذمہ داریوں میں سے یہ بھی مستقل ذمہ داری ہے کہ ہمارا اجتماعی نظام قانونِ شریعت کا تابع ہو۔

نبی ﷺ کی وفات کے وقت شدتِ غم کے باوجود "تمام اصحابِ نبوت پہلے حکومت کے نظام کے لئے خلیفہ منتخب کرتے ہیں اس کے بعد تدفین عمل میں آتی ہے۔" (۳۰)

قانونِ سنت، قانونِ اجماع، قانونِ شوریٰ، قانونِ اجتہاد و قیاس اور صدرِ حکومت کے قانون فرامین اس لئے ہیں تاکہ زمانہ کے حالات پر غلبہ اور اقتدار حاصل کیا جا سکے اور ہنگامی تبدیلیوں کا ساتھ دیا جا سکے۔" (۳۱)

بین الاقوامی وسیع تعلقات

اسلام بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر انسان اور صرف انسان کو اپنا مرکز و محور بناتا ہے۔ علماء کرام نے مکی اور مدنی سورتیں کے درمیان عمومی طور پر خط امتیاز اس طرح قائم کیا ہے کہ یاایھاالناس والی سورتیں مکی ہیں جبکہ یاایھا الذین آمنوا والی مدنی ہیں بعض اوقات مدنی سورتوں میں بھی یا ایھاالناس کا لفظ آیا ہے جیسا کہ الحجرات آیت نمبر ۱۳ جو کہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ ضابطہ حیات صرف اہل ِ ایمان کے لئے ہی نہیں بلکہ اس کا پیغام ہر انسان کے لئے ہے۔ نبی خاتم ﷺ سے جب سفر شام میں بحیرا راہب ملتا ہے تو اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ھذا سید العالمین، ھذا رسول رب العلمین، یبعثه الله رحمةاللعالمین (۳۳)

امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ آقائے عالم، پیغمبر عالم اور رحمتِ عالم کے پیغام کو پورے عالم پر غالب کرنے کے لئے اقوام عالم سے وسیع تعلقات قائم کرے اور اپنے کردار و عمل سے دوسروں کو متاثر کرے تاکہ ان کے

لئے راہِ حق ہموار کر سکے اور یہ اس مقصد کی تکمیل ہو گی اور محمد ﷺ کی بعثت عام اور منصب " وما ارسلنک الا رحمة اللعالمین " کا تقاضا ہے۔

فریضہ جہاد کی ادائیگی

سیرت مطہرہ اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ ہجرت کی فصل سے آگے کا باب لازماً جہاد کا ہے جب دشمن قوتیں صف بستہ ہو جاتی ہیں تو ان کے مقابلے میں محض دفاع ہی کافی نہیں ہوتا۔ اسلامی نظریہ جہاد یہیں تک نہیں جاتا کہ کوئی حملہ کرے تو چارونا چار اس کا مقابلہ کر لیا جائے بلکہ وہ یہ راہنمائی دیتا ہے کہ اسلامی نظام کے داعی ایک طرف اپنی ریاست کے موجودہ وجود کے ایک ایک ذرے کو بچا رکھنے کے لئے بوقت ضرورت جان و مال کی قربانیاں دیں، دوسری طرف لاکھوں بندگان خدا کو ظلم، جہالت معاشی خستہ حالی اور اخلاقی پستی سے نکالنے کے لئے علم جہاد بلند کریں یہی وجہ ہے کہ قرآن میں بار بار جہاد کی تاکید بلکہ اسے مومن کی نفع بخش تجارت کہا گیا ہے۔ امتِ مسلمہ کی سیاسی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف انفرادی جہاد بلکہ اجتماعی جہاد کے لئے افراد کو تیار کرے۔ اور یہی " الجنة تحت ظلال السیوف " کا تقاضا ہے۔

مضبوط ملکی سیاست

عصر حاضر میں اسلام دشمن قوتوں کے استعمار کو مضبوط کرنے والی چیز اسلامی ریاستوں کے اندرونی سیاسی حالات ہیں جو کہ دشمن کو دراندازی کا موقع فراہم کرتے ہیں اور یوں کفر اسلامی ریاستوں کے پراگندہ حالات سے فائدہ اٹھا کر انہیں اپنا بے نام غلام بنانے کا راستہ ہموار کر لیتا ہے امت مسلمہ کو اپنے اندرونی حالات کو بہتر بنانا ہو گا تا کہ اجتماعیت کی دیوار میں کوئی شگاف نہ ڈال سکے۔

دو بلاکوں میں سے ایک سے اتحاد

دو بلاکوں میں بٹی ہوئی دنیا میں امتِ مسلمہ کو اپنے عظیم مقاصد کی تکمیل کے لئے کسی ایک کے ساتھ اتحاد کرنا ضروری ہو گا۔ میثاق مدینہ میں یہود کے ساتھ متحد ہو کر مشرکین کا مقابلہ کرنے کی مثالِ نبوی ﷺ ہماری پالیسی کے خطوط متعین کرتی ہے اور یہ اتحاد انسانی مسائل کو حل کرنے کی بنیاد پر ہو گا۔ مثلاً ماحولیات کی بہتری اور انسانیت کے سلگتے مسائل کو بنیاد بنا کر عارضی اتحاد قائم کیا جا سکتا ہے تا کہ اعلیٰ مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے۔

امتِ مسلمہ کی معاشی ذمہ داری

معاش گویا لغوی معنی کی مناسبت سے زندگی کا ضامن ہے دوسرے معنوں میں اگر اسے کفیل کہا جائے تو بے

جانا ہوگا کہ اس کے ساتھ فرد یا قوم کو جس طرف چاہے پھیرا جا سکتا ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے اس "فضل اللہ" اور "خیر" سے تعبیر کیا ہے۔ اور بے شمار احادیث میں کسب معاش کی ترغیب مثلاً کمبل بیچ کر رسی اور کلہاڑی لے کر دینا، نبی ﷺ کا خود بکریاں چرانا اور تجارت کرنا اس کی اہمیت پر شاہد ہے۔

انفرادی معیشت

اس شعبہ میں امتِ مسلمہ پر کچھ انفرادی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ حلال ذرائع معاش کو اپنائیں تاکہ رحمت باری اس کی دعاؤں کو سنے۔ امت کا ہر فرد کسبِ حلال کو اپنا شعار بنائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے کے دوسروں کے معاش ہر گزارہ نہ کرے بلکہ جب تک استطاعت ہے اپنے ہاتھ سے رزق کمائے۔ ہر فرد محنت کا عادی بنے۔ ہر انسان کو اپنی استعداد کے مطابق معیشت کے لئے جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ یہ دنیا میدان عمل ہے۔ یہاں جمود و خمود موت کے مترادف ہے۔

حقِ معیشت کے لئے مساوات ہونا لازمی ہے گو درجات معیشت میں تفاوت ہے۔ احتکار و اکتناز، سود اور فاسد نظام معیشت سے بچتے ہوئے سرمایہ و محنت کے عادلانہ توازن سے انفرادی معیشت کی تربیت دی جائے۔ ہر اسلامی ملک اپنے زیر زمین خزانوں کو بروئے کار لائے۔ زکوۃ کی وصولی اور تقسیم کا نظام شفاف اور فعال بنایا جائے اور بیت المال کے امانت ہونے کا تصور ذہنوں میں پوری طرح اجاگر ہو۔ زراعت ہو یا تجارت یا صنعت و حرفت ہر یونٹ اپنی جگہ پر بہتر کام کرے۔ نئے ذرائع پیداوار ہوں اور اشیائے صرف کی بہ نسبت اشیائے سرمایہ پر زور زیادہ توجہ دی جائے تو ایسے بہترین افراد تیار ہو سکتے ہیں جو عالمی نظام تشکیل دے سکیں۔

اجتماعی معیشت

معیشت کا عادلانہ نظام یقینی طور پر اجتماعی متوازن معاشی نظام کو جنم دے گا امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ سود سے نجات حاصل کرے تاکہ آئی۔ ایم۔ ایف کی غلامی سے چھٹکارا مل سکے اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک سود سے پورے عالم اسلام کو کٹھ پتلی بنانا چاہتے ہیں تاکہ جب اور جہاں جو چاہے فیصلہ کروائے۔ اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے سود کی ہر نوع کو چھوڑنا ہوگا۔ تمام مسلم ممالک کو چاہیئے کہ وہ متحد ہو کر اسلامی مالیاتی فنڈ قائم کریں تاکہ سودی نظام سے چھٹکارا حاصل کر سکیں اور اپنے ذرائع و وسائل کا بھرپور اور تعمیری استعمال کر سکیں۔ غیر ضروری اور تعیشی اشیاء کے لئے ہر گز قرض نہ لیں اور جس قدر جلد ممکن ہو سودی قرض کے شکنجے سے نجات حاصل کریں تاکہ سر اٹھا کر کوئی فیصلہ کر سکیں اور گردن وہی اٹھی رہ سکتی ہے جس کے سر پر اغیار کی دستار نہ بندھی ہو۔

معاشرتی ذمہ داری

بہترین افراد بہترین معاشرے کی بنیادی اینٹ ہوتے ہیں اسلام فرد اور اجتماع میں تصادم کی بجائے تعاون اور توازن کو بروئے کار لاتا ہے اسوہ نبوی ہمارے سامنے ہے کہ گھر سے دعوت کا آغاز کر کے اہل خاندان اور پھر کوہِ صفا پر شہری معاشرے کو پکارنا۔ پھر ہجرت مدینہ کے بعد مواخات کی صورت میں امت کی شیرازہ بندی اور پھر اصلاحِ عالم کا آغاز گویا فرد اور اجتماع کا حسین امتزاج ہے۔

ادارہ خاندان کی اصلاح

خاندان وہ ادارہ ہے جہاں قومیں پروان چڑھتی ہیں۔ عصر حاضر میں یہ ادارہ غیر مسلم معاشروں میں تباہی کے کنارے پر ہی امت خیر میں بھی یہ اپنا اہم کردار بھولتا جا رہا ہے۔ رب تعالیٰ نے اس کو اپنا خصوصی کرم قرار دیا

وھو الذی خلق من الماء بشر اًفجعلہ نسباًو صھراً(۳۴)

" خاندان کا نظام عورت اور مرد کے اس مستقل اور پائیدار تعلق سے بنتا ہے جس کا نام نکاح ہے، اس تعلق کی بدولت افراد کی زندگی میں سکون، استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے۔ یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کرتی ہے اور انتشار کے میلانات کو دبا کر انہیں تمدن کا خادم بناتی ہے۔ اسی نظام کے دائرے میں محبت، امن اور ایثار کی وہ پاکیزہ فضا پیدا ہوتی ہے جس میں نئی نسلیں صحیح اخلاق، صحیح تربیت اور صحیح قسم کی تعمیر سیرت کے ساتھ پروان چڑھ سکتی ہیں " (۳۵)

خاندان نظام کی اصلاح ہی دراصل اجتماعی اصلاح کی بنیاد ہے فرد اور سوسائٹی دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ انسانیت کی ترقی اور بقاء کی ضمانت گھر اور خاندان اور اس کا پرسکون ماحول ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کی تعلیمات سے روگردانی کی وجہ سے اس عظیم قصر میں دراڑیں پڑتی جا رہی ہیں۔ امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ادارے پر بھرپور توجہ دے عورت اور مرد ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کریں، تاکہ گھر کی پرسکون فضا ایسے افراد تیار کرے۔ جو تمدن کے بالاتر مقاصد پورے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حجاب ادارہ خاندان کا محافظ ہے اس پر خصوصی توجہ دی جائے۔

حقوق باہمی کی ادائیگی

اسلام انسانوں کے باہمی ربط و تعلقات ور اجتماعیت کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے قرآن کریم سورۃ الروم میں باہمی تعلق کو رحمت و مودت اور باعث تسکین و فرحت قرار دیا ہے اور احادیث مبارکہ میں بار بار رشتہ داری کو جوڑنے والے کو بھلائی اور درازی عمر کی خوشخبری اور توڑنے والے کو سخت وعید سنائی گئی ہے نبی ﷺ نے فرمایا قال اللہ تعالیٰ: انا الرحمان انا خلقت الرحم و شققت لھا اسماًمن اسمی فمن و صلھا وصلتہ مُن قطعھا قطعتہ:(۳۶)

فرد کی پہلی اجتماعی اکائی اس کا خاندان ہے اس میں میاں بیوی، والدین ، رشتہ دار ہمسائے اور پھر عام انسانی برادری شامل ہے اسلام نے ہر ایک کے حقوق بیان کئے ہیں۔

"اسلام فرد کی انفرادی کو بنیاد قرار دیتا ہے اور اجتماعیت کو بالآخر فرد ہی کی اصلاح و صلاح کو وسیلہ قرار دیتا ہے" (۳۷)

اسلام اس تعلق کا فرد سے آغاز کرتا ہے اور ساری مخلوق تک پھیلا دیتا ہے اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔

عن عبداللہ بن عمر..... ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (۳۸)

عن جریر بن عبداللہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس (۳۹)

اسلام نے ہر فرد کے حقوق کو دوسرے کے فرائض قرار دیا اور ان کی ادائیگی کی بہت زیادہ تاکید کی ہے پھر اس تعلق کو محدود نہیں کیا بلکہ "من فی الارض" اور "الناس" سے اس کا دائرہ پوری نسلِ انسانی تک پھیلا دیا اور وحدت نسلِ انسانی اور وحدت فکرِ انسانی کو بے پناہ اہمیت دی۔ امتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ فرد سے آغاز کر کے اجتماع تک ہر دائرہ میں فرائض کی ادائیگی پر زور دے تاکہ رب کی دھرتی رب کے انسانوں کے لئے باعثِ سکون و اطمینان بن جائے۔ مکہ میں قحط کے وقت رئیس یمامہ سے غلہ کی رسد جاری کروانا انسان کے حقوق کی نشاندہی کرتا ہے۔

مسجد بطور مرکزِ تعلیم و تربیت

مسجد مسلمانوں کا وہ مقام جہاں پیشانیاں ہر کبر و غرور کو چھوڑ کر سر بسجود ہو جاتی ہیں۔ وہ گھر کہ جس میں محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ گھر جہاں پاکیزگی و صفائی اور پابندی وقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اگر اسے اسلام کی مذہبی ، سیاسی، اجتماعی اور تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ وہ مرکز جو امتِ مسلمہ کو تسبیح کے دانوں کی مانند ایک لڑی میں متصل پرو دیتا ہے۔ نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ سے اس کی اہمیت واضح ہوتی۔ یہ کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلی تعمیر مسجد کی ہوتی ہے اور خود بنفسِ نفیس اس میں حصہ لیتے ہیں۔ وہیں سے لشکر روانہ ہوتے ہیں اور وہیں پر سفارتی مشن آتے ہیں اور وہیں سے زندگی کے نئے بندھن کا آغاز ہوتا ہے۔ جب سے امتِ مسلمہ نے مسجد سے تعلق کو صرف عبادت گاہ تک محدود کر دیا ہے اس کے دین اور دنیا کے درمیان جدائی ہو گئی ہے۔ امت مسلمہ کو اسی مرکز فوز فلاح کو تعلیمی و تربیتی اور سماجی و معاشی سرگرمیوں کا مرکز بنانا ہوگا تاکہ انسان رب کے سچے فرمانبردار بن کر اٹھیں اور بہترین عالمی نظام قائم کریں۔

ماحولیات کی بہتری

انسانی ایجادات، مصنوعات اور اسلحہ کی دوڑ میں ایٹمی تباہ کاریوں نے خوبصورت زمین کے پرسکون ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور فطرت کی عطا کردہ سہولیات عامہ (پانی، ہوا، فضا) کو آلودہ کر کے رکھ دیا ہے گویا

ظهر الفساد فی البرو البحر بما ایدی الناس (۴۰) کا نقشہ عالم پیش کر رہا ہے۔ ہم نے تلوار کے دور کو ایٹمی دور میں تو بدل ڈالا لیکن انسانیت کی اچھی صحت کے مواقع کو محدود ہی نہیں بلکہ خاتمہ کے قریب کر دیا ہے۔ امت خیر کو چاہئے کہ وہ ہواؤں، فضاؤں اور دریاؤں میں پھیلنے والے اس شر کا خاتمہ کرے تا کہ بنی نوع انسان سکھ کا سانس لے سکے۔

امت مسلمہ کی اجتماعی و اخلاقی ذمہ داریاں

اچھے اخلاق سے قومیں عروج کی طرف اور برے اخلاق سے قومیں زوال پذیر ہوتی ہیں۔ امتِ مسلمہ کو چاہئے کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں اخلاقیات سے اپنے آپ کو مزین کرے کبر و غرور، حسد، جھوٹ، بخل، دھوکہ دہی، غیبت چغلی اور فریب سے اپنے آپ کو بچائے۔ ریا کاری کو چھوڑ کر اخلاص کو اپنائے۔ امتِ مسلمہ انفرادی شخصیت کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اجتماعی شخصیت کی تعمیر کو بھی اپنا مقصد و مدعا بنائے۔ عدل اجتماعی، غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک، ہر انسان کی خیر خواہی اور اصلاح و تربیت کی ذمہ داری ادا کرے۔ یقینی طور پر بہترین عمل کے ذریعے ہی یہ فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ نبی ﷺ کی پوری زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے کہ نہ صرف اپنے بلکہ اغیار بھی ان کی رحمتوں کے حقدار ٹھہرے۔ صرف انسان ہی نہیں۔ حیوان اور چرند پرند بھی شفقت کے اس ابر سے سیراب ہوئے۔ غیروں نے بھی صداقت اور امانت کی گواہی دی۔ امتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ امتِ خیر بننے کے فرضِ منصبی کو ادا کرے اور خیر تو امن، محبت بن جائے اور پھر وعدہ ربی" و الذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا "ضرور پورا ہوگا کہ رب کی زمین رب کے انسان اس کے تابع فرمان ہوں گے اور یہ سسکتی انسانیت اور مسائل سے دوچار دنیا جنت ارضی میں تبدیل ہو جائے گی۔

بقول اقبال

دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دل ہر ذرہ میں غوغائے رستا خیز ہے ساقی
نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

(۴۱)

حوالہ جات

۱) ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری، مغربی تہذیب، ص ۱۱۳

۲) ایضاً" "ص ۱۲۴

۳) التوبہ: ۳۳، الصف: ۹

۴) مولانا حامد الانصاری غازی، اسلام کا نظام حکومت، ص ۲۴

۵) رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

۶) محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱ص ۲۲۲۔۲۲۳

۷) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ ج ۲، ص ۱۰۵

۸) المائدہ: ۳

۹) مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، ص ۱۳

۱۰) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام ص ۲۲

۱۱) علامہ محمد اقبال، بال جبریل ص ۹۶

۱۲) الاحزاب: ۲۱

۱۳) الفتح: ۲۹

۱۴) آل عمران: ۱۱۰

۱۵) سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست ص ۱۷

۱۶) الرعد: ۱۷

۱۷) البقرہ: ۲۴۹

۱۸) سبا: ۲۸

۱۹) مولانا صفی الرحمٰن مبارکپور، الرحیق المختوم، ص ۳۱۸

۲۰) محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص ۳۷۔۳۸

۲۱) علامہ محمد اقبال، بانگ دراص ۴۲۰

۲۲) نعیم صدیقی، محسن انسانیت ص ۴۲۰

۲۳) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ج ۱، ص ۳۰۸

۲۴) علامہ شبلی نعمانی، سید سلمان ندوی، سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۲۵

۲۵) النساء: ۵۴

۲۶) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۲۷

۲۷) آل عمران ۲۶

۲۸) بحوالہ مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، ص ۴۱

۲۹) ابن خلدون، کتاب العبر۔ فصل ۲۵ ص ۱۳۴

۳۰) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۸

۳۱) ابوبکر حصاص رازی، احکام القرآن، ج ۳، ص ۲۳۴

۳۲) البدایہ والنہایۃ ۲/ ۲۸۳، سہیلی، روض الانف ۱/ ۱۲۵ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ۱/ ۱۱۹

۳۳) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، نور البصر فی سیرۃ خیر البشر، ص ۲۶۴

۳۴) الفرقان: ۵۴

۳۵) سید ابوالاعلیٰ مودودی، پردہ، ص ۹۲

۳۶) عبدالرؤف المناوی، مختصر شرح الجامع الصغیر ج ۲ بحوالہ اسلام کا معاشرتی نظام ڈاکٹر خالد علوی ص ۹

۳۷) ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۲۷

۳۸) ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکاۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص ۴۲۴

۳۹) " " " ص ۴۲۱

۴۰) الروم: ۱۱

۴۱) علامہ محمد اقبال، بال جبریل ص ۱۱

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

فائزہ احسان صدیقی۔ کراچی

نیا عالمی نظام کیا ہے؟ امتِ مسلمہ کے خلاف یہود و نصاریٰ اور ہنود کی ملی بھگت کا نام ہے۔ اسلام دشمنی کا ڈپلومیٹک ''نیا عالمی نظام'' ہے۔

یہ ۱۱ستمبر۱۹۹۰ کی بات ہے جب امریکی صدر جارج بُش نے پہلی مرتبہ ''نئے عالمی نظام'' کی اصطلاح اپنی تقریر میں استعمال کی تھی۔ اس کے بعد اس کی معنویت کی دانشورانہ سیاسی، سماجی اور معاشی تشریحات کے بارے میں ایک بحث چل پڑی۔ یہ اصطلاح عراق کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مسلط کردہ جنگ کے حوالے سے منظر عام پر آئی ہے۔ عجب اتفاق یہ کہ ۱۱ستمبر۲۰۰۱ کو امریکہ میں ہونے والے واقعے اور اس پر امریکی ردِعمل نے ''عالمی نظام'' کو مزید اجاگر کر دیا ہے۔ ۱۱ستمبر تاریخ کی یہ یکسانیت محض اتفاقی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر بہر کیف ''نئے عالم نظام'' کی اصلیت کو اجاگر کرنے میں بھی یہ تاریخ سنگِ میل ثابت ہو رہی ہے۔

جارج بش نے ''نئے عالم نظام'' کی اصطلاح کی تشریح اور وضاحت کے لیے کوئی مقالہ اور دستاویز بھی پیش نہیں کی۔ ملائیشیا کے سابق رکن اسمبلی اور اقوام متحدہ میں ملائیشیا کے سابق مندوب فان یونگ نے لکھا ہے۔ ''جریدہ ٹائم'' میں بش سے سوال کیا گیا کہ آپ نے نئے عالم نظام کا ذکر کیا ہے کیا یہ اس بات کو ایک اور ڈھنگ سے دہرانا نہیں ہے کہ امریکہ دنیا بھر میں پولیس مین کا کردار ادا کرتا رہے گا؟ بش نے جواب دیا ''سیدھی بات یہ ہے کہ جب امن عالم کا معاملہ درپیش ہو تو امریکہ کی ذمہ داریوں میں دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ میں اسے عالمی تھانیدار کا کردار تو نہیں کہوں گا کیونکہ دنیا میں ایسے خطے بھی ہیں جہاں ہم اپنی مرضی سے قدم اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اور نہ ہی ہماری ایسی خواہش ہے۔ تاہم آزادی اور مختلف ممالک کے تحفظ کے ضمن میں ہمیں غیر معمولی ذمہ داریاں لینا پڑتی ہیں۔'' ظاہر ہے جو ملک دنیا میں ایک سو تیس ملکوں میں خود مداخلت کر چکا ہو وہ کس منہ سے امن اور تحفظ کی بات کر سکتا ہے۔ لہٰذا کیا دنیا کو ایسے نئے عالمی نظام اور ایسی امریکی سلطنت کی حمایت کرنا چاہئیے جو ازمنہ قدیم کے کسی جاگیردارانہ نظام سے بھی بدتر ہے۔''

MIT کے پروفیسر ناؤم چومسکی کے بقول!

''نئے عالم نظام امریکی سامراج کا نیا روپ ہے''

''نئے عالم نظام'' کے بلند بانگ دعوے امریکی ''دہشت گردی'' کے تسلسل کی داستان ہیں۔ امریکہ جیسا ملک جس کی گزشتہ صدیاں اندورن ملک خون خرابے اور بیرون ملک جارحیت کی داستانوں سے اٹی پڑی ہیں استحکام اور انصاف پر مبنی نئے نظام کی ضمانت کیسے دے سکتا ہے۔؟

جناب فان یوتنگ (ملائیشیا) سابق رکن پارلیمنٹ اور نمائندہ برائے اقوام متحدہ لکھتے ہیں کہ" باقی ماندہ دنیا خاص طور پر تیسری دنیا کو" مبنی بر انصاف امن" پر زور دینا چاہیئے ۔ کسی بھی قیمت پر امن قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ذلت ،غربت اور قبرستان کا امن حاصل کیا جائے ۔ہمیں جرات اور اتحاد سے کام لیکر اس قسم کے امریکی امن اور امریکی ساختہ نئے عالمی نظام کو رد کر دینا چاہیئے ۔کیونکہ یہ تو کوئی عالمی نظام بھی نہیں محض مفاد پرستانہ،خودغرضانہ اور خود پسندانہ امریکی سامراج ہوگا۔"

" تیسری دنیا کے عوام کو بھی اس سامراج سے مزاحمت کرتے ہوئے لڑنا چاہیئے"

" نئے عالم نظام" کی اصطلاح ایک تاریخی سرقہ ہے

جارج بش کے نئے عالمی نظام کا نعرہ تاریخی اور دستاویزی ثبوت کے ساتھ ایک تاریخی سرقہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا نعرہ بھی نہیں جو پہلی مرتبہ لگایا گیا ہو۔ امریکی تاریخ کے حوالے سے نئے عالمی نظام کا نعرہ امریکہ کے تیسرے صدر (جو ۱۸۰۱ سے ۱۸۰۹ تک امریکہ صدر رہا) تھامس جیفرسن کے عہد سے راج چلا آ رہا ہے۔

امریکی کرنسی کے ایک ڈالر کے نوٹ کی پشت پر اہرام کی شکل کی مہر کے نیچے لاطینی زبان میں بہت واضح الفاظ میں "Novus Ordo Seclorum" لکھا ہوا ہے جس کا مطلب نیا عالمی نظام ہے۔ دوسری عالمی جنگ سے پہلے ہٹلر نے بھی یہی نعرہ لگایا تھا۔ اور اس دور میں یہ نعرہ سب سے پہلے سوویت یونین کے گورباچوف نے لگایا ہے۔ گورباچوف نے ۷ ستمبر ۱۹۸۸ کو اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نئے عالمی نظام کی اصطلاح استعمال کی تھی ۔تخفیف اسلحہ کے موضوع پر اپنا موقف پیش کرتے ہوئے نئے عالمی نظام کی اصطلاح استعمال کی تھی۔ تخفیف اسلحہ کے موضوع پر اپنا موقف پیش کرتے ہوئے انہوں نے یہ الفاظ یوں بیان کئے تھے۔

"Toady , further world progress is only possible through a search for universal human consensus as we move farword to a new world order"

ترجمہ: آج دنیا اس موڑ پر آ گئی ہے کہ مزید ترقی صرف اور صرف عالمی سطح پر ایک اتفاق رائے کے ذریعے ہی ممکن ہو گی ہم لوگ ایک نئے عالمی نظام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

وارسا پیکٹ کے خاتمے سے کچھ پہلے گورباچوف نے ایک بار پھر اس خیال کا اعادہ کیا کہ نئے عالمی نظام کو قابل عمل بنانے کے لیے روس اور امریکہ کا باہمی تعاون بنیادی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز امریکہ کی ژیل یورنیورسٹی کے ماٹو پر لاطینی زبان میں کندہ ہے ۔" نیو ورلڈ آرڈر" یعنی نیا عالمی نظام اور جارج بش ژیل یونیورسٹی کے سابق طالبعلم ہیں ۔ژیل یونیورسٹی کے زمانہ طالب علمی میں لاشعوری طور پر جارج بش کے ذہن میں یہ ترکیب یا اصطلاح بیٹھ گئی ہو جو آج دنیا بھر میں عام سنائی دیتی ہے۔

امریکہ کی سرکاری مہر پر بھی تو یہی الفاظ کندہ ہیں چنانچہ یہ اصطلاح ہر امریکی ڈالر کی پشت پر پائی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں " نیا عالمی نظام" تو اس وقت سے گردش میں ہے جب تھامس جیفرسن نے امریکی جمہوریت کی اصطلاح ایجاد کی تھی تاہم امریکہ کے سرکاری نقطۂ نظر کے مطابق اس اصطلاح کو آزاد دنیا میں پہلی بار اس وقت پذیرائی نصیب ہوئی جب صدر بش

اگست ۱۹۹۰ء کے وسط میں اپنے قومی سلامتی کے مشیر برنٹ سکوکرافٹ کے ساتھ کشتی میں ایک طویل سیر پر گئے۔ کشتی کی سیر سے واپسی پر صدر بش بڑے یقین اور جوش کے ساتھ ''نئے عالمی نظام'' کا ذکر کر رہے تھے۔

بحر اٹلانٹک میں حالات حاضرہ اور مچھلی کے شکار کے چار گھنٹے کے اس سفر کا حاصل تین مچھلیاں اور خارجہ پالیسی کا ایک نیا تصور تھا جو بعد کے دنوں میں صدر بش کی تمام تر گرم بازاری کا مرکز محور بن گیا یعنی ''نیا عالمی نظام''

چند ہی ہفتوں کے اندر عالمی نظام کے نعرے نے امریکہ کی نئی عالمی پالیسی کے مرکزی ستون کی حیثیت اختیار کر لی۔

امریکی کانگریس کے خطاب سے لیکر اقوام متحدہ کے خطاب تک صدر بش نے نئے عالمی نظام کا غلغلہ بلند کیا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ سے لیکر مارچ ۱۹۹۱ تک صدر بش نے بیالیس 42 بار اپنے بیانوں اور تقریروں میں اس نئے نظام کی بات کو پورے زور شور سے پیش کیا اور اسے اپنی مستقبل کی پالیسی کی اساس قرار دیا۔ اس سلسلے میں بلند بانگ دعوے کیے گئے اور حسین الفاظ کا سہارا لیا گیا۔ ان بلند بانگ دعوؤں اور حسین لفظوں کے ساتھ ساتھ اس نئے عالمی نظام کی سب سے بڑی خصوصیت بھی زبانوں پر آ گئی کہ اب امریکہ دنیا کی واحد ''سپر پاور'' ہے اور آنے والے دور کا نام اب ''امریکہ کی صدی'' ہوگا۔

برطانوی اخبار ''گارڈین'' نے نئے عالمی نظام کے بارے میں ۱۹۹۱ میں دنیا کی چوٹی کے ساتھ مفکرین کے تجزیے کو جس عنوان سے پیش کیا وہ ایک سوالیہ نشان ہے اگرچہ مغرب کے اہل نظر اس نظام کو صرف ایک سوالیہ نشان کے ساتھ دیکھ رہے ہیں لیکن تیسری دنیا اور خصوصیات سے عالم اسلام اور امتِ مسلمہ کے اہل دانش و بینش صرف ایک سوالیہ نشان ہی نہیں دیکھ رہے بلکہ ان کو افق پر وہ خونی آندھیاں بھی صاف نظر آ رہی ہیں جو اس نظام کے جلو میں کی طرف پیش قدمی کر رہی ہیں۔

چین کے وزیر خارجہ کیون کی چن (Qian Qichan) نے ۱۹ اپریل ۱۹۹۱ کو صاف لفظوں میں کہا کہ!

''یہ خیال بھی اپنے اندر خطرات کا ایک طوفان رکھتا ہے کہ اب دنیا میں صرف ایک سپر پاور ہوگی جو پوری دنیا پر چھا جائے۔''

(''صفحہ نمبر 60-59 ترجمان القرآن جلد 116 عدد ۲ اکتوبر ۱۹۹۱)

اس سلسلے میں پاکستان کے سابق صدر جناب غلام اسحاق خان اور ایران کے رہبر جناب آیت اللہ خامنہ ای کا اعلامیہ امتِ مسلمہ کے دل ک آواز ہے جس میں انہوں نے کہا۔

''اسلامی ممالک آج کی دنیا اور نیو ورلڈ آرڈر کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے متحد ہو جائیں تاکہ نئے عالمی نظام میں ان کے مفادات کا احترام کیا جا سکے، مسلم ممالک باہم تعاون کریں تاکہ نیا عالمی نظام ان پر مسلط نہ کیا جا سکے (وقت کی ضرورت ہے کہ) اسلامی ممالک باہمی تعاون کے ذریعہ ایک منصفانہ عالمی نظام کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں۔ ''روزنامہ جنگ، دی نیوز ۱۶، ستمبر ۱۹۹۱۔

نیا عالمی نظام اور امریکی عزائم / لائحہ عمل

۱۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ نے امریکی قومی مجلس امن کے فیصلہ پر مبنی ایک پروگرام نشر کیا۔ یہ جدید امریکی عالمی نظام کے اہم نکات کا بیان ہے۔

۱۔ مستقبل میں قیام امن کے نظام میں دیگر ممالک مثلاً فرانس، برطانیہ، اٹلی اور روس کو شامل کیا جانا چاہیے۔

۲۔ ایران اور ترکی ایسے غیر عربی ممالک کو ان ممالک کے ساتھ ملکر کام کرنے کے لیے تیار کیا جانا چاہیے جنہوں نے ساتھ ملکر عراق کے خلاف جنگ لڑی مثلاً خلیجی ریاستیں، مصر، شام اور مراکش۔

۳۔ ایران اور عراق میں ہونے والے واقعات کے پیش نظر ہماری مستقبل میں سیاست یہ ہوگی کہ ایک ایسی فوج تیار کی جائے یا موجود رکھی جائے جو کسی بھی دوسری فوجی طاقت کا مقابلہ کر سکے اس طرح اس منطقہ (مرق وسطی) میں طاقت کا توازن بھی قائم رہے گا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا۔ کہ کسی عرب ریاست سے یا ترکی یا ایران یا ایتھوپیا (حبشہ) کو (علاقہ کو پولیس مین بنا کر اسے یہ اجازت بھی دی جائے کہ وہ) امریکی مفادات کے لئے خطرہ بن سکے۔

۴۔ خلیجی ریاستوں کی دفاعی طاقت (نہ کہ جنگ صلاحیت) کو بہتر بنایا جائے اور یہاں فوجی خدمات کو لازمی بنایا جائے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ ان ریاستوں کے ہمسایہ ممالک میں سے کسی کو بھی فوجی اعتبار سے اس قدر طاقتور نہ بننے دیا جائے کہ وہ اس پر حملہ آور ہو سکے۔

۵۔ جارحانہ اور مکمل تباہ کن جنگی ساز و سامان کی فروخت عربی اور اسلامی ممالک کے لیے بند کر دی جائے۔

۶۔ اگر کسی خاص ضرورت کے تحت اس (مذکورہ بالا) قسم کا اسلحہ ان ممالک کو فروخت کرنا ہی پڑے تو درج ذیل امور کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

i۔ ایسا اسلحہ زیادہ مقدار مین نہ دیا جائے۔

ii۔ اس قسم کا اسلحہ نہ دیا جائے جو تیزی کے ساتھ حرکت میں لایا جا سکے یا ایک سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے۔

iii۔ فاضل پرزہ جات پوری مقدار میں نہ دیئے جائیں۔

iv۔ اس اسلحہ کا سودا پانچ عرب ریاستوں (غالباً سعودی عرب، عرب امارات، شام، مصر، اور مراکش) کی نگرانی میں کیا جائے

v۔ بعض خصوصی اقسام کا اسلحہ فروخت نہ کیا جائے بلکہ کرایہ پر دیا جائے۔

۷۔ شام، مصر اور بعض دوسری چھوٹی غیر عرب ریاستوں مثلاً ایران، ترکی اور ایتھوپیا کی معمولی نمائندگی کے اشتراک سے ایک مشترکہ امن فوج تیار کی جائے۔

۸۔ خلیجی ریاستوں کی دولت جوان پر حملوں کا سبب بنی ہوئی ہے کی مناسب تقسیم ایک بنک برائے تعمیر کے ذریعے عمل میں لائی جائے گی مگر اس بنک کی اصل پالیسی امریکہ، برطانیہ اور فرانس وضع کریں گے اس بنک کی نمایاں ترجیحات یہ ہوں گی۔

i مشترکہ امن فوج کا کنٹرول سنبھالنا۔

ii ایسے ممالک میں بڑے منصوبوں کی تعمیر و تکمیل کے لیے فنڈ مہیا کرنا جو (مذکورہ بالا) مشترکہ فوج کے معاون ہوں مثلاً شام

iii اس طرح ان بعض غیر عرب ممالک میں ایسے منصوبوں کی تکمیل کے لیے فنڈز مہیا کرنا جو اس منطقہ میں امن کے لیے بڑا رول ادا کر سکتے ہیں مثلاً ایران، ترکی، حبشہ

iv بعض غیر اہم اور غریب حکومتوں مثلاً یمن، تیونس اور سوڈان کی مالی معاونت کرنا البتہ ان حکومتوں کی اس طرح مدد کرتے وقت ان باتوں کو زیر غور رکھنا ہوگا۔

ا۔ یہ مالی مدد معمولی قسم کی تعمیر و ترقی کے لیے ہو۔

ب۔ اس کے بدلے ان سے مضبوط تعلقات کی استواری کو توقع کرنا۔

ج۔ اس مالی مدد کا مقصد ان حکومتوں سے امریکی پالیسی کی ہمنوائی کرانا ہوگا۔

۹۔ تمام عرب ملکوں کے ایسے حکومتی نظاموں کو تبدیل کرنا جو امریکی پالیسی سے مطابقت نہ رکھتے ہیں اس منصوبے کی بعض تفصیلات یوں ہوں گی۔

ا۔ خلیجی ریاستیں

ان ریاستوں کے حکومتی نظام میں ردوبدل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ امریکی پالیسی کی پُر جوش حامی رہی ہیں اور رہیں گی ان کے اس حکومتی نظام کو باقی رکھنا ہی امریکی مفادات کا تحفظ ہے البتہ یہ کوششیں جاری رکھی جائیں کہ ان ریاستوں میں زمام اقتدار ایسے افراد کے ہاتھوں میں آئے جو مغرب کے تعلیم یافتہ ہیں اور ایسی کوششیں بھی کی جائیں جن کی بدولت ان ریاستوں کی مذہبی ثقافت کو بدل دیا جائے۔

۲۔ دیگر ممالک

i۔ شام: شام کے حکمران حافظ الاسد ہمیں قبول ہیں انہیں اس منطقہ میں کام کرنے کا موقع دیا جانا چاہیئے شام کو ترقی کے اس مقام پر لے جانا چاہیئے جو حافظ الاسد کو اس خطہ کا مرد آہن بنا سکے کیونکہ انہوں نے (عراق کے خلاف جنگ میں) عملاً ثابت کر دیا ہے کہ ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

ii۔ مصر: اگرچہ مصر کی موجودہ قیادت نے (امریکی پالیسی کے اتباع میں) صحیح اور قابل قبول رویہ اختیار کیا لیکن یہ حکومت مصری رائے عامہ کو کنٹرول نہیں کر سکتی لہذا ہمیں ان کے بارے میں جدید خطوط پر سوچنا ہوگا دراصل جمال عبدالناصر اور انور سادات کے دور میں آزادی رائے پر پہرہ لگا دیا گیا تھا جس کے جمہوریت پر منفی اثرات ظاہر ہوئے۔ ضروری ہے کہ مصر میں جمہوریت کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جانا چاہیئے تاکہ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکے اور اسلامین (بنیاد پرستوں) کو راہ سے ہٹانے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

iii۔ فلسطین اور اسلامی تحریکات:۔

اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر نفوذ کو روکنے اور فلسطین کے قبضہ سے مسلمانوں کے (دینی، اخلاقی اور نفسیاتی) دباؤ کو کم کرنے کے لیے ان خطوط پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔

☆ مسلمانوں کو ان کے فروعی اختلافات میں الجھا کر ایک دوسرے سے لڑانا تاکہ وہ اپنی طاقت کا آپ مقابلہ کرتے

رہیں جیسے مصر کے محمد الغزالی نے اسلام میں عورت کے مقام کے موضوع کو چھیڑ کر باہمی منافرت کی جنگ کو بھڑکایا۔

☆ وہ خلیجی ریاستیں جو اسلامی شریعت کے نفاذ پر سنجیدگی سے عمل پیرا ہیں یا اس کے نفاذ کے بارے میں غور کر رہی ہیں ان کی حکومتوں کو تبدیل کرنا جب کوئی حکومت اسلامی شریعت کا نفاذ کرے اس کے خاتمہ کے لیے پوری کوشش کرنا مثلاً سعودی عرب میں شرعی حدود کا نفاذ ہے اس کے لیے ان کے بعض شیوخ کو ورغلانا اور ان کی سرگرمیوں کو معطل کرنا چاہیئے اس طرح تمام اسلامی تحریکوں اور مظاہر پر بھاری ضرب لگانا ضروری ہے۔

☆ حساس قسم کے حکومتی اداروں میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کو ملازمت کے مواقع نہیں ملنا چاہئیں۔ یہ پالیسی صرف خلیجی ریاستوں تک ہی محدود نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ کار تمام اسلامی ریاستوں تک بڑھانا ہوگا اسلامی فکر کے آگے بڑھانے والوں کو تعلیم وتربیت اور ابلاغ عامہ کے ذریعے اپنے خیالات عوام الناس تک پہنچانے سے روکنا ہوگا یہی وہ طریقہ ہے جس کی بدولت اسلام کی ترویج اور ترقی کے لیے کام کرنے والوں کو رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع دیا جا سکتا ہے مثلاً عبدالمعز عبدالستار اور یوسف القرضاوی نے انہی ذرائع (تعلیمی وتربیت اور ابلاغ عامہ) سے عوام الناس میں پذیرائی پائی اس طرح بعض عراق اور کویت کی شمولیت حاصل کر کے طاقتور بن گئے اور اسلامی فکر کی قیادت ان کے ہاتھ آ گئی اسی طرح سعودی عرب میں مناع لقطان نے اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔

☆ اسلامیین کو (ان کے اپنے ممالک میں بھی) اقتصادی اور اجتماعی معاملات میں نمایاں مقام پیدا کرنے سے باز رکھنا ہوگا ورنہ ان کے توسط سے اپنے ممالک سے باہر بھی اثر انداز ہوں گے

۱۰۔ بہت ہی قابل توجہ معاملہ عرب اور مسلمان ممالک سے افرادی قوت کی خلیجی ریاستوں میں آنے کا ہے اس کا روکنا نہایت ضروری ہے۔ ان کے مقابل افرادی قوت کا سری لنکا، فلپائن اور تھائی لینڈ سے لانا ضروری ہے کیونکہ ان ممالک سے لائے گئی غیر مسلم افرادی قوت اسلامی اعتقادات اور اقدار پر منفی اثرات چھوڑے گی ان تینوں ملکوں کی افرادی قوت، ضرورت یا معیار یا مقدار پوری کرنے سے قاصر ہو اور دیگر ممالک (اسلامیہ اور عربیہ) سے لوگ منگوانا ہی پڑیں تو پھر یہ ضرور ملحوظ رکھنا ہوگا کہ وہ پاکستان اور بنگلادیش سے نہ ہوں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ دیگر (غیر مسلم) ممالک سے رابطہ رکھا جائے (تاکہ بوقت ضرورت وہاں سے افراد بلائے جا سکیں)

۱۱۔ ضروری ہو گیا ہے کہ (مسلم ممالک کے) نظام تعلیم اور ثقافت کو تبدیل کیا جائے اور ان ریڈیو اور ٹیلیویژن کے پروگراموں کا وقت بڑھایا جائے۔

۱۲۔ اسلامی اور دینی جماعتوں مثلاً سلفی اور اخوانی کے مابین اختلافات کی حوصلہ افزائی کر کے انہیں زیادہ بڑھایا جائے۔

۱۳۔ اسلامی فکر و کردار رکھنے والی حکومتوں مثلاً پاکستان اور سوڈان کو پسماندگی اور مشکلات کا شکار رہنے دیا جائے۔

امریکی قومی مجلس امن کا یہ ۱۳ نکات پر مشتمل نئے عالمی نظام کا منصوبہ کس قدر جامع ہے؟ کتنی ژرف نگاہی اور مطالعاتی کاوشوں کے بعد تیار کیا گیا ہے؟ کتنا قابلِ عمل، عالم اسلام کی دشمنی میں کس قدر چابک دست ہے؟ اور کس قدر واضح حکمت عملی

رکھنے والا ہے؟ اس کا اندازہ تو ہم میں سے ہر ایک نے اس کے ترجمہ سے کر ہی لیا ہوگا بشرطیکہ ہماری سوچ وفکر کے سوتے بالکل ہی خشک نہ ہو گئے ہوں اور ہماری رگِ حمیت نے پھڑکنا بالکل ہی چھوڑ دیا ہو امریکی دیو استبداد کے سامنے ہماری مرعوبیت ،احساس کمتری کی تمام حدود کو پھاند نہ چکی ہو اور ہم مکمل طور پر اپنی بربادی پر رضامند نہ ہوئے ہوں۔

''الفاظ جو بھی استعمال کئے جائیں حقیقت یہ ہے کہ اس نئے نظام کے بنیادی خدوخال مندرجہ ذیل ہیں''

ا۔ امریکہ دنیا کی واحد عالمی قوت ہے۔ دنیا کے تمام ملکوں کو اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا اور امریکہ سے اور خود آپس میں تعلقات کو استوار کرنے میں اس کو بنیاد بنانا ہوگا۔

۲۔ روس میں اشتراکیت کی پسپائی اور روسی ایمپائر کا تتر بتر ہونا صرف اشتراکیت کی شکست ہی نہیں بلکہ مغربی لبرلزم، سرمایہ داری، جمہوری طرز حکومت سے اور منڈی کی معیشت کے تصور کی فتح ہے اب یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ جس طرح امریکہ دنیا کی واحد عالمی طاقت ہے اسی طرح مغربی لبرلزم اور سرمایہ داری اب دنیا کا غالب سیاسی اور معاشی نظام بھی ہے اس سلسلہ میں امریکی حکومت کے ایک مشیر فرانس فاکویامی کے مضامین کو بڑی ہوا دی جارہی ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اب تاریخ اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے اور مغربی نظام کو فیصلہ کن بالادستی حاصل ہوگئی ہے۔

امریکہ کا یہ ہدف ہوگا کہ وہ اس عالمی حیثیت کو قائم رکھے۔

ا۔ سرد جنگ کے دورِ تحدید (Containment) کے مقابلے میں نہ نظام میں اجتماعی سلامتی(Collective security) کا انتظام کیا جائے گا جس کی قیادت امریکہ کرے گا البتہ اس کو عالمی ادراہ اقوام متحدہ کی چھتری حاصل ہوگی۔ اجتماعی سلامتی کے اس نظام کے معنی یہ ہوں گے کہ جہاں کہیں سلامتی کے لیے کوئی خطرہ رونما ہو اس کا تدارک کیا جائے گا۔

۲۔ دنیا میں کہیں بھی اور خصوصیات سے یورپ، ایشیا اور افریقہ میں اب کسی ملک کو یہ موقع نہیں ملنا چاہیئے کہ وہ ایک عالمی قوت کی حیثیت سے ابھر سکے۔ علاقائی توازن کی بھی حفاظت کی جائے گی اور جہاں کہیں علاقائی توازن کو خطرہ ہو یعنی علاقے میں جن قوتوں کو بالادستی حاصل ہے (جیسے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل) ان کی حیثیت کو تبدیل ہونے سے بچایا جائے گا۔ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کا تحفظ اور پورے علاقے پر اس کی بالادستی کا قیام اس نئے نظام کا ایک لازمی حصہ ہے۔

۳۔ امریکہ کے عالمی مفادات کا تحفظ جس میں سرِ فہرست تیل کی رسد، قیمت اور مآخذ پر کنٹرول ہے خواہ یہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ اس طرح امریکہ کے دوسرے مفادات کی دیکھ بھال جن میں عالمی منڈیوں تک امریکی مصنوعات کی رسائی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

۴۔ اسلحہ کی تیاری، تحقیق اور ترقی کے نظام پر کنٹرول جس کے نتیجے میں دنیا میں ایسے دوسرے ممالک یا مراکز وجود میں نہ آسکیں جو اسلحہ کے میدان میں امریکہ کی بالادستی کے لئے اب یا مستقبل میں خطرہ بن سکتے ہوں۔ اس سلسلے میں جوہری، کیمیاوی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کے فروغ کو روکنا فوری اہمیت کا حامل ہے اگر اس کام کو معاہدات اور عالمی نگرانی کے ذریعے انجام دیا جاسکے تو فھو المراد لیکن اگر ضرورت پڑے تو قوت کا استعمال کر کے بھی اسلحہ کے اس پھیلاؤ کو روکنا اس عالمی نظام کے اہداف میں سے ایک ہے۔

76505

۵۔ روس، جرمنی، جاپان، انگلستان اور فرانس کو بڑی طاقتوں نہ کہ عالمی طاقتوں کی حیثیت سے تسلیم کرنا البتہ اس امر کی کوشش کہ اس میں سے بھی کوئی مستقبل میں عالمی طاقت نہ بن سکے۔ اس سلسلہ میں روس کو معاشی طور پر اپنے زیر اثر لانے اور جرمنی اور جاپان کی معاشی قوت اور مسابقت کی طاقت کو عالمی شراکت کے لئے کسی نظام کے تابع کر کے عالمی قوت بننے سے روکنا۔

''یہ وہ بنیادی اہداف ہیں جو امریکہ کے نئے عالمی نظام کے حدود اربع کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر عالمی سیاست میں امریکہ کی ترجیحات بدل چکی ہیں۔''

۱۔ اب نہ افغانستان کا مسئلہ اہم ہے اور نہ پاکستان کی کوئی جیواسٹریٹیجک اہمیت ہے۔

۲۔ روس اب مخالف نہیں حلیف قوت ہے اور وسط ایشیا میں کسی ایسے قوت کا ابھرنا جو روس کے لیے خطرہ بن سکتی ہو مغرب کے لیے قابل قبول نہیں۔

۳۔ اسرائیل کی بالادستی کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ فلسطین کے مسئلہ کو تحلیل کر دیا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ایک طرف ''اسلامی بنیاد پرستوں'' کو قابو میں کیا جائے تو دوسری طرف اسرائیل کو اس کے سارے ہمسایہ عرب ممالک سے کیمپ ڈیوڈ طرز کے معاہدات میں جوڑ دیا جائے اور سب سے بڑھ کر کویت، امریکہ دفاعی معاہدات کے انداز پر علاقے کے دوسرے ممالک سے بھی دفاعی معاہدے کئے جائے تاکہ مشرق وسطیٰ میں امریکی افواج کے قیام اور اسلحہ کے مستقل ذخیرہ کا بندوبست کر لیا جائے۔

۴۔ پوری دنیا میں احیاء اسلام کی تحریکوں کی مخالفت کی جائے اور امریکہ مخالفت کی بنیاد پر ان تحریکوں کو دبانے اور ڈبوانے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ ہندوستان کو جنوبی ایشیا میں ایک علاقائی قوت کی حیثیت سے تقویت دی جائے تاکہ پاکستان، ایران، اور افغانستان کے اثرات کو محدود کیا جاسکے۔

''ساری بحث کے بعد امریکی نیو ورلڈ آرڈر مختصراً مندرجہ ذیل امریکی خواہشات اور منصوبوں کا نام ہے''

۱۔ امریکہ کا اپنا عالمی ''قائدانہ'' کردار برقرار رہے۔

۲۔ سرمایہ داری نظام برقرار رہنے کے علاوہ فروغ پائے

۳۔ یورپ، جاپان اور مستقبل کی اقتصادی قوتیں امریکہ کو بڑا ساجھے دار تسلیم کریں۔

۴۔ سویت یونین معاشی اور سیاسی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو۔

۵۔ تیسری دنیا کے وسائل پر جاپان، جرمنی یا یورپ کا اثر و رسوخ قائم ہونے کی بجائے امریکہ کو کنٹرول حاصل رہے۔

۶۔ دنیا بھر میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہو۔ تاکہ صنعتی جمہوریتیں قائم ہوں۔ جو عالم سرمایہ داری نظام کی بازو بنیں۔

۷۔ آئی۔ ایم۔ ایف، ورلڈ بنک، آئی۔ بی۔ آر۔ ڈی اور گیسٹ جیسے مزید عالمی اقتصادی ادارے قائم کئے جائیں جو عالمی اقتصادیات پر امریکی کنٹرول کو وسیع کریں۔

۸۔ تیسری دنیا کے ان شہروں کا معیار زندگی بلند کیا جائے جہاں پر غربت کے سبب انقلاب پھوٹ سکتے ہیں۔

۹۔ تیسری دنیا کے کسی بھی ملک کو ایٹمی قوت یا مضبوط فوجی قوت نہ بننے دیا جائے۔

۱۰۔ تیسری دنیا کے باہمی فوجی معاہدات (اینٹی امپریلسٹ) نہ ہونے پائیں۔

۱۱۔ اپنے دفاعی بجٹ کو گھٹا کر، اور انڈسٹری کو کم کر کے جدید صنعتیں قائم کر کے نئی عالمی اقتصادی قوتوں پر فوقیت برقرار رکھی جائے۔

۱۲۔ بڑے ملکوں بھارت، چین، سویت یونین یا جو امریکہ کے لیے چیلنج بن سکتے ہیں ان کی جغرافیائی توڑ پھوڑ کر کے چھوٹے چھوٹے جمہوری ممالک (امریکہ پر انحصار کرنے والے) قائم کیے جائیں۔

۱۳۔ اپنی طاقت استعمال کر کے اور خوف مسلط کر کے اپنی فوج گھٹانے کی خاطر دوسری بڑی فوجی قوتوں کو محدود کیا جائے۔

۱۴۔ عالمی صنعت کی انرجی (تیل وغیرہ) پر براہ راست فوجی کنٹرول مضبوط کیا جاہے (خصوصاً مشرق وسطیٰ میں)۔

۱۵۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کو گلف وار کی طرح امپریلزم کے ایک طاقتور فوجی آلے کے طور پر استعمال کیا جائے اس طرح اب یہ دونوں ادارے عالمی سرمایہ کاری نظام کے بھرپور انداز میں محافظ ہوں گے۔

نئی پالیسی کی یہ تمام شاخیں امریکی عالمی نظام (Pax Americana) کا لازمی حصہ ہیں اور پاکستان اور عالم اسلام ان سے صرف نظر کر کے جو حکمتِ عملی بھی بنائے گا وہ خطرات سے پُر ہے۔

امریکہ کے عزائم کا توڑ

آیئے امریکہ کے ان عزائم / لائحہ عمل کا ایک سرسری تجزیہ کریں۔ تقریباً ۱۲ سال پہلے وائس آف امریکہ بانگِ دھل جس کو نشر کر چکا ہے گویا یہ کوئی خفیہ اور ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ البتہ اگر ہم مسلمانان عالم عموماً اور ہمارے ارباب اختیار خصوصاً غفلت برت رہے ہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں اگر وہ امریکہ کے نشر کردہ اس لائحہ عمل کو غیر موثر اور ناکامیاب بنانے کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتے۔ امہ کی سطح پر کوئی کانفرنس نہیں بلاتے اور اس کا اثر انگیز رد نہیں کرتے۔ اگر وہ کھلم کھلا ایسا کرنے کی ہمت نہیں پاتے تو نہ سہی مگر خاموشی سے تو اس کا رد کرتے رہیں۔

۱۔ مثلاً عرب اور غیر عرب میں جو فرق و امتیاز امریکہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ تمام مسلمان ممالک نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اس عصبیت کو اپنے اندر سے شعوری کوششوں سے ختم کر دیں۔

۲۔ امریکہ اپنے نئے عالمی نظام کے ذریعے دنیا کے تمام مسلمان ممالک کی آزادی حقیقی معنوں میں غصب کر لینے کا خواہشمند ہے ورنہ مختلف آزاد ملکوں مثلاً خلیج کے ممالک کے متعلق اسے یہ طے کرنے کا اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ کتنی جنگی یا دفاعی طاقت رکھیں؟

۳۔ عربی اور اسلامی ممالک کو جنگی ساز و سامان کی فروخت پر بندش امریکہ کے کس خوف کی آئینہ دار ہے؟ خیر اس کے اسباب تو واضح ہیں۔ مگر اس کا رویہ ہونا چاہیئے کہ مسلمان ممالک سائنس اور ٹیکنالوجی میں اتنی محنت کریں کہ اسلحہ سازی میں وہ خود کفیل ہو جائیں۔

۴۔ خلیجی ریاستوں کی دولت کی تقسیم کرنے والے بنک کی اصل پالیسی کے وضع کرنے کا اختیار امریکہ، برطانیہ اور فرانس کو

کیوں دیا جائے؟۔

۵۔ تمام عرب ممالک اپنے حکومتی نظاموں کو خود اصلاح کریں۔ وہ اسلامی طریقہ انتخاب کے مطابق جو جمہوری اور شورائی نظام ہے اس کے مطابق اپنے اپنے ملکوں میں خود انتخابات کروالیں۔

۶۔ خلیجی ریاستوں کے حکومتی نظام میں ردو بدل کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیکھا جناب جمہوریت کے اس چیمپئن اور حامی کا جمہوریت کی کاز سے اصل اخلاص۔ بات صرف امریکی مفادات کے تحفظ کی ہے اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔ جمہوریت تو محض ڈھونگ ہے۔

۷۔ زمام کار مغرب کے تعلیم یافتہ افراد کے ہاتھ میں رکھنے پر اصرار۔ گویا مغرب جن لوگوں کو تعلیم دیتا ہے ان کی Brain washing کرتا ہے۔ یہ اصرار اس بات پر مہر تائید ثبت کرتا ہے۔ اس کا رد یہ ہے کہ مسلمان مائیں اپنے بچوں کے رگ و پے میں اسلام اس طرح اتار دیں کہ کوئی تعلیم ان کی Brain washing نہ کر سکے۔

۸۔ ان ریاستوں کی مذہبی ثقافت کو بدل دیا جائے۔ امریکہ دشمنی رکھتا ہے مسلمانوں سے اور اسلامی ثقافت سے کسی آزاد ملک کی ثقافت کو بدلنے کا مفہوم کیا یہ نہیں ہے کہ گویا امریکہ ان سب ممالک کو اپنا غلام تصور کرتا ہے۔ اسلام مسلمان ممالک کا طرز حیات ہے Way of life ہے اس کو بدلنے کا کیا مطلب؟

۹۔ شام کے حافظ الاسد کیا امت مسلمہ کے لیے قابل اعتماد ہیں؟

۱۰۔ جمہوریت پر مثبت اثرات مرتب کرنے کے خیال سے امریکہ مصری عوام کے لیے آزادی افکار کا اصرار کر رہا ہے تا کہ وہ دین کی راہ پر نہ رہیں دراصل امریکہ مصر میں باشعور مسلمانوں کی موجودگی نظر انداز نہیں کر پا رہا۔ لہٰذا اب ہر مسلمان اپنے ایمان کا اظہار کرے سچا اور پکا مسلمان بن کر رہے اور دین کی راہ نہ چھوڑے۔

۱۱۔ مسلمانوں کو ان کے فروعی اختلافات میں الجھانا۔ امریکہ کا مقصد اعلیٰ ہے۔

لہٰذا ہم مسلمان دانستہ اور شعوری طور پر تمام فروعی اختلافات کو پس پشت ڈال دیں تا کہ دشمنانِ اسلام اپنے ناپاک عزائم میں کبھی کامیاب نہ ہوں۔ تمام فرعی اختلافات کو نظر انداز کر کے امت مسلم متحد و یک جہت ہو جائے۔

۱۲۔ اسلامی شریعت کے نفاذ کی راہ میں تمام امت صدق دل سے کوشش کرے۔ ہر مسلمان یہ سمجھ لے کہ یہ دشمنان دین اسلامی شریعت کے نفاذ میں روڑے اٹکاتے ہیں لہٰذا ان کے ورغلانے میں نہ آئے۔

۱۳۔ ایسے علماء اسلام جو رائے عامہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں ان کے خیالات کی عوام تک رسائی کے لیے ارباب اختیار اور ذرائع ابلاغ خصوصی انتظام کریں۔

۱۴۔ حساس قسم کے حکومتی اداروں میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کو ملازمت کے مواقع دیئے جائیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ فیصلہ میرٹ پر نہ ہو بلکہ اسلامی ذہن رکھنے والے اپنی محنت اور صلاحیتوں سے اس کے اہل ثابت ہوں بلکہ ہر مسلمان نوجوان کی صلاحیتوں کی جلا اس کی تعلیم و تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی ذہن رکھتا ہو۔

۱۵۔ سرکاری طور پر اسلامی افکار کی ترویج و تبلیغ کے لیے تمام ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جائے۔

۱۶۔ اسلامی ذہن رکھنے والوں کو اقتصادی اور اجتماعی معاملات میں نمایاں مقام حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کرنا چاہیئے۔ نیز ہر مسلمان ملک کلیدی عہدوں پر تعیناتی کے معیارات میں اسلام کے رجاؤ کو بھی اہمیت دے دیگر مطلوبہ صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ۔

۱۷۔ تمام عرب ممالک اور خلیج کے ممالک بلکہ تمام اسلامی ممالک یہ قانون غیر تحریر شدہ بنالیں کہ ملازمت کے جو مواقع پیدا ہوں گے ان پر ترجیحاً مسلمانوں کا انتخاب کریں گے۔ تاکہ ان کی اقدار و ثقافت کو تحفظ حاصل ہو اور اپنے مسلمانوں بھائیوں کا بھلا ہو۔ اور اپنے پیش نظر یہ حدیث مبارکہ رکھیں کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

۱۸۔ اسلامی اور دینی جماعتیں شعوری کوشش کریں کہ ان کے اختلافات دور ہو جائیں۔ اگر ان کے اختلافات قائم رہے تو فائدہ یہود و نصاریٰ کو ہوگا۔ یا دشمنانِ اسلام کو فائدہ ہوگا۔

۱۹۔ مسلم ممالک اپنے نظام تعلیم اور ثقافت کو کلیتاً اپنے نظریۂ حیات کے مطابق تشکیل کریں۔

۲۰۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تعلیمی اور دینی نشریات کا وقت بڑھایا جائے تفریحی نشریات کو محدود کیا جائے۔ ذرائع ابلاغ کا قبلہ ہمہ وقت درست رکھا جائے۔

۲۱۔ اسلامی فکر و کردار رکھنے والی حکومتیں اگر صحیح معنوں میں اسلام میں پوری کی پوری داخل ہو جائیں۔ دیانتداری سے جان توڑ کی محنت کریں۔ صحیح منصوبہ بندی کریں اور مسلم امہ ان کے منصوبوں کی مالیات کاری میں تعاون کرے تو اس کی پسماندگی دور ہو جائے گی۔ اور مشکلات ان شاء اللہ حل ہو جائیں گی۔

بنیاد پرستی اور اس کا پس منظر

امریکہ نے نیشنل سیکیورٹی کونسل کے تجویز کردہ اقدامات کی روشنی میں نیو ورلڈ آرڈر کے تحت عالم اسلام میں ایک بھرپور نفسیاتی حملہ شروع کر رکھا ہے۔ جس کے تحت ہر اس تحریک اور ملک کو بنیاد پرست (Fundamentalist) قرار دے دیا جاتا ہے جو اسلامی عقائد و نظریات پر پختہ ایمان رکھتا ہے۔ پھر تمام جرائم اور عیب ان سے وابستہ کر دیئے جاتے ہیں پھر ان پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگا کر ان کے خلاف فوری کاروائی شروع کر دی جاتی ہے۔

ایران، سوڈان، لیبیا اور پاکستان کو بنیاد پرست بھی کہا جاتا ہے اور دہشت گرد بھی حتیٰ کہ کشمیر کی تحریک آزادی کو بھی بھارت دہشت گردی قرار دے رہا ہے۔ اور بھارت کو امریکہ کی حمایت حاصل ہے۔ گویا کہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی مشترکہ سوچ ہے اسی طرح دنیا بھر میں مختلف اسلامی تحریکوں اور اسلامی تنظیموں کو بنیاد پرست قرار دے کر جرائم کی ایک طویل فہرست ان کے نام منسوب کر دی گئی ہے۔

''بنیاد پرست عیسائیوں کی ایسی تحریک کو کہا جاتا تھا جو انجیل کو حتمی و قطعی اور سچی کتاب مانتے تھے اس کے متن (Text) اور اس کی لفظی و معنوی تشریحات و تعبیرات پر بھی پختہ ایمان رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی مانتے ہوئے ان

احکامات پر دل و جان سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ تاریخ عیسائیت میں بنیاد پرست اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جو راسخ العقیدہ ہو، شریعت عیسوی پر کامل ایمان رکھتا ہو، بائبل سے مکمل رہنمائی حاصل کرتا ہوا اپنے عقائد و عبادات کو قائم رکھتا ہو اور بائبل کی تعلیمات کے مطابق فواحش و منکرات اور محرکات سے پرہیز کرتا ہو بلکہ شراب اور رقص و سرور کی محفلوں سے بھی اجتناب کرتا ہو"

مختصر یہ کہ راسخ العقیدہ اور صحیح العمل عیسائیوں کو بنیاد پرست کا نام دیا جاتا تھا۔ اب باعمل مسلمان بھی نئے عالمی نظام کے تحت بنیاد پرست قرار دیئے جاتے ہیں۔ گویا امریکہ کی نظر میں ہر وہ مسلمان بنیاد پرست ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے پر فخر کرتا ہے اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ رکھتا ہے۔ یعنی ہر وہ مسلمان جو شریعت محمدی ﷺ پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ اپنا اسلامی تشخص قائم و برقرار رکھتا ہے۔ اسلامی شعائر (یعنی داڑھی اور حجاب) کا پابند ہے وہ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے تحت بنیاد پرست ہے بلکہ دہشت گرد بھی ہے۔

اس کے برخلاف وہ شخص جو اپنے مسلمان ہونے پر نادم ہے اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اسے نافذ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا وہ امریکہ کے کے نیو ورلڈ آرڈر میں اس دنیا کا امن پسند، جمہوریت پسند، اور باعزت شہری ہے۔

لہذا نئے سامراجی نظام میں امت مسلمہ کے ہر فرد کو انفرادی طور پر بھی اور امت مسلمہ کو اجتماعی طور بھی سب سے پہلے بنیادی فیصلہ تو اپنے ایمان اور عقیدے کے بارے میں کرنا ہے کہ وہ دیندار ہیں یا لادین وہ اپنے ایمان میں سچے اور پکے ہیں تو لادین اور آزاد خیال کہلوانا ان کو زیب نہیں دیتا۔ ایمان کی خاطر تو اہل ایمان جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ ہمیں اپنے وجود پر اور اپنے معاشرے اور ملک میں نفاذی اسلام کا جذبہ سچے دل سے رکھنا ہوگا۔ اپنے اسلامی تشخص کو کسی قیمت پر بھی قربان نہیں کرنا ہوگا۔ اور بنیاد پرستی کے امریکی پروپیگنڈے سے خوفزدہ ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کو ایک سچا اور پکا مسلمان ہونے پر یعنی امریکی لغت کے مطابق بنیاد پرست ہونے پر فخر کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ مسلمان کے ایمان کی بقا ہی قرآن و سنت کی تعلیمات پر کامل یقین اور اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول اللہ ﷺ میں مضمر ہے اور یہی کردار امریکہ کے نزدیک بنیاد پرستی اور دہشت گردی ہے۔

عیسائیت کی بنیاد پرستی کی اصطلاح کا انطباق اہل ایمان پر نہیں ہوسکتا

عیسائیت کی بنیاد پرستی کی اصطلاح کا اطلاق مسلمانوں پر کرنا بجائے خود غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ عیسائیت کا بنیادی منبع و مصدر بائبل تو تحریف شدہ ہے لہذا اس کی قطعی صحت اس کے متن کی حجیت اور اس کی تعلیمات پر مکمل ایمان کے خلاف ردعمل تو ایک فطری بات لگتی ہے۔ نہ بائبل صحیح صورت میں برقرار رہی نہ اس کی تعلیمات اصلیت پر قائم رہیں۔ اس کے متن اور مختلف نسخوں میں اس پر تضادات ہیں کہ ان سب باتوں پر اصرار کرنے والوں کو بنیاد پرست کہہ کر دراصل مذہب کے نام پر نامعقولیت کو رد کیا گیا ہے۔

مگر راسخ العقیدہ اور صحیح العمل مسلمانوں کو بھی بنیاد پرست کا نام دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے اس طرح بالواسطہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے اور بائبل کے طرح انہیں بھی معاذ اللہ ناقابلِ عمل اور نامعقول ٹھہرایا جا رہا

ہے۔ہم مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کی صحت وحقانیت کا پورا ایقان وایمان ہے قرآن وہ کتاب ہدایت ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے۔لہذا نہ قرآن کے متن میں آج تک کوئی ردو بدل ہوا ہے اور نہ ابدلآ باد تک کبھی ہوگا۔اور نہ اس کے مختلف نسخوں میں کہیں کوئی تضاد پایا جاتا ہے۔ نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی سیرت وسنت طیبہ مسلمانوں کے لیے نمونہ عمل تھی ہے اور رہے گی۔اسلام وہ دین ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آیا ہے۔

اسی طرح نہ قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کی تعلیمات سائنسی تحقیقات و اکتشافات کے منافی ہیں اور نہ جدید تصورات زندگی کے مقابلے میں نا قابل عمل، دین اسلام اور قرآن وسنت کی تعلیمات کبھی بھی رفتار زمانہ سے پیچھے رہ جانے والی نہیں بلکہ خود ان کے اندر ہر دور کے جدید تقاضوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت اور ضابطہ وطریقہ موجود ہے۔لہذا ثابت یہ ہوا کہ عیسائیت میں ''بنیاد پرستی'' کے خلاف جو فکری وعملی عوامل اور اسباب موجود تھے۔اسلام اور قرآن مجید کی تعلیمات پر اس کا انطباق نہیں ہوتا۔ بلکہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

امریکی جدت پسندوں نے اپنے تحریف شدہ مذہب کا حال اسلام پر بھی چسپاں کر دیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ شائد ان کی بائبل کی طرح مسلمانوں کے دینی مصادر قرآن وسنت نبوی ﷺ بھی معاذ اللہ اس قدر بدل چکے ہیں یا پرانے ہو چکے ہیں کہ اب من وعن ان کی تعلیمات کی ثقاہت وحجیت پر اقرار کرنا سراسر نا معقول بات ہے بلکہ یہ دور جدید کی رفتار میں ایک رکاوٹ ہے۔ اس لیے قرآن وسنت کی تعلیمات سے پختہ وابستگی کے تصور کے خلاف بھی بھر پور مہم چلائی جائے تا کہ مسلمانوں میں بھی قرآنِ مجید اور حدیث نبوی ﷺ کی وہی اخلاقی حیثیت باقی رہ جائے جو مغرب کے عیسائی معاشروں میں بائبل کی رہ گئی ہے۔

بائبل مغرب کے عیسائی معاشروں میں صرف ''مقدس کتاب'' کہلانے اور چرچ میں کبھی کبھار پڑھے جانے کے لیے ہے۔اس کا عملی زندگی اور معاشرہ معیشت، سیاست وریاست کے نظام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا۔امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے تحت ''مسلمان بنیاد پرستی'' کے خلاف چلائی جانے والی مہم کا مقصد بھی یہی ہے کہ عالم اسلام میں قرآن وحدیث اور اسلام کو عملی زندگی ،معاشرت ،معیشت، سیاست اور ریاست کے ساتھ متعلق کرنے والے دین اور عناصر کا خاتمہ کیا جائے اور اسلامی دنیا سے اس سوچ کو مٹایا جائے کہ اسلام بطور دین مکمل نظام حیات ہے اور اسے عملاً نافذ ہونا چاہیئے۔امریکی مہم کا ہدف ایک تو یہ ہے کہ مسلمان حکومتیں اور امت مسلمہ اس ''مغربی خیال'' پر متفق ہو جائیں کہ اسلام فقط ایک مذہب ہے اور قرآن وحدیث کا تعلق محض مذہبی رسوم کی حد تک ہے اسلام کو صرف عبادات اور مذہبی رواجات میں استعمال کرنا چاہیئے۔اسے ایک نظام کے طور پر پوری زندگی اور معاشرے کے سماجی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں پر نافذ کرنے کی بات چھوڑ دینی چاہیئے۔تا کہ اسلام کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر دینی، سیاسی اور ثقافتی تشخص باقی نہ رہ رہے۔اسلام فقط مسلمانوں کی زندگی میں ایک نجی مسئلے (Private Affair) کی حیثیت سے موجود رہے گا اور لوگ انفرادی طور پر اس کو تھوڑی بہت دلچسپی رکھیں۔اس کا بنیادی مقصد اجتماعی اور عالمی سطح پر بڑھتے ہوئے اسلام کے اثر ونفوذ اور قبولیت وپذیرائی کو روکنا اور خود مسلمانوں کو بہ حیثیت امت اپنے دین سے ہٹانا ہے۔

اسلام دشمن سامراج کے ان، ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کے لیے امتِ مسلمہ کے اصحاب دانش وبینش کو امت کے

ایمان اور دین کے تشخص کے بچاؤ کی فکر کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے دینی تشخص کی حفاظت کرسکیں۔

امریکی حکومتیں وقتاً فوقتاً تمام امتِ مسلمہ کو ''دہشت گرد'' قرار دیتی رہتی ہیں کیا کبھی انہوں نے اسرائیل کی بھی مذمت کی ہے؟ جب اس کی اپنی دہشت گرد تنظیم ''موساد'' کھلے بندوں دہشت گردی کرتی تھی اور کر رہی ہے۔ آج بھی امریکہ کی ''ایف بی آئی'' اور دیگر ایجنسیاں اور بھارت کی ''راRAA'' اپنی دہشت گردی سے پاکستان کو کہیں زیادہ نقصان پہنچا رہی ہیں۔ جبکہ کشمیر کی آزادی کے لیے جو لوگ اور تنظیمیں جہاد کر رہی ہیں وہ بھارت کے شہروں میں بم دھماکے نہیں کرتیں بلکہ ایک کھلی جنگ لڑ رہی ہیں۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نعرہ بے بنیاد اور بے معنی ہے۔ اس نعرے کی آڑ میں بڑی طاقتیں حقوق کی پامالی کی عالمی مثالیں قائم کر رہی ہیں۔ انسانی حقوق کی کی لغت میں دہشت گردی کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ جبکہ بین الاقوامی قانون میں بھی دہشت گردی کی تعریف کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ جن علاقوں میں دہشت گردی کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ وہاں تحریک آزادی اور اپنے حقوق کی جنگیں جاری ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کو عقل و خرد کے دشمن، شرف انسانی سے دور، جمہوریت کا قاتل، بنیاد پرست اور دہشت گرد قرار دینے کے لیے سینکڑوں کی تعداد میں ریسرچ سینٹرز قائم کیے گئے ہیں مختلف مفکرین اس میں مصروف ہیں۔

امریکہ کا نیا عالمی نظام کسی نیک نیتی کی بنیاد پر استوار نہیں

امریکہ کے نیا عالمی نظام کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ امریکہ ملکوں کے معاملات کو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق چلانا چاہتا ہے عالمی امن اور عالمی برادری کی خوشحالی کے نظریات اس کے اپنے معیارات کے مطابق وضع کردہ ہیں۔ امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر کسی نیک نیتی کی بنیاد پر استوار نہیں کیا گیا اس کا نفوذ و اطلاق انصاف اور سراسر انصاف کے مطابق نہیں کیا جا رہا گزشتہ ۱۲ سال میں امریکہ کے بلند بانگ دعووں کی قلعی کھل چکی ہے۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر امن کے نام پر دنیا پر غلبہ پانے کے اقدامات کا نام ہے۔ سامراجیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہے۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ، دوسری جنگ عظیم کے بعد اسرائیل کا قیام اور اب سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ بیسویں صدی کے تین اہم واقعات ہیں۔

امریکہ کو نیو ورلڈ آرڈر کی سطح تک پہنچانے میں مسلمان ممالک نے اہم کردار ادا کیا ہے اور مسلم حکومتوں کی مدد سے ہی امریکہ بلا شرکت غیرے واحد سپر پاور بن بیٹھا ہے۔ کیونکہ سرد جنگ میں اشتراکیت کا مقابلہ کرنے کے لیے سامراجیت کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کے سوا کوئی ایسی قوم نہ تھی جو نظریاتی محاذ پر امریکی حکمت عملی کا حصہ بن سکتی۔ چنانچہ اس طویل سرد جنگ کے آخری دور میں فیصلہ کن کردار افغانستان کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی نے ادا کیا۔ اور بالآخر ۱۲ سالہ جہاد نے دنیا کی ایک بڑی سپر پاور کو جس طرح گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا اس سے دور جدید میں ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی اثر انگیزی ثابت ہوگئی۔

اب امریکہ کو مغربی دنیا کو بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہود و نصاریٰ کو سب سے عظیم خطرہ مسلمانوں کے ''جذبہ ایمانی'' اور ''جذبہ جہاد'' سے ہے اور مسلمانوں کے اس ''جذبہ جہاد'' کی مدد سے اپنا کام نکالنے کے بعد یا مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنانے کے بعد امریکہ کی حکمت عملی یہ ہے عالم اسلام کی اجتماعی حیثیت کا خاتمہ کیا جائے۔ بلکہ یہ امریکہ کی ترجیحات میں سرفہرست ہے۔

ماضی کی روایات کے تسلسل میں امریکہ کے مفکرین اور دانشور اپنی حکومت کو مشورہ دے رہے ہیں کہ اشترا کی نظام کے انہدام کے بعد اب صرف اسلامی نظام بحیثیت حریف کے باقی رہ گیا ہے۔

پچھلے کچھ عرصے سے S.P. Huntington کا ''تصور تہذیبی کشمکش'' Clash of Civilization بڑے زور شور سے پیش کیا جا رہا ہے۔

Huntington کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ روس اور اشترا کی نظام کے خاتمے کے بعد اب امریکہ اور مغربی تہذیب کو سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے ہے اس بات کو وزنی بنانے کے لیے اس نے یہ تصور پیش کیا۔

'' مستقبل میں ہتھیاروں کے بجائے تہذیبوں کی جنگ ہوگی اور صرف اسلامی تہذیب ایسی ہے جس سے جنگ کا پورا پورا خطرہ ہے''

گویا اس نے یہ تصور پیش کیا کہ آئندہ عالمی جنگ تہذیبی بنیادوں پر لڑی جائے گی۔ جس میں اسلامی دنیا اور چین ایک طرف اور باقی دنیا بشمول امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی دوسری جانب ہونگے۔

ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں۔ ''اشترا کیت کے بعد اب جنگ ختم ہوگئی ہے۔ اب تو مغربی تہذیب کے لیے موقعہ ہے وہ اپنی توسیعی سرگرمیاں دکھلائے۔ مغربی تہذیب کو ساری دنیا پر مسلط کردے۔'' دل و دماغ کی ساری قوتیں مغرب میں اب اس غرض کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔ مفکرین حسب سابق حکومتوں کو مشورے دے رہے ہیں''۔

F.Fukuyama بھی کچھ ایسے ہی تصورات کے ساتھ آگے بڑھا۔ اس کا خیال یہ ہے کہ اشترا کی نظام اور اس کے بانی روس کے خاتمے کے ساتھ ہی تاریخ بھی ختم ہوگئی۔ کیونکہ تاریخ کا سفر نظریاتی کشمکش کا مرہون منت ہے۔ اب جب کہ اشترا کیت ختم ہو گئی اور صرف سرمایہ داری نظام اور مغربی جمہوریت باقی رہ گئے ہیں۔ تو اب تاریخ کیسے زندہ رہ سکتی ہے اب تو یہ نتیجہ اظہر من الشمس ہے کہ یہی نظام عالم انسانی کا نظام رہے گا۔ اور جہاں یہ نظام نہیں وہاں نافذ ہوتا جائے گا۔ اور یوں مغربی تہذیب فی الحقیقت انسانی تہذیب کا روپ دھار لے گی۔

ہمارا ایمان ہے کہ جب تک انسان باقی ہے انسانی تاریخ باقی رہے گی خیر و شر وار حق و باطل کی جنگ ازل سے ہے اور ابد تک باقی رہے گی۔ تاریخ کا خاتمہ اسی وقت ہوگا۔ جب انسان کا خاتمہ ہو جائے گا ورنہ کشمکش کا یہ سلسلہ جلد ہی کسی اور شکل میں نمودار ہو جائے گا۔ بقول اقبال

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

جہاد کی تڑپ کو زندہ رکھیں

ا۔ ان حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ وہ عالم اسلام کے طور پر کس طرح جی سکتے ہیں۔؟

۲۔ اپنے اسلامی تشخص کو کیونکر قائم و برقرار رکھیں۔؟

۳۔ اپنے جذبہ ٔجہاد کو کیسے زندہ اور قائم رکھیں۔ بلکہ جہاد کی روح کو صیقل کرنے کے لیے اپنے آپ کو آسائش وتعیش کی وادیوں میں گرنے سے بچائیں اور تقدیر امم کو سمجھنے کے لیے، شمشیر و سنان اول، طاؤس ورباب آخر رکھنے کے لیے انفرادی و اجتماعی سطح پر کوشاں رہیں۔

خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی اپنے پہلے خطبے میں ارشاد فرمایا۔

''جو قوم بے حیائی اور اباحیت سے سمجھوتہ کرلے اور اس میں جہاد کی تڑپ ٹھنڈی پڑ جائے تو وہ زمین کی سطح پر چلنے کا حق کھو بیٹھتی ہے اور اس کے بطن میں دفن ہونے کی حقدار بن جاتی ہے''

خلیفہ اوّل کے اس خطبہ کو امت مسلمہ ہمیشہ یاد رکھے اور بے حیائی اور اباحیت سے ہرگز سمجھوتہ نہ کرے جسے کبھی تو انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعے کبھی الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے کبھی گلوبل ویلج کے تصور کے سہارے عالم اسلام میں اتارہ جارہا ہے تا کہ اس میں جہاد یک تڑپ ٹھنڈی پڑ جائے اے امت ی مسلمہ کے مردان ہوشمند جہاد کی تڑپ کو زندہ رکھنے کی شعوری کوشش ہم سب کا فریضہ ہے۔ امریکہ ہمارے ''جذبہ ٔجہاد'' سے بوکھلا کر مسلمان ممالک کو'' دہشت گرد'' قرار دے رہا ہے۔ مسلمانوں سے ان کا اسلامی تشخص چھین لینے کے لیے انہیں'' بنیاد پرستی'' کا الزام دے رہا ہے عالمِ اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف امریکہ اور اس کے حواریوں نے مختلف محاذ کھول رکھے ہیں۔ سماجی سطح پر ثقافتی سطح پر، معاشی سطح پر اور سیاسی سطح پر، بین الاقوامی امداد کی سطح پر غرض یہ ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر تو برملا مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت کو ختم کرنے کی حکمت عملی کا آئینہ دار ہے۔

آج کی امتِ مسلمہ اور مومن کی فراست

سرکار دو عالم حضرت محمدﷺ کی تعلیمات کے مطابق امتِ مسلمہ اپنے اندر''مومن کی فراست'' کو پیدا کرے اور مومن کی فراست کو اختیار کرے حدیث شریف ہے کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

جو سادہ لوح اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ خلیجی بحران کا واحد سبب عراق کا کویت پر قبضہ تھا اور یہ قبضہ نہ ہوتا یا عراق کا سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق انخلاء ہو جاتا تو امریکہ اور اس کے حلیفوں کی افواج عراق کے خلاف حرکت میں نہ آتیں۔

امریکہ نے اپنی ناقابل مزاحمت طاقت کے ذریعے مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی علاقے کو زیر دست لانے کو اولین ترجیح بنانا اور منصوبہ بندی کی، اس ترجیح کے کئی واضح محرکات تھے۔ یہاں تیل کا خزانہ تھا جس کی تحویل سے امریکہ دنیا کی اقتصادیات پر کنٹرول کرسکتا تھا اور جرمنی اور جاپان کو اپنے سیاسی قابو میں رکھ سکتا تھا۔ دوسرے مشرق وسطیٰ اسلام کا مرکز ہے اور مغرب تہذیب کا سب سے بڑا مد مقابل اسلامی تہذیب ہے تو کیوں نہ اس مرکز اسلام کو مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھالا جائے۔ اور پوری مشرق وسطیٰ کی تہذیب کا رخ موڑا جائے۔ مقصود ہدف امریکہ بنیاد پرستی کی جگہ موڈریٹ اسلام یا موڈرن ازم کا نفوذ چاہتا

ہے۔تیسرے علاقے میں اسرائیل کی مغربی طاقت کا قلعہ اور سپر پاور بنانا تھا۔اور اس سلسلے میں پہلی چال عراق میں امریکی سفیر کی صدر صدام حسین کو کویت پر حملے کی ترغیب تھی۔

اگر عالم اسلام میں نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق معاملہ فہمی اور فراست ہوتی تو عراق کویت پر حملے کی ترغیب سے یوں اثر پذیر ہوتا سعودی عرب خلیج کے ممالک اپنی حفاظت و دفاع کے لیے امریکہ کو نہ پکارتے اپنے اللہ پر اپنے مسلمان برادر ملکوں پر اور اپنے قوت بازو پر بھروسہ کرتے۔

ٹیکنالوجی میں خود کفالت اور اسلحہ سازی

امریکہ اپنی اسی منصوبہ بندی کے تحت کر اسرائیل کو مشرق وسطیٰ کا نا قابل تسخیر قلعہ بنادے مشرق وسطیٰ کو نیوکلیر کیمیکل ، بائیو لاجیکل ہتھیاروں اور میزائیلوں کسے پھیلاؤ سے پاک کیا جائے گا نیز روایتی اسلحہ کی غیر ضروری ذخیرہ اندوزی میں کمی کی جائے گی۔ نیز موثر اقدامات کر رہا ہے کہ آئندہ عراق ،ایران ، لیبیا ،شام ،مصر، اسرائیل ، لبنان ،اردن ،سعودی عرب اور عرب مغرب کے ممالک اور امارات غرضیکہ دنیائے اسلام کو نہ ہی متذکرہ بالا ہتھیار بنانے میں کو ہی مدد دی جائے گی اور نہ ہی انہیں میزائل بنانے کے لیے کوئی پرزہ فراہم کیا جائے گا۔اس اعلان پر پوری شدت سے عمل درآمد کروانے کے لیے پانچ بڑی طاقتوں (امریکہ، روس، برطانیہ ،فرانس اور چین) کی کانفرنس بلائی گئی کہ یہ پانچ ممالک جو دنیا کا ۸۰ فیصد اسلحہ فراہم کرتے ہیں ۔ان ممالک کو دنیائے اسلام کو اسلحہ فروخت کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔

اس پابندی سے واضح ہوتا ہے کہ نئے عالمی نظام کا اصل ہدف دنیائے اسلام کو بے دست و پا کرنا ہے۔ پاکستان پر پہلے ہی ہر قسم کے امریکی اسلحے کی بندش ہے اور اس کی ایٹمی صلاحیت امریکی کی آنکھوں کا کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔اس کا مقصود مسلمانوں کو نہتا کر کے بے بس کرنا ہے عراق کو اسلحی طور پر ختم کر کے اب باقی مسلمان ملکوں کو ختم کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

سیرت طیبہ ﷺ کی رو سے ہمیں اپنے اسلحے ،سامانِ حرب جنگی فنون اور ٹکنولوجی میں نہ صرف خود کفیل ہونا چاہیئے بلکہ اپنے دشمن پر اپنا دبدبہ قائم رکھنا چاہیئے ۔ ایسا کرنے کے لیے امتِ مسلمہ کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم میں آگے ہونا چاہیئے ۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ کی رو سے حصول علم ہر مسلمان مرد اور ہر عورت کا فرض ہے ۔ اسلامی نظریہ حیات میں حصول علم کی جو اہمیت ہے اس کے باعث امت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے حصولِ علم فرض عین کا درجہ رکھتا ہے۔جس امت میں خواندگی کی شرح سو فیصد مطلوب ہو اس میں ہی سائنس اور ٹیکنالوجی کا فروغ دیگر اقوامِ عالم سے زیادہ ہونا چاہیئے ۔لہٰذا اسلحہ سازی میں اور ٹیکنالوجی میں مغرب کا دستِ نگر ہونا بجائے خود شرمناک اور غیر شرعی ہے۔لہٰذا امت مسلمہ اور عالم اسلام کی اوّلین ترجیح خواندگی کی صدفی صد شرح کا حصول اور علوم فنون ، سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی ہونا چاہیئے۔

اتحاد و یک جہتی

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تابہ خاک کاشغر

آج نئے عالمی نظام کے ساتھ امریکہ دنیا میں سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھا ہے لیکن جب وہ مستقبل کے خدشات پر نظر ڈالتا ہے۔ تو اسے عالم اسلام سے خطرہ محسوس ہوتا ہے چنانچہ اس نے فیصلہ کرلیا ہے کہ عالم اسلام کو متحد اور مضبوط نہ ہونے دے گا۔

لہذا ہمیں عالم اسلام میں ایک قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے ملت کی نئی شیرازہ بندی کرنا ہوگی۔ اور اس میں اتحاد و یکجہتی کی ایک نئی روح پھونکنی ہوگی۔

امریکہ اپنے نئے عالمی نظام کو امن اور سلامتی کے ایک منصوبے کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ انگریزی میں اسے Pax Americana ''پیکس امریکانا'' کہا جا رہا ہے Pax رومن کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے امن صحیح معنوں میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امریکہ کی شرائط پر امن جسے امن چاہیے وہ امریکہ کی شرائط مان کر اپنے لیے امن خریدے۔ پرانی تاریخ میں، سلطنت روما نے اس انداز سے دنیا کی منڈیوں میں امن بیچا تھا۔ چند سال پیشتر برطانیہ نے ''پیکس برٹینیکا'' قائم کر رکھا تھا جس کی ایک شکل برطانوی کامن ویلتھ کے طور پر آج بھی موجود ہے۔

عالم اسلام یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اپنے خلاف ہونے والی تمام کاروائیاں اور حکمت عملیاں اس کے سامنے ہیں بعض لوگ کہیں گے کے ہمارا مد مقابل بہت تیز ہے میں کہوں گی نہیں ہم بہت ست ہیں بہت غفلت میں ہیں ہمیں احساس کی مہلت بھی نہیں ہے۔

بقول شاعر!

کامیابی کے لیے احساس حالت چاہیے

ایک ہو جاؤ اگر دنیا میں عزت چاہیے

سوال یہ ہے کہ مسلمان ممالک آئندہ اپنے لیے امریکہ سے کس قیمت پر امن خرید سکتے ہیں؟ اور کیا امت مسلمہ کے لیے وہ قیمت ادا کرنی ممکن اور مناسب ہے؟ جب ہی امریکی کا اصل تصادم ہی عالم اسلام سے ہے۔ ان حالات میں امت مسلمہ کا اتحاد اور یک جہتی ہی واحد حل ہے۔

پہلے تو یہ کہ ہر مسلمان ملک اپنی بقا اور استحکام کے لیے اپنے اندر متحد ہو آج سے زیادہ قومی مفاہمت کی کبھی ضرورت نہیں تھی۔ وہ فرقہ وارانہ اختلافات ہوں یا صوبائی یا لسانی تعصبات ہوں۔ ان کو پس پشت ڈالنا ضروری ہے امت کے عظیم تر مفاد کے لیے مسلمان صرف اسلام کے نام پر متحد ہو جائیں تاکہ امریکہ کے ناپاک عزائم خاک میں مل جائیں۔

پورا عالم اسلام نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہو جائے۔ یعنی اپنے اندر اتحاد اور یکجہتی پیدا کرے۔ حدیث مبارکہ ہے!

''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مثل ہوتا ہے جس کے اجزا ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔''

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

''امتِ مسلمہ ایک جسد واحد کی مانند ہے۔ اس کے کسی ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو بخار اور تکلیف پورے بدن کو ہوتی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی مسلمانوں اور ان کی حکومتوں پر آفت اتی ہے تو سارے مسلمان رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور ان کو کامیابی ہوتی ہے تو خوش ہوتے ہیں اس احساس کی مقدار ہمشیہ یکساں نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ بڑے واقعات سے زیادہ گہرا احساس ہوتا ہے اور معمولی واقعات سے واجبی احساس ہوتا ہے یہ احساس وحدت، عالم اسلام کی روح ہے اس میں جان ڈالنا اور اس کو پر اثر بنانا مسلمانوں کا کام ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پاکستانیوں میں امتِ مسلمہ کا دور زیادہ ہے اور ممالک تو ہمارا نام بھی نہیں لیتے۔ یہ خیال در اصل صحیح نہیں ہے۔ نیز ہم کو عالم اسلام سے، امت مسلمہ سے محبت ہے اور محبت ہونی بھی چاہیے اور ایسا اس لیے ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یعنی یہ محبت اللہ کے لیے ہے اسلام کی خاطر ہے اور خود اپنی خاطر ہے۔ دنیائے اسلام ہماری ہے وہ ہماری اس وقت ہو کر رہے گی جب ہم اس کے ہوں گے یہ کوئی تجارتی اور کاروباری محبت تو ہے نہیں۔ اگر بیوپار کا انداز اپنایا گیا تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اب سن ۲۰۰۳ میں امت مسلمہ کا رویہ کس قدر غیر ملی ہے۔ احساس وحدت اس درجہ مفقود ہو گیا ہے کہ آج کل امریکہ کا یہ دباؤ کہ وہ عراق پر حملہ کر کا اس متوقع حملے کے خلاف صدائے احتجاج یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا سے بلند ہو رہی ہے۔ عراق کے مظلوم عوام، معصوم عراقی بچے اور بے گناہ بوڑھے، عورتیں اور مرد امریکہ کے اس نئے عالمی نظام کے تحت جنگ کے خوفناک اندیشے میں گھرے ہوئے ہیں۔ عالم اسلام کے ۶۱ ملکوں ہی میں عراق کا شمار ہوتا ہے۔ وہ ہمارے مسلمان بھائی ہے ہمارا ان کا اللہ، رسول، دین، ایمان ایک ہے۔ حرام پاک بھی اور قرآن بھی ایک ہے لیکن عالم اسلام کے ۶۱ ملک خاموش، چپ اور لاتعلق دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا اس لیے کہ ہم بے حس ہیں؟ یا خود غرض ہیں؟ یا ہم اپنی بے ضابطی سے واقف ہیں؟ ہم اس درجہ احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔ اس درجہ مرعوب ہیں امریکہ کے واحد سپر پاور ہونے سے۔ ہم مغلوب ہیں، اس لیے کہ اللہ کی رسی کو تو ہم نے مضبوطی سے تھام نہیں رکھا۔ جو ہم جڑے رہتے ہیں۔ غالب رہتے۔

امتِ مسلمہ کی بنیاد اسلامی نظریۂ حیات پر ہے۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ہر شخص امتِ مسلمہ کا رکن بن جاتا ہے۔ قوم، نسل، قبیلے، ذات، پات، وطن، زبان، رنگ، خاندان کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

اور رسول ہاشمی حضرت محمد ﷺ کی امت کی تشکیل کی بنیاد اسلام ہے۔ کلمہ طیبہ ہے جو شخص کلمہ توحید کے دائرے کے اندر آ گیا وہ امتِ مسلمہ کا فرد بن گیا۔ باہمی اتفاق و اتحاد اور اخوت و یک جہتی ہی وہ ستون ہے جس پر امت ی مسلمہ کی عمارت کھڑی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ العمران آیت نمبر ۱۰۳

ترجمہ ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقے فرقے میں نہ ہونا''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے'' جماعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہو اور انتشار (تفرقے) سے بچو''

امت کے اتحاد و اتفاق کی اہمیت سرکار دو عالم ﷺ کے ارشادات مبارکہ سے واضح ہوگئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں آتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ!

"جس طرح بکریوں کا دشمن بھیڑیا ہے اور اپنے ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکری کا با آسانی شکار کر لیتا ہے۔ اسی طرح شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے۔ اگر جماعت بن کر نہ رہیں تو یہ ان کو الگ الگ نہایت آسانی سے شکار کر لیتا ہے تو اے لوگو! پگڈنڈیوں پر مت چلنا بلکہ تمہارے لیے ضروری ہے کہ جماعت اور عامتہ المسلمین کے ساتھ رہو۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ!

ترجمہ۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو تنہا ہوا وہ آگ میں علیحدہ کر دیا گیا''۔

دور حاضر کے مسلمانوں کو آج اتحاد کی شدید ضرورت ہے۔ آج اسلام دشمن قوتیں اسلام کی مخالفت میں متحد اور طاقتور ہیں مسلمانوں کی یکجہتی اور اتحاد کو اپنے مفادات کے لیے خطرہ سمجھتی ہیں۔ اس لیے ان میں افتراق اور اختلاف پیدا کرنے کے لیے متواتر کوششیں کرتی رہتی ہیں۔

قوم کے مختلف طبقات تبھی یکجا اور متحد رہ سکتے ہیں جب ان کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے۔ جہاں عدل و انصاف غائب ہو جائے وہاں سے اتحاد و یگانگت بھی رخصت ہو جاتے ہیں۔ عالم اسلام میں معاشرتی عدل و انصاف کا بہت فقدان ہے جب کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہر معاملے میں عدل و احسان کا حکم دیا ہے۔

عالم اسلام نے آئندہ حالات سے نبرد آزما ہونے کی منصوبہ بندی تو کجا کی، اس کے بارے میں سوچا تک نہیں۔ فی الحال عالم اسلام چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہے اور اکثر ممالک پر خود غرض اور کوتاہ نظر حکمرانوں کی حکومت ہے جو عالم اسلام کے اجتماعی مفاد کے بجائے ذاتی مفادات کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ عالم اسلام کے دشمن ان نا اہل حکمرانوں کی کمزوریوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور اٹھا رہے ہیں باوجود اس کے عالم اسلام منتشر ہے اور حکمران طبقہ عالمی استعماری قوتوں کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ امت کا تصور موہوم ہے۔ لیکن دنیا بھر کے مسلمانوں میں سامراجی قوتوں کے خلاف نفرت اور بیداری کی لہر پروان چڑھ رہی ہے۔

بیداری کی لہر:۔ عالم اسلام کے عام مسلمان اور خاص طور پر نوجوان نسل کی یہی بیداری اسلام دشمن قوتوں کے لیے باعث تشویش ہے۔ مسلمان طلبہ جو امریکہ اور یورپ کے تعلیمی اداروں میں بھی اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھتے ہیں۔

امریکہ اور مغربی طاقتیں، مسلمانوں کی بیداری لہر اور اسلامی تہذیب واقدار سے محبت کو اپنے ثقافتی، سیاسی، معاشی اور فوجی نظام نو کے راستے کی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ خاص طور پر عراق کی تباہی اور افغانستان کی تباہی کے بعد اب ہر عام مسلمان کے دل میں امریکہ کے خلاف شدید نفرت بھر چکی ہے۔ اور ان کا یہ شعور مزید پختہ ہو گیا ہے کہ خلیج میں امریکہ کے آنے کے اور افغانستان پر حملہ کرنے کے امریکی مقاصد وہ نہیں ہیں جو اب تک ظاہر کئے جا رہے تھے۔

غرض یہ کہ آنے والے حالات میں عالم اسلام کو دشمنوں کی سازشوں اور درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ٹھوس

اقدام اٹھانے ہوں گے۔عرب، عجم اور دوسرے جھگڑوں سے آزاد ہو کر اتحاد عالم اسلام کے لیے کام کرنا ہوگا۔ اگر ایک متحد عالم اسلام متحد امت ہوگی تو پھر کوئی ورلڈ آرڈر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ عالم اسلام کو سلامتی کونسل میں بھی ایک مستقل نشت حاصل کرنا ہوگی۔ تا کہ عالمی ادارہ آئندہ کسی مسلمان ملک کے خلاف ظلم و زیادتی میں فریق بننے سے محفوظ رہے۔ یا پھر عالم اسلام اپنی مسلم اقوامِ متحدہ کے قیام پر غور کرے۔

علم و تعلیم کا فروغ

اللہ نے اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ''علم حاصل کرو'' اور ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے'' ہم نے علم کے معنوں کو ہی محدود کر دیا۔ علم قرآن اور علوم حدیث ہی علوم تسلیم کئے گئے۔ غیروں کی زبان، غیروں کے علوم، سائنس اور ٹیکنالوجی، تحقیق و تدقیق سب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ (بتایئے ہمارے دینی مدارس اور دارالعلوم میں یہ سب کہاں پڑھائے جاتے ہیں) جدت عمل اور جدید علوم بدعت ٹھہرے۔ کچھ غیر نافع اور کچھ خطرہ ایمان قرار دیئے گئے۔ نتیجہ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور پس ماندگی ہو گیا۔

ہر نئے طریقے، ہر نئی ایجاد، ہر نئی اختراع کو ابتداء ہم نے ناجائز قرار دیا اور بعد ازاں انہیں اختیار کر لیا۔ یعنی ہمارا شعار اور طریقہ تنگ نظری ہے جو کہ اسلام کے شعار کے صریحاً غیر مطابق ہے۔ اسلام تو وسعت قلب و نظر پیدا کرتا ہے۔ اہل ایمان کا ذہنی افق سب سے زیادہ کشادہ ہونا چاہیئے۔ ان کو سب سے زیادہ روشن خیال اور وسیع قلب و نظر کا مالک ہونا چاہیئے۔ روشن ضمیر ہونا چاہیئے۔ ایمان تو انہیں مومن کی فراست عطا کرتا ہے۔ بصیرت عطا کرتا ہے۔

ابتدائی زمانے سے لیکر اب تک کے حالات پر نظر ڈالیئے تو آپ پائیں گے کہ راستے میں سینکڑوں پتھر ایسے آئے جن کو ٹھوکر سمجھ کر ہم نے ان سے بچنا چاہا لیکن وہی سیڑھیاں ثابت ہوئے۔ تو لکھوں ٹھوکریں ایسی ہیں جن کو بعد میں نصیحت سمجھا گیا۔ ایک وقت تھا کہ جب کلام اللہ کو چھپوانا نہایت بے ادبی کے الزام کا مورد ہوا۔ قرآن کریم کا ترجمہ کر کے دنیا میں پھیلانا ناجائز بتایا گیا تھا۔ غیر منقسم ہندوستان میں ترجمہ کرنے والے بزرگ پر خانۂ خدا میں قاتلانہ حملہ کا گیا۔ انگریزی زبان کو پڑھنا اور سیکھنا فرنگی ہونے اور داخل کفر ہو جانے کے مترادف قرار دیا گیا۔ لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا حرام تھا۔ اب لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے روکنا اشتعال کا باعث ہے۔ ایک زمانے میں فوٹو گرافی حرام تھی۔ عرب میں سعودی حکومت کے آنے کے بعد گاؤں میں ٹیلی فون کے استعمال کے تعلق سے زبردست فسادات ہو چکے ہیں۔ ریلوے انجن کی شیطان قرار دے کر پھانسی پر لٹکایا گیا۔ پاکستان کے قیام کے خلاف فتوے دیئے گئے۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے دینی اور دینوی رہبر اور معززین کفار کی صفوں میں کھڑے کر دیئے گئے۔

ذرا غور فرمایئے کہ جب کوئی امت اپنے اوپر وہم گمان کی یہ حالت طاری کر لے تو وہ کوئی علوم ایجاد کر سکتی ہے؟ یا جدید علوم سیکھ سکتی ہے؟ لہذا یہ واضح بات ہے کہ مسلمانانِ عالم عموماً جدید علوم، فنون، ہنر، ٹیکنالوجی، صنعت، حرفت، انفارمیشن ٹکنالوجی، اسلحہ سازی اور جدید فنون ہائے جنگ سب سے نابلد ہیں۔ دراصل وہ ان بنیادی علوم سے واقف ہی نہیں جو ان ایجادات کا منبع ہیں۔

لہذا اگر ہم علم و ہنر کی دنیا میں بے نام ہیں تو کوئی سی حیرت کی بات ہے یہی تو اس طرز عمل کا منطقی نتیجہ ہونا چاہئیے تھا۔

جب علم و ہنر کے میدان میں ہم اتنے پیچھے اور خالی ہاتھ ہوں گے تو اپنے اعتقادات پر فخر کس طرح کر سکیں گے؟ پھر ایمان مضبوط کس طرح رہ سکے گا۔ اس کے جواب میں وہ لوگ جو اسباب دنیا اور تدبیر دینوی کے قائل نہیں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی پستی تو بس ایمان کی کمزوری سے ہے۔

بے عملی:۔

ایمان کی کمزوری اور طاقت کا کوئی ترازو کوئی پیمانہ تو ہے نہیں۔ ہم میں سے لاکھوں ہیں جو ایمان پر جان دیتے ہیں پھر بھی ہم ایمان کے کچے ہیں اس لیے جناب کہ ایمان پر اضطراری طور پر ہم جان تو دے سکتے ہیں اور ہماری اسی صفت کی بدولت امریکی سامراج نے ہم مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنا کر" جہاد افغانستان" کی بدولت دوسری بالمقابل عالمی طاقت یعنی کیمونزم کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن ایمان جس عمل کا تقاضا کرتا ہے۔ ہماری اجتماعی زندگی میں اس کا بہت فقدان ہے۔ جس نظام حیات کا نفوذ چاہتا ہے اس میں بہت کوتاہیاں ہیں۔ ہمارے یہاں معاشرتی انصاف نہیں ہے۔ انصاف کا حصول ناممکن بنا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے کسی ملک میں بھی اسلام کا سماجی، ثقافتی، معاشی، سیاسی نظام نافذ نہیں ہے۔ ان اسلامی نظاموں کو نافذ کرنے کے لیے جس تحقیقی عمل اور کاوش کی ضرورت تھی وہ ہوم ورک ہم نے نہیں کیا۔ روزمرہ معاملات میں یہود و نصاریٰ اور کفار و ہنود ہم سے زیادہ دیانتداری برت رہے ہیں؟ ہمارے ادارے کیسے ہیں؟ اپنے اداروں کے کردار پر نظر ڈالیئے کیا یہ اسلام کے اصولوں کے مطابق ہیں؟ کیا ان کی کارکردگی مطلوبہ معیار کی ہے؟ کیا ہمارے سربرآوردہ لوگ امت کے خادم ہیں یا آقا؟ کیا ہمارے ارباب اختیار اپنے آپ کو امت کے سامنے جواب دہ سمجھتے ہیں؟ کیا روز قیامت اللہ کے سامنے جوابدہی کا تصور ان میں موجود ہے؟ کیا اس امت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو فریضہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ نے عائد کیا تھا کیا آج بھی یہ فرض موثر طور پر ادا کیا جارہا ہے؟ کیا حقوق و فرائض کی ادائیگی کا ہمیں احساس ہے؟ کیا ہم سب جو کچھ ہماری ضروریات سے بچ رہے ہیں وہ اللہ کے نام پر خرچ کر رہے ہیں، یعنی" انفاق" پر عمل پیرا ہیں؟۔

فرض کیجئے ہم بھی کہتے ہیں کہ ایمان کمزور ہے۔ لیکن یہ بھی تو بتایئے کہ کیوں کمزور ہے؟ یہ بھی بتایئے کہ مسلمانوں کا تو صرف ایمان کمزور ہے لیکن دنیا میں کامیاب اور حاوی تو وہ لوگ ہیں جن کا ایمان ہی نہیں۔ جو کفر، شرک بت پرستی اور الحاد کے دلدادہ ہیں۔ کیا مولا نے ان کی دنیاوی کوششوں کو سراہا نہیں؟ اور کامیابیاں نہیں دیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ یہ فرمان دین و دنیا دونوں کے لیے ہے۔

لیس للانسان الا ماسعیٰ۔

انسان کے بس میں سوائے کوشش کے کچھ اور نہیں یا انسان کو اس کے سوا کچھ نہیں ملتا جس کی وہ کوشش کرے۔

اس کا واضح مطلب یہی نکلا کہ ہماری کوشش یعنی جہاد اکبر (جہاد بالنفس) ہی میں کوتاہی ہے۔ خیر اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کافروں کے لیے ہے یہاں تو وہی کامیاب ہوں گے۔ آخرت مسلمانوں کے لیے ہے وہ ان کا میدان

ہے۔ یہ جواب ان معنوں میں درست ہے کہ آخرت میں کافروں کا حصہ نہیں مانا جاتا۔ لیکن اس دنیا میں ایمان والوں کا حصہ تو ہے۔ مثلاً قرآن میں یہ دعا سکھلائی گئی ہے سورۂ بقرہ۔ آیت نمبر۲۰۱ ترجمہ ''اے رب مجھے اس دنیا کی بہتری اور آخرت کی بہتر عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا''۔ نیز تلقین خداوندی ہے کہ اس دنیا سے اپنا حصہ حاصل کرو۔ سورۂ قصص آیت نمبر۷۷ میں ارشاد ہے!

''جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر''

اس دنیا میں آج ہمارے لئے اپنا حصہ لینا کے لیے اب ضروری ہے کہ ہم جدید علوم وفنون مین قیادت کا مرتبہ پائیں۔

مسلمانوں کی ذمہ داری فزوں تر ہے:۔

اب امریکہ کے پاس دنیا کو دینے کے لیے سوائے سرمایہ داری نظام کے کچھ نہیں ہے اور سرمایہ داری نظام دنیا کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ دنیا کے مسائل کا حل دنیا کے پیدا کرنے والے خالق نے دیا تھا۔ اسلام کے نام سے اور پیغمبر اسلام نے اپنے بعد ہمارے درمیان دو چیزیں چھوڑیں تھیں۔ قرآن اور سنت وسیرت۔

یہ کام، یہ ذمہ داری ہم اہل ایمان کی تھی کہ اس قرآن، سنت اور سیرت پر تحقیقی کام کر کے دنیا کے مسائل حل کرتے واور اسلام کا نظام ایک ایسا ماڈل ہے جو انسان کے تمام مسائل کا حل رکھتا ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ اس کتاب ہدایت پر ایمان رکھنے والے اس رسول ﷺ کے امتی اس رسول ﷺ سے محبت کے دعویدار ''کتاب وسنت'' کی ترجمانی اور اطلاق ونفوذ کے لیے مطلوبہ محنت سے عملی کاوش و جہاد سے پہلو تہی کرتے رہے۔ علم وحکمت جس امت کا شعار قرار دیا گیا۔ وہ علم وحکمت سے دور اور دور ہوتی گئی۔

علوم فنون، سائنس اور ٹیکنولوجی میں قیادت دنیا حاصل کریں۔ تا کہ اپنی طاقت مجتمع ہو جائے اور اس میں ترقی ہو۔ تحقیق وایجاد میں کمال حاصل کرنے کی طرف توجہ دیں تا کہ دوسری قوموں کے دست نگر نہ رہیں۔ جب تک وہ حاصل نہ ہو تو دوسروں سے علوم وفنون میں رہبری حاصل کرنے میں تامل نہ کریں بلکہ ان کی شاگردی اختیار کریں۔ یہ پیش نظر رکھیں کہ عمر بھر شاگردی میں نہیں گزارنی بلکہ جلد از جلد ان سے آگے بڑھ کر ان کا قرض ادا کرنا ہے۔

عالم اسلام کی کمزوری یہ ہے کہ موجودہ حالات میں جن اسباب دنیا کی ضرورت ہے اس کو اس نے نہیں پہچانا یعنی جدید علوم وفنون میں عالمی قیادت کی اہمیت نہیں سمجھی۔ تحقیق وتدقیق کے راستے کو اختیار کرنے کے بجائے قدیم وجدید دونوں علوم و فنون کی نقالی اختیار کی۔ جس کا نتیجہ دنیاوی لحاظ سے ذہنی غلامی ہو گیا اور دینی لحاظ سے ان راستوں سے ناواقفیت بڑھتی گئی جن پر چلنے سے امت محمدی ﷺ کے ایمان میں کمزوری نہ آتی۔ ہم نے یہ نہ سمجھا کہ جدید علوم وفنون میں آگے بڑھنے سے خود اعتمادی بھی آتی مسلمان گدائے بے نوا ہونے کے بجائے اسلام کے وقار کا علمبردار ہوتا ایمان کی کمزوری پستی، پسماندگی، بے ہمتی، ہماری ذہنی غلامی ہمارے شکست خوردہ ہونے سے ہے۔ اس کے تدارک کے لیے حصول علم اور آہنی ارادے کی ضرورت ہے۔

مشترکہ لائحہ عمل

غیر مسلم اقوام، مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جاتی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ مسلمان ممالک اپنے مفاد میں متحد نہیں ہو سکے۔ کم از کم اپنے تحفظ کی خاطر ہی متحد ہو جائیں جس طرح مزدور کی قوت سودا بازی کمزور ہوتی ہے لیکن محنت کی اجتماعی قوت سودا بازی موثر حیثیت اختیار کر لیتی ہے مسلمان ممالک کو بھی مشترکہ لائحہ عمل بنانے سے اجتماعی قوت سودا بازی کے باعث موثر اور مستحکم حیثیت حاصل ہونے کا پورا پورا یقین رکھنا چاہیے اور عالم اسلام یا امت مسلمہ:۔

۱) اپنے دفاع یعنی اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے مشترکہ دفاعی حکمت عملی وضع کرے اور مشترکہ دفاعی افواج کا قیام عمل میں لائے۔

۲) بین الاقوامی عدالت انصاف کی طرز پر مسلمان ممالک کے باہمی تنازعات اور کشیدگیوں کو حل کرنے کے لیے اسلامی عدالت انصاف کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۳) عالمی اسلام بنک کا قیام عمل میں لایا جائے اور مسلمان حکومتیں اور مسلمان افراد اپنے اثاثے وہاں محفوظ رکھیں۔

۴) عالمی اسلامی سرمایہ کاری بنک کے ذریعے دولتمند اسلامی ممالک ترقی پذیر اور سرمائے کی قلت سے دوچار مسلمان ممالک کے ترقیاتی منصوبوں کی مالیات کاری کرنے میں تعاون کریں۔

۵) اسلامی مشترکہ منڈی کا قیام عمل میں لانا چاہیے تاکہ بین الاقوامی تجارت میں ترجیحاً درآمد اسلامی ممالک سے ہو اور مسلمان ممالک کی مصنوعات کی خریداری کے لیے دیگر اسلامی ممالک میں بازار کاری ہو سکے۔ اسلامک چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز قائم کیا جائے۔ مسلم ممالک کی ملٹی نیشنل کمپنیاں قائم کی جائیں۔

۶) اسلحہ سازی کے مشترکہ پروجیکٹ، عالم اسلام سائنس، ٹکنولوجی اور اسلحہ سازی کے لیے ایک مشترکہ ادارے کا قیام عمل میں لائے۔

۷) مسلمان ممالک کے درمیان محنت کی حرکت پذیری کو بڑھایا جائے اور مشترکہ Empolyment Exchange قائم کی جائے۔ تاکہ جن ممالک میں روزگار کے مواقع پیدا ہوں ان میں مسلمان بھائیوں کو وہ مواقع فراہم کئے جائیں۔ اس طرح مسلمان میں بے روزگاری کو گھٹانے کی کوشش ہو۔

۸) تعلیم و تحقیق کے فروغ کا مشترک ادارہ قائم کیا جائے تاکہ امت مسلمہ قرآن و حدیث پر تحقیق و تدقیق سے استفادہ کرتے ہوئے بنی نوع انسان کے مسائل کے حل کے لیے اسلام کے مختلف نظاموں معاشی، سیاسی، معاشرتی کو ٹھوس بنیادوں پر متشکل کرے اور دنیا کے مسائل کا حل پیش کرے نیز تحصیل علم کے لیے مسلمان ممالک کی جامعات میں دیگر مسلمان ممالک کے طلباء طالبات کے لیے حصول علم کے بہتر مواقع فراہم کیے جائیں۔

۹) مسلم ممالک مشترکہ "Muslim Think Tank" کا قیام عمل میں لایا جائے لہذا اعلیٰ مفکرانہ صلاحیتوں کو یکجا کر کے تفکر و تدبر کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا جائے تاکہ عالم اسلام کی بہتری اور استحکام کے لیے سوچا جا سکے۔

۱۰) مشترکہ ادارہ امر بالمعروف اور نہی المنکر قائم کیا جائے جو ہر مسلمان کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے۔ بالخصوص اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی سطح کے امور میں۔

۱۱) اسلامی دنیا کا عالمی ادارہ حکمت عملی۔ اسلامی دنیا کے نظریاتی تحفظ اور اسلامی تشخص کی حفاظت کے لیے حکمت عملی وضع کرنے کے لیے اسلامی دنیا کا عالمی ادارہ قائم کرنا چاہیے جو مسلم امۃ کے لیے اس کے دشمنوں کی حکمت عملیوں کا توڑ پیش کرے۔

ایک جھنڈے کے تلے جس روز ملت آئے گی
ساری دنیا اس کے آگے خود بخود جھک جائے گی

یہودی نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہیں

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ۔ ''اے ایمان والو! ''یہود و نصاریٰ کو (اپنا) دوست (مددگار) نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جس نے دوست بنایا انہیں تم میں سے سو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا''

گویا یہود و نصاریٰ جو کہ دشمنان دین اسلام ہیں ان کو دوست بنانے ہم راز وصلاح کار بنانے اور ان پر کامل اعتماد کرنے کی ممانعت ہو رہی ہے۔ یہ عام حکم ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ گہرے یارانے نہ گانٹھو۔ انہیں دوست مت سمجھو ورنہ جو انہیں دوست سمجھے گا اسکا شمار بھی انہیں میں سے ہوگا۔

سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر ۱۲۰ بھی اس کی تائید کرتی ہے

ترجمہ۔ ''اور ہرگز راضی نہیں ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ عیسائی یہاں تک کہ آپ پیروی کرنے لگیں ان کے دین کی آپ (انہیں) کہہ دیجئے۔ کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔'' اور اگر (بالفرض محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس علم کے بعد بھی جو آپ کے پاس آچکا ہے۔ (تو پھر) نہیں ہوگا آپ کے لیے اللہ (کی گرفت) سے بچانے والا کوئی یار اور نہ کوئی مددگار''

خزائن الفرقان کے مطابق یہ خطاب امت محمدیہ کو ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ سید الانبیاء ﷺ تمہارے پاس حق و ہدایت لائے تو تم ہرگز یہود و نصاریٰ کی خواہشات کا اتباع نہ کرنا۔ اگر ایسا کیا تو تمہیں کوئی عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔

(دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے) (البقرہ ۲:۲۱۷)

ترجمہ: (مسلمانو! خبردار رہو) یہ لوگ (یعنی سربراہان کفر) ہمیشہ تم سے جنگ (سیاسی، فوجی اور اقتصادی دباؤ کے حربے) جاری رکھیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین (یعنی اسلامک آرڈر) سے پھیر دیں (اور تمہیں اپنے وضع کردہ کافرانہ نظام کے تابع چلائیں۔ جیسا کہ آج ہو رہا ہے) (اور اگر تم اپنی راہ سے پھر گئے تو دنیا و آخرت کی تباہی تمہارا مقدار بن جائے گی) ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: (آل عمران ۳:۱۴۹۔۱۵۰)

ترجمہ: مسلمانو! اگر تم نے کفر کے سرغنوں کا کہا مان لیا (اور ان کے کافرانہ نظام اور آرڈر کے تابع چل پڑے) تو وہ

تمہیں الٹے پاؤں پھیر (مرتد کر) دیں گے پھر تم بڑے خسارے (یعنی دینوی اور آخروی تباہی) میں پڑ جاؤ گے۔ یاد رکھو یہ تمہارا مددگار تو اللہ ہے اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں۔ اس عنوان کے تحت میں نے دراصل ان آیاتِ قرآنی کی جانب امتِ مسلمہ کی توجہ مبذول کروانے کی کوشش کی ہے جو حقیقت میں امتِ مسلمہ کے نام قرآن کا پیغام ہے اور قرآن کا پیغام ابدی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ابدی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ لہٰذا آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی جب کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے دنیا کے فاصلوں کو سمیٹ کر "گلوبل ویلج" بنادیا ہے۔ ٹی۔ وی اور ڈش کلچر کی بدولت ہنود، یہود اور نصاریٰ کی جانب سے ہم پر ثقافتی یلغار ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی بدولت یہودی اور عیسائی کمپنیوں کی مصنوعات نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔ ترقی پذیر ملک کی حیثیت سے پاکستان کو امداد دینے والے بین الاقوامی اداروں اور ملکوں کے رعب اور دباؤ میں رہتے ہوئے بھی ہمیں ہمیشہ ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔

مسلمانوں کے عروج و زوال اور اس کے اسباب

مسلمانوں کی تاریخ کا تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے جب ان میں تفرقہ بازی پروان چڑھی۔ اس کا اتحاد و یک جہتی پارہ پارہ ہوئی نیز مسلمانوں میں بے عملی اور علم کی جانب سے عدم توجہی پیدا ہوئی تو وہ بے دست و پا ہوتے گئے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ محض علم، دنیا کی امامت اور قیادت کے لیے کافی ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً جب یونانی اور ایرانی علم و حکمت میں آگے تے تو دنیا کے قیادت ان کے ہاتھ میں تھی۔ پھر اور رومیوں نے یونانیوں کی جگہ لے لی تو علم و فن میں آگے نکل گئے۔ مسلمان بھی جب علمی اور اخلاقی اعتبار سے آگے تھے تو دنیا کی قیادت صدیوں تک ان کے پاس رہی جبکہ رومی اور ایرانی اقتدار کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن جیسے ہی علم و اجتہاد مسلمانوں کی صفوں سے غائب ہوا اور شورائی نظام کی جگہ ملوکیت اور مطلق العنانی نے لے لی ہے تو وہ امامت کے حق سے محروم ہوتے چلے گئے۔ اب مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے تو نئے عالمی نظام تحت امریکہ کی حکمت عملی یہ ہے مسلمانوں کے نظام تعلیم اور ثقافت کو تبدیل کر دیا جائے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اپنے لیے نظام تعلیم خود تشکیل دینا چاہیے اور اپنے نظریۂ حیات کے مطابق تعلیم و ثقافت کو متشکل کرنا چاہیے۔

موجودہ عالمِ اسلام کا جائزہ

عالم اسلام ۶۱ ممالک پر مشتمل ہے۔ یہ اسلامی دنیا کے ایک تہائی وسائل کے مالک ہیں، دنیا کے ۲۳ فی صد رقبے پر مسلمانوں کی حکومت ہے۔ ۵۷ اسلامی ممالک بندرگاہوں کے مالک ہیں بحری جہاز شمال سے جنوب جائیں یا مشرق سے مغرب انہیں کسی نہ کسی اسلامی ملک کی سمندری حدود سے گزرنا پڑے گا۔ عربوں کے پاس تیل کے سو سال تک برقرار رہنے والے ذخائر ہیں۔ صرف افغانستان میں دس ارب ٹن لوہا ہے دنیا میں تانبے کا سب سے بڑا ذخیرہ افغانستان میں ایک لاکھ ٹن سونا ہے، ہائڈروجن بم کے لیے لیتھیم چاہیے۔ افغانستان دنیا کا واحد ملک ہے جس میں لیتھیم کے ذخائر ہیں۔ میزائل بنانے کے لیے ٹائی ٹینیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ افغانستان کے پہاڑوں میں ٹائی ٹینیم کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔

سن ۲۰۰۱-۲۰۰۲ میں افغانستان پر امریکہ کی بمباری کا اصل سبب اس کے معدنی وسائل ہیں ۔ اسی طرح تمام عالم اسلام کے معدنی وسائل کے متعلق اسلامی ممالک سے زیادہ خود امریکہ باخبر ہے اور ان کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے وہ یہ سب حیلہ سازیاں کر رہا ہے۔

پروفیسر نوم چومسکی نے کہا "۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ کے واقعے کو بنیاد بنا کر افغانستان پر حملے کا مقصد منصوبہ بندی کے تحت سینٹرل ایشیاء میں تیل اور گیس جو دنیا کے دوسرے بڑے ذخائر ہیں۔ اور دیگر معدنیات کے وسیع ذخائر پر قبضہ کرنا ہے اس طرح سینٹرل ایشیا بہت اہمیت کا حامل ہے ہر کوئی اسے اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ افغانستان پر حملے کی اقوام متحدہ سے منظوری نہیں لی گئی۔"

معدنی اور انسانی وسائل سے مالا مال اسلامی ممالک نے اگر کبھی اسلامی کردار بھی صحیح معنوں میں اختیار کر لیا تو دنیا کی قیادت ان کے ہاتھ آ جائے گی ۔ اور اہل مغرب کے اس اندیشے نے عالم اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے ۔ لہٰذا ان حالات کا تقاضا یہ ہے کہ امت مسلمہ اصلاح ذات کی طرف توجہ دے اور مسلمان من حیث الامہ اپنے اجتماعی نظام کی خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کریں ۔

دوسروں کو الزام دینے اور عالمی بے انصافی کا ذمہ دار قرار دینے کے بجائے زیادہ مثبت سوچ یہ ہوگی کہ اپنے اندر اصلاح طلب پہلوؤں پر ہمہ تن توجہ دی جائے کیونکہ بقولِ اقبالؒ ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

آپ فوجوں کا اندازہ لگائیں ۔ اسلامی دنیا کرۂ ارض کی سب سے بڑی فوجی طاقت ہے ۔ یہ واحد فورس ہے جس کے پاس جہاد کا جذبہ ہے ۔ لیکن اب چونکہ حربی قوت کی بنیاد سائنس اور ٹکنولوجی پر ہے اور یہ کام عالم اسلام نے غیروں کے لیے چھوڑ رکھا ہے اس لیے ان ۶۱ اسلامی ملکوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے دفاع کے قابل ہو۔ ظاہر ہے دشمن سے خریدا ہوا اسلحہ ہمارے کس کام آ سکتا ہے۔ اور پھر اب جبکہ نئے عالمی نظام کے تحت اسلامی ممالک کو اسلحہ کو ترسیل پر پابندیاں ہیں تو ضروری ہے کہ مسلم دنیا نیوکلیئر ٹیکنالوجی میں خود انحصاری پیدا کرے اور اس ضمن میں کسی قسم کا دباؤ قبول نہ کرے۔

مسلمان ممالک میں سے کوئی بھی ملک معاشی ، اقتصادی ، صنعتی ، زرعی اور دفاعی اعتبار سے مکمل طور پر خود کفیل نہیں ۔ حالانکہ مسلمان ممالک کے پاس کل دنیا کے ۶۰ فیصد وسائل موجود ہیں اور ایک ارب سے زاید افرادی قوت کے مالک ہیں مسلمان ممالک میں پاکستان واحد ملک ہے جو جدید ایٹمی ٹیکنالوجی میں مہارت رکھتا ہے اور اس نے مغربی ممالک کی اجارہ داری توڑی ہے ۔ لیکن فوجی اور اقتصادی امداد پر پابندی اور پاکستان کے خلاف تجارتی پابندیوں کے ذریعے مغربی دنیا پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

سوائے تیل پیدا کرنے والے ممالک کے تمام مسلمان ممالک غربت و افلاس کا شکار ہیں جیسا کہ فی کس آمدنی کے اعداد شمار سے واضح ہوتا ہے۔

اسلامی ملکوں میں ناخواندگی اور جہالت بھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ سائنس اور فنی تعلیم تہی دامانی کی وجہ سے ہم دوسروں کے محتاج ہیں۔ عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو مسلمان دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں جبکہ سائنس ترقی پر جو اخراجات ہو رہے ہیں ان میں ۹۷ فی صد مغربی ترقی یافتہ ممالک کر رہے ہیں۔ دو فی فصد تیسری دنیا کے غیر اسلامی ممالک اور صرف ایک فی صد مسلم ممالک کر رہے ہیں، اور یہی مسلم دنیا کی پسماندگی اور مغرب پر ان کے انحصار کی بنیادی وجہ ہے۔

دنیا میں ہر سال بیس لاکھ تحقیقاتی مقالات اور ایک لاکھ کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ ان میں مسلم دنیا کا حصہ صرف ایک ہزار ہے۔ جہاں تک اعلیٰ تعلیم اور سائنسی ٹیکنالوجی پر ہونے والے اخراجات کا تعلق ہے۔ ترقی یافتہ ممالک اپنی قومی آمدنی (GNP) کا ۲ سے ۴ فیصد تک سائنس اور ٹیکنالوجی پر خرچ کر رہے ہیں۔ جبکہ بعض غلط ترجیحات کے نتیجے میں اکثر مسلمان ممالک ایک فی صدی سے بھی کم خرچ کر رہے ہیں۔

اس صورت حال سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی دنیا کو جن مسائل کا سامنا نہ کیا جائے۔ نیز اس کے علاوہ مسلمان امہ اس بات کی کوشش کرے کہ نئے عالمی نظام پر نظر ثانی کی جائے۔ امریکہ اور اقوام متحدہ پر اسلامی ممالک کی جانب سے دباؤ ڈالا جائے کہ

۱۔ اقوام متحدہ کے چارٹر اور تنظیمی ڈھانچے کو نئے بدلے ہوئے عالمی حالات کے مطابق از سر نو تشکیل دیا جائے۔

۲۔ نئے عالمی نظام کو نئی تشکیل شدہ اقوام متحدہ کے تحت نافذ کیا جائے کیونکہ کہا جا رہا ہے کہ اقوام متحدہ کی موجودگی میں کسی ملک کو نیا عالمی نظام جاری کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ لہذا اقوام متحدہ کا چارٹر ہی نیا عالمی نظام قرار دیا جائے۔

۳۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پانچ مستقل ممالک کو ویٹو پاور کی حیثیت کو ختم کیا جائے اور مستقل اور عارضی رکنیت کے امتیاز کو ختم کیا جائے یا پھر اسلامی دنیا اور تیسری دنیا کے ممالک کو بھی ویٹو پاور دی جائے۔

۴۔ اسلحے کی تخفیف کے بارے میں دوہرا معیار ختم کیا جائے اور انصاف پر مبنی فامولا بنایا جائے جو پوری دنیا میں یکساں طریقے سے نافذ العمل ہو یعنی اسرائیل اور مسلم ممالک کے لیے ایک ہی فارمولا ہو۔

اختتامیہ

امتہ مسلمہ کو اپنی حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت ہے اور حکمت عملی کی ابتدا اپنی حالت کے احساس سے اور اپنی داخلی اصلاح سے ہو اور عالم اسلام کی اصلاح دین کے استحکام کر ذریعے اور نظام اسلام کے نافذ کرنے سے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے سے ہوگی۔ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے سے ہوگی اسلام کا نام لیکر امت کا استحصال کرنے، برائے نام مسلمان ہونے یا موذ ریث اسلام نافذ کرنے سے نہیں۔ خطبہ حجتہ الوداع کی شکل میں رحمت للعالمین حضرت محمد ﷺ نے بنی نوع انسان کے لیے پورے عالم کی راہنمائی کے لیے جو ورلڈ آرڈر یا '' عالمی نظام '' دیا تھا اس کا اس دنیا میں نفاذ ہی دکھی انسانیت کے تمام دکھوں کا مداوا ہے۔ دنیا کے مسائل کا حل ہے۔ ہر قسم کے استحصال، ظلم، ناانصافی اور جبر و تشدد کا خاتمہ ہے۔

عالم انسانیت کے لیے پہلا اور باقاعدہ انسانی حقوق کا چارٹر Charter of Human Righrts ہے اور اقوام عالم

کے لیے عالمی نظام ہے صرف مسلمانوں کے حقوق کا چارٹر نہیں اور صرف مسلم اقوام کے لیے عالمی نظام نہیں ہے کیونکہ خطبہ حجۃ الوداع میں عالمی سطح پر قیام امن کے لیے رہنما اصول بتا دیئے گئے۔ عالمی انسانی مساوات کا پیغام دیا گیا۔ انسانی نسلوں، طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب دعوؤں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر اس کے ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرما دیا۔

''کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے۔ ساری برتریاں، کردار و عمل (تقویٰ) پر مبنی ہیں۔''

یہ انسانی مساوات کا وہ عالمی اصول ہے۔ جس پر حضور نبی کریم ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوریت اور عادلانہ انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ گویا آگے چل کر عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنا۔ اس ورلڈ آرڈر کے ذریعے سود کو ختم کر کے معاشی و اقتصادی استحصال کا خاتمہ کر دیا۔ عورتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی۔ فرمایا!

''عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا''

عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لیے یہ عظیم انقلابی اعلان فرمایا۔

''لوگو! زیر دست انسانوں کا خیال رکھنا، زیر دستوں کا خیال رکھنا''

اور ہمیشہ کے لیے انسانی طبقات میں غیر فطری تفادت کے خلاف انقلاب آفرین نظام وضع کر دیا۔

غرض یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے انسانیت کو ایسا ورلڈ آرڈر (عالمی نظام) عطا فرما دیا جو اس وقت بھی بہترین اور مکمل تھا اور آج بھی بہترین اور مکمل ہے اور آنے والے زمانوں کے لیے بھی بہترین اور مکمل رہے گا۔ جہاں تک بات ہے کہ آج عالم اسلام عملاً اس کی قدر و قیمت اور بے پایاں افادیت و اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں کر پا رہا کیونکہ حیف صد حیف کہ امت مسلمہ نے خود اپنے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھاما۔ اپنے دین قیم پر، عروۃ الوثقیٰ پر اس کی گرفت نہیں رہی تو پھر بھلا عالم انسانیت کو وہ کیونکر اس پر قائل کر سکتی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ''اس عالمی نظام'' کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو گیا اور نظام مساوات اور انصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ ایک ایسے بین پاسداری، عالمی امن کے قیام، پُرامن بقائے باہمی، غلامی سے نجات، حق کی معاونت اور ظلم سے نجات کر سنہرے اصول دیئے گئے تھے اور آنے والے وقت میں بھی یہی انسانوں کے عالمی معاشرے کا نظام ہو گا۔ ان شاء اللہ

پیغمبر اسلام جو سارے عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے ان کے دیئے ہوئے اس عالمی نظام نے دنیا کو، بنی نوع انسان کو ایسے اصول فراہم کئے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے اس لیے امت رسول ﷺ کا فرض و ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا سے اس ابدی سچائی (اسلامی عالمی نظام) کو تسلیم کروائے اپنے ایمان کے ذریعے اور اس ایمان کے مطابق اپنے عمل کے ذریعے۔ اور اس کے لیے بقول اقبال

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حوالہ جات۔حواشی

نمبرا صفحہ نمبرا دارتی صفحہ، جدید عالمی نظام کے لئے امریکی لائحہ عمل پروفیسر ڈاکٹر محمد غفاری (عربی اخبار سے ترجمہ)
روزنامہ جنگ لاہور ۱۲اگست ۱۹۹۲)

نمبر۲۔ صفحہ نمبر ۶۵ ترجمان القرآن جلد ۱۱۶ عدد ۲۔ اکتوبر ۱۹۹۱

نمبر۳۔ صفحہ ۶۶ ترجمان القرآن جلد ۱۱۶ عدد ۲۔ اکتوبر ۱۹۹۱

نمبر۴۔ صفحہ نمبر ۱۲۴۔ ۱۲۳ نیا عالمی نظام اور پاکستان احمد سلیم ۱۹۹۱

کتابیات

۱۔ ضیاء القرآن جلد اول از پیر کرم علی شاہ

۲۔ مشکوۃ شریف

۳۔ معارف الحدیث

۴۔ مسلم دنیا (ماضی اور حال) از محمد الیاس ندوی

۵۔ اسلامک ورلڈ آرڈر از اسد سلیم شیخ

۶۔ نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام از پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری

۷۔ ماہنامہ ترجمان القرآن۔مدیر پروفیسر خورشید احمد

متعدد شمارے

۸۔ ماہنامہ ساحل ستمبر تا نومبر مدیر محمد طارق

۹۔ نیا عالمی نظام اور مسلمانوں کا مستقبل ڈاکٹر محمد سلیم

۱۰۔ زیرو پوائنٹ از جاوید چوہدری (روزنامہ جنگ کراچی)

۱۱۔ نیا عالمی نظام اور پاکستان از احمد سلیم

۱۲۔ امریکہ کا عالمی نظام۔ایک معالعہ از جوہر میر

۱۳۔ دنیائے اسلام کا مستقبل۔خطرات اور امکانات از جسٹس (ریٹائرڈ) قدیر الدین احمد

۱۴۔ نیو ورلڈ آرڈر۔دنیا پر امریکی بالادستی کا منصوبہ۔از طیب فاروقی بھٹی

۱۵۔ امریکہ کا نیا نظام اور پاکستان از سی۔آر۔اسلم

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

انیقہ ہما قیصر۔ ڈیرہ اسماعیل خان

ابتدائے آفرینش سے تخلیق انسان پر ابلیس نے عظمت انسانی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح منکر ہونے کے ناطے آسمان سے زمین پر لا پھینکا گیا۔ دوسری طرف وہی انسان جسے اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا گیا ابلیس کے ورغلانے پر حکم عدولی کی سزا میں زمین پر اتار دیا گیا۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔ نیکی اور بدی کی جنگ شروع ہوگئی جو ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ بقول ڈاکٹر علامہ اقبال

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

لیکن بفرمان رب العزت ''آخر فتح حق کی ہوگی اور فلاح پانے والے وہی ہوں گے جو بدی کی تمام طاغوتی قوتوں کو شکست فاش دیکر نیکی کا علم سر بلند رکھیں گے'' ارشاد نبویؐ ہے۔ ''**کل مولدٍ یولدُ علی الفطرة**''

ترجمہ: ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔'' رسول اکرمؐ کے ارشاد کی اس روشنی میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انسانی فطرت کی تخلیق اسلام پر کی گئی ہے۔ جو امن اور سلامتی اور تسلیم و رضا پر مبنی ہے۔ بعد ازاں گھر اور معاشرتی ماحول کی تربیت اس کے خیالات وعقائد پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا۔ ارشاد ربانی ہے۔ ''**اِنی جاعِل'' فی الارض خلیفه**'' اسے اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا۔ اس عالم کل اور کاروبار حیات کا محور ومرکز انسان ہی تو ہے۔ کائنات میں موجود تمام نباتات، جمادات، معدنیات، ارض وسما، بحر و بر، حجر و شجر، چرند و پرند سب اسی کے لئے کے لئے بنائے گئے ہیں اور اسی کو انہیں مسخر کرنے اور ان پر حکمرانی کرنے کے کلی اختیارات دیئے گئے۔ تخلیق انسان پر نظر ڈالیں تو انسان کی اس حکمرانی میں اس پر حکومت ''قلب'' کی ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ

'' ان فی الجسد مضغة،اذا صلحت صلح الجسد کله' و اذافسدت ، فسد الجسد کله' الاهی القلب ''

ترجمہ:۔ انسانی جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ''تندرست وتوانا'' ہے اگر اس میں فساد برپا ہو تو سارے جسم میں فساد برپا ہوتا ہے۔ خبردار! وہ ''دل'' ہے۔

اسی لئے تو نیکی اور بدی کا سارا انحصار گوشت کے اسی چھوٹے سے لوتھڑے پر ہی تو ہے۔ تجلیات الٰہی بھی اسی ''دل'' پر منعکس ہوتی ہے اور بدی اور وسوسے بھی یہیں پرورش پاتے ہیں۔ گویا نیکی اور بدی کی ازلی جنگ میں اسی ''دل'' کی کارفرمائی ہے۔

عام زندگی میں ہم دیکھتے ہیں جب کوئی ماہر یا موجد یا ڈاکٹر کوئی نئی چیز یا مشین یا نسخہ تیار کرتا ہے تو اس کے اجزائے

ترکیبی اور اس کے استعمال کے بارے میں واضح ہدایات تحریری یا زبانی بتلاتا ہے۔ مثلاً یہ کمپیوٹر ہے۔ اس کا استعمال یوں ہوگا۔ یہ واشنگ مشین ہے اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہوگا۔ یہ فلاں مرض کے لئے دواہ ہے اس کو اس طریقے پر استعمال کرنا ہوگا۔ گویا چیز طریقہ استعمال کے لئے دی گئی ہدایات ہیں جن کی بناء پر استعمال کرنے والے کو پوری پوری احتیاط کرنی ہوتی ہے۔ ان ہدایات میں اپنی پسند یا ناپسند کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر بے جا دخل اندازی کی جائے گی تو لازماً وہ مشین بگڑ جائے گی یا دوا کا الٹا اثر ہوگا جس سے مالی اور جانی نقصان کا احتمال ہوسکتا ہے۔ کام بھی رک جاتا ہے اور پریشانی الگ ہوتی ہے۔

آیئے اسی اصول کو ذرا اس زاویے سے ملاحظہ کرتے ہیں کہ یہ کائنات جو مختلف جمادات، نباتات، معدنیات، حیوانات وغیرہ پر مشتمل ہے اور یہ سب چیزیں صرف اور صرف انسان کی معاشی، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، مادی اور روحانی فلاح کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اگر ان کے صحیح استعمال کا نسخہ یا ہدایات موجود نہ ہوں تو اس کا غلط استعمال باعث نقصان، فساد اور تباہی و بربادی ہوسکتا ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ آیا ماہر، موجد یا ڈاکٹر اپنی چیز کے استعمال کے لئے تو ہدایات دیتا ہے کیا خالق کائنات نے بغیر کسی ہدایت کے یہ سب اشیاء حضرت انسان کے تصرف میں دی ہیں؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

اس نے ازل سے لیکر اب تک وقتاً فوقتاً ان کے بہتر استعمال کے لئے 'ہدایات' بھی بھیجیں اور 'ہادی' بھی بھیجے تاکہ نظام کی تشکیل میں بے راہ روی، ظلم وفساد، حق تلفی اور عدم استحکام پر قابو پایا جاسکے۔ ارشاد ہوتا ہے!

''یہ ہدایت نامہ شک وشبہ سے پاک ہے۔ یہی ہدایت دیتا ہے پرہیز گاروں کو۔ وہ پرہیز گار جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو رزق دیا گیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو اس کتاب ہدایت اور ماقبل کی ہدایات پر مبنی نسخوں پر ایمان لاتے ہیں اور یوم احتساب پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے''

اگر خالق کائنات کی دی گئی 'ہدایات' سے جب انسان گریز پا ہوگا تو نتیجہ معاشی و معاشرتی اضطراب، انتشار، فساد، ظلم، تباہی و بربادی، بدامنی اور بے یقینی ہوگا۔

آج پورے نظام عالم پر نظر دوڑائیں تو یہی صورت حال ہمارے سامنے ہے۔ مادی ترقی کے باوجود نہ تو انسان کو سکون وچین میسر ہے نہ استحکام۔ معاشرتی انتشار اور خلفشار نے دنیا کی ہر قوم کے لئے بے پناہ مسائل پیدا کردیئے ہیں اور پورا عالم انسانیت (ڈپریشن) کا شکار ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں دولت اور دیگر مادی وسائل کے اعتبار سے امریکہ کی برتری مسلمہ ہے جو تمام اقوام عالم کے لئے نئے نظام کی تشکیل یعنی "New world Order" کے پیغام کا علمبردار ہے۔ اسی کے بارے میں ایک رپورٹ ملاحظہ ہو۔

☆ امریکہ میں ہر منٹ میں ایک قتل ہوتا ہے۔

☆ ہر 31 سیکنڈ میں ایک مرض ور جاتا ہے۔

☆ ہر 13 سیکنڈ میں زنا بالجبر کیا جاتا ہے۔

☆ ہر 81 سیکنڈ میں کوئی زبردست ڈاکہ پڑتا ہے۔

☆ ہر 86 سیکنڈ میں کسی امریکی شہری پر جسمانی حملہ ہوتا ہے۔

اس سال امریکہ میں جرائم میں 70 فیصد اضافہ ہوا۔ (بحوالہ جنگ 1978-08-12)

ماضی قریب کے سانحے کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ امریکہ کے ایک شہر نیویارک میں چند گھنٹے کے لئے بجلی کا تعطل رہا تو اس تاریکی میں تہذیب حاضر کے علمبرداروں کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا۔ ہزاروں لوٹ مار، ڈاکے اور چوریوں کے واقعات ہوئے اور سینکڑوں عصمتیں تار تار کی گئیں۔ یہ نتیجہ ہے ہدایات ربانی سے گریز پا ہونے کا۔

فرانس کے ریو آف ریویئو جلد 25 میں کثرت طلاق کی یہ رپورٹ ملاحظہ ہو۔

''بہر حال اب سوسائٹی اور معاشرت کی چادر میں آگ لگ گئی ہے۔ مگر نہ صرف اس کے دونوں کناروں کو آگ لگی ہے بلکہ یار لوگ اسے وسط سے بھی جلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ گھریلو زندگی کے انہدام میں نئے زمانے کی عورت کا ہی ہاتھ کا کر رہا ہے''

یہ ہے یورپ کے محققین کی رائے جو آزادی نسواں کے بہت بڑے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ فرانس کے ایک اور مشہور سائنسدان ''لی کامٹ'' جو 1928ء تک راک فیلر یونیورسٹی کا فیلو (Felow) رہا رقم طراز ہے!

''موجودہ بے اطمینانی کلیتاً اس امر کی بدولت ہے کہ ذہانت سے انسان نے سائنس کا سہارا لے کر جو ابھی خود عالم طفولیت میں ہے نے ان عقیدوں کو تباہ کر دیا ہے، جن کی بدولت مرد کی زندگی کا کچھ مفہوم تھا۔ اس کی جدوجہد کے لئے ایک ترغیب ہوتی تھی اور یہ مذہبی عقائد تھے۔ اس غارت گری کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔''

ایک اور مفکر نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے!

''جس قدر خالص مادی ترقی ہوگی اسی قدر انسان زیادہ خوش رہے گا۔ ہمارے دور کی ناکامی کا اصل راز یہی ہے۔ آج سامان تعیش کی اس قدر فراوانیوں کے ساتھ انسان کی یہ حالت ہے کہ وہ حد سے زیادہ غیر مطمئن، مضطرب اور پریشان ہے۔'' (بحوالہ "Creative Freedom" Mason)

زمانہ حال کا ایک ماہر معاشیات کہتا ہے۔

" The Advantage of Economic Growth is not that wealth increeses happiness. It is very hard to corelate the wealth and happiness. Their is no evidence that the individuals grow happier as their income increses"

(Aurther lewis)

علامہ اقبال تہذیب حاضر کے بارے میں فرما گئے ہیں

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

آج پورا عالمی نظام درہم برہم ہے۔ صرف اسی طرح کہ پوری انسانیت نے خداوند تعالیٰ کی طرف سے وقتاً فوقتاً بھیجی

گئی ہدایات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

کتاب ہدیٰ (قرآن پاک) کی ایک مختصر سورۃ والعصر اس امر کی شاہد ہے کہ اگر انسان نے عمل صالح نہ اپنائے، حق کا علم بلند نہ کیا اور تسلیم و رضا سے انکار کیا۔ نامساعد حالات میں صبر و استقامت کا دامن چھوڑ دیا تو زمانے کی قسم وہ ہمیشہ خسارے میں رہے گا۔

والعصر ان الانسان لفی خسرo الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت و تواصوا بالحق oو تواصوا بالصبر o

ترجمہ: ''قسم ہے عصر کی۔ مقرر انسان ٹوٹے میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو کہ یقین لائے اور کیئے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور تحمل کی۔''

اس سورۃ کی تفسیر میں جناب شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی یوں فرماتے ہیں۔ عصر زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانے کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے۔ جسے تحصیل کمالات و سعادات کے لئے متاع گرانمایہ سمجھنا چاہیئے یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں خاص مشغولیت اور شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا ہے یا قسم ہے ہمارے پیغمبر کے زمانہ مبارک کی جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔ اس سے بڑھ کر ٹوٹا (خسارہ) کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں دم بدم کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اس رواروی میں کوئی کام ایسا نہ کر لیا جس سے عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانے کی تاریخ پڑھ لو اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پرواہ ہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لحات کو یوں غفلت اور شرارت، لعولعب میں نہ گنوائے۔ جو اوقات تحصیل و مجدد و اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں خصوصاً وہ گرانمایہ اوقات جن میں آفتاب رسالت اپنی انتہائی نور افشانی کر رہا ہے اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا۔ پس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں ارشاد کیا گیا" **اولئک هم المفلحون** "

انہوں نے انسان کو خسارہ سے بچنے کے لئے چار باتوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔

1) اول یہ کہ خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر (خواہ وہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے) پورا یقین رکھیں۔

2) دوم یہ کہ اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان و یقین کا آئینہ ہو۔

3) سوم یہ کہ محض اپنی انفرادی اصلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفادات کو پیش نظر رکھے۔

4) چہارم یہ کہ ہر انسان کو دوسرے کی یہ نصیحت اور وصیت رہے کہ حق کے معاملے میں شخصی و قومی اصلاح کے معاملہ میں

جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے تو پورے صبر واستقامت سے برداشت کرے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے اس حقیقت کو اس شعر میں بیان کیا ہے۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورۃ حکمت دین کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ "قرآن کی صرف یہی سورۃ سمجھدار بندوں کی ہدایات پوری انسانیت کی اجتماعی فلاح کے لئے کافی ہے۔"

تاریخ گواہ ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جزیرہ نما عرب میں معاشرتی برائیاں اپنے عروج پر تھیں۔ کوئی گوشہ امن بھلائی سے روشناس نہیں تھا۔ قبیلے قبیلے کا اپنا اپنا خدا تھا۔ محبت کی بجائے دشمنیاں صدیوں پر محیط تھیں۔ شراب، جوا، زنا ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اس کی صحیح تصویر کشی مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی "مسدس" میں بیان کی ہے۔ ایسے تباہ حال معاشرے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ایک "حادی" بھی بھیجا اور "ہدایت نامہ" بھی بھیجا تاکہ احکام خداوندی سے گریز پا لوگ ہدایت پا سکیں۔ پھر تاریخ نے دیکھا کہ ایک مختصر مدت میں اسی معاشرے کے نظام نو نے اقوام عالم کی اصلاح وفلاح کا بیڑہ اٹھالیا۔

اسلام "سلم" سے مشتق ہے جس کے معنی "سلامتی" اور "امن" کے ہیں۔ یعنی اسلام قبول کرنے والا نہ صرف اسلام قبول کرنے کے بعد خود امن اور سلامتی میں داخل ہو جاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی امن وصلح کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا سایہ دار اور پھل دار درخت ہے جس کے سائے تلے پوری دنیا کو امن اور سلامتی میسر آتی ہے اور تمام انسانیت اس کے پھل سے مستفید ہوتی ہے۔ یہ صرف فرد کی اصلاح نہیں کرتی بلکہ اس میں داخل ہونے والا ہر فرد ایک مصلح کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام صرف ایک مذہب کا نام نہیں بلکہ یہ ایک فلاحی، اصلاحی اور انقلابی تحریک ہے جو نیکیوں کو قائم کرنے اور بدیوں کے روکنے کی جدوجہد کرتی ہے اور خدا کی زمین پر سے ظلم، زیادتی، ناانصافی، جبر وتشدد، فحاشی وگمراہی الغرض تمام برائیوں کو مٹا کر گلشن حیات میں ایسے پھول کھلا دیتی ہے اور ایسا نظام تشکیل دیتی ہے جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ یہ ہیں!

"زمین اپنے خزانے اگلنے لگتی ہیں اور آسمان اپنی برکتیں برسانے لگتا ہے"

اسی لئے تو اسلام لانے والوں کے لئے یہ حکم دیا گیا۔

"کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر"

ترجمہ:۔ "(جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں) تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو" (آل عمران ۱۱۰)

گویا اسلام صرف اصلاح نفس کا درس نہیں دیتا بلکہ اصلاح معاشرہ کی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہوتا ہے۔ اسی لئے تو اقبال نے فرمایا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی

تاریخ شاہد ہے کہ 23 سال کی مختصر مدت میں ایک گمراہ ترین معاشرے کی تمام معاشی ومعاشرتی برائیوں کا کلی طور پر خاتمہ کر دیا گیا۔ ایک حدیث ملاحظہ ہو حضرت عمر بن شعیبؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

"جس نے پڑوسی سے (بلا امتیاز مذہب وملت) اپنے گھر والوں اور مال کے بارے میں خطرہ محسوس کیا اور دروازہ بند

کر کے سویا تو ایسا پڑوسی مومن نہیں ہے اور وہ بھی مومن نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کے ظلم و دست درازی سے محفوظ نہ ہو۔
کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے جب وہ تم سے مدد طلب کرے تو مدد کرو۔ اگر وہ قرض مانگے تو اسے قرضہ دو اگر وہ محتاج ہو جائے تو اس کو نفع پہنچاؤ۔ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔ اگر کوئی مسرت اس کو حاصل ہو تو مبارکباد دو۔ مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو صبر کی تلقین کرو۔ انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے پیچھے چلو۔ اس کے گھر سے اونچا گھر بنا کر اس کے گھر کی ہوا نہ روکو۔ البتہ اگر وہ اجازت دے تو اپنا گھر اونچا کر سکتے ہو۔ تم اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اس کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ جب تم کوئی پھل خرید کر لاؤ اس کو اس میں سے ہدیہ دو اگر گنجائش نہ ہو تو اپنے گھر میں چپکے سے لاؤ اور تمہارے بچے میوہ کھاتے ہوئے باہر نہ نکلیں ورنہ تمہارے غریب پڑوسی کے بچے غمگین ہوں گے اور کڑھن محسوس کریں گے۔''
کیا تعلیم نبویؐ کی اس روشنی پر عمل کرنے والا معاشرہ بے راہروی اور عدم استحکام اور دیگر برائیوں کا شکار ہو سکتا ہے۔
عرفات کے میدان میں آپؐ کا تاریخی خطبہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اجتمائی فلاح اور امن و سلامتی کا ابدی پیغام۔ فرمایا

'' جہالت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ تم عنقریب اپنے اللہ سے جا ملو گے۔ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ امانتیں لوگوں کو واپس لوٹا دیں۔ سود کو ختم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔ اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی سنت کو جب تک مظبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے بے شک تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ (آدم) ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فوقیت نہیں۔ ماسوائے تقویٰ کے غلاموں کے ساتھ برابری کا سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ وہ غلاموں کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہی غلاموں کو پہناؤ۔''
کیا تعلیمات نبویؐ کا یہ پیغام آفاقی نہیں؟ مکمل امن و سلامتی کا منشور نہیں؟ تمام انسانیت کے لئے مشعل راہ نہیں؟ کیا اس پر عمل کرنے کے بعد کوئی بدی چھپ سکتی ہے؟ کیا ان تعلیمات کا پیروکار معاشرہ بدی کا شکار ہو سکتا ہے؟ بخدا ہرگز نہیں۔
یہی تعلیمات نہ صرف امت مسلمہ کی کامیابی و سرخروئی کی ضامن ہیں بلکہ تمام عالم میں سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کے لئے امن و سلامتی کی ضامت ہے۔ اس بات کو'' سید سلمان ندوی'' نے'' خطبات مدراس'' میں بطور چیلنج فرمایا کہ
'' ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو وہ صرف سیرت نبویؐ میں پنہاں ہے۔

اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔
اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو۔
اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو۔
اگر رعایا کا فرد ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو۔
اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار کو دیکھو۔
اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ اُحد سے عبرت حاصل کرو۔

اگر تم استاد و معلم ہو تو صُفہ کی درسگاہ کے معلم قُدس کو دیکھو۔

اگر شاگرد ہو تو جبریل روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ۔

اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے ممبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو۔

اگر تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے۔

اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کی فراخدلی کا نظارہ کرو۔

اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور اُن کے نظم و نسق کو دیکھو۔

اگر یتیم ہو تو آمنہ اور عبداللہ کے جگر گوشے کو نہ بھولو۔

اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈو۔

اگر عدالت کے قاضی اور پنچائتوں کے ثالث ہو تو نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو۔ جو حجر اسود کو کعبہ کے گوشے میں کھڑا کر رہا ہے۔

منصف ہو تو مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا امیر و غریب اور اپنے پرائے سب برابر تھے۔

اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو۔

اگر تم آقا ہو تو زید بن حارث اور اسامہ بن زید سے آقا کے سلوک کو سامنے رکھو۔

اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کے حسن سلوک دیکھو۔

غرض یہ کہ تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو۔ کسی مقام یا عہدے پر ہو۔ کسی اختیار کے مالک ہو۔ تمہاری زندگی کے لئے نمونہ اور تمہاری سیرت کی اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کی ہدایت کے لئے چراغ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی سیرت اور تعلیمات میں ہے۔

حضرت عائشہؓ سے کسی نے رسول ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن پاک نہیں پڑھا۔ " انک لعلیٰ خلق عظیم"

کیا دنیا کی تاریخ میں کسی ایسے فاتح کی مثال دی جا سکتی ہے۔ جس نے اتنی بڑی فتح مکہ کے موقع پر " لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا و انتم الطلقاء " کا اعلان عفو عام کیا ہو۔ جانثار ساتھی جوش انتقام سے سرشار ہو کر " الیوم یوم المرحم " کے نعرے لگا رہے ہیں۔ سارا عالم دم بخود ہے کہ ابھی آن واحد میں ضرور کچھ ہونے والا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حشر بپا ہوگا اور ظالموں کو ماضی میں ان کے مسلسل ظلم و ستم ڈھانے کے بدلے میں کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ لیکن رحمت للعالمین کی ''رحمت عامہ'' جوش میں آتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ''ٹھہر جاؤ آج کا دن لڑائی کا دن نہیں، انتقام اور خون خرابے کا دن نہیں بلکہ معافی اور بخشش کا دن ہے، رحمت و شفقت کا دن ہے، امن اور سلامتی کا دن ہے۔ اعلان ہوا ''الیوم یوم الرحمہ'' جاؤ تم سب آزاد ہو'' آج ہر اس شخص کو امان ہے جو اللہ کے گھر میں داخل ہو جائے۔ اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھا رہے یا ماضی کے سب سے بڑے دشمن اور اسلام کے مخالف ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے۔'' کیا تاریخ عالم اس قسم کی کوئی ایک مثال پیش کر سکتی ہے؟

آیئے! نومولود مملکت اسلامیہ کے اس معاہدے پر نظر ڈالتے ہیں جو تاریخ میں "میثاق مدینہ" کے نام سے مشہور ہے۔
ذیل کی شرائط ملاحظہ ہوں۔

1۔ خون بہا اور فدیہ کا قدیم طریقہ جاری رہے گا۔
2۔ یہودیوں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔
3۔ مدینہ پر جب کوئی بیرونی طاقت حملہ کرے گی تو سب مل کر مدافعت کریں گے۔
4۔ تمام معاملات میں آپ ﷺ کو ثالث تسلیم کیا جائے گا۔

صلح حدیبیہ جس کی بعض صحابہ کرامؓ نے بھی مخالفت کی اور اسے شکست کے مترادف سمجھا، آیئے ان شرائط کی دفعات پر بھی نظر ڈالتے ہیں جو قائد کی پوشیدہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

آقا کی انہی شرائط کو مالک ارض وسمانے "فتح مبین" کی پیشن گوئی قرار دیا۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

1۔ مسلمان اس سال حج کئے بغیر واپس جائیں گے۔
2۔ اگلے سال مسلمان بغیر اسلحہ کے آئیں گے اور صرف تین دن قیام کریں گے۔
3۔ مکہ سے اگر کوئی مدینہ چلا جائے گا تو مسلمان اس کو واپس کر دیں گے۔
4۔ مکہ سے جو لوگ مسلمان ہوں گے انہیں ساتھ نہیں لے جایا جائے گا۔
5۔ عرب قبائل اپنی مرضی سے تعلقات رکھیں گے۔
6۔ اس معاہدے کی مدت دس سال ہوگی اور دس سال تک جنگ نہیں کریں گے۔

انہی تعلیمات نبویؐ نے ایک ایسے نظام کو تشکیل دیا جہاں:

1۔ غربت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بیت المال بھرا پڑا ہے لیکن زکوٰۃ لینے والا کوئی مستحق نظر نہیں آتا۔
2۔ امن وامان کی یہ صورت حال تھی کہ بصرہ سے اکیلی عورت حج کے لئے آتی ہے اور حج کے بعد بحفاظت اکیلی واپس جاتی ہے۔
3۔ محاسبے کی صورتحال یہ ہے کہ مسجد کے ممبر پر کھڑے امیر المومنین کو کہا جاتا ہے کہ تمہارا کرتا ایک چادر میں کیونکر بنا جب کہ غنیمت کی اس ایک چادر میں اس کا بننا ممکن نہیں۔
4۔ امیر المومنین کے بارے میں سفارت کار دریافت کرتے ہیں تو وہ درخت کے سائے میں فرشِ خاک بستر پر بازو کو سرہانہ بنائے بے فکر سوئے پائے جاتے ہیں۔
5۔ صحت عامہ کا یہ حال تھا کہ غیر ملکی اطباء دربار نبویؐ میں حاضر ہو کر وطن واپس جانے کا مطالبہ کرتے ہیں دریافت کیا جاتا ہے کیوں؟ جواب ملتا ہے کہ اتنے طویل عرصے میں کوئی مریض نہیں آیا۔ کیا کمائیں گے؟ اور کیا کھائیں گے؟
6۔ عدل وانصاف ملاحظہ ہو دربار نبویؐ میں چوری کے مقدمے میں سفارش کی جاتی ہے فرمایا جاتا ہے "کہ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو سزا میں تخفیف نہ کی جاتی۔"
7۔ قسطنطنیہ کی فتح کے موقع پر اہل قسطنطنیہ شہر کی چابی حوالے کرنے کے لئے امیر المومنین کی حاضری کا مطالبہ کرتے ہیں اور امیر المومنین بغیر کسی پروٹوکول کے خود، ایک غلام اور ایک اونٹ کے ساتھ مدینہ سے قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہیں

۔راستے میں ایک منزل آقا اونٹ پر سواری کرتا اور اونٹ کی مہار غلام کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔دوسری منزل میں غلام اونٹ پر ہوتا ہے اور آقا مہار پکڑ کر چلتا ہے اور آخری منزل میں لوگ سراپا حیران ہیں کہ غلام اونٹ پر ہے اور امیر المومنین مہار پکڑے چلے آرہے ہیں۔

8۔ ایک غزوہ کے دوران بلال حبشیؓ (غلام) کو مدینے کا قائم مقام سربراہ بنایا جاتا ہے۔

9۔ سپہ سالار اعلیٰ خندق کھودنے کے دوران پیٹ پر دو پتھر باندھتا ہے۔یہ اور ہزاروں ایسی حقیقتوں سے اسلامی معاشرے کا نظام تشکیل دیا گیا اور جس کے ثمرات بھی نقد ملے۔تاریخ کے اوراق میں موجود ہے کہ وقت کی دو عظیم ترین قوتیں (کسریٰ اور قیصر) سرنگوں کر کے رکھ دی گئیں۔

10۔ عورت کو تشخص اور حیثیت ماں، بیٹی اور بیوی کے حقوق دیئے جن کا تصور ماقبل کی تاریخ میں نہیں ملتا، حق مہر، وراثت، تربیت، تحفظ عدل و انصاف اور جز و لاینفک بنا دیئے۔

انسانی زندگی کا ہر شعبہ دوسرے شعبے سے منسلک ہے۔معاش کا تعلق امن و امان، امن و امان کا تعلق عدل و انصاف، عدل و انصاف کا تعلق امن اور سلامتی سے جڑا ہوا ہے۔یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم ایک شعبہ حیات میں قرآن اور تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں اسلامی اصول نافذ کرنا چاہیں اور دوسرے شعبہ جات میں دوسرے نظریات کو لاگو کرنا چاہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اس کے تمام شعبہ ہائے زندگی زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔اسلام کے اخلاقیات تمدن کو پورے نظام حیات پر محیط کر کے نافذ کرنا ہوگا۔لیکن اس کے نفاذ کے لئے پہلے فرد کو اپنے چھ فٹ کے وجود پر نافذ کرنا ہوگا جس کی ابتداء داعی سے ہوگی رعایا سے نہیں۔

اقوام عالم کے سامنے نمونے کے کئی نظام آئے۔اشتراکیت آئی۔سرمایہ دارانہ نظام آیا۔جمہوریت آئی لیکن کوئی نظام بھی امن و سلامتی اور سکون و استحکام نہ لا سکا۔اس وقت ان نظاموں کے علمبرداروں کی جو حالت ہے وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ تاریخ کے انہی اوراق میں اسلامی نظام کا دور بھی موجود ہے۔غیر متعصبانہ اور اخلاص سے موازنے کی ضرورت ہے۔جن میں چند مثالیں ماقبل کے صفحات میں پیش کی گئی ہیں۔آج نہیں تو کل یہی نظام پورے عالم کو آزمانا پڑے گا۔

پس نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ کی حیثیت پوری دنیا کے سامنے ''خدائی ہدایات'' کے علمبردار اور داعی پیغام کی یہ قرآن اس کو ''امت وسط'' کہتا ہے اور اس کے منصب کو ''شہادت حق'' سے تعبیر کرتا ہے۔یعنی یہ امت جو خدا کی طرف سے پورے عالم پر گواہ بنائی گئی ہے جو تعلیمات نبویؐ کے ذریعے خدا کے دین کی شہادت دیتی ہے۔اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ پوری دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ پوری انسانیت کے امن و سلامتی کے لئے اصلاح حال کے لئے تعاون کرے۔ خود قرآنی ہدایات اور تعلیمات نبویؐ پر عمل پیرا ہو کر بے چین اور بے یقین قوموں کے لئے مشعل راہ بنے۔اگر اس بدحال معاشرہ کی کوئی راہبری اور راہنمائی کر سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف امت مسلم ہے جسے قرآنی ہدایات اور تعلیمات نبویؐ پر عمل کر کے ایک مثال قائم کرنی ہوگی۔باتوں، تقریروں اور تحریروں کا وقت گزر گا۔انسانی معاشرہ اس وقت No Returen Point پر آ پہنچا ہے آگے تباہی اور واپسی ممکن نہیں۔واحد راستہ فقط عمل ہے بقول ڈاکٹر علامہ اقبال!

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

بخدا اب گفتار کی ضروری نہیں کردار کی ضرورت ہے۔خطبہ حجۃ الوداع میں میں فرمائی گئی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

''جولوگ یہاں موجود نہیں ان تک میرا یہ پیغام پہنچادو''

آیئے آج ہم ان ہدایات پر خود بھی عمل کرنے کا عہد کریں اور ان تعلیمات کو آگے اقوام عالم تک پہنچانے کا فریضہ بھی ادا کریں۔

امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہیں بلکہ اتنی بڑی اور ہمہ گیر ذمہ داری ہے کہ وہی اس کے وجود کا مقصد بن جاتی ہے۔اسی لئے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ'' ہم نے تمہیں ایک معتبر امت (امت وسطہ) بنایا ہے تاکہ تم باقی سارے انسانوں کے لئے دین حق کے گواہ رہو'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا'' جتنی امتیں لوگوں میں پیدا کیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں کے کرنے سے منع کرتے ہوئے'' یہ پیغامات اس امر کی واضح نشاندہی کرتے ہیں کہ یہی امت ہے جو باقی ساری نوع انسانی کی نجات و معاون اور پوری انسانیت کی پاسباں بنائی گئی ہے اور یہی اس امت کے وجود کا پہلا اور آخری مقصد ہے اور یقیناً اس امت سے وابستہ علماء، سربراہان اور ذمہ دار افراد قیامت کے روز امتی فریضہ ادا کرنے کے لئے جوابدہ بھی ہوں گے ۔انفرادی اعمال کی پرسش کے ساتھ ساتھ اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ براہ ہونے کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی یہ کوئی معمولی جوابدہی نہیں ہوگی اس کے لئے اختیارات دیئے گئے، سربراہ بنایا گیا، راہبر بنایا گیا، عالم اور معلم بنایا گیا، منصف اور جج بنایا گیا تشکیل نظام کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ کیا تم نے ان ذمہ داریوں سے عہد براہ ہونے کی کوششیں کیں؟ قرآن حکیم میں واضح ارشاد ہے۔'' پس ہم (ضرور) پرسش کریں گے ان لوگوں سے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے اور (ان) پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔(الاعراف)

آخر میں یہی گزارش پھر دہراؤں گی کہ اب تقریروں اور تحریروں کا وقت نہیں عمل کی ضرورت ہے۔ آیئے آج خدا اور رسول ﷺ کو حاضر و ناظر جان کر یہ عہد کریں کہ'' امت وسط'' کی جو ذمہ داریاں پروردگار عالم نے ہم پر ڈالی ہیں ہم کما حقہ اپنی پوری پوری محنت اور دیانتداری کے ساتھ ان سے عہدہ براہ ہونے کی کوشش کریں گے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

بشریٰ بتول، کوئٹہ

عالمی نظام یہ ہے کہ دنیا میں رہنے والوں کے لئے زندگی گذارنے کا ایسا طریقہ جو کہ آفاقی ہو اور اس دنیا میں بسنے والے تمام لوگوں کو ایسی جڑ یا بنیاد فراہم کرے کہ وہ تمام لوگ موتیوں کی لڑی کی طرح ایک دوسرے ک ساتھ منسلک ہوں اور ایک دوسرے کے لئے صلاحِ کار کی سی روش اختیار کئے ہوئے ہوں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا کسی ایسے عالمی نظام کا وجود ہماری آج کی دنیا میں ہے؟ ہرگز نہیں! اس کے باوجود دنیا کے نام نہاد علمبردار اسے گلوبل ویلج قرار دیتے ہیں۔

آج کے اس گلوبل ویلج کی تنظیم کے لئے آج کل کے انسانوں نے امریکہ میں ایک یونائیٹڈ نیشنز آرگنائزیشن کا ادارہ مقرر کیا ہے کہ وہاں لوگ اکٹھے ہو کر دنیا کے انسانوں کے فیصلے اور فلاح و بہبود کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ یہ ادارہ یا جگہ آدمیوں کی مقرر کردہ ہے اسی لئے وہاں طرف داری، ریاکاری ہے کہ وہاں اکٹھے ہونے والے انسانوں کا ایک قبلہ نہیں، ایک امام نہیں، ایک دستور یعنی قرآن نہیں، وہ نفس کے تابع فیصلے کرتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے تابع نہیں، فیصلے کرنے سے پہلے روحانی صفائی تو انہیں نصیب نہیں ہوتی۔ اس لئے وہاں کئے ہوئے فیصلے یا بھلائی کے پروگرام بناتے وقت بااختیار آدمی اپنے ذاتی مفاد کو پیش نظر رکھ کر منصوبے بناتے ہیں۔ اسی لئے اقوام متحدہ کے تحت کئے جانے والے زیادہ تر فیصلے وقت نے غلط ثابت کر دیئے ہیں۔

اس لئے اس نازک دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مسلمان مل کر اور اکٹھے ہو کر ایک ایسا عالمی نظام تشکیل دیں جو کہ وقت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ یقیناً ایک ایسا ہی نظام ہمیں اس دنیا میں امن و سلامتی کے ساتھ زندہ رہنے اور دوسروں کو زندہ رہنے کا حق دینے کے قابل ہو سکتا ہے۔

عالمی نظام کسی ایک چیز یا نظام پر مشتمل کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ دنیا میں پائے جانے والے ہر ہر نظام سے ترتیب پاتا ہے۔ اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس نظام میں ہر نظام انفرادی طور پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے نظام کو مضبوط اور پائیدار بنانے کا کام سرانجام دیتا ہے۔ ایک عالمی نظام مندرجہ ذیل اہم نظام ہائے زندگی کا مجموعہ ہے۔

(1) معاشی نظام (2) سیاسی نظام (3) معاشرتی نظام (4) اخلاقی نظام (5) تعلیمی نظام

اس بات کو طے کرنے سے پہلے کہ ہم ایک عالمی نظام کی تشکیل کیسے کر سکتے ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام نظام ہم تک ادوار کے لحاظ سے کس طرح سے منتقل ہوئے۔

ادوارِ نظام ہائے زندگی

آج کا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ان ادوار نظام ہائے زندگی سے متاثر ہے۔

(1) قبل از اسلام کا دور　(2) نبی پاک ﷺ کا دور　(3) خلفائے راشدینؓ کا دور　(4) موجودہ دور

قبل از اسلام کا دور

اسلام کی آمد سے قبل جب کل عالم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ انبیاء علیہم السّلام کی تعلیمات کو بگاڑا جا چکا تھا اور دنیا تاریکی کے دور سے گذر رہی تھی۔ اس وقت دنیا میں نظام ہائے کی صورتِ حال کچھ اس طرح سے تھی کہ۔

معاشی نظام

اس دور میں معاشی لحاظ سے دنیا مضبوط حیثیت کی حامل نہ تھی۔ تمام قسم کے لین دین اور کاروبار کے لئے سود کا سہارا لیا جاتا تھا۔ اسلام سے قبل اگر تجارت کی جاتی تو کہا جاتا تھا کہ تجارت تو بس تجارت ہے۔ یعنی لوگ معاشی زندگی کو کبھی کسی مذہب کی حدود کا پابند نہ سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ ناپ تول میں کمی اور بے ایمانی جیسی باتیں عام تھیں۔

سیاسی نظام

دنیا بھر میں اسلام سے قبل کوئی خاص سیاسی نظام موجود نہ تھا اور نہ ہی کسی مرکزی حکومت کا تصور موجود تھا۔ جنگ اور امن دونوں ہی حالتیں کسی قانون و ضابطے کی پابند نہ تھیں۔

معاشرتی نظام

قبل از اسلام معاشرتی نظام بھی ابتر حالت میں تھا۔ اس میں انسانوں کو غلام بنانا اور پھر غلام سے برا سلوک کرنا عام روایت تھی۔ عورت کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

اخلاقی نظام

دورِ جاہلیت کے معاشرے میں لوگوں کی اخلاقی قدریں پامال ہو چکی تھیں۔ دروغ گوئی جیسی برائیاں عام ہونے کے ساتھ ساتھ بزرگوں کی عزت، ماں کی عزت اور بچوں سے شفقت کی روایت موجود نہ تھی۔

تعلیمی نظام

اسلام کی آمد سے پہلے تعلیم کا کوئی باقاعدہ نظام موجود نہ تھا۔ اسی وجہ سے باقاعدہ اداروں کے ذریعے تعلیم کو پروان چڑھانے کا رواج نہ تھا۔

نبی پاک ﷺ کا دور

نبی پاک ﷺ جب مبعوث ہوئے تو وہ دورِ جاہلیت تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے ابتدائی 40 سال اسی ماحول میں

گذارے۔اس کے باوجود اللہ پاک نے انہیں ہر برائی سے دور رکھا اور آپ ﷺ نے اللہ پاک کی مدد سے صرف 23 سال کے مختصر عرصے میں وہ عظیم انقلاب برپا کیا کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔اس دور میں ہر نظام زندگی میں انقلابی تبدیلیاں آئیں کہ:

معاشی نظام

نبی پاک ﷺ کی تعلیمات سے جو نظام معاش سامنے آیا اس میں مزدور کی عزت کو بحال کیا گیا جو کہ معاشرے کا کمزور اور کم تر طبقہ سمجھا جاتا تھا۔اور فرمایا کہ:

الکاسب حبیب اللہ۔

''محنتی اللہ کا دوست ہے''۔ معاش میں اخلاقیات اور مذہب کا ساتھ پہلی بار معاش کے سلسلے میں نظر آیا۔اس کے حلال وحرام کی تمیز کروائی گئی' سود کی ممانعت کی گئی' تجارتی اخلاقیات کا ضابطہ مقرر ہوا' اصول تجارت وضع کئے گئے جیسا کہ تجارت میں فریقین کی باہمی رضامندی' دیانت' جائز ومباح کی تجارت' اسراف کی بندش' ارتکازِ دولت کی ممانعت' زکوٰۃ وصدقات' انفاق' ملکیت وتصرف کا حق جیسے اصول وضع کئے گئے یہ تمام باتیں ایک مضبوط معاشی نظام کی نشاندہی کرتی ہیں۔

سیاسی نظام

نبی پاک ﷺ کی وساطت سے نصیب ہونے والے سیاسی نظام میں اقتدارِ اعلیٰ کا تصور دیا گیا اس بارے میں سورۃ الحج آیت نمبر 41 میں ارشاد ربانی ہے کہ:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامورo

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجامِ کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

نبی پاک ﷺ نے جس سیاسی نظام کی بنیاد رکھی اس میں قیادت' جمہوری اصولوں کے تحت' اہم امور باہمی مشورے سے طے پاتے' قانون کی بالادستی' ہر شخص کو آزادانہ رائے رکھنے کا حق وغیرہ۔اس کے علاوہ قانونی مساوات' بے لاگ و بے معاوضہ انصاف' فریاد' اعتراض اور تنقید کا حق' اجتماع' تنظیم بندی' نقل وحمل وحرکت کی آزادی دی گئی۔

معاشرتی نظام

نبی پاک ﷺ نے مضبوط اور پائیدار نظام معاشرت کی بنیاد رکھی۔معاشرے کی بقا اور سلامتی کے لئے خود بھی نکاح فرمائے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔معاشرے کے افراد میں ذمہ داری کا تصور دینے کے لئے یہ فرمایا گیا کہ:

کلکم راعٍ و کلکم مَسْئُولٌ عن رعیتہٖ۔

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔

اس کے علاوہ رشتے داروں کے حقوق متعین کئے' ہمسایوں کے حقوق اور حدود و تعزیرات کا تعین کیا گیا۔

اخلاقی نظام

نبی پاک ﷺ نے ایک جاہل معاشرے میں جس نظام اخلاق کی بنیاد رکھی۔ اس میں ظلم' غرور و تکبر' بخل' عیب جوئی' چغل خوری' خیانت' جھوٹ' فحش کلامی' خود پسندی' شہرت طلبی' تنگ نظری و ظرفی' حرص و طمع' تصنع و نقالی' اسراف و تکلف' مایوسی و پست ہمتی' حسد و کینہ' وعدہ خلافی' رشوت' فساد و نفاق' ذخیرہ اندوزی' حیلہ سازی' گروہی و قبائلی عصبیت' احسان فراموشی' غضب جیسی چیزوں کی ممانعت کردی گئی۔ اور اس نظام کی بنیاد حقوق و فرائض کی بجا آوری' صبر و قناعت' عفو و درگذر' سچائی' عدل و انصاف' امانت' رواداری' احسان' مساوات' اخوت' دیانت داری' ثابت قدمی اور تقویٰ جیسی اعلیٰ صفات پر رکھی گئی۔ اس بات کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ جب فرمایا گیا کہ:

انک لعلیٰ خلق عظیم.

بے شک آپ ﷺ اخلاق کا بہترین نمونہ ہیں۔

تعلیمی نظام

رسول پاک ﷺ کی بعثت نے نہ صرف عربوں کو بلکہ پوری دنیا کو علم و تمدن کی دولت سے مالا مال کیا۔

- ☆ دنیا میں پہلی بار مکمل تعلیمی ادارے کا تصور دارِ ارقم' صفہ اور مدینہ کی مساجد نے دیا۔
- ☆ اشاعت تعلیم کے لئے صفہ سے فارغ التحصیل اصحاب کرامؓ کو دوسرے علاقوں میں بھیجا جاتا۔
- ☆ غزوۂ بدر میں کفار قیدیوں کی آزادی کے لئے غیر تعلیم یافتہ اشخاص کو تعلیم دینے کی شرط پہلی بار رکھی گئی۔
- ☆ نصاب میں مذہب کے ساتھ ساتھ معاشرتی علوم' فزیکل ایجوکیشن' علم و فنون' علم ریاضی اور سائنسی علوم کو ترجیح دی گئی۔
- ☆ نبی پاک ﷺ نے اپنے ہی دور میں ناظمِ تعلیمات مقرر فرمائے۔
- ☆ بچوں' خواتین اور بالغوں کی تعلیم پر بھرپور توجہ دی گئی۔

خلفائے راشدینؓ کا دور

خلفائے راشدینؓ نے نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جن نظام ہائے زندگی کی بنیاد رکھی وہ ہر طرح سے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے تھے۔ ان ادوار میں:

معاشی نظام

مستحکم معاشی نظام کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد کیا تو حضرت عمرؓ کے دور میں ایسا وقت آیا کہ زکوٰۃ دینے والے تو تھے مگر لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ مختلف معاشی انتظامات میں خراج' مال غنیمت' عشر' جذیہ' بیت المال کا مکمل اور جامع انتظام کیا گیا۔

سیاسی نظام

خلفائے راشدینؓ نے جس سیاسی نظام کو مروج کیا اس میں:

☆ نظام حکومت جمہوری طرز کا تھا۔ ☆ اہم فیصلے باہمی مشورے سے ہوتے تھے۔

☆ حضرت عمرؓ کے دور میں مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں آ گیا۔ ☆ علاقے کو صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا گیا

☆ حضرت عمرؓ کے دور میں مردم شماری کروائی گئی۔ ☆ عدالتوں کا قیام ☆ پولیس کے محکمہ کا قیام

☆ حاکم کے محدود اختیارات ☆ عوام کو حکومتی طرزِ عمل پر تنقید کا حق

☆ شان و شوکت دکھانے پر اور قول و فعل میں تضاد کی بناء پر گورنر کو معزول کر دیا گیا۔

معاشرتی نظام

جس مضبوط اور پائیدار معاشرتی نظام کی بنیاد نبی پاک ﷺ نے رکھی۔ اس کو قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ جامع احتساب، خواتین کے حقوق وغیرہ پر خصوصی توجہ دی گئی۔ معاشرتی فلاح و بہبود کے بھی کام کئے گئے۔

اخلاقی نظام

نبی پاک ﷺ کے مروجہ نظامِ اخلاق میں کوئی تبدیلی نہ لائی گئی اور خلفائے راشدینؓ کے تمام ادوار میں بھی خوفِ خدا، حب رسول ﷺ، اتباعِ رسول ﷺ، حیاء، زہد و تقویٰ، ایثار، فیاضی جیسی باتوں کو اعلیٰ اقدار میں شامل کیا جاتا رہا۔

تعلیمی نظام

خلفائے راشدینؓ نے اپنے ادوار میں نظام تعلیم کو مستحکم کرنے کے لئے اقدامات کئے گئے۔ ☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کو مرتب اور مدون کیا۔ ☆ حضرت عمرؓ نے معلمین کی تنخواہ مقرر کی۔ فوج کے فرائض میں تعلیم و تدریس کو شامل کیا۔ ☆ حضرت عثمانؓ نے قرآن کی کتابت کی۔ ☆ حضرت علیؓ نے تعلیم کی درجہ بندی کی۔ بچوں کے وظائف جاری کئے اور خواتین کی تعلیم پر توجہ دی۔

موجودہ دور

ہمارا آج کا دور مشکلات سے بھرپور دور ہے۔ اس میں:

معاشی نظام

جدید معاشی نظام کی صورت حال تو بہت پہلے سے ابتر تھی مگر جب سے

☆ NIEO نیو انٹرنیشنل اکنامک آڈر 1974 میں آیا اس کے بعد سے دنیا کی معاشی حالت مزید خراب ہوگئی۔

☆ مسلمان ممالک پر اقتصادی پابندیاں مشکل اور شرمناک شرائط پر قرض کا حصول ہوا۔

☆ دنیا IMF اور ورلڈ بنک کے اشاروں اور مرضی کے مطابق چلنے لگی ہے۔

☆ دنیا کا سارا معاشی نظام سود' بددیانتی اور بدعنوانی کے تحت چل رہا ہے۔

سیاسی نظام

سب سے پہلے سوال یہ ہے کہ کیا دور جدید میں کوئی سیاسی نظام ہے؟ جی ہاں ایسا سیاسی نظام دنیا میں ضرور موجود ہے۔ جس سے مسلمانوں کو دبانا' ہلاک کرنا' جائز اور قابل ستائش عمل ہے۔ کیونکہ اقوام متحدہ کے پانچ اہم ادارے بھی بنیادی طور پر اسی سیاسی نظام کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر انٹرنیشنل ٹولے نے جو فیصلے کئے۔ واضح الفاظ میں کہا جائے تو بات یہ ہے کہ وہ تمام فیصلے کم ترقی یافتہ اور مسلمان ممالک کے خلاف تھے۔ یہ دستاویز 12 اگست 1990 کو دنیا کے سامنے آئی' اور اس کے بعد 12 سال گذر جانے کے باوجود دنیا پہلے سے زیادہ تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اور خصوصی طور پر مسلم اُمہ اور اس معاملے میں گویا یہ لوگ سورۃ التوبہ میں بیان کردہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

لایرقبون فی مؤمن الاً و لا ذمة. (التوبه. ۱۰)

یہ لوگ مسلمانوں کے حق میں نہ تو قرابت کا پاس رکھتے ہیں اور نہ عہد و پیمان کا۔

اور اس آرڈر کے آنے کے بعد سب سے زیادہ مسلم ممالک متاثر ہوئے' جن میں پاکستان' افغانستان' عراق' کویت' سعودی عرب' چیچنیا' فسلطین' بوسنیا' الجزائر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ کیا یہی وہ مقاصد تھے جو اس آرڈر کے ذریعے حاصل کئے جانا تھے۔ ان حالات سے قرآن پاک کی اس آیت سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداءً وّیبسطوا الیکم ایدیهم و السنتهم بالسُوءِ وودوا لو تکفرونo

اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لئے تم پر ہاتھ بھی چلائیں اور زبانیں بھی اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔

معاشرتی نظام

جدید معاشرے کے نظریے نے ہمیں ذہنی/سماجی انتشار کا تحفہ دیا۔ اس کے علاوہ ☆ عدل وانصاف کی ناگفتہ بہ حالت ☆ طلاق کی شرح بڑھ گئی ☆ شرح آمدنی بڑھانے کے چکر میں عورت گھر سے بے گھر ہوگئی ☆ اسلامی سزاؤں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کہا جانے لگا۔

اخلاقی نظام

جدید دور میں ہم اخلاقی طور پر پس ماندہ وقت سے گذر رہے ہیں۔ ہم صرف خودغرضی کے رشتوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم صرف حرص ولالچ اور پیسے کی خاطر دوستی اور دشمنی رکھتے ہیں۔

تعلیمی نظام

جدید دور میں جتنی بری حالت باقی نظام ہائے زندگی کی ہے۔تعلیمی نظام ان سب سے زیادہ خراب حالت کا شکار ہے۔ ہم اپنے بچوں کو سیاست کے نام پر جھوٹ بولنا' معاشی ترقی کے درس کے نام پر بدعنوانی' جدید معاشرے کے قیام کے نام پر مادر پدر آزاد اور اہم اخلاقیات کے نام پر بداخلاقی اور ثقافت کے نام پر بے ہودہ ناچ گانا سکھا رہے ہیں۔اب تو بقولِ اکبرالہ آبادی یہ حال ہے کہ:

کیسی نماز "ہال" میں ناچو جناب شیخ
تم کو خبر نہیں کہ زمانہ بدل گیا

آیئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہم ایک مسلم امت ہونے کی حیثیت سے عالمی نظام کی تشکیل کس طرح سے کریں کہ آج کی دکھی دنیا اور سلگتی ہوئی انسانیت پھر سے تازہ دم اور بحال ہو جائے اور اس دنیا کے باشندوں کو امن وسلامتی اور خیر حاصل ہو۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل' اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں' تعلیمات نبویﷺ کی روشنی میں

عالمی نظام کی تشکیل کے لئے اسلام زندگی کا جو نقشہ تجویز کرتا ہے وہ محض انسانی عقل اور تجربے کی روشنی میں ترتیب نہیں پاتا۔ یہاں پر ابتدائی اور اولین رہنمائی اللہ کی کتاب اور رسول اللہﷺ کی تعلیمات' سنت اور احادیث سے حاصل کی جاتی ہے اور پھر اس کی روشنی میں عقل اور تجربے کی مدد سے زندگی کا نظام قائم کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس نظام زندگی کی بنیادی خصوصیت بھی یہ ہے کہ یہ خداتعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات پر مبنی ہے۔اس لئے نظام زندگی کے مختلف شعبوں اور ان میں اسلام کے مخصوص مزاج کا مطالعہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

جبکہ موجودہ عالمی نظام جن چیزوں کی بنیاد پر ہے وہ مادہ پرستی' لادینیت اور حاکمیت جمہور ہیں۔غرض آج کا نظام گوبلز کے اس نظریہ کی بالکل صحیح ترجمانی کرتا ہے کہ:

ساری قوت اور طاقت کا مقصد صرف ایک ہے کہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے مخالف کو شکست دی جائے۔ ہماری تحریک مذہب کی پیش کردہ اخلاقی قیود سے یکسر آزاد ہے۔

اب اگر ہم عالمی نظام کی تشکیل سیرۃ طیبہﷺ کی روشنی میں کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں زندگی کے ہر ہر نظام کو خواہ وہ معاشی' سیاسی' معاشرتی' اخلاقی اور تعلیمی نظام ہو ہمیں اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔اس طرح سے تشکیل پائے جانے والے نظام زندگی کچھ اس طرح سے ہوں گے کہ:

معاشی نظام

ہم جس عالمی نظام کی تشکیل کے لئے اقدامات کرنا چاہتے ہیں تو اس نظام میں نظام معاش بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ معاشی حالات ہی وہ چیز ہیں جو کسی بھی شخص کو سیاست' معاشرت' اخلاق اور تعلیم سب کے لئے بہتر مواقع فراہم کرتے

ہیں۔اس لئے پوری امت مسلمہ کو دنیا کے لئے ایسا معاشی نظام تشکیل دینا ہے جو امت مسلمہ کو خصوصی طور پر اور باقی دنیا کی اقوام کو بھی عمومی طور پر فائدہ پہنچانے کا باعث ہے۔اس نظام میں ہمیں مندرجہ ذیل اقدامات لازما اور فوری طور پر کرنا ہوں گے۔

مشترکہ کرنسی

سب سے پہلے تمام مسلم ممالک کو مل کر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ سب ممالک کی مشترکہ کرنسی ہو جیسا کہ اب تمام یورپین ممالک کی ایک کرنسی یورو ہے اسی طرح سے ایک کرنسی کرنا ہوگی۔

مشترکہ کرنسی کرنے کے بعد امت مسلمہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے تمام کام کاروبار سرمایہ کاری لین دین غرض کرنسی سے متعلق تمام امور کا اسی ایک مشترکہ کرنسی میں کریں۔

آمدنی کی تقسیم کا طریقہ کار

مسلم ممالک میں آمدنی کی تقسیم کا طریقہ وہی وضع کیا جائے جو کہ غزوۂ بدر کے موقع پر مال غنیمت کی تقسیم کے لئے سورۃ الانفال میں تجویز کیا گیا۔

واعلموا انما غنمتم من شیء فان للّٰہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ہ

"اور جان رکھو کہ جو چیز تم کفار سے لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔"

ہو سکتا ہے کہ کوئی اس بات پر تنقید کرے کہ یہ طریقہ صرف مال غنیمت کا ہے تو جواب یہ ہوگا کہ دراصل یہ مال کی تقسیم کا ایک عادلانہ نظام ہے تو اسے اپنانے میں حرج نہیں۔

زکوٰۃ' عشر' خراج' جزیہ اور فے وغیرہ کو منظم بنانا

ان تمام چیزوں کے لئے منظم انتظامات کرکے آمدنی کا ایک مستقل اور بہترین ذریعہ حاصل ہوگا۔ان تمام چیزوں کے لئے منظم انتظامات کرکے آمدنی کا ایک مستقل اور بہترین ذریعہ حاصل ہوگا۔

سود کے بغیر معاشی نظام

ہمارا تمام تر معاشی نظام سود کے بغیر ہونا چاہیے۔کیونکہ سود کے معاشرے میں بہت سخت اثرات آتے ہیں۔جیسا فرمایا گیا کہ:

"جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جنہیں شیطان نے مخبوط کر دیا ہو"۔(البقرہ 275)

بلا سود بینکاری

بلا سود بینکاری کو فروغ دیا جائے۔تاکہ نظام سود سے پاک ہو جائے۔

اسلامی ترقیاتی بینک کا فروغ

اسلامی ترقیاتی بنک کو اس طرح سے بنادیا جائے کہ اس کی شاخیں تمام مسلم ممالک میں ہوں اور تمام مسلم اُمہ کے افراد کی یہ ذمہ داری ہو کہ وہ اسی بینک میں اپنا پیسہ جمع کروائیں اور پھر یہ بینک صرف مسلم ممالک میں قرض دے تا کہ تمام مسلم اُمہ IMF اور ورلڈ بینک کے پنجہ سے نکل سکیں۔ قرض دینے کے لئے پہلے پہل صرف اور صرف مسلم ممالک میں موجود مسلمانوں کو قرض دیئے جائیں۔ لیکن یہ لوگ معاشی طور پر مستحکم ہو جائیں تو پھر مسلم ممالک میں موجود غیر مسلموں کو بھی قرض دیئے جائیں تا کہ انہیں اسلام کی طرف مائل کیا جاسکے۔

حصص کو فروغ دیا جائے

اگر سود کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا جائے تو لوگ صنعتی اغراض کے لئے مشترکہ کمپنیاں قائم کر کے سرمایہ داروں اور عوام سے ان کا زائد مال حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طریقہ سے سرمایہ کاری کی مخصوص مقدار فراہم کی جاسکتی ہے۔ جس سے نفع کی صورت میں ان کے حصص پر منافع تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس طرح سے متوسط درجے کی صنعتیں چلائی جاسکیں گی۔

بڑے منصوبوں کے لئے سرمایہ کاری

بڑے منصوبے جن کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے ان کے لئے امت مسلمہ میں حکومتیں اپنی مالی ساکھ پر عوام الناس اور مال دار افراد سے قرض حاصل کر سکتی ہیں۔ پھر یہ قرضے منافع بخش کاموں میں لگائے جائیں اور قرض دہندہ کو بھی منافع میں شریک کیا جائے۔ اس کے علاوہ قرض کی ادائیگی حکومت قسطوں میں کرتی رہے۔

مُسلم اُمہ کے سرمایہ کار کی ذمہ داری

مسلم اُمہ کے سرمایہ کار پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صرف اور صرف مسلم ممالک میں سرمایہ کاری کرے۔

مسلم ممالک کے درمیان تجارت کا فروغ

مسلم ممالک کے درمیان تجارت کو فروغ دیا جائے اور تجارتی سامان پر کسی قسم کی کوئی Duty عائد نہ کی جائے اور اس سلسلے میں تجارت سے مسلمان ممالک سب سے پہلے دوسرے مسلمان ملکوں کی ضروریات پوری کریں۔ اس کے بعد اگر مزید گنجائش موجود ہو تو غیر مسلم غریب ممالک کے ساتھ تجارتی رابطہ کیا جائے۔

حج کے موقع پر سالانہ تجارتی میلہ کا انعقاد

حج کے موقع پر ایک تجارتی میلہ منعقد کرنے کا بندوبست کیا جائے اور ہر اسلامی ملک اس میں حصہ لے اپنی مصنوعات وہاں رکھے۔ کیونکہ اتنا بڑا مسلمانوں کا اجتماع حج کے علاوہ ممکن نہیں۔ جہاں حجِ بیت اللہ شریف ایک روحانی سعادت ہے وہاں مسلمانوں کی عملی زندگیوں میں بھی مددگار ہے۔

اگر ہم کسی وقت اسلامی نظام معیشت دنیا کے ایک وسیع خطے پر قائم کر دیں گے تو ہم غیر مسلم ممالک کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور بااثر ہو جائیں گے تو اس وقت ہم باقی دنیا کو بھی اپنے اصولوں کی پیروی پر مجبور کر سکتے ہیں۔ جس طرح سے آج کا سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت ہمیں اپنے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔

سیاسی نظام

عالمی پیمانے پر مسلم اُمہ کو کوئی سیاسی نظام تشکیل دینے کے لئے سب سے پہلے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلامی نظام سیاست و ریاست وحکومت کو اچھے طریقے سے سمجھیں۔ اس بات کی وضاحت کے لئے کنزالعمال میں بیان کیا گیا ہے کہ:

اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہوسکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔

☆ دنیا میں حقیقی امن کے لئے تمام مسلمانوں کو مل کر کام کرنا ہوگا اور آپس میں ایک جماعت بن کر دنیا میں رہیں تو درحقیقت سارا جہاں ان کا وطن ہے اور اگر ان کی صفوں میں کفر کو جگہ مل جائے گی تو پھر ہمیشہ وہ مصیبتوں میں گرفتار رہیں گے۔ کیونکہ کافروں کو سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے ان کے اتحاد کا پیش نظر رہا ہے۔ اگر وہ ان کے اتحاد کو قائم نہ کرنے دینے میں کامیاب رہیں تو کمزور کر کے ان پر ہی حکومت کریں گے اور ذلت و رسوائی اٹھانی پڑے گی۔ اسی لئے مسلم امہ کے سربراہوں کو چاہیئے کہ وہ ہر سال کانفرنس منعقد کریں اور یہ سالانہ کانفرنس حج بیت اللہ شریف کے فوراً بعد وہاں منعقد کریں اور وہاں اپنے فیصلے مل جُل کر کریں۔ مسلمانوں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی بھلائی کے پروگرام بنائیں اگر اس وقت وہ مسلمان یا انسان کوئی باہمی معاملہ طے کریں گے تو نہایت صحیح طریقے سے طے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ بے ریائی سے طے ہوگا۔ اس بارے میں سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ:

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرقوا. (آل عمران ۳۰ ۱۰)

سب مل جُل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔

☆ اسلامی نظام سیاست میں نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص کو انفرادی آزادی دی گئی ہے۔ اسے یہ ضمانت اس وقت تک حاصل ہوتی ہے جب تک وہ اپنی اس آزادی کو دوسروں کی آزادی سلب کرنے یا جماعت کے کسی حقیقی مفاد کو نقصان پہنچانے یا خطرے میں ڈالنے کے لئے استعمال نہیں کرتا۔

☆ آج کی دنیا کے نام نہاد سیاست کے علمبردار مسلمانوں کو بنیاد پرست اور دہشت گرد قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) خانہ کعبہ ہی مسلمانوں کی دہشت گردی کا مرکز ہے اور قرآن دہشت گردی کا سبق دینے والی کتاب ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کو بنیاد اور دہشت گرد قرار دینے سے مسلمان کی شخصیت متاثر نہیں ہوتی۔ مسلمان تو رضائے الٰہی کی خاطر جہاد میں شرکت کرتے ہیں۔ جب کہ سب سے پہلی بار فوجی بیرکوں میں سخت کوشی کا جابرانہ نظام بسمارک (۹۰-۱۸۶۱ء)

نے پروشیا (جرمنی میں رائج کیا) اور پھر ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے ہندوستان میں رائج کیا۔ مغلیہ دور میں ایسا کوئی نظام موجود نہ تھا۔

اگر اب کے مسلمانوں کے پاس کوئی مضبوط سیاسی نظام ہوتا تو وہ ان تمام الزامات کا منہ توڑ جواب دیتے۔ بلکہ ایسی باتیں کرنے والے افراد کے ساتھ مکمل طور پر رابطہ ختم کر دیتے۔ اس لئے اب مسلمانوں کو یہ کرنا ہوگا کہ کسی غیر مسلم کی ایسی سازش کا منہ توڑ جواب دیں۔

☆ غیر مسلموں سے مراسم

سیاسی معاملات میں کسی دوسری قوم کے ساتھ مراسم بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اور ہم آج کے دور میں مغربی اقوام سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور ان کی تعریفوں میں حد سے گذر جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ دوستی اور ہر قسم کے گٹھ جوڑ کرنے پر راضی رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں اللہ پاک نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ واضح کر دیا تھا کہ۔

لاتتخذوٗا عدوی وعدوٌ کم اولیآءَ. (سورۃ الممتحنہ۔۱)

میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔

اسی حکم کی مزید وضاحت سورۃ المائدہ میں موجود اس حکم سے ہو جاتی ہے کہ:

لا تتخذوا الیھود والنصٰریٰ اولیآءَ

نصاریٰ اور یہود کو دوست مت بناؤ۔

اس حکم کے بعد فوراً یہ واضح کر دیا گیا کہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں۔

ان کو دیکھو گے جن کے دلوں میں مرض ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں جا ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے (کہ اگر ایسا نہ کیا) تو ہم پر کہیں زمانے کی گردش نہ آ جائے۔ (المائدہ۔۵۲)

مطلب یہ واضح ہوا کہ مسلمان جب تک وحدتِ ملت پر پوری طرح عامل نہ ہو جائیں گے ان کے دور دراز اور کمزور علاقے غلامی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتے رہیں گے۔ اور باقی ماندہ کو طاقتور غیر مسلمانوں کے دامن میں پناہ کے لئے دست سوال دراز کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ چونکہ سب مسلمان ریاستوں کے باشندے ایک ہی اُمت کے افراد ہیں اس لئے انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسلمان ریاستوں کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کے معاہدات نہ کریں۔

☆ مسلم امہ کے ممالک کی خارجہ پالیسی

تمام مسلم ممالک کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی بقا اور سلامتی کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں مرتب کریں اور اپنے آپس کے مسائل متحد ہو کر حق وصداقت سے حل کریں۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم اور ختم الرسل ﷺ کی سیرتِ عالم انسان اور عالم اسلام کے اندر امن کے لئے رہبری کرتے ہیں۔

☆ مشترکہ دستور/آئین

اسلامی ملکوں میں بلاامتیاز ایک ہی دستور نافذ کیا جائے۔ تاکہ ان کے معاملات میں مساوات ہو اور وہ دستور کسی کا وضع کردہ نہ ہو۔ نہ ہی اس کے لئے غیر مسلم ماہرین کو بلایا جائے بلکہ وہ تو اللہ پاک نے اپنے رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے ہمیں عطا کر رکھا ہے۔ ہم سب مسلمانوں نے صرف اپنی زندگیاں اسی کے تابع رہ کر بسر کرنی ہیں۔

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں' پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

معاشرتی نظام

معاشرتی زندگی وہ جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہتے سہتے' اپنی ترقی و بہبود کے لئے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور اس نظام کے لئے امت مسلمہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ۔

☆ تعصب سے بالاتر سوچ

امت مسلمہ کے ہر فرد کو کسی بھی قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر سوچے اور نہ صرف اپنی ذات اپنے خاندان کے حوالے سے سوچے بلکہ پوری امت مسلمہ کو فرد واحد سمجھ کر معاشرتی مسائل کا حل نکالنا ہوگا۔

☆ معاشرتی برائیوں کا سدباب

امت مسلمہ میں مغربی معاشرے کی یلغار کے بعد سے جن معاشرتی مسائل میں تیزی سے اضافہ ہوا ان میں منشیات' شادی بیاہ کے مسائل' طلاق' جہیز' رشوت' بدعنوانی' چوری' ڈاکہ جیسے مسائل عام طور سامنے آئے۔ اور انہی کی وجہ سے بہت سی اور سماجی ناانصافیوں اور برائیوں نے جنم لیا۔

اسی قسم کے تمام وسائل کے حل کے لئے ہم میں سے ہر شخص کو اپنے ذہن کو امت مسلمہ کے افراد کے لئے صاف کرنا ہوگا کہ اگر یہ مسلمان ہے اس رشتے کے ناطے وہ ہر طرح سے ان کی معاشرتی فلاح کے لئے کام کرے گا۔ اگر ہم ایسا سوچیں گے تو ہم بہت سی معاشرتی برائیوں کا بچاؤ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ مثلاً اگر ہم منشیات کا استعمال کرتے ہوئے کسی شخص کو دیکھیں تو یہ سوچنے کی بجائے کہ یہ تو میرے خاندان/ قبیلے کا فرد نہیں ہے یہ میری ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ سوچے گا کہ اس شخص کو مصیبت سے نکالنا، بحیثیت مسلمان میری ذمہ داری ہے اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تابعداری بھی ہوگی کہ جب کہا گیا کہ:

انما المؤمنون اخوةٌ. (سورۃ الحجرات۔۱۰)

مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اور پھر تمام مومنین اس حدیث مبارکہ کی صحیح تصویر ثابت ہوں گے۔

ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے دیوار کا ہر جز دوسرے جز کو تقویت پہنچاتا ہے۔

☆ معاشرے کے افراد کو بہترین سہولیات فراہم کرنے کے لئے امت مسلمہ کے تمام ممالک مل بیٹھ کر یہ فیصلہ کریں کہ بہترین معاشرتی ادارے جیسے کہ ہسپتال وغیرہ کی سہولیات مسلم ممالک کے اندر ہی فراہم کریں گے اور یہ علاج معالجے کی سہولیات مسلم امہ کے غریب عوام کے لئے مکمل طور پر مفت فراہم کی جائیں گی۔

☆ خواتین کے حقوق کا تحفظ

اسلامی معاشرے میں خواتین کو تحفظ کا ماحول دیا جانا چاہیئے کیونکہ کسی بھی معاشرے میں خواتین کے حقوق کا جس قدر خیال رکھا جائے گا اسی قدر وہ خواتین اپنے فرائض کو بہترین طور پر سرانجام دینے کے قابل ہوں گی اور نئی آنے والی نسلوں کے روشن مستقبل کی خاطر ہمیں خواتین کے معاملہ میں حد درجہ احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمیں سورۂ نور میں بیان کردہ اس حکم کی پیروی کرنا ہوگی کہ:

''جو لوگ پاک دامن' بے خبر' مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو نہ بھول جائیں جب ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ انہیں بھرپور بدلہ دے گا۔ جس کے وہ مستحق ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے' سچ کو سچ کر دکھانے والا۔''

☆ نجی زندگی کے تحفظ کی ضمانت

معاشرے کی بقا اور سلامتی کی خاطر اور اس میں اسلامی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے مسلم امہ کے ہر فرد کو دوسرے فرد کی نجی زندگی کے تحفظ کی ضمانت دینا ہوگی۔ اس بارے میں سورۃ النور میں بیان کردہ اس حکم کی بجا آوری ہر مسلمان پر لازم ہوگی کہ:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ جب تک گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیجو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو موجود نہ پاؤ تو داخل نہ ہو۔ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ (النور ۲۷۔۲۸)

☆ فحاشی اور بے حیائی سے گریز

اسلامی معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی سے گریز کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں صرف زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ تمام مسلم ممالک میں خواتین کے لئے پردہ کرنا لازمی قرار دیا جائے۔ بے شک لباس ہر علاقے کے اپنے رسم و رواج کے مطابق ہو مگر پردے کی پابندی لازمی ہو۔

☆ پرنٹ میڈیا اور T.V پر پابندی لگائی جائے کہ وہ خواتین کی عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیں اور خواتین کو اپنے میڈیا کو چلانے اور پھیلانے کے لئے استعمال نہ کریں۔ بے شک وہ خواتین سے مثبت طور پر کام لیں مگر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے کام کروائیں۔

فحاشی اور بے حیائی کا کام کرنے والوں کے بارے میں قرآن پاک میں سخت وعید آئی ہے۔ جب فرمایا گیا کہ:

"جولوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والے گروہ کے اندر فحاشی پھیلے وہ دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔" (النور۔۱۹)

☆ ایثار و قربانی کا جذبہ

اسلامی معاشرے کی سب سے اہم بات ایثار و قربانی کا جذبہ موجود ہونا ہے۔ ہم ہر سال حج کے موقع پر ایثار و قربانی کا سبق سیکھتے ہیں' اسے اپنے اپنے ملک میں جا کر اس درس کو پھیلائیں۔

☆ اسلامک کنٹریز یونائیٹڈ آرگنائزیشن (I.C.U.O)

یہ ادارہ ہر اسلامی ملک کے اندر سرکاری طور پر مال جمع کر کے اس ادارے کو بھیجنے کے لئے شعبہ قائم کریں۔ تو بلاشبہ تمام مسلم ممالک معاشرتی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے اور متحد رہ سکیں گے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اسلامی معاشرے کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لئے امت مسلمہ کے ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے رہنے کا کام اپنی ساری زندگی کرتے رہیں۔ یہ وہ اصول ہے جس میں کسی قوم کی بقا کا راز مضمر ہے۔ اگر کسی معاشرے میں یہ کام رک جائے تو وہ معاشرہ اپنی ساکھ کھو بیٹھے گا۔

معاشرتی مساوات

اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو مساوات کے اصولوں کے تحت برابر حقوق حاصل ہونے چاہئیں اور ہر فرد دنیا کے معاملات میں دوسرے کے برابر ہو اور اس کے ساتھ مساوات کا سلوک روا رکھا جائے۔

خاندانی نظام کی بقاء

اسلام وہ مذہب ہے جو معاشرے کے ہر فرد کو کارآمد ثابت کرتا ہے۔ نہ تو اس کے نزدیک بچہ کمانے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے اور نہ ہی مرد بڑھاپے کی عمر میں پہنچ کر بے کار ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلامی معاشرے میں خاندانی نظام بہت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اس نظام کی بقاء کے لئے باقاعدہ تحریک چلائی جائے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ایک مضبوط خاندانی نظام میں پل کر جوان ہو۔

اسلامی عدالت انصاف

تمام مسلم ممالک کی مشترکہ عالمی عدالت انصاف کی طرح سے اسلامی عدالت انصاف ہو۔ جس تک مسلم معاشرے کے ہر فرد کی آسانی سے رسائی ہو اور اس میں اسلامی سزاؤں کا نفاذ کریں' ان تمام قدروں کو معاشرے میں قائم کرنے کی ہمیں جدوجہد کرنا ہے اور اپنے معاشرے کی بقا و سلامتی کے لئے کام کرنا ہے۔

اخلاقی نظام

اسلام کا نظامِ اخلاق انسان کو بھلائی اور برائی کی حقیقت کو واضح کر کے یہ بتاتا ہے کہ انسانوں کو آپس میں کس طرح معاملہ کرنا چاہیئے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ نے اپنی آمد کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کے اخلاق کی تکمیل کروں۔

ہمارے نبی پاک ﷺ نے جو نظام اخلاق مرتب کیا اور ہمیں آج کے عالمی نظام کے لئے جو کام کرنا ہوں گے۔

احترام آدمیت

اسلام اخلاقی طور پر مضبوط نظام کی تشکیل کے لئے احترامِ آدمیت کا درس دیتا ہے۔ جبکہ فرمایا گیا کہ:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں' ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ (الحجرات۔۱۱)

غیبت سے گریز

ایک بہترین اور مثالی نظامِ اخلاق میں ہمارا مذہب غیبت جیسی برائی سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔

اور تم ایک دوسرے کی برائی پیٹھ پیچھے بیان نہ کرو۔

بدگمانی سے بچنا

ہمیں مسلم امہ کے معاملے میں ہمیشہ بدگمانی سے بچتے رہنا چاہیئے کیونکہ ہمارے دشمن ہمیں آپس میں بدگمان کر کے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

گمان سے پرہیز کیا کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ (الحجرات۔۱۲)

نیکی کے کاموں میں تعاون

مسلم امہ کے ہر فرد کو دوسرے مسلمان کے ساتھ نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا چاہیئے۔

نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو۔ (المائدہ۔۲)

بدی میں عدم تعاون

مسلم اُمہ کے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ بدی کے کاموں میں تعاون نہ کرنا چاہیئے تا کہ برائی کرنے والا شخص اپنے کام میں تنہا رہ جائے اور وہ بھی برائی چھوڑ دے۔

اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں سے کسی سے تعاون نہ کرو۔ صرف اللہ سے ڈرو اس کی سزا بہت سخت ہے۔

ذرائع ابلاغ میں اخلاقیات

آج کل کا دور ذرائع ابلاغ کی ترقی کا دور کہا جا سکتا ہے اس لئے بطور امہ مسلمہ ذرائع ابلاغ کے ذمہ دار افراد اور ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے مواد یا میڈیا یا چینل کا انتخاب کریں جو راہِ حق کی طرف راہنمائی کریں۔ اگر ذرائع ابلاغ کو اسلام کے ضابطہ اخلاق کا پابند بنایا جائے تو یہ آج کے دور میں مسلم اُمہ کی فلاح کے لئے مثبت کردار نہایت آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔

تعلیمی نظام

عالمی نظام کی تشکیل میں نظام تعلیم انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل اقدامات کرنا ہوں گے۔

وسیع نصاب

نصاب کو وسیع رکھا جائے تا کہ وہ تمام طلباء کی ذہنی ضروریات کو پورا کر سکے اور اس مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم بھی دی جائے۔

تعلیم نسواں اور بالغاں پر توجہ

خواتین کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔ تعلیم بالغاں کے لئے کام کیا جائے۔

استاد کا احترام

استاد کا احترام بحال کیا جائے تا کہ علم حاصل کرنا کار آمد فعل بنے۔

عالمی اسلامی یونیورسٹی

پاکستان میں یہ موجود ہے اور اس میں مزید توسیع کی جائے اور ایسے مزید اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے اور مسلم امہ کے ذہین طلباء کو داخلے اور پڑھائی کے وسیع مواقع فراہم کئے جائیں اور مسلم امہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ مسلمان ملکوں میں تعلیم حاصل کریں تا کہ مسلم امہ کے تعلیمی اداروں کو بھی فروغ حاصل ہو اور مسلم امہ کو ایک مضبوط نظام تعلیم حاصل ہو۔

غرضیکہ اسلام انسانوں کی ترقی و تکمیل کا ایک جامع نظام ہے' جس کی بنیاد روحانی ہے۔ اگر چہ اس میں مادی احوال ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس نظام میں اخلاق' عبادات وعقائد کے علاوہ سیاست بھی ہے اور معیشت بھی' اس میں

ازدواجی زندگی سے لے کر دشمنان اسلام کے خلاف آدابِ جنگ تک بیان ہوئے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات سے ترتیب پائے ہوئے عالمی نظام میں اس کی لازوال قدریں اس کی تنظیم حیات کی بنیاد فراہم کرتی ہیں اور اسی نظام میں انسانوں کو وہ تمام پیدائشی حقوق عطا ہوئے ہیں۔ جو آج اقوام متحدہ نے بذریعہ انسانی حقوق چارٹر کے منظور کر رکھے ہیں اور پھر ان کا پرجوش موئید ہے۔

مسلم امہ کا مسئلہ یہ ہوا ہے کہ وہ اسلام کے حقیقی معاشی نظام پر پوری طرح سے عمل پیرا نہ ہو سکی اور کبھی بھی کسی بھی جگہ پر مکمل طور پر اقتصادی نظام بروئے کار نہ لایا جاسکا تو اس سے یہ ہوا کہ مسلم امہ خود کفیل نہ ہو سکی اس وجہ سے اپنے وجود کی بقاء کے لئے غیر مسلم اقوام کا محتاج و دستِ نگر ہونا پڑا۔ بظاہر تو یہ معاشی مسئلہ تھا مگر اس سے مسلم امہ کو یہ نقصان ہوا کہ وہ انہی اقوام کی مرضی اور طے شدہ شرائط کے مطابق ان سے معاملہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر ایسے مسلم معاشرے جو سیاسی طور پر تو آزاد تھے اور معاشرتی' اخلاقی اور تعلیمی لحاظ سے کسی بھی قسم کی غلامی کے قائل بھی نہ تھے۔ مگر معاشی طور پر غلام ہو گئے اس کے بعد ان کی سیاسی' معاشرتی' اخلاقی' تعلیمی غرضیکہ ہر قسم کی آزادی و خودمختاری بھی بے معنی اور برائے نام ہو کر رہ گئی۔ پھر وہ معاشرے اپنے سیاسی امور اور خارجہ پالیسی آزادانہ طور پر طے کرنے کے قابل نہ رہے اور ذاتی امور کے فیصلے سپر پاور کی مرضی کے مطابق ہونے لگے۔

اس سے یہ ہوا کہ مسلم امہ کو حد درجہ کی مایوسی اور مضمحل حالت نے پست ہمت بنا دیا۔ یہاں تک کہ بعض کمزور دل لوگوں نے اس حالت کو موت سے تعبیر کیا مگر ان شاء اللہ بہت جلد واضح ہو جائے گا کہ یہ موت نہیں بلکہ ایک عارضی کیفیت تھی جو مسلمانوں پر طاری ہو گئی تھی اور بہت جلد تمام مسلم امہ اس عارضی جمود سے نکل کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے گی اور ان کا مستقبل انتہائی روشن اور تابناک ہے۔

آب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب اللہ پاک کے مذہب پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور جن لوگوں کو ابھی تک ایمان نصیب نہیں ہوا انہیں دعوت بھی دیں' اور اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے فرائض کو احسن طریقے سے انجام دیں۔ اور آخرت میں ان کا انعام اپنے رب سے حاصل کریں۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جتنا کسی قوم کا مرکز مضبوط ہو گا اتنی ہی وہ ملت طاقتور ہو گی۔ ہمارا مرکز خانہ کعبہ انتہائی مضبوط اور اللہ کی طرف سے مقرر کردہ مرکز ہے اور یہی وہ مرکز ہے۔ جس نے عرب کے جاہلوں اور اصولِ جہاں سازی سکھائے تو آج بھی اسی مرکز سے پھیلی ہوئی کرنیں دنیا بھر کے مسلمانوں کو یکجا کر کے ایک عالمی نظام کی تشکیل کر کے نا صرف اُمت مسلمہ بلکہ ساری دنیا کے لئے فلاح و خیر کی پیامبر ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں اللہ پاک مسلمانوں پر اپنی مہربانی اور رحم فرمائے اور تمام مسلمان محنت سے انجام کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں پرہیزگاری سے گذاریں اور ایسے عالمی نظام کی تشکیل کریں کہ وہ انسان کے سامنے خیر و شر اور نیکی و بدی کو واضح کر دے اور انسانوں کے لئے نیکی اور سچائی کی راہ کو آسان کر دے۔ یہ عالمی نظام جبری طور پر تو نافذ نہ ہو گا بلکہ فرد کو اس کے ارادے کا اختیار دیتے ہوئے ایسا علم و بصیرت عطا کرے کہ اس سے فرد مسلم کی چشم بصیرت کھل جائے گی اور سیرت محمد ﷺ کی روشنی میں نا صرف اپنی بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کی دنیا و آخرت کو سنوارنے کا کام کرے گا۔ ان شاء اللہ

سرورِ حجاز کی زبانی امت مسلمہ کے لئے یہ دُعا عرض ہے کہ:

ہر سمت ہے ظلمت میری سرکارﷺ کرم ہو
مشکل میں ہے امت میری سرکارﷺ کرم ہو
کب تک بھلا سہتے رہیں باطل کے مظالم
باقی نہیں ہمت میری سرکارﷺ کرم ہو
اس طور نہ دیکھی تھی کبھی اے میرے آقاﷺ
آلام کی شدت میری سرکارﷺ کرم ہو
سرکارﷺ! غلاموں کو تو جینے نہیں دیتا
احساسِ ندامت میری سرکارﷺ کرم ہو
اب تو کسی صورت بھی یہ دیکھی نہیں جاتی
حالات کی صورت میری سرکارﷺ کرم ہو
کیوں میری نواؤں سے اثر ہو گیا زائل
ہو پیکرِ رحمت میری سرکارﷺ کرم ہو

حوالہ جات

۱۔ بشیر احمد صوفی، رموزِ معرفت (دورِ جدید) ناشر محمد صدیق ابراہیم کراچی

۲۔ پروفیسر سید محمد سام، ہند و پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان

۳۔ جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت، ادارہ المعارف کراچی

۴۔ حکیم محمد سعید، تصورِ ریاستِ اسلامی، مقالات مذاکرۂ ملی تعلیمات نبوی ﷺ، تیسری ہمدرد سیرت کانفرنس 1404 ہجری، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

۵۔ حمید نسیم، تعارف الفرقان، عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں، جلد دوم، فضلی سنز اردو بازار کراچی

۶۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی

۷۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل سیرۃ طیبہ ﷺ کی روشنی میں، مقالات سیرت النبی ﷺ، قومی سیرۃ کانفرنس 2002ء، شعبہ تحقیق و مراجع وزارتِ مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد

۸۔ سید طفیل احمد منگلوری علیگ، مسلمانوں کا روشن مستقبل، حماد اکتبی لاہور

۹۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، خلفائے راشدینؓ مکتبہ رحمانیہ لاہور

۱۰۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، جلد اول، دوم، نیشنل بک فاؤنڈیشن

۱۱۔ مولانا عبدالمجید سویدروی، رہبر کامل ﷺ، مسلم پبلیکیشنز

۱۲۔ محمد مظہر الدین صدیقی، اسلام کا معاشی نظریہ، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور

۱۳۔ مشتاق احمد چوہدری ایڈووکیٹ، بین الاقوامی قانون، عزیز پبلشرز لاہور

۱۴۔ وارث سرہندی، علمی اُردو لغت، علمی کتاب خانہ لاہور

۱۵۔ اسلامیات برائے پی سی ایس سی ایس ایس، بھٹی پبلشرز جہلم

۱۶۔ M. Masood' Raza-ul-Hq Badakhshani Gem III, selected Essays for C.SS & P.C.S. Azhar Pblishers Lahore

۱۷۔ Urdu Point.com

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

بیگم بلقیس عبدالوہاب چوہدری۔ اسلام آباد

آج کے اس پر اضطراب دور میں حضور ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے سامان رحمت ، برکت ، سرمایہ راحت و رافت ، سکون قلب و ذہن ہے ۔ آنحضرت ﷺ کے حالات ، حیات اور اسوۂ حسنہ اخلاق و عادات رسول ﷺ کی پوری زندگی اور عہد رسالت ﷺ کے تمام واقعات پوری دنیا کے انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کی مثال اور منبع رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات طیبہ میں ہمارے لیے ایسی روشن مثالیں موجود ہیں جنہیں اپنا کر ہم اپنی دنیا اور عاقبت دونوں سنوار سکتے ہیں ۔ جب تک یہ بزم آب و گل باقی ہے تعلیمات نبوی ﷺ ہمارے لیے رہبر و روشنی کا مینارہ رہے گی ۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی خصوصیت یہ کہ وہ رضائے الٰہی کو مقصود بنا کر انسانیت کے لیے ایسا بلند معیار فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے اخلاقی ارتقاء کے امکانات کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

نئے عالمی نظام کا مفہوم

بین الاقوامی تعلقات میں نئے عالمی نظام کی اصطلاح کا کثرت سے استعمال خلیج کی جنگ کے بعد شروع ہوا۔ امریکہ نے خلیج کی جنگ میں عراق کی شکست کے بعد ایک نیا نظام تشکیل دیا۔ اس نظام کی بنیاد امریکہ نے خلیج کی جنگ سے پیدا ہونے والے حالات سے نمٹنے کے لیے رکھی بلکہ خلیج کی جنگ امریکہ کے اس نئے عالم نظام کا ہی ایک حصہ تھی ۔

نئے عالمی نظام کا مفہوم یہ کہ ہر فاتح سلطنت ہر جنگ کے بعد ایک نیا عالمی نظام تشکیل دیتی ہے جس کے تحت چھوٹی ریاستوں کو اپنا مطیع بنالیا جاتا ہے۔

نئے عالمی نظام کا قدیم پس منظر

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں روم اور فارس دو بڑی سلطنتیں خونریز جنگوں میں محاذ آرا تھیں ۔ دو طاقتی نظام رائج تھا ۔ طاقت کا توازن اس وقت روم اور فارس نے سنبھالا ہوا تھا مگر یہ نظام توسیع سلطنت کی خواہش اور اقتدار کی ہوس پر مبنی تھا۔

نیا عالمی نظام دراصل پرانا نوآبادیاتی نظام ہے

امریکہ کے مجوزہ عالمی نظام کے پس منظر میں امریکہ کو صرف اپنی بالا دستی سے دلچسپی ہے اور وہ کسی معقول تجویز کو بھی اپنے عالمی مفادات کے پس منظر میں مسترد کر سکتا ہے۔ اس نئے عالمی نظام کی ایک ننھی سی جھلکی ہے جس کا نفاذ ان دنوں امریکہ کی خارجہ حکمت کا محور ہے ۔ " یہ مشتے از خروارے " ہے اور مستقبل کی صورت حال کا اندازہ لگانے کے لیے امریکی وزیر خارجہ کا یہ

اعلان ہی کافی ہے ''امریکہ کی طرف سے نئی عالمی نظام کا اعلان در پردہ اقوام متحدہ کو بے بس کر دینے کا اعلان ہے''۔

نیا عالمی نظام۔ امریکی عزائم اور پاکستان

خلیج کی جنگ اگرچہ ختم ہو چکی ہے لیکن اس ایک واقعہ کے ساتھ اس وقت پوری عالمی سیاست منسلک دکھائی دیتی ہے۔ جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی امریکہ کی طرف سے ایک نئے عالمی نظام کا نعرہ بلند کیا گیا۔ جنگ سے پہلے یا جنگ کے دوران اس نظام کا ذکر کہیں سننے میں نہیں آیا تھا اس لیے کہ اگر جنگ سے پہلے امریکہ اپنے مستقبل کے عزائم پر سے پردہ اٹھا دیتا تو صورت حال میں کئی تبدیلیاں رونما ہو سکتی تھیں۔ جس سے امریکی عزائم کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹیں اور مشکلات در آنے کا خطرہ تھا۔ جنگ سے قبل اور جنگ کے دوران امریکہ اور برطانیہ کے بعض ذمہ دار حکام خاص طور پر امریکی وزیر خارجہ اور وزیر دفاع کی طرف سے متعدد موقعوں پر کہا گیا کہ امریکہ خلیج کے علاقے میں جنگ کے بعد بھی قیام کرے گا، لیکن اپنے قیام کو وہ عربوں کے مفادات اور ان کے تحفظ اور ان کے دفاع سے اس طرح منسلک کرتے تھے کہ عرب ممالک کے لیے یہ منصوبہ قابل قبول بن جاتا امریکہ اور اس کے مغربی حلیف خلیج کے مسئلہ کے مستقل حل پر بھی زور دیتے رہے اور کبھی کبھی تنازعہ فلسطین کو حل کرنے کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے۔ اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ امریکہ اس خطے میں اپنے مفادات کے مستقل تحفظ کا بندوبست کرے گا۔ اس لیے امریکی فوج کے قیام کی مدت میں توسیع کی جا سکتی ہے اور دفاعی اخراجات میں عرب ممالک کو بھی یقینی طور پر شریک کیا جائے گا۔ یہ بھی یقینی امر تھا کہ امریکہ صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف اسرائیل کو مضبوط بنا دے گا بلکہ عربوں اور اسرائیل کے درمیان اختلافی مسائل اس طرح طے کرائے گا جس میں اسرائیل کو برتری حاصل رہے اور عرب اس کے مقابلے میں اپنے مفادات سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ عرب ممالک کے دفاع کا قطعی انحصار امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کی فوجی امداد پر تھا لیکن اب وقت کے ساتھ ساتھ امریکی عزاہم کے گمنام گوشے ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس کی پالیسیوں سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ فی الحال اس خطے میں امریکی پالیسیوں کا سب سے بڑا ہدف پاکستان ہے۔ یہ کوئی اتفاق بات نہیں بلکہ امریکہ کی سوچی سمجھی پالیسی کا حصہ ہے۔ اس لیے اس خطے میں تمام مسلمان ممالک سے پاکستان دفاعی اور صنعتی اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی پاکستان سب سے اہم پوزیشن میں ہے۔

امریکی حکام اگرچہ پاکستان کے ساتھ دوستی کی باتیں کرتے ہیں لیکن عملاً وہ پاکستان کے خلاف ایک نیا عالمی نظام قائم کرنے میں مصروف ہیں جس سے پاکستان کا شیرازہ منتشر کیا جا سکے۔ آج کی دنیا میں جبکہ ہر طرف فنی، سیاسی اور ٹیکنیکل تعلیم کا دور ہے۔ امریکہ پاکستان جدید ایٹمی ٹیکنالوجی سے اس حد تک محروم کرنا چاہتا ہے کہ ہم اس کا نام لینا بھی چھوڑ دیں۔ ہمارے سائنس دانوں اور انجینئروں نے طویل محنت شاقہ کے بعد ملک کو دفاعی پیداوار میں خود کفیل بنانے کے لیے جو کچھ کیا ہے اس پر پانی پھیر دے، چنانچہ پہلے تو پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد بند کی گئی پھر پاکستان اور امریکہ کے درمیان فوجی ساز و سامان کی خریداری کے سودے روک دیئے گئے۔ مثلاً ایف ۔۱۶ (F16) طیاروں کی خریداری کے لیے پاکستان پیشگی بھاری رقم ادا کر چکا تھا، لیکن امریکہ نے اس سودے میں بھی ڈنڈی ماری مگر بھارت کے خلاف نہ کوئی شرائط عائد کی گئیں اور نہ ہی اس کے معاملے

میں ایسا طرزِ عمل اختیار کیا گیا لیکن اس نے پاکستان کے بعض دوسرے دوست ممالک کو بھی پاکستان کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔

پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد پر پابندی، پاکستان کے دوست ملکوں کو پاکستان کو امداد فراہم کرنے سے روکنا اور انہیں دھمکیاں دینا، فوجی تیاریوں پر پاکستان کو باہر سے ملنے والی امداد بند کرانے کی دھمکی، پاکستان کے دفاعی استحکام پر موہوم خدشات کا اظہار کہ اس خطے میں جنگی سازوسامان کی تیاری یعنی اسلحہ کی دوڑ کو تیزی سے تعبیر کرنا۔ نیا عالمی نظام امریکی اسلام دشمنی اور مسلم دشمنی کے علاوہ اس خطے کی ایک موثر طاقت کو مفلوج اور بے کار بنا کر اس پر بھارت کو مسلط کرنے کی راہ ہموار کرنے کی سازش ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ کے نئے عالمی نظام میں پاکستان امریکہ کے جارحانہ عزائم کا اولین ہدف دکھائی دیتا ہے۔

نئے عالمی نظام سے ملک میں تخریب کاری کرنے، امن وامان کو درہم برہم کرنے، علیحدگی پسندوں کی حوصلہ افزائی کرنے اور ملک میں خوف وہراس پھیلانے کے لیے پاکستان کے خلاف کئی سازشوں کا انکشاف ہوا ہے۔ عالم اسلام کے خلاف ہر سازش میں امریکہ شامل ہے۔ اسے دنیا کے کسی مسلمان ملک کا دفاعی اعتبار سے مستحکم ہونا پسند نہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو نظریاتی بنیادوں پر قائم ہوا ہے اور اس پورے خطے میں مسلم ممالک کے استحکام اور ان کی ترقی میں معاون ثابت ہوا ہے۔

امریکی حکمت عملی اور جانبداری کے مظاہروں کو مدنظر رکھ کر اگر امریکہ کے نئے عالمی نظام میں پاکستان کا مقام دیکھیں تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کس حد تک امریکی نئی سامراجیت کے دوہرے معیار کی پالیسیوں کا شکار ہے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں امریکہ نے پاکستان کی مدد کرنے کی بجائے بھارت کا ساتھ دیا جس کی وجہ سے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات سرد مہری کا شکار ہو گئے۔

۱۹۷۹ء میں افغانستان میں روس کی مداخلت سے اس خطہ میں امریکی مفادات کو خطرہ پیش آیا تو (Policy of Containment) کے تحت پاکستان نے امریکہ کی بھرپور مدد کی اور افغانستان میں مجاہدین کی تحریک مزاحمت کا بھرپور ساتھ دیا۔ امریکہ نے پاکستان کے ذریعے افغان مجاہدین کی فوجی مدد جاری رکھی جس کے نتیجے میں سوویت یونین کی افواج کو دس سالہ تسلط کے بعد واپسی اختیار کرنا پڑی اور جنیوا معاہدہ عمل میں آیا۔ اس معاہدہ پر دستخط ہوتے ہی امریکہ نے پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد بند کر دی۔

جارج بش کی انتظامیہ تین سال تک یعنی میں یہ تصدیق کرتی رہی کہ پاکستان کے پاس کوئی ایٹمی صلاحیت موجود نہیں مگر جنیوا معاہدے پر دستخط ہوتے ہی امریکہ نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف ایک خوفناک پراپیگنڈہ مہم شروع کر دی۔ امریکہ، بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو بے دست و پا دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے امریکہ کے نئے عالمی نظام کے تحت پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو (Roll Back) کروانے کے لیے پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر سخت لہجے میں تنقید کی اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو "Islamic Bomb" کا نام دے کر اس کی مذمت کی۔ اب یہ پاکستانی حکومت پر منحصر ہے کہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں وہ نئے عالمی نظام کی تشکیل کس طرح کرتی ہے۔

خلیج کی جنگ کے تجزیہ نگاروں نے ابتداء ہی میں یہ بات واضح کردی تھی کہ مقبوضہ فلسطین کی سرگرمیاں عرصہ سے معطل تھیں لیکن تحریک انفاضہ نے دو سال کے مختصر عرصے میں اسرائیل کو ہلا کر رکھ دیا اور اسرائیلی حکام اس تحریک کے رہنماہوں سے مذاکرات کرنے پر مجبور نظر آنے لگے۔اسرائیلی حکومت کے اندر ایسے عناصر پیدا ہوگئے تھے جو فلسطینی عوام کے حقوق کی بات کرتے تھے۔اس تحریک کی سرگرمیوں کے نتیجے میں بیرونی ممالک سے ترک وطن کر کے اسرائیل آنے والے یہودیوں کی تعداد کم اور رفتار بے حدست پڑگئی تھی۔نئے عالمی نظام کا ایک مقصد اسرائیل کے اندر سے اٹھنے ولی آزادی کی اس تحریک کو ناکام کرنا تھا جس میں امریکہ اور اسرائیل کو کامیابی ہوئی۔سرد جنگ میں امریکہ نے روس کو شکست دینے میں سپر ٹیکنالوجی اور اپنی اقتصادی برتری کا فائدہ اٹھایا۔ (۲)

نئے عالمی نظام کی تشکیل

پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ، دوسری جنگ عظیم کے بعد اسرائیل کا قیام اور اب سرد جنگ کے خاتمے پر امریکہ کے نئے عالمی نظام کی تشکیل گزشتہ صدی کے سب سے اہم واقعات اور عوامل ہیں۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل سامراجیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہے۔عالم اسلام کی اجتماعی حیثیت کا خاتمہ امریکہ کی ترجیحات میں سرفہرست ہے اور یہ نئے عالمی نظام کی تشکیل کے تحت تیزی سے اپنے مفادات کی تکمیل میں مصروف ہے۔

نئے عالمی نظام کا تصور امریکہ کی خارجی پالیسی میں اس وقت آیا جب امریکہ اور روس نے جنیوا معاہدے پر دستخط کیے۔جنیوا معاہدے پر دستخط کرنے سے روس سرد جنگ کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا اور امریکہ نے بطور واحد فاتح کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔دنیا میں (Bi-polar) نظام کی جگہ (Uni-polar) نظام نے لےلی اور امریکہ نے نئے عالمی نظام کے تحت اپنی حکمرانی اور سربراہی کو عملاً ایک عالمی نظام کی حیثیت دے دی۔ نیا عالمی نظام امریکہ کی وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کو اپنے مفادات کے تابع بنانا چاہتا ہے۔امریکہ کا نیا عالمی نظام سرامراجیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہے۔اشتراکیت کے خاتمے کے بعد عالم اسلام کی اجتماعی حیثیت کا خاتمہ نئے عالمی نظام کے تحت امریکہ اپنے مفادات کی تکمیل میں کوشاں ہے۔تاکہ وہ عرصہ دراز تک اپنی طاقت کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔

نیا عالمی نظام اور پاکستان کا مقدمہ

امریکہ کے نئے عالمی نظام کے حوالے سے دنیا بھر میں تبصرے اور تجزیے ہورہے ہیں۔پاکستان اس نئے نظام کو جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا میں ہونے والی تبدیلیوں کے حوالے سے دیکھتا ہے۔

اگر پاکستان بھارت کے مقابلے میں خود کو مستحکم کرتا ہے تو چین کو پاکستان کی صورت میں ایک مضبوط اور سچا دوست مل جائے گا جو جنوبی ایشیا میں امریکی نظام کی من مانیوں کے خلاف کھڑا ہوسکتا ہے اور جس کی عوام امریکہ کی مخالف ہے۔پاکستان ایک مرتبہ پھر عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بن جائے گا اور اسلامی احیاء کی تحریکوں کو تیز کرنے کا باعث بن جائے گا۔اگر پاکستانی حکمرانوں کو عوام کی تائید وحمایت حاصل نہ ہوگی تو وہ مضبوط مؤقف اختیار نہیں کرسکیں گے۔ہمیں عالمی رائے عامہ کو مقبوضہ کشمیر

میں بھارتی مظالم سے آگاہ کرنا ہے۔ ساری قوم کو نظریں اسی جانب لگی ہوئی ہیں کہ حکمران اس مقدمے میں اس کی کس انداز سے پیروی کرتے ہیں۔ مقدمہ ہارنے کا مطلب بھارتی بالادستی اور جیتنے کی علامت ایک مضبوط اور خوشحال پاکستان ہوگا۔

امریکہ کا نیا عالمی نظام

موجودہ عالمی نظام میں روس اور امریکہ ہی دو ایسی قومیں ہیں جو سپر پاور کہلانے کے شوق اور زعم میں اپنے مفادات کی توسیع اور تحفظ کی خاطر ہر جگہ مداخلت کرتی نظر آتی ہیں۔ امریکی حکومت بڑے منظم طریقے سے روس کی عالمی طاقت کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی کرتی رہی ہے اور روس کو قریباً اپنا دستِ نگر بنالیا ہے۔ روس جو دنیا بھر کو اناج کی ترسیل میں ہمیشہ اوّل رہا ہے آج خود اپنے عوام کو بھوک سے بچانے کے لیے امریکہ سے گندم درآمد کرنے پر مجبور ہے۔ امریکہ نہیں چاہتا کہ تیسری دنیا کے ممالک بالعموم اور اسلامی ممالک بالخصوص بڑی طاقتوں خصوصاً امریکہ کے طاغوتی شکنجے سے خود کو چھڑا سکیں بلکہ اس کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کی عسکری قوت کو اس حد تک ختم کر دیا جائے کہ ان کی حکومت صرف امریکی صدر کے آنے پر گارڈ آف آنر پیش کرنے کے قابل رہ جائے۔ امریکہ نے پاکستان کو مشورہ دیا کہ اپنی فوج کم کرے۔ اپنے ایٹمی پروگرام کو پرامن وسائل کے لیے بھی نہ حاصل کرے۔ امریکہ نہیں چاہتا کہ پاکستان کسی وقت یا کسی دور میں امریکہ کے نئے عالمی نظام کے لیے رکاوٹ یا چیلنج بن جائے۔ اس لیے وہ پاکستان پر اپنا دباؤ بڑھا رہا ہے۔ پاکستان کو اس مشکل صورت حال سے نکلنے کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیئے جس میں امریکہ پاکستان کو پھنسانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

۱۔ امریکہ کی یہ اولین خواہش اور تمنا ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک کو کسی صورت بھی فوجی اعتبار سے مضبوط نہ بننے دیا جائے ان تمام ممالک کو اقتصادی لحاظ سے بھی کبھی خود کفیل نہ ہونے دیا جائے۔

۲۔ وہ تیسری دنیا میں کمزور جمہوری حکومتوں کے قیام پر توجہ دینا چاہتا ہے۔ جہاں قومیت اور مذہب کا عنصر کم سے کم ہو۔

۳۔ وہ خود مختاری اور خودی کے تصور کو ختم کر کے ہمیشہ کے لیے ان ممالک کو نئے عالمی نظام کے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے تاکہ چھوٹے چھوٹے ممالک کی کنفیڈریشن قائم نہ ہو جائے جہاں مذہب اور بنیاد پرستی کا غلبہ ہو۔

۴۔ نیا عالمی نظام تیسری دنیا کے ممالک کے اتحاد سے پہلے پاکستان، ایران، افغانستان اور روس کا اقتصادی اور سیاسی ڈھانچہ بالکل کمزور کر دینا چاہتا ہے۔

۵۔ امریکہ کی دلی خواہش ہے کہ نئے عالمی نظام کے تحت کوئی بھی مسلمان ملک ایٹمی طاقت نہ بننے پائے اسی منصوبے کے تحت اسرائیل نے چند برس قبل عراق کے ایٹمی ری ایکٹر (Reactor) پر حملہ کیا تھا۔

۶۔ امریکی حکومت کو یہ بھی خدشہ ہے کہ عراق کے ساتھ جنگ کے نتیجہ میں ایران، افغانستان اور پاکستان میں خطرات کا احساس بڑھ جائے گا اور یہ ممالک روس اور چین کیساتھ مل کر نیا بلاک بنانے کی پوزیشن میں ہیں۔

۷۔ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ ہم کشمیر کو بھول جائیں۔ امریکہ کی دلی خواہش ہے کہ نئے عالمی نظام کے تحت پاکستان ور ہندوستان کے تنازعات طے کرائے بغیر دوستی اور تعاون کے معاہدے کرانے میں کامیاب ہو جائے تو مسئلہ کشمیر خود

بخود ختم ہو جائے گا جس سے پاکستان کے کاذ اور مفاد کو نقصان پہنچے گا۔

اٹھو وگر نہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

امریکہ کیا نیا عالمی نظام کوئی نئی چیز نہیں۔ ہر دور میں طاقت ور قوم نے زمانے اور حالات کے مطابق عالمی نظام دیا ہے ۔ بہر حال امریکہ کا موجودہ عالمی نظام پانچ دس برس تک اپنا کرشمہ ضرور دکھائے گا مگر مضبوط اخلاقی تمدنی اور مذہبی بنیادوں کے نہ ہونے سے اس نظام میں ثبات ممکن نہیں۔

عراق کی تباہی نے جہاں تیسری دنیا میں عبرت اور خوف کا عنصر پیدا کیا ہے اس کے تناظر میں بے انتہا نفرت بھی امریکہ کے خلاف پیدا ہوئی ہے۔ امریکی منصوبہ ساز نئے عالمی نظام کا خاکہ نہ مکمل ہونے دیں گے اور نہ ہی واضح ہونے دیں گے۔ (٦)

امریکہ کا نیا عالمی نظام اور مسٹر اوکلے

مسٹر اوکلے مشرقی یورپ کے ان ممالک کے نئے نظام کا ذکر کرتا ہے جو حال ہی میں کیمونزم سے آزاد ہوئے ہیں۔ وہ بھی مغربی یورپ کے ساتھ دوطرفہ تعلقات کے ذریعے کسی نئے عالمی نظام کے تحت نہیں۔ امریکی اور یورپی منڈیوں میں جاپانی اثر کو روکنے کے لیے بھی امریکہ اور یورپی ممالک نئے عالمی نظام کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر صرف ترقی یافتہ ممالک کے دائرہ میں رہتے ہوئے امریکہ جنوبی ویت نام کو ۱۴ سال تک لڑاتا رہا لیکن جب کیمونسٹوں کا زور بڑھ گیا تو اسے تنہا شکست کا سامنا کرنے کے لیے چھوڑ آیا۔ مارکوس سے بیس سال تک ہر قسم کا کام لیتا رہا لیکن جب عوام کا زور بڑھا تو اسے مہمان قیدی بنا کر لے اڑا۔

۔ دنیا کا کوئی ذی شعور آدمی صدام حسین کی غلط پالیسیوں کا طرف دار نہیں بن سکتا۔ امریکہ کے عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نیا عالمی نظام کویت کو آزاد کرانے کی بجائے کچھ اور ہے جن میں چند ایک بالکل واضح ہیں مثلاً:

۱۔ اسرائیل کے مقابلے میں کسی طاقت کو ابھرنے نہ دینا۔

۲۔ مسلم دنیا اور خاص کر عربوں کو تقسیم کرنا۔

۳۔ اتحادیوں، تیل سے مالا مال عربوں اور دیگر اقوام جاپان، آسٹریلیا، کینڈا اور جرمنی سے پیسے بٹورنا۔

۴۔ تیل کے خطے میں اپنے قدم جمانا یا مفت فوجی اڈے حاصل کرنا۔ کیونکہ فلپائن یونان اور اسپین نے اڈے خالی کرنے کے نوٹس دے رکھے ہیں۔

۵۔ برطانیہ، جرمنی، اور کئی دیگر یورپی ممالک میں، امریکی افواج کی کمی کا مطالبہ کر رہے تھے۔

۶۔ بحرالکاہل سے مشرق وسطی میں اپنی فوجی موجودگی کو بڑھانا۔

۷۔ روس اور وارسا بلاک Block کا امتحان لینا کہ ایسی صورتمیں وہ کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

۸۔ ویت نام میں شکست کے بعد سے امریکی افواج اور عوام کا مورال جو شکست خوردہ ہو گیا تھا۔ اسے بڑھاوا دینا۔

۹۔ بطور سپر پاور اپنا لوہا منوانا۔

۱۰۔ اپنے ہتھیاروں کی بالا دستی دکھانا اور ہتھیاروں کی فروخت کے لیے نئی منڈیاں پیدا کرنا۔

امریکہ اگر کسی نئے عالمی نظام کی تلاش میں ہے تو اسے فوجی یا سیاسی نظام کی بجائے معاشی نظام کا ذکر کرنا چاہیئے، پوری دنیا اس کے ساتھ ہوگی۔

نیا عالمی نظام اور آزاد قوم کے خدشات

بین الاقوامی تنازعات کو حل کرنے کے ضمن میں محترم سفیر رابرٹ اوکلے کے خیالات غیر واضح اور پریشان کن ہیں۔ پاکستان کے شہری کی حیثیت سے یہ پریشانی مزید دو چند ہو جاتی ہے جو مقبوضہ کشمیر پر امریکی پالیسی پر حیران بھی ہے اور منتظر بھی کہ نہ جانے کب وہ گھڑی آئے گی کہ جب نئے عالمی نظام میں اصولوں کی پاسداری دوغلی پالیسی سے نجات پائے۔ افغانستان کو طویل جنگ کے بعد نئے عالمی نظام کو متعارف کرایا جارہا ہے۔ یہ حقیقت پریشان کن ہے کہ سلامتی کونسل جو نئے نظام کے حامیوں کے زیر اثر ایک ملک کے خلاف قرار دادیں تک منظور کرتی ہے اور نئے عالمی نظام کو اس حوالے سے دیکھنا ضروری ہے جس کے مطابق امریکی سفیر نے نئے عالمی نظام میں علاقائی تنظیموں کی حوصلہ افزائی کی ہے تاکہ امریکہ عالمی اداروں کو اپنے معاملات اور مفادات کے مطابق استعمال کر سکے۔ نئے عالمی نظام کی اقتصادیات اس کی فوجی پیش بندی سے بھی زیادہ خطرات کی نشاندہی کرتی ہے۔ دنیا اس وقت آئی ایم ایف، عالمی بنک اور اس قبیل کے اداروں کے شکنجے میں ہے۔ پاکستان کا موجودہ جمہوری عمل خود امریکہ کے اداروں نے تسلیم کیا ہے کہ درست ہے اور جمہوریت سوچ پروان چڑھ رہی ہے۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کا نیا عالمی نظام

ہر بڑی جنگ کے اختتام پر فاتح قوم نے اپنا عالمی نظام جاری کیا اور شکست کھانے والی حکومت سے اپنی جیت کی قیمت وصول کی۔ اٹھارہویں صدی میں ۱۷۰۱ء سے ۱۷۰۷ء میں برطانیہ اور فرانس کے درمیان بڑی جنگ "The War of Spanish Succession" ہوئی جس میں فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ایک معاہدے کے طور پر عالمی نظام جاری کیا۔ اسی نظام کے تحت برطانیہ کو جبل طارق (Gibralter) اور سپین (Spain) میں (Important) علاقے ملے۔

۱۔ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۴۸ء تک برطانیہ میں ایک اور جنگ "The War of Austrian Succesion" ہوئی جس میں پھر فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے عالمی نظام جاری کیا اور اپنے مفادات کا تحفظ کیا۔

۲۔ ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ (Seven year War) ہوئی جس کا نتیجے میں ۱۷۶۳ء میں معاہدہ پیرس لکھا گیا اور یہ نیا عالمی نظام کہلایا۔

۳۔ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۳ء تک امریکہ کی سرزمین پر ایک جنگ آزادی لڑی گئی جو "The War of America Independence" کہلاتی ہے۔ اس جنگ میں امریکہ کی ۱۳ ریاستوں نے برطانیہ کی افواج کے خلاف فتح حاصل کی اور اس فتح کے بعد جو عالمی نظام بنا اس سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ (United Statates of America) کی تشکیل ہوئی۔

۴۔ فرانس کی قیادت نپولین کے ہاتھ آئی تو سن ۱۸۰۰ء میں جنگوں کا نیا سلسلہ شروع ہوا تو ۱۸۱۵ء میں (Consent of Europe) کے نام سے ایک عالم نظام لکھا گیا جس میں برطانیہ اور اس کے دوست ملکوں کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

۵۔ ۱۸۵۳ء سے ۱۸۵۶ء تک روس اور یورپ کے درمیان (Crimean War) ہوئی جس کے اختتام پر "کانگریس آف پریس" میں نیا عالمی نظام لکھا گیا اور یورپی ممالک کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

۶۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک پہلی جنگ عظیم ہوئی جسمیں جرمنی کو شکست ہوئی۔ برطانیہ اور اس کے اتحادی فاتح قرار پائے۔ اس جنگ کے اختتام پر (Treaty of Versiles) کے تحت نیا عالمی نظام جاری کیا گیا۔ اس نئے عالمی نظام نے مسلمانوں کی نمائندہ حکومت سلطنت عثمانیہ Ottoman Empire کو جرمنی کا ساتھ دینے کی سزا دی۔ پہلی عالمی جنگ کا اصل ذمہ دار جرمنی تھا مگر جنگ کے اختتام پر نزلہ گرا تو عالم اسلام پر یعنی نیا عالمی نظام تشکیل دیتے ہوئے ملت اسلامیہ کے (World Islamic Cliphate) کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ خلافت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا کر مسلم یکجہتی کے اسلامی نظریہ کو، بحر روم اور خلیج میں غرق کر دیا۔ ان مسلم ریاستوں میں علاقائی، نسلی اور لسانی تعصبات پروان چڑھائے گئے تاکہ آپس میں ان کا اتحاد ختم ہو جائے۔ اس صورتِ حال کی سنگینی کا احساس صرف مسلمانوں کو ہوا تو انہوں نے دور غلامی میں ہونے کے باوجود تحریک خلافت اتنے زور وشور سے چلائی کہ تاریخ ان کو کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ اس مذکورہ عالمی نظام کے جو تباہ کن اثرات مسلم ممالک میں اندرونی اور بیرونی طور پر رونما ہوئے وہ تاریخ کا ایک المناک اور تاریک باب ہے۔ عالمی خلافت اسلامیہ کو (Islamic World Calipahate-) کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ اسی عالمی نظام کے تحت انجمن اقوام (League of Nations) کی تشکیل ہوئی۔

۷۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک دوسری جنگ عظیم لڑی گئی جس میں جرمنی کی قیادت میں اٹلی، جاپان اور رومانیہ تھے اور دوسری طرف برطانیہ کے ساتھ روس، فرانس اور امریکہ تھے۔ اس جنگ میں برطانیہ کو فتح ہوئی۔ امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں کو موت کی وادی میں دھکیل دیا۔ اس دہشت گردی کے ذریعے ایک نئے عالمی نظام کی بنیاد رکھی۔ اس نئے عالمی نظام کے تحت اقوام متحدہ بنی۔

۸۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن امریکہ اور سویت یونین کے ہاتھ آیا اور دو قطبی نظام (Bi.polar System) رائج ہوا اور ایک سرد جنگ کا آغاز ہوا۔

۹۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ نے جس نئے عالمی نظام کی بنیاد رکھی جسے (New Imperialism) کا نام دیا گیا جس کے تحت امریکہ نے ایک اعلیٰ اور برتر قوم ہونے کی حیثیت سے دنیا بھر کی قوموں کی راہنمائی کی ذمہ داری اپنے اوپر لازم کر لی۔

۱۰۔ امریکی کی طرح روس نے بھی اپنے عالمی نظام (Communism) کے پھیلاؤ اور فروغ کو اپنے اوپر لازم کر لیا چنانچہ

ان دو عالمی نظاموں یعنی New Imperialism اور Communism میں ۴۰ سال تک سرد جنگ جاری رہی۔

۱۱۔ امریکہ نے نئی سامراجیت کے مؤثر نفاذ کے لیے Seato, nato اور Ceneto کی تشکیل اور روس نے اپنے عالمی نظام کے نفاذ کے لیے (Warsaw Pakt) تشکیل دیا اور اپنے زیر اثر ریاستوں میں اپنے فوجی اڈے قائم کیے۔

دوسری عالمگیر جنگ کے فاتحین جو عالمی نظام لائے اس کا نزلہ پھر عالم اسلام پر ہی گرا۔ افسوس مغرب پھر پروپیگنڈہ کا شکار ہو گیا اور اس نے کروڑوں مسلمانوں سے مفاہمت کرنے کی بجائے چند لاکھ یہودیوں کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنا کر مشرق وسطیٰ کو آتش فشاں کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد نیا عالمی نظام اس طرح تشکیل دیا گیا کہ فلسطین میں باہر سے یہودیوں کو لا کر اسرائیل کی مملکت بالجبر قائم کر دی جس کے نتیجے میں مسلم ملک بے حد وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود اسرائیل کے ہاتھوں آئے دن انسانیت سوز ظلم و بربریت اور جارحیت کا شکار ہوتے رہے۔ اسرائیل نے نہ صرف بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا بلکہ اسرائیل کے نقشہ میں مسلم ممالک کے کئی علاقے شامل دکھائے۔

ان دونوں عالمی نظاموں کے زیر سایہ رہنے والی قوموں نے کبھی ذہنی طور پر سامراجیت اور اشتراکیت کو قبول نہیں کیا۔ انہیں جب بھی موقع ملا انہوں نے اس سامراجیت اور اشتراکیت کے خلاف نفرت کا اظہار کیا اور منظم سیاسی جدوجہد کے ذریعے اس کی مخالفت کی۔ (۸)

اسلامی عالمی نظام کی مختصر تاریخ

خلافت راشدہ کے بعد خلافت نے اپنی شکل بدلی اور اسلامی ریاست پر زوال آیا۔ اسلامی ریاستوں پر ملوکیت طاری ہو گئی، تو اس وقت سے کوششیں جاری رہیں کہ خلافت راشدہ جو اسلامی عالمی نظام کی تشکیل کی صحیح ترین شکل تھی یعنی تعلیمات نبوی ﷺ کے طریق پر عالمی نظام نافذ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس لیے پانچویں خلیفہ کہلائے کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے کافی عرصہ بعد ملوکیت کو دوبارہ خلافت میں تبدیل کر کے دکھایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلافت راشدہ کی طرز پر تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں عالمی نظام دوبارہ قائم کرنا کوئی ناممکن بات نہیں۔ بعد میں بھی ہر دور میں مخلص اور سچے مسلمانوں نے ہمیشہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں عالمی نظام کی کوششیں کیں۔ اگرچہ اس مقصد کے حصول کے لیے انہیں بڑی سے بڑی سزائیں برداشت کرنا پڑیں اور بڑی قربانیاں دینا پڑیں۔

عالمی نظام اور تعلیمات نبوی ﷺ

آپ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ملوکیت اور بادشاہت کا دور تھا۔ سرزمین عرب کا جنوبی حصہ حبش کے پاس تھا۔ مشرقی حصہ فارس کے پاس اور شمالی حصہ پر سلطنت روم قابض تھی۔ عرب کئی خود مختار قبیلوں میں بٹا ہوا تھا۔ روم اور فارس دو بڑی طاقتیں تھیں مگر عالمی امن قائم کرنے میں بُری طرح ناکام تھیں۔

ان حالات میں حضور ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ایسا عالمی نظام تشکیل دیا جس کی بنیادیں عدل و انصاف، صلح و آشتی، اخوت و مساوات، خدا شناسی اور خود آگاہی پر استوار ہوئی۔ آپ ﷺ نے ایسا عالمی نظام قائم کیا جس میں کوئی دوسرے

فرد کے حقوق کو پامال نہ کر سکے ۔ ہر شخص کی عزت وعصمت محفوظ ہو ۔ ہر شہری کو اپنے رہن سہن اور حصول معاش کے یکساں مواقع میسر ہوں۔ طاقتور کسی کمزور پر ظلم نہ کر سکے اور کوئی فرد اپنے بنیادی حقوق سے محروم نہ رہے ۔ ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہو اور وہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے۔

حضرت محمد ﷺ نے ۱۰ لاکھ مربع میل کے رقبے پر عالمی نظام قائم کر کے دکھایا۔ عدل وانصاف اسلامی حکومت کی بقاء کی علامت ہے۔ اسلامی حکومت غیر مسلموں کی جان و مال، عزت اور بنیادی حقوق کی اسی طرح پاس داری کرتی ہے جس طرح مسلمانوں کی۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے!

''جس کسی نے کسی غیر مسلم ذمی پر ظلم کیا یا اس کے حقوق میں کمی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ اس کو تکلیف دی یا اس کی کوئی چیز اس کی دلی رضامندی کے بغیر حاصل کی تو قیامت کے روز اس کی طرف وکیل بن کر دعوائی دائر کروں گا''۔

خطبہ حجتہ الوداع اور نیا عالمی نظام

جناب رہبر اعظم علیہ الصلوۃ والسلام نے ۲۳ سال کی جدوجہد کے بعد ایک معاشرہ قائم کیا جو قیامت تک کے لیے قابل تقلید رہے گا۔

پوری دنیا کی رہنمائی کے لیے ایک عالمی نظام جاری کیا جس کا باضابطہ اعلان خطبہ حجتہ الوداع میں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

''اے لوگوں! میری بات سنو اور سمجھو۔ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ سب اہل اسلام ایک برادری ہیں۔ کسی شخص پر اس کے بھائی کا مال حلال نہیں جب تک وہ خود اپنی خوشی سے نہ دے۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو''۔

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی کامیابی کا یہی راز ہے کہ آپ ﷺ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عالمی نظام تشکیل دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

''لوگو! خبردار پچھلا عالمی نظام جو استحصال، ظلم ، ناانصافی اور جبر و تشدد پر مبنی تھا آج وہ ختم ہو رہا ہے۔ اسے میں اپنے قدموں تلے روند رہا ہوں اور کائنات انسانی کو نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں''۔(۱۱)

ہادی برحق، خاتم النبیین ﷺ نے ۱۰ھ میں آخری حج ادا فرمایا جسے حجتہ الوداع کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس موقع پر بتاریخ ۹۔ ذی الحجہ میدان عرفات میں جناب رہبر اعظم علیہ الصلوۃ والسلام نے خطبہ الوداع ارشاد فرمایا جو عالم انسانیت کے لیے پہلا باقاعدہ انسانی حقوق کا چارٹر (Charter of Human Rights) اور اقوام عالم کے لیے نیا عالمی نظام (New World Order) تھا۔ خطبہ حجتہ الودع کو تاریخ انسانی میں نئے عالمی نظام (Promulgation of New World) کی حیثیت کیسے حاصل ہوئی اس حقیقت کی طرف آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان (یعنی نظام عالم) کو جس حالت پر پیدا کیا تھا۔ زمانہ اپنے حالات و واقعات کا دائرہ مکمل کرنے کے بعد پھر اس مقام پر دوبارہ آ گیا ہے''۔

یعنی آپ ﷺ اس امر کا اعلان فرما رہے ہیں کہ "عالمی نظام" کے ایک دور کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آج سے دوسرا دور شروع ہو رہا ہے۔ اور میں دنیائے انسانیت کو نظام عالم کے نئے دور کے آغاز پر "خطبہ حجتہ الوداع" کے ذریعے بالخصوص اور اپنی تعلیمات و ہدایات کے ذریعے بالعموم نیا عالمی نظام (New World Order) عطا کر رہا ہوں۔

جاہلانہ نظام کی منسوخی (CANCELLATION OF OLD UNJUST ORDER)

ضروری تھا کہ دور جاہلیت کا ظالمانہ نظام منسوخ کرنے کا اعلان بھی فرماتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"جاہلیت میں جو خون ہوئے وہ سب معاف ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے مقتول ابن ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں"۔

ابن ربیعہ بنولیث کے ہاں شیرخواری کے دن گزار رہا تھا کہ اسے ہذیل نے قتل کر دیا۔ (۱۳)

جس کا پاس کسی کی امانت ہو وہ (عندالطلب) واپس کرے۔ عاریت لوٹائی جائے تحفہ (کا بدل) پھیرا جائے۔ قرضہ چکایا جائے۔ تاوان کا بوجھ ضامن پر ہوگا۔ (۱۴)

"خبردار دورِ جاہلیت کا سارا (ظالمانہ اور استحصالی) نظام میں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا ہے۔ آج سے نظام جاہلیت کے سارے خون (قصاص، دیت اور انتقام) کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور آج سے نظام جاہلیت کے سارے سودی لین دین بھی ختم کیے جاتے ہیں"۔ (۱۵)

ان دو اعلانات کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ خطبہ حجتہ الوداع درحقیقت "نیا عالمی نظام" (Ne World Order) اور (Establishmennt of World Peace) کا اعلان ہی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے خطبہ حجتہ الوداع کے ذریعے انسانیت کو ایسا نیا نظام عطا فرمایا! جو آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نیا نظام آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کو تعلیمات نبوی ﷺ کے عطا کیے ہوئے نئے عالمی نظام کی موجودگی میں کسی اور عالمی نظام کی ضرورت نہیں۔ اس عالمی نظام کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا افتتاح ہوا جس میں خیر، تعمیر اور عدل تھا جو انسان کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا جس میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری اور عالمی امن کا قیام پر امن بقائے باہمی، غلامی سے نجات اور ظلم سے نجات کے سنہری اصول دیئے گئے تھے۔

آپ ﷺ کی عالمی نظام کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام و ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل و غارت او جنگ وجدل میں مبتلا رہتے تھے۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے جاری رہتے تھے اور معمولی معمولی بات پر تلواریں نکل آتی تھیں اور کئی نسلیں خون آشام منظر کی بھینٹ چڑھ جاتی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان حالاتمیں عالمی سطح پر قیام امن کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

"اے بنی نوع انسان! بیشک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام

کر دی گئی ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اور اس مہینہ کی حرمت تمہارے اس شہر میں برقرار ہے"۔

جس طرح تم ایک دوسرے کی بے حرمتی نہیں کر سکتے اسی طرح تم کبھی ایک دوسرے کی جان و مال کے بے حرمتی بھی نہیں کر سکتے۔

آپ ﷺ نے اس حکم کو مزید ان الفاظ کے ذریعے موکد فرمایا!

"خبردار! تم میرے بعد پلٹ کر گمراہ نہ ہو جانا یوں کہ ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگ جانا۔ یہ سب سے بڑی گمراہی ہوگی"۔

معاشی واقتصادی استحصال کا خاتمہ EXPLOITATIONOF ECONOMIC ERADICATION

حضور ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع میں اسی عالمی نظام کے تحت سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے کلیۃً مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا!

ارشاد فرمایا!

"بے شک آج سے ہر قسم کا سود اور سارا سودی نظام منسوخ کیا جاتا ہے۔ تم راس المال کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو، نہ تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ سود اور اس پر مبنی ہر قسم کا اقتصادی استحصال ممنوع ہے"۔ (۱۸)

اسلام کے "اقتصادی اصول حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کی عملی زندگی سے ماخوذ ہیں۔ وہ نظام ایک ایسے ہمہ گیر فلسفے پر قائم ہے جس کا "عالمی نظام" عالمگیر دعوت اور ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے اسی طرح ایک وسیع اور مکمل نظام کائنات کا مدعی ہے، تعلیمات نبوی ﷺ کا منتہائے مقصد صرف دینوی ترقی نہیں بلکہ سعادت ابدی و رضائے الٰہی ہے۔ اس لیے وہ ہر شعبہ زندگی کے لیے عالمی نظام کا طالب ہے۔

عورتوں کے حقوق کا تحفظ PROTECTIONOF WOMEN RIGHTS

تعلیمات نبوی ﷺ کی اہم خصوصیات یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مملکت کے ہر فرد کے حقوق کی مکمل طور پر ضمانت دی جاتی ہے اور ہر باشندے کی عزت کی جاتی ہے۔ ہر شہری عزت و آبرو جائیداد و مال، جسم و جان اور چار دیواری کے تحفظ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

ترجمہ۔ "بے شک اللہ تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے ان کے حقوق پہنچا دو اور جب لوگوں میں تصفیہ کرنے بیٹھو تو انصاف کے ساتھ تصفیہ کرو"۔ (۲۰)

حضور ﷺ نے سابقہ عالمی نظام میں خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمے کا اعلان فرمایا اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی۔ ارشاد فرمایا!

"اے لوگو! بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا"۔

زیردست اور افلاس زدہ لوگوں کے حقوق اور عالمی نظام

(PROTECTION OF RIGHTS OF THE POOR AND DEPRESSED CLASSES)

حضور نے فرمایا!

''لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا۔ زیردستوں کا خیال رکھنا۔ انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا خود پہنتے ہو''۔

اس اعلان نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی اور انسانی طبقات میں غیر فطری تضاد کے خلاف انقلاب آفرین نظام وضع کر دیا۔ حضورﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے انسانیت کو ایسا نیا عالمی نظام عطا فرمایا جو آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔ تاریخ اسلام میں نیا عالمی نظام آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کو آپﷺ کے عطا کیے ہوئے عالمی نظام کی موجودگی میں کسی اور عالمی نظام کی ضرورت نہیں۔

بحیثیت خاتم الانبیاء حضور اکرمﷺ کی زندگی میں ایسا اجتماعی عالمی نظام مرتب کیا جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہو جس کے ذریعے اقوام عروج اور ترقی کی منزلیں طے کر سکیں۔ یہ جامع دستور کامل دین اور مکمل عالمی نظام ہر زمانے کے لیے قابل اعتماد ہے۔ اسلامک ورلڈ آرڈر کے تحت پوری دنیا سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور نظام مساوات و انصاف کے نفاذ کا آغاز ہوا۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل کے تحت خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں ۶۶۱ء عیسوی تک مسلمانوں نے جتنے علاقے فتح کئے وہاں کے غیر منصفانہ اور مستبدانہ قوانین کو منسوخ کر دیا گیا اور وہاں کی آبادی کو ہی اقتدار میں شریک کر لیا گیا۔ بنوامیہ کے دور حکومت سے لے کر سلطنت عثمانیہ تک مسلمانوں نے تعلیمات نبویﷺ کے نئے عالمی نظام کے اصولوں کے مطابق بین الاقوامی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلمانوں پر ہر فاتح نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی داخلہ و خارجہ پالیسیوں کو تشکیل دیا۔

خلیج کی جنگ اور نیا عالمی نظام

گزشتہ صدی خلیج کی جنگ اور اس کے بعد پاکستان سمیت عالم اسلام کو پھر ایک نئے عالمی نظام کا سامنا کرنا پڑا جس نے مسلم ممالک کی کمزور اور بھارت و اسرائیل کو طاقتور بنا دیا۔ جب عراق کے خلاف فوجی کارروائی میں تقریباً تمام مسلمان حکومتوں نے مغرب کی بھرپور حمایت کی، بلکہ سعودی عرب نے اپنی سرزمین پر مغربی افواج کو مدعو کر کے غیر معمولی مفاہمت کا مظاہرہ کیا۔ ہمیشہ نئے عالمی نظام میں مسلم ممالک کو ہی کمزور بنانے کی حکمت عملی کیوں اختیار کی جاتی ہے؟ اس جنگ کے اثرات سے مسلم ممالک بالخصوص پاکستان کی معیشت کو زبردست نقصان پہنچا مگر بھارت اور اسرائیل کو نہ صرف نوازا گیا بلکہ ان کو کھلی آزادی ہے کہ وہ ایٹمی اور کیمیائی ہتھیاروں کا انبار لگاتے رہیں لیکن مسلم ممالک بالخصوص پاکستان پر شدید دباؤ ہے کہ وہ اپنا پرامن ایٹمی پروگرام بھی ترک کر دے۔

الغرض پہلے عالمی نظام کی تشکیل میں مسلم یکجہتی کے نظریہ اور مرکزیت کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ دوسرے عالمی نظام کی تشکیل میں تیل سے مالا مال مسلم ممالک کے قلب میں اسرائیل کی دشمن ریاست قائم کر دی گئی تا کہ اسرائیل مسلم ممالک کو

اپنی جارحیت کا نشانہ بناتا رہے اور مسلمان اپنے وسائل سے مستفید نہ ہوسکیں، ساتھ ساتھ پاکستان کی شہ رگ کشمیر بھارت کے حوالے کردی گئی۔

تیسرے عالمی نظام کی تشکیل میں تیل سے مالا مال مسلم ممالک کے اقتصادی صلاحیت کو تہس نہس کردیا گیا اور یہ خود کار عمل جاری ہے اور پاکستان سمیت ہر مسلم ملک کو اقتصادی، سیاسی اور دفاعی طور پر مضبوط اور خود کفیل ہونے میں رکاوٹیں حائل کی جارہی ہیں۔

نیا عالمی نظام اور پاکستان

پاکستان آج چاروں طرف سے سنگین خطرات کی زد میں ہے۔ مشرق میں بھارت، مغرب میں افغانستان، شمال میں کشمیر اور جنوب میں خلیج کی دھماکہ خیز صرت حال کا سامنا ہے۔ اس چیلنج کے جواب میں ہماری خواہش، کوشش اور دعا یہ ہوگی کہ پورا عالم اسلام تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ تاہم اسلام کا اصول ہے پہلے خود کو پھر اپنے گھر کو درست کرو تو پھر تمہاری دعوت اور جدوجہد کو عالمگیر پیمانے پر قبولیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اب پاکستان کا فوری اور اولین ہدف قومی یکجہتی کا حصول اور اسلامی عالمی نظام ہونا چاہیئے جس کے بغیر ہماری کامیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پوری دنیا اور تاریخ شاہد ہے کہ پاکستان کا قیام صرف اور صرف قومی یکجہتی اور اسلامی عالمی نظام کا مرہون منت ہے اور اس کے بغیر پاکستان کی بقاء اور ارتقاء کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آج پاکستان کے چار صوبے ہیں جبکہ تقسیم ہند سے پہلے درجنوں صوبے، درجنوں ریاستیں اور ان گنت زبانیں اور نسلیں تھیں، جونہی وہاں کے تمام مسلمان متحد ہوئے تو انہوں نے دنیا کے نقشے پر دنیا کی پانچویں بڑی مملکت اور سب سے بڑی مسلم ریاست پاکستان بنانے کا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا۔

اس خطے میں تمام مسلمان ممالک سے پاکستان ہی دفاعی اور صنعتی اعتبار سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے۔ پاکستان ہی اس خطے میں واحد نظریاتی ریاست ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی پاکستان سب سے اہم پوزیشن میں ہے۔ خلیج کی جنگ اگرچہ ختم ہوگئی ہے لیکن اس واقعہ کے ساتھ پوری عالمی سیاست منسلک دکھائی دیتی ہے۔ جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی امریکہ کی طرف سے ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کا اعلان ہوا۔ جنگ کے دوران امریکہ کی عوامی سطح پر سب سے زیادہ مخالفت بھی پاکستان میں ہوئی، اس وقت اگر امریکہ کی مخالفت کو منظم کرنے والی کوئی مؤثر سیاسی قوت میدان میں ہوتی تو پاکستان میں سیاسی تبدیلی کا امکان بھی ممکن تھا۔ چونکہ قیادت مضبوط تھی اور اسے عوام کی اکثریت کا اعتماد حاصل تھا اس لیے کوئی ناخوشگوار صورت حال پیدا نہیں ہوئی لیکن عوام کی اکثریت نے امریکہ کے خلاف جس طرح اپنے ردعمل کا اظہار کیا اس نے امریکی حکام کو چونکا ضرور دیا اور امریکی حکومت یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی کہ حکومتی سطح پر دونوں ملکوں کے درمیان اچھے تعلقات اس وقت تک بارآور نہیں ہو سکتے جب تک ان تعلقات کی جڑیں عوام کے اندر تک پھیلی ہوئی نہ ہوں۔ (۲۲)

اسرائیل کے لیے امریکی حمایت

۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں امریکہ نے اسرائیل کی مکمل سرپرستی اور مدد کی۔ امریکہ نے اسرائیل

کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے بھرپور فوجی اور اقتصادی امداد کا سلسلہ شروع کیا، مشرق وسطیٰ کے باقی تمام ممالک کے مقابلے میں اسرائیل کو کئی گنا زیادہ فوجی اور اقتصادی امداد دی گئی۔ صرف ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۲ء تک اسرائیل نے امریکہ سے 20.6 بلین ڈالر کی امداد حاصل کی۔ اسرائیل امریکی مفادات کے حصول میں اہم کردار کررہا ہے۔ امریکہ کے اسرائیل میں متعین ایک سابق سفیر جن پیٹرک کی اس رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے جو اس نے ۱۹۸۳ء میں سینٹ میں پیش کی تھی، جس میں بتایا گیا تھا کہ اقوام متحدہ کے اجلاسوں میں اسرائیل نے امریکی مفادات اور امریکی نقطہ نظر کی حمایت کی ہے۔

امریکہ اسرائیل تعلقات کو مضبوط بنانے میں سب سے اہم کردار امریکہ کے یہودی سرانجام دیتے ہیں۔ امریکہ میں یہودیوں کی نمائندہ تنظیمیں ورلڈ جیوئش کانگریس (World Jewish Congress) اور امریکہ اسرائیل پبلک افیئرز کمیٹی اور جیوش انسٹی ٹیوٹ آف نیشنل سیکورٹی افیئرز بھی مؤثر ہیں۔ یہ تمام تنظیمیں نہ صرف اسرائیل کی اقتصادی امداد کر رہے ہیں بلکہ امریکہ کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں پر مؤثر طریقے سے اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔

امریکہ اور اسرائیل کئی مشترکہ منصوبوں پر مل کر کام کررہے ہیں۔ امریکہ نے خلیج کی جنگ میں اسرائیل کی اس قدر مدد کی کہ وہ خلیجی جنگ میں سب سے بڑا Beneficiary بنا۔ ۱۹۹۰ء میں امریکہ نے اسرائیل کو تین بلین کی امداد دی۔

امریکہ نے اسرائیل میں یہودیوں کے لیے الگ امداد جاری کی۔ ۱۹۹۰ء میں اس مد میں ۴۰۰ ملین ڈالر کی امداد دی۔ امریکہ نے اسرائیل کو امداد دیتے ہوئے کبھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا نوٹس نہیں لیا۔ امریکہ اسرائیل کی 4.1 بلین ڈالر سالانہ امداد کررہا ہے جو کہ امریکہ کی دنیا بھر کی غیر ملکی امداد کا ۲۵ فیصد ہے۔

اسرائیل وہ واحد ملک ہے جس کی امریکی امداد میں کبھی تعطل پیدا نہیں ہوا۔ فوجی امداد کی صورت میں اسرائیل امریکہ کی کل فوجی امداد کا ۳۶ فیصد وصول کرتا ہے۔ امریکہ سے امداد نہ ملتی تو اسرائیل کے لیے فلسطین کے مقبوضہ علاقوں پر تسلط جاری رکھنا ناممکن تھا اور بیت المقدس بھی آزاد ہو چکا ہوتا مگر نئے عالمی نظام کے تحت نام نہاد امن معاہدے نے فلسطین کی آزادی کی آخری امید بھی ختم کردی۔

نیا عالمی نظام اور اقوام عالم کے تاثرات

دنیا نئے عالمی نظام کی سامراجی یلغار اور استعماری مملکت سازی (Empire Building) کی دراندازیوں پر ششدر، مضطرب اور متنفر ہے۔ "Pew Research" کے تازہ ترین جائزے کے مطابق جس میں دنیا کے ۴۶ ملکوں میں ۳۸ ہزار افراد کے ۶۳ زبانوں میں انٹرویو کیے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ امریکہ سے نفرت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکہ کے ان عالمی تصورات اور اثرات سے اگر برطانیہ کے ۵۰ فی صد عوام متفکر ہیں تو جرمنی میں یہ تناسب بڑھ کر ۸۱ فیصد اور مصر ۸۴ فیصد، برطانیہ میں ۴۴ فیصد، جرمنی میں ۵۴ فیصد اور فرانس میں ۷۵ فیصد افراد نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ ترکی کے ۸۳ فیصد عوام عراق پر حملے کے لیے ترکی کے اڈوں کو استعمال کرنے کے خلاف ہیں۔ لبنان میں ۷۳ فیصد اُردن ۴۳ فیصد بنگلہ دیش میں ۴۴ فیصد اور نائیجر میں ۴۷ فیصد عوام امریکہ سے نالاں ہیں۔

سعودیوں کو بھی امریکہ کی قیادت اور صحافت نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اور ہر ہفتے کوئی نہ کوئی نیا وار کر کے وہ اسے حواس باختہ کیے ہوئے ہیں۔

امریکہ کے دانشور ''جم ہوگ لینڈ'' لکھتے ہیں کہ ''دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ اور پیٹروڈالر کے وافر ذخائر کے غائب ہونے نے سعودی حکمرانوں کو فیصلے کی نازک گھڑی میں لا کھڑا کیا ہے۔سعودی بادشاہت کو انتہا پسندوں سے دست کش ہو جانا چاہیئے...... یا دنیا سے نیست و نابود ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیئے''۔(۲۳)

نیا عالمی نظام اور عالم اسلام

بھارت کے ایٹمی دھماکے کے بعد جب پاکستان نے بھی ایٹمی ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کی تو امریکہ نے پاکستان کو دھمکی دے کر ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول سے باز رکھنا چاہا۔اسی دور میں آر۔ڈی۔ایف کے نام سے امریکہ نے تیز رفتار فوجی دستے تیار کر لیے تھے۔ان کا مقصد مشرق وسطیٰ میں امریکی مفادات کا تحفظ قرار پایا۔

۲۔اگست ۱۹۹۰ء سے لے کر ۲۸۔فروری ۱۹۹۱ء تک کے واقعات سامنے ہیں۔کویت پر عراق قبضے کے بعد امریکہ کے نئے عالمی نظام کا اصل ہدف مسلمان ممالک ہیں۔اس نظام کی تکمیل کے لیے پہلے عربوں کے تیل پر قبضہ کرنا ضروری تھا جو مکمل ہو چکا تھا۔اس لیے امریکہ کوئی موقع ضائع کیے بغیر اپنے اہداف کی طرف تیزی سے پیش رفت جاری رکھے گا۔

نئے عالمی نظام کی بدولت مسلمان ممالک پاکستان، انڈونیشیا، نائجیریا کے ساتھ جدید اور غیر روایتی اسلحہ کی فروخت کی پالیسی اختیار نہ کی جائے اگر اسلحہ کی فروخت ضروری ہو تو اتنی تعداد میں اسلحہ فروخت کیا جائے کہ امن کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ فاضل پرزوں کے معاملے میں انہیں اپنا محتاج بنا کر رکھا جائے اور یہ اسلحہ بھی مغربی ماہرین کی نگرانی میں رہے۔کسی عرب ملک ترکی، ایران وغیرہ کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ امن کے لیے خطرہ بن سکے یا امریکی مفادات کو نقصان پہنچا سکے۔

جب تک مسلمان تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نئے عالمی نظام کا پابند رہے گا ان کی اخلاقی قوت ان کا سب سے مؤثر ہتھیار رہے گا اور مغربی تہذیب اپنے کھوکھلے پن کی وجہ سے اسلامی اقدار کی عظمت کے سامنے سرنگوں رہے گی۔(۲۴)

امریکہ کو نئے عالمی نظام کی سطح تک پہنچانے میں مسلمان ممالک نے اہم کردار ادا کیا ہے اور مسلم حکومتوں کی مدد سے امریکہ دنیا کی سربراہی کے قابل ہوا ہے کیونکہ سرد جنگ میں اشتراکیت کا مقابلہ کرنے کے لیے سامراجیت کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کے سوا کوئی ایسی قوم نہ تھی جو نظریاتی محاذ پر امریکی حکمت علم کا حصہ بن سکتی۔ چنانچہ اس طویل سرد جنگ کے آخری دور میں فیصلہ کن کردار افغانستان کے مسلمان کی جدوجہد آزادی نے ادا کیا۔اس بارہ سالہ تحریک آزادی کے لیے مزاحمت نے دنیا کی ایک بڑی سپر پاور کو جس طرح جھکنے پر مجبور کیا اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔اس لیے امریکہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد، اسلام عقائد و نظریات اور پختہ ایمان سے بخوبی واقف ہے۔اب امریکہ کو سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں کے اسلامی نظریات اور جذبہ جہاد سے ہے کیونکہ اگر یہ جذبے تقویت اختیار کر گئے تو سوویت یونین کی طرح امریکہ بھی کسی وقت اپنے انجام سے دور چار ہو سکتا ہے۔چنانچہ نئے عالمی نظام کے تحت سب سے زیادہ زور مسلمانوں کے اسلامی نظریات اسلامی تشخص اور اسلامی جذبہ

جہاد کو ختم کرنے پر دیا جا رہا ہے۔

نئے عالمی نظام کا پہلا مقصد روئے زمین کو اسلام اور مسلمانوں سے پاک کرنا ہے۔ اس بناء پر اس میں سرفہرست دینی مدارس ہیں جو مسلمانوں کے لیے آخری دینی قلعے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس قلعے میں جگہ جگہ شگاف ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

نئے عالمی کی تشکیل کا مقصد تعلیمات نبوی ﷺ کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ ہے جس کی تمام تر ذمہ داری یہودی میڈیا نے اپنے سر لے لی ہے اور موافق اور مخالف دونوں طرح کی خبریں منصوبہ بند طریقے سے پوری دنیا کو دی جارہی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ روشن کی جارہی ہے۔ اس میں امریکہ و یورپ نے عام طور پر اور ہندوستان نے خاص طور سے اپنی ظاہری اور چھپی ہوئی نفرت و عداوت پوری طرح عیاں کردی ہے۔

قرآن مجید کے معجزانہ الفاظ ہیں

ترجمہ۔ ''بغض اور دشمنی تو ان کے منہ سے ظاہر ہے مگر جو ان کے دل میں چھپا ہوا ہے وہ تو اور بڑھ کر ہے''۔

نیا عالمی نظام عملاً دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی مذموم کوشش ہے۔ گویا صرف مغربی دنیا ہی مہذب دنیا ہے باقی سب وحشت کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں۔ امریکہ نے نئے عالمی نظام کے تحت عالم اسلام میں ایک بھرپور نفسیاتی حملہ شروع کر رکھا ہے جس کے تحت ہر ایک ملک اور تحریک کو بنیاد پرست (Fundamentalist) قرار دے دیا جاتا ہے جو اسلامی عقائد و نظریات پر پختہ ایمان رکھتا ہو، اسی طرح دنیا بھر میں مختلف اسلامی تنظیموں اور تحریکوں کو بنیاد پرست قرار دے کر جرائم کی ایک طویل فہرست ان کے نام منسوب کردی گئی ہے۔ امریکی نئے نظام کی نگاہ میں راسخ العقیدہ اور صحیح العمل مسلمان بنیاد پرست ہیں۔ یعنی ہر وہ مسلمان جو تعلیمات نبوی ﷺ پر کامل ایمان رکھتا ہے وہ امریکہ کے نئے عالمی نظام کے تحت بنیاد پرست بھی ہے اور دہشت گرد بھی۔ نئے عالمی نظام میں امت مسلمہ کے ہر فرد کو سب سے پہلے فیصلہ تو اپنے ایمان اور عقیدے کے بارے میں کرنا ہے آیا وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ اگر تعلیمات نبوی ﷺ کے زیر سایہ زندگی گزارنا چاہتا ہے تو پھر اسے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایمان کی بقاء ہی قرآن وسنت یعنی تعلیمات نبوی ﷺ پر کامل یقین اور ان کی تعمیل میں مضمر ہے۔

امریکہ، ایٹم بم اور پاکستان

امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقات اس قدر گہرے رہے ہیں کہ ہماری داخلہ اور خارجہ سیاست کا امریکی مداخلت کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ امریکہ کے ساتھ تعلقات کا یہ سلسلہ خلیج کے بحران تک جاری رہا۔ پاکستان اور امریکہ کے درمیان یہ تعلق قیام پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا۔ ہماری فوجی، سیاسی اور ثقافتی زندگی رفتہ رفتہ امریکی رنگ میں اس حد تک رنگ گئی کہ ہمارا آئیڈیل امریکہ بن گیا، اسلحہ امریکی ہے، یہاں تک کہ ہماری ایک بڑی چھاؤنی امریکہ نے تعمیر کر کے دی۔

روسی خطرے اور بعض دوسرے مقاصد کے تحت امریکہ پاکستان کو ایک حد تک اہمیت ضرور دیتا رہا لیکن اس کی خارجہ پالیسی میں اہمیت ہمیشہ بھارت کی رہی۔ اس لیے وہ ایٹم بم بناتا ہے یا اور کچھ کرتا ہے تو امریکہ کو چین، روس اور یورپی ممالک کی

طرح اس پر بھی اعتراض نہیں رہا پاکستان تو امریکی موڈ سے اندازہ ہوتا وہ پاکستان کو بھولنا نہیں چاہتا اسے سزا دینا چاہتا ہے اور اس کے ایٹمی پروگرام کو برداشت نہ کرنے کا حتمی فیصلہ کر چکا ہے۔(۲۶)

امریکی نظام نو کی برکتیں

امریکہ کا سابق صدر جمی کارٹر۲۰۰۲ء کے نوبل انعام کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ۱۰دسمبر۲۰۰۲ء میں کہتا ہے کہ" انسانیت نئی صدی میں ایسے عالمی نظام کے ساتھ داخل ہو رہی ہے جسے کسی صورت میں، امن و آتشی کا نظام نہیں کہا جا سکتا"۔ وہ کہتا ہے!

"The world is now many ways ,a more dngerous.plase"

دنیا ایک خطرناک جگہ بن گئی ہے کوئی بھی ملک جنگ (Pre emptive war) کا راستہ اختیار کر کے ان اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ نیا عالمی نظام پوری دنیا اور خصوصیت سے عالم اسلام کو شدید خطرات سے دو چار کر رہا ہے۔ اس کو سمجھنا اور حکمت اور فہم وفراست کے ساتھ منصوبہ بندی کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

گزشتہ تین ماہ میں جو اہم دستاویزات امریکہ کے فیصلہ ساز اداروں نے جاری کی ہیں ان میں سب سے اہم قومی حکمت عملی کی دستاویزات ستمبر۲۰۰۲ء (National Strategy papers) ہیں اس کے ساتھ Nuclear Posture Review اور تازہ ترین دستاویز عمومی تباہی کے ہتھیاروں کے مقابلے کی قومی حکمت عملی دسمبر۲۰۰۲ء کے اہم ترین نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ امریکہ کی انتظامیہ اب نہ اقوام متحدہ کو عالمی سلامتی اور صلح و جنگ کے لئے ایک بالاتر ادارہ تسلیم کرتی ہے اور نہ عالمی رائے عامہ کو کوئی اہمیت دیتی ہے۔

۲۔ نئے عالمی نظام کے تحت جنگ کے اہداف وقت اور نوعیت طے کرنے اور فوج کشی کر ڈالنے کے سارے مطلق اختیار امریکی صدر نے خود ہی اپنے ہاتھوں میں لے لیے ہیں۔

۳۔ گزشتہ کئی صدیوں سے عالمی صلح و جنگ کا نظام جن دو اصولوں پر چل رہا تھا یعنی طاقت کا توازن اور جارحیت وہ دونوں اب، از کار رفتہ ہو گئے ہیں۔ اب نیا اصول Self defence ہے۔ اس کی حد پوری دنیا ہے۔ کوئی بھی افراد، گروہ، اقوام اور ممالک، امریکہ جہاں چاہے اور جس انداز میں چاہے Self Defence کی بنیاد پر حملہ کر سکتا ہے۔ غیر ایٹمی ممالک پر بھی کیمیائی ہتھیاروں کے بہانے حملہ آور ہو سکتا ہے۔

۴۔ چار سو سال سے عالمی نظام جس حاکمیت اعلیٰ (National Soveeignty) کے تصور پر قائم تھا وہ اب غیر متعلق ہو گیا ہے۔ ستمبر۲۰۰۲ء کی قومی سلامتی کی دستاویزات میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ دشمن کے عمومی تباہی کے ہتھیاروں کے ذخائر کا پتا چلانا اس سے پہلے کہ انہیں استعمال کیا جائے، تباہ کرنے کے اختیارات فوجی اور سول دونوں ایجنسیوں کو دیے گئے ہیں۔

۵۔ نئے عالمی نظام کی روشنی میں امریکی صدر نے سی۔آئی۔اے کو یہ اختیار بھی دے دیا ہے کہ مطلوبہ اہداف حاصل کرنے کے لیے ریاست کے سربراہوں تک کو قتل کر سکتی ہے۔ نئے عالمی نظام کے تحت نیا سیکورٹی نظام قائم کیا گیا ہے جس کا بجٹ ۳۹ ارب ڈالر ہے اور جس میں ۲ لاکھ کے قریب عملہ ہوگا۔ ۱۸ ملکوں کو جن میں ۱۷ مسلمان ممالک ہیں۔ دہشت گرد سمجھ کر ان کے شہریوں کے لیے امریکہ میں داخلے پر امتیازی طریق کا اختیار کیا گیا ہے۔ سعودی عرب اور پاکستان کو دسمبر ۲۰۰۲ء اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

۶۔ وزارت دفاع میں ایک نیا شعبہ Information Awareness Office کے نام سے قائم کیا گیا جس کے ذریعے عالمی سطح پر جاسوسی کا نظام قائم کیا جا رہا ہے جو ہر طرح کے خطرات کا سد باب کرنے کے لیے ضروری ہے۔ امریکہ کی یہ پالیسی پوری دنیا اور خصوصیات سے عالم اسلام کو شدید خطرات سے دوچار کر رہی ہے۔ ان کو سمجھنا اور حکمت اور فہم و فراست کے ساتھ منصوبہ بندی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۷۔ امریکی نظام نو کا تصور روس کے زوال سے وابستہ ہے۔

۸۔ اب امریکہ کا دنیا پر راج کرنے کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔

۹۔ پن پوائنٹ بمباری سے عراق کی عسکری و ملی قوت خاکستر ہو کر رہ گئی لوگ خوراک کے علاوہ دوائیوں سے بھی محروم ہو گئے۔

۱۰۔ عراق کے تیل کی برآمد سے جو آمدنی ہو گی اس کا تیس فیصدی جرمانے کی مد میں کاٹا جائے گا تاکہ عراق سر نہ اٹھا سکے۔

۱۱۔ امریکہ کا حکم ہے کہ مشرق وسطیٰ کو نیوکلیر، کیمیکل، بائیولاجیکل ہتھیاروں اور میزائلوں کے پھیلاؤ سے پاک کیا جائے۔

۱۲۔ دنیا اسلام کی نہ ہی متذکرہ بالا ہتھیار بنانے میں کوئی مدد دی جائے گی نہ کوئی پرزہ فراہم کیا جائے گا۔ پاکستان پر پہلے ہی ہر قسم کی بندش ہے۔

۱۳۔ امریکی نظام نو کی برکت سے نوشہرہ ڈپو کسی ان دیکھے میزائل سے پن پوائنٹ کیا گیا جس طرح عراق کے اسلحہ خانوں کو خاک کیا گیا۔

۱۴۔ کیا کوئی عالمی مغربی سودی نظام کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔ جس کے جال میں پاکستان سمیت تمام مسلمان ممالک پھنسے ہوئے ہیں جس کے تار عنکبوت میں اب سوویت یونین کا مکڑا جکڑا جا چکا ہے۔ اگر اسلام کا اقتصادی نظام پیش رکھا جائے تو آپ سے آپ فلاحی نہیں بلکہ انقلابی نظام کہلائے گا جس کا مغربی عالمی نظام سے کوئی جوڑ نہ ہوگا۔ اسلام سودی نظام کے اسی طرح پرخچے اڑا دے گا جس طرح کعبے کالات و منات اور دیگر بتوں سے یکسر انخلاء کروایا تھا۔ تعلیمات نبوی ﷺ صحابیوں کے ہاتھوں میں انقلاب عالم کا باعث بن گئی ہے۔

بے دھڑک کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی (۲۷)

مسئلہ کشمیر اور نیا عالمی نظام

کشمیر کا مسئلہ فلسطین کی طرح بڑی طاقتوں اور عالمی اداروں کے استحصال اور سامراجی ہتھکنڈوں کی بدولت سسک رہا ہے ۔کشمیر کے عوام اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خوداراديت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ بھارت کشمیر میں بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر خلاف ورزی کر رہا ہے۔خون کے دریا بہہ چکے ہیں ، ہزاروں عزتیں لٹ چکی ہیں ۔ لاکھوں جانیں قربان ہوئیں ۔گھر ویران ہوئے مگر امریکہ اور اقوام متحدہ کی ترجیحات میں کشمیر کے عوام کی آزادی کے مطالبہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں کیونکہ یہاں امریکی مفادات کو کوئی خطرہ نہیں ہے اس لیے نئے عالمی نظام کا وادی کشمیر پر اطلاق ہوگا ۔کشمیر کا مسئلہ ۱۹۴۷ء سے اقوام متحدہ کے سرد خانے میں پڑا ہے ۔اس عرصہ میں بھارت نے پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیئے مگر امریکہ اس مسئلے کے حل کے لیے کوئی کردار نہ ادا کر سکا۔

نئے عالمی نظام کے تحت امریکہ جنوبی اشیاء میں بھارت کو وہی کردار سونپنا چاہتا ہے جو اس نے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے سپرد کیا ہے۔ امریکہ بھارت کی ۵۰ ملین ڈالر سالانہ امداد کر رہا ہے اور بھارت کشمیر میں انسانیت سوز مظاہرے کر رہا ہے ۔ بابری مسجد اور درگاہ حضرت بل کے تقدس کی وسیع پیمانے پر توہین کی گئی ہے مگر امریکہ کے اس نئے عالمی نظام میں اس بات کی کوئی حیثیت ہی نہیں ۔ نئے عالمی نظام کے مطابق امریکہ کی خواہش ہے کہ کشمیریوں کی انفاضہ سسک سسک کر دم توڑ جائے ۔

امریکہ کو مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام سے کوئی دلچسپی نہیں۔ سوائے ایسے امن کے اور اس حد تک امن کے جس سے اس کے اور مجموعی طور پر مغرب کے عزائم پورے ہوتے ہوں اور ان کے مفادات کا تحفظ ہوتا ہو۔اس کے پیش نظر حق و انصاف کی بنیاد پر وہاں کے مسائل حل کرنا نہیں ہے ۔مغربی طاقتوں کے نزدیک ،مشرق وسطیٰ میں انسان مرد، عورتیں اور بچے نہیں بستے بلکہ وہاں اس تہذیب اور دین کے وارث اور ماننے والے بستے ہیں جس کے ماننے والے ایک ہزار سال تک مغرب کے لیے سب سے سنگین مسئلہ اور خطرہ بنے رہے۔

پاکستان سے امریکہ کے مطالبات بہت واضح ہیں۔اپنی ایٹمی تنصیبات اور پروگراموں کو بین الاقوامی معائنہ کے لیے کھول دے ورنہ ایٹمی تنصیبات کی تباہی کے واسطے بھارت اور اسرائیل سے اچانک حملے بھی کرائے جا سکتے ہیں ۔ بھارت سے جنگ بھی چھیڑوائی جا سکتی ہے تا کہ سرتابی کا مزہ چکھایا جا سکے اور یہ کہ کشمیر میں جہاد کی حمایت بالکل ترک کر دے اور مجاہدین کی ہر قسم کی امداد سے دست کش ہو جائے ۔ اگر پاکستان ایسا نہ کرے تو اسے دہشت گرد قرار دے کر اس کے خلاف اقتصادی، سیاسی اور فوجی کارروائیوں کا راستہ کھول دیا جائے۔ (۲۸)

نیا عالمی نظام اور تعلیمات نبوی ﷺ

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے!

ترجمہ۔''اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امت وسط بنایا تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ اور رسول تم پر گواہ ہو''۔(۲۹)

مسلمانوں کو تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنا عالمی نظام بنانے کے لیے قرآن و سنت سے رہنمائی مل رہی ہے ۔

قرآن پاک میں صاف صاف ہدایت موجود ہے اور ہمارے حکمرانوں کے لیے حکم ہے۔

القرآن: ''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے''۔

(۳۰) آل عمران ۳:۱۰۴۔

ہمارے حکمران جو نظام محمدی ﷺ قائم کرنے والے ہوں، وہی نیکی کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہوں۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل کر کے نیا عالمی نظام بنایا اور تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا حق ادا کیا تو وہ گوشہ گمنامی سے اٹھ کر متمدن دنیا کے بڑے حصے پر چھا گئے اور انہیں وہ تمام کامرانیاں و سربلندیاں حاصل ہوئیں جن کا اس دنیا میں تصور کیا جا سکتا تھا۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کریں کہ وہ اُن کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے ان کے دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی موجودہ حالت خوف کو امن سے بدل دے گا''۔ (۳۱)

ضرورت اس بات کی ہے کہ آج دین اسلام پر ایمان رکھنے والے حکمران تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نیا عالمی نظام تشکیل دیں اور سچے دل کے ساتھ اسلام کے اصولوں پر عمل کریں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کا صحیح پیروکار ثابت کریں اور اپنے قول و عمل سے حق کا وہ فریضہ ادا کریں جو بحیثیت مجموعی امت مسلمہ پر عائد ہوتا ہے۔

اس کائنات کا خالق و مالک ایک ہے وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اس کی صفات میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ عبادت کے لائق وہی ہے۔ انسان کی جبین نیاز صرف اسی کے سامنے خم ہونی چاہیئے۔ وہ لوگ جو اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کی روح سے متصف ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ وہ ایک آزاد اسلامی معاشرے میں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں عالم نظام تشکیل دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ وہ دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے حق دار ہیں۔ وہ ایک اللہ کے سامنے جھک کر ساری دنیا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ الغرض تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نیا عالمی نظام تشکیل دینے سے پائیدار معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

تعلیمات نبوی ﷺ نے انسان کو وہ عالمی نظام بخشا ہے جس کا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے مستحق ہے۔

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تشکیل پانے والا عالمی نظام کبھی تنگ نظر نہیں ہوتا اس میں صحبت، ہمدردی کسی خاص قوم یا ملک کے لیے نہیں بلکہ عام لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت عام بندوں کے لیے وسیع ہے۔

اسلامی عالمی نظام انسان میں عزم، حوصلہ اور صبر و توکل کی زبردست شان پیدا کر دیتا ہے کیونکہ یہ نظام آپ ﷺ کی تعلیمات

پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ انسان کو قناعت پسند اور بے نیاز بناتا ہے۔ حرص و ہوس مملکت اور رشک و حسد کے جذبات حکمرانوں کے دل سے نکال دیتا ہے۔

اجتماعی طور پر اسلامی عالمی نظام (Muslim World Order) تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں کامل عدل اور صحیح تصورات و مساوات قائم کرتا ہے اور اس سے وحدت آدم کے تصورات پیدا ہوتے ہیں جس کی روشنی میں حکمران ظلم و ناانصافی نہیں کر سکتے۔ اسلام کسی خاص ملک وقوم یا کسی خاص نسلی گروہ کا دین نہیں بین الاقوامی اور عالمگیر نظام (Universal order) کا داعی ہے اس لیے ضروری ہے کہ ایسا نظام حکومت (World Order) بنایا جائے جس کے ذریعے تمام روئے زمین کے وہ انسان جو اس دینی فطرت پر ایمان رکھتے ہیں، مستفید ہو سکیں۔

آپ ﷺ کی حیات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عرب معاشرہ میں جب کفر وجھوٹ عام تھا، آپ ﷺ کو صادق وامین کے القابات سے نوازا گیا۔ اعلان نبوت کے بعد آپ کے اخلاقی جوہر روشن ہوئے، آپ ﷺ عدل، عفو، احسان، رحم و کرم، ایفائے عہد، خوش گفتاری، قناعت، توکل، صبر و رضا جیسے جملہ اخلاق حسنہ سے آراستہ تھے اور آپ ﷺ کی تعلیمات اور فیضان نبوت ہی کا یہ خوشگوار اثر تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے کہ درندہ صفات انسان فرشتہ سیرت بن گئے۔ حضور ﷺ کے دور مدینہ میں جب ایک اسلامی ریاست وجود میں آئی تو آپ ﷺ نے ایسا عالمی نظام نافذ فرمایا جس کے نفاذ سے اسلامی معاشرہ کے تمام ادوار کے معاشروں کے مقابلے میں بے مثال نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ کے عالمی نظام اور تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق مجرم کو سزا دینا اس کے اپنے حق میں بھی بہتر ہے اور معاشرے کے افراد کے لیے بھی رحمت ہے ورنہ بربریت اور درندگی جنم لیتی ہے۔

۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی!

ترجمہ۔ ”عقل وخرد رکھنے والو، تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے“۔ (۳۲)

اسلامی عالمی نظام حکومت کے بارے میں قرآن مجید فرقان حمید میں واضح احکام بیان کیے گئے ہیں۔

ترجمہ۔ ” تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ ہے“۔ (۳۳)

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں جرائم جیسے چوری، ڈاکہ، زنا اور قذف کے لیے بھی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ جو حدود کے زمرے میں آتی ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مجرم کی اصلاح ہو، اور تمام لوگ اس سے عبرت حاصل کریں تا کہ معاشرے میں اصلاح ہو۔ اس کے علاوہ دیگر جرائم اور شرعی و قانونی خلاف ورزیوں پر اسلامی حکومت کے مقرر کردہ قاضی و منصف اپنی صوابدید کے مطابق سزائیں دے سکتے ہیں جنہیں تعزیرات کہا جاتا ہے۔ گویا حدود و تعزیرات کا نظام اخلاقی قدروں کو پامال ہونے سے بچانے اور جرائم کی روک تھام کے لیے نافذ کیا گیا۔

تعلیمات ﷺ کے رہنما اصولوں میں سے ایک اصول اخوت ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں جس کا عملی

مظاہرہ حضورﷺ نے ہجرت مدینہ کے فوراً بعد ''مواخاۃ'' کے ذریعے کیا اور قرآن مجید میں ارشاد ہوا!

ترجمہ۔''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو''(۳۴)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں!

ترجمہ۔''اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی اور بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے''۔(۳۵)

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ تعلیمات نبوی ﷺ میں اتنی جامعیت اور کاملیت ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر موڑ پر زریں اصول عطا کیے گئے ہیں۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

ترجمہ''درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک نمونہ ہے''۔(۳۶)

انسانی فطرت ہے کہ انسان اپنی عملی و اخلاقی زندگی میں اپنے روزمرہ کے معاملات میں کسی نہ کسی نمونے کا طالب رہتا ہے۔انسان چاہتا ہے کہ جو کارنامہ سرانجام دوں اس میں میرے لیے کوئی بہترین نمونہ سامنے ہو، تاکہ اسے سامنے رکھ کر مثال بنا کر وہ کام کروں۔ نئے عالمی نظام میں حضورﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ دل پسند اور محبوب ترین نمونہ ایسا نمونہ جسے مومن خوش دلی، محبت اور چاہت سے اختیار کرتا ہے اور اسے اسی انداز و اطوار سے اختیار کرنا بھی چاہیئے اور یہی تعلیمات نبوی ﷺ کا تقاضا بھی ہے۔

اسلام کا عالمی نظام مومنوں کے لیے زندگی کے تمام معاملات میں چاہے یہ زندگی کے کسی گوشہ سے اور زندگی کے انفرادی و اجتماعی کسی بھی پہلو سے تعلق رکھتے ہوں، حضور پُر نورﷺ کی تعلیمات کو نمونہ بنانے اور آپ ﷺ کی پوری طرح پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے۔اسلام کا عالمی نظام ایک عملی (Practical) نظام ہے صرف نظری نہیں ہے بلکہ عملی بھی ہے اس لیے کہ نظریات جب تک صرف نظریات ہوں اس وقت تک نہ ان کے حسن و قبح کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور نہ ان میں کشش و جاذبیت پائی جاتی ہے کہ کسی عمل کو اجاگر کر سکیں۔

اسلامی عالمی نظام فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ تو نظام حیات ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے اور ہر گوشہ زندگی کے لیے ہدایت دیتا ہے اور ہر مرحلے پر پیغام دیتا ہے۔اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیمات پر کاربند ہونا اس وقت تک آسان نہیں ہے جب تک عملی نمونہ ہمارے پاس نہ ہو۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لیے اپنے رسول ﷺ کو منتخب فرمایا اور حضور اکرم ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ خود ارشادات خداوندی پر عمل کر کے دکھائیں اور عمل کرنے سے زندگی میں جو زیبائش اور نکھار پیدا ہوتا ہے اس کا عملی نمونہ پیش کریں تاکہ حق کے متلاشی قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھ اس پر یکسوئی اور خوش دلی سے عمل پیرا ہو جائیں۔

مدینہ منورہ میں آمد کے بعد آپ ﷺ کی حیثیت ایک سربراہ مملکت کی تھی اس حیثیت سے حضورﷺ کی ذات گرامی دنیا بھر کے حکمرانوں، سربراہوں اور بادشاہوں کے لیے ایک مکمل نمونہ تھی۔آپ ﷺ نے نیا عالمی نظام تشکیل دیا اور اسلامی نظام

کی روشنی میں مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کا اہتمام فرمایا۔

اسلام کے نئے عالمی نظام نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے جس طرح مشاورت کی اہل معاہدہ سے معاہدوں کی پابندی کی، سفارتوں کا بندوبست کیا، ریاست مدینہ کے خدوخال متعین فرمائے اور بیرونی سفارتوں کے لیے اصول وقوانین وضع فرمائے۔ اس سے آج کی مہذب دنیا کے ترقی یافتہ حکمران رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ خالق کائنات نے بنی نوع انسان کے لیے اسلامی نظام میں حیات طیبہ کو نمونہ عمل قرار دیا ہے۔ حضورﷺ کے امتیوں پر لازم ہے کہ زندگی کے تمام انفرادی واجتماعی افعال اور معاملات جیسے تمدن وتہذیب اور حکومت وسیاست الغرض ہر بات میں آپﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اسوۂ حسنہ کو اپنے لیے نمونہ بنائیں اور ان پر عمل پیرا ہوں تاکہ کامل مسلمان بن کر دنیا اور آخرت میں سچے اور اچھے مسلمان ثابت ہوں۔ (۳۷)

اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ذمے یہ حق ہے کہ جو نظام ہدایت اس کی طرف سے آئے بندہ اس کو سچے دل سے تسلیم کر لے۔ یہ حق حضرت محمدﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ادا ہوتا ہے۔

نبی کریمﷺ کا ارشاد گرامی ہے!

''تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہشات کو اس دین کے تابع نہ کر دے جسے میں لے کر آیا ہوں''۔ (۳۸)

عام معاشرے کے حقوق ہر ایک فرد پر، ممالک کے آپس میں بین الاقوامی، حکومت کے رعایا پر اور رعایا کے حقوق حکومت پر اور اس قسم کے بہت سارے انسانی حقوق ہیں جن کو اسلامی قانون نے تحفظ فراہم کیا ہے اگر اس دنیا میں صحیح اسلامی نظام حکومت نافذ ہو جائے تو یہ دنیا ان تمام حقوق کے محفوظ ہونے پر ایک جنت کی مانند ہو جائے اور ساری مخلوق خدا امن وسکون کی زندگی گزارے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی اسلامی عالمی نظام قائم کرنے کی توفیق دے۔ ''امین''

دنیائے اسلام کا سیاسی استحکام اور مستقبل

کوئی امت جب تک وہ سیاسی طور پر مستحکم نہ ہو یا کم از کم مستحکم ہونے کی جدوجہد نہ کرتی رہے پائیدار نہیں ہو سکتی۔ تعلیمات نبویﷺ کی روشنی میں حضور اکرمﷺ نے جس طرح دیگر امور میں کچھ سنہری اصول دیئے ہیں ان میں سے اہم ترین شورائی نظام ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست نہ صرف اپنے ریاستی امور میں اس اصول کو اپنائے، بلکہ تمام اسلامی ممالک ایسی مجلس قائم کریں جو مسلمانوں کے ایک بلاک (Block) کی حیثیت سے تمام ممالک کی مشاورتی کمیٹی ہو اور مخالفین اسلام کا حربوں اور چالوں کا مؤثر حل تلاش کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اب مسلمان بیدار ہو رہا ہے۔ اسلامی ممالک اس بات کو شدت سے محسوس کر رہے ہیں کہ آپس میں مل بیٹھ کر اپنے مستقبل کا لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ مسلمان تعلیمات نبویﷺ کا وہ عالمی نظام اہل دنیا کے سامنے پیش کریں جس کے تحت مسلمانوں نے دنیا پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ اس مقصد کے لیے بہت سے اسلامی ممالک میں ''تعلیمات نبویﷺ کی روشنی میں اسلامی عالمی نظام کے تشکیل'' کی تحریکیں چل رہی ہیں اور انہیں عوام کی جانب سے بے پناہ تائید حاصل ہے۔

نیا عالمی نظام اور سیاسی بصیرت

سرور کائنات ﷺ کی سیاسی بصیرت کا ثبوت تحریری عہد نامہ ہے اسے میثاق مدینہ (نیا عالمی نظام) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی اہم شرائط، جن سے مسلمان آج بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۔ یہ عہد نامہ (نیا عالمی نظام) مدینہ اہل اسلام اور ان دیگر مسلمان گروہوں کے مابین ہے جو مدینہ اور اس کے گردونواح میں قیام امن کے خواہاں ہیں۔

۲۔ سب شرکائے معاہدہ ایک جماعت ہوں گے۔

۳۔ مسلمانوں کے قلبی رفیق صرف مسلمان ہوں گے۔

۴۔ بیرونی حملہ کی صورت میں فریقین مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

۵۔ فریقین ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

۶۔ اس عالمی نظام کو تسلیم کرنے والے مدینہ کو حرم تسلیم کریں گے اور میں فساد برپا نہیں کریں گے۔

۷۔ وہ ایک دوسرے سے نیک نیتی، خیر خواہی اور بھلائی سے پیش آئیں گے۔

۸۔ اہل ایمان مقروض مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

۹۔ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص ظلم وتعدی کا مرتکب ہوگا تو سب مسلمان اس کی مخالفت کریں گے۔

۱۰۔ کوئی فریق قریش کو پناہ نہیں دے گا۔

۱۱۔ ایک فریق کے حلیف دوسرے کے بھی حلیف سمجھیں جائیں گے۔

۱۲۔ فریقین کے مابین جھگڑے کی صورت میں رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

۱۳۔ فریقین کو مذہبی آزادی ہوگی۔

۱۴۔ ہر گروہ اپنے ملک کے امن وامان کا ذمہ دار ہوگا۔

۱۵۔ دانستہ قتل کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔

۱۶۔ ہر مجرم اپنے مجرم کا ذمہ دار ہوگا۔

۱۷۔ مشترکہ جنگوں میں یہود اور مسلمانوں کے اخراجات مشترکہ ہوں گے۔(۴۰)

یہ معاہدہ اسلام کے سیاسی نظام میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور نیا عالمی نظام آنحضرت ﷺ کی سیاسی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ نہ صرف عرب بلکہ ساری دنیا میں اس منشور نے سیاسی فکرونظر کی بنیاد رکھی۔ رنگ ونسل کے امتیازات مٹا تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں دین اسلام اور عقیدہ توحید کو اتحاد وقومی کی اساس قرار دیا۔(۴۱)

کتب سیرت کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو عالمی نظام عطا فرمایا اس میں گہرائی اور وسعت زیادہ ہے اور اس میں جامعیت پائی جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے عالمی نظام کی حیثیت کو خود ہی اس قدر واضح کر دیا ہے کہ

اب ہمیں اس سے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جارج سیل جیسا متعصب عیسائی مورخ لکھتا ہے!

''دنیا میں اسلامی عالمی نظام کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی جس کی نظیر موجود نہیں، اسے نہ صرف عربوں نے قبول کیا بلکہ جہاں کہیں اس کا غلغلہ بلند ہوا وہیں گردنیں جھک گئیں لیکن کیوں؟ اسلامی عالمی نظام کو جس شخصؐ نے مقرر فرمایا تھا۔ اسؐ کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا جو اپنے جیسے انسانوں کی مصیبت دیکھ کر تڑپ جاتا تھا''۔

ہمارا ماضی

ہمارا ماضی یقیناً تابندہ و درخشندہ تھا اور ہم ہر لحاظ سے اور اعتبار سے انتہائی اہمیت کے حامل تھے۔

ہمارا حال

ہمارا حال روبہ زوال ہے جس کی بڑی وجہ ہماری بے حسی و بے نیازی ہے۔ اسلامی تمدن کے عالمگیر اثرات کمزور پڑ چکے ہیں۔ اس لیے ہمارے حال میں ماضی کی وہ تابانی و درخشانی مفقود ہے جو مسلمان کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔

ہمارا مستقبل

مستقبل کے بارے میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ان شاء اللہ العزیز وہ تابندہ ہو درخشندہ ہے اس لیے کہ پاکستان کا وجود میں آنا ایک نظریاتی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اس انقلاب میں فیصلہ کن قوت اسی نظریہ کی تھی اور اسی سے پاکستان وجود میں آیا۔

بانی پاکستان کے الفاظ

''پاکستان کا مقصد آزادی کا حصول ہی نہیں بلکہ اسلامی نظریۂ حیات اور اس کا تحفظ ہے مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنی تہذیب، اپنی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں''۔

قیام پاکستان کی جدوجہد کے دوران قائداعظم نے نہایت واضح الفاظ میں بتایا کہ'' ہمارا نصب العین ایک'' اسلامی ریاست'' کا قیام ہے۔

پاکستان قائم ہونے کے بعد بڑے فخر کے ساتھ وہ اسے ''مسلم اسٹیٹ آف پاکستان'' اور ممتاز ترین اسلامی ریاست کے نام سے موسوم کرتے رہے۔ ان کی آرزو تھی کہ ہر مسلمان اپنے دل میں اس بات پختہ عہد کرے کہ پاکستان کو اسلام کے مضبوط قلعہ کی حیثیت سے تعمیر کرنے کے لیے اگر ضرورت ہوئی تو میں اپنا سب کچھ قربان کر دوں گا''۔

ہمارے رسول اکرم ﷺ عظیم ترین قانون دہندہ (Law-Giver) تھے۔ ہمارا مذہب ایک ایسا عالمی نظام حیات عطا کرتا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے اور ہم انہی نظریات کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری نجات ان زریں اصولوں پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے جو ہمارے رسول اکرم ﷺ نے ہمیں دیئے۔

تحریک پاکستان قومیت کے ایک نئے تصور کی داعی تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا تھا اور جسے علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا تھا!

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی (۴۲)

پاکستان، نظریاتی قومیت کے استحکام پر قائم ہے اور اس کے قیام و بقا کے لیے اسلامی عالمی نظام کی ترویج و تکمیل ناگزیر ہے۔ جب تک تعلیمات نبوی ﷺ موجود ہیں مسلمانوں کی تاریخ موجود ہے۔ علامہ محمد اقبال، بانی پاکستان اور علماء دین کے ارشادات موجود ہیں، تحریک پاکستان کی یادیں موجود ہیں، مسلمان کا تہذیبی پس منظر موجود ہے۔ مسلمانوں کے تاریخی مزاج کو یکسر بدلنا قطعاً محال ہے۔ پاکستان جن وعدوں کے ساتھ وجود میں آیا ہے، اس کا لازمی نتیجہ ہے، کہ اندرون ملک اور بیرون ملک مسلم عوام کی نظریں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ بدقسمتی سے خود ملک کے اندر ایک طبقہ اس کو پسند نہیں کرتا۔ تعلیمات نبوی ﷺ کے تحت اسلام انسان کو جن حدود قیود کا پابند بنانا چاہتا ہے وہ ان کی طبع نازک پر سخت گراں گزرتا ہے۔ مغربی تعلیم اور مغربی انداز حیات نے ان کو جس انداز زیست کا خوگر بنا دیا ہے وہ اسلامی اسلوب حیات اختیار کرنے سے مانع ہے۔

پاکستان کے عوام کی ایک غالب اکثریت دینی جذبات واحساسات سے بہرہ مند ہے اور پاکستان میں نیا عالمی نظام تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تشکیل دینے کی حامی ہے۔ (۴۳)

ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، اگر ملک کو اندرونی استحکام حاصل نہ ہوا اور عالم اسلام میں اسے کوئی وقعت نصیب نہ ہوسکی تو پاکستان عالمی میدان میں باوقار پوزیشن حاصل نہیں کر سکے گا اور خود اندرون ملک اس کے استحکام اور عالم اسلام میں ایک بلند مقام کے حصول کا انحصار سراسر اس بات پر ہے کہ پاکستان میں عالمی نظام، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تشکیل دیا جائے۔ ہم ایک آزمائش میں مبتلا ہیں اور دنیا کے سامنے خود اپنے وعدوں کی کسوٹی پر پرکھے جا رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس میں کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔ اگر اس آزمائش میں ہم کامیاب نکلتے ہیں تو پھر ترقی کے تمام راستے ہمارے لیے کھلے ہوئے ہیں اور اگر خدانخواستہ ہم اس میں ناکام رہتے ہیں تو ہمارا مستقبل کس قدر تاریک ہوگا۔ اس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں!

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل پہ گامزن محبوب فطرت ہے (۴۴)

کتاب حدیث کو اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ سرور کائنات ﷺ نے کس طرح خاک وخون رنگ اور زبان، پستی اور بلندی کی تفریقوں کو مٹایا، انسان اور انسان کے درمیان غیر فطری امتیازات کی تمام سنگین دیواروں کو مسمار کیا اور انسان ہونے کی حیثیت سے تمام بنی نوع آدم کو یکساں قرار دیا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

ترجمہ۔''اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اس کے رنگ سے اچھا کس کا رنگ ہے''۔(۴۵)

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نئے عالمی نظام کی تشکیل خالص عقلی بنیادوں پر قائم کرنے کی ساری نوع بشری کی دعوت ہے جو اس دعوت کو قبول کرے وہ قوم ایمان اور اسلام کی ہے اور اس کے سب افراد ایک امت ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:''مدینہ قرآن سے فتح ہوا''

ہماری بقا، اسلامی عالمی نظام

نیا عالمی نظام دراصل امت مسلمہ کے موجودہ زوال کو دائمی بنانے اور رہی سہی غیرت وحمیت بھی ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کی ایک گہری سازش ہے۔اب امت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے دو ہی ممکنہ راستے ہیں۔ایک تو یہ کہ تمام حالات جاننے اور سمجھنے کے باوجود محض اس لئے لاتعلق رہے کہ میں اکیلا فرد کیا کر سکتا ہوں۔اس طرح نہ صرف خود بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی ذلت و رسوائی کے گہرے کنویں میں دھکیلنے کے عمل میں بالواسطہ شریک ہو جائے یا پھر اپنے محدود دائرہ عمل میں رہتے ہوئے تاریک مستقبل کو روشن بنانے کے لیے کمر ہمت باندھ لے اور وہ سب کچھ کر گزرے جو کر سکتا ہے۔اس طرح اپنی جدوجہد کو محدود نہ رہنے دے بلکہ عالمگیر سطح پر غلبہ اسلام کی بحالی کی عظیم جدوجہد میں بدل دے۔

بقول شاعر مشرق محمد اقبال:

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے(۴۶)

مسلمان تنہا نہیں ایک عظیم ملت ہیں۔اپنا عمل کو کبھی محدود نہ سمجھیں اپنے زاویہ نگاہ بدلیں۔اپنی جدوجہد کو فقط اپنی ذات تک محدود کر کے اس کی افادیت کو بے اثر تصور نہ کریں بلکہ عالم اسلام کی سوچ ان کے فکر اور عمل میں تبدیلی پیدا کریں۔اس طرح آپ اپنے اندر عظیم قوت وتوانائی محسوس کریں گے۔پھر آپ کو اپنی جدوجہد اور قوت محدود اور بے اثر نہیں بے انتہا اور نتیجہ خیز دکھائی دے گی۔تمام مسلم ممالک کو مل کر نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہیں۔

بقول علامہ محمد اقبال شاعر مشرق:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں (۴۷)

ملی وحدت کی روح

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نیا عالمی نظام تشکیل دینے کے لیے ملی وحدت کی تعمیر اشد ضروری۔تمام عالم انسانی میں، جہاں جہاں سے اچھا اور مضبوط مسالہ ملا اس کو چھانٹ لیا۔ایمان اور عمل صالح کے پختہ چونے سے ان متفرق اجزاء کو پیوستہ کر دیا اور ایک عالمگیر قومیت کا محل تعمیر کیا جو سارے کرہ ارضی پر چھایا ہوا ہے۔ملی وحدت کی روح یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان اولادِ آدم ہیں۔ملت اسلامیہ کے تمام افراد میں فکری اتحاد پایا جاتا ہے۔(۴۸)

رسول کریم ﷺ کی آخری وصیت

رسول اللہ ﷺ کو اپنے آخری زمانہ میں سب سے زیادہ خطرہ جس چیز کا تھا ہو یہ کہ کہیں مسلمانوں میں جاہلی عصبتیں پیدا نہ ہو جائیں ۔اسی لیے حضورؐ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ ''کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم پھر کفر کی طرف پلٹ کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو''۔(۴۹)

میدان عرفات کے خطبہ میں عام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا:

''سن رکھو کہ امور جاہلیت میں سے ہر چیز آج میرے قدموں کے نیچے ہے۔عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں ہے۔تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے تھے۔سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔جاہلیت کے سب دعوے باطل کر دیئے گئے۔اب تمہارے خون اور عزتیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے کے لیے ویسے ہی حرام ہیں جیسے آج حج کا دن اس مہینہ اس شہر میں حرام ہے۔سنو! اگر کوئی نکٹا حبشی بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا''۔(۵۰)

اس سے مراد ہے کہ جو کوئی امیر کتاب اللہ کے مطابق عالمی نظام تشکیل دے تو بے شک حبشی ہو تم اس کی اطاعت کرو۔

حضرت علامہ اقبالؒ:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک (۵۱)

نیا عالمی نظام اور تیسری دنیا

ان دنوں جبکہ بار بار ہمیں نئے عالمی نظام کی نوید سنائی جاتی ہے راشد کی ایک نظم ''من و سلویٰ'' نے مغرب کے باب میں ہماری اس ذہنی تہذیبی اور اقتصادی دریوزہ گری کو اجاگر کیا ہے۔من و سلویٰ میں لکھا ہے:

ایک ہی آہنی کمندِ عظیم
پھیلی ہوئی ہے
مشرق کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک
میرے وطن سے تیرے وطن تک
بس ایک ہی عنکبوت کا جال ہے جس میں
ہم ایشیائی اسیر ہو کر تڑپ رہے ہیں (راشد)

اپنے اختتام پر یہ صدی ہمیں ورثے میں ایک نیا عالمی نظام دے کر جا رہی ہے۔تیسری دنیا کو پھر ایک امتحان در پیش ہے۔اس نظام میں صنعتی طور پر زیادہ ترقی یافتہ ممالک کے علاوہ جاپان اور آسٹریلیا بھی شامل تھے۔اس عالمی نظام کے عالمی مفادات کی راہ میں سوشلسٹ نظام حائل تھا۔سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مغرب کا پرانا عالمی نظام فتح یاب ہو چکا ہے لہذا پرانے

عالمی نظام کو نیا عالمی نظام قرار دیا جا رہا ہے اور یہ اس اعتبار سے نیا ضرور ہے کہ اسے کسی قسم کی جارحانہ مزاحمت یا مسابقت کا سامنا نہیں ہے۔ پاکستان کا تعلق اسلامی دنیا کے ان ملکوں سے جو نئی عالمی تبدیلیوں سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔

نئے عالمی نظام کے تحت اب غریب ملکوں کو پرانے قرض ادا کرنے ہوں گے۔ یہ صدی اپنے پیچھے جو عالمی نظام چھوڑ کر جا رہی ہے اس کے تحت تیسری دنیا کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اب عملی حقائق کو تسلیم کریں۔ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم جاپان، ہانگ کانگ، تائیوان، ارجنٹائن، برازیل اور میکسکو کی طرح پرانے عالمی نظام سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ اگر ہم نے نئے عالمی نظام کو سمجھنے اور اس کے بارے میں غیر معروضی نقطہ اختیار کرنے کی غلطی کی تو ایک مرتبہ پھر ہم ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔(۵۲)

نیا عالمی نظام کتنی حقیقت کتنا افسانہ

نئے عالمی نظام میں ساری دنیا کو اس عہد کی پابندی کرنی ہوگی جو بڑی اور چھوٹی قوم کے مابین طے پائے گا اس عہد کے مطابق بین الاقوامی تنازعات کو پرامن طور پر طے کرنے پر اتفاق رائے کیا گیا ہے۔ کسی بھی نوع کی جارحیت سے اجتناب برتا جائے گا۔ فوجی اسلحہ کے استعمال کو کنٹرول کیا جائے گا اور جوہری، کیمیائی اور مہلک اسلحہ جسے سفارتی زبان میں (ڈبلیو۔ ایم۔ ڈی) کہا جاتا ہے، کی تیاری ممنوع قرار دی جائے گی تا کہ دنیا میں امن وامان قائم رہ سکے۔ فوجی اور جنگی امور میں تمام اقوام کے ساتھ مساویانہ اور منصفانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ نئے عالمی نظام میں تمام اقوام کو یکساں معاشی مواقع اور فوائد حاصل ہوں گے۔ ترقی پذیر ممالک کی سماجی اور اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لیے مل جل کر کام کیا جائے گا۔

ہر عالمی جنگ کے بعد دنیا کا سیاسی اور جغرافیائی منظر بدلا ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد سے قائم سرد جنگ کی کیفیت کے خاتمے پر بھی ایسا ہونا فطری عمل ہے۔ اس نئے عالمی نظام کے سلسلہ میں کون سا ملک یا طاقت دنیا کی رہنمائی کرے گی۔ دنیا میں باہمی اور عالمی تنازعات کو طے کرنے کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ اور عالمی اقتصادیات کیا صورت اختیار کریں گے؟ ان سوالات میں پوشیدہ رجحانات یقیناً مستقبل کے عالم انسانی کے سماجی، معاشی، تہذیبی اور سیاسی رویوں کی تعریف کریں گے۔ سلامتی اور تحفظ کی کئی اصطلاحیں وجود میں آئیں گی جن کی وضاحت حالیہ خلیجی بحران اور جنگ نے بھی کی ہے۔(۵۳)

نیا عالمی نظام اور بھارت کے عزائم

''آپریشن ڈیزرٹ اسٹارم'' اسی وجہ سے مشہور ہوا کہ عراق نے توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ کویت پر قبضہ کر لیا تھا۔ عراق نے کویت پر قبضہ کیا تو اقوام متحدہ حرکت میں آئی۔ مختلف مراحل طے ہوئے اور بالآخر ۱۵۔ جنوری ۱۹۹۱ء تک کی ڈیڈ لائن بھی مقرر کی گئی۔ صدر بش نے اعلان جنگ کیا جنگ شروع ہوئی ۴۵ دن جاری رہی۔ زمینی جنگ شروع ہونے سے قبل ہی عراق نے کویت خالی کرنے کا اعلان کر دیا۔ جنگ ختم ہو گئی ہے اور امریکہ نے ایک ''نیا عالمی نظام'' دینے کا اعلان بھی کیا ہے۔

بھارت کی جنگی تیاریاں اس کے اپنے ملکی سلامتی کے تقاضوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ تین جنگیں پاکستان پر مسلط کر چکا ہے۔ سری لنکا پر ۷۰ ہزار فوج کے ساتھ یلغار کر چکا ہے۔ نیپال کا گھیراؤ کر چکا ہے اور پاکستان کو بھی دولخت کر چکا

ہے اوراب مقبوضہ کشمیر میں جو کچھ بھارتی افواج کے جیالے کر رہے ہیں ▬ سب کے سامنے ہے۔اقوام متحدہ نے ۱۹۴۸ء میں جو قرارداد منظور کی تھی اور جسے بھارت کے پہلے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے تسلیم کرتے ہوئے وہاں استصواب رائے کرانے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ آج بھی عالمی طاقتوں اور بالخصوص اقوام متحدہ کی توجہ کی محتاج ہے ۔ کشمیر میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ بھارت کے میزائلوں اور اس کی بحریہ کے بارے آسٹریلیا بھی کہہ چکا ہے کہ'' اب ہمارے سمندر بھی محفوظ نہیں رہے ہیں'' یہ درست ہے کہ پاکستان بھارت سے جنگ کا خواں نہیں ہے لیکن امریکی صدر نے کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان فوجی ٹکراؤ کا خطرہ ہے۔ امریکہ مسئلہ کشمیر کا پر امن حل چاہتا ہے ۔فوجی نہیں ۔ بھارت کی بڑھتی ہوئی طاقت باعث تشویش ہے ۔ایشیاء میں بھی اس سلسلے میں تشویش پائی جاتی ہے۔(۵۴)

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں نئے نظام کی آرزو جستجو ، تلاش اور جدوجہد ان افراد ، گروہوں ، طبقات یا قوموں نے کی ہے جو مروج نظام کس ستم زدہ ہوتے ہیں اور ظلم کی جس چکی میں وہ پس رہے ہوتے ہیں ، اس سے نجات پانے کے لیے سرگرداں ہو جاتے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال وہ جدوجہد ہے جو اب بھی تیسری دنیا کی اقوام نے'' نئے عالمی معاشی نظام'' کی آواز اٹھا کر کی تھی اور جس کے لیے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا خصوصی اجلاس ۱۹۷۴ء میں بلا لیا گیا تھا اور پھر کئی سال تک اقوام متحدہ اور دنیا کے ہر دوسرے قومی اور بین الاقوامی فورم اس کی بازگشت سنائی دی لیکن وقت کی حکمران اور قابض قوموں نے جن میں امریکہ سب سے پیش پیش تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس آواز پر کوئی کان نہ دھرے بلکہ اُسے خاموش کرنے کے لیے کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور بالآخر یہ آواز صدا بصحرا ابن کر رہ گئی۔

اس پس منظر میں کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ آج خود امریکہ اور اس کا صدر نئے عالمی نظام''(New World Order) کی بات کر رہا ہے اور صرف بات ہی نہیں کر رہا اس کے لیے زبان، قلم ،تلوار اور ترغیب و ترہیب کا ہر حربہ استعمال کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل نظر مجوزہ نظام کو ایک بڑے سوالیہ نشان کے ساتھ دیکھ رہے ہیں ۔۱۹۹۱ء میں برطانوی اخبار'' گارڈین'' نے نئے نظام کے بارے میں دنیا کے چوٹی کے سات مفکرین کے تجزیے کو جس عنوان سے پیش کیا وہ یہی سوالیہ نشان ہے ۔ اگر چہ مغرب کے اہل نظر اس نظام کو صرف ایک سوالیہ نشان کے ساتھ دیکھ رہے ہیں لیکن تیسری دنیا اور خصوصیت سے عالم اسلام اور مشرق وسطیٰ کے اہل دانش و بینش صرف ایک سوالیہ نشان ہی نہیں دیکھ رہے بلکہ ان کو افق پر وہ خونی آندھیاں بھی صاف نظر آ رہی ہیں جو اس نظام کے جلو پر ان کی طرف پیش قدمی کر رہی ہیں۔ چین کے وزیر خارجہ کیون کی چن QIAN QICHAN نے ۱۹ ۔ اپریل ۱۹۹۱ء کو صاف لفظوں میں کہا کہ'' یہ خیال بھی اپنے اندر خطرات کا ایک طوفان رکھتا ہے کہ اب دنیا میں صرف ایک سپر پاور ہوگی جو پوری دنیا پر چھا جائے گی''۔

اس سلسلہ میں اُس وقت کے صدر جناب غلام اسحاق خان اور ایران کے رہبر جناب آیت اللہ خامنہ ای کا اعلان امت مسلمہ کے دل کی آواز تھی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ۔

'' اسلامی ممالک آج کی دنیا اور نئے عالمی نظام کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے متحد ہو جائیں تا کہ نئے نظام میں ان کے

مفادات کا احترام کیا جا سکے (وقت کی ضرورت) اسلامی ممالک باہمی تعاون کے ذریعہ ایک منصفانہ عالمی نظام کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں''۔(۵۵)

پاکستان اور ایران دنیا کے وہ دو مسلمان ملک ہیں جنہوں نے اپنا تشخص ''اسلامی جمہوریہ'' کے دستوری نام کے ذریعہ ظاہر کیا ہے اور ان دونوں ملکوں کے ان قائدین کا یہ انتباہ وقت کی پکار ہے۔ پاکستان اور امتِ مسلمہ کے مستقبل کے نقطۂ نظر سے سب سے اہم سوال یہی ہے کہ اس وقت مغربی اقوام دنیا کا کیسا نقشہ بنانے میں مصروف ہیں اور اس میں پاکستان، اسلامی احیاء اور امتِ مسلمہ کے لیے خطرات پوشیدہ ہیں؟ عالمی سیاست کے ایوانوں میں مستقبل کے لیے کیا سوچ بچار اور منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں، ان کو نظر انداز کرنا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا اور ان کے بارے میں امت کو بر وقت متنبہ کرنا دراصل ان خطرات کے مقابلے کے لیے امت کو تیار کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

''واشنگٹن پوسٹ'' کا نامہ نگار، ڈان اورفرڈارفر (Dan Orferdorfer) ۲۶۔مئی ۱۹۹۱ء کے شمارے میں رقم طراز ہے کہ:

۱۹۹۰ء اگست کو صدر بش اور ان کے قومی سلامتی کے مشیر برنٹ اسکوکرافٹ صدر کے چھٹیوں کے مسکن کے قریب بحر اٹلانٹک میں حالات حاضرہ پر غور و فکر اور مچھلی کے شکار کے لیے گئے۔ چار گھنٹے کے بعد واپس آرہے اور اس سفر کا حاصل تین مچھلیاں اور خارجہ پالیسی کا ایک نیا تصور تھا جو بعد کے دنوں میں صدر بش کی تمام تر گرم گفتاری کا مرکز و محور بن گیا۔ یعنی ''نیا عالمی نظام''۔ چند ہی ہفتوں کے اندر نئے عالمی نظام کے نعرہ نے امریکہ کی نئی عالمی پالیسی کے مرکزی ستون کی حیثیت اختیار کر لی۔ امریکی کانگریس کے خطاب سے لے کر اقوام متحدہ کے خطاب تک صدر بش نے نئے عالمی نظام کا غلغلہ بلند کیا۔ Dan Orferdorfer کے بقول اگست ۱۹۹۱ء سے مارچ ۱۹۹۵ء تک صدر بش نے بیالیس ۴۲ بار اپنے بیانوں اور تقریروں میں نئے نظام کی بات کو پورے زور شور سے پیش کیا اور اپنی مستقبل کی پالیسی کی اساس قرار دیا''۔

۱۱۔ستمبر ۱۹۹۰ء امریکی کانگرس سے خطاب کرتے ہوئے امریکی صدر نے کہا: ''ہم آج ایک منفرد اور غیر معمولی تاریخی لمحہ کی دہلیز پر کھڑے ہیں''۔

اسلام کی مقبولیت میں گنا اضافہ

بعض اخباری اطلاعات کے مطابق گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد سے امریکہ اور یورپ میں اسلام کی مقبولیت میں گنا اضافہ ہو گیا ہے اور اس واقعہ کے بعد سے لے کر اب تک تقریباً ایک لاکھ غیر مسلم اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اسی طرح پاکستان سمیت دنیا بھر کے کئی دیگر ممالک میں بھی غیر مسلموں نے کثرت سے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔ گیارہ ستمبر کے بعد دنیا کے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثرت سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔ امریکہ اور یورپ سمیت اسلام پر لکھی جانے والی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا جانے لگا اور لوگ اسلام کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہو گئے۔ ان لوگوں نے جب اسلام کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا اور ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تہذیب و تمدن اور

ضابطہ اخلاق کا مقابلہ دنیا کے دیگر مذاہب اور ان کے نظام سے کیا تو وہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ یہی وہ واحد مذہب ہے جو حق ہے اور یہی اللہ کا عطا کردہ اور اس کا پسندیدہ مذہب ہے۔ ان حالات میں" لوگوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ فوری طور پر اسلام قبول کرے اسلام کے دامن عاطفت میں پناہ لیں اور تمام غیر اسلامی عقائد کو یکسر ترک کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان نومسلموں کی اکثریت کے تاثرات یہ تھے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کے بعد انتہا سکون کا احساس ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسلام دنیا اور غالب ہونے کے لیے آیا ہے اور دنیا غالب ہو کر رہے گا۔

ترجمہ:" تم اے مسلمانو! بہترین امت ہو، جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہو، اچھے کاموں کو بتاتے ہو" (۵۶)

یہ حقیقت ہے کہ جس طرح پاکستان عالم اسلام کی واحد مملکت ہے جو ایٹمی ممالک کی صف میں شامل ہے اسی طرح سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جہاں دینی اقدار کی حکمرانی ہے اور یہ چیز عالم کفر کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے۔ غیر اسلامی دنیا کو یہ حسد بھی کھائے جا رہا ہے کہ خالق کائنات نے سعودی عرب کو تیل کے بے پناہ وسائل سے نواز رکھا ہے پھر اسے ارض حرمین شریفین کا شرف بھی حاصل ہے جہاں دنیا کے کونے کونے سے مسلمان اپنے روحانی مرکز کی طرف کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ سعودی عرب کو اللہ تعالیٰ نے جہاں تیل کی دولت سے مالا مال کیا ہے وہاں سعودی حکمرانوں کو دردمند دل بھی عطا فرمایا ہے۔ جنہوں نے دین کی اشاعت وتبلیغ، خدمت حرمین شریفین کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ ایسے حالات میں غیر مسلم دنیا، عالم اسلام کے سب سے مضبوط اور مستحکم پشت پناہ کو کمزور کرنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۱۔ ستمبر کے واقعہ کے بعد امریکہ نے پورے عالم اسلام کے بارے میں عموماً اور سعودی عرب کے بارے میں خصوصاً جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے اسے کوئی بھی انصاف پسند ملک درست قرار نہیں دے سکتا۔

۱۰ جولائی ۲۰۰۲ء کو امریکی محکمہ دفاع کے پالیسی ساز ادارہ رینڈ (RAND) کارپوریشن کے ایک تجزیہ نگار" اور ینٹ موراویک" نے پینٹاگون میں ایک بریفنگ دی جس میں امریکہ کی اعلیٰ شخصیات اور پینٹاگون کے متعدد حکام بھی شامل تھے۔ اس بریفنگ کی سفارشات پر ہنری کسنجر کے سوا سب نے اتفاق کا اظہار کیا اور کہا کہ:

"سعودی عرب دہشت گردوں کے سلسلے میں ہر سطح پر ہمارے دشمنوں کی مدد کرتا ہے اور ہمارے دوستوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے سعودی عرب کو بدی کا مرکز (نعوذ باللہ) قرار دیا اور سعودی عرب کی یہ دھمکی دی کہ اسکے تیل کے کنوؤں کو تباہ اور اس کے اثاثوں کو ضبط کیا جا سکتا ہے"۔

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ اس وقت دنیا میں امریکہ کا عالمی نظام قائم ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں دوسرے ممالک کا جینا دوبھر کر دے اور انسانی قدروں کو پامال کرنے پر اتر آئے۔ غور فرمائیں کہ ۱۱۔ ستمبر کے واقعہ کے حوالہ سے امریکہ نے سعودی عرب، سوڈان سمیت ۹۹ اداروں کے خلاف کھربوں روپے کے ہرجانے کا دعویٰ کیا ہے اور اس طرح وہ اسلامی

ممالک کے اثاثوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔سعودی عرب نے اس خبر پر ابھی تک کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔عالمی حالات اس امر کی نشاندہی کرر ہے ہیں کہ امریکہ،عراق پر حملے کے لیے نہ صرف ذہنی طور پر تیار ہے بلکہ اس کی عملی تیاریوں میں مصروف ہے۔

سعودی عرب، جرمنی، فرانس اور روس نے اس مجوزہ حملے کے مخالفت کی ہے جبکہ پاکستان بالکل خاموش ہے۔مسلمہ حقیقت ہے کہ صلیبی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔صدر بش پہلے ہی اس کا اظہار کر چکے ہیں۔اگر چہ حکومتی ذرائع نے اس کی تردید کی تھی مگر امریکہ کے منصوبے اس کی تائید کرتے ہیں کیونکہ واشنگٹن پوسٹ میں یہ خبر اس لیے چھپوائی گئی تا کہ سعودی عرب پر واضح ہو جائے اور وہ عراق کے معاملہ میں امریکہ کا ساتھ دے ورنہ امریکہ کے پاس متبادل راستے موجود ہیں۔وہ تیل کے مسئلہ میں سعودی عرب کا اتنا محتاج نہیں جتنا سعودی عرب سمجھتا ہے اور یہ کہ وہ سعودی عرب پر ایٹمی حملہ بھی کر سکتا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ صلیبی جنگ شروع ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان ممالک بھی ان کٹھن حالات سے نبٹنے کے لیے متحد ہو جائیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر (۵۷)

یہ مذہبی جنگ نہیں

ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ہونے والے حملے نے ساری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔اس حملے میں ایک طرف تو امریکی سی آئی اے کی قلعی کھل گئی ہے اور دوسری طرف سرد جنگ کے خاتمے کے بعد ساری دنیا پر امریکی حکومت کا راج کرنے کا خواب بھی کرچی کرچی ہو گیا ہے۔اس حادثے میں مرنے والے یا لاپتہ ہونے والے نہ صرف امریکی تھے بلکہ دنیا بھر کے کئی ممالک کے باشندے اس میں شامل تھے لہذا یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ مرنے والوں کا تعلق چاہیے کسی بھی ملت یا مذہب سے ہو وہ بنیادی طور پر انسان تھے اور انسانی تباہی کے اس بھیانک منصوبے پر کوئی بھی انسان خوش نہیں ہو سکتا۔بعض لوگوں کی یہ کوشش ہے کہ اس حادثے کا رخ دہشت گردی سے موڑ کر مذہبی تصادم کو ہوا دی جائے،مگر انہیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیئے کہ دونوں بڑے مذاہب کے ماننے والوں نے اس کو دہشت گردی کا نام دیا ہے کیونکہ یہ مذہبی کارروائی نہیں ہو سکتی۔

اگر ہم سرد جنگ کے خاتمے سے قبل اور موجودہ حالات کا تجزیہ کریں تو امریکہ کی سیاسی اور معاشی اجارہ داریوں کے نتیجے میں دنیا کے مختلف ممالک مشکلات کا شکار رہے ہیں۔فلسطین، عراق، ایران اور لیبیا اس کی واضح مثالیں ہیں۔آج عراق میں پیدا ہونے والے بچے دواؤں کی کمی کی وجہ سے مر رہے ہیں اور امریکہ کی جانب سے لگائی جانے والی پابندیاں برقرار ہیں۔یہی نہیں بلکہ ایک دو ماہ کے بعد بلاوجہ بمباری سے لوگوں کو جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

اسرائیل نے فلسطین میں بسنے والے مسلمانوں اور عیسائیوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے مگر اس کے باوجود ورلڈ بنک اور آئی۔ایم۔ایف کے علاوہ اقوام متحدہ جیسے ادارے امریکی پالیسیوں پر عمل پیرا ہو کر تیسری دنیا کو معاشی بدحالی اور غربت کی طرف دھکیل رہے ہیں۔اس تمام صورت حال میں اور سرد جنگ کے خاتمے کے بعد جب سے گلوبلائزیشن کا عمل شروع ہوا ہے۔تیسری دنیا کے ممالک یہ بات سوچنے پر مجبور ہیں کہ اب ہماری تمام تر تباہی کا ذمہ دار صرف اور صرف امریکہ ہے۔

اس تمام صورت حال کی پیچیدگیوں کی وجہ سے دنیا بھر کے دانشور اور خود امریکی ادارے ابھی تک اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکے کہ اس حملے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حملہ کرنے والوں نے نہ صرف ٹریڈ سینٹر کو نشانہ بنایا بلکہ دنیا بھر میں دہشت کی علامت ''پینٹا گون'' کو بھی چیلنج کر کے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ دنیا بھر میں ظلم و تشدد کی کارروائیاں کرنے والے اپنے گھر میں کتنے غیر محفوظ ہیں مگر سب سے بڑا چیلنج امریکن خفیہ ایجنسی C.I.A کے لیے جسے اپنی کارکردگی پر اتنا ناز تھا کہ وہ مسلمانوں کا جینا حرام کرنے کو اپنی سنہری کارکردگی گردانتی تھی۔ اب اس ساری صورت حال میں امریکہ اجارہ داری اور من مانی کے لیے منظر مشرق کے افق سے ہویدا ہو رہے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ۔ ''اور یہود کہتے ہیں خدا کا ہاتھ بند ہو گیا۔ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔(۵۸)

ترجمہ۔ ''تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ وہی فلاح پائیں گے''۔(۵۹)

نئے عالمی نظام کے ان سب ابتدائی فاتحین میں کچھ قدریں مشترک ہیں۔ جس زمانے میں نئے عالمی نظام کے اولین فارمولے'' پہلے مشنری'' پھر سوداگر اور پھر فوجی''۔(First Missionary , The Merchant And The Soldier) کی مدد سے دنیا کی اکثر قومیں صلیبی و صہیونی چنگل میں پھنس رہی تھیں تو صرف جاپانی ایک قوم تھی جن کے لیڈروں نے بروقت ''نئے عالمی نظام'' کی حقیقت کو پہچان لیا اور اپنے ملک میں صلیب پرستی اور صلیبیوں کا پوری طرح قلع قمع کرنے کے بعد آئندہ ان کے لیے ملک داخلہ بند کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ان کے ملک اور قوم کو'' ڈھائی سو سال عہد امن و استحکام'' نصیب ہوا جو کہ تاریخ عالم میں کسی بھی ملک کو نصیب ہونے والا غالباً طویل ترین دور امن و استحکام تھا۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

اسلام دوست قوتوں کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں ۱۹۷۶ء میں کویت یونیورسٹی کے طلبہ کی جو یونین اقتدار میں آئی وہ نہایت صالح دیندار اور سنجیدہ فکر نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ انہوں نے نہ صرف کویت بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے کام کیا۔ اس یونین نے ایک ہفت روزہ مجلہ شائع کیا جو پوری دنیا کی اسلامی تحریکوں کی سرگرمیوں کو اپنے صفحات میں جگہ دیتا ہے اور ان کی نمائندگی کرتا ہے۔

اسلامی ملک کویت کی تحریک اسلامی کارکنوں نے ملک کو سود کی لعنت سے نجات دلائی۔ اسلامی بنک قائم کیا۔ صرف مسلمان طلبہ میں کام کرنے کے لئے انٹرنیشنل اسلامک فیڈریشن آف سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے نام سے طلبہ کی ایک تحریک زبردست سرگرمیوں میں مصروف تھی۔ اس نے منتخب اسلامی لٹریچر کا دنیا کی ایک سو زبانوں میں ترجمہ کر لیا۔

اسلامی تحریکیں ہر جگہ عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا مؤثر مقابلہ کر رہی تھیں خاص طور پر افریقہ اور یورپ میں لوگ اسلام کی طرف راغب ہو رہے تھے۔(۶۰)

عالم اسلام ایک حقیقت ہے اور اسلام ایک بڑی قوت اور مستقبل کے اسلامی عالمی نظام کے طور پر نہ صرف عالم اسلام بلکہ پورے علم انسانیت کی ضرورت ہے۔ اس وقت ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری کی وجہ سے دنیا ایک عالمی گاؤں بن گئی ہے اور اس میں رہنے والے ایک خاندان، انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا ایک اکائی ہوگئی ہے اور اس اکائی کو اسلامی عالمی نظام سے متعارف کروانا ہمارا فرض اوّلین ہے۔ آج کی ضرورت اور انسانیت کا امت مسلمہ پر حق ہے کہ اسلام کو عالمگیر نظریے اور انسانیت کے لیے مکمل فلاح کے نظام کے طور پر پیش کرے۔

ہمارے ابتدائی اور ثانوی مدرسوں اور ہمارے تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی تعلیم دی جائے۔ اس طرح عام اخلاقی حالت درست ہو جائے گی۔ اسلامی عالمی نظام تشکیل دینا آسان ہوگا۔ ذرائع ابلاغ، اسلامی عقائد سمجھانے اور ذہن نشین کرنے پر صرف کیا جائے۔ عام لوگوں کو بتایا جائے کہ نیا عالمی نظام کیا ہے اور اسلامی عالمی نظام کیا ہے۔ دونوں قسم کے نظاموں میں فرق کیا ہے۔ اسلام پہلے عوام میں ایمان پیدا کرتا ہے پھر اخلاق کو پاکیزہ بناتا ہے۔ پھر تمام تدابیر سے ایک مضبوط رائے عامہ تیار کرتا ہے جس سے بھلائیاں پھلیں پھولیں اور بُرائیاں پنپ نہ سکیں۔ پھر ایسا نظام قائم کرتا ہے جس میں ظلم کرنا مشکل اور احسان کرنا آسان ہو جائے۔

مسلم ممالک کے دانشوروں اور حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ خلوص نیت سے امریکہ کے مذموم عزائم کی بیخ کنی کے لیے تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں عالمی نظام کے نفاذ کے لیے عملی راہ ہموار کریں۔

امریکہ کی نئی سامراجیت کے استحصال سے بچنے کے لیے ''مسلم اکنامک کمیونٹی'' "MuslimEconomicCommunity" کی تشکیل کریں تاکہ مسلمان اپنے وسائل کو نئے عالمی نظام کے استحصال اور بڑی طاقتوں کے ظلم وستم سے محفوظ رکھ سکیں۔

اب امت مسلمہ کے تمام اداروں خصوصاً O.I.C کا فرض ہے کہ وہ امریکہ کی نئی سامراجیت کی یلغار سے بچنے کے لیے فوری طور پر مسلم ممالک کی ''مشترکہ منڈی'' (Common market) قائم کریں علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اقتصادی تعاون کی تنظیم (E.C.O) ایسے تعاون کی بہترین مثال ہے جو پاکستان سمیت دس اسلامی ممالک پر مشتمل ہے جن میں افغانستان، ایران، ترکی، قازکستان، کرغزستان، تاجکستان، ترکمانستان، ازبکستان اور آذربائیجان شامل ہیں مسلم ممالک کو چاہیئے کہ وہ مل کر اپنی قوت مضبوط کریں اور ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف اور GATT کی اجارہ داریوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔

کشمیر، فلسطین اور بوسنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و بربریت اور انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر خلاف ورزیوں کی روک تھام کے لیے مؤثر حکمت عملی اختیار کی جائے۔ تمام اسلامی ممالک سربیا، اسرائیل اور بھارت کا تجارتی اور سیاسی بائیکاٹ کریں اور ان سے سفارتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں تاکہ یہاں کے مظلوم مسلمانوں کو حق خود ارادیت مل سکے اور اگر پھر بھی یہ ممالک ظلم وتشدد سے باز نہ آئیں تو مسلمان ممالک کو جذبہ جہاد سے کام لیتے ہوئے اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے عملی کارروائی کرنی چاہیئے۔

مسلم ممالک اپنے سیاسی نظاموں کے اندر عدل واستحکام پیدا کریں۔ آمریت، جبر اور بددیانتی کے راستوں کو ترک کر

دیں اور تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق عادلانہ جمہوری عالمی نظام کو قرآن وسنت کے تحت فروغ دیں۔

☆ اللہ پر بھروسہ، تعلیمات نبوی ﷺ سے وابستگی اور مسلم ممالک کی طاقت کو منظم اور متحرک کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

☆ بین الاقوامی تجارت کے فروغ کے لیے اسلامک یونینز (Islamic Unions) قائم کی جائیں۔

☆ زیادہ سے زیادہ اسلامی بنک قائم کیے جائیں۔

☆ سودی نظام بنکاری کو سرے سے ہی ختم کر کے نفع نقصان کی شراکت کی جائے۔ اسلامک چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز قائم کی جائیں۔

☆ کثیر القومی کارپوریشنز (Multi national Corporations) قائم کی جائیں۔ مسلمان ممالک میں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں آزاد تجارت کو فروغ دیا جائے۔

☆ اسلامی کلچر کو فروغ دینے کے لیے اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی تعلیم کی طرف توجہ دی جائے تا کہ مسلم معاشرہ وجود پائے۔

☆ اسلام کی تعلیم کی وجہ سے اسلامی نظام قائم اور امت مسلمہ کی اپنی (Muslim Common wealth) ہو، پھر کسی ملک کو مسلمانوں پر عالمی نظام مسلط کرنے کی ضرورت نہ رہے۔

☆ بین الاقوامی سطح پر عالم اسلام کے مسائل اور اختلافات کو نپٹانے کے لیے ''عالمی اسلامی کورٹ آف جسٹس'' (World Islamic Court of Justice) قائم کی جائے جس میں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔

☆ اسلامی ممالک میں داخلی اور خارجی قوانین پر مشتمل (Unified Codes)، بنائے جائیں تا کہ عدالتی نظام میں تعلیمات نبوی ﷺ کی جھلک نظر آئے بلکہ محسوس ہو۔ مسلمان ممالک امریکہ کے نئے عالمی نظام اور نئی سامراجیت سے تحفظ کی خاطر اپنی ''مشترکہ دفاعی قوت'' تشکیل دیں جو کہ مشترکہ علاقائی دفاع (Joint Regional Defence) کی صورت میں ہو۔

☆ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ تعلیم وثقافت کے میدان میں اپنے بجٹ کا زیادہ حصہ مختص کرے تا کہ پاکستانی قوم اور دیگر مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ مسلم ممالک اگر باعزت زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو انہیں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں (Human Resource Development) کے مشترکہ منصوبے شروع کرنے چاہیں کہ سائنس کی تحقیق پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے تا کہ سپر ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے قابل ہو جائیں جس کے بغیر اقتصادی اور سائنسی برتری کا حصول ناممکن ہے۔ مسلمان مملک میں کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دینا ہوگا۔ اسلام کے نظام عدل کو از سر نو قائم کرنا ہوگا۔ اسلام میں خلافت نبوت ﷺ کی بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کے مقابلے میں مسلسل جہاد کرنا ہوگا۔

☆ حق کے مقابلے میں کسی بھی قوت سے مرعوب نہیں ہونا۔

☆ حق کے لیے اپنا جان و مال اور اولاد سب قربان کر دینا۔

☆ خوف و ہراس اور مصیبت کے وقت نہ گھبرانا۔

☆ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا، اسی کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا۔(۶۱)

☆ امریکہ کے بارے میں واضح سوچ"Clear Thinking" کی از حد ضرورت ہے۔

نئے عالمی نظام کے بانی اور اس کے اتحادی مل کر کر اشتراکیت کی ناکامی کے بعد نئی سامراجیت(New Imperialism) سرمایہ داریت اور صیہونیت کی مدد سے پوری دنیا کے اقتصادی وسائل کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔اس لیے امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ ورلڈ اسلامک آرڈر(Islamic World Order) کے تصور کی طرف تیزی سے گامزن ہو۔نئی سامراجیت اور نئے عالمی نظام کے سامنے ڈٹ جائے۔اسلام کے کلچر اور اسلام کے وجود کو عالمی سطح پر ابھارنے کے لیے جدوجہد کرے، امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ اس کا آغاز اسلامی تعلیم، اسلامی تہذیب و ثقافت اور سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ سے کریں تاکہ(Islamic World Order) سے شروع ہونے والا یہ سفر" امت مسلمہ کی دولت مشترکہ"(MuslimCommon Wealth) پر جا کر ختم اور پھر کسی ملک کو نئی سامراجیت کے نفاذ کا موقع نہ مل سکے۔اگر آج امت مسلمہ کے حکمران اور عوام نئے عالمی نظام کی سامراجی حکمت عملی کی روک تھام کے لیے مؤثر تدابیر اختیار نہیں کریں گے تو آنے والی صدی مسلمانوں کے زوال اور غلامی و بدحالی کا نہایت بھیانک نقشہ پیش کرے گی۔جس کے بعد عالم اسلام کا باعزت اور باغیرت طریقے سے جینا دوبھر ہو جائے گا۔اور عالم اسلام نئی عالمی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔اس لیے امت مسلمہ کو اس نازک موڑ پر انتہائی محتاط رویے اور کردار کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ نئے عالمی نظام کی سامراجی سیاست کے جال میں پھنسنے کی بجائے اس جال کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کاٹا جا سکے۔

متذکرہ بالا موضوع کے حوالے سے قرآن کا پیغام ہے۔

ترجمہ۔" آپ سے یہود نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذاہب (عالمی نظام) کے تابع نہ بن جائیں۔آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آ جانے کے پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کا نہ کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار"۔(۶۲)

یعنی ان کا تجویز کردہ عالمی نظام نہ اختیار کریں بلکہ اسلامی نظام بنانا چاہیے چاہے جس کی طرف نبی ﷺ دعوت دے رہے ہیں، نہ کہ تحریف شدہ یہودیت و نصرانیت۔یہ اس بات پر وعید ہے کہ علم آ جانے کے بعد بھی اگر محض ان پر خود غلط لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی پیروی کی تو تیرا کوئی مددگار نہ ہوگا۔یہ دراصل امت محمد ﷺ کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ اہل بدعت اور گمراہوں کی خوشنودی کے لیے وہ کبھی ایسا کام نہ کریں کہ دین میں بے جا تاویل کا ارتکاب کریں۔

اس مراد کہ مسلم ممالک کو آپس میں مل کر اسلامی طریقے سے عالمی نظام کے تحت زندگی گزارنی چاہیئے۔

ارشاد ربانی ہے: '' یہ لوگ تو سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے ۔ یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں دین (یعنی اسلامی عالمی نظام) سے مرتد کر دیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں۔ (کافرانہ نظام کے تابع چلائیں) ان کے اعمال دنیوی اور آخروی سب غارت ہو جائیں اور یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے''۔ جب یہ اپنی شرارتوں، سازشوں اور تمہیں مرتد بنانے کی کوششوں سے باز آنے والے نہیں (امریکی عالمی نظام کی وجہ سے) تو پھر تم ان سے مقابلہ کرنے میں شہر حرام کی وجہ سے کیوں رکے رہو؟ (۶۳)

جو دین اسلام سے پھر جائے (نیو ورلڈ آرڈر) یعنی مرتد ہو جائے۔ اگر توبہ نہ کرے، اسلامی نظام کی طرف نہ آئے۔ تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل نہ کرے تو اس کی دنیوی سزا قتل ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اس آیت میں اس کی آخروی سزا بیان کی جارہی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی حالت میں کیے گئے اعمال صالحہ بھی کفر وارتداد کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گے اور جس طرح ایمان قبول کرنے سے انسان کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح کفر ارتداد سے تمام نیکیاں، برباد ہو جاتی ہیں۔ تاہم قرآن کے الفاظ سے واضح ہے کہ حبط اعمال اسی وقت ہوگا جب خاتمہ کفر پر ہوگا۔ اگر موت سے پہلے تائب ہو جائیگا تو ایسا نہیں ہوگا۔ یعنی مرتد کی توبہ قبول ہے۔ ہمیں امریکی عالمی نظام کی بجائے تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں عالمی نظام تشکیل دینا ہے تاکہ ہماری توبہ قبول ہو جائے۔ مسلمانو! خبردار رہو یہ لوگ یعنی سربراہان کفر ہمیشہ تم سے جنگ سیاسی فوجی اور اقتصادی دباؤ کے حربے جاری رکھیں گے۔ یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین یعنی اسلامی عالمی نظام (Islamic World Order) سے پھیر دیں اور تمہیں اپنے وضع کردہ نئے عالمی نظام (New World Order) کے تابع چلائیں۔ جیسا کہ آج ہو رہا ہے اگر تم اپنی راہ سے پھر گئے تو دنیا اور آخرت کی تباہی تمہارا مقدر بن جائے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ۔ '' اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے۔ یعنی تمہیں مرتد بنا دیں گے۔ پھر تم نامراد ہو جاؤ گے''۔ (۶۴)

مسلمانو! اگر تم نے کفر کے سرغنوں کا کہا مان لیا اور ان کے نئے عالمی نظام کے تابع چل پڑے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر کر مرتد کر دیں گے پھر تم بڑے خسارے یعنی دنیوی اور اخروی تباہی میں پڑ جاؤ گے۔ یاد رکھو یہ نیا عالمی نظام مددگار نہیں بلکہ دشمن ہے۔ تمہارا مددگار تو اللہ ہے اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔ ہمیں اسلامی عالمی نظام درکار ہے عروج و زوال ایک مسلسل عمل ہے جو قوموں کی تاریخ کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر بدقسمتی سے آج ہم اپنے دور زوال سے گزر رہے ہیں تو یقیناً زوال کی اسی شب تاریک میں ہی عروج کا سویرا بھی ہوگا۔ ہم تنہا نہیں، ایک عظیم ملت ہیں۔ ملت اسلام کی سوچ ان کے فکر و عمل میں اسلامی عالمی نظام رائج کرنے کی جدوجہد اور قوت محدود اور بے اثر نہیں بلکہ بے انتہا نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔

نیا عالمی نظام دراصل امت مسلمہ کے موجودہ زوال کو دائمی بنانے اور رہی سہی غیرت وحمیت بھی ہمیشہ کے لیے ختم

کر دینے کی ایک گہری سازش ہے۔ اب امت مسلمہ کا ہر فرد اپنے محدود دائرہ عمل میں رہتے ہوئے اسلامی عالم نظام تاریک مستقبل کو روشن بنانے کے لیے کمر ہمت باندھ لے اور وہ سب کچھ کر گزرے جو کر سکتا ہے۔ اپنی جدوجہد کو محدود نہ رہنے دیں بلکہ عالمگیر سطح پر غلبہ اسلام کی بحالی کی عظیم جدوجہد میں بدل دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم پاکستان میں نئے عالمی نظام کو تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تشکیل دے سکیں۔ (آمین)

محسن انسانیت، خاتم الانبیاء، رحمت دو عالم افضل الرسل، فخر کائنات، پیغمبر آخر الزمان محمد ﷺ پر لاکھوں درود و سلام ہوں۔

اللهم صلی علی محمد و علیٰ الِ محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید اللهم بارک علی محمد و علیٰ الِ محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

مآخذ

اس مقالے تیاری میں حسب ذیل کتب اور مضامین سے استفادہ کیا گیا:

(۱) ۱۹۔جون ۱۹۹۱ء، احمد ندیم قاسمی ''جنگ'' لاہور۔

(۲) خرم مراد، ترجمان القرآن ماہنامہ، سید ابوالاعلی مودودی، ادارہ ترجمان القرآن ۵۔اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور ۱۹۹۱۔

(۳) نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، پروفیسر۔

(۴) مرزا محمد الیاس ۱۵۔جون ۱۹۹۱ء روز نامہ جنگ لاہور۔

(۵) نذر حسین کیانی، جنگ لاہور سابق ممبر قومی اسمبلی ۱۶۔مئی ۱۹۹۱ء۔

(۶) ڈاکٹر محمود احمد غازی، ۱۷۔جون ۱۹۹۱ء، روز نامہ جنگ، لاہور۔

(۷) جنگ، لاہور ۱۹۹۱ء۔

(۸) نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، پروفیسر۔

(۹) نقوش رسول نمبر جلد ہفتم، جنوری سن ۱۹۸۴ء، محمد طفیل، ادارہ فروغ اردو، لاہور۔

(۱۰) طبری۔ترمذی۔ابن ہشام۔

(۱۱) نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، پروفیسر۔

(۱۲) نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، پروفیسر۔

(۱۳) مسلم کتاب الحج۔

(۱۴) ترمذی، ابواب التفسیر۔

(۱۵) خطبہ حجتہ الوداع۔

(۱۶) خطبہ حجتہ الوداع۔

(۱۷) خطبہ حجتہ الوداع۔

(۱۸) خطبہ حجتہ الوداع۔

(۱۹) نقوش رسول نمبر جلد ہفتم، جنوری سن ۱۹۸۴ء، محمد طفیل، ادارہ فروغ اردو، لاہور۔

(۲۰) سورۃ النساء: آیت ۵۸۔

(۲۱) خطبہ حجتہ الوداع۔

(۲۲) روز نامہ ''جنگ''۔

(۲۳) آئی۔ایچ۔ٹی، دسمبر ۲۰۰۲ء

(۲۴) ایم طفیل ۶۔جون ۱۹۹۱ء روز نامہ ''جنگ'' لاہور۔

(۲۵) آل عمران:۱۱۸۔

(۲۶) عبدالقادر حسن روزنامہ جنگ لاہور ۳۔مئی ۱۹۹۱ء۔

(۲۷) مسائل وافکار۔ زیڈاے سلہری ۱۰۔جون ۱۹۹۱ء روزنامہ جنگ لاہور۔

(۲۸) طارق وحید بٹ، نیو ورلڈ آرڈر، اسلام اور پاکستان، فکشن ہاؤس ۱۸۔مزنگ روڈ، لاہور۔

(۲۹) البقرہ ۲:۱۴۳۔

(۳۰) آل عمران ۳:۱۰۴۔

(۳۱) النور ۲۴:۵۵۔

(۳۲) البقرہ ۲:۱۷۹۔

(۳۳) المائدہ ۵:۴۵۔

(۳۴) آل عمران ۳:۱۰۳۔

(۳۵) النحل ۱۶:۹۰۔

(۳۶) الاحزاب ۲۲:۳۳۔

(۳۷) علوم اسلامیہ، غلام احمد حریری۔

(۳۸) صحیح مسلم۔

(۳۹) سیرت ابن ہشام۔

(۴۰) بخاری/ کتاب فضائل المدینہ/ موطا امام مالک/ مسلم/ کتاب الصحیح/ باب فضل المدینہ۔

(۴۱) بانگ درا، شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال۔

(۴۲) علوم اسلامیہ، غلام احمد حریری، ڈی۔۶۱، پیپلز کالونی، فیصل آباد، یکم جون ۱۹۸۷ء۔

(۴۳) بانگ درا، شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال۔

(۴۴) البقرہ:۱۳۸۔

(۴۵) بانگ درا، شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال صفحہ نمبر ۲۷۳۔

(۴۶) بانگ درا، شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال صفحہ نمبر ۱۹۰۔

(۴۷) علوم اسلامیہ، غلام احمد حریری۔

(۴۸) صحیح بخاری۔

(۴۹) صحیح بخاری و مسلم نیز سیرت ابن شام۔

(۵۰) جواب شکوہ، بانگ درا۔

(۵۱) زاہدہ حنا ۱۳۔ جون ۱۹۹۱ء روز نامہ "جنگ" لاہور۔

(۵۲) مرزا محمد الیاس، روز نامہ جنگ، ۲۸۔ مئی ۱۹۹۱ء۔

(۵۳) سید ضیا عباس، روز نامہ جنگ، لاہور۔

(۵۴) جنگ کراچی ۱۵۔ ستمبر، دی نیوز ۱۶۔ ستمبر ۱۹۹۱ء۔

(۵۵) آل عمران۔

(۵۶) شاعر مشرق علامہ اقبال۔

(۵۷) سورۃ المائدہ ۵: ۶۴۔

(۵۸) سورۃ آل عمران ۳: ۱۰۴۔

(۵۹) ۶۔ جون ۱۹۹۱ء، روز نامہ جنگ لاہور۔

(۶۰) شہید کربلا مفتی محمد شفیع۔

(۶۱) سورۃ البقرہ ۲: ۱۲۰۔

(۶۲) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لایعذب بعذاب اللّٰہ۔

(۶۳) سورۃ آل عمران ۱۴۹: ۱۵۰۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

خالدہ جمیل، لاہور

نظام: البقرہ آیت نمبر 120

''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ تم ان کی ملت (تجویز کردہ نظام) کی پیروی اختیار کرلو، فرما دیجئے کہ حقیقت میں اللہ کی (عطا کردہ) ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور اگر تم اپنے پاس علم (وحی الٰہی پر مبنی ہدایت) کے آ جانے کے بعد بھی ان کی خواہشات و ہدایت پر چلو گے تو تمہیں عذاب خدا سے بچانے والا کوئی دوست (میسر) ہوگا اور نہ کوئی تمہارا مددگار ہوگا) جو تمہیں تباہی سے نکال سکے۔''

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں جاہلانہ نظام کو منسوخ کرنے کا اعلان فرمایا۔

''خبردار دور جاہلیت کا سارا ظالمانہ اور استحصالی نظام میں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا ہے۔ آج سے نظام جاہلیت کے مارے خون، قصاص، دیت اور انتظام کالعدم قرار دیتے جاتے ہیں اور آج سے نظام جاہلیت کے سارے سودی لین دین بھی ختم کئے جاتے ہیں۔''

نظام کا مطلب افراد کو ایک خاص سانچے میں ڈھال کر اپنے اصولوں کے مطابق انسان سازی کا کام انجام دینا ہے۔ کسی نظام کی کامیابی کا تمام انحصار زندگی کے مجموعی فلسفے سے متاثر ہونا ہے جو اس کو تقویت بھی پہنچاتا ہے۔

اگر نظام آزاد فلسفہ حیات سے متصادم ہو تو ہو کامیاب بھی نہیں ہوگا اور زندگی کی خدمت سے بھی معذور رہے گا۔

ایک اچھے نظام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ذریعہ سے علم وعمل اور قول وفعل کی دوئی ختم ہو۔

اس نظام سے فکر اور فعل میں تضاد نہ ہو۔ زبان سے صداقت اور عمل سے کذب کا استحکام کبھی مفید نہیں ہوتا۔ اس لئے کوئی نظام جو انسان کو ذہنی طور پر تو افکار و معلومات سے مسلح کرتا ہے، لیکن عملی طور پر ان میں ایسی کوئی تحریک و ترغیب نہ پیدا کرتا ہے۔ جو عقائد و نظریات سے ہم آہنگ نہ ہو جائے تو ایسا نظام بے مقصد، لاحاصل، ناکام اور غیر مفید ہوتا ہے۔

ایک زندہ قوم کی حیثیت سے ہمیں وقت کے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے اور پاکستان کو علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کرنا ہے۔ دوسری قوموں کے دوش بدوش آگے بڑھنے کے لئے تغیر و تبدل کو قبول کرنا ہے اور تغیر اور پیش رفت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہم اپنی تہذیب کو برقرار رکھتے ہوئے اور اپنی روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے نئے تقاضوں کی تکمیل کریں گے۔ ہم جدید چیزوں کے خلاف نہیں ہیں اور ان سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے بلکہ ہر اچھی بات کو اپنی میراث سمجھتے ہیں۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے، وہ جہاں سے ملے اسے حاصل کرلو''۔

لیکن ہرنئی چیز حکمت نہیں ہوتی اور اس قابل نہیں ہوتی کہ اس کو بلا تامل اپنا لیا جائے۔ اس لئے نظام کی یہ بڑی خوبی ہونی چاہیئے کہ ہر شخص اپنے ثقافتی ورثے سے پوری طرح حاضر ہونے کے ساتھ ذہنی صلاحیتوں اور فنی مہارتوں سے بھی اچھی طرح لیس ہو۔

''بے شک شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے''۔

سورۃ المجادلہ میں یوں ارشاد ربانی ہے۔ آیت نمبر 19

''ان پر شیطان نے پوری طرح غلبہ پالیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی ہے۔ یہ جماعت شیطان کا لشکر ہے' خوب سن لو شیطان کا لشکر ہی تباہ ہونے والا ہے''۔

نئے عالمی نظام کا مفہوم

موجودہ بین الاقوامی تعلقات میں عالمی نظام کی اصطلاح کا کثرت سے استعمال خلیج کی جنگ کے بعد شروع ہوا ہے۔ اس لئے عام تاثر یہی ہے کہ امریکہ نے خلیج کی جنگ کے بعد میں عراق کی شکست کے بعد ایک نئے عالمی نظام کا نقشہ پیش کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نئے عالمی نظام کا تصور امریکہ کی خارجہ پالیسی میں اس وقت الجھا جب امریکہ اور روس نے جنیوا معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ جنیوا معاہدے پر دستخط کر دینے سے روس چالیس سال سے جاری سرد جنگ کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا اور امریکہ واحد فاتح کی حیثیت سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ دنیا میں Bi-Polar نظام کی جگہ Uni Polar نظام نے لے لی ہے اور امریکہ نے عالمی نظام کی شکل میں پوری دنیا پر بلا شرکت غیرے اپنی حکمرانی اور سربراہی کے تصور کو عملاً ایک نظام بنانے کی کوشش شروع کر دیں۔ گویا عالمی نظام سے مراد امریکہ کی وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے فوجی' سیاسی اور اقتصادی' مفادات و ترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ''عالمی یکتائی'' کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔

1. تو لہٰذا عالمی نظام کے واضح اعلان سے کچھ عرصہ پیشتر شیطانی آیات کی تحریک برپا ہوئی اور عالمی نظام کے اعلان کے بعد امریکی زعماء کی طرف سے کئی بیانات آئے۔ جن کے مطابق عالمی نظام کے نفاذ کی راہ میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد نظریاتی سطح پر اسلام واحد رکاوٹ ہے۔ جسے (نعوذ باللہ) ختم کرنا ضروری ہے۔
2. خلیج کی جنگ کے فوراً بعد سابق امریکی صدر جارج بُش کے ''عالمی نظام'' کے اعلان کے ساتھ ہی اسرائیلی وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ عظیم تر اسرائیل وجود میں آ چکا ہے۔
3. ان دو اعلانات کے بعد فاتح غرناطہ ملکہ ازابیلہ کو سقوط غرناطہ کے پانچ سو سال بعد سینٹ ''ولی اللہ'' قرار دینے کی تحریک اٹھی۔ اگرچہ بعد میں کسی مصلحت کی بناء پر فی الحال اسے عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ پاکستان کے نقطہ نظر سے یہ اشارہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔
4. 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد بھارت کی حکومت نے محققین کی ایک جماعت مسٹر ڈی۔ پی۔ دھر کی قیادت میں سپین بھیجی۔ جس نے وہاں کی درسگاہوں اور دوسرے اداروں میں عمیق و عریض تحقیق کے بعد سپین میں مسلمانوں کے استحقاق

اور اسلام کے استحصال پر ایک جامع رپورٹ تیار کی۔ جس کی بنیاد بھارت کی خفیہ ایجنسی ''را'' (Research and Analysis Wing) تشکیل دی۔ اس ایجنسی کے آگے سب سے بڑا ہدف پاکستان کو ختم کر کے ہندوستان میں ہندومت کا نفاذ ہے۔ اس ایجنسی کی کاروائیوں اور مغربی ممالک کی اس بارے میں تعاون سے اندرا گاندھی چھ سال کے قلیل عرصے میں پاکستان کو دولخت کر کے یہ اعلان کرنے کے قابل ہوگئی کہ ہم نے دوقومی نظریے کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا۔

2. نئے عالمی نظام کے نقوش کی تلاش میں سپین کی تاریخ اس لئے بھی اہم ہے کہ یہیں سے کولمبس نے ''خلیجی نئے عالمی نظام'' کے ساتھ اپنی مہم پر روانہ ہو کر اس سرزمین کو دریافت کیا۔ جہاں کولمبس کی ریت (Columbian Legacy) کی بنیاد پر قائم ملک سے پانچ صدی بعد نئے عالمی نظام کا نعرہ بلند ہوا۔

3. تاریخ اندلس اس چیز کو سمجھنے کے لئے ایک بہترین ذریعہ ہے کہ کس طرح ''حقیقی نئے عالمی نظام'' مسلمان حکمرانوں کے ''تقدیم الدنیا علم الدین'' اور فسق و فجر کی وجہ سے صلیبی وصیہونی نئے عالمی نظام کے آگے وہاں پسپا ہوگیا اور اس کے نتائج وعواقب کیا نکلے۔

4. تاریخ اُندلس کے حقائق کی ''نئے عالمی نظام'' کے ناطے سے اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مغرب کے عروج کے بنیادی ستونوں یعنی سائنسی ترقی اور جمہوریت کی جڑوں کا سلسلہ سپین میں مسلم دور اقتدار' صلیبی جنگوں اور سسلی میں مسلمانوں کے عہد حکومت سے پیوستہ ہے۔

دیگر وجوہات کے علاوہ اس ضمن میں اندلس کی تاریخ میں ایک مزید قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ وہاں بھی ایک مرحلہ پر صلیب پرستوں نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کے خلاف (نعوذ باللہ) ایک بہت بڑی مہم چلائی تھی۔ دانتے (Dante) جو نہ صرف مغربی نظریہ حیات و کائنات کے اظہار و ایضاع کے لئے شیکسپیئر کا واحد ہم پلہ بلکہ عیسائی اخلاقیات کا موسس اعلیٰ بھی ہے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف زہر اگلنے کا یہ سلسلہ گبن والیٹر اور مارگولیتھ جیسے مغربی دانشوروں سے ہوتا ہوا عہد حاضر کے آرنلڈ ٹوائنبی تک پہنچتا ہے تو وہ اپنے شاہکار A Study of History میں ایک جگہ اپنے مجموعی انداز میں جو کچھ لکھتا ہے وہ نئے عالمی نظام کے ضمن میں خصوصی توجہ اور غور کے قابل ہے۔

''نئے عالمی نظام'' کے ضمن میں سابق امریکی صدر نکسن کے ایک مضمون کا مندرجہ ذل اقتباس بھی قابل غور ہے۔

''میں امریکہ' روس' یورپ' جاپان' چین اور بھارت کو پرزور طریقے سے کہتا ہوں کہ ان کا فائدہ اس میں ہے کہ وہ مسلم بنیاد پرستی کی بڑھتی ہوئی طاقت کے خلاف اپنی طاقتیں یکجا اور مرکوز کریں۔ مسلم ملکوں کی فوجی حکمت عملی ان سب کی جغرافیائی پوزیشنیں معدنی' آبی' زرعی اور صنعتی وسائل کی فراوانی ان کی وسیع منڈیاں اور انکی حالیہ ٹیکنالوجی میں کامیابیاں ایک نہ ایک دن عالم اسلام کی قوت بن سکتی ہیں۔ جو غیر مسلم دنیا کے لئے ایک سنگین خطرہ بن جائیں گی۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 51 میں ارشادِ ربانی ہے:

''اے ایمان والو! تم یہودی و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہ یقیناً انہی میں سے ہوگا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا''۔

حقیقی عالمی نظام

قبل اس کے کہ ہم نئے عالمی نظام کے نقوش کی تلاش میں مزید آگے بڑھیں۔ دین حق کی چیز بنیادی باتیں تحریر کرنی ضروری ہیں کیونکہ انہیں ذہن میں رکھے بغیر نئے عالمی نظام کے نقوش ہماری نظروں میں پوری طرح اجاگر نہیں ہوسکیں گی۔

تنزیلی اعتبار سے قرآن مجید کی اولین آیات سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ یعنی "اقرا باسم ربک الذی"۔ یہاں سب سے پہلے پروردگار کی ربوبیت کا ذکر ہوا ہے۔ رب کے معنی وہ ذات ہے جو اپنی مخلوق کو بتدریج ایک حالت سے دوسری حالت میں تکمیل کی جانب لے جائے۔ رب "مالک" "مصلح" کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ ہستی جو کسی چیز کی مالک بھی ہو اور اس کی اصلاح و تربیت بھی کرتی ہے اس کے بعد پروردگار کی ربوبیت کو ثابت کرنے کے لئے عالمی ہستی کی خلقت و آفرینش کا ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ اس کی ربوبیت کی بہترین دلیل اس کی خالقیت ہے اور عالم کی تدبیر وہی کر سکتا ہے جس نے اس کو خلق کیا ہو۔ یہود و نصاریٰ اپنی سائنسی ترقی کے بل بوتے پر کئی قسم کی مشینیں ایجاد کر رہے ہیں اور بنا رہے ہیں۔ ان میں سے ہر مشین کے لئے Maintenance Manwal بھی تیار کرتے ہیں۔ ان Maintenance Manwal میں دی گئی ہدایات کے خلاف کسی مشین سے کام لیا جائے تو ہر ایک کو پتہ ہوتا ہے کہ مسائل پیدا ہوں گے۔ لیکن یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ یہ دنیا جس میں بے شمار جمادات، نباتات، حیوانات اور ان سے اوپر انسان ہے۔ ان سب کو پیدا کرنے والے نے کوئی نظام اور Manual ضرور دیا ہوگا، جس کی اطاعت و مثال لازمی ہو۔ نازل ہونے والی ان اولین پانچ آیات کا مقصد دوسرے مضمرات کے علاوہ حصول علم کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ چنانچہ خالق ارض و سماء کے وضع کردہ اس حقیقی عالمی نظام کے مطابق دین حق کے علم کا حصول انسان کے لئے فرض عین ہے اور دنیاوی علوم کا حصول فرض کفایہ۔ کبھی ان آیات میں لفظ علق کو "صاحب علاقہ" وجود کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ جو انسانوں کی اجتماعی روح اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کی طرف اشارہ ہے اور یہ حقیقت میں تکامل بشر اور تمدنوں کی پیش رفت کا پایہ اصلی ہے۔

مصحف کے اعتبار سے سات آیات پر مشتمل پہلی سورہ فاتحہ ہے جو کہ "ام الکتاب" ہے۔ کیونکہ اس میں قرآن کے تمام مضامین کا لب لباب دیا گیا ہے۔ اس سورہ کی پہلی دو آیات "بسم اللّٰہِ الرحمن الرحیم o الحمدُ للہِ رب العالمین"۔

"شروع اللہ کے پاک نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ رحمانیت سے مراد اس کی لامتناہی نعمتیں ہیں جو دنیا یعنی دارالعمل میں ہر خاص و عام، اس کے باغیوں اور مومنین و قانتین کے لئے فراہم کردی گئی ہیں۔ جبکہ رحمانیت سے مراد اس کی وہ نعمتیں ہیں جو حیات میں نماز کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ تاکہ بندوں کا انفرادی و اجتماعی سطح پر اپنے خالق و رب سے رشتہ قائم رہے۔ توحید کی حقیقت کلی و نشان منزل اور کتاب اللہ و سنت رسول کی وضع کردہ شریعت کے سواء السبیل پر مبنی کامل نظام ہی ایک عادلانہ و حقیقی نظام ہے۔ باقی سب نظام مع یہود و نصاریٰ کے عالمی نظام" کے جیسا کہ اس کتاب میں تحریر کردہ ناقابل تردید تاریخی حقائق و شواہد سے اظہر من الشمس ہے۔ سراب آسا ظالمانہ استحصالی اور تباہ کن ہیں۔

یہ تو عالمی نظام کے دنیاوی زندگی کے ناطے سے نتائج و عواقب ہیں۔ جہاں تک اُخروی زندگی کا تعلق ہے تو اس بارے

میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

عذاب مهين. عذاب اليم. عذاب مقيم.

ان حقائق وشواہد پر تفکر وتدبر سے ہمیں یہ شعور بھی حاصل ہوتا ہے کہ رب العالمین اور مالک مصلح اس دنیا میں تمام تر کفر وشرک اور صلیبی وصیہونی نئے عالمی نظام جیسی طاغوتی طاقتوں کی موجودگی کے علی الرغم کیسے انسانیت کو بتدریج اس نظام کی طرف لے جا رہا ہے۔ جو اس کے اپنے محفوظ ومطہر کلام اور اس کے آخری رسول ﷺ کی سنت کی بنیاد پر قائم ہے۔

طلوع اسلام کے وقت دنیا نہ صرف (جزیرہ نما عرب) کی کیفیت کے متعلق ایک مغربی عالم جے۔ ایچ۔ ڈینی سن کے الفاظ جن کا ترجمہ نیچے دیا جا رہا ہے' بڑے قابل غور ہیں۔

''ایسا لگتا تھا کہ وہ عظیم تمدن جس کی تعمیر میں چار ہزار برس صرف ہوئے تھے انتشار اور تباہی کے کنارے آ لگا ہے اور انسان پھر وحشت و بربریت کی اس زندگی کا شکار ہونے والا تھا۔ جس میں ہر قبیلہ اور ہر فرقہ دوسرے قبیلے اور دوسرے فرقے کے درپے آزاد ہو اور جس میں کہیں قانون کا تصور تھا نہ نظم ونسق کا۔ قدیم قبائلی تصویبات بے اثر ہو چکی تھیں۔ حکمرانی کے پرانے طریقے اب کم نہیں دے رہے تھے۔ عیسائیت نے جن نئی تصویبات کو جنم دیا وہ نظم واتحاد کی بجائے افتراق' ہلاکت اور تباہی پھیلا رہی تھیں۔ یہ زمانہ بڑا پُر آشوب اور المناک تھا۔ تہذیب وتمدن کا شجر عظیم جس کے برگ وبار اطراف واکناف عالم میں پھیل گئے تھے اور جس کی شاخوں میں کبھی علم وفن اور ادب کے ثمرہ ہائے زریں لگتے تھے' بوسیدہ اور متزلزل ہو چکا تھا۔ اس کے تنے میں عقیدت واحترام کا حیات بخش رس ہی باقی نہیں رہا تھا کہ اس کی زندگی برقرار رہتی' برعکس اس کے جنگ وجدل کی آندھیوں نے جو آئے دن اٹھتی رہتیں' اس کو جڑوں تک بوسیدہ اور کھوکھلا کر دی تھا۔ اس کا وجود قائم تھا تو صرف عہد قدیم کے رسم ورواج اور قوانین کی بدولت جو معلوم نہیں کب ختم ہو جاتا۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ زمانے میں کیا کوئی ایسی ثقافت بھی ہو سکتی ہے' جس کی بنیاد محض احساسات پر ہو۔ جو نوع انسانی کو پھر یکجا کر دے اور تہذیب وتمدن کی حفاظت کرے۔ یہ ثقافت نئی طرز کی ہی ہو سکتی تھی کیونکہ قدیم تصویبات ورسومات مردہ ہو چکی تھیں اور ان کے بدلے اسی طرز کی دوسری تصویبات اور رسومات کو وجود میں لانے کے لئے صدیوں کا کام درکار ہوتا''۔

یہاں پر ایک معجزاتی قسم کی اصلاح تھی۔ محمد ﷺ نے ایک مذہب تخلیق کیا۔ جس پر قدیم مالک کے کوئی رنگ وروپ نہیں تھے' نہ کوئی پادری اور نہ ہی کوئی رسوم جن کی بنیاد ظاہرداری پر ہو بلکہ جس کی بنیاد ایک اَن دیکھے اللہ کے ساتھ روحانی رشتے پر تھی۔ یہ کسی خاص گروہ کی تکریم کے لئے ترتیب نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ تمام نسلوں کے ان انسانوں کی ایک آفاقی اخوت کے لئے جو اس خدا کا اقرار کریں اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت کا وعدہ کریں۔

اور مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ اقبالؒ اپنی تصنیف Reconstruction of Religions Thought in Islam میں یوں رقم طراز ہیں:

''قرآن مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ان گوناگوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اس

کے اور خدا اور کائنات کے درمیان قائم ہیں۔ قرآن تعلیمات کا یہی وہ بنیادی پہلو ہے جس کے پیش نظر ''گوئٹے'' نے بہ اعتبار ایک ''تعلیمی قوت'' اسلام پر من حیث العقل تبصرہ کرتے ہوئے ایکرمن سے کہا تھا کہ تم نے دیکھا' اس تعلیم میں کوئی خامی نہیں۔ ہمارا کوئی نظام اور ہم پر کیا موقوف کوئی انسان بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ارشادِ ربانی ہے۔ 30-30

''پس اے نبی اکرم ﷺ اور نبی ﷺ کے پیروؤ'' یکسو ہو کر اپنا رخ دین کی سمت جمادو' قائم ہو جاؤ' اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی۔ یہی راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

قرآن کا پیغام

سورۃ البقرہ آیت نمبر 217

مسلمانو! خبردار رہو' یہ لوگ یعنی سربراہان کفر ہمیشہ تم سے جنگ' سیاسی'' ''فوجی'' ''اقتصادی'' دباؤ کے حربے جاری رکھیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین یعنی ''اسلامک نظام سے پھیر دیں اور تمہیں اپنے وضع کردہ کافرانہ نظام کے تابع چلائیں۔ جیسا کہ آج ہو رہا ہے'' اور اگر تم اپنی راہ سے پھر گئے تو دنیا و آخرت کی تباہی تمہارا مقدر بن جائے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

''مسلمانو! اگر تم نے کفر کے سرغنوں کا کہا مان لیا اور ان کے کافرانہ نظام اور آرڈر کے تابع چل پڑے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر کر مرتد'' کر دینگے۔ پھر تم بڑے خسارے یعنی دنیوی اور اُخروی ''تباہی'' میں پڑ جاؤ گے۔ یاد رکھو' یہ تمہارے مددگار نہیں ''دشمن'' ہیں بلکہ تمہارا مددگار تو اللہ ہے اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے گالا ہے۔

اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں

اُمت مسلمہ کے دانشوروں' سیاستدانوں اور حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ خلوص نیت سے امریکہ کے مذموم عزائم کی بیخ کنی کے لئے اسلامک عالمی نظام کے نفاذ کے لئے عملی راہ ہموار کریں اور نئی سامراجیت کا متبادل ایک ایسا عالمی لائحہ عمل اختیار کریں جو انہیں اقوامِ عالم میں غیرت اور عزت کے ساتھ زندہ رہنے کے مواقع فراہم کرے۔

عالم اسلام کو چاہیئے کہ:

نئی سامراجیت کے استحصال سے بچنے کے لئے Cafe Nafta اور EEC کی طرز پر مسلمان ممالک پر مشتمل ''مسلم اکنامک کمیونٹی' کی تشکیل کریں اور مغربی طاقتوں کی اجارہ داریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ جس طرح یورپ EEC کے پلیٹ فارم پر متحدہ یورپ کی شکل میں تیزی سے اقتصادی اصلاحات کر رہا ہے اور ''امریکہ' کینیڈا'' اور میکسیکو مل کر Nafta "North Attlantic Fre Trade Area کے ذریعہ اقتصادی اصلاحات کر رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمان ممالک کو بھی علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے ٹریڈ اور ٹیرف کے قوانین بنانے چاہئیں تاکہ مسلمان اپنے وسائل کو نئے عالمی نظام کے استحصال اور بڑی طاقتوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھ سکیں اور اپنے عوام کی فلاح و بہبود اور ترقی پر خرچ کر سکیں۔

اب امت مسلمہ کے تمام اداروں خصوصاً OIC کا فرض ہے کہ وہ نئی سامراجیت کی یلغار سے بچنے کے لئے فوری طور پر مسلم ممالک کی ''مشترکہ منڈی'' قائم کریں اور علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اقتصادی تعاون کے موثر منصوبوں کو فروغ دیں۔ وسط ایشیا اور مغربی ایشیاء میں اقتصادی تعاون کی تنظیم 'ECO' ایسے تعاون کی بہترین مثال ہے۔ جو پاکستان سمیت 10 اسلامی ممالک پر مشتمل ہے۔ جن میں افغانستان' ترکی' تازکستان' کرغزستان' تاجکستان' ترکمانستان' ازبکستان اور آذر بائیجان شامل ہیں۔ یہ تمام ممالک وسائل سے مالا مال ہیں۔ اگر ECO کو توسیع دے کر مضبوط بنیادوں پر استوار کرلیں تو یہ عالم اسلام کا سب سے بڑا اقتصادی بلاک ہوگا جسے بعد میں سیاسی اور دفاعی بلاک میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور دیگر خطوں سے الحاق بھی کیا جاسکتا ہے۔

مسلم ممالک کو چاہیئے کہ وہ ایسے اقتصادی تعاون کو فروغ دیں اور ورلڈ بنک' آئی ایم ایف اور GATT کی اجارہ داریوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔

2. بین الاقوامی تجارت کے فروغ کے لئے اسلامک یونینز قائم کی جائیں اور زیادہ سے زیادہ اسلامی بینک قائم کئے جائیں' سرمایہ داری اور سودی نظام بینکاری سے چھٹکارا حاصل کیا جائے' اسلامک چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز قائم کی جائیں اور کثیر القومی کارپوریشنز Multi National Corporation قائم کی جائیں۔ کثیر القومی تجارتی نظام قائم کئے جائیں اور اس طریقہ سے امت مسلمہ کے خطوں میں از سر نو بین الاقوامی سطح پر ایک آزاد تجارت کا آغاز کیا جائے۔

3. تمام مسلم ممالک اگر باعزت قوم کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اپنے تمام وسائل کو یکجا کر کے تعلیم' سائنس و ٹیکنالوجی' دفاع اور بین الاقوامی تجارت کو مضبوط کرنے پر صرف کریں۔ کیونکہ ان قواعد کو مضبوط کئے بغیر امت مسلمہ کا مستقبل محفوظ اور باعزت نہیں ہوسکتا۔

4. مسلم ممالک میں سائنس کی تعلیم اور تحقیق پر سب سے زیادہ توجہ دی جائے اور Human Resource Development کے مشترکہ منصوبے شروع کئے جائیں تاکہ ایسے مسلمان سائنس دان تیار ہوسکیں جو اپنے کارناموں سے مسلم قوم کو اقتصادی اور سیاسی طور پر ایک قوت بنادیں۔ اسلامی ممالک میں شرح خواندگی دنیا کے باقی ممالک کی نسبت سب سے کم ہے اور جہالیت کا تناسب سب سے زیادہ۔ سامراجی دور میں ہر سامراجی طاقت کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے زیر اثر ممالک میں تعلیمی اور تہذیبی انحطاط رہے' اس سے سامراجی طاقتوں کے مفاد کو کم خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ امریکہ کے نئے سامراجی نظام میں بھی یہی تصور پیش کیا گیا ہے کہ ان ممالک کی تہذیب و ثقافت کو اپنے زیر اثر رکھا جائے گا۔ لہٰذا امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ تعلیم و ثقافت کے میدان میں اپنے بجٹ کا زیادہ حصہ مختص کریں تاکہ مسلمان قوم اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور سپر ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے قابل ہوسکیں' جس کے بغیر اقتصادی اور سیاسی برتری کا حصول ناممکن ہے۔

5. اسلامی ممالک امریکہ کی نئی سامراجیت کی یلغار سے بچنے کے لئے ''مشترکہ دفاعی قوت'' تشکیل دیں۔ جو مشترکہ علاقائی دفاع Joint Regional Defence کی صورت میں ہو۔ جن مسلمان ممالک کی سرحدیں آپس میں ملتی ہوں' انہیں NATO اور وارسا پیکٹ کی طرز پر اپنے دفاعی معاہدے تشکیل دینے چاہئیں۔ اعلیٰ سطح پر معلومات کے تبادلے کا نظام موثر ہونا

چاہیئے' دفاعی اور فوجی سطح پر ریسرچ اور انٹیلی جنس کے منصوبوں میں تعاون ہونا چاہیئے تا کہ نئی سامراجیت کے کسی نئے آپریشن ڈیزرٹ سٹارم سے نمٹا جا سکے۔

6. بین الاقوامی سطح پر عالم اسلام کے مسائل اور اختلافات کو نبٹانے کے لئے ورلڈ اسلامک کورٹ آف جسٹس قائم کی جائے۔ جس میں اقوام متحدہ کی قراردادوں اور بین الاقوامی قوانین کے ضابطوں پر عملدرآمد کا انتظار کرنے کی بجائے اسلامی بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصلے کیئے جائیں۔ دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں داخلی اور خارجی قوانین پر مشتمل "Unified Codes" بنائے جائیں تا کہ عدالتی نظاموں میں یکسانیت آئے۔

7. کشمیر' فلسطین اور بوسنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و بربریت اور انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر خلاف ورزیوں کی روک تھام کے لئے موثر حکمت عملی اختیار کی جائے۔ تمام اسلامی ممالک' سربیا اسرائیل اور بھارت کا تجارتی اور سیاسی سطح پر بائیکاٹ کریں اور ان سے سفارتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں' تا کہ یہاں کے مظلوم مسلمانوں کو حق خود ارادیت مل سکے اور اگر پھر بھی یہ ممالک ظلم و تشدد سے باز نہ آئیں تو مسلمان ممالک کو جذبہ جہاد سے کام لیتے ہوئے اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے عملی کاروائی کر دینی چاہیئے۔

8. مسلم ممالک اپنے سیاسی نظاموں کے اندر عدل و استحکام پیدا کریں۔ آمریت' جبر اور بددیانتی کے راستوں کو ترک کر دیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عادلانہ جمہوری نظام کو قرآن و سنت کے تحت فروغ دیں۔

9. نئے عالمی نظام کے بانی اور اس کے اتحادی مل کر اشتراکیت کی ناکامی کے بعد نئی سامراجیت سرمایہ داریت اور صیہونیت کی مدد سے پوری دنیا کے اقتصادی وسائل کو ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے امت مسلمہ کے لئے لازم ہے کہ ورلڈ اسلامک آرڈر کے تصور کی طرف تیزی سے بڑھے' نئی سامراجیت اور نئے عالمی نظام کے سامنے ڈٹ جائے۔

10. اسلام کے کلچر اور اسلام کے وجود کو عالمی سطح پر ابھارنے کے لئے جدوجہد کرے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ ہم اس کا آغاز اسلامی تعلیم' اسلامی تہذیب و ثقافت اور سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ سے کریں۔ تا کہ ''عالمی اسلامک نظام'' سے شروع ہونے والا یہ سفر'' امت مسلمہ کی دولت مشترکہ پر جا کر ختم ہو جائے اور پھر کسی ملک کو نئی سامراجیت کے نفاذ کا موقع نہ مل سکے۔

اگر آج امت مسلمہ کے حکمران اور عوام ''نئے عالمی نظام'' کی سامراجی حکمت عملی کی روک تھام کے لئے موثر تدابیر اختیار نہیں کریں گے تو اکیسویں صدی مسلمانوں کے زوال اور غلامی و بدحالی کا نہایت بھیانک نقشہ پیش کرے گی۔ جس کے بعد عالم اسلام کا باعزت طریقے سے جینا دوبھر ہو جائے گا اور عالم اسلام نئی عالمی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔ اس لئے امت مسلمہ کو اس نازک موڑ پر انتہائی محتاط رویئے اور کردار کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تا کہ ''نئے عالمی نظام'' کی سامراجی سیاست کے حال میں پھنسنے کی بجائے اس حال کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کاٹا جا سکے۔

ظہور اسلام سے قبل عالمی نظام

امریکہ کی دریافت سے بہت پہلے اگر ہم چھٹی صدی عیسویں سے دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ چھٹی

صدی عیسوی میں اس دنیا میں روم فارس کی دو بڑی سلطنتیں آپس میں خونریز جنگوں کی شکل میں محاذ آراء تھیں۔ فاتح سلطنت ہر جنگ کے بعد ایک عالمی نظام جاری کرتی جس کے تحت چھوٹی ریاستوں کا اپنا مطیع بنالیا جاتا۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ملوکیت اور بادشاہت کا دور تھا۔ سرزمین عرب کا جنوبی حصہ سلطنت حبش کے پاس تھا' مشرقی حصہ سلطنت فارس کے قبضہ میں تھا اور شمالی حصہ پر سلطنت روم قابض تھی۔ ملک عرب ایک مدت کی بجائے کئی خودمختار قبیلوں میں منقسم تھا۔ دو طاقتی نظام رائج تھا' طاقت کا توازن اس وقت کی دو بڑی سلطنتوں روم اور فارس نے سنبھالا ہوا تھا۔ مگر یہ نظام بری طرح ناکام ہوا اور عالمی امن قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ ان میں کسی سلطنت کا عالمی نظام انصاف' صلح اور مساوات پر مبنی نہ تھا' بلکہ یہ عالمی نظام توسیع سلطنت کی خواہش اور اقتدار کی ہوس پر مبنی تھا۔

خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامک عالمی نظام

ان حالات میں رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔ انہوں نے 23 سال کی جدوجہد کے بعد ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھایا جو قیامت تک کے لئے ناقابل تقلید تھا اور پوری دنیا کی رہنمائی کے لئے ایک عالمی نظام جاری کیا۔ جس کا باضابطہ اعلان خطبہ حجۃ الوداع میں کیا۔ آپؐ نے فرمایا! لوگو خبردار پچھلا عالمی نظام جو استحصال' ظلم' ناانصافی اور جبر وتشدد پر مبنی تھا' آج وہ ختم ہو رہا ہے۔ اس میں اپنے قدموں تلے روندرہا ہوں اور کائنات انسانی کو نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں۔

خطبہ حجۃ الوداع نئے عالمی نظام کا اعلان

حضور اکرمؐ نے 10 ھ میں آخری حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس موقع پر بتاریخ 9 ذی الحج میدان عرفات میں آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا' جو عالم انسانیت کے لئے پہلا باقاعدہ انسانی حقوق کا چارٹر اور اقوام عالم کے لئے نیا عالمی نظام تھا۔

نئے عالمی نظام کا آغاز

بحوالہ ''سیرت ابن ہشام 2-604''

''اور دیکھو! اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان یعنی نظام عالم' کو جس حالت پر پیدا تھا۔ زمانہ اپنے حالات و واقعات کا دائرہ مکمل کرنے کے بعد پھر اس مقام پر دوبارہ آ گیا ہے''۔

گویا زبان نبوت اس امر کا اعلان فرما رہی تھی کہ نظام عالم کے ایک دور کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آج سے دوسرے دور کا آغاز ہو رہا ہے اور میں دنیائے انسانیت کو نظام عالم کے نئے دور کے آغاز پر ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے ذریعے بالخصوص اور اپنی تعلیمات و ہدایات کے ذریعے بالعموم نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں۔

سابقہ جاہلانہ اور ظالمانہ نظام کی منسوخی

ضروری تھا اس موقع پر آپ پچھلے نظام اور اس کے جاہلانہ آمد کو منسوخ کرنے کا اعلان بھی فرماتے سو آپ ﷺ نے فرمایا:

''خبردار دور جاہلیت کا سارا ''ظالمانہ'' اور ''استحصالی نظام'' میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ آج سے نظام جاہلیت کے سارے خون (قصاص) دیت اور انتقام کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور آج سے نظام جاہلیت کے سارے سودی لین دین بھی ختم کئے جاتے ہیں''۔

ان دو اعلانات کے اس امر میں کسی شک و شبے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ خطبہ حجۃ الوداع فی الحقیقت ''نئے عالمی نظام'' کا ہی اعلان تھا۔ اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے عطا کردہ نئے عالمی نظام کے اہم پہلو کیا تھے۔

عالمی امن کے قیام کا اعلان

اس اسلامک عالمی نظام کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام' ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل و غارت گری اور جنگ و جدال کے فساد انگیز عمل میں مبتلا رہتے تھے۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے جاری رہتے تھے۔ انسانی خون نہایت ارزاں ہو گیا تھا اور معمولی معمولی بات پر تلواریں نکل آتیں اور دیکھتے ہی دیکھتے نسلیں خون آشام منظر کی بھینٹ چڑھ جاتیں۔

حضور مقبول ﷺ نے ان ہولناک حالات میں عالمی سطح پر قیام امن کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا۔

''اے بنی نوع انسان' بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں' جس طرح آج کے دن کی حرمت اور اس مہینہ کی حرمت تمہارے اس شہر میں برقرار ہے۔ جس میں تم ایک دوسرے کی بے حرمتی نہیں کر سکتے' اسی طرح تم کبھی ایک دوسرے کی جان و مال کی بھی بے حرمتی نہیں کر سکتے۔

''آپ ﷺ نے اس حکم کو مزید ان الفاظ کے ذریعے فرمایا:

''خبردار تم میرے بعد پلٹ کر پھر گمراہ نہ ہو جانا یوں کہ ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگ جانا'' یہ سب سے بڑی گمراہی ہو گی''۔ (خطبہ حجۃ الوداع)

عالمی انسانی مساوات کا قیام

حضور ﷺ نے انسانوں' نسلوں' طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب پہلوؤں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرما دیا۔ ارشاد فرمایا:

''تمام بنی نوع انسانی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق کئے گئے تھے۔ اب فضیلت اور برتری کے سارے جھوٹے دعوے جان و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ اے لوگو تم سب کا رب ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے' اس وحدت نسلی انسانی کے باعث تم سب برابر ہو۔ مگر تم میں بزرگ و برتر وہی ہے جو زیادہ پرہیز بہتر کردار کا مالک ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے' ساری برتریاں' کردار و عمل پر مبنی ہیں''۔

یہ مساوات انسانی کا وہ عالمی اصول تھا جس پر حضور اکرم ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ معاشرے کی بنیاد رکھی' یہی اصول آگے چل کر عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنا۔

معاشی واقتصادی استحصال کا خاتمہ

حضور اکرم ﷺ نے اسی عالمی نظام کے ذریعے سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے کلیۃً مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔

ارشاد فرمایا: بے شک آج سے ہر قسم کا سود اور سارا سودی نظام منسوخ کیا جاتا ہے۔ تم راس المال کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو' نہ تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ سود اور اس پر مبنی ہر قسم کا اقتصادی استحصال ممنوع ہے۔

عورتوں کے حقوق کا تحفظ

حضور اکرم ﷺ نے سابقہ عالمی نظام میں خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمے کا اعلان فرما دیا۔

''اے لوگو بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں اور اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق تم پر واجب ہیں (ان کی پوری طرح حفاظت کرنا) عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔

زیردست اور افلاس زدہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ

حضور اکرم ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لئے یہ عظیم انقلابی اعلان بھی فرمایا۔

''لوگو! زبردست انسانوں خیال رکھنا' زیردستوں کا خیال رکھنا انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو''۔

اس اعلان نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفریں نظام وضع کر دیا۔

الغرض حضور اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے انسانیت کو ایسا نیا عالمی نظام عطا فرمایا جو آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آج عالم اسلام عملاً اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کر رہا ہے یا نہیں۔

اسلام کی تاریخ میں یہ نیا نظام آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے' اس لئے امت مسلمہ کو رسول پاک ﷺ کے عطا کئے ہوئے عالمی نظام کی موجودگی میں کسی اور نئے عالمی نظام کی ضرورت نہیں۔

اسلامک عالمی نظام کے تحت پوری دنیا سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور نظام مساوات و انصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوا اور جلد ہی اسلام کی اس ابھرتی ہوئی طاقت نے روم اور فارس کی دونوں عالمی استحصالی طاقتوں کو چیلنج دیا اور ان طاقتوں کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یوں دنیا میں اسلامک عالمی نظام کا نفاذ کر دیا گیا۔ اس عالمی نظام کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا افتتاح ہوا جس میں خیر' تعمیر' ارتقاء اور عدل ہی عدل تھا۔ جو انسان کی بنیادی حقوق کا ضامن تھا۔ جس میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری' عالمی امن کے قیام پر امن بقائے باہمی' غلامی سے نجات' حق کی معاونت اور ظلم سے نجات کے سنہری اصول دیئے گئے تھے۔ اسلامک عالمی نظام کے سنہری اصولوں کے

تحت خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں 661 عیسوی تک مسلمانوں نے جتنے علاقوں کو فتح کیا وہاں کے غیر منصفانہ قوانین کو منسوخ کر دیا گیا اور وہاں کی آبادی کو ہی اقتدار میں شریک کیا۔

بنو امیہ کے دور حکومت میں سے لے کر سلطنت عثمانیہ (موجودہ بیسوی صدی عیسوی کے اوائل تک) مسلمانوں نے اسلامک عالمی نظام کے اصولوں کے مطابق بین الاقوامی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے ہر فاتح نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی داخلہ و خارجہ پالیسیوں کو تشکیل دیا۔

آج بھی حالات میں بہتر تبدیلی آ سکتی ہے لیکن اس یقین کی بنیاد اللہ کی تائید و نصرت اور حضور اکرم ﷺ کی رحمت و شفقت پر ہم رکھیں۔ امت مسلمہ پر سیاسی زوال پہلی مرتبہ نہیں آیا' پہلے بھی ہم بار ہا اس کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ سقوط بغداد کے بعد تو نصف صدی تک پوری دنیا میں کہیں بھی اسلامی حکومت موجود نہ رہی۔ لیکن ہر بار ہم نے حوصلے اور ہمہ سے حالات کا مقابلہ کیا اور ذلت کو عزت' پستی کو بلندی اور غلام کو غلبے سے بدلا۔ بقول شاعر۔

جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

ہمیں اس بات کا یقین درکار ہے کہ عروج و زوال ایک مسلسل عمل ہے۔ جو قوموں کی تاریخ کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر بدقسمتی سے آج ہم اپنے دور زوال سے گزر رہے ہیں تو یقیناً زوال کی اسی شب تاریک میں سے عروج کا سویرا بھی طلوع ہوگا۔

ہم تنہا نہیں' ایک عظیم ملت ہیں۔ اپنے عمل کو کبھی محدود نہ سمجھیں' اپنے زاویہ نگاہ کو بدلیں' اپنی جدوجہد کو فقط اپنی ذات تک محدود کر کے اس کی افادیت کو بے اثر تصور نہ کریں بلکہ اپنے کروڑ بھائیوں کی سوچ' ان کے فکر اور عمل میں تبدیلی پیدا کر دیں۔ اس طرح آپ اپنے اندر عظیم قوت و توانائی محسوس کریں گے۔ سو اب آپ کو اپنی جدوجہد اور قوت محدود اور بے اثر نہیں' بلکہ بے انتہا اور نتیجہ خیز دکھائی دے گی۔

اس تمام بحث کے نتیجہ میں یہ بات بآسانی واضح ہو جاتی ہے کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل دراصل اُمت مسلمہ کے موجود زوال کو دائمی بنانے اور رہی سہی غیرت و ہمت بھی ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کی ایک گہری سازش ہے۔ اب اُمت مسلمہ کے ہر فرد کے لئے دو ہی ممکنہ راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمام حالات جاننے اور سمجھنے کے باوجود محض اس لئے لاتعلق رہے کہ میں اکیلا فرد کیا کر سکتا ہوں۔ اس طرح نہ صرف خود بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی ذلت و رسوائی کے گہرے کنویں میں دھکیلنے کے عمل میں بالواسطہ شریک ہو جائے' یا پھر اپنے محدود دائرہ عمل میں رہتے ہوئے تاریک مستقبل کو روشن بنانے کے لئے کمر ہمت باندھ لے اور وہ سب کچھ کر گزرے جو کر سکتا ہے اس طرح اپنی جدوجہد کو محدود نہ رہنے دے۔ بلکہ عالمگیر سطح پر غلبہ اسلام کی بحالی کی عظیم جدوجہد میں بدل دے۔ آمین ثم آمین

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

نزہت رئیس ۔ کراچی

گزشتہ چند برسوں سے علم سیاسیات میں ایک نئی اصطلاح سامنے آئی ہیں نیو ورلڈ آرڈر یا نیا عالمی نظام ۔ اخباری کالموں میں اس نے کافی جگہ پائی ۔ سیاسی مدبر، ماہرین معیشت، صحافی اپنے تبصروں، تقریروں اور تحریروں میں اس کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں ۔

آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ یہ نیا عالمی نظام کیا ہے اور اس نعرہ کا خالق کون ہے ۔ اس کو ایجاد کرنے والوں کے عزائم کیا ہیں اور وہ اس نظریہ کو پیش کر کے کس قسم کے مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب ایک قوم کسی معرکہ میں فتح یاب ہوتی ہے تو فاتح گروہ مفتوح طبقہ پر اپنی شرائط مسلط کرتا ہے ۔ دنیا نے یہ نظارہ دیکھا ہے کہ ایک سپر پاور یعنی سوئیت یونین اکیس دسمبر ۱۹۹۱ء کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر دنیا کے نقشہ سے مٹ گئی ۔ اس کی اپنی ریاستیں اس سے علیحدگی اختیار کرنے لگیں ۔ اشتراکیت کا نظریہ شکست سے ہمکنار ہو گیا ۔ مشرقی یورپ روسی تسلط سے آزاد ہونے لگا ۔ وارسا پیکٹ بے حقیقت ہو گیا ۔ امریکہ اس رعونت میں مبتلا ہو کر گیا کہ وہ واحد سپر پاور ہے چنانچہ امریکی انتظامیہ پورے گلوب پر اپنے غلبہ کے خواب دیکھنے لگی ۔ اس وقت کے صدر جارج بش نے اس پلان کو نیو ورلڈ آرڈر (نیا عالمی نظام) کا نام دیا ۔ اس کے اہم نکات جمہوریت کی حفاظت دنیا سے جارحیت کو ختم کرنا ایٹمی ہتھیاروں کو ختم کرنا اقوام عالم کے درمیان معاشی تعاون کو فروغ دینا اور دنیا میں امن سکون کا ماحول قائم کرنا ہے ۔ لیکن یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے حقیقت کچھ اور ہے ۔ نیو ورلڈ آرڈر کا مقصد دنیا میں صرف امریکہ کی تھانیداری قائم کرنا ہے ۔

نیو ورلڈ آرڈر کی اصلیت

امریکہ کی سلامتی کونسل نے ۱۹۹۱ء میں اپنی ترجیحات کے حوالہ سے جو رپورٹ پیش کی تھی اس کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر کے جو خدوخال سامنے آتے ہیں اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱۔ علاقے کی سلامتی میں کردار ادا کرنے والے ممالک کی تعداد میں اضافہ کیا جائے ۔ اٹلی فرانس برطانیہ بھی اس میں شامل ہوں ۔

۲۔ غیر عرب ممالک مثلاً ایران اور ترکی بھی شریک ہوں اور ان عرب ممالک کے ساتھ مل کر کام کریں جو عراق کے ساتھ کارروائی میں امریکہ کے اتحادی رہے ہوں ۔

۳۔ دفاعی طاقت کا معیار بلند کرنے کے لئے خلیجی ممالک میں لازمی بھرتی کا طریقہ اختیار کیا جائے ۔ لیکن خلیجی ممالک کے

پڑوسیوں کے معیار اتنا بلند نہ ہونے دیا جائے کہ وہ ان پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

۴۔ عرب ممالک اور مسلم ممالک کو غیر روایتی اسلحہ کو فروخت کی پالیسی اختیار نہ کی جائے۔

۵۔ اسلحہ کی فروخت اگر ضروری ہو تو اس طرح پہنچایا جائے کہ پارٹس نامکمل ہوں۔ مغربی عسکری ماہرین کی نگرانی میں ہوا اور اسلحہ کی بعض اقسام صرف کرایہ پر دی جائیں۔

۶۔ عرب ممالک کے اندر نظام ہائے مملکت تبدیلی کئے جائیں مثلاً خلیجی ممالک میں پرانے طرز کی حکومتیں ہیں اگرچہ ان کا قائم رہنا امریکہ کے لئے فائدہ مند ہے لیکن جمہوری حکمرانی نظام شروع کیا جائے اور نظام ان افراد کے ہاتھوں میں ہو جو امریکہ سے پڑھ کر آئے ہیں۔ مصر میں نیا چہرہ لایا جائے اور مسلم بنیاد پرستوں کو جمہوریت کی آڑ میں ختم کر دیا جائے۔

۷۔ مسلم ممالک کو ایسے مسائل میں لگا دیا جائے جو ان کی طاقت ختم کرتے ہوں (مثلاً عورت کے حوالے سے مباحث)۔

۸۔ جن ممالک کے پاس پٹرول کی دولت ہے ان کے اسلامی عناصر کے ساتھ مندرجہ ذیل رویہ اختیار کیا جائے۔

(ا) نظام حکومت بدلنے کے ساتھ بعض شرعی قوانین بھی ختم کر دیئے جائیں۔

(ب) اسلامی عناصر کو حکومت کے حساس منصب تک رسائی نہ حاصل ہو سکے۔

(ج) مشائخ وغیرہ کو ذرائع ابلاغ میں جگہ نہ دی جائے۔

(د) اسلام پسند عناصر کو رفاہی اداروں اور انجمنوں میں کام نہ کرنے دیا جائے۔

(م) اس بات کی کوشش کی جائے کہ خلیج میں مسلمان اور عرب مزدور نہ ہوں اگر مزدور لئے ہی جائیں تو پاکستان ایران اور بنگلہ دیش کے نہ ہوں بلکہ بھارت، تھائی لینڈ، سری لنکا اور فلپائن سے جائیں جو معاشرہ کو کھوکھلا کرنے میں معاون ہوں۔

(و) اسلامی تحریکوں کے اندر اختلافات کے بیج بوئے جائیں۔

(ز) ٹی وی، ریڈیو کا دائرہ تمام علاقے پر محیط کر دیا جائے۔

غرض آج کرہ ارض جس صورت حال سے دوچار ہے وہ یہ ہے کہ پوری دنیا مسلمانوں کے خلاف کھڑی ہو چکی ہے۔ اور حالات انتہائی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں یہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ مسلم امت اپنے اندر اتحاد، اتفاق پیدا کرنے سیاسی، سماجی اور اقتصادی محاذوں پر ترقی کی سیڑھیاں طے کرے اور مسلسل آنکھیں کھلی رکھے اس لئے کہ دشمن گھات میں لگا ہوا ہے اور طرح طرح کے بھیس بدل کر حملہ آور ہو رہا ہے۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص نے فتح مصر کے موقع پر یہ پیغام دیا تھا۔

''تم ہمیشہ اس حقیقت کو سامنے رکھو کہ تم محاذ جنگ پر ہو اور اسلامی جنگ کے محافظ ہو اس لئے کہ دشمنوں کی نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں اور ان کے قلوب ابھی تمہارے خیال سے خالی نہیں ہوئے''

حقیقت یہ ہے کہ بڑی طاقتیں انتہائی ہوشیاری اور چالاکی سے حالات کو اس نتیجے پر لے جا رہی ہیں کہ مسلمانوں کے لیے زندگی دشوار ہو جائے۔ فلسطینی اور کشمیری جب جدوجہد کرتے ہیں تو اسے دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہے۔ پاکستان جس کو

امریکہ کا اتحادی سمجھا جاتا ہے اس کے لئے امریکی صاحبان اقتدار یہ اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کررہا ہے۔ دراندازی کی تہمت سے پاکستان کو سرفراز کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس انڈونیشیا میں عیسائی ریاست ''مشرقی تیمور'' کی سرپرستی کے لیے بڑی طاقتیں اپنی پوری کوشش میں لاتی ہیں۔

یہود کی خفیہ منصوبہ بندی (۲)

دنیا میں نبی نوع انسان کو گمراہ کرنے کے لیے جو تحریکیں اٹھتی ہیں اکثر ان کے پس منظر میں یہودی دماغ ہی کام کرتا نظر آتا ہے۔ اشترا کی نظریہ کو یہودی ذہن نے اختراع کیا اشترا کیت کے بعد عہد حاضر میں دوسرا گمراہ کن فلسفہ فرائیڈ کا ہے وہ بھی یہودی ہی تھا۔ یہود عملی رہبری اپنی کتاب تالمود سے حاصل کرتے ہیں جس کو وہ اپنا دستور حیات سمجھتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کی کتاب تلمود کے بعض حوالے پیش کرتے ہیں جس سے یہود کے نظریات سامنے آجائیں گے۔

۱۔ اگر یہود دنیا میں نہ ہوتے تو آفتاب طلوع نہ ہوتا۔

۲۔ جو یہودی نہیں اس کا مال متروکہ ہے۔ اور جس طرح چاہیں یہودی اس کو استعمال لائیں یہ حکم ان عورتوں کے لئے بھی ہے جو یہودی نسل سے نہیں۔

۳۔ یہود اللہ کے نزدیک تمام فرشتوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

۴۔ کسی یہودی کو فائدہ پہنچ رہا ہو تو جھوٹی گواہی جائز ہے۔

۵۔ جس سرزمین پر یہود کا قبضہ نہیں وہ ناپاک اور نجس ہے۔

دو ہزار سال سے دنیا بھر کے یہودی ہفتہ میں چار مرتبہ یہ دعائیں مانگتے ہیں کہ ان کا قبضہ ارض فلسطین پر ہو جائے وہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کریں۔ ہر یہودی کے گھر تاریخ کا مکمل ڈرامہ مذہبی تقریبات کے موقع پر کھیلا جاتا ہے۔ ہم کس طرح مصر سے نکلے فلسطین میں آباد ہوئے۔ بابل والے ہم کو لے گئے۔ یہود نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے کام کیا مختلف علاقوں سے یہود کو یہاں لاکر آباد کیا گیا وہاں زمین خریدنی شروع کی اور منظم طریقہ سے بستیاں بسائیں۔

اسی دور میں سلطنت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش شروع کی گئی۔ ترکوں میں یہ تحریک شروع کی گئی وہ سلطنت کی بنیاد ترک قومیت پر رکھیں۔ دوسری جانب عربوں کو عربی قومیت کا سبق پڑھایا گیا ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو ترک اور عرب ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔ گھناؤنی منصوبہ بندی کر کے ترکوں سے فلسطین عراق اور شام چھینا گیا۔

اس کے بعد سازش کے طویل سلسلہ کے نتیجہ میں یہود کی ریاست قائم ہوگئی۔ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو عین اس وقت جبکہ جنرل اسمبلی فلسطین کے مسئلہ پر بحث کررہی تھی یہودی ایجنسی نے رات کو دس بجے اسرائیلی ریاست کے قیام کا اعلان کیا۔ روس اور امریکہ نے اس کو تسلیم کرلیا۔

اسرئیل کے قیام کے ساتھ ہی دنیا بھر سے یہود نے اسرائیل کا رخ کیا۔ اسرائیلی حکومت نے باقاعدہ ریسرچ سیل قائم کیا۔ یہودی اسکالرز مختلف روپ دھار کر ہر اس علاقہ میں پہنچے جہاں بارہ قبیلوں کے گزرنے کا امکان تھا۔ اس طرح افریقہ میں

سوڈان کی سرحد پر سکونت پذیر فلاشیوں کو ان ہی بارہ میں سے ایک یہودی قبیلہ کی نسل قرار دیا گیا۔ ان فلاشیوں پر یہودی علماء نے پوری تحقیق کی جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ یہودی نسل سے ہیں تو انہیں عبرانی زبان سکھائی۔ ان کے عقائد یہودیت کے مطابق کئے اس کے بعد ایتھوپیا اور سوڈان سے تیس ہزار کے لگ بھگ یہود کو باقاعدہ یہودیت میں داخل کا گیا اور اسرائیل بھیج دیا گیا۔

یہود بڑی شدت سے نسلی فوقیت کے جنون میں مبتلا ہیں۔ ان کے جماعت خانے غیر یہودیوں کے لئے پر اسرار اور بند ہوتے ہیں وہ بڑی آسانی کے ساتھ وقت ضرورت دوسرا مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے خفیہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے ایسی تنظیمیں بنا رکھی ہیں جو زیر زمین رہ کر یہودی مفادات کا تحفظ کرتی ہیں۔ یہود کے خفیہ اقتدار میں دو تنظیموں کا کردار بہت اہم ہے۔ ان میں ایک گاہال ہے جس کے لغوی معنی جماعت کے ہیں دوسری امریکی جویئش ایجنسی ہے یہ دونوں ۱۹۰۶ء میں قائم ہوئی تھیں۔ ان میں دوسری کو پہلی کی عاملہ کہا جا سکتا ہے۔ ان کے خفیہ مقاصد یہ ہیں کہ

۱۔ یہودی جہاں جہاں موجود ہیں اپنے قدم مستحکم کریں۔

۲۔ غیر یہودی قوت کا قلع قمع کیا جائے۔

۳۔ یہودی عظمت کو دیگر اقوام پر مسلط کیا جائے۔

چنانچہ گاہال اور جیوئش ایجنسی کی مساعی کے نتیجہ میں اس وقت وسطی اور جنوبی امریکہ میں یہود کی بڑی تعداد سکونت پذیر ہے۔ وہاں کئی بار بغاوتیں ہو چکی ہیں اور ان بغاوتوں کے پیچھے ہمیشہ یہود کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ یہود امریکی معاشرہ پر چھا چکے ہیں انتہائی خفیہ مقامات تک ان کی رسائی ہے۔ وائٹ ہاؤس ہو یا عدالت عالیہ کے خفیہ اجلاس۔ عالمی مالیاتی اداروں کی کانفرنسیں ہوں یا بین الاقوامی سیمینار کوئی جگہ ان کی پہنچ سے دور نہیں ہے۔ دنیا کے سارے انسان ان کی نظر میں ہیچ ہیں۔ اسرائیل کا قیام ان کی منزل نہیں بلکہ وہ وسیع علاقہ پر قبضہ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان کی پارلیمنٹ پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

''اے اسرائیل! تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں'' (۳)

دنیا میں اسرائیل ہی وہ ملک ہے جس نے دوسری اقوام کے علاقہ پر قبضہ کرنے کا عزم اپنی مقننہ کی عمارت پر ثبت کر رکھا ہے۔ اس منصوبہ کی جو تفصیل صیہونی تحریک کے شائع کردہ نقشہ میں دی گئی ہے اس کے مطابق اسرائیل جن علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس میں دریائے نیل تک مصر، اردن، شام، عراق، لبنان، ترکی کا جنوبی علاقہ اور حجاز کا بالائی علاقہ شامل ہے۔ اگر عہد حاضر کے مسلمان اسی طرح کمزوری دیکھتے رہے تو ہمارے منہ میں خاک کہیں ان دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم کامیاب نہ ہو جائیں۔

ہنود کی سازشیں

یہود کے ساتھ ساتھ ہنود بھی مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں وہ امریکہ جس کی ہم دوستی کا دم بھرتے ہیں مسلسل بھارت کو ترجیح دینے کی پالیسی پر عمل کر رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم نے امریکہ کا ساتھ دیا لیکن

امریکہ کی دیدہ دلیری دیکھیں کہ وہ مسلسل ہمیں نظر انداز کر رہا ہے۔ اور بھارت کی سرپرستی کرنے میں مصروف ہے۔

بھارت میں متعصب ہندو فکر کا جارحانہ احیاء جاری ہے جس نے اب طوفانی صورت اختیار کر لی ہے۔ وہاں ریاستی اور حکومتی سطح پر ہندو بنیاد پرستی کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ بی جے پارٹی جو راشٹریہ سویم یوک سنگھ کے سیاسی فرنٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے کارکنوں کی تعداد لاکھوں میں ہے جو انتہائی منظم طریقہ پر واردات کرتے ہیں اس کا اندازہ اسی بات سے لگا لیجئے کہ اس کے تین لاکھ ارکان دسمبر ۱۹۹۶ء میں بابری مسجد شہید کرنے کے لئے ایودھیا میں جمع ہوئے وہ لوگ بھارت کے دور دراز علاقوں سے آئے تھے لیکن راستہ میں کسی مسلمان کے ساتھ ٹکراؤ کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

اس تنظیم کے رہنما (گورو) دیورس نے بھارت کی تمام سماجی تنظیموں کو ایک مراسلہ روانہ کیا جس میں یہ پیغام دیا گیا تھا۔

''اب ہمیں بھارت کی پاک زمین سے مسلمانوں کی نجاست کو حتمی طور پر ختم کرنے کا آخری فیصلہ کر گزرنا چاہئے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس پر کچھ معمولی سا ردعمل پاکستان اور بنگلہ دیش میں تو ہو سکتا ہے۔ جس کی ہمیں کچھ پروانہیں۔ باقی دنیا کے مسلمانوں سے کسی ناموافق ردعمل کا کوئی اندیشہ نہیں''

چنانچہ مسلسل ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے۔ گجرات میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے تاتاریوں کے مظالم کی یاد تازہ کر دی۔ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ رسمی اور روایتی سفارتی تعلقات سے بہت آگے بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ دونوں کا ہدف مسلمان ہیں۔

امریکہ کا دنیائے اسلام کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

امریکہ جو سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد دنیا کی واحد سپر پاور بن گیا ہے اس کا پورا زور دنیائے اسلام کی مخالفت پر ہے۔ امریکی ذرائع ابلاغ آئے دن اسلامی بنیاد پرستی کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں۔ عرب اسرائیل جھگڑا ہو تو اس کا سبب اسلامی بنیاد پرستی کو گردانا جاتا ہے۔ کردوں کا قتل ہو تو اسلامی بنیاد پرستی پر الزام۔ پاکستان میں شریعت بل پاس ہو تو اسلامی بنیاد پرستی کے باعث۔ غرض کرہ ارض پر کہیں بھی کوئی ایسا واقعہ ہو جو امریکیوں کے لئے ناپسندیدہ ہو تو اس کا تعلق اسلامی بنیاد پرستی سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آئرلینڈ کے ہنگاموں کے موقع پر بھی باغی آئرش آرمی کو اسلامی بنیاد پرستی سے ملا دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کو سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد ایک دوسرے فرضی دشمن کی تلاش تھی تاکہ اس کو دفاعی تیاریاں اور خطرناک اسلحہ کی تیاری کا جواز مل سکے اور صدام حسین کی ناعاقبت اندیشی نے امریکہ کو یہ موقع عطا کر دیا۔ ستمبر ۱۹۸۰ء میں امریکہ کے اشارے پر صدام نے عراق ایران جنگ شرع کی۔ امریکی اور اسرائیلی تاجران دونوں ممالک کو اسلحہ بیچ کر پیسہ کماتے رہے۔ ایران نے مضبوط دفاع کیا۔ صدام بری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ اسی زمانہ میں صدام نے کویت اور سعودی عرب سے محاذ آرائی کا منصوبہ بنالیا تھا۔ جس میں صدام کے مشیر جو سی آئی اے کے ایجنٹ تھے۔ انہوں نے صدام کو غلط مشورے دیئے اور مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچایا۔ ۴ بین الاقوامی تحقیقی رپورٹوں کے مطابق خلیج کی جنگ میں امریکہ اور اس کے اتحادی نے عراق پر سات سوٹن سے زیادہ یورینیم کا ذخیرہ پھونکا تھا۔ جس کے تباہ کن اثرات طویل عرصہ تک اس خطہ میں باقی رہیں گے۔ مثلاً ۱۹۹۰ء میں عراق میں

کینسر کے صرف تیس مریض تھے۔ لیکن ۱۹۹۷ء میں یہ تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہو چکی تھی۔ عراق میں پیدائش کے دوران بچوں کی شرح اموات ترقی پزیر ممالک سے کم تھی لیکن اب وہ اس معاملہ میں سرفہرست ہے۔ اور آج امریکہ عراق پر نئے حملہ کی تیاری کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں عراق کے چپہ چپہ کی تلاشی لی جا رہی ہے اور جب امریکہ کو یقین ہو جائے گا کہ عراق کے پاس ایسا ہتھیار نہیں جس سے وہ جوابی کاروائی کر سکے تو وہ حملہ کریگا۔ ایک لاکھ سے زیادہ فوج خلیج میں پہنچا دی گئی ہے۔ امریکہ کا صدر یہ اعلان کرتا ہے

''ہم بغداد کو کھنڈرات میں تبدیل کر کے نیا عراق بسائیں گے''

اس کے عہدیداران انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اعلان کرتے ہیں

''ہم سب سے پہلے عراق کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کرلیں گے''۔

یہ تو عراق کے ساتھ امریکہ کا رویہ ہے اسرائیل کی مادی و اخلاقی امداد اور عربوں سے دشمنی بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں جس ملک نے فرنٹ لائن اتحادی کا کردار ادا کیا اب اس کے خلاف بھی امریکہ کا طریقہ واردات شروع ہو گیا ہے۔ کبھی عراق کے ساتھ تعاون اور کبھی شمالی کوریا کی مدد کرنے کے نام نہاد رپورٹیں تیار کرائی جاتی ہیں۔ امریکی انتظامیہ کے افراد کشمیریوں کی تحریک آزادی کو پاکستان کے طرف سے دراندازی کا نام دے رہے ہے۔ اور بھارت کی مادی و اخلاقی سرپرستی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

بش سینئر اور بش جونیئر کی اسلام دشمنی

یوں تو کفار ہمیشہ ہی مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک قوم ہو جاتے ہیں لیکن ان کے بعض حکمرانوں نے مسلمانوں کی مخالفت میں بہت اہم کردار کیا اور تمام اخلاقی قیود کو نظر انداز کر دیا۔ اس مختصر سے مضمون میں ان سب کا احاطہ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن بش کی سوچ اور فکر کا جائزہ لینا ضروری سمجھتی ہوں۔؟ جس رویہ پر دوسرے مسلم دشمنوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

جارج بش انتہائی تعصب ذہنیت کا مالک تھا۔ اس نے عراق کو شکست دینے کے بعد ایسٹر کا تہوار فلوریڈا کے قریب جس جزیرہ میں منایا اس کا نام اسلام مورانا ہے۔ یہ ہسپانوی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اسلام کی موت۔ یہ نام اس جزیرہ کی اسپین سے مسلمانوں کی شکست کی یادگار طور پر دیا گیا ہے۔ اسی طرح عراق کے خلاف جنگ میں بش کے ہمنواؤں نے کلیسا کے جذبات کو ابھاا اور ہر چرچ میں امریکی فوجوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ سعودی عرب سے اڑنے والے امریکی طیاروں پر جو بم لادے جاتے تھے ان میں سے اکثر پر صلیب کا نشان چاک سے بنایا جاتا تھا۔ بعض بموں پر نفرت انگیز نعرے تحریر تھے۔ مثلاً متعدد بموں پر چاک سے لکھا گیا تھا۔

''جب اللہ مدد کو نہ آئے تو عیسٰی کو آواز دو''

اور یہ بم سعودی عرب کی سرزمین پر جہازوں پر لادے جا رہے تھے اور فرزندان توحید پر ہی گرائے جا رہے تھے۔

جارج بش کا بیٹا اور امریکہ کا موجودہ صدر بھی مسلمانوں کے خلاف اسی تعصب کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے واقعہ کو صلیبی جنگ سے تعبیر کرتا ہے بغیر کسی ثبوت کے افغانستان کو کھنڈر میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ طالبان قیدیوں کو آنکھوں، کانوں اور

منہ پر پٹیاں باندھ کر پنجروں میں قید کر دیتا ہے۔(ان طالبات نے امریکہ کا کیا بگاڑا تھا؟؟) عراق کے تیل پر قبضہ کرنے کے لیے ایک لاکھ سے زیادہ فوج خلیج میں بھیج دیتا ہے۔افسوس کہ مسلم دنیا اس کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

عہد حاضر میں مسلمان ہر جانب سے طوفانوں میں گھرے ہوئے ہیں۔مغرب کا سازشی چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے۔ دشمنوں کی عداوت اور کینہ پروری کھل چکی۔شیطان کے پجاری مادہ پرستی کی عینک لگائے توپ تفنگ کی زبان میں بات کرنا چاہتے ہیں۔پوری کرہ ارض میں مسلمانوں کے علاوہ کوئی قوم ایسی نہیں پائی جاتی جس کے خلاف اتنی دشمنی اتنا مکروفریب اور اتنی سازشیں کی جاتی ہوں۔پوری دنیا کے افراد کی بہت بڑی اکثریت مسلمانوں کے خلاف متشددانہ رویہ رکھتی ہے۔یوں لگتا ہے کہ آپس کے تنازعات کے باوجود مسلمان دشمنی پر متحد و متفق ہو جاتے ہیں پھر بھی زبان سے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ مسلمان انتہا پسند ہیں۔بنیاد پرست ہیں۔دہشت گرد ہیں۔

وہ مسلمانوں کے تشخص کو ختم کرنے کے در پے ہیں۔وہ ان کا گھیراؤ کر کے ان کو ختم کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں۔ اس ناپاک پروگرام کو دہشت گردی کے خلاف جدوجہد میں تعاون جیسی اصطلاح استعمال کر کے فریب دیا جارہا ہے۔لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی انسان اللہ کے راستہ سے منحرف ہونے لگا تو اللہ کے رسولوں نے اسے گرنے سے بچالیا۔ہدایت کا طریقہ بتا کر شیطان کے چنگل سے محفوظ کرلیا۔لہٰذا آج بھی امت مسلمہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ انبیاء کے راستہ کا اتباع کرے اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کرے اس لیے کہ قرآن نے اعلان فرمایا!

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ٥

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے باہر لائی گئی ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہوئے)

آیئے اس بہترین امت کے فرائض کا جائزہ لیں جن پر عمل پیرا ہو کہ یہ اپنے منصب کے تقاضوں سے عہدہ برا ہوسکتی ہے۔

کبھی خلوص کے موتی پروئے تھے جس میں
وہ اتحاد کی مالا تلاش کرتا ہوں

ا۔ بتان رنگ و نسل کو توڑ دینا

ہمارا سب سے بڑا مسئلہ احدت ملی کی فقدان ہے۔اللہ کے نبی نے جو معاشرہ قائم کیا تھا اس میں حبشہ کے بلالؓ اور فارس کے سلمانؓ بلند مقام حاصل کرتے ہیں۔اور آپ ﷺ کا اپنا چچا قریشی ہونے کے باوجود اس ملت کا رکن نہیں بن سکا۔افسوس کہ ہم فکری و ذہنی طور پر ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا سبق پڑھنے والے ٹکڑوں میں بٹ گئے۔لسانی ،گروہی ،طبقاتی تعصبات کے غلبہ نے امت کو کمزور سے کمزور کر دیا۔کاش ہم وَلَا تَفَرَّقُوْا کے حکم کو اپنا رہبر و رہنما سے بنالیں۔

۲۔ مختلف علوم وفنون میں مہارت

آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کا پہلا لفظ اقراء ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عالم کو عابد پر ایسی ہی فوقیت حاصل ہے۔ جو چودھویں رات کے چاند کو تاروں پر، افسوس کہ آج ملتِ اسلامیہ پر جہالت مسلط ہے۔ ہرنئی ایجاد، تحقیق علم اور ٹیکنالوجی کے لئے ہم مغرب کے محتاج ہیں حالانکہ علمی سائنسی اور فنی ترقی کے بغیر نہ معاشی ترقی ہو سکتی ہے نہ سیاسی استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے **الحکمة ضالة المومن** (حکمت مومن کی متاع گم گشتہ ہے)۔ لہذا اس متاع گم گشتہ کو حاصل کرنے کا عزم کیا جائے۔ قرآن حکیم ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم مختلف قسم کے مظاہر قدرت کا مشاہدہ کریں مثلاً مندرجہ ذیل الفاظ ہمیں حصول علم کی رغبت دلاتے ہیں۔

ینظرون یشعرون یتفکرون یعقلون یبصرون وغیرہ

اس مضمون میں طویل بحث کی گنجائش نہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال پیش کروں گی سورۃ یٰسین میں فرمایا گیا۔

''جس نے بنادی تم کو سبز درخت سے آگ پھر اب تم اس سے سلگاتے ہو'' (۸۰:۳۲) عام طور پر اس تفسیر کا مفہوم خشک ٹہنیوں کو آپس میں رگڑ کر آگ پیدا کرنا ہے آج سائنس کا علم ان مطالب میں کوئلہ پٹرول اور گیس کو بھی شامل کرتا ہے۔ کیونکہ یہ سب ہرے پتوں ہرے پودوں سے اپنی توڑ پھوڑ اور کاربن بننے کے عمل کے ذریعہ اور طویل عرصہ تک باہر والی تہوں میں دباؤ بڑنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سائنس کی حالیہ فروغ وترقی ابتدائی تفسیر کو زیادہ گہرے معنی پہنا کر تقویت عطا کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی آیات کو کئی سمتیں عطا ہوئی ہیں۔ اور اس مقدس کلام کی آفاقیت کو کسی ایک معنی تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔

مسلم دنیا کے سائنسی کارناموں کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ ابھی تک انہوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے مسئلہ کو وہ اہمیت نہیں دی جو عہد حاضر کا تقاضا ہے۔ کوریا کی مثال سامنے رکھیں کوریا نے سائنس کو ہردلعزیز بنانے کے لئے طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ذریعہ تحریک شروع کی اس کا مقصد عوام کے طرز عمل کا رخ سائنس اور ٹیکنالوجی کی جانب موڑنا تھا۔ مسلمان حکومتوں اور عوام کو اس ضمن میں ٹھوس اقدامات کرنے کے ضرورت ہے مثلاً

ا۔ سائنس کی وزارتوں کے لئے فنڈ کی فراخدلانہ فراہمی

ب۔ عوام کی آگاہی بیدار کرنے کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذرائع کا استعمال

ج۔ سائنس کی مطبوعات کی اشاعت

د۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے مراکز عجائب گھروں سیارہ گاہوں کا قیام

م۔ مسلم سائنسدانوں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی

و۔ دیہاتی علاقوں میں ترقی کردہ ٹیکنالوجی کا مظاہرہ

ن۔ مسلم ممالک کے سائنسدانوں میں بین الاقوامی سطح پر تعاون کا فروغ وغیرہ

۳۔ وسائل معیشت کی درست منصوبہ بندی

سیاسی اور جغرافیائی حکمت عملی کے اعتبار سے اس وقت مسلم ممالک زمین کے اہم ترین علاقے میں واقع ہیں۔ ان کی بنجر زمینیں سیال سونا اگل رہی ہیں۔ بے پایاں قدرتی وسائل اور معدنی ذخائر سے مالا مال ہیں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، غمخواری اور ترقی کے جذبہ کے تحت معاشی منصوبہ بندی کریں۔ اپنی صنعتوں کے معیار کو بین الاقوامی معیار پر لائیں۔ بین الاقوامی بنکاروں کی چالوں کو سمجھا جائے۔ مسلم ممالک کی مصنوعات کی سرپرستی کی جاہے۔ اپنی معیشت کو سٹہ ،سود، جوا، ذخیرہ اندوزی کی لعنتوں سے پاک کیا جائے۔ مسلم ماہرین معاشیات کا تعاون بڑھایا جائے۔ اس کے لئے مطبوعات کی اشاعت کی جائے۔ خوشحالی کو غریب سے غریب ملک تک پہنچانے کا عزم کیا جائے تو ان شاء اللہ چند برسوں میں مسلم امت معاشی استحکام کی منزل پر گامزن ہو جائے گی۔

اس وقت دنیامین یورو کرنسی کے چرچے ہو رہے ہیں۔ جب اقوام عالم یورو میں اپنے ذخائر منتقل کریں گی تو ڈالر کی قیمت گر جائے گی۔ ترقی پذیر ممالک کی نجکاری کا عمل اور ڈالر کی قیمت ہو جانے کے سبب ان ممالک کے اہم صنعتی یونٹ ڈالر کے عوض خریدے جا رہے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر ان ممالک پر امریکی کمپنیوں کا قبضہ ہو جائے گا اور وہ اپنے ملک کے مفاد میں ان ممالک کی معیشت کو کنٹرول کریں گی۔ مسلم ماہرین معاشیات کو اس کا جائزہ لے کر اپنی کرنسی اپنے بنک اور اپنے صنعتی یونٹوں کو ترقی دینا چاہیے۔ تا کہ ان کی دولت عالم اسلام کی ترقی کے لئے استعمال میں آسکے اور آئی ایم ایف کے چنگل سے رہائی حاصل ہو سکے۔

اس ضمن میں بعض کوششیں کی گئی ہیں اور مختلف ادارے قائم ہوے مثلاً (۶)

ا۔ اسلامی کمیشن برائے معاشی، ثقافتی اور سماجی امور جو وزرائے خارجہ کی کانفرنسوں کی قراردادوں پر عملدرآمد کا ذمہ دار ہے۔

ب۔ اسلامی ترقیاتی بینک جو 1974 میں قائم ہوا صدر دفتر جدہ میں ہے۔

ج۔ اسلامی ایوان تجارت، صنعت و تبادلہ اجناس اس کا صدر دفتر کراچی میں ہے۔ اس کا پہلا اجلاس فروری 1980ء میں سینیگال میں ہوا تھا۔

د۔ اعداد اور شمار اور معاشی اور سماجی ترقی و تربیت کا مرکز یہ 1978ء میں قائم ہوا۔ صدر دفتر انقرہ میں ہے۔

ھ۔ اسلامک بینکنگ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ یہ ادارہ مارچ 1981ء میں قبرص میں قائم کیا گیا تھا۔

اگر چہ یہ چند اسلامی معیشت کے ادارے امید کی کرن کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کی کارکردگی اتنی موثر اور وسیع نہیں ہے کہ عالم اسلام کی معیشت میں انقلاب برپا کردے۔

۴۔ مغربی تہذیب کی تقلید سے بچنا

مغرب کی سائنسی اور فنی ترقی نے امت مسلمہ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ ان کی ہر بات ہمارے لئے باعث تقلید ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے معاشرہ میں مغرب کے طور طریقے رواج پانے لگے۔ مغرب کی عریانی، فحاشی، شراب نوشی، جنسی بے راہ روی جوا بازی اور مخلوط محفلوں نے تو وہ بھیانک نتائج دکھائے کہ ان کا سمجھدار طبقہ خود پریشان ہے کہ اخلاق تباہ کاریوں کی آگ

میں ان کی نسلیں بھسم ہو رہی ہیں۔ رشتوں کا احترام اٹھ گیا۔ خاندان کے ادارہ کا تقدس پامال ہوا۔ ماں باپ اولاد کی تربیت سے غافل ہو گئے۔ نوجوان بوڑھے والدین سے نجات کے طریقے ایجاد کرنے لگے۔

ہم نے مغرب کی کورانہ تقلید میں اپنے تہذیبی منظر اور اخلاقی نظام کو خیر باد کہہ دیا۔ ہم یہ بھول گئے کہ ہمیں اعلیٰ علیین کا منصب حاصل کرنا تھا اور یہ طریقے اسفل سافلین کے گڑھے کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ نغمہ و ساز اور رقص و سرود کی محفلیں مسلم معاشروں میں بھی جگہ پانے لگیں۔ ہم یہ بھول گئے کہ ان طریقوں نے خود اقوام مغرب سے سکون چھین لیا اور روحانی اضطراب اور ذہنی کرب کا شکار ہو گئے۔ شاعر مشرق نے نصف صدی قبل کہا تھا۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں　　نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

امتِ مسلمہ کا یہ فریضہ قرار پاتا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اہل مغرب کی تقلید سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔ اپنے نظام حیات کو ایمان کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے اور بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کسی بھی تساہل سے کام نہ لیا جائے۔

۵۔　اپنے دفاع کو مضبوط بنایا

امتِ مسلمہ کی اہم ذمہ داری اپنے دفاعی حصار کو ناقابل تسخیر بنانا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے!

المومن القوی خیر من المومن الضعیف (طاقت ور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے)

یہی وجہ ہے کہ جہاد کو اسلام کا اہم رکن قرار دیا گیا۔ قرآن و سنت میں اس فریضہ کو انجام دینے کی تاکید آئی۔ اس کے فضائل واضح کئے گئے۔ ارشاد ہوا!

''تم پر قتال فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے ہو سکتا ہے ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لئے بری ہو'' (۷)

''نکلو خواہ ہلکے پھلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ'' (۸)

جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں دو درجوں کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین جیسا ہے (صحیح بخاری)

ایک دن رات اسلامی سرحدوں کی حفاظت کی خدمت انجام دینا ایک مہینہ کے مسلسل روزے اور ساری رات تہجد سے بہتر ہے۔ اور جو شخص اس حفاظت کے دوران مر جائے تو قیامت تک اس کے تمام نیک عمل جو وہ روزانہ کیا کرتا تھا برابر اس کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے اور اس کا رزق اللہ کی طرف سے جاری رہے گا۔ اور وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

مختلف ارشادات نبوی ﷺ میں دفاعی تیاریوں کی تلقین کی گئی اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا۔

حضرت عقبہ بنؓ عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے'' اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بدولت تین افراد کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ ایک تیر کا بنانے والا جو نیکی کے ارادے سے تیر بنائے دوسرا تیر کو چلانے والا اور

تیسرا اس میں نوک لگانے اور نوک سیدھی کرنے والا"۔

غرض عالم اسلام کی حفاظت کے لئے جو بھی دفاعی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ مثلاً اسلحہ اور سازوں سامان کی فیکٹریاں لگانا ایٹم بم بنانا سٹیلائٹ فضا میں بھیجنا میزائل تیار کرنا وغیرہ وغیرہ سب کے لئے اجروثواب کا وعدہ ہے جب ان کے ذریعہ کلمۃ الحق کی سربلندی کی نیت ہو۔ نبی کریم ﷺ جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں یہ دعا بھی شامل تھی۔

قوّنی علی الجهاد فی سبیلک

مجھے اپنی راہ میں جہاد کی قوت دے

حضرت عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔

"زمینیں تمہارے سامنے سرنگوں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گی لہٰذا تم میں کوئی بھی اپنے تیر کے شغل جاری رکھنے میں بے چارگی نہ دکھائے"۔ (صحیح مسلم)

۶۔ ذرائع ابلاغ پر کنٹرول

آج کی دنیا پروپیگنڈہ کی دنیا ہے طاقت ور نے اس مقولہ کو اپنا رہنما اصول بنالیا ہے کہ جھوٹ کو اتنا بولو کہ وہ سچ معلوم ہو۔ اور یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ ذرائع ابلاغ پر غیر مسلم طاقتوں کا قبضہ ہے وہ جس طرح چاہیں رائے عامہ کو متاثر کرسکتے ہیں۔ ہم وہی خبریں پڑھتے اور سنتے ہیں جو غیر اقوام ہم تک پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کو اس محاذ پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ دولت مند مسلم ممالک اپنے سرمایہ کو سامانِ تعیش پر خرچ کرنے کے بجائے پروپیگنڈہ مشینری پر خرچ کریں تو جنگ کا ایک محاذ تو جیت لیں گے۔ اگرچہ اس میں تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی ہے۔ اور بعض ٹی وی چینل اخبارات وغیرہ مسلمانوں کے نقطہ نظر کو پیش کررہے ہیں لیکن ان ابتدائی کوشش کو بام عروج پر پہنچانے کے لئے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لانا ہے۔

۷۔ مسلم دانشوروں پر مشتمل تھنک ٹینک کا قیام

امتِ مسلمہ کا ایک اہم فریضہ یہ بھی ہے کہ ایسے مسلمان دانشوروں کی ٹیمیں تیار کی جائیں جن کی قابلیت، ذہانت مطالعہ فنی مہارت مسلم ہو وہ امت کے مسائل سے آگاہ ہوں۔ پیش آمدہ حالات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہو مستقبل کی پیش بندی کرسکیں۔ مسائل کا تجزیہ کرسکتے ہوں۔ غیر اقوام کی ثقافت سیاست معیشت سے آگاہ ہوں۔ ان کی تہذیب اور زبان سے واقفیت رکھتے ہوں۔ اس آگاہی سے مختلف طبقوں کی سوچ اور فکر تک براہ راست رسائی ہوتی ہے۔ مدینہ کی اسلامی ریاست میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زیدؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ عبرانی زبان سیکھ لیں اس لیے کہ یہی وقت کے حالات کا تقاضا تھا۔ عہد حاضر کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان حکومتیں اس محاذ پر کل وقتی کام کرنے کے لئے ماہرین کی کمیٹیاں بنائیں جو بصیرت مہارت اور ذہانت کے ساتھ ساتھ اسلام کی سربلندی کے لئے جوش وجذبہ بھی رکھتی ہوں۔

۸۔ سلامتی کونسل میں امتِ مسلمہ کی نمائندگی

عالم اسلام کا یہ بھی فرض قرار پاتا ہے کہ وہ سلامتی کونسل میں فرزندان توحید کی مستقل نشست کا مطالبہ کریں ذرا غور کیجئے اس وقت دنیا کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب پچیس اور تیس فیصد کے درمیان ہے اقوام متحدہ کے ارکان ممالک میں تقریباً ایک تہائی اسلامی ممالک ہیں لیکن ان کے پاس سلامتی کونسل کی مستقل نشست نہیں۔ دوسری جانب عیسائی آبادی جو دنیا کی آبادی کا پینتیس فیصد ہے اس کی نمائندگی اسی فیصد ہے۔ ایک جانب اقوام متحدہ کا قیام حق انصاف اور امن وسکون فراہم کرنے کے لئے کیا گیا تھا اور دوسرے جانب کرہ ارض پر بسنے والی چوتھائی سے زیادہ آبادی کو جائزہ سے محروم کرنا کونسا انصاف ہے۔ اگر دنیا کی کسی اور قوم کے ساتھ جو آبادی اور ممالک کی تعداد کے اعتبار سے اتنا بڑا تناسب رکھتی ایسا رویہ اختیار کیا جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم اپنی اس حق تلفی پر آواز بھی نہیں اٹھا رہے ہیں اس کے برعکس ہمارا پڑوسی بھارت اس نمائندگی کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ میں مصروف ہے (جبکہ دنیا میں ہندوؤں کا صرف ایک ملک ہے)۔

اختتامیہ

اوپر کی سطور میں اہم نے مختصراً ان فرائض کی نشاندہی کی جو امتِ مسلمہ پر عائد ہوتے ہیں اور جن کی انجام دہی کے لیے عالم اسلام کو جدوجہد کرنا ہے۔ مسلمانان عالم کو چاہیئے کہ اس سلسلہ میں مایوسی اور ناامیدی کی قطعاً اپنے دل میں جگہ نہ دیں کیونکہ خود قرآن کریم کا اعلان ہے۔

ترجمہ: ''اور اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں''

امید کی کرن جب قلب انسانی میں روشن ہوتی ہے تو کام کرنا آسان ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا تھا کہ ''تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' تو ہمیں ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کرنی۔ ایسے مسلمان جو صرف نام کے مسلمان ہیں مغرب کا مطمع نظر ہیں۔ مغرب کی خواہش یہ کہ فرزندانِ توحید مغرب کے سانچوں میں ڈھل جائیں اپنے نظریہ حیات کو پس پشت ڈال دیں۔ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ لکھتا ہے۔

''جو لوگ اسلام کو مغرب کے معیار پر بدلنے اور ڈھالنے کے لئے تیار ہیں وہ لبرل ہیں اور وہ ہمارے دوست ہیں''۔

لیکن اے امتِ مسلمہ کے فرزندو! تم سمجھ لو کہ تائید ایزدی کا وعدہ ان مسلمانوں کے لئے ہے۔ جو اپنی زندگی کے تمام معاملات قرآن وسنت کے سانچہ میں ڈھال کر ادخلوا فی السّلم کافۃ کو اپنا مقصدِ حیات قرار دیں۔

وہ اور ہی ہوں گے کم ہمت آلام ومصائب سہہ نہ سکے
شمشیر وسناں کی دھاروں پر جو حق وصداقت کہہ نہ سکے
ایک جذبہ حصول مقصد نے یوں حرص وہوس سے پاک کیا
ہم کفر کے ہاتھوں بک نہ سکے ہم وقت کی رو میں بہہ نہ سکے

حوالہ جات

۱۔ یہ تصویر مولانا مودودی کے مضمون بناؤ بگاڑ سے لی گئی ہے۔

۲۔ دنیائے اسلام خطرات از عمر وحیات سیال۔

۳۔ یہودیت قرآن کی روشنی میں از سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

۴۔ بحوالہ مڈ ویک میگزین روزنامہ جنگ۔

۵۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰۔

۶۔ صفحہ ۱۶۷ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ جلد پنجم از ثروت صولت

۷۔ سورۃ بقرہ آیت ۱۱۶۔

۸۔ سورۃ توبہ آیت ۱۴۱۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

حمیدہ بانو۔ پشاور

جدید معاشرہ بیک وقت دو متضاد عمل کر رہا ہے ایک طرف وہ مادی ساز و سامان فراہم کرنے میں قوت صرف کر رہا ہے دوسری طرف مذہب کو ترک کر کے وہ حالات پیدا کر رہا ہے جس سے زندگی طرح طرح کے عذاب میں مبتلاء ہو جائے وہ ایک طرف دوا کھلا رہا ہے دوسری طرف زہر کا انجکشن دے رہا ہے۔ (بحوالہ مولانا وحید الدین خان: مذہب اور جدید چیلنج: ص ۲۱۵)

جدید ترقی یافتہ دنیا سارے علوم کو اس نہج پر ترقی دے رہی ہے جس سے خدا کا وجود حرف غلط ثابت ہو جائے۔ تعلیم و تربیت کے سارے نظام کو اس ڈھنگ سے چلایا جا رہا ہے کہ جس سے خدا اور مذہب کے احساسات دلوں سے رخصت ہو جائیں۔ وہ غلط نظام ہے جس نے آج پوری انسانیت کو تباہ کر رکھا ہے۔ خوش پوش جسم حقیقی سکون سے محروم ہیں۔ عالی شان عمارتیں اجڑے ہوئے دلوں کا مسکن ہیں۔ جگمگاتے ہوئے شہر جرائم اور مصائب کا مرکز ہیں۔ شاندار حکومتیں اندرونی سازش اور بے اعتمادی کا شکار ہیں، بڑے بڑے منصوبے کردار کی خامی کی وجہ سے ناکام ہو رہے ہیں۔ غرض مادی ترقی کے باوجود زندگی بالکل اجڑ گئی ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ انسان نے خدا کو چھوڑ دیا ہے، اس نے اس سرچشمہ سے اپنے آپ کو محروم کر لیا ہے جو اس کے خالق و مالک نے اس کے لئے مہیا کیا تھا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ **ونفس و ماسوٰها فالهمها فجورها و تقوٰها قد افلح من ذكٰها و قد خاب من دسٰها** (سورۃ الشمس: ۷:۱۰)

''اور قسم ہے نفس کی اور جس نے اسے برابر کیا پھر اسے الہام کی اچھائی اور برائی کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور ناکام ہو گیا وہ جس نے اسے گندا کیا''، سورۃ البلد آیت ۱۰ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وهديناه النجدين۔ ''ہم نے انسان کو دونوں راستے بتلا دیئے''۔

سورۃ الدھر آیت ۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔

''ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا یا تو وہ شکر گزار بن جائے یا کافر ہو جائے''۔

آج ساری دنیا پر یورپ کی حکمرانی ہے اگر یورپ بذات خود حکمران نہیں ہے تو اس کی تہذیب اور اس کے تصورات و افکار ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں، موجودہ عالمی نظام یکلخت قائم نہیں ہوا بلکہ یورپ کی تاریخ میں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں، یورپ بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ جدید یورپی تمدن کی اصل بنیادیں یونان اور روم سے آئی ہیں۔ جسے وہ اپنی تہذیب وتمدن کہتے ہیں، یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی تہذیب وتمدن کا بھی اثر ہے لیکن اسلامی تہذیب کا یہ مواد اپنے اندر اسلامی رنگ لئے ہوئے داخل نہیں ہوا بلکہ یونانی اور رومی رنگ میں رنگا ہوا تھا جب یہ یورپ پہنچا تو اس پر مسیحیت کا باریک غلاف چڑھتا

گیا یہودی اور اس کے غیر یہودی متبعین کا بھی اس میں حصہ شامل ہے، اس طرح جدید یورپی تمدن کی اصل بنیادیں یونان اور روم سے آئی ہیں۔ جسے وہ اپنی تہذیب و تمدن کہتے ہیں یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا بھی اثر ہے لیکن اسلامی تہذیب کا یہ مواد اپنے اندر اسلامی رنگ لئے ہوئے داخل نہیں ہوا۔ بلکہ یونانی اور رومی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ جب یہ یورپ پہنچا تو اس پر مسیحیت کا باریک غلاف چڑھتا گیا۔ یہودی اور اس کے غیر یہودی متبعین کا بھی اس میں حصہ شامل ہے۔ اس طرح جدید نظام وجود میں آیا۔ جس نے انسانی فکر کا کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا۔ جس میں بگاڑ اور فساد نہ پیدا کر دیا ہو، اس نظام نے انسان کا اللہ سے کائنات سے اور زندگی سے اور خود انسان سے اس کا رشتہ منقطع کر دیا۔ (بحوالہ ساجد الرحمٰن صدیقی: جدید جاہلیت)

جدید عالمی نظام کی خرابیاں

(۱) تصور و شعور کی خرابی: جدید بے خدا مفکرین کے نزدیک مذہب کوئی حقیقی چیز نہیں۔ ان کے نزدیک طبعی طریقہ یہی ہے کہ جبلتیں ہر قید سے آزاد ہو جائیں اور ان کی پوری پوری تسکین ہو جائے۔ چونکہ مذہب، اخلاق اور روایات اس کی راہ میں رکاوٹ تھیں اس لئے جمہور نے بالعموم اور نوجوانوں نے بالخصوص یہ باور کر لیا کہ یہ رکاوٹیں غیر طبعی اور غیر منطقی ہیں اور اس فرسودہ ماضی کی یادگار ہیں۔ جب انسان جہالت کے سمندر میں غرق تھا۔ اب تو انسان سائنس اور علم کی روشنی سے روشناس ہو چکا ہے اس لئے وہ کیونکر پابند روایات رہ سکتا ہے (سجاد احمد کاندھلوی: اسلام اور جدید مادی افکار) ان کے طریق فکر کے مطابق مذہب حقیقی واقعات کی غیر حقیقی توجیہہ ہے۔ ان کے خیال میں انسان کا علم چونکہ بہت محدود تھا اس لئے واقعات کی صحیح توجیہہ میں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور اس نے مذہب کے نام سے عجیب عجیب مفروضے قائم کر لئے مگر جدید معلومات کی روشنی میں انسان اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ خالص تجزیاتی اور مشاہداتی ذرائع سے اشیاء کی حقیقت معلوم کرے۔ سائنس کی ترقی اور علم کے پھیلاؤ نے اب انسان کو وہ علم دیا جو پہلے وہ نہیں جانتا تھا ان کے خیال میں آدمی پہلے نہیں جانتا تھا کہ سورج کیسے نکلتا اور ڈوبتا ہے، اس لئے اس نے سمجھ لیا کہ خدا موجود ہے۔ جو سورج کو نکالتا اور غروب کرتا ہے اور اس طرح جس چیز کو انسان نہیں جانتا تھا اس کے متعلق کہہ دیا کہ یہ اسی کا کرشمہ ہے۔ مگر اب انسان جان چکا ہے کہ سورج کا نکلنا اور غروب ہونا اس کے گرد زمین کے گھومنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے اب سورج کو نکالنے اور غروب کرنے کے لئے خدا کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ گویا واقعہ کے فطری اسباب معلوم ہونے کے بعد وہ ضرورت خود بخود ختم ہو گی جس کے لئے لوگوں نے خدا کی طاقت کا وجود فرض کر لیا تھا۔ (مولانا وحید الدین خان: مذہب اور جدید چیلنج: ص۱۴) "God is nothing but a projection of man on a cosmic screen) یعنی "خدا کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ کائناتی سطح پر انسان کی ہستی کا ایک خیال انعکاس ہے۔"

مذہب کے بارے میں مخالفین نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم تاریخ کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ مذہبی تصورات پیدا ہونے کی وجہ سے وہ مخصوص تاریخی حالات ہیں جو اس سے پہلے انسان کو گھیرے ہوئے تھے، قدیم زمانے میں سائنس کی دریافتوں سے پہلے سیلاب، طوفان، بیماری وغیرہ سے بچنے کا انسان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ مستقل طور پر اپنے آپ کو غیر محفوظ زندگی میں پاتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی تسکین کے لئے کچھ ایسی غیر معمولی طاقتیں فرض کر لیں جن کو وہ مصیبت کے وقت پکارے اور جن سے

دفع بلا کی امید رکھے۔ان کے نزدیک مذہب کو جن تاریخی حالات نے بپا کیا وہ دور قدیم کا جاگیردارانہ اور سرمایہ داران نظام تھا۔ اب چونکہ یہ فرسودہ نظام ختم ہو رہا ہے اس لئے مذہب کو بھی اس کے ساتھ ختم سمجھنا چاہیئے۔

(۲) عمل کا بگاڑ: جدید عالمی نظام کے قانون دانوں کا یہ گمان ہے کہ ضروری نہیں کہ عقیدے میں بگاڑ پیدا ہونے سے کائنات زندگی اور انسانیت کے بارے میں تمام تصورات میں بگاڑ پیدا ہو جائے بلکہ ان کے خیال میں تو ان کے کسی عمل میں بھی بگاڑ پایا ہی نہیں جاتا، قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

انهم اتخذو ا الشیاطین اولیاء من دون اللّٰه و یحسبون انهم مهتدون (سورۃ اعراف، آیت:۳۰)

''انہوں نے خدا کی بجائے شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔''

عالم جدید کے یہ ناخدا اپنے اعلام سے اسقدر متاثر ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر تصورات میں بگاڑ بھی پیدا ہو جائے تو انسانی زندگی صحیح خطوط پر چلتی رہے گی اور سیاسیات، معاشیات، اخلاق، اجتماعیات اور فن عروض غرض زندگی کے کسی گوشے میں بھی ابتری پیدا نہ ہوگی۔ کیونکہ نظریات ایک علیحدہ شے ہیں اور عملی زندگی ایک علیحدہ شے ہے۔ نظریات لوگوں کے افکار وخواہشات سے پیدا ہوتے ہیں جبکہ عملی زندگی کا مدار واقعیت اور تجربہ پر ہوتا ہے۔ پھر اسی واقعیت اور تجربہ کی بنیاد پر تنظیمات وجود میں آتی ہیں۔ جو ایک دوسرے کی اصلاح کرتی رہتی ہیں۔اس طرح سارا نظام خود بخود درست ہوتا چلا جاتا ہے۔(بحوالہ ساجد الرحمٰن صدیقی: جدید جاہلیت:ص۱۰۹)

سورۃ کہف آیت ۱۰۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔

''کیا ہم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتلا دیں جو اعمال کے بارے میں خسارے میں ہیں جن کی زندگی کی ساری کوششیں ناکامیوں کا شکار ہوگئیں اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ اچھا کر رہے ہیں۔''

دور جدید کے لوگوں کو دو باتوں نے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے ایک علمی موشگافیوں کی کثرت اور دوسرے زندگی کی آسائشات کی زیادتی۔ جس کی بناء پر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تمام معاملات بہتر طریقے سے چل رہے ہیں۔ حالانکہ یہاں پر جو تماشا شروع ہو رہا ہے اس کا زمانہ میں دین دار مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کی نفسیات پر اثر پڑ رہا ہے۔ کھلی آنکھوں سے دیکھا جارہا ہے کہ منکر کا اعلان ہو رہا ہے۔ بگاڑ پھیل رہا ہے۔ باطل مسرور اور سرفراز ہو رہا ہے۔ سیکولرازم کا اعلان ہو رہا ہے۔ بلکہ پورے زور وشور سے مصروف گویائی ہے مارکیٹ بغیر شرم وحیا کے لوگوں کو بلا رہی ہے۔ ذرائع نشر واشاعت سے بے حیائیوں کا پرچار ہو رہا ہے برائیاں پھیلتی جارہی ہیں۔ عورتیں لباس بے لباسی میں دعوت نظارہ دے رہی ہیں اور خود ہی شکار بن رہی ہیں۔ کھلے عام شراب پی جارہی ہے، کلبوں اور برائی کے اڈوں نے رات کو بھی دن بنا دیا ہے جذبات کو بھڑکانے کے لئے عریاں ادب فحش لٹریچر، ننگی تصویریں، عریاں فلموں، ناٹکوں اور ڈراموں کی تجارت ہو رہی ہے۔ یہ ساری چیزیں لوگوں کو فسق وفجور اور معصیت پر ابھارتی ہیں، اسلام اور ایمان کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں، قانون سازی جسے امت کے عقائد اور اخلاقی اقدار کا مظہر ہونا چاہیئے۔ افسوس وہ قانون آج منکر کو بڑھا رہی ہے۔ بگاڑ کی تائید کر رہی ہے۔ اس لئے کہ قانون سازی کا منبع اللہ کی نازل کردہ وحی نہیں

[illegible]

(۲) معاشرے کا [illegible] فرد اور معاشرے کے باہمی ربط میں افراط پیدا ہو چکی ہے

[illegible] کہ اس نظام کا انسانی نفس کے بارے میں تصور [illegible] اعتدال و توازن کھو بیٹھا ہے اور عدم توازن کی بناء پر نئے عالمی [illegible] چنانچہ معاشرہ جو فرد کی اہمیت کو سامنے رکھ کر وجود میں آیا وہ فرد کی اہمیت [illegible] معاملے میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس جو نظام معاشرے کی اہمیت کو مدنظر [illegible] معاشرے کو مقدس بنا دیتا ہے اس نظام میں فرد معاشرے پر کوئی اعتراض نہیں کر

سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کے تمام ادوار میں انسان کے دونوں حصے فرد اور معاشرہ عرصہ حیات میں مل جل کر رواں دواں رہے ہیں۔کبھی علیحدہ نہیں ہوئے۔فرد معاشرے کے طور پر کام کرتا رہا اور کبھی بھی ایک کا وجود دوسرے سے ہٹ کر نہیں پایا گیا۔ جدید عالمی نظام میں فرد معاشرے سے الگ ہو گیا ہے۔ یہ تباہی نتیجہ ہے صراط مستقیم سے انحراف کا۔اور اسی انحراف کے نتیجے میں انسان کی اپنی حقیقت ہی گم ہو گئی ہے۔ معاشرے سے کٹ کر فرد اپنے ہی ایک حصے سے جدا ہو گیا ہے جس کے نتیجے میں فرد اپنی ہی ذات کے خلاف جنگ میں مصروف ہو گیا اور نوبت جنون، خودکشی، بلڈ پریشر، اعصابی کھچاؤ اور نامعقولیت تک پہنچ گئی اور معاشرہ جو اپنے افراد کو کچل رہا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ کو کچل رہا ہے۔(بحوالہ ساجد الرحمٰن صدیقی: جدید جاہلیت: ص ۱۵۳)

(۵) اخلاق کا بگاڑ: جدید عالمی نظام کے بارے میں لوگوں کو یہ دھوکہ ہو رہا ہے کہ وہ اخلاق کے حامل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو شخص جھوٹ نہیں بولتا، نہ دھوکا دیتا ہے، سیدھی بات کرتا ہے، ایمانداری سے معاملہ کرتا ہے، سچے دل سے وطن کی خدمت میں مصروف ہے وہ گویا مثالی نمونہ اخلاق ہے، جنسی مسائل کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں اس سلسلے میں دیکھنا یہ ہے کہ مغربی اخلاق ترقی پذیر ہے یا مسلسل انحطاط اور تنزل کا شکار ہے کیونکہ پوری دنیا مغرب کی تقلید میں مصروف ہے، اس لئے مغرب کے اخلاق کو سمجھنا ضروری ہے۔

آج مغرب میں وہ تمام برائیاں موجود ہیں جو کسی انسانی معاشرے میں متصور ہو سکتی ہیں، لوٹ مار، اغواء کی انجمنیں بنی ہوئی ہیں، بچوں کی ٹولیاں چلتی ہوئی ٹرینوں پر پتھراؤ کرتی اور لائنوں پر پتھر رکھ دیتی ہیں، چرس، بھنگ نشہ آور اشیاء عام ہیں، چوری کرنا، دھوکہ دینا اور چکر دینا ان کی زندگی کا معمول ہے۔ یورپ میں سرمایہ داری کی بنیاد پر سود پر رکھی گئی ہے جو اپنے ساتھ تمام برائیوں اور ظلم لے کر جلوہ گر ہوئی، غریبوں کی محنت پر ڈاکے پڑتے ہیں اور سرمایہ دار جو کوئی محنت نہیں کرتا آرام و راحت سے تمام آمدنی سمیٹ کر اپنے گھر لے جاتا ہے۔مزدوروں کی محنت و مشقت پر دو روٹی کے بدلے ڈاکہ ڈالا گیا، بچوں سے چند ٹکوں کے عوض کئی کئی گھنٹے کام لیا جاتا۔ مزدوروں کے مقابلے میں عورتوں کو لایا گیا تا کہ ان کی ہمتیں پست ہو جائیں۔ پھر عورتوں کو مردوں کی خواہشات کی بھینٹ چڑھایا گیا اور ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک لقمہ کے لئے اپنی عزت کا سودا کرے۔تخریب اخلاق میں یہ عقد پنہاں تھا کہ سرمایہ داری، کھیل کود، لذتیں، زینت ولباس، فیشن اور دنیا بھر کی بدعات پھیلا کر زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جاسکے۔(جدید جاہلیت: ص ۱۶۱) یورپ کے اخلاق کا یہ دیوالیہ پن ساری انسانیت کے زوال اور تباہی کا پیش خیمہ ہے اور یہ نام نہاد اخلاق متعدی مرض کی طرح پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔

ان تمام اخلاقی برائیوں کے باوجود جدید عالمی نظام میں چند خوبیاں بھی ہیں اور بگاڑ پوری اخلاقی زندگی پر ابھی پوری طرح محیط نہیں ہوا مثلاً انفرادی معاملات میں یہ نظام چند خوبیوں کا حامل ہے، سچائی، خلوص، مستقل مزاجی، امانت اور پاکیزگی لیکن چونکہ یہ تمام خوبیاں صراط مستقیم سے دور ہیں۔ اس لئے ان خوبیوں میں بھی راہ راست سے انحراف پیدا ہو گیا ہے اور اس انحراف کی وجہ سے تمام خوبیاں مادی فوائد کا لالچ بن کر رہ گئی ہے، اب اگر کوئی شخص ان خوبیوں کو اپناتا ہے تو اس لئے کہ یہ خوبیاں

انفرادی معاملات میں فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں اور زندگی کی گاڑی کو بغیر دھچکے لگے ہموار سڑک پر رواں کر دیتی ہیں۔ تاہم اگر ان اخلاقیات کے مادی فوائد ختم ہو جائیں تو مغرب کا مہذب انسان ان اخلاق سے فوراً دستبردار ہو جائے۔ (جدید جاہلیت: ۱۵۵، ۱۵۶)

(۶) جنسی تعلقات میں بگاڑ: جنسی تعلقات میں بگاڑ کی کئی وجوہات ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ جب صنعتی انقلاب آیا تو وہ اس جاہلی ردعمل کا سبب بنا۔ اس انقلاب نے عائلی نظام کو پارہ پارہ کر کے نوجوانوں کو دیہاتوں سے شہروں میں لا ڈالا۔ جہاں اخلاقی بندشیں ڈھیلی تھیں اور جہاں نوجوانوں کی اتنی آمدنی نہیں تھی کہ وہ گھریلوں زندگی کی بنیاد رکھ سکتے۔ اس کی بجائے جنسی بھوک مٹانے کے لئے سستے اور غیر اخلاقی ذرائع مہیا کئے گئے۔ عورت کو میدان عمل میں لایا گیا اور اس کو کھانے کے بدلے اخلاقی بے راہ روی پر مجبور کیا گیا۔ اقتصادی حالات کو لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ عین عالم شباب میں پاکیزہ نکاح کر سکیں بلکہ غیر شادی شدہ نوجوانوں کو ہر قسم کی جنسی بے راہ روی پر اکسایا جاتا اور عورت کا حصول کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا کیونکہ عورت میدان عمل اور تعلیمی اداروں میں مرد کے دوش بدوش موجود تھی ساتھ ہی صحافت، ریڈیو، سینما اور ٹیلی ویژن نے عورت کو غرور و ناز کے تمام آداب بھی سکھائے، سرکاری اور غیر سرکاری عصمت فروشی کے اڈے قائم کئے گئے۔ تفریح گاہیں اور کلب قائم کئے گئے۔ جہاں دلال اس ذلیل تجارت کے لئے گاہک تلاش کرتے تھے۔ اس طرح عورت کو آزادی ملی تو لوگ بھی دین و اخلاق و روایات کی بندشوں سے آزاد ہو گئے۔ عفت و پاکدامنی مذاق بن کر رہ گئی۔ شرم و حیا کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ مرد اپنی بے راہ روی پر فخر کرتے ہیں۔ عورتیں بے حیائی میں مردوں سے مساوات چاہتی ہیں اس طرح مغرب کی فسق و فجور سے بھری ہوئی زندگی بچوں کے جنسی شعور کو قبل از وقت ابھار دیتی ہے اور اس سے پہلے کہ وہ عائلی و ازدواجی زندگی کا کوئی تجربہ حاصل کریں۔ وہ جنسی طور پر بالغ ہو جاتے ہیں، اس بدکار نظام میں نوجوان اپنی جوانی کے بالکل ابتدائی دور میں جنسی تجربات کرتے ہیں اور جنسی شندوذ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (جدید جاہلیت: ص ۱۸۷) جنسی تعلقات کے بگاڑ کی وجہ سے بہت سی خرابیاں نفس انسانی اور معاشرے میں رونما ہو چکی ہیں۔ ان برائیوں نے پوری انسانیت کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے اس طرح نفس انسانی اور معاشرے کا کوئی پہلو ایسا نہیں رہا جو بگاڑ سے ہمکنار نہ ہوا ہو۔

سائنس: کوئی بھی نام مطلقاً خوبیوں سے خالی نہیں بلکہ کوئی نہ کوئی خوبی اس میں ضرور ہوتی ہے۔ موجودہ نظام میں بھی ایک چیز ایسی ہے جس کے متعلق ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اس نے انسانیت کی بہترین خدمت کی ہے اور بہت ہی مختصر سے وقفے میں انسانیت کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے۔ جس تک پہنچنے کے لئے صدیاں درکار تھیں۔ سائنسی ایجادات کی بدولت وقت اور محنت میں بھی کفایت ہوئی ہے اور انسان کی پیداواری قوت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ طب اور سرجری میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اور یہ خیال کیا جانے لگا کہ سائنس موت اور بڑھاپے کے سوا ہر جسمانی تکلیف پر قابو پا سکتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اعصابی بیماریاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ نظام میں خوبی تو ہوتی ہے لیکن اس کا سرچشمہ حقیقی بھلائی نہیں ہوتا دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب نے تجربی سائنس کے مقررہ دائرے سے تجاوز کر کے ان امور کو بھی تجربے کی خراد پر چڑھا دیا ہے جو سرے

سے تجربے کو قبول ہی نہیں کرتے۔ (بحوالہ سجاد احمد کاندھلوی: اسلام اور جدید مادی افکار: ص ۹۴)

عالمی نظام کی تشکیل: عالمی نظام کے سلسلے میں بنیادی سوال یہ ہے کہ نظام عالم کو چلانے کے لئے قانون کیا ہو؟ نظام اسلام انسانوں کے باہمی روابط سے قائم ہوتا ہے۔ ان روابط کو جو چیز متعین کرتی ہے وہ قانون ہے۔ حیرت انگیز بات ہے کہ انسان نظام عالم کے لئے کوئی قانون دریافت نہ کر سکا۔ کہنے کو تو پوری دنیا میں قانونی حکومتیں قائم ہیں لیکن یہ قوانین اپنے حق میں علمی اور نظریاتی بنیاد سے محروم ہیں، جان آسٹن جس کی پہلی کتاب ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی اس نے قانون کی تعریف ان الفاظ میں کی۔

''قانون ایک حکم ہے جو سیاسی طور پر اعلیٰ شخص نے سیاسی طور پر ادنیٰ شخص کے لئے نافذ کیا ہو''۔

(A Text Book of Jurisprudence P:56)

اس تعریف میں قانون ایک صاحب اقتدار کا فرمان بن کر رہ گیا۔ اس پر بعد میں اعتراضات ہوئے۔ نیز حکمرانوں کی بدعنوانیوں کو دیکھ کر یہ تصور ابھرا کہ قانون سازی میں قوم کی مرضی کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ چنانچہ ایسے علماء قانون پیدا ہوئے، جنہوں نے کسی ایسے ضابطہ و قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی پشت پر قوم کی رضامندی نہ ہو۔ نتیجتاً ایک ضابطہ اہل علم و معلمین اخلاق کے نزدیک صحیح اور مفید ہونے کے باوجود اس لئے نافذ نہیں ہو سکتا کہ رائے عامہ اس کے خلاف ہے مثلاً امریکہ میں شراب کی پابندی کے قانون کو امریکی قوم کی رضامندی نہ ملنے کی وجہ سے قانون کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی۔ اسی طرح برطانیہ میں قتل کی سزا میں ترمیم کرنی پڑی اور ہم جنسی جیسی قبیح حرکت کو قانون کی حد میں لانا پڑا حالانکہ ملک کے جج اور سنجیدہ لوگ اس کے خلاف تھے۔ (مولانا وحید الدین خان: مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱۸۲)

قرون وسطیٰ میں قانون طبعی یا قانون فطرت کو فروغ حاصل ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی فطرت قانون کا بہترین ماخذ ہے۔

فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شے پر حکومت کا حق اسی کے فطری تقاضوں اور رہنما اصولوں کو پہنچتا ہے اور انسان کے لئے قدرت نے رہنما اصول اس کی عقل کی شکل میں پیدا کئے ہیں لہذا انسان پر حکومت خود اپنی عقل کے زور سے ہی قائم کی جاسکتی ہے۔ (Jurisprudence by Brordenheimex P-164) مراد یہ کہ قانون آفاقی ہے اور اسے ہمیشہ ایک ہی رہنا چاہئے، یہ اٹھارویں صدی کا تصور قانون تھا اس کے بعد دوسرا مکتبہ فکر پیدا ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ قانون کے آفاقی قواعد معلوم کرنا بالکل ناممکن ہے۔

کوہلر لکھتا ہے۔ ''یہاں کوئی ابدی قانون نہیں ہے ایک قانون جو ایک عہد کے لئے موزوں ہو، وہی لازمی طور پر دوسرے عہد کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا ہم صرف اس بات کی کوشش کر سکتے ہیں کہ ہر کلچر کے لئے اس کے مناسب حال نظام قانون کو فراہم کریں۔ کوئی چیز جو ایک کے لئے خیر ہو دوسرے کے لئے مہلک ہو سکتی ہے۔ (بحوالہ مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱۸۳)

(Philosophy of Law P:5)

اس کے بعد ایک گروہ نے ہر طرف سے سمٹ کر عدل کے پہلو کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ بہر حال سینکڑوں برس کی تلاش

وتحقیق کے بعد بھی انسان اب تک قانون کی تشکیل کے لئے کوئی واقعہ بنیاد فراہم نہ کرسکا مدتوں انسان فلسفہ قانون کی بھول بھلیوں میں گردش کرنے کے بعد دوبارہ اس طرف لوٹتا ہے۔ جہاں سے اس نے انحراف کیا تھا قدیم زمانے میں قانون کی تدوین وتشکیل میں مذہب کا بڑا حصہ ہوتا تھا۔ چنانچہ قانون کا ماہر سر ہنری مین لکھتا ہے۔"تحریری طور پر منضبط قانون کا کوئی ایسا نظام چین سے پیرو تک ہمیں نہیں ملتا جو اپنے دور آغاز ہی سے مذہبی رسوم وعبادات کے ساتھ ہم رشتہ نہ رہا ہو۔ (بحوالہ مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱۸۵)(Early Law and Custom P:5) حقیقت یہ ہے کہ خدا کی رہنمائی کے بغیر انسان خود اپنے لئے قانون وضع نہیں کر سکتا اس سلسلے میں چند سوالات ذہن میں آسکتے ہیں کہ

(۱) نظام عالم کے لئے قانون کون دے، کس کی منظوری سے قانون کو قانون کا درجہ عطا کیا جائے، اگر حاکم کو اختیار دیں تو ایک یا چند اشخاص کو دوسرے تمام لوگوں کے مقابلے میں یہ امتیازی حق کیوں دیا جائے، اگر معاشرہ اور اجتماع کو قانون سزا قرار دیں تو یہ اور زیادہ مہمل بات ہے کیونکہ معاشرہ بحیثیت مجموعی وہ علم وعقل ہی نہیں رکھتا جو قانون سازی کے لئے ضروری ہے۔ قانون بنانے کے لئے بہت ہی مہارتوں اور واقفیتوں کی ضرورت ہے جس کی نہ عام لوگوں میں صلاحیت ہوتی ہے اور نہ ان کو اتنا موقع ہوتا ہے کہ وہ پورے معاشرے کی رائے معلوم کرسکیں جس کے لئے موجودہ نظام میں یہ حل نکالا گیا کہ بالغ اور عاقل افراد اپنے نمائندے منتخب کریں اور منتخب لوگ عوام کے لئے قانون بنائیں مگر یہ اصول بھی نہایت نامعقول ہے کیونکہ 51 فیصد عوام کو یہ حق مل جاتا ہے کہ وہ 45 فیصد کی نام نہاد اقلیت پر حکمرانی کریں، فلسفہ قانون آج تک اس مسئلے کا حل دریافت نہ کرسکا۔ مذہب اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ قانون کا ماٴخذ خدا ہے جس نے زمین وآسمان کا اور ساری طبعی دنیا کا قانون مقرر کیا ہے۔ اسی کو حق حاصل ہے کہ وہ خود ہی بول رہا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور جواب نہیں ہوسکتا انسانوں کے اوپر انسان کو حاکم اور قانون ساز نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا حق تو صرف اسی خدا کو ہے جو سارے انسانوں کا خالق اور بالفعل ان کا طبعی حاکم ہے۔ (مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱۸۶)

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ ہر وہ قانون جو آج رائج ہے وہ کل بدلا بھی جاسکتا ہے یا اس کا کوئی حصہ ایسا بھی ہے جو ناقابل تغیر ہے۔ علماء قانون یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ قانون میں ایک عنصر ایسا بھی ہو، جو دوامی نوعیت رکھتا ہو اور کچھ اجزاء ایسے ہوں جن میں لچک ہو، تاکہ بدلتے ہوئے حالات پر انہیں بآسانی منطبق کیا جاسکے۔ تاہم انسانی قوانین میں اس قسم کا فرق پیدا کرنا ناممکن ہے۔ قانون کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ دائمی اور ناقابل تغیر ہے، کوئی دلیل چاہتا ہے اور انسانی قانون ایسی کوئی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہے۔ خدا کا قانون ہی اس مسئلے کا واحد حل ہے۔ خدا کا قانون ہم کو وہ تمام بنیادی اصول دیتا ہے، جو غیر متبدل طور پر ہمارے قانون کا لازمی جزو ہونے چاہئیں۔ یہ قانون کچھ امور کے بارے میں خاموش ہے۔ اس طرح وہ اس فرق کا تعین کر دیتا ہے کہ قانون کا کون سا حصہ دائمی ہے اور کون سا حصہ قابل تغیر ہے پھر وہ خدا کا قانون ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھ یہ ترجیحی دلیل بھی رکھتا ہے کہ اس کو مبنی برحق سمجھیں اور اس کو لازمی قرار دیں۔ (کتاب مذکور: ص ۱۸۸)

(۳) قانون کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس کسی چیز کو جرم قرار دینے کے لئے کوئی معقول وجہ موجود ہو۔ انسانی قانون کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ جو عمل امن عامہ یا نظم مملکت میں خلل ڈالتا ہو وہ جرم ہے۔ اس کے بغیر اس کی سمجھ میں

نہیں آتا کہ کسی فعل کو جرم کیسے قرار دے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظر میں زنا اصلاً جرم نہیں ہے بلکہ وہ جرم اس وقت بنتا ہے۔ جب طرفین میں سے کسی نے دوسرے پر جبر کیا ہو۔ گویا انسانی قانون کے نزدیک اصل جرم زنا نہیں بلکہ وہ جبر و اکراہ ہے، اس طرح قانون کی نظر میں فریقین کی رضامندی سے ایک کی عصمت دوسرے پر حلال ہو جاتی ہے۔ اس باہمی رضامندی کی شکل میں قانون زنا کا حامی و محافظ بن جاتا ہے حالانکہ زنا کا ارتکاب سوسائٹی میں زبردست فساد پھیلاتا ہے وہ ناجائز اولاد کے مسائل پیدا کرتا ہے۔ یہ رشتہ نکاح کو کمزور کرتا ہے۔ وہ سطحی لذیت کا ذہن پیدا کرتا ہے۔ چوری اور خیانت کی تربیت دیتا ہے۔ قتل و اغواء کو فروغ دیتا ہے اور سارے سماج کے دل و دماغ کو گندا کرتا ہے۔ مگر اس کے باوجود قانون اسے کوئی سزا نہیں دے سکتا، کیونکہ اس کے پاس زنا بالرضا کو جرم قرار دینے کے لئے کوئی بنیاد نہیں ہے۔

اسی طرح شراب کو اسلام نے جرم قرار دیا لیکن انسانی قانون کے لئے یہ طے کرنا مشکل ہے کہ وہ شراب کو جرم قرار دے کیونکہ اکل و شرب انسان کا ایک فطری حق ہے۔ قانون اسے اس وقت قابل گرفت سمجھتا ہے، جب وہ دوسروں کو ایذا پہنچاتا ہے، حالانکہ شراب نوشی صحت کو تباہ کرتی ہے وہ مال کا ضیاع ہے اور بالآخر اقتصادی بربادی تک لے جاتی ہے اس سے اخلاق کا احساس کمزور پڑتا ہے اور انسان دھیرے دھیرے حیوان بن جاتا ہے۔ اس سے پینے کے لطیف احساسات مفلوج ہو جاتے ہیں اور پھر قتل، چوری، ڈاکہ اور عصمت دریٰ، واقعات کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ان سب کے باوجود قانون اسے بند نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے پاس کوئی معقول جواز نہیں ہے کہ وہ کیوں لوگوں کے اکل و شرب پر پابندی عائد کرے۔ اس مشکل کا جواب صرف اللہ کے قانون میں ہے کیونکہ اس سے خالق کائنات کی مرضی کا اظہار ہوتا ہے اللہ کے قانون ہونا بذات خود اس بات کی کافی وجہ ہے کہ وہ بندوں کے اوپر نافذ ہو۔ (مذہب اور جدید چیلنج: ۱۸۹،۱۹۰)

(۴) قانون کے لئے بہترین اخلاق کا ہم رشتہ ہونا ضروری ہے مثلاً عدالتوں میں سچائی نہایت ضروری ہے کیونکہ سچ کے بغیر فیصلہ ممکن نہیں۔ عدالتوں کے لئے عدل کا حصول اس طرح ہوتا ہے کہ ہر گواہ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ سچ بولنے کی قسم کھائے۔ تاہم جدید سوسائٹی میں مذہب کی حقیقی اہمیت ہر پہلو سے ختم کر دی گئی ہے اس لئے عدالتوں کی مذہبی قسمیں اب صرف مسخرہ پن رہ گیا ہے اور ان کا کوئی واقعی فائدہ باقی نہیں رہا۔

خدائی قانون میں ان تمام چیزوں کا جواب موجود ہے خدائی قانون کے ساتھ مذہب و آخرت کا عقیدہ و ماورائے قانون فضاء پیدا کرتا ہے جو لوگوں کو سچائی پر ابھارے وہ اس درجہ موثر ہے کہ اگر کوئی شخص وقتی مفاد کے تحت جھوٹا حلف اٹھائے تو اپنے دل کو ملامت سے نہیں بچا سکتا۔ ویسٹرن سرکٹ کی عدالت میں ایک پتھر نصب ہے جو اس واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے کہ ایک گواہ نے قسم کھائی۔ قسم کے الفاظ دھرانے کے بعد اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا میری جان یہیں پر قبض کرے۔ چنانچہ وہ شخص وہیں گرا اور اس کا خاتمہ ہو گیا۔ (The changing Law P:10) (بحوالہ مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱۹۱)

اسی طرح قانون جس فعل کو جرم قرار دیتا ہے اس پر سزا دینا چاہتا ہے اس کے بارے میں خود سماج کے اندر بھی یہ احساس موجود ہو کہ یہ فعل جرم ہے گویا ایک فعل کے جرم ہونے کے لئے اس کا گناہ ہونا ضروری ہے وہ خود اپنے آپ کو مجرم سمجھے

سارا سماج اس کو مجرم کی نظر سے دیکھے۔ پولیس اعتماد کے ساتھ پر اس دست درازی کرے۔ جج پوری آمادگی اور قلب کے ساتھ اس پر سزا کا حکم جاری کرے۔ قانون کے تاریخی مکتب فکر کا کہنا یہ ہے کہ'' قانون سازی جبھی کامیاب ہو سکتی ہے، جب وہ اس نسل کے داخلی اعتقادات کے مطابق ہو جسکے لئے قانون وضع کیا گیا ہے اگر وہ اس سے غیر متعلق ہو تو ایسے قانون کا ناکام ہونا یقینی ہے۔(A Text Book of Jurudence: P:15)

جرم نہ کرنے کا محرک صرف مذہب پیدا کر سکتا ہے کیونکہ مذہب صرف قانون نہیں دیتا بلکہ اسی کے ساتھ یہ تصور بھی لاتا ہے کہ جس نے قانون عائد کیا ہے وہ تمہاری پوری زندگی کو دیکھ رہا ہے مرنے کے بعد تم سب اس کی عدالت میں پیش ہو گے اور تم اپنے جرام پر پردہ نہیں ڈال سکتے، اگر دنیا کی سزا سے بچ بھی گئے تو آخرت کی عدالت میں تمہارے اوپر مقدمہ چلے گا اور وہاں ایسی سزا ملے گی جو دنیا کی سزا کے مقابلے میں کروڑوں گنا سخت ہے۔

(۵) وہ افراد جو قانون بناتے ہیں جن کے حکم سے وہ نافذ ہوتا ہے جو اس کو بدلنے اور باقی رکھنے کا حق رکھتے ہوں وہ اس کے ماتحت کیسے ہونگے۔ جب انسان ہی قانون ساز ہو تو وہ خود ہی خدا اور خود ہی قانون ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں قانون سازوں کو قانون کے دائرے میں لانے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ یہ نقص ہر اس جگہ پایا جاتا ہے۔ جہاں انسانی قانون سازی کا اصول رائج ہے۔ صرف خدائی قانون میں یہ ممکن ہے کہ ہر شخص کی حیثیت قانون کی نظر میں یکساں ہو اور ایک حاکم پر اسی طرح عدالت میں مقدمہ چلایا جا سکے، جس طرح محکوم پر چلایا جاتا ہے کیونکہ ایسے نظام میں قانون ساز خدا ہوتا ہے باقی تمام لوگ یکساں طور پر زیر قانون ہوتے ہیں۔

(۶) قانون کو منصفانہ بنیاد فراہم کرنا یہ قانون کی سب سے بڑی خصوصیت ہے جس کے لئے ماہرین قانون سرگرداں ہیں۔ قانون کو منصفانہ بنیاد صرف مذہب ہی فراہم کر سکتا ہے۔ انسان نے طبعی قوانین کی دریافت میں بہت ترقی کی۔ لیکن تمدنی قوانین کی دریافت میں باوجود ہزار کوششوں کے ایک فیصد ترقی بھی نہیں ہوئی۔ آج ایسے آلے دریافت ہو چکے ہیں کہ اگر تین جلدوں کی انسائیکلوپیڈیا میں کسی ایک صفحہ پر دو الفاظ بڑھائے جائیں تو اس کی سیاہی سے وزن میں جو فرق پڑے گا اس کو وہ فوراً بتا دیں گے یہ طبعی قوانین کی دریافت میں انسان کی ترقی کا حال ہے مگر جہاں تک تمدنی قوانین کا معاملہ ہے وہ اس میں ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔(مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱۹۵)

اسلام ہی نظام عالم کے لئے حقیقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

خدائی مذہب ہی وہ حقیقی بنیاد ہے جس سے عالم کے لئے قانون اخذ کیا جاتا ہے اس سلسلے میں مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

معاشرت: اسلام میں مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کو سخت ناپسند کیا گیا اور ان دونوں کو الگ الگ صنف قرار دیا جبکہ ناخدا منکرین نے اس اصول کا سخت مذاق اڑایا اس کو دور جہالت کی یادگار قرار دیا گیا۔ بڑے زور و شور سے یہ بات کہی گئی کہ عورت مرد دونوں یکساں ہیں اور دونوں مساوی طور پر نسل انسانی کے وارث ہیں۔ ان کے میل جول کے درمیان کوئی دیوار کھڑی کرنا

ایک جرم عظیم ہوگا۔ چنانچہ ساری دنیا میں اور خاص طور پر مغرب میں اس اصول پر ایک نئی سوسائٹی ابھرنا شروع ہوئی مگر طویل تجربے نے یہ ثابت کر دیا کہ پیدائشی طور پر دونوں یکساں نہیں ہیں۔ اس لئے دونوں کو یکساں کر کے جو سماج بنایا جائے۔ وہ لازمی طور پر بے شمار خرابیاں پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ ڈاکٹر الکس کیرل عورت اور مرد کے فرق کو بتاتے ہوئے لکھتا ہے۔

''مرد اور عورت کا فرق محض جنسی ااعضاء کی خاص شکل، رحم کی موجودگی، حمل یا طریقہ تعلیم ہی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اختلافات بنیادی قسم کے ہیں خود نسیجوں کی بناوٹ اور پورے نظام جسمانی کے اندر خاص کیمیائی مادے جو خصیۃ الرحم سے مترشح ہوتے ہیں ان اختلافات کا حقیقی باعث ہیں۔ صنف نازک کے ترقی کے حامل ان بنیادی حقیقتوں سے ناواقف ہونے کی بناء پر یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں جنسوں کو ایک ہی قسم کی تعلیم، ایک ہی قسم کے اختیارات اور ایک ہی قسم کی ذمہ داریاں ملنی چاہئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت مرد سے بالکل ہی مختلف ہے اس کے جسم کے ہر ایک خلئے میں زنانہ پن کا اثر موجود ہوتا ہے۔ اس کے اعضاء اور سب سے بڑھ کر اس کے اعصابی نظام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے، فعلیاتی قوانین اتنے ہی اٹل ہیں جتنے کہ فلکیات کے قوانین اٹل ہیں۔ انسانی آرزوؤں سے اس کو بدلا نہیں جاسکتا، ہم ان کو اس طرح ماننے پر مجبور ہیں جس طرح وہ پائے جاتے ہیں عورتوں کو چاہیے۔ کہ اپنی فطرت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو ترقی دیں اور مردوں کی نقالی کرنے کی کوشش نہ کریں۔ (بحوالہ مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱۹۶) (Man the unkinown, P: 93)

حقیقت یہ ہے کہ مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط کی خرابیوں کو مغرب کے دردمند شدت سے محسوس کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اس سے اتنے مرغوب ہیں کہ اصل بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

(۲) اسلام میں ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت دی گئی اس کو بھی تہذیب جدید نے جہالت کا قانون قرار دیا ہے مگر تجربے نے ظاہر کر دیا ہے کہ اسلام کا یہ اصول انسانی فطرت کا عین تقاضا ہے کیونکہ تعدد ازدواج کے قانون کو ختم کرنا دراصل غیر قانونی زوجیت کا دروازہ کھولنا ہے۔ اقوام متحدہ کے ڈیموگراف سالانہ 1959ء کے اعداد و شمار کے مطابق ناجائز بچوں کا تناسب ۶۰ فیصد ہے اور بعض ممالک میں اس سے زیادہ یعنی پانامہ میں ۷۵ فیصد بچے ناجائز ہوتے ہیں، اس ڈیموگراف کے مطابق مسلم ملکوں میں یہ تناسب نفی کے برابر ہے یہ اس لئے کہ مسلم ممالک میں تعدد ازدواج Polygang کا رواج ہے تعدد ازدواج کے اس اصول نے مسلم ممالک کو وقت کے طوفان سے بچالیا ہے۔

(More out than in) مطبوعہ ہندوستان ٹائمز ۱۲ ستمبر ۱۹۶۰، بحوالہ مذہب اور جدید چیلنج: ۱۹۹)

ان تجربات نے ثابت کر دیا کہ خدائی اصول ہی زیادہ صحیح اور مبنی برحق ہے۔

تمدن: اسلام میں قتل عمد کی سزا موت ہے، الا یہ کہ مقتول کے ورثاء خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں، اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ قاتل نے سوسائٹی کے شخص کو قتل کر کے جس برائی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی جڑ آئندہ کے لئے کٹ جائے مجرم کا یہ انجام دیکھ کر دوسرے لوگ آئندہ اس قسم کی ہمت نہ کر سکیں۔ اسی کے ساتھ دیت کی جو صورت ہے اس میں اسلام نے نتائج کا لحاظ کیا ہے مثلاً اگر کوئی بے سہارا رہ جائے، ان کا بیٹا قتل ہو جائے اور وہ قاتل کو معاف کر دیں تو مالی مدد سے وہ

اپنی گزر بسر کا انتظام کر سکتے ہیں۔ یہ ایک حکیمانہ قانون ہے اور جہاں قائم ہو وہاں قتل کا خاتمہ ہوا، جدید عالمی نظام میں اس قانون کو ظالمانہ کہا گیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس قسم کی سزا کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسانی جان کے ضائع ہونے کے بعد دوسری جان کو بھی کھو دیا جائے۔ اس رجحان نے بڑی تیزی سے ترقی کی اور پھانسی کی بجائے قید کی سزائیں تجویز کی جا رہی ہیں۔ اس طرح جن ممالک میں سزائے موت کو منسوخ کیا گیا ہے وہاں جرائم کم ہونے کی بجائے بڑھ گئے ہیں، ۲۶ ستمبر کو جب سیلون کے وزیراعظم کو قتل کیا گیا تو انہوں نے ۱۹۵۶ کے قانون کو منسوخ کر کے ملک میں سزائے موت کے قانون کو دوبارہ نافذ کیا ہے۔ سیلون اسمبلی نے ۱۹۵۶ء میں قانون پاس کیا تھا جس کے مطابق موت کی سزا کو ختم کر دیا گیا نتائج دیکھ کر اسے دوبارہ نافذ کر دیا گیا۔

افراد کو دیانت اور اخلاق کے خاص معیار پر پرکھنا سماجی گروہ کی ناگزیر ضرورت ہے، اس کے بغیر تمدن کا نظام صحیح طور پر برقرار نہیں رہ سکتا، مگر خدا کو چھوڑنے کے بعد انسان اس تلاش میں ہے کہ وہ اپنی ضرورت کو کیسے پورا کرے۔ خوش اخلاقی کا ہفتہ منایا جاتا ہے مگر اس کے بعد بھی جب سرکاری ملازمتوں کی افسرانہ ذہنیت ختم نہیں ہوتی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے اخلاق کا حوالہ دینا کافی نہیں ہے۔ پریس کے ذریعے پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ جرم کا انجام اچھا نہیں ہوتا، مگر جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار بتاتی ہے کہ دنیاوی نقصان کے اندیشہ میں اتنی طاقت نہیں کہ آدمی کو جرم سے باز رکھے۔ دیواروں پر لکھا جاتا ہے کہ رشوت دینا اور لینا گناہ ہے مگر ان الفاظ کے نیچے ہر محکمے میں رشوت کا کاروبار زور و شور سے جاری رہتا ہے تو یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ پروپیگنڈا کسی صورت میں مفید نہیں۔ حکمرانوں کی طرف سے اعلانات ہوتے ہیں کہ اجتماعی ذرائع کو ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرنا ملک وقوم سے غداری ہے لیکن اس کے باوجود حکمران سرمائے کا بڑا حصہ اصل منصوبے پر لگانے کی بجائے اپنی جیبوں میں ڈال لیتے ہیں۔ یہ سب علامات اس بات کا ثبوت ہیں کہ بے خدا تہذیب نے انسانیت کی گاڑی کو دلدل میں لاکر ڈال دیا ہے۔ اس سے نکلنے کا واحد حل یہ ہے کہ انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور مذہب کی اہمیت کو تسلیم کرے۔

آج کل مادی خوشی کو زندگی کا مقصد بنالیا گیا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے۔ نتیجتاً اپنی خواہشات کے حصول کی خاطر وہ دوسروں کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ فرد کی خوشی سماج کی خوشی کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ محدود آمدنی والا اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے حق ماری، بددیانتی، چوری، رشوت اور غبن کے ذریعہ کی پوری کرتا ہے۔ وہ اپنی خواہش پوری کر لیتا ہے۔ مگر سماج کو ایسی محتاجی میں مبتلا کر دیتا ہے جس میں پہلے وہ خود مبتلا تھا۔ نئے نظام میں کمسن مجرم پیدا ہو رہے ہیں۔ جو معاشرے کے لئے ناسور ہیں۔ یہ کمسن مجرم اسی معاشرے کی پیداوار ہیں جس میں مادی خوشی کا حصول ہوتا ہے۔ ایک شادی شدہ جوڑا کچھ دن ساتھ رہنے کے بعد ایک دوسرے سے اکتا جاتے ہیں اور اپنی جنسی خواہش کے لئے نیا جسم اور نیا چہرہ تلاش کرتے ہیں، وہ طلاق کے ذریعے علیحدہ اختیار کر لیتے ہیں اس علیحدگی کی قیمت سماج کو چند ایسے بچوں کی شکل میں ملتی ہے۔ جو اپنے ماں باپ کی موجودگی میں یتیم ہو گئے ہیں یہ بچے ماحول کے اندر اپنے لئے جگہ نہیں پاتے۔ وہ ایک طرف آزاد ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ماحول سے بیزار، یہ صورت حال بہت جلد انہیں جرائم تک پہنچا دیتی ہے۔

معیشت: مذہب معاشیات کی جو تنظیم کرتا ہے اس میں ذرائع پیداوار پر انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ نظام عرصہ تک باقی رہا۔ صنعتی انقلاب کے بعد اس پر تنقید کا سلسلہ شروع ہوا تو تعلیم یافتہ طبقہ اس کے خلاف ہوا اور اس طرح جدید علمی ترقی نے

اجتماعی ملکیت کا اصول دریافت کیا۔ یہ نظام خاص طور پر روس اور چین میں نافذ کیا گیا۔ جس کا آخری انجام یہ ہوا کہ یہ دونوں ممالک جن کا شمار پہلے اناج کے بڑے برآمدی ملکوں میں ہوتا تھا اب وہ دیگر ممالک سے غلہ خرید رہے ہیں۔ اس تجربے سے معلوم ہوا کہ مذہب کا قانون جس ذہن سے نکلا ہے وہ انسانی فطرت کا زیادہ جاننے والا ہے اور اس کے مسائل کو زیادہ گہرائی کے ساتھ سمجھتا ہے۔ (مذہب اور جدید چیلنج: ص ۱:۲)

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ جو نئے نظام کی تعمیر کے لئے ہمیں درکار ہے۔ اس کا واحد اور حقیقی جواب صرف اور مذہب کے پاس ہے۔ مذہب ہمیں قانون سازی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ قانون کو موزوں ترین اساس فراہم کرتا ہے۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں وہ صحیح ترین بنیاد دیتا ہے جس کی روشنی میں ہم زندگی کا نقشہ بنا سکیں۔ وہ حاکموں اور محکوموں کے درمیان قانونی مساوات پیدا کرنے کی واحد صورت ہے۔ وہ قانون کے لئے نفسیاتی بنیاد فراہم کرتا ہے جس کی عدم موجودگی میں قانون عملاً بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ سوسائٹی کے اندر وہ موافق فضاء پیدا کرتا ہے جو کسی قانون کے نفاذ کے لئے ضروری ہے۔ اس طرح مذہب ہمیں وہ سب کچھ دیتا ہے جس کی ہمیں اپنے نظام کی تعمیر کے لئے ضرورت ہے، مذہب اسلام ہی کی روشنی میں نئے نظام کی تشکیل سے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہی کامیابی کا راستہ ہے اور اسی میں وہ زندگی چھپی ہوئی ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

اسلام مخالف طاقتیں منظم ڈھنگ سے اپنے عقائد ونظریات کی نشر و اشاعت میں لگی ہوئی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان اجتماعی کوششوں کا جواب اجتماعی کوششوں سے دیا جائے اور ان ہی کے اسلوب میں دیا جائے ورنہ ہمارا قافلہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگا اور دوسرے آگے بڑھ جائیں گے۔ اس سلسلے میں امت مسلمہ کے اتحاد کے لئے کوشش کریں۔ دنیائے اسلام کے مسائل حل کرنے کی طرف توجہ دیں۔ نیز گمراہ لوگوں کی راہ میں یہ لوگ روک بن کر کھڑے ہو جائیں اور جو گمراہیاں اور فساد زندگی کے ہر شعبے میں پیدا ہو گئی ہیں ان کو تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ان تمام فسادات کو ختم کرنے کے لئے درج ذیل کوششیں کرنی چاہئیں۔

(۱) سماج کا کردار:

سماج کا فرض ہے کہ وہ نظام عالم کی تشکیل کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ اسے اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ اسلام زندگی کا ایک مکمل راستہ ہے۔ اسلام زندگی کو خدائی رنگ میں رنگ دیتا ہے اور اسے اخلاقی رخ پر لگا دیتا ہے۔ پھر منزل اور ہدف کو مقرر کر دیتا ہے تاکہ اس پر چلنا آسان ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اس بات کی بھی کوشش کرتا ہے کہ کوئی راہ سے بھٹک نہ جائے اور پورے اسلام کی پابندی کرے۔ اسے اسرائیلی سماج کی طرح نہیں ہونا چاہئے جو تورات کے بعض احکام کو اپناتے تھے اور بعض کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کی اس روش پر اللہ تعالیٰ تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

''تو کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو، پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں

ان کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔ (سورۃ البقرۃ: آیت ۸۵)

سماج کے صحیح مسلم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں خواہ وہ اجتماعی ہو یا اقتصادی، سیاسی ہو یا فکری اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر راضی رہے۔

سماج کے لئے ضروری ہے کہ ہماری زندگی میں اسلامی عقائد اور اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے پیش نظر آج جو کھلا ہوا تضاد پایا جاتا ہے وہ دور ہو۔ یہ تضاد اللہ کے احکام کو منجمد کر دینے، حدود کو معطل کر دینے، اسلامی آداب اور رہنمائی کے بارے غفلت برتنے اور مشرق و مغرب سے زندگی کے مختلف نظاموں کی درآمد سے پیدا ہوا ہے۔ اس تضاد کو دور کر کے ہم اپنے سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

مسلم حکام کا کردار: عالم اسلام کی قیادت اس وقت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے ان کا فرض ہے کہ یورپ کی چمکتی دمکتی تہذیب سے بچنے کی راہ تلاش کریں۔ انہیں چاہیئے کہ اپنے دل و دماغ پر قابو رکھتے ہوئے اول یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ بحیثیت ایک نظام مدنیت اسلام کے مقاصد کیا ہیں اور پھر آگے قدم بڑھائیں۔ مسلم حکام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم کریں کہ وہ ایک مسلم ملک کے حکمران ہیں اس لئے وہ جو حکومت قائم کریں وہ اس کے عقیدے سے ہم آہنگ ہو اور اس کے دستور حکومت اور ملکی قوانین پر اس کے عقائد و اقدار اور طور طریقوں کی چھاپ پڑی ہو۔ تعلیم و تربیت کا نظام اسی کے مطابق ہو ۔تہذیبی ونشریاتی وسائل اسی کی حمایت اور اشاعت میں لگے رہیں اور ملک کی اجتماعی داخلی اور خارجی پالیسیاں اسی کے دائرہ میں بنائی جائیں۔ بعض حکمران اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کا اسلام خود ان کی عقل کا بنایا ہوا اسلام ہے جو چیزیں انہیں دین میں پسند آتی ہیں انہیں لے لیتے ہیں اور جو پسند نہیں آتیں اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ سلف و خلف صحابہ کرام کی مخالفت میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے انہیں۔ آئمہ فقہ علماء اصول، مفسرین قرآن اور شارحین حدیث کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کچھ حکمران افکار ونظریات کو یورپ سے درآمد کر لئے ہیں لیکن اپنی ناپسندیدگی کے باوجود اسلام کے لئے ایک گوشہ چھوڑ رکھا ہے مثلاً اسلامی پرسنل لاء، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام میں دینی باتیں یا اخبار و رسائل کے جمعہ ایڈیشن میں دینی صفحہ۔ ان لوگوں کے نزدیک دین کا یہی مفہوم ہے وہ عقیدہ ہے، شریعت کے بغیر دین ہے، اسٹیٹ کے بغیر۔ انفرادی عبادت ہے، دعوت و جہاد کے بغیر۔ ان فرمان رواؤں کو اب یہ بات جان لینی چاہیئے کہ ان قوموں کے لئے چھٹکارا اور ان کے سماج کی پائیداری اور برقراری کے لئے اگر راہ ہے تو وہ صرف اسلام ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے۔

''ہم سب سے ذلیل قوم تھے تو اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی اور جب ہم اسلام کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے عزت کے طلبگار بنیں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کرے گا۔ (ڈاکٹر یوسف القرضاوی: ترجمہ سلمان ندوی: اسلامی بیداری، افکار اور انتہاء پسندی کے نرغے میں: ص ۱۶۳)

۲۔ **انتہاء پسندی سے احتراز:** یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آج دنیا میں طرح طرح کی انتہاء پسندیاں پائی جاتی ہیں۔ کچھ کا تعلق دین سے ہے تو کچھ کا تعلق سیاست سے۔ فکر سلوک اور پالیسی سے ہے۔ مشرق مغرب شمال اور جنوب میں انتہاء

پسندی پائی جاتی ہے۔ غیر مسلم انتہاء پسند اپنی زبان سے اپنے کاموں اور کاروائیوں سے اپنی انتہاء پسندی کا اعلان کرتے رہتے ہیں لیکن دنیا کی طرف سے ان کی ایسی مخالفت نہیں کی جاتی جیسی مخالفت ان لوگوں کی جاتی ہے جنہیں مسلم انتہاء پسند کہا جاتا ہے، جیسے یہودی انتہاء پسند اسرائیل میں کرتے ہیں۔ یہودی جماعتیں اور تنظیمیں بغیر شرم وحیاء کے انتہاء پسندانہ ہدف اور اصولوں کا اعلان کرتے ہیں۔ لبنان نصرانی انتہاء پسند مسیحی رضا کار اور ان کے مددگار مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ لاشوں کا مثلہ کرتے ہیں۔ وحشیانہ طور پر عورتوں کی عزت و ناموس لوٹتے ہیں۔ مصاحف اور دینی کتابوں کو جلاتے ہیں۔ پاؤں سے روندتے ہیں اور ہر اس چیز کی اہانت اور تذلیل کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کا اسلامی تشخص ظاہر ہوتا ہے۔ قبرص میں نصرانیوں کی انتہاء پسندی ترکوں کے خلاف، کشمیر میں ہندوؤں کی انتہاء پسندی مسلمانوں کے خلاف، اس طرح مشرکانہ انتہاء پسندی دوسرے ممالک میں بھی نظر آتی ہے۔ ان متعصب جماعتوں کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کو دبایا جائے بلکہ انہیں ختم کر دیا جائے۔ امریکہ کی انتہاء پسندی عراق کے خلاف اور افغانستان اور پاکستان کے خلاف۔ الغرض مسلمانوں پر بڑا کڑا وقت آن پڑا ہے۔ جس سے بچنے کے لئے مسلمان اقوام کو متحدہ ہونا پڑے گا اور ان انتہاء پسندوں کے خلاف کوئی راست اقدام کرنا ہوگا، قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

ولو لادفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علیٰ العلمین۔ (سورۃ البقرۃ: آیت ۲۵۱)

''اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے''۔

دین میں انتہاء پسندی اکثر و بیشتر ردعمل کے طور پر پیدا ہوتی ہے۔ دینی احکام کی پابندی سے آزادی، دین کی تحقیر کرنا، دین کو مذاق اور تمسخرات کا موضوع بنانا۔ یہ وہ باتیں ہیں جن سے فطری طور پر انتہاء پسندی پیدا ہوتی ہے۔ یہی عمل اور ردعمل کا قانون ہے۔ پھر کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ دینی احکام سے آزادی اور بے راہ روی کی انتہاء پر پہنچنے والے بھی اس سے آگاہی حاصل کریں اور اعتدال کی درمیانی راہ پر واپس لوٹ آئیں اور اسی طرح دوسرا فریق بھی اعتدال کی راہ پر آجائے تاکہ یہی اعتدال کی درمیانی راہ دونوں گروہوں کے درمیان ملاپ کا سنگم بن جائے، ساتھ ہی ساتھ منکرات کو اپنے ہاتھ اور زبان سے مٹانے کی کوشش کریں تاکہ معاشرے بلکہ دنیا سے دینی انتہاء پسندی کا وجود ختم ہو جائے۔

افکار و دلائل کے ذریعے اصلاح: مسلمانوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ایک صالح اور صاف ستھرا اسلامی ماحول بنانے کی کوشش کریں جس کی بنیاد روشن فکری اور صحیح فقہی بصیرت پر ہو ایسی روشن فکری اور فقہی بصیرت جو سطح پر رک جانے کی بجائے گہرائیوں میں اتر جائے۔ احکام کو ذیلی اور فروعی شاخوں سے حاصل کرنے کی بجائے اس کے اصل اور منبع سے حاصل کرے۔ ایسی فضاء کا بنانا بہت مشکل ہے اس میں کامیابی کے لئے پر خلوص کوشش صبر جمیل اور اللہ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ارباب اقتدار کو چاہیئے کہ وہ نشریاتی ذرائع اور وسائل ریڈیو، ٹیلی ویژن اور صحافت سے منظم ڈھنگ سے کام لیں۔ اس طرح لوگوں کے دل و دماغ بھی اس نئے نظام کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ یہ ذہنی تبدیلی حکام اور عسکری فرمان سے پیدا نہیں ہو سکتی

بلکہ اس کی تکمیل کے لئے مدت درکار ہوگی۔ جس کے لئے امت مسلمہ کو جدو جہد کرنی پڑے گی۔

تکفیر کا مقابل تکفیر سے نہیں کرنا چاہیئے۔ ضروری ہے کہ ہم فکری انتہاء پسندی کا مقابلہ فکری انتہاء پسندی سے نہ کریں اگر ایسا ہوا تو پھر تعصب کا تعصب سے، انکار کا انکار سے اور برائی کا برائی سے واسطہ پڑے گا اور اس میدان میں پہل کرنے والا ظالم ہوتا ہے۔

اگر تکفیر کرنے والے کے جواب میں ہم بھی تکفیر کریں تو ہم بھی اسی گڑھے میں گر جائیں گے جس میں تکفیر کرنے والے پہلے سے گرے ہوئے ہیں۔

مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر نہ کریں کہ ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگائیں، ایک دوسرے کو کافر کہیں ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو وہ آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہیں اور خون ریزی سے بچنے کے لئے بطریق احسن گفت وشنید کریں۔ اگر مسلمانوں میں کوئی تمرد اور سرکشی کی راہ اپناتا ہے تو ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو باغیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے علماء نے کہا ہے کہ تکفیر کی راہ خطرناک ہے اس سے محفوظ اور سلامت رہنا سب سے بڑی مشکل بات ہے۔

نوجوانوں کی ذمہ داری: ہر انسان فانی ہے وہ اپنی عمر گزار کر رخصت ہو جاتا ہے، اگر دنیا میں ہماری تہذیب، ہماری ثقافت، ہمارا تمدن اور ہمارا نظام زندگی باقی رہ سکتا ہے تو صرف اسی صورت میں کہ جو میراث ہم نے اپنے اسلاف سے پائی ہے وہ آگے کی نسل کو ٹھیک سونپ دیں اور انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ اس میراث کو صحیح طریقے سے آئندہ نسلوں کے حوالے کر سکیں۔

مسلمان قوم کی بقاء کا انحصار بھی دوسری تمام قوموں کی طرح اس بات پر ہے کہ جو تہذیب وتمدن اسلام کے نام سے موسوم ہے جن کو ہم نے اپنے بزرگوں سے پایا ہے جن کی بناء پر ہم مسلمان کہلاتے ہیں یہ صحیح طریقہ سے آئندہ نسلوں تک پہنچائیں۔ نئے نظام کو نافذ کرنے اور مقاصد حاصل کرنے کی دو شکلیں ہیں (۱) نوجوان خود اس کے لئے کوشش کریں۔ (۲) حکومت ملک کے نظام تعلیم وتربیت کو ایسا بنائے جس سے یہ مقصد حاصل ہو، نوجوانوں کو دین کا اتنا علم ہونا چاہیئے کہ وہ کافر اور مسلمان میں فرق کر سکیں اور اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کے فرائض کیا ہیں۔ اس کے لئے ممنوعات کیا ہیں۔ اس کے لئے اخلاق کے کیا اصول ہیں۔ جن کی پابندی اسے کرنی چاہیئے۔ اس کے لئے زندگی بسر کرنے کے طریقے اسلام نے مقرر کئے ہیں۔

حکومت کے فرائض یہ ہیں کہ وہ نوجوانوں کی اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دے۔ یہ تربیت وہ تعلیمی اداروں میں دے اور خاص طور پر ایسے اداروں میں جن میں سرکاری ملازمتوں کے لئے آدمی تیار کئے جاتے ہیں۔ خواہ وہ فوج کی ٹریننگ کے ادارے ہوں۔ پولیس کی ٹریننگ کے یا سول سروس کی ٹریننگ کے ان تمام اداروں میں اسلامی تعلیم کو لازمی کیا جائے اسلامی عقائد کو ذہن نشین کروایا جائے۔ اسلامی احکام کی پابندی کی عادت ڈالی جائے اور کسی قسم کے فسق وفجور کو راہ پانے کا موقع نہ دیا جائے۔ یہی چیز ہے جس سے یہ نوجوان نسل ایک بہترین عالمی نظام کو تشکیل دینے میں مدد دے سکتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض ممالک میں نوجوان نسل نے بہترین کارکردگی دکھائی ہے اور زبردست جذبہ جہاد اور شوق شہادت اور مجاہدانہ سرفروشی کا ظہور ان سے ہوا۔ اس کا سرچشمہ وہ مسلمان مائیں ہیں۔ جنہوں نے ان کے کانوں میں خدا اور رسول کا نام ڈالا تھا اس کا سرچشمہ وہ مسلمان معاشرہ ہے۔ جس کی بچی کھچی روایات نے ان کے دل ودماغ میں خدا، رسول، آخرت، جہاد، شہادت کے تصورات بٹھا رکھے تھے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں (تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں)

آنسہ بی بی حوا بنت محمد عمر۔ کوئٹہ

وما كان الناس الا امة واحدة فاختلفوا .... الآية (سورہ یونس آیۃ19)

ترجمہ: ''اور جو جوگ ہیں سوایک ہی امت ہیں۔ پیچھے جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا ان میں جس بات میں اختلاف کر رہے تھے۔

قابل صد ستائش ہیں وہ قوتیں اور تحریکیں جو کسی معاوضے یا صلے کی تمنا کیے بغیر انسانی منفعت کے لئے مصروف عمل ہوتی ہیں یہ قوتیں کبھی تو انفرادی حیثیت سے اور کبھی اجتماعی طور پر اس فکر میں مبتلا رہتی ہیں کہ کیسے انسان کو اس کا کھویا ہوا فردوس گم گشتہ واپس دلا دیا جائے اور یہ ایک بار پھر انسان بن کر کرہ ارض کو جہنم سے جنت بنا دے۔ آسمان نے یہ منظر سینکڑوں بار دیکھا ہے کہ انسان زمین پر موجود ایک برادری میں باندھا ہوا تھا۔ رسم و رواج یا قوانین اور ضابطے ایک تھے تیری اور میری کا تصور عنقا تھا۔ سونے اور چاندی کے ڈھیر اس کے سامنے مٹی اور راکھ کے ڈھیروں سے بھی کم تر درجہ رکھتے تھے۔ کاغذ کے نوٹ کی کوئی حیثیت نہیں تھی اپنی ضرورت سے زیادہ دوسروں کی ضرورت کا احساس تھا۔

پھر اچانک انسان انسان کا دشمن بن گیا اس نے اپنے آنے والے کل کو غیر محفوظ محسوس کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان نے انسان کے گلے پر چھری پھیر دی۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا ہونے لگا۔ اختلافات نے نئی نئی اشکال بنانا شروع کی۔ کہیں ذات کا جھگڑا پیدا ہوا۔ تو کہیں رنگ کا، کہیں نسل کی کشیدگی پیدا ہوئی، تو کہیں خون کی برتری، کہیں مذہب نے ایک دوسرے کے گلے کاٹے تو کہیں جغرافیائی تعصب، نے کہیں مٹی کا تنازعہ پیدا ہوا، تو کہیں علاقائی وصف سامنے آیا۔ غرض انسان خود اپنے ہی ہم نسل انسان کے خون کا پیاسا ہونے لگا اس وحدت کو پھر سے تازہ کرنے کے لئے انبیاء آئے جنھوں نے انسانوں کو ایک خدائی لڑی میں پرونے کا درس دینا شروع کیا۔ اس وحدت انسانی کا یہ بھولا ہوا سبق، کبھی تو انبیاء نے یاد دلایا اور کبھی نیک اور ارواح نے اس کام کو آگے بڑھایا ذاتی، گروہی اور نسلی مفادات نے ہمیشہ وہ گل کھلائے کہ آسمان تکتا ہی رہ گیا۔ اس میں ان لوگوں کی کاوشیں اور محنتیں کبھی تو کامیاب ہوئی اور کبھی خود ان کو اپنی جانیں تکمیل مشن کے لئے قربان کرنا پڑیں۔ لیکن وہ اپنے مشن سے باز نہ آئے۔

کرہ ارض جوں جوں سکڑتا گیا مفادات ساتھ ساتھ بڑھتے گئے تا آنکہ کروڑوں انسان ناحق قتل ہو چکے تھے یورپ اور ایشیاء کے ایک بڑے حصے میں آسمان آتش و آہن برسا رہا تھا انسان پر اس کی اپنی ہی زمین تنگ ہو چکی تھی۔

وقال الانسان مالها يومئذ تحدث اخبارها o

ترجمہ: بے ساختہ انسان پکار رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ تو وہی دن ہے جس کی خبر میں نے (خدا نے) تمہیں پہلے دے رکھی تھی۔ ہر طرف سے ایک چیخ سنائی دے رہی تھی کہ ایک ہو جاؤ۔ ایک ہو جاؤ بس ایک ہو جاؤ۔ لیکن اس گھن گرج میں کون تھا جو یہ سنتا کہ یہ کیسی

آواز آ رہی ہے۔

انسان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹنے والا تھا کہ اتنے میں خود انسان نے ایک میز پر بیٹھ کر بات کرنے کو ترجیح دی۔ اور جمعیت اقوام کے نام پر ایک ادارے کی کمزور بنیاد رکھی۔ جس کی ناکامی کی سب سے بڑی اور اہم وجہ خود اس کے نام ہی میں پوشیدہ تھی حکیم الامت علامہ اقبال نے بروقت اس غلطی کی برملا نشان دہی کی لیکن دستور عالم یہی ہے اور یہی رہی کہ جہاں مفادات پیش نظر ہوں وہاں آنکھیں نور بصیرت سے محروم ہو جاتی ہیں ڈاکٹر اقبال نے وقت کی نبض شناسی یوں فرمائی:

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدت آدم
تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود و فقط ملت آدم
مکے نے دیا خاک جینوا کو یہ پیغام
جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم

اور اس طرح ایک بار پھر جمعیۃ اقوام کی اصطلاح سامنے آئی جس نے آج تک نفرتوں کے علاوہ کچھ نہیں دیا جب تک (UNO) یعنی U.NO (تم کچھ نہیں) رہے گی اس وقت تک یہ ادارہ اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکے گی ہمارے خیال میں اس اہم ادارے کا نام ہی تبدیل کرنا چاہیئے تاکہ ساری انسانیت ایک دوسرے کو (U.MAN) یعنی تم انسان ہو یا تم مہربان انسان ہو (U.MAN.KIND) کہہ کر پکارے لہذا اس اہم اور بین الاقوامی ادارے کا نام (UNITED MANKIND) ہونا چاہیئے۔ اور پھر انسانی اقدار کو سامنے رکھ کر ایک ایسی تنظیم بنائی جائے جس میں ہر انسان بلا کسی امتیازی تفریق کے خود کو اس تنظیم کا حصہ سمجھے۔ اس وقت تک کسی بھی تنظیم یا ادارے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ کامیابی سے ہم کنار ہوگی۔ ایک خام خیال ہے۔ کسی بھی تنظیم یا ادارے میں اگر نظم نہ ہو تو وہ تنظیم ہی کہلانے کی مستحق نہیں دیکھئے سید ابراہیم علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو باپ بیٹے کو وحی کے ذریعہ یہ حکم ہوا کہ اب جب کہ تم دونوں نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے محسوس شکل میں ایک مرکز کی بنیاد رکھ دی ہے تو بنی نوع انسان کے نام عام اعلان کر دو کہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹیں گے۔ انسانیت کے نام اس نشو نما دینے والے کی طرف سے اعلان کر دو کہ کائنات کو وہ ایک قانون کے تحت چلا رہا ہے تو پھر تم ایک نظم اور ضبط کیساتھ اکٹھے کیوں نہیں ہوتے۔

فرق صرف یہ ہے کہ انسان کے علاوہ کائنات کا باقی ہر شے مجبور ہے اور تم انسان آزاد اور صاحب ارادہ ہو تو سنو وہ تمہیں اس مرکز کی طرف بلاتا ہے جس کی بنیاد باپ بیٹے نے رکھی تھی۔ اس کی یہ دعوت بنی نوع انسان کے نام ہے اس میں کوئی مذہبی رنگ نسل جغرافیائی یا علاقائی امتیاز نہیں۔ چنانچہ انسانیت کے نام اعلان عام ہوا کہ۔

واذن فی الناس بالحج یا توک رجالا وعلیکل ضامر یا تین من کل فج عمیق لیشھدو منافع لھم ویذکر اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام فکلو منھا واطعمو البائس الفقیر.

اب تم نبی نوع انسان کے نام اعلان کرو کہ ▪ اپنے معاملات میں آخری دلیل و حجت کے لئے یہاں (مکہ مکرمہ) آیا کریں۔ دنیا کے دور دراز گوشوں سے لمبی لمبی مسافتیں طے کرتے یا پا پیادہ یا ایسی سواریوں پر جو سفر کی مشقت سے تھک کر چور ہو جائیں۔ وہ یہاں اس لئے آئے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ یہ نظام ان کی (نوع انسان کی) منفعت کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے۔ اور ہم نے جو مویشی دے رکھے ہیں انہیں اللہ کا نام لے کر اس اجتماع کے مقررہ دنوں میں ذبح کریں اور ان کا گوشت خود بھی کھائیں اور اگر کوئی محتاج ہو تو اسے بھی کھلائیں۔" (الحج آیت 28-28)

یعنی کھانے پینے کے علاوہ باہمی مشاورت سے وہ یہاں بیٹھ کر وہ تدبیریں بھی سوچیں، جن سے ان کی اجتماعی زندگی کی تمام مشکلات دور ہو جائیں۔ او وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائیں جنہیں انہوں نے نوع انسانی کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں اپنے اوپر لے رکھا ہے اور اس طرح پوری کی پوری امت مرکز انسانیت کی نگہبان بن جائے۔ جو دنیا میں انسانوں کی حریّت و آزادی اور قوت و اقتدار خداوندی کا نشان ہے اور جسے اس باب میں شرف اولیت اور سبقت حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے اعلان کی:

ان اول بیت وضع لناس للذی ببکة مبارک وھدی للعلمین فیه آیات بینٰت مقام ابراھیم ومن دخله کان امنا وللّٰه علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیه سبیلا ومن کفر فان اللّٰه غنی عن العالمین (نساء آیة 96-95)

ان سے کہو کہ دنیا میں سب سے پہلے جس مقام کو نوع انسان کا مرکز تجویز کیا گیا تھا۔ وہ مکہ تھا اس مرکز سے اقوام عالم کو ثبات و استحکام و نشوونما کا سامان ملتا تھا اور اسی کو وہ روشنی کا مینار بنتا تھا جس سے عالمگیر انسانیت کے سامنے زندگی کا صحیح راستہ آسکے۔ یہ راہنمائی بڑی بین اور واضح ہے۔ یہی وہ مرکز تھا جہاں سے ابراہیمؑ کو اقوام عالم کی امامت کا مقام حاصل ہوا تھا۔ اس مرکز کی خصوصیت یہ کہ جو شخص بھی اس مرکز میں داخل ہو جائے اسے ہر طرف سے امن اور سلامتی حاصل ہو جائے گی۔"

اس مرکز کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ (سورة الحج آیة 25)

یہ ہے اس مرکز انسانیت کی خصوصیت۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ اس قسم کے نظام اور اس کے مرکز سے انکار کریں وہ اپنا ہی نقصان کریں گے خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ خدا تو تمام اقوام عالم سے بے نیاز ہے۔

اس تمہیدی وضاحت کے بعد میں اصل موضوع کی طرف آتی ہوں۔ اس مقالہ کے آغاز میں میں نے کلام حکیم کی جس آیة کریم کا انتخاب کیا ہے۔ آیة مذکورہ کی وجہ انتخاب موضوع سیرت سے کتنی مماثلت رکھتی ہے اس کا صحیح اندازہ آیت مذکورہ کے قدرے تفصیلی جائزہ کے بعد واضح ہو گی ارشاد باری ہے۔

وما کان الناس الا امة و احدة فاختلفوا ولولا کلمة سبقت من ربک لقضی بینھم فیما یختلفون (یونس آیة 19)

مفہوم: اے رسول ﷺ تمہاری دعوت جس کی یہ اس قدر مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے سوا کیا ہے کہ تم نوع انسان کے اختلافات مٹا کر انہیں ایک عالمگیر برادری بنانا چاہتے ہو اور یہ چیز اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام انسان ایک ضابطہ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اسی کا نام توحید ہے جو شرک کی ضد ہے۔ تمہاری یہ دعوت نہ کوئی نئی دعوت ہے نہ انہونی بات۔

نوع انسان کی تمدنی زندگی کی تاریخ یہ ہے کہ سب سے پہلے دور میں (جب ان کی مفاد میں باہمی تصادم نہیں ہوا تھا)

سب ایک برادری (عالمی نظام) کی شکل میں رہتے تھے۔ (بقرۃ آیۃ 213) اس کے بعد نفرادی مفاد پرستوں نے ان میں اختلافات پیدا کرنے شروع کر دیئے اور یہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے (بقرہ آیۃ 36) یہ ہو سکتا تھا کہ ہم انہیں پیدا ہی اس طرح کرتے کہ یہ اختلافات نہ کر سکتے یا اگر یہ اختلاف کرتے تو ہم اپنی قدرت سے ان اختلافات کو زبردستی مٹا دیتے۔ لیکن ہم نے اس کے لئے ایک اور قاعدہ مقرر کیا جس انسانوں کی آزادی سلب نہیں ہوتی تھی۔ ہم نے وحی کے ذریعے ایسی تعلیم عطا کی جس سے یہ اختلافات مٹ سکتے تھے۔ (البقرۃ آیۃ 38) مفاد پرست لوگ اس تصور کی ممانعت کرتے ہیں۔ لیکن اس سے ہمارا پروگرام رک نہیں سکتا نوع انسان کو بالآخر ایک عالمگیر برادری بن کر رہنا ہے۔

انسانی تخلیق دراصل نفس واحد یعنی ایک ہی نفس واحدہ سے ہوئی ہے اس لیے بھی آخر الامر اس نے ایک ہو جانا ہے۔ قرآن حکیم نے انسان کو اس کی تخلیق سے متعلق انتہائی خوبصورت انداز میں بتایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحده وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء ا واتقوا الله الذی تسائلون به والارحام ان الله کان علیم رقیبا(نساء آیۃ1)

مفہوم: اے نوع انسان: اپنے نشوونما دینے والے کے قانون کی نگہداشت کرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء ایک جرثومہ زندگی (Life Cell) سے کی اس کے بعد جرثومہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ (Sepermatazoom of ovum) جس سے نر اور مادہ کی تقسیم وجود میں آئی اور یوں نر و مادہ کی اختلاط سے اس نے کرہ ارض پر کثیر آبادی پھیلا دی جو مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہے جب نوع انسانی اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں تو انسانوں کی خود ساختہ تقسیم وتفریق کے کیا معنی ہیں۔

تم تمام انسانوں کو ایک برادری سمجھو اور اس طرح خدا کے نظام ربوبیت کی نگہداشت کرو جس کے ذریعے تمہاری وہ ضروریات پوری ہوتی ہیں جن کے لئے تم ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہو (ابراہیم آیۃ 34)

خدا کے نظام ربوبیت کے قیام کی ابتداء اپنے خاندانی رشتے استوار کرنے سے کرو (جب یہ ہو جائے تو پھر اس حلقہ کو وسیع کرتے چلو۔ تا آنکہ پوری پوری انسانیت (عالمی نظام) اس کے دائرہ کے اندر آ جائے) اگر تم نے ایسا کیا تو قانون خداوندی تمہاری ہر طرح سے نگرانی اور نگہبانی کرتا جائے گا۔

اس حقیقت کو درج ذیل آیۃ کریمہ میں ملاحظہ فرمائیے

ما خلقکم ولا بعثکم الا نفس واحدة ان الله سمیع بصیر(لقمان آیۃ 28)

مفہوم: اس کے قانون کی عظمت اور وسعت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب سے انسان کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے آخری وقت تک تمام انسانوں کی تخلیق اور ان کی بعثت (دوبارہ اٹھنا) اس کے نزدیک ایسے ہے جیسے کسی ایک تنفس کی تخلیق و بعثت (اور صرف یہی نہیں کہ اس نے انسانوں کو پیدا کیا اور کام ختم ہو گیا۔ وہ ہر ایک کی سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے تم افراد، قوموں، نسل اور علاقائیات کو الگ الگ دیکھتے ہو، اس کی نگاہ عالمگیر انسانیت پر ہوتی ہے تم اجزاء پر نظر رکھتے ہو وہ کل کو بھی دیکھتا ہے)

دین اسلام و عالمی نظام یا وحدت انسانیت

دین فطرت نے امت واحدہ یا وحدت انسانیت (عالمی نظام) کے لئے طریقہ کار بھی بتا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جس تصور وحدت کو آج سے چودہ سو چوبیس برس قبل محمد عربی ﷺ نے پیش کیا تھا۔ اس تصور کی طرف آج انسان خود بخود بڑھ رہا ہے۔ نئے عالمی نظام کی ضرورت کا احساس (وحدت انسانیت کی ضرورت) بڑی شدت اختیار کر چکی ہے۔ یہ بھی ایک قدم ہے کہ انسان پورے کرہ ارض کے باسیوں کے لئے ایک ایسی زبان یا بولی ایجاد کرنے کی کوشش میں مصروف ہے کہ جس سے ایک انسان دوسرے انسان کے قریب ہو جائے گا۔ وہ اپنا دکھ درد بڑی آسانی سے اپنی ہی ہم جنس (انسان) کو بتا سکے گا۔

حیوان کتنا ہی بیمار کیوں نہ ہو وہ اپنی بیماری کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ بلکہ ماہرین حیوانات کسی جانور کی بیماری کا اندازہ اس کی ظاہری علامات سے لگاتے ہیں۔ یہ بھی اس لئے کہ جانور مجبور ہے بے بس ہے بے اختیار ہے اور کسی بھی ارادے کا مالک نہیں ہے۔ اس کے برعکس انسان نہ تو مجبور ہے نہ ہی بے بس بلکہ صاحب ارادہ ہے مجبوری وہی ہے جو کسی جبر کے تحت زندگی گزارے۔ حیوانات فطرت کی طرف سے مقرر کردہ جبر کے تحت زندگی گزارتے ہیں اس لئے مجبور ہیں۔ انسان پر فطرت کی طرف سے ایسی کوئی جبر نہیں بلکہ خود انسان کی طرف سے انسان پر جبر مسلط کیا گیا ہے۔

یہ ہماری زمین پر لکیریں (جغرافیائی حد بندی) خدائے ارض و سما کی طرف سے نہیں کھینچی گئی ہیں۔ یہ لکیریں اپنے مفادات کی تحفظ کی خاطر کھینچی گئی ہیں۔ پورا کرہ ارض انسانوں کا مسکن ہے جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ رب العالمین کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ قرآن حکیم نے وحدت انسانیت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ ایک دن۔ **لیوم عظیم یوم یقوم الناس رب العالمین**(83المطففین آیة 5-6)

مفہوم: اور اس طرح وہ انقلاب عظیم برپا ہوگا جس میں عالمگیر انسانیت خدا کا نظام ربوبیت قائم کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی۔ مزید وضاحت کے لئے فرمایا: **کلا ان کتاب الفجار لفی سجین** (83سورة آیة7) اس وقت ان لوگوں کا اعمال نامہ جنہوں نے انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے خود انہیں جکڑ باندھ کر رکھ دے گا اور یوں ان کا اپنا وضع کردہ نظام خود ان کی تباہی کا موجب ہوگا۔ ستر (70) سال کے بعد آخر کار ہمارے پڑوس میں 1991ء میں ایک انسانی وضع کردہ نظام ہچکیاں لے لے کر دم توڑ گیا۔

ان حالات کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ نظام قائم ہو کر رہے گا۔ ارشاد باری پر غور فرمائے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون(توبه آیة33)

مفہوم: اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو ضابطہ حیات یعنی دین حق دے کر مبعوث کیا اس لئے ہے کہ یہ نظام تمام نظام ہائے عالم پر غالب آئے خواہ یہ بات ان لوگوں پر کتنی ہی ناگواری کیوں نہ گزرے جو خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک حکومت کرنا چاہتے ہیں۔

ایسا غلبہ کیوں ہوگا۔ اس لیے کہ حکم خداوندی ہے کہ: **واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** (الرعد آیة 17)

مفہوم: اسی نظام کو بقا حاصل ہے جو کرہ ارض پر رہنے والے نوع انسان کے لئے نفع بخش ہو۔ بد قسمتی سے ہمارے ہاں یعنی انسانوں کی دنیا میں برتری کے معیار مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ کسی نے جغرافیائی وابستگی کی وجہ افتخار بنا دیا ہے تو کسی نے رنگ ونسل کا سہارا لے رکھا ہے۔ کوئی خون کی پاکیزگی کو اعلیٰ درجہ دیتا ہے جسے خدا نے حرام قرار دے دیا ہے حالانکہ کوئی شخص یہ نہیں سوچتا کہ اگر خون کو کسی قسم کی پاکیزگی یا فوقیت حاصل ہوتی تو یقیناً خون کی رنگت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی اس تفریق کو بھی مالک کائنات نے کتنے خوبصورت انداز میں مٹا دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ومن ایاته خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اَلسنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیات للعالمین (روم آیة 22)

مفہوم: اس قانون کائنات سے ایک اور حقیقت کی طرف غور کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ کائنات کی وسعتوں اور بلندیوں میں کس قدر اختلاف یا تنوع پایا جاتا ہے۔ لیکن اس تنوع کے باوجود ساری کائنات ایک ترتیب اور حسن کیساتھ غیر منقسم اور متحدہ وحدت (UNI VERSE) ہے اس طرح انسانوں میں رنگ نسل اور زبان کا اختلاف ہے لیکن وہ اس اختلاف کے باوجود ایک امت واحدہ کے افراد ہیں اس میں بھی ارباب علم و بصیرت کے لئے حقیقت تک پہنچنے کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ ایک مختصر ترین آیۃ کریمہ میں کس خوبصورتی سے کل بنی نوع آدم (MAN KIND) کی بات ہوئی ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم (بنی اسرائیل آیة70)

ہم نے تمام فرزندان آدم کو واجب التکریم بنایا ہے۔ بہر حال انسان ہونے کی جہت سے ایک انسان بلا تمیز رنگ ونسل و مذہب و زبان کے واجب التکریم ہے۔

بنی نوع انسان میں اتحاد و یکجہتی اور اسوہ رسولؐ

ارشاد نبویؐ ہے **کلم بنو آدم و آدم من تراب** (متفق علیہ) تم سب آدم علیہ السلام کے اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا تھے۔ قرآن حکیم کی نظر میں انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی اختلافات کا خاتمہ ہے (البقرہ آیت 231) نبی اکرم ﷺ نے کہا ارض کے مختلف حصوں میں آباد مختلف نسل اور زبان کے لوگ جو صرف رشتہ توحید میں باہم متعلق ہیں کو ایک جسد قرار دیا۔ (الصحیح البخاری: کتاب الا دب باب رحمة لناس و صحیح مسلم کتاب البر والصلة)

ایک اور حدیث مبارکہ میں سرور کائنات ﷺ نے انہیں ایک دوسرے کو بنیان مرصوص (سیسہ پلاء ہوئی دیوار) قرار دیا (الصحیح البخاری: کتاب الا دب باب تعاون المومنین بعضهم بعضا)

آپ ﷺ نے انتشار اختلاف اور افتراق پیدا کرنے والے کو قتل تک کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

من اراد ان یفرق امرهذه الامة وهی جمیع فاضربوه بالسیف کائنا ما کان (صحیح المسلم: کتاب الا مارة والقضاء)

جو کوئی اس امت (اگر امت دعوت بھی شامل ہو تو ساری غیر مسلم دنیا شامل) کے بندھے ہوئے رشتے کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کرے۔ اس شخص کی خبر تلوار سے لو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔

انسانیت دشمن طاقتیں اور اسلام

ارشاد نبوی ہے کہ ان الفتنة نائمة لعن اللہ من ایقاضھا. (متفق علیه)

فتنہ یقیناً سویا ہوا ہے اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے اسے (فتنہ کو) جگایا۔ انسانیت دشمن طاقتیں آج دنیا میں نسلی، لسانی گروہی اور مذہبی امتیازات اجاگر کر کے نظریاتی اختلافات کو ہوا دے کر اور فرقہ وارانہ یا مذہبی اختلافات کو بھڑکا کر بنی نوع انسان میں انتشار پیدا کرنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہی ہیں۔ دیکھئے رب ذالجلال نے انسانیت کو ہلاک کرنے اور فساد پیدا کرنے والے اور ایک جان بچانے والے کو نوع انسان کی جان بچانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمعیا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا ولقد جائتھم رسلنا بالبیّنٰت ثم ان کثیرا منھم بعد ذالک فی الارض لمسرفون (المائدہ آیة 32)

مفہوم: یاد رکھو جو شخص کسی دوسرے کو قتل کر ڈالے۔ بجز اس کے کہ وہ جرم قتل کے قصاص میں ہو (یعنی قتل ناحق کے بدلے قتل) یا ملک میں فساد برپا کرنے والے مجرمین کو قانون کے مطابق موت کی سزا دی جائے۔ تو اس قسم کے بے گناہ قتل کے متعلق یوں سمجھو گویا اس شخص نے (ایک فرد کو قتل نہیں کیا) پوری کی پوری نوع انسان کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے برعکس جس شخص نے کوئی ایک جان بچالی، تو ان نے گویا پوری نوع انسان کی جان بچالی۔

یہی نہیں کہ یہ حکم صرف ایک بار دیا گیا اور پھر خاموش کر دیا گیا۔ ان کی طرف ہمارے پیغمبر واضح احکام و دلائل لے کر آتے رہے اور انہی باتوں کو دہراتے رہے لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت کا یہ عالم رہا (اور اب تک ہے) کہ وہ حدود شکنی اور زیادتی کرتے رہے

آیۃ کریمہ کی روح کو ہم سمجھنے سے قاصر رہے۔ لیکن تجارتی نشان (TRADE MARK) کے طور پر بعض شفاخانوں (Hospitals) کی پیشانی پر لکھ کر خود کو بری الذمہ قرار دے دیا۔ یہ غور طلب امر ہے کہ مذہب کے مقدس نام پر فساد پھیلا کر کتنی جانیں ناحق لے لی جاتی ہیں نیز کبھی ہم نے اس تلخ حقیقت پر غور کیا ہے کہ حیوانات و دیگر اشیائے کائنات میں کسی بھی مسئلے پر اختلاف پیدا نہیں ہوتے۔

انسان کے علاوہ باقی کائنات میں یہ وحدت بالا رادہ نہیں بلکہ مجبوری کی ہے انسانوں میں اس طرح وحدت پیدا کرنا ہرگز مقصود نہیں ورنہ انسان اور حیوان میں پھر کوئی فرق نہ ہوتا۔ انسان بھی بعض طبعی خصوصیات کی بناء پر حیوان ہی تو ہے لیکن حیوان ناطق کے ساتھ ساتھ علم و بصیرت و اختیار و ارادہ کا بھی مالک ہے لہٰذا سوچ سمجھ کر اپنے ارادہ و اختیار سے ایک عالمی برادری کے افراد بنیں اور نئے نظام کی تشکیل میں رکاوٹ نہیں بلکہ مدد و معاون بنیں۔

اسلامی تاریخ میں ریاست مدینہ کی مثال انتہائی روشن ہے جہاں سرور کائنات محمد ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب کے دو سرکش اور ضدی اقوام اوس اور خزرج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور باہم اختلافات اور زبردست داخلی تضادات کے شکار تھے۔ (دیکھئے تفصیلات کے لئے جواد احمد کی "ایام العرب فی الجاھلیة" قاھر 1942)

عربوں کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنی پوری تاریخ میں ایک چھوٹی سی سلطنت بھی قام نہ کر سکے تھے۔ ہمیشہ سے متحارب قبائلی نظام میں منتشر اور مفلوک الحال تھے۔ اگر وہ آپس میں اپنے اپنے حقوق کی خاطر اسی طرح برسر پیکار رہتے تو تباہ و برباد ہو جاتے۔ مگر جب اسلام کو قبول کر کے اپنے صدیوں پرانے تنازعات بھلا دیئے۔ جاہلی تعصّبات ختم کر دیئے تو ان کو وہ عروج حاصل ہوا کہ دنیا انگشت بدندان رہ گئی۔ اور چشم فلک نے دیکھ لیا کہ چند ہی سالوں میں اس دور کی دو سپر پاورز روم اور فارس کو عالی شان اسلامی اقدار کے زیرنگین لے آئے۔ (علامہ آلوسی، محمود شکری، عادات العرب فی جاھلیت بیروت 1924)

یہ غیر معمولی کامیابیاں دراصل تاریخ، حالات اور اسباب کا منطقی نتیجہ نہ تھیں بلکہ یہ اخوت اور اتحاد کا ثمرہ تھا جو حضور سرور کائنات ﷺ کے عظیم اخلاق عفوو درگزر اور رحمت للعالمین کی بناء پر بلا تمیز رنگ و مذہب تمام اہالیان عرب کو نصیب ہوا۔ چاروں طرف مبینہ دشمن کی موجودگی کے باوجود نوزائیدہ ریاست مدینہ طیبہ کی پائیداری اور استحکام اسی جذبہ عفوو درگزر اور عام انسانوں کے لئے جذبہ خیر وسلامتی کا مرہون منت ہے۔ (سیوطی تاریخ الخلفاء نور محمد کتب خانہ کراچی)

ایک عالمی نظام یا وحدت انسانیت مغربی مفکرین کی نظر میں

ہانز ڈریش (HANS DRIESH) اپنی کتاب The Problem of Individuality (مسئلہ انفرادیت) میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ نظریہ کہ تمام کائنات ایک منظّم وحدت ہے وحدت نظم کی اصطلاح سے تعبیر کیا جانا چاہیے اس کے بعد مزید لکھتے ہیں۔ کہ وحدت نظم کا یہ تصورنظم کائنات کے متعلق دیگر تمام تصورات کو منسوخ کر دیتا ہے۔ اس کی رو سے کائنات میں الگ الگ نظام کہیں باقی رہیں رہتے بلکہ تمام کی تمام کائنات وحدت نظم کا مظہر بن باقی ہے اس وحدت نظم کے پیش نظر قوانین فطرت کے تصور میں بھی تبدیلی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ اس صورت میں متعدد قوانین نہیں بلکہ صرف ایک قانون کارفرما نظر آئے گا اور یہی وہ واحد قانون ہوگا جس کی روشنی میں ہم کائنات کے متعلق وہ سب کچھ جان لیں گے جس کا جان لینا انسان کے لئے ممکن ہے۔

سمپسن (SIMPSON) اس باب میں لکھتے ہیں:

نظریہ ارتقاء سے ہمیں سب سے پہلا اور عظیم الشان سبق یہ ملا کہ حیات ایک ہے یعنی وحدت حیات کا سبق ہمیں یہ بتاتا ہے کہ نہ صرف تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، بلکہ تمام اشیائے کائنات میں یہی رشتہ اخوت کارفرما ہے۔ اس طرح کہ ان سب کا اولین سرچشمہ بھی ایک ہے اور یہ سب ایک ہی طریقہ سے مختلف گوشوں میں نشوونما پا کر اپنی موجودہ حالت تک پہنچی ہے انسان کائنات ہی کا ایک جزو ہے اس لئے اس کا رشتہ تمام زندگی سے ہے۔ (مسئلہ انفرادیت صفحہ 136)

اناٹومی پروفیسر (F.W.JONES) مانچسٹر یونیورسٹی نے اپنی کتاب (DESIGN AND PURPOSE) کے صفحہ نمبر ۵۹ پر تفصیلی جائزہ کے بعد لکھتے ہیں۔

''کائنات میں کس طرح وحدت نظم موجود ہے اور یہ تمام نظام کس طرح ایک سوچی سمجھی ہوئی تدبیر (PLAN) کے ماتحت سرگرم عمل ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہا گر بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جاہے کہ اس قسم کا حیرت انگیز منظّم پلان محض

اتفاق (Chance) کی پیداوار ہے تو بھی اس قسم کے بے شمار منظم پلانز کا اسی طرح موجود ہونا اس مفروضہ کو بہل قرار دے دیتا ہے کیونکہ ہم ذی حیات اور غیر ذی حیات دونوں میں حیرت انگیز نظم دیکھتے ہیں جوں جوں ہم عناصر اور ان کی مرکبات کے متعلق قوانین کا مطالعہ کرتے ہیں یہ حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ساری کائنات میں ایک ہی قانون نافذ العمل ہے۔

حرف آخر

یہاں مسئلہ یہ ہے کہ انسان جس فردوس گم گشت کے لئے سرگرداں ہے اور حسین خوابوں کی دنیا میں محو خواب ہے اور کسی جدید نظام (نئے عالمی نظام کی تشکیل) کی تمنا لئے مارا مارا پھر رہا ہے۔ یا بالفاظ دیگر کسی مثالی معاشرے کا تصور ان مفکرین کے دامن نگاہ کو صحن گلشن بنائے ہوئے ہیں۔ اس مثالی معاشرے کے خدوخال کیا ہونگے۔ یہ لوگ اس دنیا سے تنگ آ کر کسی قسم کی نئی دنیا بسانا چاہتے ہیں اور کیا اس قسم کی مثالی دنیا کا قیام ممکن بھی ہے یا نہیں اور اگر ممکن ہے تو کس طرح؟

اس مقصد کے حصول کے لئے بڑے بڑے اجتماعات، کانفرنس اور سیمیناروں کی ضرورت نہیں۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ معاشرے کے وہ مستبد قوتیں جنہوں نے انسانیت کا گلہ گھونٹ رکھا ہے۔ ان کی برملا موجودگی میں انسانیت کبھی آرام سے سانس نہیں لے سکتی کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء کرام کے ساتھ یہی کچھ نہیں ہوا۔

انبیاء کرام کی آمد اور مقصد حیات یہی رہا ہے کہ انسان کو انسان کی غلامی سے نکال کر یا آزاد کر کے ایک عالمگیر برادری پر قائم ایک ایسے نظام کی بنیاد رکھے جہاں عالمی اخلاقیات اور اعلیٰ انسانی اقدار منصہ شہود پر آئے۔ اور بغیر جبر واکراہ کے نوع انسان اپنی فطرت پر قائم ہو جائیں۔ جب ایسا ہو تو تائید ایزدی یقینی ہے۔

یہ گنتی کے افراد جو مستبد قوت کہلاتے ہیں اور جنہوں نے انسانیت کا گلہ گھونٹا ہوا ہے جن کے ہاتھ میں اقتدار و اختیار اور نظم ونسق ہوتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو عوام الناس کو بگاڑتے ہیں اور انہی کے سنوارنے سے معاشرہ سنورتا ہے۔ یہ نظام کسی ایک ملک پر ہی نہیں اس کی جڑیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک ایک ملک کو ایک ایک قوم بنا کر اقوام متحدہ بنا دی گئی ہے۔ ان مستبد قوتوں نے وحدت انسانیت (ایک عالمی نظام) کے راستے میں زبردست رکاوٹیں کھڑی کی ہیں تعلیمی پستی، تجارتی منڈی، مضبوط فکری اساس، اسلحہ ساز فیکٹریز کے لئے نکاسی، پہلی دنیا اور دوسری دنیا کی اصطلاح اور نام نہاد انسانی حقوق کی آڑ لیکر اشرف المخلوقات کے درمیان امتیازی لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ لیکن مایوسی کو کوئی بات نہیں ہے۔ ان تمام ہلاکت خیزی اور مہلک عزائم کے علی الرغم ایسی قوتیں ہر زمانے اور ہر تہذیب میں زندہ رہتی ہیں جو انسانوں کو انسانوں کی مالا میں پرونے کے لئے مصروف عمل رہتی ہیں

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

سلمیٰ بی بی، بھمبر، آزاد کشمیر

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ واتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّاللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ. (القران۔المائدہ۔۲)

اور تم ایک دوسرے سے باہم تعاون کرو خیر اور تقویٰ کے لئے اور ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو گناہ اور زیادتی کے لئے۔ اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

موجودہ نظام اور امن عالم:

اس وقت دنیا شدید بدامنی اور خلفشار کا شکار ہے۔ طاقتور ملک دوسرے ممالک کو کھا جانے کے درپے ہیں۔ بڑی طاقتیں مکروفریب اور چال بازی سے کمزور ممالک کو اپنے جال میں پھنسائے رکھتی ہیں۔

برطانیہ نے ایک منصوبے کے تحت ہند کو دو آزاد حکومتوں میں تقسیم کیا اور ریاست جموں وکشمیر کا بھارت سے الحاق کر کے اور پنجاب کی غلط تقسیم سے دونوں ممالک کو مستقل الجھا دیا۔ بھارت جغرافیائی اور عددی لحاظ سے خود کو بڑی طاقت تصور کرتا ہے اور اسی نشے میں حقائق سے روگردانی کرتے ہوئے وہ پاکستان کے وجود کو تسلیم کرنے سے ہمیشہ گریزاں رہا۔

بڑی طاقتیں بے تحاشا جنگی سامان تیار کرتی ہیں اور ان کو ہتھیاروں کی فروخت اور تجربہ کے لئے منڈیوں کی تلاش ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے مقاصد کے لئے انسانی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

کبھی عراق کویت پر حملہ کرتا ہے اور پھر جواباً امریکہ عراق سے انتقام لیتا ہے۔ کبھی ایران تین ایسے جزائر (ابوموسیٰ بسرا اور تبر) پر قبضہ کر لیتا ہے جن پر عرب امارات ملکیت کی دعویدار ہیں۔ اس طرح ہر ملک اپنے مقاصد کے لئے قوت کے بل بوتے پر عالمی نظام کو مکدر کر رہا ہے۔

اس وقت پوری دنیا غربت اور شدید کسمپرسی میں مبتلا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ۳ملین لوگ غربت کا شکار ہیں۔ بالفاظ دیگر دنیا کی کل آبادی کا نصف غربت میں مبتلا ہے۔ ان میں 40 فیصد (1.2 ملین) لوگ انتہائی غریب ہیں۔

1995ء میں کوپن ہیگن میں معاشرتی ترقی کے لئے جو چوٹی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں 2015ء تک غربت کی مقرر شدہ لکیر سے نیچے انتہائی غربت کی زندگی بسر کرنے والوں میں 50% کمی کا ہدف مقرر کیا گیا تھا۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے سات سال گزر چکے ہیں مگر ماہرین کو خدشہ ہے کہ یہ گروپ غربت کی طرف مزید بڑھ رہا ہے۔

اس وقت (ایک تجزیہ کے مطابق) غربت کی وجہ سے 20 فیصد بیماریاں بڑھ رہی ہیں۔ سانس کی بیماریوں کا تناسب

13 فیصد ہے اور غیر مصفّی اور جراثیم آلود پانی کی بیماریوں سے اموات کا تناسب 11 فیصد ہے۔

2000ء میں دنیا کے انتہائی غریب ممالک عراق' افغانستان' کانگو' سوڈان اور انگولا قابل ذکر ہیں۔ ان کا اوسط GDP 17 ارب ڈالر ہے۔ جبکہ 2000ء میں امریکا کا GDP دس ہزار ارب ڈالر سے زائد تھا۔ 2000ء میں دنیا کے 20 انتہائی غریب ممالک کا GDP کسی ملٹی نیشنل کمپنی کے منافع سے بھی کم رہا۔ (امریکہ' اسلام اور عالمی امن' شاہدہ لطیف صفحہ 224)

ایک تحقیق کے مطابق 1980ء کی دہائی سے تیسری دنیا کے قرضوں میں ڈرامائی اضافے کا آغاز ہوا۔ 1986ء میں تیسری دنیا کے ممالک کے قرضے بڑھ کر ایک ٹریلین ڈالر ہو گئے۔ اور پھر 1994ء تک یہ قرضے دو ٹریلین ڈالر ہو گئے' پھر یہ بھی ہوا کہ تیسری دنیا کے ممالک نے تجارتی بنکوں کے عالمی بنکوں' عالمی مالیاتی فنڈ اور مغربی ترقی یافتہ ممالک سے بھی قرضے لینے کا آغاز کر دیا۔

Third World Debteresis مئی کے شمارے کے مطابق 1983ء سے 1989ء تک مقروض ممالک 165 بلین ڈالر فالتو ادا کر چکے ہیں۔ 1996ء میں مقروض ممالک نے جو رقم قرض لی تھی' اس رقم سے زیادہ 112 بلین ڈالر قرض خواہ ممالک کو ادا کئے گئے۔ (امریکہ' اسلام اور عالمی امن' شاہدہ لطیف' صفحہ 225)

ایک تحقیق کے مطابق آئی۔ ایم۔ ایف دنیا کے 76 ممالک کے معاشی اور اقتصادی فیصلے کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان ممالک میں مغربی دنیا کے خلاف نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ دنیا کے اکثر غریب ممالک یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی ممالک ان کا استحصال کر رہے ہیں اور اس طرح عالمی سطح پر بدامنی اور باہمی عدم اعتماد کی فضا پیدا ہو رہی ہے۔

ممتاز امریکی محقق پال کینڈی نے اپنی کتاب The Pivotal States میں لکھا ہے کہ اکیسویں صدی میں امریکہ کے لئے اہم ترین ممالک کون سے ہیں۔ ان میں Client States (حاشیہ نشین ممالک/ دوست ممالک) سعودی عرب اور کویت ہیں۔ اور جن ممالک کو Rogue States (بدمعاش ممالک) قرار دیا گیا ہے۔ ان چار مسلم ممالک میں یعنی عراق' لیبیا' سوڈان اور ایران (اب ان میں افغانستان کو بھی شامل کر لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا)۔ یہ پانچواں ممالک اقتصادی طور پر غریب ممالک کی فہرست میں آتے ہیں۔

ان کی غربت میں جوں جوں اضافہ ہوتا جائے گا' عالمی دنیا کے امن کے لئے خطرہ بڑھتا جائے گا۔

اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ وجوہات جو بھی ہوں لیکن عالمی طور پر اس وقت ممالک کا باہم شدید تناؤ ہے اور کوئی ملک بھی مکمل طور پر پُر امن نہیں ہے۔ لہٰذا اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ دنیا کو ایک نئے عالمی نظام سے روشناس کرایا جائے تاکہ جس تباہی اور بربادی کا خطرہ ہے اس سے تمام انسانیت بچ جائے۔

عالمی امن کی تباہی کے اسباب......اور نیا عالمی نظام:

عالمی امن کیوں تباہی کی طرف جا رہا ہے اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ منطقی طور پر جب تک عالمی امن کی تباہی کے اسباب معلوم کرنے کے بعد ان کا علاج نہ ہوگا تو پھر نیا عالمی نظام کامیاب ہو سکے گا۔

اصولی طور پر عالمی امن کو تباہ کرنے والے واقعے کے پیچھے اکثر معاشی ناانصافی کارفرما ہوتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو

معاشی ناانصافی کئی اطراف سے اپنے پر کھولتی ہے۔ اس سے سیاسی، مذہبی، ریاستی بدامنی پیدا ہوتی ہے۔

معاشی استحصال......(معاشی بدامنی):

جب کسی ملک کا معاشی استحصال کیا جاتا ہے تو کسی نہ کسی وقت احتجاج ضرور کرتا ہے اور اگر اس کا صحیح تدراک نہ کیا جائے تو حالات بدتر ہو جاتے ہیں۔

The Pivotal States میں کویت اور سعودی عرب کو امریکہ کے دوست Client States ظاہر کیا گیا۔ ہر دو ممالک انتہائی مسلم ممالک ہیں۔

مسلمانوں کا قبلہ، نبی اکرم ﷺ کا روضہ مبارک علاوہ ازیں دیگر مقدس مقامات یہیں ہیں۔ اسلام اسی سرزمین سے دنیا کے دوسرے حصوں تک پھیلا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ سرزمین جو اسلام کی بنیاد ہے۔ اس کے اہم ترین دوست ہونے کا دعویٰ خود امریکہ کی طرف سے ہے......اس کے پیچھے سب سے بڑا عامل ہر دو کی اقتصادی حالت ہے۔

اس طرح جہاں بھی کسی کا معاشی استحصال ہو گا وہاں احتجاج ہو گا اور بدامنی ہو گی۔

سیاسی استحصال......(سیاسی بدامنی):

بعض دفعہ عالمی سطح پر ایک ملک دوسرے ملک کے اندرونی معاملات میں دخل دیتا ہے۔ ایک طرف بے جا دخل سے بدامنی پیدا ہوتی ہے، دوسری طرف وہ ملک جواباً کاروائی کرتا ہے اور اس طرح عالمی سطح پر مزید بدنظمی اور بدامنی رونما ہوتی ہے۔

بعض اوقات بعض بڑے ممالک خدائی فوجدار بن کر دوسرے ممالک کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر ان کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اب وہ محفوظ ہاتھوں میں ہیں۔ حالانکہ بڑے ممالک کے اپنے مخصوص مقاصد ہوتے ہیں جن کو بعض دفعہ تیسری دنیا کے ممالک سمجھ لیتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو یہ احساس نہیں ہوتا۔ روزنامہ ڈان میں اس صورت حال کو درج ذیل تصویر سے بڑے خوبصورت انداز میں واضح کیا ہے۔(June 9, 2001'Dail Dawn)

مختصر یہ کہ بڑے ممالک/ امیر ممالک جب تک غریب مالک کا استحصال معاسی ہو یا سیاسی نہیں چھوڑیں گے۔ دنیا میں امن کا قیام ممکن نہیں ہو گا۔

اسلام اور نیا عالمی نظام، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں:

اسلام محبت اور رواداری کا مذہب ہے۔ اسلام فراخ دلی وسیع القلبی اور تحمل و بردباری کا مذہب ہے۔ اس وقت جب ساری دنیا گلوبل ویلج کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ بعض وجوہات کی بنیاد پر یہودی میڈیا اسلام کو ایک خون ریز اور خون آشام مذہب کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

پروپیگنڈے کی اس تمام صورت حال کا اصل ذمہ دار کون ہے۔ اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا۔ لیکن ایک بات کی ضرورت بڑی شدت سے ہو رہی ہے کہ اس کے تدراک کے سلسلے میں مسلمان امہ نے کیا کیا۔ پوری امت اس وقت ایسی صورت

حال سے دوچار ہے کہ جس نے اذہان کو معطل کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی سطح پر ایسی تحریک کو زندہ کیا جائے جو تہذیبوں کے اس ٹکراؤ کو روکے اور موجودہ غلط فہمیوں کا مداوا کر سکے۔ جو مغرب اور خصوصاً امریکہ کے مقتدر حلقوں اور عوام کو یہ بات اچھی طرح سمجھا سکے کہ اسلام جنگ و جدل، قتل و غارت کا مذہب نہیں ہے۔

یہ محبت اور رواداری کی نہ صرف تلقین کرتا ہے بلکہ اس کو دنیا میں پھیلانا اپنی آمد کا مقصد وحید قرار دیتا ہے۔

اسلام دنیائے انسانیت کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اپنے نظریات پر قائم رہتے ہوئے اور ان پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کے عقائد اور نظریات برداشت کئے جائیں اور ان کو ان پر عمل کرنے کی آزادی دی جائے۔

ذیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام حالت جنگ اور حالت امن میں دنیا کو کونسا نظام پیش کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت اور اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے حالت جنگ میں بھی اور حالت امن میں بھی انسانیت کا احترام کیا اور رواداری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

عالمی نظام اور عالمی قانون میں عموماً دو ہی چیزوں پر بحث ہوتی ہے۔

(۱) حالت جنگ میں غیروں کے ساتھ تعلقات (۲) حالت امن میں غیروں کے ساتھ تعلقات

حالت جنگ میں غیروں کے ساتھ تعلقات:

مقصد جہاد:

اسلام نے جہاد کا مقصد واضح انداز میں متعین کیا ہے، جہاد کا مقصد لوٹ مار اور قتل و غارت گری نہیں ہے۔ اسلام نے جہاد کے دو مقاصد واضح انداز میں متعین کئے ہیں۔

اعلائے کلمۃ اللہ۔ حق و عدل کا نظام قائم کرنا:

یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور بلاد مفتوحہ کے لوگوں میں حق و عدل پھیلانا ہے اور زیادہ جامع الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کے بندوں کو ظلم و ستم کے اندھیروں اور فکر و عمل کی گمراہیوں سے نجات دلائی جائے۔ اگر جہاد کا یہ مقصد باقی نہ رہے بلکہ اس کی جگہ ایسی جنگ لے لے، جس کا مقصد لوٹ مار، خونریزی اور لوگوں کے جان و مال پر دست درازی کرنا اور قوموں کو محکوم بنانا ہو تو مسلمانوں کو ایسی جنگ میں شرکت کرنا ممنوع ہے۔ (فقہ حضرت عمرؓ۔ ڈاکٹر محمد رواس، ص 237)

غیروں کے ساتھ تعلقات:

اسلام نے حالت جنگ میں بھی عدل کا دامن چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔ آج کی مہذب دنیا یہ کہتی ہے کہ جنگ میں ہر چیز جائز ہے۔ جب اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جنگ میں دشمن کے ساتھ سلوک کے بارے میں واضح ہدایات دیں۔

کتاب الاموال میں ہے کہ "مسلمانوں کے لشکر میں سے کسی مجاہد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دشمن کے کسی ایسے آدمی کو قتل کرے جو جنگ میں شریک نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر تحریری حکم ارسال فرمایا کہ مجاہدین اللہ کے راستہ میں جہاد

کریں اور صرف ان سے جنگ کریں جو ان سے برسرِ جنگ ہوں۔ (کتاب الاموال۔ 37)

اس طرح جو افراد بالعموم جنگ میں شریک نہیں ہوا کرتے مثلاً عورتیں' بچے اور بوڑھے ان کو بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے سلمہ بن قیس کو نصیحت فرمائی کہ کسی عورت' بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔ (المغنی' 477/8)

اس طرح کاشت کاروں کو بھی نہ مارا جائے جو اپنی زمینوں کی دیکھ بھال میں لگے ہوں اور جنگ میں حصہ نہ لے رہے ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسانوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور جب تک وہ تمہارے مقابلے پر جنگ کرنے نہ آئیں' انہیں قتل نہ کرو۔ (کتاب الخراج' 5)

اسی طرح دشمنوں کا مثلہ کرنا بھی جائز نہیں۔

المغنی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آپ کے بھائی آئے جو ابھی کسی معرکے سے واپس آئے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا! تم نے شاید فصل جلائی ہے' انہوں نے اثبات میں جواب دیا' پھر پوچھا شاید کھجور کے درخت بھی کاٹے ہیں' انہوں نے پھر اثبات میں جواب دیا' پھر پوچھا معصوم بچوں کو تہ تیغ کیا انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ہو گیا تمہارا جہاد۔ (المغنی' 4511) مطلب یہ کہ یہ چیزیں جہاد کے منافی ہیں۔

یعنی اسلام نے دوران جنگ بھی کسی پر زیادتی اور ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جملہ معترضہ کے طور پر تحریر ہے کہ آج کی مہذب اقوام جنگ میں مخالفین کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھتی ہیں......؟

حالت امن میں غیروں کے ساتھ تعلقات:

حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے مختلف قبائل اور ممالک سے معاہدے کئے۔ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں بسنے والے بہت سے قبائل سے صلح اور باہمی جنگ نہ کرنے کے معاہدے کئے۔ یہ سب عالمی نظام امن قائم کرنے کے لئے تھا۔ اس موضوع کو مزید چار حصوں میں تقسیم کرنے سے بات ذرا زیادہ واضح ہو جائے گی۔

مسلمانوں کے غیروں سے تعلقات میں درج ذیل چار مقاصد نظر آتے ہیں۔

رواداری۔ احترام انسانیت۔ قیام عدل۔ باہمی تعاون بسلسلہ ترویج خیر و دفع شر

رواداری:

حضور ﷺ جب مدینہ پہنچے تو مدینہ کے یہود بنو قینقاع' بنو قریظہ اور بنو نضیر سے معاہدہ کیا۔ اس کے بعد اطراف میں بسنے والے غیر مسلم قبائل سے معاہدے کئے۔ جن علاقوں کو فتح کیا وہاں کی غیر مسلم آبادی سے معاہدے کئے اور مخالف حکومتوں کو دعوت دی کہ ہم باہمی تعاون سے رعایا کی بہتر خدمت کر سکتے ہیں۔

صلح حدیبیہ میں بظاہر ساری شرائط تلخ تھیں' لیکن بقول ڈاکٹر حمید اللہ کہ رسول اللہ ﷺ کا قول تھا کہ میں صلح کے لئے آیا ہوں' اس لئے مکہ والے مجھ سے جو بھی مانگیں گے میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ (خطبات بہاولپور' ڈاکٹر حمید اللہ' صفحہ 211)

اسی معاہدہ میں ایک شرط ہے جو نصف سطر ہے۔

لا اِسْلَالَ و لا اَغْلَالَ　　نہ ہتھیار کو میان سے نکالا جائے اور نہ دھوکہ بازی کی جائے گی۔

یعنی یہ ایک مشترکہ بات تھی کہ باہم لڑائی بھی نہیں ہوگی اور دھوکہ بھی نہیں ہوگا۔ اس معاہدے کو دیکھ کر بنو کنعانہ جو مکہ والوں کا حلیف تھا' شریک معاہدہ ہوگا اور قبیلہ قضاعہ حضور ﷺ کی طرف سے شریک معاہدہ ہو گیا۔ حالانکہ بنو کنعانہ اور قضاعہ کی بڑی قدیم دشمنی تھی۔ لیکن آپ ﷺ کی رواداری کی وجہ سے دو مزید قبائل باہمی دشمنی کو بھول گئے۔ آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کو یہ بات بتلانے کی انتہائی کوشش کی کہ یہ دین ابراہیمؑ' موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے ابدی پیغام کی تکمیل ہے۔

حضور ﷺ کی یہ کوشش تھی' یہود اور نصاریٰ نقطہ توحید پر مسلمانوں کے ساتھ متفق ہو سکتے ہیں۔

آپ ﷺ نے جو خطوط کسریٰ اور ہرقل کو لکھے ان میں ان کو دین کی دعوت کے بعد کہا گیا کہ ہمارے تمہارے درمیان ''توحید'' متفق ہونے والا نقطہ بن سکتا ہے۔ ان کو لکھا گیا:

یا اَھلَ الکتابِ تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا للّٰہ و لا نشرکَ بہٖ شیئاً و لا یتخِذ بعضنا بَعضاً ارباباً من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون.

(القرآن: آل عمران:64)

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق جو رویہ مسلمانوں کا رہا ہے اس سے متعلق دو واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے مدینے کے یہود سے جو معاہدہ کیا اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

''بنی عوف کے یہود مسلمانوں کی طرح ایک ملت شمار ہوں گے' ہر قسم کے حملے کے خلاف ان کا دفاع مسلمانوں کے ذمے ہوگا۔ ان دونوں کے تعلقات خیر سگالی اور باہمی مشترکہ مفاد پر مبنی ہوں گے' یہود کے حلیف مسلمانوں کے حلیف شمار ہوں گے اور ہر مظلوم کی حمایت کی جائے گی خواہ وہ کس گروہ سے ہو۔

نجران کے عیسائیوں کو جو آزادی کا منشور دیا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں۔ نجران کے عیسائی خدا اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہوں گے۔ ان کے جان و مال عقائد اور علاقوں کی حفاظت کی جائے گی اور یہ حفاظت کی ذمہ داری نہ صرف ان تک محدود ہوگی جو اس وقت موجود ہیں بلکہ ان پر بھی عائد ہوگی جو اس وقت موجود نہیں ہیں اور ان پر بھی جو اس قبیلے کی حفاظت میں ہیں۔

احترام انسانیت:

اسلام قطع نظر' رنگ' نسل' مذہب' انسان کی عزت کرنا سکھاتا ہے' یہاں تک کہ جنگ میں مقتولوں کا مثلہ کرنا ممنوع قرار دیا کیونکہ اس سے انسان کی تذلیل ہوتی ہے۔

ثمامہؓ بن اثال ایمان لاتے ہیں' کلمہ پڑھنے کے بعد جو دوسری بات انہوں نے کی وہ یہ تھی کہ میرے ملک سے مکہ والوں کو غلہ برآمد کیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم اب جب تک آپ ﷺ مجھے حکم نہیں دیں گے اس وقت تک ایک دانہ بھی غلے کا نجد سے مکہ نہیں جائے گا۔ غلے کی بندش سے مکہ کی معاشی حالت اور بھی خراب ہوگئی۔ آخر مکہ والے مجبور ہو گئے ذلت کا احساس لئے ادب کے ساتھ مدینہ ایک وفد بھیجتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ اے محمد ﷺ تم ہمیشہ نیکی' مہربانی اور محبت کی تعلیم دیتے رہے ہو۔ اب

اپنے شہریوں اور اپنے ہم وطنوں پر رحم کرو ہم بھوک سے مر رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ فوراً ثمامہؓ بن اثال کو ایک خط کے ذریعے غلہ کی بندش اٹھانے کا لکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مدینہ سے پانچ سو اشرفیاں جو اس زمانے میں ایک بڑی رقم تھی، مکے کے فقرا اور غربا کے لئے بھیجتے ہیں۔ یہ آپ کا ان لوگوں کے ساتھ برتاؤ ہے جنہوں نے آپ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا۔ آج کے دور کا کوئی حکمران ہوتا تو وہ معصوم بچوں تک کی ادویات پر پابندی لگا دیتا۔

اسلام نے مفتوحہ علاقوں اور ممالک میں اپنے انسانی مقاصد کو پوری طرح عملی جامہ پہنایا۔ اسلام لانے کی شکل اس نے ان باشندوں کو تمام امور میں عرب والوں کے برابر حقوق دیے۔ فارسی النسل بازان کو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یمن کا حاکم باقی رکھا، اسی طرح صنعاء کے حاکم فیروز کو اس کے عہدہ پر برقرار رکھا۔ جب عربی النسل قیس بن عبدیغوث نے ان کو وہاں سے نکال دیا تو ابوبکرؓ صدیق نے عربی مسلمان کے مقابلہ میں فارسی مسلمان کی مدد کی اور اسے دوبارہ وہاں بحال کیا۔

حضرت عمرؓ کا گزر ایک مقام سے ہوا تو آپ نے ایک یہودی کو جو نابینا اور بوڑھا تھا، بھیک مانگتے ہوئے دیکھا آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں اس بات پر کس نے مجبور کیا۔ اس نے کہا بوڑھا ضرورت مند ہوں اور جزیہ بھی دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے اور اسے اپنے گھر سے کچھ دیا پھر اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس کا اور اس جیسے اور لوگوں کا خیال رکھو اور ان سے جزیہ لینا موقوف کر دو۔

کیونکہ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں کہ ہم نے ان کی جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا اور اب بڑھاپے میں ان کو اس طرح رسوا کریں۔ (کتاب الخراج، ابی یوسف 150)

۔ حضرت عمرؓ نے جزیہ تین طبقوں پر عائد کیا تھا، اور اگر کمانے والا نہ ہو تو اس پر جزیہ نہیں ہے۔ (المغنی 509/8)

اس طرح یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے تمام لوگوں سے ہمیشہ انسانیت پر مبنی برتاؤ کیا۔ اس نے ہمیشہ انہیں اپنی خوبیوں سے استفادہ کا موقع دیا اور بغیر کسی قید اور شرط کے ان کو اسلام کی خصوصیات کے اپنانے اور اس کے فوائد سے بہرہ یاب ہونے کی اجازت دی ہے۔

جب ہم اسلام کا مقابلہ دور حاضر کی مغربی تہذیب اور اس کے برتاؤ کے ساتھ کرتے ہیں تو اسلام اپنی تاریخ کے ہر دور میں زیادہ وسیع، بلند اور پاکیزہ نظر آتا ہے۔

اسلام انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح سے انسان کو شرف وعزت دینے کا قائل ہے۔

آج مغربی دنیا اپنے مخالفین پر زندگی کا ہر دروازہ بند کیا جاتا ہے اور اسے مجبور کیا جاتا ہے کہ یا تو نظریات وعقائد چھوڑ دے یا ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں:

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

قیام عدل:

اسلام عالمی طور پر عادلانہ نظام قائم کرنے کا مدعی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یامُرُ بالعَدْلِ (القرآن۔النحل 90)

اللہ تعالیٰ تم کو عدل کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

واذا حکمتُم بَینَ الناسِ اَنْ تحکُموا بالْعَدْل. (القرآن۔النساء 58)

جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

ولا یجرمنکم شَنانُ قوم علیٰ الا تعدلوا ا اعدلو ھُوا قربُ للتقوی. (القرآن۔المائدہ 8)

کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ' عدل کرو۔اس طرح حدیث میں ہے۔

کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب مقام پانے والا شخص امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ مغضوب اور شدید ترین عذاب کا مستحق ظالم حاکم ہوگا۔

اسلام نے عدل کا وہ معیار دیا ہے جس کو بغض اور محبت ٹیڑھا نہیں کرسکتے۔اسلام ایک ایسا عدل پیش کرتا ہے جو افراد کی باہمی قرابت یا قوموں کے باہمی بغض وعناد کسی سے بھی متاثر نہیں ہوتا۔اور اس سے دوسری اقوام بھی مستفید ہوتی ہیں' چاہے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان عداوت اور دشمنی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عمرؓ جابیہ کے مقام پر تھے کہ ایک ذمی دوڑا ہوا آیا اور اس نے بتایا کہ مسلمان اس کے انگوروں کے باغ میں گھس گئے ہیں۔حضرت عمرؓ اس طرف روانہ ہوئے تو آپ اپنے ساتھیوں میں ایک کو ملے انہوں نے اپنی ڈھال میں انگور بھرے ہوئے تھے۔حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا' اس نے کہا اے امیر المومنین ہم بھوکے تھے۔اس پر حضرت عمرؓ واپس ہوگئے اور حکم دیا کہ باغ والے کو انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔(کتاب الاموال 151)

عمر فاروقؓ نے یہ نہیں سوچا کہ چلو ذمی ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اسی طرح رباح بن عبداللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت انسؓ کو کہتے سنا کہ ایک یہودی شخص دھوکہ سے قتل ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار درہم دیت کا فیصلہ دیا۔(عبدالرزاق 97/1)

اس طرح اسلام نے ایک عادلانہ عالمی معاشرہ قائم کیا۔آج ہم بھی عالمی طور پر عادلانہ نظام لاکر انسانیت کو تباہی سے بچاسکتے ہیں۔

باہمی تعاون کا بسلسلہ ترویج خیر و دفع شر:

اسلام نے تمام انسانوں کو خیر کے امور میں باہمی تعاون کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ دفع شر کے لئے بھی باہمی تعاون کرو۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

تعاونوا علی البر والتقوی وَلاتعاونو علی الاثم والعدوان. واتقوا اللّٰہَ ان اللّٰہَ شدید العقاب.

اور تم ایک دوسرے سے باہم تعاون کرو خیر اور تقویٰ کے لئے اور ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو گناہ اور زیادتی کے لئے۔ اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔

آیت بالا میں قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف مسلمان بھائیوں سے تعاون کرو اور غیروں کے ساتھ تعاون نہ کرو۔ بلکہ تعاون کی اصل بنیاد نیکی اور خدا ترسی قرار دی ہے۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ مسلمان بھائی بھی اگر حق کے خلاف چل رہا ہو تو اس کی مدد نہ کرو۔ بلکہ اسے ظلم سے روکنے کی پوری کوشش کرو۔ کیونکہ درحقیقت یہی اس کی صحیح امداد ہے تاکہ ظلم و جور سے اس کی دنیا اور آخرت تباہ نہ ہو۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اُنْصُرْ اخاک ظالما او مظلوماً

یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے حیرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مظلوم بھائی کی امداد تو ہم سمجھ گئے مگر ظالم کی امداد کا کیا مطلب۔ آپؐ نے فرمایا اس کو ظلم سے روکو۔

قرآن کریم نے تعاون کے لئے برّ اور تقوی کو معیار بنایا ہے اور اس کے بالمقابل اثم وعدوان کو سخت جرم قرار دیا ہے۔ اس پر تعاون سے روکا ہے۔

جمہور مفسرین نے برّ کے معنی فعل الخیرات یعنی نیک عمل قرار دیئے ہیں اور تقویٰ کے معنی ترک المنکرات یعنی برائیوں کا ترک بتلاتے ہیں۔ برّ اور عدوان کی مزید وضاحت اس طرح ہوگی۔

(۱) غربت کو دور کرنے کے لئے تعاون:

(۲) دہشت گردی اور بدامنی روکنے کے لئے تعاون:

تعاون علی البرّ میں موجودہ وقت میں سب سے زیادہ ضرورت غریب ممالک اور وہ ممالک جو انتہائی غربت میں مبتلا ہیں ان کو غربت سے نکالنا۔

جب ثمامہؓ بن اثال نے نجد سے غلہ روکا اور قریش مکہ کو کہا کہ جب تک حضور ﷺ مجھے حکم نہیں دیتے آپ کا غلہ بحال نہیں ہوگا۔ آپؐ نے غلہ کی بحالی کا حکم بھی دیا اور ساتھ مکہ کے غرباء کو امداد کی غرض سے پانچ سو اشرفیاں بھی ارسال کی۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کے ساتھ ہوا جنہوں نے آپ کو مکہ سے نکالا اور مدینہ چین سے نہ رہنے دیا۔ اسلام ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ دشمن بھی اگر مصیبت اور تکلیف میں ہے اس کی بھی مدد کی جائے۔

گذشتہ صفحات میں اس ذمی کا ذکر بھی ہو چکا ہے جو بھیک مانگ رہا تھا اور حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تھا کہ تم بھیک کیوں مانگ رہے ہو اس نے کہا جزیہ بھی اور خود ضعیف بھی ہوں آپ اسے گھر لے آئے اور بیت المال سے مدد بھی کی۔ اور حکم دے دیا کہ مجبور اور نادار ذمیوں سے جذیہ وصول نہ کیا جائے۔ (کتاب الخراج ابی یوسف 150)

اسی طرح اسلام لوگوں کی معاشی حالت کی طرف خصوصی توجہ دیتا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

دہشت گردی اور بدامنی روکنے کے لئے تعاون:

اسلام بدامنی اور دہشت گردی پھیلانے کی اجازت نہیں دیتا' بدامنی پھیلانے والے خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔
اسلامی تاریخ ایسے شواہد سے بھری پڑی ہے۔ جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے کبھی دہشت گردی اور ظلم وزیادتی کا ساتھ نہیں دیا۔ البیہقی کی ایک روایت ہے کہ صنعاء کی ایک عورت کا شوہر کہیں چلا گیا اور اپنا ایک لڑکا جو اس عورت سے نہیں تھا چھوڑ گیا۔ اس عورت نے ایک شخص سے یارانہ کرلیا اور اپنے یار سے کہا کہ یہ لڑکا ہمارا راز فاش کردے گا۔ دونوں میں اس کے قتل پر اتفاق ہوگیا۔ انہوں نے اس لڑکے کو قتل کردیا اور کھال سے بنے ہوئے برتن میں ڈال کر بستی سے باہر پھینک دیا۔
تحقیق پر ان سب نے قتل کا اعتراف کرلیا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ کیا اور پھر صنعاء کے امیر یعلیٰ بن امیہ کو لکھا کہ سب کو قتل کردیا جائے اور اپنا مشہور جملہ کہا۔

کہ اگر تمام اہل صنعاء اس قتل میں شریک ہوتے تو سب کو قتل کردیتا۔ (مصنف عبدالرزاق 475/9)

اس طرح حضرت عمرؓ نے ان تمام قاتلوں کے قتل کا حکم دے کر دنیا کو یہ بات بتلادی جو آدمی بھی بدامنی اور ظلم کرے گا اس سے بدلہ لیا جائے گا۔

حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جاتے ہیں' وہاں فوری طور پر مختلف قبائل معاہدے کرتے ہیں۔ جن کی تفاصیل سیرت کی کتب میں موجود ہیں۔ ان میں 2ھ میں بنی ضمرہ کے ایک سردار مخشی بن عمرو سے مدامی حلیفی معاہدہ کیا۔ تاریخی لحاظ سے یہ معاہدہ بہت اہم بھی ہے اور غالباً اولین بھی ہے۔ جس میں باہم تعاون' بری باتوں اور عہد شکنی سے بچنا کی شرائط ہیں۔ معاہدے کے الفاظ اس طرح ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم.

هذا كتاب من محمد رسول الله لبني ضمره بانّهم آمنون على اموالهم وانفسهم وان لهم النصر على من دمهم بظلم وعليهم النصر النّبيّ مابل بحر صوفة الّا ان يحارِبوا في دين الله عليهم بذلك ذمة الله ورسوله ولهم النصر على من برّ منهم واتقى. (ابن سعد بحوالہ رسول اکرم کی سیاسی زندگی' ڈاکٹر حمید اللہ۔ 281)

ترجمہ: مہربان رحم کرنے والے خدا کے نام سے یہ ایک تحریر ہے' اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بنی ضمرہ کے لئے اس بات پر کہ انہیں ان کے مال اور ان کی جان پر امن ہے۔ اور یہ کہ انہیں ہر ایسے کے خلاف مدد دی جائے گی جو ظلم سے ان پر اچانک ٹوٹ پڑے اور ان پر واجب ہے کہ نبی کی مدد اس وقت تک کرتے رہیں جب تک کہ سمندر کسی سیپ کو گیلا کرتا رہے' بجز اس کے کہ اللہ کے دین کے بارے میں وہ جنگ کریں۔ ان پر اس بارے میں اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے اور انہیں مدد اس شرط پر دی جائے گی کہ وہ وعدہ وفائی کرتے رہیں اور بری باتوں' عہد شکنی وغیرہ سے بچتے رہیں۔

ابن سعد نے بنی ضمرہ کے ایک اور معاہدے کا ذکر بھی کیا ہے اس معاہدے کی تحلیل ان الفاظ میں کی ہے۔

لا یغزوا بنی ضمره ولا یغزونه ولا یکثروا علیه جمعاً ولا یعینوا علیه عدوّاً. (ابن سعد بحوالہ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی' ڈاکٹر حمید اللہ 283)

''نہ آنحضرتؐ بنی ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ یہ آپؐ سے اور نہ آپؐ کے خلاف جتھا بندی میں کسی کو شریک ہونگے اور آپؐ کے خلاف کسی دشمن کو مدد بھی نہ دیں گے''۔

قبیلہ جُہینہ کی دو شاخوں سے کئے ہوئے معاہدے کا متن بھی ابن سعد نے محفوظ کیا ہے۔ اس کی شرائط کم و بیش وہی ہیں جو بنی ضمرہ کے معاہدے کی ہیں' وہ معاہدہ درج ذیل ہے۔

انهم آمنون علیٰ انفسهم واموالهم وان لهم النصر علی من ظلمهم اوحار بهم الا فی الدین والاهل والاهل بادیتهم من برّ منهم واتقی مالحاضرتهم واللّٰه المستعان.

انہیں ان کی جان و مال پر امان ہے ان کو ہر ایسے کے خلاف مدد دی جائے گی جو ان پر ظلم کرے' یا ان سے جنگ کرے بجز دین اور اہل و عیال کے' اور ان کے خانہ بدوشوں کو بھی جو معاہدے کی تعمیل اور عہد شکنی سے اجتناب کریں وہی حقوق ہوں گے جو ان کے بستیوں میں رہنے والوں کو ہیں اور اللہ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے۔ (ابن سعد' بحوالہ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی' ڈاکٹر حمید اللہ 285)

اسی طرح کے معاہدے بنو غفار قبیلہ غطفان اور بہت سے دوسرے قبیلوں کے ساتھ دوستی اور تعاون کے معاہدے کئے۔

ان میں سے اکثر معاہدے ایسے ہیں جن میں صاف طور پر دوستی اور عدم طرفداری کے معاہدے نظر آتے ہیں اور اسلام لانے کا کوئی تصور بھی نہیں ہے۔ (رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی' ڈاکٹر حمید اللہ 282)

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کسی صورت بھی دوسروں کے ساتھ زیادتی اور ظلم کو پسند نہیں کرتا۔

خلاصۃ الکلام:

اگر اس ساری تحریر کا خلاصہ چند لائنوں میں لکھا جائے تو یوں ہوگا۔ اگر ہم عالمی سطح پر رواداری' احترام انسانیت' عدل اور تعاون علی الخیر و دفع شر کے لئے تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اکٹھے ہو جائیں تو دنیا میں جو شدید بدامنی ہے وہ ختم ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ ہمارا معیار مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ ایک جیسا ہو اور اس میں کسی قسم کا امتیاز نہ برتا جائے۔

اگر ہم نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا تو ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ آیئے ہم ساری دنیا کو امن' محبت' رواداری اور احترام انسانیت کا پیغام دیں۔

وَتَعاوَنُوا علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونُوا عَلَی الْاِثمِ وَالْعُدْوَانِ.

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

کتابیات

القرآن

ابن تیمیہ۔ الامام تقی الدین احمد۔ السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الرٰعی والرعیۃ' بیروت 1390ھ

ابن حجر عسقلانی۔ فتح الباری' شرح البخاری' الریاض جامعہ الدمام

ابن خلدون العلامہ عبدالرحمان' مقدمہ ابن خلدون' بیروت دارالبیان

ابن قیم الجوزیہ شمس الدین' زادالمعاد' مصر 1980

ابن کثیر' عمادالدین اسماعیل' تفسیر ابن کثیر' لاہور 1982

ابن کثیر' عمادالدین اسماعیل' البدایہ والنھایہ' القاہرہ

ابو یوسف' یعقوب بن ابراہیم' کتاب الخراج' مصر' مطبعہ' 1302ھ

احمد الوقفی' ابراہیم' تلک حدود اللہ' دارالعلم' اسلام آباد

البخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل' صحیح بخاری' بیروت 1981

حسن' ابراہیم ڈاکٹر' مسلمانوں کا نظم مملکت ترجمہ نجات اللہ صدیقی' کراچی

حمید اللہ' ڈاکٹر حمید اللہ' رسول اکرم کی سیاسی زندگی' کراچی

حمید اللہ' ڈاکٹر حمید اللہ' خطبات بہاولپور' بہاولپور

شیبہ' ابن ابی شیبہ' مصنف' بیروت

عبدالرزاق' عبدالرزاق' مصنف' بیروت

علی المتقی' الشیخ علامہ' کنز العمال' بیروت

الدھلوی' شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ' لاہور

قطب' سید' اسلام میں عدل اجتماع' ترجمہ نجات اللہ صدیقی' لاہور

قلعہ جی' محمد رواس ڈاکٹر' فقہ حضرت عمرؓ ترجمہ ساجد الرحمان صدیقی' لاہور

میاں' محمد افضل' سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک' لاہور

عودہ' عبدالقادر' اسلام کا فوجداری قانون' ساجد الرحمان صدیقی' لاہور

محمود' شیخ خالد' الخلافۃ الاسلامیہ' اسلام آباد

الماوردی' ابوالحسن' الاحکام السلطانیہ' اردو سید ابراہیم لاہور

الھاشمی' ڈاکٹر طفیل محمد' امام ابوحنیفہ کی مجلس تدوین فقہ' اسلام آباد

الھاشمی' ڈاکٹر طفیل محمد' تدوین طبقات' لاہور

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

طاہرہ کوکب۔ کراچی

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکان کی زُنّاری نہ ہے زماں، نہ مکاں لا الہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کے آستینوں میں مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

ارشادِ ربانی ہے:

قل یا ایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (ا) کہہ دیجئے اے لوگو! مجھے تم سب کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

یہ انقلاب انسانی وحدت اور مساوات کا تصور دیتا ہے۔ اس کے مطابق سب لوگ برابر ہیں خواہ ان کا تعلق کسی رنگ، نسل اور ملک سے ہو، اس نے زبان اور رنگ و نسل کی تمام مصنوعی دیواریں ڈھا دیں اور پوری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیا۔ اسلام کا نقطہ نظر آفاقی اور اس کی اپروچ بین الاقوامی ہے۔ آج کی دنیا جو نسلی فسادات اور قومی رقابتوں میں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ یہ نظریہ اس کے لئے امید اور روشنی کی ایک نئی کرن ہے۔ اب جبکہ یہ دنیا ایک بستی (Global Village) کی شکل اختیار کر چکی ہے اس کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ایسا ہی جامع اور ہمہ گیر نظریہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔

جارج برنارڈ شاہ اپنی کتاب The Geniune Islam میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیتا ہے۔ اس کے کہنے کے مطابق کہ اگر آپ ﷺ موجود ہوتے اور دنیا کی قیادت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو آپ ﷺ اس کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے اور اس دنیا کو امن و خوشحالی کا گہوارہ بنا دیتے۔ اس نے یہ پیش گوئی بھی کی کہ محمد ﷺ کا اسلام جس طرح آج کے یورپ کے لئے قابل قبول ہے۔ اسی طرح کل کا یورپ اس کو بخوشی قبول کرے گا۔

اسلام امن کا داعی، صداقت کا علمبردار اور انسانیت کا پیغامبر ہے۔ اس کی نگاہ میں بنی نوع انسانی کا ہر فرد مساوی مرتبہ کا مستحق ہے۔ وہ رنگ و نسل کے عیوب سے پاک ہے۔ اسلام انسانیت کو سنوارنے کے لئے اس دنیا میں وارد ہوا ہے۔ مسلمانوں کا رب، رب العالمین ہے، اس کا بڑا وصف یہ ہے کہ وہ ''رحمٰن و رحیم'' ہے۔ اس کے کلام کا سرعنوان ہی ''بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم'' ہے۔ اس کی پہلی سورۃ ہی بسم اللہ کے بعد ''الحمدللّٰہ ربّ العالمین۔ الرّحمٰن الرّحیم۔ سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی تین سو سے زائد آیات میں اس کی صفت رحمت کا ذکر ہے۔ مسلمان اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ وہ رحیمی و کریمی سے انحراف اپنے ایمان میں نقصان سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ وہ دنیا کے لئے رحمت ہیں، اس لئے بھی کہ وہ رحمت للعالمین ﷺ کے پیرو ہیں۔

خاتم النبیین سید المرسلین رحمت للعالمین ﷺ نبی رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی پوری حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ عفو و درگزر رحمت رافت اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے۔ پرفتن اور تاریک ترین دور میں اسلام کا آفتاب عالم تاب بوقبیس کی پہاڑی سے طلوع ہوا اور اس کی نورانی کرنوں نے دیکھتے ہی دیکھتے سارے عرب کو بقعۂ نور بنا دیا، بھٹکے ہوؤں نے راہ پائی، ظلم و جور کا

گھٹا ٹوپ بادل چھٹ گیا، اور کچلی ہوئی انسانیت نے دوبارہ کروٹ لی، وہ لوگ جو کل تک سہمے سہمے پھر رہے تھے، اور مسلسل مظالم نے ان کی کمر توڑ دی تھی، اٹھ کھڑے ہوئے، فتنہ وفساد کا سرچشمہ خشک ہوگیا، شرارت اور شیطنت کا جہنم ٹھنڈا پڑ گیا، اور اونچ نیچ شریف وضیع کا امنڈتا ہوا طوفان تھم گیا۔

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے　　　سلام اس پر کہ جس نے زخم کھاکر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں　　　سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھاکر دعائیں دیں

اس زمانہ کے عالمی قوانین نے ساری دنیا میں تہلکہ مچا رکھا تھا، انسانوں کو مختلف حصوں میں بانٹ دیا تھا، اور انسانوں کو وحشت و درندگی اور ظلم و جور کا تختہ مشق بنا رکھا تھا اسلام نے آکر اصلاح وتبلیغ کا جھنڈا بلند کیا، اور بانی قوانین کا پرچم لہرایا اور سارے عالم کو اس کے سایہ میں جمع ہونے کی دعوت دی، اس نے تمام ادیان سابقہ کی تصدیق کی، ساری آسمانی کتابوں کا احترام سکھایا، اور تمام انبیاء پر ایمان لانے کی دعوت دی، نہ کسی کا انکار کیا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا، زیادہ سے زیادہ اس نے جو کیا وہ یہ تھا کہ انسانوں نے ان آسمانی کتابوں یا انبیاء کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا تھا، اس کی نشاندہی کی، تحریف والحاق کا راز فاش کیا۔

انسان جو اپنی شرافت وکرامت کو کم کر چکا تھا اور پستی کی انتہاء تک پہنچ کر کیڑے مکوڑے، پتھر اور بے جان چیزوں کے آگے گھٹنے ٹیک چکا تھا، اسے جھنجھوڑا اور اسے اس کا بھولا ہوا مقام یاد دلایا۔(۲) رنگ، نسل، قوم، سے انسانیت بلند ہے، ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (۳) تحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کی طرف سے اعلان کیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (۴)

اور تحقیق ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی، اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سواریاں دیں، اور عمدہ چیزیں کھانے اور برتنے کو دیں، اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی اور ذہن نشین کرایا کہ یہ آسمان، زمین، پہاڑ، دریا، سورج، چاند، اور ساری کائنات تمہارے اور تمہارے آرام وآسائش کے لئے ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ اور الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ○ (۵)

خدا وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں۔ (اس کے بعد فرمایا) خدا کی ذات ایسی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا، پھر پانی سے پھلوں کو تمہارے لئے رزق بنایا۔

جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے تو اس ساری کائنات پر حق حکمرانی بھی اسی کا ہے قانون بھی اسی کا نافذ ہونا چاہئے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے　　　حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

نیو ورلڈ آرڈر اور امریکی عزائم: نیو ورلڈ آرڈر سے مراد امریکہ کی وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے فوجی، سیاسی اور اقتصادی مفادات وترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ''عالمی یکتائی'' کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔ امریکہ کی دریافت سے بہت پہلے اگر ہم چھٹی صدی عیسوی سے دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اس دنیا میں روم اور فارس کی دو بڑی سلطنتیں آپس میں خونریز جنگوں کی شکل میں

محاذ آرا تھیں۔ فاتح سلطنت ہر جنگ کے بعد ایک ورلڈ آرڈر جاری کرتی جس کے تحت چھوٹی ریاستوں کو اپنا مطیع بنالیا جاتا۔ شعر کی معمولی سی تبدیلی کے ساتھ کہہ سکتی ہوں:

خواب سے بیدار ہوتا ہے کوئی محکوم اگر پھر سلادیتی ہے اس کو امریکہ کی ساحری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا میں ملوکیت اور بادشاہت کا دور تھا۔ سرزمین عرب کا جنوبی حصہ سلطنت حبش کے پاس تھا، مشرقی حصہ سلطنت فارس کے قبضہ میں تھا اور شمالی حصہ پر سلطنت روم قابض تھی۔ ملک عرب ایک وحدت کے بجائے کئی خودمختار قبیلوں میں منقسم تھا۔ دو طاقتی نظام رائج تھا۔ طاقت کا توازن اس وقت کی دو بڑی سلطنتوں روم اور فارس نے سنبھالا ہوا تھا، مگر یہ نظام بری طرح ناکام ہوا اور عالمی امن قائم نہ رہ سکا کیونکہ ان میں سے کسی سلطنت کا ورلڈ آرڈر انصاف، صلح اور مساوات پر مبنی نہ تھا بلکہ یہ ورلڈ آرڈر توسیع سلطنت کی خواہش اور اقتدار کی ہوس پر مبنی تھا۔(۶)

جوہر میر لکھتے ہیں: ہر امریکی صدر کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے عوام کو کنفیوز کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی نعرہ ضرور لگاتا ہے، آئزن ہاور کا دور اشتراکیت کے خلاف دیواریں کھڑی کرنے کا دور تھا، دنیا کو اشتراکیت سے بچانے کا دور تھا، نکسن کا دور نئے افق تلاش کرنے کا دور تھا، کینیڈی کا دور پوری دنیا کو جنگی خطرات سے پاک کرنے کے نعرے کا دور تھا، جیرالڈ فورڈ نے نعرہ لگایا تھا کہ افراط زر پر کوڑے برسائے جائیں، جمی کارٹر نے نیو فاؤنڈیشنز یعنی نئی بنیادیں تلاش کرنے کا آوازہ لگایا تھا، رانلڈ ریگن نے اسٹاروار کی خوشخبری سنائی تھی اور اب اس کے جانشین جارج بش نے ''نئے عالمی نظام'' کا شوشہ چھوڑا ہے۔

ان نعروں کو تاریخ کے سیاق وسباق کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ان کی معروضیت ایک واہمہ ہی معلوم ہوتی ہے، آئزن ہاور کے دور میں اشتراکیت کے خلاف فصلیں کھڑی کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ امریکی معاشرے کے ان تضادات کو جبراً دبا دیا جائے جو امریکی سامراجیت کے خلاف ایک حریفانہ کردار ادا کرسکتے تھے، سینیٹر میکارتھی نے اشتراکیت کے نام پر امریکہ کے روشن خیال اور اعتدال پسند سیاستدانوں اور دانشوروں کے خلاف جو مہم شروع کی تھی وہ میکارتھی ازم کے نام سے پوری دنیا کے محکوم اور مظلوم ممالک میں ترقی پسند عوام کے خلاف استعمال ہوتی نظر آئی تھی، کینیڈی کا پرامن دنیا کا تصور یا اسلحے سے پاک دنیا کا تصور کیوبا کے خلاف اجرتی قاتلوں کے ذریعے حملے کی صورت میں دکھائی دیا اور پھر کینیڈی کے جانشین جانسن نے ویت نام پر جنگ مسلط کر کے کینیڈی کے خواب کی تعبیر حاصل کرنے کی کوشش کی، اشتراکیت کے خلاف فصلیں کھڑی کرنے والے آئزن ہاور کے جانشین (نائب صدر نکسن) نے صدر بننے کے بعد عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی کامیاب کوشش کی، نکسن کے جانشین نے یعنی جیرالڈ فورڈ نے افراط زر کی پٹائی کا نعرہ لگایا مگر امریکی عوام کو افراط زر سے پٹواتا رہا، اور جمی کارٹر کی ''نئی بنیادوں'' کا کارنامہ کیمپ ڈیوڈ میں دفن ہوگیا، ایرانیوں کو جمی کارٹر کا احسان مند ہونا چاہئے کہ اسی کے دور میں انقلاب ایران نے امریکہ کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی تھیں، ریگن کا سٹاروار کا پروگرام ایران پر عراقی حملے اور افغانستان کے خلاف پاکستان کے اجرتی قاتلوں کے کردار کی خونریزیوں کا پروگرام ثابت ہوا، اب ساری دنیا جارج بش کے نئے عالمی قاتلوں کے کردار کی خونریزیوں کا پرگرام ثابت ہوا، اب ساری دنیا جارج بش کے نئے عالمی نظام کی تعبیر اور تفسیر کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔

ایک آسٹریلوی دانشور مسٹر اودون ہیرس (ایڈیٹر وی نیشنل انٹرسٹ) نے جارج بش کے نئے عالمی نظام کو ناممکنات کا نام دیا ہے، اس کا کہنا ہے کہ امریکی سیاست میں ''نئے'' کا لفظ نیا بھی نہیں ہے اور بے معنی بھی نہیں ہے، یہ ایک ایسا لفظ ہے جس کے ذریعے نہ

صرف تبدیلیوں کے عمل میں تیزی پیدا کی جاتی ہے بلکہ پرانے مسائل سے فرار میں مدد بھی لی جاتی ہے۔ جی جون اکین بیری کہتے ہیں:

The World Order created in the 1940s is stil with us, and in many ways stronger than ever, Thechallenge.(8)

ورلڈ آرڈر تو ہمارے ساتھ ۱۹۴۰ء سے ہے جب اس کی تخلیق ہوئی اور مختلف اعتبار سے ہم پر پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ نافذ ہے۔ (اس لئے کسی نئے آرڈر کی ضرورت نہیں ہے) نیو ورلڈ آرڈر کیا ہے اس کی وضاحت امریکہ کی قومی سلامتی رپورٹ سے ہوتی ہے جسے وائس آف امریکہ نے ۶ر مارچ ۱۹۹۱ء کو دو حصوں میں نشر کیا ہے، میں یہاں اس کے اہم نکات کی جانب توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں۔

۱۔ سپر پاور کا دائرہ وسیع ہونا چاہئے۔

۲۔ عراق کی طرح کوئی بھی ملک اتنا طاقت ور نہ ہو جو امن یا امریکہ کے لئے چیلنج بنے، سب کے پاس محدود عسکری طاقت ہونی چاہئے۔

۳۔ خلیجی ممالک میں مداخلت کا حق اور دفاعی طاقت کتنی ہو اسے امریکہ چیک کرے گا۔

۴۔ عرب ممالک اور اسلامی ممالک کو غیر روایتی اسلحہ (ایٹمی اسلحہ) نہ دیا جائے اور روایتی اسلحہ بھی کم درجہ کا ہو اور اس کے مکمل پارٹس نہ دئے جائیں جو دیا جائے اس مغربی عسکری ماہرین نگرانی کریں۔

۵۔ مسلم ممالک کے تین تین چار چار ممالک کو ملا کر امن فوج بنائی جائے گویا فوج ہماری حکم امریکہ کا چلے۔

۶۔ مسلم ممالک کی مدد اس طرح کی جائے کہ ان کے سیاسی فیصلوں پر اثر انداز ہوں اور اس مدد کا طوفان کی طرح پروپیگنڈا کیا جائے۔

۷۔ عرب ممالک میں نظام حکومت تبدیل کیا جائے اور مغرب کے تعلیم یافتہ افراد کے حوالہ کیا جائے۔ حافظ الاسد جیسے افراد کو مرد آہن بنایا جائے۔

۸۔ اخوان المسلمین کو کچلا جائے، فلسطین کی تحریک انتفاضہ کو میڈیا میں جگہ نہ دی جائے۔

۹۔ مسلمانوں کو ایسے مسائل میں مشغول کر دیا جائے جو ان کی طاقت کو ختم کرتا ہے۔

۱۰۔ اسلامی شرعی قوانین ختم ہوں علماء کا اثر ختم ہو۔

۱۱۔ ذرائع ابلاغ سے علماء کو ہٹایا جائے۔

۱۲۔ مذہبی افراد کو حساس مناصب نہ دئے جائیں۔

۱۳۔ اسلام پسندوں کو تعلیمی وسائل سے دور رکھا جائے۔

۱۴۔ اسلام پسندوں کو، رفاہی ادارے قائم نہ کرنے دئے جائیں۔

۱۵۔ خلیجی ممالک میں پاکستان، بنگلہ دیش اور مسلم ممالک کے مزدور نہ لئے جائیں، غیر مسلموں کو لیا جائے۔

۱۶۔ فرقہ واریت کو فروغ دیا جائے۔

۱۷۔ تیل پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔ (جیسے عراق پر)

۱۸۔ عرب سرمایہ دوبارہ عرب میں نہ جائے، اور عرب دولت ایک بینک قائم کرکے کنٹرول کی جائے۔

قومی سلامتی کی رپورٹ کی روشنی میں اس بیان کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگلا نشانہ ایران شام لیبا بلکہ پاکستان بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ پچھلے دنوں صدر مشرف صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے۔

Recently, a group known as Project for a New American Century (PNAC) sent a letter urging President Bush to punish not only Iraq but also Lebanon, Syria, Lran and the Paiestinian Authonity. This group includes people who hold important positions in the Bush administration, including Deputy Defence Secretary Paul Wolfowitz, Vicd-President Dick Chency`s chief of staff Lewis Libby, top Bush aide Elliott Abrams, Defence Undersecretary Douglas Feith, Defence Policy Board chief Richard Perle, and Folrida Governor Jeb Bush, the president`s brother. Astonishingly, the letter asked President Bush to attack Iraq "even if evidence does not link Iraq directly to the (September 11) attack." This being the state of mind of some of the top Bush officials, one wonders what chances the world coalition has of staying together for a sucessful completion of the ooperation in Afghanistan.(10)

ہم لاکھ کریں اس سے تعاون کی توقع　　افرنگ کا کردار بدل ہی نہیں سکتا

مختلف ممالک پر امریکی حملے: اس حوالہ سے امریکی ریکارڈ بہت خراب ہے اب تک ۱۳۰ ممالک میں مداخلت کر چکا ہے اور دوسری جنگ عظیم سے اب تک امریکہ دنیا کے ۲۳ ممالک میں بم باری کر چکا ہے۔ ان ممالک کی تفصیل درج ذیل ہے۔ چین: 1945-46ء، کوریا: 1950-53ء، گوئٹے مالا: 1954ء، انڈونیشیا: 1958ء، کیوبا: 1959-60ء، کانگو: 1964ء، پیرو: 1965ء، لاؤس: 1973ء، ویت نام: 1961-73ء، کمبوڈیا: 1969-70ء، گوئٹے مالا: 1967-69ء، گرینڈا: 1983ء، لبنان: 1984ء، لیبیا: 1986ء، ال سلواڈور: 1980ء، نکاراگوا: 1980ء، پاناما: 1989ء، عراق: 1991-2003ء، سوڈان: 1998ء، افغانستان: 1998ء، یوگوسلاویا: 1999ء، افغانستان: 2001ء۔2003ء (۱۱)

امریکی یونیورسٹی میسا چوسٹس کے پروفیسر ناؤم چومسکی نے نیوورلڈ آرڈر پر سخت تنقید کی ہے اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے:

World Orders old and New London Pluto press 1994, 1996.

چومسکی لکھتا ہے: گیارہ ستمبر سے تاریخ تبدیل ہوئی کہ امریکہ کے خلاف پہلی بار اسلحہ اٹھایا گیا۔ یقیناً گیارہ ستمبر کا حملہ ایک ظالمانہ اقدام تھا، لیکن غیر معمولی ہرگز نہیں تھا۔ برسوں سے دنیا اس سے کہیں زیادہ مظالم کا سامنا کر رہی ہے۔ امریکہ افغانستان کو تباہ کر

رہا ہے اس لئے کہ طالبان نے اسامہ بن لادن کو حوالے کرنے سے اس بنیاد پر انکار کر دیا کہ بش انتظامیہ اسامہ کے ملوث ہونے کے ثبوت پیش کرے، مگر امریکہ نے ثبوت پیش کرنے سے انکار کر دیا۔

امریکہ اور یورپ جسے چاہیں حملوں کا نشانہ بنائیں، مگر وہ چاہتے تھے کہ کوئی اور ان پر حملہ نہ کرے۔ یہ امریکہ کی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے بلکہ یہ یورپ کی تاریخ میں بھی پہلا موقع ہے کہ بندوقیں ان کی سمت سیدھی کی گئیں ہیں۔ یقیناً یہ تاریخ کا ایک ڈرامائی موڑ ہے۔ اب تک یورپ اور امریکہ ہی دنیا کو ظالمانہ انداز میں جارحیت کا نشانہ بناتے رہے، اب تک یورپ اور امریکہ بیرونی اور جوابی حملوں سے بچے رہے۔ لہٰذا آپ گیارہ ستمبر کے ردعمل و تاثر کا ادراک کر سکتے ہیں۔

افغانستان میں امریکی جنگ کا کوئی بھی جواز نہیں بنتا۔ اس لئے کہ یہ جنگ تو امریکی مفادات کے لئے شروع کی گئی ہے۔ امریکہ نے دنیا کے سامنے اس الزام کا کوئی ٹھوس ثبوت لانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ کوئی مخصوص فرد یا ملک اس الزام کے پیچھے ہے۔

امریکہ کو ایک شخص اسامہ بن لادن کو پکڑنے کے لئے افغانستان کے ہزاروں بے گناہ لوگوں کا قتل عام کرنے کا حق نہیں پہنچتا، اس کے بجائے انہیں چاہئے تھا کہ وہ گیارہ ستمبر کے حملوں کے پس منظر میں گہرائی تک جاتے، غور و فکر کرتے پھر انہیں ثبوت پیش کرنا چاہئے تھا۔ طالبان کی طرف سے مذاکرات کی پیش کش قبول کرنی چاہئے تھی۔ اسامہ بن لادن کا معاملہ وہاں اٹھانا چاہئے تھا۔ طالبان کی طرف سے مذاکرات کی پیش کش قبول کرنی چاہئے تھی۔ اسامہ بن لادن کا معاملہ وہاں اٹھانا چاہئے تھا، مزید لکھتے ہیں، امریکہ تبلیغ کر رہا ہے کیا اس پر عمل بھی کر رہا ہے؟ نہیں بلکہ امریکہ کے اندر ہیٹی کا ایک لیڈر عمانویل کا سیٹ بیٹھا ہے جس کی ایک مستقبل فوج جلاوطنی کے عالم میں ہے جس پر ہیٹی میں پانچ ہزار افراد کے قتل کا الزام عائد ہوا اور مقدمہ بھی چلایا گیا، لیکن امریکہ نے اسے ہیٹی کے حوالے نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ واقعہ پیچیدگی رکھتا تھا۔ امریکی ذرائع ابلاغ نے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب امریکہ افغانستان میں دہشت گردی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ وہ اس جنگ میں ہزاروں بے گناہوں کا قتل عام کر رہا ہے۔

امریکہ ایسی عالمی طاقتوں اور امیر قوموں کا سرغنہ ہے جو چھوٹی قوموں پر دہشت گردی مسلط کر رہی ہیں۔ امریکہ دنیا میں واحد ملک ہے جس پر نکاراگوا میں دہشت گردی پھیلانے کے الزام میں عالمی عدالت انصاف نے اسے مجرم ٹھہرایا ہے، اسے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی رکنیت سے نکالا گیا اور اس کی جگہ سوڈان کو رکنیت دی گئی، جسے امریکہ دہشت گرد کہتا ہے، امریکہ دنیا بھر میں اسلامی تنظیموں کو نقصان پہنچا رہا ہے اور یہ اسی کی سینٹرل انٹیلی جنس ایجنسی (سی آئی اے) ہے جو دنیا بھر میں دہشت گرد تنظیموں کی پرورش کرتی ہے۔ محض امریکہ کے سفارتی، اسٹریٹیجک اور معاشی مفادات کے لئے۔ اسی طرح اسامہ بن لادن جس کے نام پر امریکہ افغانستان جیسے ایک کمزور اور غریب ملک پر بمباری کر رہا ہے، خود امریکہ کی تخلیق ہے۔ (۱۲)

معاصر نظریات میں عالمگیریت کا استعمال بہت غلط طریقے سے ہو رہا ہے۔ عالمگیریت کا مفہوم صرف عالمی اتحاد ہے، جو بہت اچھی خبر ہے۔ ہر کوئی عالم گیریت کے حق میں ہے۔ لیکن اب اس اصطلاح کو مختلف طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اب اسے ایک مخصوص عالمی اقتصادی اتحاد کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، جسے امیر اور طاقتور قوموں نے گزشتہ پچیس برس سے ایجاد کر رکھا ہے اور وہ بین الاقوامی فنانشل کو آپریٹ شعبوں اور اداروں کو اپنے تسلط میں لئے ہوئے ہیں۔

مغربی ممالک اور اداروں کی طاقت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ان کا عالمگیریت کا دعوٰی کہ ایک عام اصطلاح بن گئی ہے، لہٰذا ہمیں اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے محتاط ہونا چاہئے کہ ہم عالمی طاقتوں کے ارتکاز دولت اور قوت کے اتحاد نامی مخصوص

نظریے کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ اس عالمگیریت کا تعلیم اور روزگار کے شعبوں پر بہت اثر پڑا ہے۔

گلوبلائزیشن بہت سے غریب ملکوں اور بعض امیر ملکوں کو بھی نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس کے حق میں جو پروپیگنڈا کیا جارہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ گزشتہ پچیس برس میں عالمی معیشت اور اس کے ترقی کی شرح بری طرح زوال کا شکار رہی۔ امریکہ ہی کی مثال لیجئے معاشی ترقی اور پیداوار کی شرح میں قابل لحاظ کمی آئی ہے اور آمدنی، اوقات کار اور دوسرے معاملات کے اعتبار سے اس کی آبادی کا بڑا حصہ غریب تر ہو رہا ہے۔ بعض شعبوں میں دولت اور قوت بڑے پیمانے پر مرکوز ہو رہی ہے۔ فیصلوں کو نافذ کرنے کا اختیار نجی ہاتھوں میں چلا گیا جو دولت اور قوت کے مراکز میں اضافے کے لئے کسی کو جواب دہ نہیں۔ گلوبلائزیشن کی وجہ سے تعلیم کا شعبہ وسائل سے محروم ہو چکا ہے اور عام لوگ بھی بڑی تیزی سے وسائل سے محروم کئے گئے ہیں۔ یہ وسائل ایسے ہاتھوں میں چلے گئے ہیں جن کا احتساب ناممکن ہے۔(۱۳)

کھول کر آنکھیں میرے آئینہ گفتار میں آنے والے دور کی دھندلی سے ایک تصویر دیکھ

عالمی نظاموں کے تناظر میں اسلام کا عالمی نظام

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضا تو بھی ہو
کھینچ کبر خنجر کرن کا، پھر ہو گرم ستیز پھر سکھا تاریکی باطل کو آداب گریز

جیسا کہ آپ مطالعہ کر چکے اسلام سے پہلے بہت سے حکمرانوں نے عالمی نظام پیش کئے، انہیں عالمی قوانین، بین الاقوامی، قوانین نیوورلڈ آرڈر اور انٹرنیشنل لاء کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلہ پر اسلام اپنا ورلڈ آرڈر اور بین الاقوامی قانون کا تصور پیش کرتا ہے۔

قانون کا لفظ لغوی اعتبار سے یونانی لفظ (۱۴) ''کانون'' سے ماخذ ہے۔ جو سریانی (۱۵) کی وساطت سے عربی زبان میں داخل ہوا۔ اس میں اس کے معنی ''سیدھی سلاخ'' یا مسطر کے ہیں۔ پھر اس کا اطلاق ''قاعدہ'' پر ہونے لگا۔ آج کل یہ لفظ یورپی زبانوں میں بمعنی قانون کلیسا مستعمل ہے۔ فقہ اسلامی میں ''قانون'' کے بجائے ''شرع''، ''شریعت'' یا ''حکم شرعی'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔(۱۶) سلطنت عثمانیہ میں لفظ ''قانون'' کا اطلاق اکثر ان سرکاری احکام پر ہوتا ہے جنہیں حکومت جاری کرتی تھی تاکہ احکام شرع سے ان کی تمیز ہو سکے۔(۱۷) اسلامی نقطہ نظر سے شریعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رہنمائی سے متعین کردہ اصول ضوابط کا نام ہے۔ جب کہ انسانی کوششوں سے مرتب کردہ ضوابط کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

﴿۱﴾...... ہم کہہ سکتے ہیں کہ قانون ان اصول وقواعد کے مجموعہ کا نام ہے جو ریاست یا مملکت اپنی حکومت میں عدل و انصاف قائم رکھنے کی خاطر منظور کرتی اور نافذ کرتی ہے۔ بالفاظ دیگر قانون ان اصول وقواعد پر مشتمل ہوتا ہے جو عدالت ہائے انصاف کے نزدیک مسلمہ ہو اور جس پر یہ عدالتیں عامل ہوں۔(۱۸)

﴿۲﴾...... انسانی اعمال کے لئے وہ قواعد جن کی پابندی لوگوں کے لئے لازم کردی گئی ہو یا معاشرے کے کسی طبقہ یا گروہ کے اعمال اور سمع وطاعت کے لئے ایک منظور شدہ حکم نامہ۔(۱۹)

﴿۳﴾...... ہمارے خیال میں قانون اخلاقی روابط کے ان قواعد کا نام ہے جو کسی ریاست کے آزاد کردہ خودمختار اہل اقتدار اپنے لوگوں کے لئے تجویز کریں۔(۲۰)

یہ تعریفات اگر چہ خاصی ہمہ گیر نوعیت کی حامل ہے لیکن ان نظریات کی پوری طرح آئینہ داری نہیں کرتی جو قانون کے جدید طرز فکر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ البتہ اس ضمن میں ہم پروفیسر جے ڈبلیو پیٹن کی تعریف پورے وثوق کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں بڑی حد تک قانون کے جدید نظریات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پروفیسر پیٹن کہتے ہیں: ''قانون اپنی دوطرفہ حیثیت رکھتا ہے۔ ایک لحاظ سے تو یہ خالصتاً مجموعہ قواعد ہے لیکن دوسری طرف یہ افراد معاشرہ کے متحارب اور متخالف مفادات میں مفاہمت پیدا کرنے کا ایک عمرانی ذریعہ اور عمل بھی ہے۔'' بدیں وجہ ہم قانون کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں: ''قانون وہ آئینی نظام ہے جسے کوئی معاشرہ یا اجتماع اصطلاحاً یا رسماً اپنے لئے اختیار کرلیتا ہے اور یہ اس مجموعہ قواعد پر مشتمل ہوتا ہے جسے یہ اجتماع اپنی عام بہبود اور بہتری کے لئے ضروری سمجھتا ہے اور جسے یہ (اجتماع) عام بہبود اور بہتری کے لئے ضروری سمجھتا ہو اور جسے یہ جتماع اپنے ہاں ایک خاص مشینری کے قیام کے ذریعے بغرض حصول اطاعت نافذ کرنے کے لئے آمادہ ہو۔(۲۱)

انسانی مدنی الطبع ہے۔ وہ مل جل کر رہے بغیر زندگی کے تسلسل کو برقرار نہیں رکھ سکتا۔ ابن خلدون نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے کہ: ان الاجتماع الانسانی ضروری (۲۲) انسان کے لئے اجتماعی زندگی ضروری ہے۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں بین الاقوامی قوانین کے آغاز وارتقا کے تقابلی مطالعے سے چند باتیں بنیادی طور پر سامنے آتی ہیں: ایک یہ کہ کسی بھی قوم نے ماسوائے مسلمانوں کے بین الاقوامی انصاف کی بنیاد پر دنیا کو کوئی قابل عمل عالمی نظام نہیں دیا۔ دوسرے یہ ان تمام نظاموں نے دنیا میں انسانوں کو طبقات میں تقسیم کئے رکھا۔ کہیں دو حصوں میں، کہیں تین حصوں میں اور کہیں چار حصوں میں۔ اس تقسیم میں طاقتور گروہ کو بے تحاشا اختیارات حاصل تھے اور کمزور ہر قسم کے حقوق سے محروم تھا۔ یہ وہ چیز ہے جسے قرآن پاک نے واضح طور پر غلط قرار دیا۔ فرعون کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَافِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَ هُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَ هُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ O

واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا، اس کے لڑکوں کو قتل کرتا ان کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ قرآن کریم نے اس کردار کے شخص کے بارے میں اعلان کیا: اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ کہ وہ فسادوالوں میں سے تھا، چنانچہ قرآن کریم کی نظر میں ہر وہ نظام خواہ داخلی ہو یا خارجی، جو انسانوں کے درمیان مساوات کے بجائے درجہ بندی پر ایمان رکھتا ہو، جہاں دولت مند اور بااثر لوگ ہی حقوق و مراعات سے متمتع ہوتے ہوں اور باقی لوگ ثانوی حیثیت رکھتے ہوں یہ فرعونی نظام ہے۔ تیسری چیز جو ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ان تمام قوانین میں بین الاقوامی قانون کا دائرہ کار صرف اس حد تک محدود رہا کہ جنگ کی صورت میں مقتولین سے کیا معاملہ کیا جائے، مقتولین کی جائیداد کو کس طرح سے استعمال کیا جائے اور فاتحین ایک سے زائد ہوں تو مقتولین کی جائیداد کو ان کے درمیان کس طرح تقسیم کیا جائے۔ یہ وہ بنیادی چیزیں تھیں جو تقریباً تمام بین الاقوامی قوانین کی اساس تھیں۔(۲۳)

اس کے برعکس اسلام نے جو کچھ دیا وہ کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ یورپ کی تمام تر ترقی وارتقاء کے باوجود آج بھی اسلام کا بین الاقوامی نظام اس سے زیادہ متوازن معتدل اور انسانیت کی فلاح کے زیادہ قریب ہے اور کیوں نہ ہو؟ اس کی بنیاد ہی محسن انسانیت ﷺ نے رکھی ہے۔

سالارِ کارواں ہے میر حجاز اپنا اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

عالم نظام کے اہم نکات: محسن انسانیت نے انسان کو پچھلے استحصالی عالمی نظاموں سے نجات دلائی اور پچھلے عالمی نظاموں کے خاتمہ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر نئے عالمی نظام کا اعلان کیا۔

- لوگو! آج کون سا دن ہے؟ تمام حاضرین نے جواب دیا یوم محترم، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! بلا شبہ تمہارے خون اور تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں، تمہاری جانیں اور تمہاری اولاد باہم ایک دوسرے کے لئے قابل احترام ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو۔ اسی طرح جیسے تمہارا آج کا دن، تمہارے اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں واجب الاحترام ہے، بلاشبہ تم عنقریب اپنے رب سے جاملو گے، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں بازپرس کرے گا۔ سنو! میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا؟ (راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے جواب دیا کہ ہاں پہنچا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ گواہ رہ۔
- جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اسے چاہئے کہ اس کی امانت ادا کرے، قرض ادا کیا جائے، عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کی جائے، دودھ کے لئے ہدیۃً لی ہوئی اونٹنی دودھ سے استفادہ کے بعد واپس لوٹائی جائے اور ضامن ضمانت کا ذمہ دار ہے۔
- خبردار! تمام امور جاہلیت میرے قدموں کے نیچے پامال ہیں اور ہر سودی معاملہ کالعدم ہے اور تمہیں اصل پونجی لینے کا حق ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سودی معاملہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور جو سود میرے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا وصول طلب ہے سب سے پہلے میں وہ تمام کا تمام ختم کرتا ہوں، اور عہد جاہلیت کے خون بہا ساقط ہیں اور جو قصاص جاہلیت اپنے خاندان کا وصول طلب ہے یعنی ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون بہا، سب سے پہلے میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں (ان کے خون کا انتقام نہیں لیا جائے گا)، جو کہ قبیلہ بنو لیث میں زیر پرورش تھا کہ قبیلہ ھذیل کے آدمیوں نے اسے قتل کر دیا۔
- اور تمام آثار جاہلیت خون بہا، پانی، اور کسی کی طرف مال کا جھوٹا دعویٰ، سب میرے ان دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔ البتہ بیت اللہ شریف کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کا منصب برقرار رہے گا اور قتل عمد پر قصاص ہے اور شبہ عمد جو لاٹھی یا پتھر سے قتل کیا جائے اس میں سو اونٹ کی دیت ہے۔ پس جس نے تعدی (زیادتی) کی وہ اہل جاہلیت میں سے ہے۔
- اے گروہ قریش! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کی نحوست اور غرور نسب سے پاک کر دیا ہے۔ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ ایک ہے، سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہو، اور آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدمؑ وحواؑ) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ خداترس ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا دانا اور بڑا باخبر ہے نہ کسی عربی کو عجمی پر برتری حاصل ہے اور نہ کوئی عجمی کسی عربی پر فضیلت رکھتا ہے۔ نہ سیاہ فام سرخ فام پر فوقیت رکھتا ہے نہ سرخ فام سیاہ فام پر، فضیلت و برتری کا معیار

صرف تقویٰ پر ہے۔

❁...... آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

❁...... اے لوگو! تمہاری بیویوں کا تمہارے ذمہ حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے۔ بلاشبہ عورتیں تمہارے پاس مقید ہیں کہ وہ اپنی ذات کے لئے کسی چیز پر قادر نہیں، اور بلاشبہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے۔ (یعنی حق تعالیٰ کا ان سے عہد امان ہے) اور ان کو اپنے اوپر اللہ کے کلمات (احکام) کے ساتھ حلال کیا ہے۔ لہٰذا عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو (ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو)۔

❁...... آپ ﷺ نے دو مرتبہ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا: اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، انہیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اگر وہ ایسا گناہ کر بیٹھیں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! انہیں فروخت کر دو، اور ان کو عذاب نہ دو۔

❁...... لوگو! میری بات سنو! بلاشبہ میں نے پیغام رسانی کا فریضہ ادا کر دیا، اسے سمجھو تا کہ تم جان لو کہ ہر مسلمان دوسری مسلمان کا بھلائی ہے، اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں، الا یہ کہ وہ خوش دلی سے اسے کچھ دیدے۔

❁...... اے بنی آدم! اللہ جل شانہ نے ہر حقدار کا حق رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کے لئے حصہ مقرر فرما دیا ہے۔

❁...... آگاہ رہو! کوئی مجرم جرم نہیں کرتا مگر اس کی اپنی ذات پر ہے، خبردار کوئی مجرم جرم نہیں کرتا ہے جس کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر ہو، اور نہ کوئی بیٹا جرم کرتا ہے جس کی ذمہ داری اس کے والد پر ہو۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ مسلمان کون ہے؟ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ مومن کون ہے؟ مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کے باب میں مامون رہیں، اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مہاجر کون ہے؟ مہاجر وہ شخص ہے جو اللہ کی حرام کردہ برائیوں کو ترک کر دے۔ اور مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا۔ اور مومن کی ذات (جان و مال) مومن پر حرام ہے، جیسے اس دن کی حرمت، اس پر اس کا گوشت حرام ہے کہ وہ جسے غیبت کے ذریعہ کھاتا ہے، اور مومن کی عزت اس پر حرام ہے کہ وہ اس کو خراب کرے اور مومن کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ وہ اس کو طمانچہ مارے اور مومن کی ایذاء اس پر حرام ہے کہ وہ اس کو ایذاء دے اور حرام ہے اس پر کہ وہ مومن کو تکلیف رسانی کے لئے اس کو دھکا دے۔

❁...... اور ارشاد فرمایا: جو اس وقت موجود ہے وہ میرا پیغام ان تک پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں، ممکن ہے وہ شخص جسے بات پہنچائی جائے وہ بات کو سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو، سنو! کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا نہیں دیا؟ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ (۲۴)

اسلامک نیو ورلڈ آرڈر اور فلاحی ریاست کے قیام کیلئے امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

نیو ورلڈ آرڈر میں دو باتوں کو بنیاد بنایا گیا۔ پہلی یہ کہ ہم اس کے ذریعہ پر امن اور رفاہی ریاست کے قیام کے خواہش مند ہیں، دوسرے دنیا سے دہشت گردی ختم کرنا چاہئے ہیں۔ ظاہر ہے وہ اپنے ان دعوں کے ذریعہ دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ بنیادی مقصد استحصالی معاشرہ وجود میں لانا ہے۔ آئی ایم ایف اور ''گیٹ'' وغیرہ ادارے و معاہدے اس کی غمازی کرتے ہیں۔ لہٰذا امت مسلمہ سیاسی رہنماؤں علماء بالخصوص حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنی عوام کو بنیادی ضرردیات فراہم کریں اور فلاحی ریاست کے قیام کے لئے جدوجہد کریں، نبی ﷺ وخلفاء راشدینؓ کی حکومت اس کا بہترین نمونہ ہیں۔

فلاحی ریاست : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نظری اور عملی تعلیمات ہی کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۶۳۲ء/۱۱ھ تا ۶۳۴ء/۱۳ھ) نے معاشی حقوق کے معاملے میں مساوات (تسویہ) کا اصول اپنے حکومت کی اساس بنایا اور اس بنیاد پر مردوں، عورتوں آزاد، غلاموں اور بڑوں، چھوٹوں کو ملکی دولت میں یکساں اور برابر قرار دیا۔ اس سلسلے میں آپ کی پالیسی یہ رہی کہ ریاست لوگوں کی فلاح کی خاطر ان کی معاشی ضرورتوں کا تکفل کرے اور اس کے لئے ایک ہی معیار ہو جو سب کے لئے یکساں ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فاما هذا المعاش فالتسوية فيه خير۔ معاشی معاملوں میں مساوات کا اصول ہی بہترین ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور مشکلات اور مسائل کا دور تھا۔ جس میں ریاست اسلامی کے دشمنوں نے اس کے استحکام اور بقاء کو چیلنج سے دوچار کیا تھا۔ اس لئے یہ سعادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۶۳۴ء/۱۳ھ تا ۶۴۴ء/۲۳ھ) کے حصے میں آئی، جنہوں نے مملکت کے مختلف اداروں کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا اور اس سلسلے میں تعلیمات نبوی ﷺ کو سامنے رکھ کر ایک ایسی فلاحی ریاست قائم کی جس کو آج کے دور میں بھی ایک نمونے (Model) کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے دس سالہ عہد کے دوران اس بات کا اہتمام کیا کہ اسلامی مملکت میں کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ضرورت مندوں کی باقاعدہ فہرستیں بنوا کر بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کر دیئے تھے۔ معذوروں اور ضعیفوں کے لئے تنخواہیں مقرر کیں۔ مختلف شہروں میں مسافر خانے قائم کر کے مسافروں کے قیام و طعام کی سہولتیں بہم پہنچانے کے انتظامات کئے۔ ہر پیدا ہونے والے بچے کا روزینہ مقرر کیا۔ ۶۳۹ء/۱۸ھ میں جب عرب میں شدید قحط پڑا تو صحرائی آبادیوں نے مدینہ کا رخ کیا۔ کیونکہ انہیں معاشی تحفظ کا مسئلہ درپیش تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال میں موجود رقومات اور دیگر ذخائر اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وقف کر دیئے اور ان ضرورت مندوں کے لئے اجتماعی دسترخوان کا طریقہ اختیار کر کے ان کے معاشی تحفظ کے فریضے سے بحسن و خوبی عہد برآ ہوئے۔ روایات میں ہے کہ تخمیناً ۱۰ ہزار افراد ایک وقت میں دسترخوان پر موجود رہتے تھے۔ جبکہ ۵۰/ ہزار معذور افراد کو ان کے گھروں پر ضرورت کا سامان پہنچایا جاتا تھا۔ معاشی تکفل کے اس نظام میں مذہب اور عقیدے کی کوئی تخصیص روا نہیں رکھی گئی۔

وسائل معاش پر امت کے اجتماعی حق کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ فیصلہ بڑا اہم ہے جس میں آپ ﷺ نے ۶۳۷ء/۱۶ھ میں عراق کے مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کو فوجیوں کے درمیان تقسیم کرنے کے بجائے ریاست کی ملک قرار دیا اور اس پر خراج مقرر کر دیا تا کہ ان کی آمدنی کو موجودہ اور آئندہ نسلوں کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جا سکے اور یہ محض چند افراد کے قبضے میں نہ رہیں۔ حضرت عمرؓ کا یہ اجتہادی فیصلہ صحابہ کرامؓ کی شوریٰ (Collective Wisdom) کے سامنے کئی روز تک زیر

بحث رہا اور بالآخر اس بارے میں فاروقی تعبیر اور تفسیر کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

معاشی طور پر امت کو فلاحی ریاست فراہم کرنے کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نظام حکومت کے دیگر شعبوں میں بھی عدل و انصاف کے اصول کی بالادستی قائم رکھی اور ریاست کے عاملین کو عام شہریوں کے سامنے جوابدہ (Accountable) قرار دیا۔ عاملین کی حج کے موقع پر مدینہ طلبی کی جاتی تھی تاکہ مملکت کے مختلف اطراف و اجانب سے لوگ دربار خلافت میں حاضر ہو کر اپنی شکایات کا فوری ازالہ کرا سکیں۔ آپ ﷺ نے عام شہریوں کے مسائل اور عاملین کے طور طریقوں سے اپنے آپ کو باخبر رکھنے کے لئے مخبرین کا ایک نظام (Network) قائم کیا تھا، تاکہ وہ دور دراز کے علاقوں کے حالات کے بارے میں آپ ﷺ کو بروقت آگاہ کر سکیں۔ کسی عامل کو تقرری کا پروانہ دینے سے قبل اس کے اثاثوں کی فہرست تیار کی جاتی تھی۔ عاملین کے لئے ترکی گھوڑوں کی سواری ممنوع قرار دی گئی تھی اور ان کو یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ عام فرد کے معیار سے بہتر کھانا کھائیں یا بہتر لباس پہنیں۔ ان کو دفتر یا رہائش گاہ پر دربان رکھنے تک کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان امور کو عملی جامہ بھی پہنایا جن کی تفصیلات سے تاریخ اسلام کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ نظام حکومت کی یہ ھیئت بلاشبہ فلاحی معاشرہ کا نقطہ عروج تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظری اور عملی تعلیمات کی روشنی میں ریاست کے فلاحی تصور کا جو خاکہ ترتیب پایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مختصر دور خلافت میں اسلامی ریاست کے خلاف مخالفین کی شدید یلغار کے باوجود اس تسلسل کو برقرار رکھا۔ جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ۱۰ سالہ عہد خلافت میں اس تصور کو ایک مکمل نظام کی شکل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ خلافت راشدہ کے بقیہ دور میں انہی اصولوں کے مطابق مملکت کے امور چلتے رہے۔

اسلام کے صدر اوّل میں اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کی اس عملی شکل کی روشنی میں فقہاء کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اسلامی ریاست کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کرے، تاکہ کوئی فرد بھی محروم المعیشت نہ رہے۔ اس سلسلے میں اسلامی ریاست کو وسیع اختیارات حاصل ہیں اور بوقت ضرورت فلاحی نظام کے ہدف کے حصول کے لئے ریاستی طاقت بھی استعمال کی جاسکتی ہے تاکہ مالی لحاظ سے مستحکم اصحاب کے وسائل میں سے ضرورت مندوں کو ان کا حصہ دلایا جائے۔

جدید دور میں اور بالخصوص ہمارے ملک پاکستان میں صحیح معنوں میں مملکت کو اسلامی فلاحی ریاست میں تبدیل کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کی روشنی میں حالات اس امر کے متقاضی ہیں کہ مندرجہ ذیل اقدامات کو عملی شکل دی جائے۔

﴿۱﴾...... بنیادی انسانی ضروریات (روٹی، مکان، تعلیم، علاج، لباس) کو آئینی تحفظ فراہم کیا جائے۔

﴿۲﴾...... معیشت کو ایسے نہج پر استوار کیا جائے جس سے سرمایہ کے چند مخصوص افراد کے ہاتھوں میں ارتکاز کے رجحان کا سدباب ممکن ہو جائے۔

﴿۳﴾...... حکومتی اور عوامی سطح پر مسرفانہ طرز زندگی کی حوصلہ شکنی کے لئے مناسب قوانین بنائے جائیں۔

﴿۴﴾...... ایسے قوانین بنائے جائیں جن کے مطابق شاہ و گدا سب عدالت کے سامنے جواب دہ ہوں اور کسی کو استثناء خاص نہ ہو۔

ہوسکتا ہے کہ بادی النظر میں یہ تجاویز غیر حقیقی محسوس ہوں، لیکن آج کی دنیا میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں اور اگر صحیح نیت اور عزم ہو تو کوئی بعید نہیں کہ ان اصولوں کے مطابق ایک ماڈل اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کا احیاء ہو جائے۔ (۲۵)

فلاحی ریاست کا تقاضہ ہے بنیادی ضروریات فراہم کی جائیں: بنیادی ضروریات کی فراہمی دراصل اسلامی کفالت عامہ کا نفاذ ہے۔اس کے ذریعے جہاں عوام کا معیار زندگی متوازن ہوتا ہے وہاں عوام میں اطمینان اور ملک میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

بنیادی ضروریات کا تعارف: (الف) بنیادی ضروریاتِ زندگی کا مفہوم کیا ہے؟ (ب) بنیادی ضروریاتِ زندگی میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟ (ج) ان کی مقدار کتنی ہے؟ (د) اور ضروریات کتنی قسم کی ہوتی ہیں؟

ضروریات کا واحد ضروری ہے، جو منسوب ہے ضرورت (حاجت) کی طرف، اور لغت میں اس کا معنی ہے:

وھو یطلق علی مااکرہ علیه وعلی ماتدعو الحاجة الیه دعاء قویا کالاکل عند المخمصة۔ (۲۶)

وہ چیز جس پر انسان کو مجبور کر دیا جائے اور وہ چیز جس کی شدید حاجت ہو جیسے کھانا بھوک کے وقت۔

المعجم الوسیط کے الفاظ میں اس کا معنی ہے:

کل مالیس منه بد۔ کل ماتمس الیه الحاجة۔ (۲۷) ہر وہ چیز جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو، ہر وہ چیز جس کی ضرورت ہو۔

اصطلاح شریعت میں ضروریات کی جامع مانع اور بہترین تعریف وہ ہے، جو علماء اصولیّین نے مقاصد شرعیہ کی بحث میں کی ہے۔امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: ''ضروریات سے مراد ایسی چیزیں ہیں جو دین و دنیا کی مصلحتوں کے قیام میں بایں طور لابدی اور ناگزیر ہیں کہ اگر یہ مفقود ہو جائیں تو دنیا کے امور سیدھی طرح نہ چل سکیں، بلکہ ان کے درمیان بگاڑ اور حرج واقع ہو جائے اور زندگانی ختم ہو کر رہ جائے۔(۲۸)

سورۂ بقرہ (۲۹) اور سورۂ طٰہٰ (۳۰) کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان آیات سے چار بنیادی ضرورتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے: ۱۔غذا (روٹی)، ۲۔لباس، ۳۔پانی، ۴۔سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے سایہ، (مکان)۔(۳۱) انہی چار چیزوں کا ذکر قرآن کریم نے بیویوں کے ضروری نفقہ کے ضمن میں کیا ہے جن کا مہیا کرنا خاوندوں کی ذمہ داری ہے۔(۳۲) ایک حدیث نبوی ﷺ میں انہی مذکورہ چار اشیاء کو انسان کی دنیاوی ضروریات قرار دیا گیا ہے۔جامع ترمذی میں حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کا ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں کوئی حق نہیں: ۱۔گھر، جس میں وہ سکونت اختیار کرے، ۲۔کپڑا یا لباس جس کے ذریعے وہ اپنے قابل ستر بدن کو چھپائے، ۳۔روٹی کا ٹکڑا (لیس معه ادام۔جس کے ساتھ سالن نہ ہو)'' (۳۳)

فلاحی ریاست کے قیام میں عوام کی ذمہ داری: قرآن کریم نے بلا تخصیص مذہب و قوم اچھے مسلمان کی صفت بیان کی ہے۔وہ مسکینوں، یتیموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھلاتا ہے اور شکریہ کا طالب بھی نہیں ہوتا ہے۔(۳۴) قرآن کریم نے جہنمیوں کی صفت بیان کی ہے کہ ضرورت مندوں کو دھتکارتا ہے۔(۳۵) نہ خود کھلاتا ہے (۳۶) نہ دوسروں کو ترغیب دیتا ہے (۳۷) قیامت کے دن جہنمی خود اس کا اقرار کریں گے۔(۳۸) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا:

یا ابن ادم مرضت فلم تعدنی۔ ''اے ابن آدم میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو میری عیادت کے لئے نہ آیا''۔

اس پر بندہ حیران ہو کر عرض کرے گا بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔جب کہ تو خود رب العالمین ہے۔اس پر ارشاد الٰہی ہوگا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا مگر تو نے اس کی عیادت (بیمار پرسی) نہ کی۔اگر تو اس کی احوال پرسی کے لئے اس کے پاس جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

یا ابن ادم استطعمتک فلم تطعمنی۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے کھانا نہ کھلایا۔

اس پر بندہ عرض کرے گا کہ اللہ پاک تو خود تمام مخلوق کا کفیل ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تو کھانا مانگے، اس پر باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا۔ لیکن تو نے اس کو کھانا نہ دیا اگر تو اس کو کھانا دیتا تو اس کھانے کو میرے پاس پاتا۔(۳۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیتے ہوئے صاحب حیثیت لوگوں کو مخلوق خدا کے ساتھ احسان اور بھلائی کی یوں توجہ دلائی:

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ حَسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ۔ (۴۰)

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین آدمی وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

وہ آدمی صحیح معنوں میں مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھالے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا ہو۔(۴۱) ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اغلق بابه دون جاره مخافة علی اهله وماله فلیس ذالک بمؤمن۔ (۴۲)

جس آدمی نے اپنے اہل اور اپنے مال کا خوف کھاتے ہوئے اپنے پڑوسی کے لئے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا تو وہ مومن نہیں ہے۔

فلاحی ریاست کے قیام [redacted] حکومت کی ذمہ داری: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کا مددگار یا سرپرست ہے جس کا کوئی والی وارث نہ ہو۔ ایک حدیث میں فرمایا: اَلسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ۔ (۴۳) ''بادشاہ (یا حکومت) ہر اس آدمی کی سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔'' ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں: اَنَا وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ۔ (۴۴) ''میں ہر اس شخص کا والی (سرپرست) ہوں جس کا (اس دنیا میں) کوئی والی نہیں۔ ان احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں بالکل واضح ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ محروم اہل حاجت کی حاجت روائی کا اہتمام کرے۔ بعض بنیادی ضروریات کی تکمیل لازمی ہے، مگر حتی الامکان دوسری اہم ضروریات کی طرف بھی توجہ کی جانی چاہئے۔ مسلمان حکمرانوں کے فرائض پر اظہار خیال کرنے والے متعدد مفکرین نے اس فریضہ کی صراحت کی ہے۔ جن مفکرین نے اسے فرائض امیر کی فہرست میں نہیں داخل کیا ہے۔ مثلاً ماوردی اور ابویعلی، ان کے پیش نظر غالباً یہ مفروضہ رہا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی تحصیل وتقسیم سے یہ مقصد بتمام وکمال حاصل ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں بنیادی اصول کو ابن حزم نے واضح کر دیا ہے: ''ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کریں اگر زکوٰۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فئے اس کے لئے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔ ان (اہل حاجت) کے لئے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے کہ بقدر ضرورت غذا حاصل کرسکیں۔ اور اسی طرح جاڑے اور گرمی کا لباس، اور ایک ایسا مکان جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔ (۴۵)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں: ''سلطان پر واجب ہے کہ جب اس کی رعایا تنگی میں مبتلا ہو اور فاقہ اور مصیبت سے دوچار ہو تو ان کی مدد کرے۔ بالخصوص قحط اور گرانی کے زمانہ میں، کیونکہ ایسے حالات میں لوگ کسب معاش میں ناکام رہتے ہیں اور گزر اوقات کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں سلطان کو چاہئے کہ ان کو کھانا فراہم کرے اور ان کے خزانے سے انہیں مال دے کر ان کی حالت بہتر بنائے۔''(۴۶)

امام بصاصؒ نے احکام القرآن میں سورۂ یوسف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت یوسف علیہ

السلام کا جو قصہ سنایا ہے اوران کے بارے میں قحط کے زمانہ میں غذائی اشیاء کو محفوظ کر کے انسانوں میں بقدر ضرورت تقسیم کرنے کا جو واقعہ نقل کیا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ جب ان کو اندیشہ ہو کہ قحط کے سبب عوام ہلاک ہو جائیں گے تو ایسا ہی طریقہ اختیار کریں۔(۴۷)

فلاحی ریاست کا فلاحی و رفاهی اداروں کے ذریعہ قیام : فلاحی ادارے حکومت کی سر پرستی اور عوامی تعاون سے ترقی کرتے ہیں اسلام نے اس کی افزائش اور فروغ کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ اللہ تعالٰی کی راہ میں وقف کریں۔ شریعت اسلامیہ میں ''اللہ کی راہ'' میں ''اوقاف'' وقف کرنے کے بے شمار فوائد و فضائل بیان ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل دینا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی مقصود۔ چند اشارات پر اکتفا کرنا مناسب ہوگا، قرآن کریم میں ارشاد ہے: لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون۔ (۴۸) ''جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (راہ خدا میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔''

روایات کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت طلحہ انصاریؓ نے مدینہ منورہ میں موجود اپنا باغ راہ خدا میں وقف فرما دیا اور چونکہ یہ عمل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق تکمیل پذیر ہوا تھا۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقف کا عمل خاص طور پر ''حصول بر'' کا ذریعہ ہے۔ ''وقف'' انفاق فی سبیل اللہ اور ''صدقہ'' ہی کی ایک قسم ہے، اس طرح گویا وہ تمام فضائل، جو صدقہ کرنے والے اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں، مثلاً ثواب میں دس گنا (۴۹) یا سات سو گنا (۵۰)، یا کئی کئی گنا (۵۱) کا اضافہ ہونا، اس کے ذریعے گناہوں کی معافی (۵۲)، مصیبتوں اور پریشانیوں کا موقوف ہونا اور سب سے بڑھ کر اس کا رضائے خداوندی کا ذریعہ ہونا، وغیرہ۔ وہ ''وقف'' کرنے والے شخص کو بھی پوری طرح حاصل ہوتے ہیں۔

ان فضائل و ثمرات کے ساتھ ساتھ ''وقف'' کی ایک خصوصی فضیلت بھی ہے اور وہ اس کا صدقہ جاریہ ہونا ہے، جیسا کہ کتب حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے: ''جب انسان مرجاتا ہے تو انسان کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے، الا یہ کہ اس کا کوئی نیک فرزند ہو، جو اس کے لئے دعا کرے، یا وہ ایسا عمل چھوڑ جائے، جو لوگوں کے لئے فائدہ مند ہو، یا پھر قیامت تک رہنے والا کوئی صدقہ جاریہ ہو۔ (۵۳) اور چونکہ ''وقف'' ہی ''صدقہ جاریہ'' کا مصداق ہے، کیونکہ اس میں ''اصل شی'' محفوظ رہتی ہے اور فقط اس کے فوائد صدقہ کئے جاتے ہیں، اس لحاظ سے یہ حدیث نبویہ وقف کی خصوصی فضیلت کی غماز بن گئی ہے اور سرخسی وغیرہ نے اسے بطور دلیل بھی پیش کیا ہے۔ مزید براں ''وقف'' کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ یہ انبیاء کی سنت اور ان کا طریقہ ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام ''سلسلہ اوقاف'' کے بانی ہیں۔ جیسا کہ سرخسی نے تصریح کی ہے کہ وقف کی ابتدا سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی۔ (۵۴) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ اسلام میں ''مسجد نبوی ﷺ'' اور دیگر مساجد کی تعمیر و تکمیل فرما کر اس کار خیر کی تاسیس فرمائی، نیز اپنی جملہ جائیداد کو بحق اسلام وقف کرنے کا اعلان فرمایا کہ: انا معشر الانبياء لا نورث ماتر كناه صدقه۔ (۵۵) ''ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اسی طرح ''وقف'' کرنا گویا پیغمبروں اور رسولوں کی سنت ہے اور یوں ہر واقف (وقف کنندہ) درحقیقت انبیاءؑ کی سنت کو زندہ کرتا ہے۔

''اوقاف'' کا سلسلہ بنی نوع انسانی کے لئے جتنا فائدہ مند ہے، شاید ہی کوئی اور سلسلہ اس قدر سودمند اور نفع مند ثابت ہوا ہو۔ اسی بنا پر ''قانون وقف'' کو ایک عالمگیر حیثیت حاصل ہے۔ اور اسی لئے ہمیں دنیا کے ہر مذہب اور ہر علاقے میں ''اوقاف'' کا

سلسلہ ملتا ہے، یہ بابرکت سلسلہ ماضی اور حال کے مابین ایک پل کا کام بھی دیتا ہے، پچھلی نسل کو اگلی نسل سے اور اگلی نسل کو پچھلی نسل سے رابطہ قائم کرنے میں اس سے مدد ملتی ہے۔ یہ گزرنے والی نسل کی جانب سے آنے والی نسل کے لئے پیار، محبت اور امن و آشتی کا پیغام بھی ہے۔(۵۶)

غیر مسلموں تک اسلام کی تعلیمات پہنچانے کی ذمہ داری

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی اخوت کی جہاں گیری محبت کی فراوانی

تبلیغ کا لغوی مفہوم پہنچانا ہے۔(۵۷) اور اصطلاحا اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی اچھائی اور خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جائے اور انہیں قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ قرآن پاک میں تبلیغ کے ہم معنی کچھ اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے انذار۔(۵۸) دعوت (۵۹) جس کے معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں۔(۶۰) اور تذکیر جس کے معنی یاد دلانے اور نصیحت کرنے کے ہیں۔ تبلیغ ایک ایسا عمل ہے جس میں کسی نصب العین کی طرف اخلاص سے بلایا جاتا ہے، اس نصب العین سے اختلاف و انحراف کے نقصانات وخطرات سے ڈرایا جاتا ہے اور غفلت ونسیان کے پردوں کو چاک کر کے اصل نصب العین کو یاد دلانے کے لئے نصیحت کی جاتی ہے۔ اس سے بھی وسیع مفہوم میں تبلیغ کسی مذہب کا ایسا پرچار ہے جس کا مقصد لوگوں کو حلقہ مذہب میں شامل کرنا ہو۔ دنیا کے تمام بڑے مذاہب اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا پورا انتظام رکھتے ہیں۔ اسی نظام کی بدولت علماء نے مذاہب کو تبلیغی اور غیر تبلیغی میں تقسیم کیا ہے۔ آرنلڈ نے پروفیسر میکس مولر (Max Muller) کے حوالے سے مذاہب کی مذکورہ بالا تقسیم کرتے ہوئے تبلیغی مذہب کی یوں تعریف کی ہے۔

"تبلیغی مذہب وہ ہے جس میں سچائی کا پھیلانا اور غیر مذاہب والوں کو اپنے مذہب میں لانا بانی مذہب یا اس کے قریب العہد۔(۶۱) جانشینوں نے ایک مقدس مذہبی فریضہ قرار دیا ہو۔ یہ ایمان والوں میں سچائی کا وہ جوش ہے جو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ تاوقتیکہ وہ ان کے عقیدے سے اور قول و فعل سے اپنے تئیں ظاہر نہیں کر دیتا اور ان کو اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنا پیغام ہر فرد بشر تک نہ پہنچادیں اور تمام بنی نوع انسان اس چیز کو تسلیم نہ کرلے جسے وہ برحق یقین کرتے ہیں۔(۶۲)

تبلیغ کسی فرد اور قوم کے لئے زندگی کی علامت ہے۔ تبلیغ کے بغیر تشخص کا برقرار رہنا ناممکن ہے۔ تبلیغ کے دو دائرے ہیں۔ ایک دائرے میں یہ کسی قوم کے افراد کو اندرونی بگاڑ سے بچانے کا ذریعہ ہے اور دوسرے دائرے میں عام انسانوں کو کسی خاص نظریئے اور نظام کا قائل کرنا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ تحفظ ہے تو دوسرے لحاظ سے توسیع۔ تبلیغ کسی فرد اور قوم کا اندرونی داعیہ ہے جس کے تحت وہ دوسروں کو اپنی بات منوانے کی سعی و جہد کرتا ہے۔ دنیا کے تمام مصلحین و بانیان مذاہب اسی داعیہ کے تحت فریضہ تبلیغ انجام دیتے ہیں۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حق وصداقت کی آواز کو عام کیا جائے اور فساد کو دور کیا جائے۔ بعثت نبوی ﷺ کے وقت دنیا میں دو قسم کے مذاہب تھے۔ تبلیغی و غیر تبلیغی، عیسائیت اور بدھ مت پہلے دائرے میں اور یہودیت، مجوسیت اور ہندومت دوسرے دائرے میں آتے ہیں۔ تبلیغ کے وسیع تر مفہوم میں عیسائیت اور بدھ مت کے تبلیغی ہونے کا دعویٰ بھی مشکوک ہے، کیونکہ یہ بات ابھی ثابت ہونا باقی ہے کہ اس وسیع دائرے میں تبلیغ ان کے اصل مذہب کا حکم تھا یا بعد کے پیروؤں کا عمل، وجہ یہ ہے کہ ان کے مذہبی صحیفوں میں اس تعمیم دعوت کی کھلی ہدایت اور ان مذاہب کے بانیوں کی زندگی میں اس کی عملی مثالیں نہیں ملتیں ہیں۔(۶۳)

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہو کر پیام الٰہی لوگوں تک پہنچائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو رسالت کا فرض انجام نہیں دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ (۶۴)

اے اللہ کے پیغام پہنچانے والے آپ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپ کی طرف اترا ہے اس کو پہنچاؤ۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور آپ کو اللہ، لوگوں سے بچالے گا۔

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۔ (۶۵)

اگر تم منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ط اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۔ (۶۶)

پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ ﷺ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا کام صرف احکام کا پہنچا دینا ہے۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۔ (۶۷) لوگوں کو نصیحت کریں اگر نصیحت فائدہ مند ہو۔

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (۶۸) اور نصیحت کر کہ نصیحت اہل ایمان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۔ (۶۹) قرآن کریم سے سمجھاؤ اس کو جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۔ (۷۰) آپ ﷺ نصیحت کرتے رہیں، آپ ﷺ تو نصیحت کرنے والے ہیں۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۔ (۷۱)

اے پیغمبر ﷺ آپ نصیحت کرتے رہیں اور آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں نہ دیوانے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔

(۷۲) اور اے محمد ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۔ (۷۳)

اے پیغمبر ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ۔ (۷۴) اے چادر پوش اٹھو اور ہوشیار و آگاہ کرو۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۔ (۷۵)

اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے۔

حضور ﷺ کے اپنے ارشادات میں تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بڑی فضیلت آئی ہے اور آپ ﷺ نے اپنے پیروؤں کو تبلیغ کا حکم دیا ہے۔

فَوَ اللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رجلاً واحدا خيرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرَ النَّعَمِ ۔ (۷۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا بھی دین حق قبول کر لینا سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (۷۷)

ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے درست کر دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی (بھی) استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہوگا۔

عن حنیفة عن النبیّ صلیّ اللّٰہُ علیہ وَسلّم قال: وَالّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ لَتَامُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ لَتَنھَوُنَّ عَنِ الْمنکرِ او لَیُوشِکَنَّ اللّٰہُ اَن یَبْعَثَ عَلَیْکُم عِقَاباً مِنہ ثم تَدْعُونَہ فلاَ یُسْتَجَابُ لَکُم۔ (۷۸)

حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہوگی اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا ورنہ عین ممکن ہے اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے پھر تم اسے پکارو اور تمہیں جواب نہ آئے گا۔

ان آیات واحادیث سے تبلیغ کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ اس کی افادیت پر زور دیتے اسے ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے تبلیغ کے دونوں دوائر کو ملحوظ رکھا اور اپنی امت کے لئے لازم قرار دیا کہ وہ تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھیں اور شہادت توحید ورسالت دیتے رہیں۔ قرآن کریم نے تو تبلیغ کو اس امت کی خصوصیت قرار دیا۔ فرمایا:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (۷۹)

(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (۸۰)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف بلایا کرے اور نیک کام کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (۸۱)

نیکی وتقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نیکی پھیلانے اور بھلی بات کو آگے پہنچانے کی تربیت دی اور احساس بھی دلایا۔ بدی کو روکنے کا حکم دیا اور اس سے تعاون کرنے کے انجام بد سے ڈرایا، فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَة۔ (۸۲) ''مجھ سے (علم) آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو۔'' حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ بار بار یہ ارشاد فرماتے: اللّٰھم ھَلْ بَلَّغْتُ۔ (۸۳) فرمایا: فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الغَائِبَ۔ (۸۴) ''جو موجود ہے اسے غیر موجود تک پہنچانا چاہئے۔

عن جریر بن عبداللّٰہ قال سمعتُ رسولُ اللّٰہَ یقولُ : مَامِنْ رَجُلٍ یکون فی قوم یُعْمَلُ فِیْھِم المَعَاصِی یَقْدِرونَ علی اَنْ یُغَیِرُوا عَلَیْہِ وَلاَ یغیرون اِلا اَصَابَھُم اللّٰہ مِنْہُ بِعقَابٍ قبلَ اَنْ یَمُوتوا۔ (۸۵)

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی آدمی ایسے لوگوں میں گناہ کرے اور لوگ اس کو درست کرنے پر قادر ہونے کے باوجود درست نہ کریں تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور عذاب دے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتبار سے منفرد حیثیت کے حامل ہیں کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کے تمام عملی مراحل کا نمونہ بھی دیا اور تبلیغی عمل کے لئے بہترین اصول دیئے۔ آنے والے تمام تبلیغی کارکنوں کے لئے یہ اصول بہترین رہنمائی کا کام دیتے رہیں گے۔

قرآن کریم نے اختصار و جامعیت کے ساتھ یہ اصول بیان فرمائے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ اِنَّ رَبَّکَ هُوَاَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۔ (۸۶)

اے پیغمبر لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا، تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔

سید سلیمان ندویؒ کے بقول: تبلیغ و دعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے۔ ﴿ا﴾ عقل و حکمت، ﴿ب﴾ موعظہ حسنہ، ﴿ج﴾ اور مناظرہ بطریق احسن (۸۷) آپ ﷺ نے غیر مسلموں کو اسلام سے آگاہ کرنے کے لئے متعدد خطوط لکھے۔

﴿۱﴾...... آپ ﷺ نے ایک خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام لکھا اس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اس نے قبول کیا مسلمان ہوگیا۔ (۸۸)

﴿۲﴾...... دوسرا خط مصر و اسکندریہ کے حکمراں مقوقس کے نام لکھا اس میں بھی اسلام کی دعوت کے ساتھ دوہرے اجر کی خوشخبری دی۔ (۸۹)

﴿۳﴾......ایک خط بادشاہ فارس کسریٰ کے نام لکھا۔ (۹۰)

﴿۴﴾......ایک خط قیصر شاہ روم ہرقل کے نام لکھا۔ (۹۱)

﴿۵﴾...... ایک خط حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام لکھا۔ (۹۲)

﴿۶﴾...... ایک خط یمامہ کے حاکم ہوذہ کے نام لکھا۔ (۹۳)

صرف یہی نہیں بلکہ بیشمار حکمرانوں جس میں عمان وغیرہ کے حکمراں اور سرداران قبائل ہیں، ان تک اسلام کی تعلیمات پہنچا کر اسلام کی دعوت دی۔ اس نظریاتی یلغار کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلام دنیا میں برق رفتاری سے متعارف ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف آنا شروع ہوئے۔ اسی کیفیت کی منظر کشی کرتے ہوئے قرآن کریم اس طرح گویا ہوا۔

اذاجاء نصراللّٰہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا۔ (۹۴)

جب اللہ کی مدد آ گئی اور مسلمانوں کو کافروں پر فتح حاصل ہوئی اور آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ جوق در جوق لشکر کی صورت میں اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

یہ اسلام کی تبلیغی کوششوں کا حصہ تھا جس کی طرف آپ نے اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں بھی ترغیب دیتے ہوئے حکم فرمایا تھا۔ میں نے تم تک اسلام پہنچا دیا ہے۔ حاضرین کو چاہئے کہ وہ غائبین تک اس پیغام کو پہنچا دیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ میں سے اکثریت تبلیغ کے لئے نکل کھڑی ہوئی اور دنیا بھر میں اسلام کو پہنچا کر وہیں دفن ہوئے۔ آج دنیا کے ہر خطہ میں صحابہؓ کے مزارات

اس کا واضح ثبوت ہیں۔

مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری ہے وہ دنیا کی ہر اہم زبان میں تبلیغ کے لئے ایک چینل مختص کر دیں، علماء وصحافیوں کو چاہئے خطوط کی جگہ مضامین لکھ کر اسلام کے خلاف بہتان تراشیوں کا جواب دیں اور صحیح تعلیم غیروں تک پہنچائیں، عہد نبوی ﷺ کا میڈیا خطوط تھا آج مذاکرہ، مقالات، رسائل، اخبارات جملہ جدید ذرائع ابلاغ اس میں شامل ہیں، اگر امت مسلمہ تبلیغ کی اس اہم ذمہ داری کو ادا نہیں کرتی ہے تو تمام مسلمان گناہگاروں کے، البتہ تبلیغ میں وقت حالات اور حکمتوں کو ضرور ملحوظ رکھا جائے، ارشاد باری ہے:

''جب دیکھو ان لوگوں کو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان سے اعراض کرو، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات فراموش کرا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔(۹۵) آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوش خبری دو لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ۔(۹۶) آپ ﷺ نے داعیان حق کے لئے صحیح طرز عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

انمَا بعثتم میسرین وَلَمَ تَبعَثوا معصرین (۹۷) تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، دشواری پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

پھر مخاطب کی کمزوریوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ داعی کو کسی حال میں بھی اپنے مخاطب کے اندر حمیت جاہلیت کے بھڑکنے کا موقع نہیں پیدا ہونے دینا چاہئے۔ مخاطب کے معتقدات وروایات کے بارے میں محتاط انداز بیان اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اندھی وابستگی کے باعث بعض اوقات وہ بالکل غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ داعیان حق کو اسی چیز سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْ وًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۔(۹۸)

اور تم گالی نہ دو ان کو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ حد سے گزر کر بے جانے بوجھے اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔ ایسے ہی ہم نے ہر امت کی نظروں میں ان کے اعمال کھپا دئے ہیں۔

داعی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خواہ مخواہ کی نفرتیں لئے پھرے۔ اس کے دل میں سب کے لئے ہمدردی و خیر خواہی ہوتی ہے۔ وہ دردمندی و دلسوزی سے اپنی بات کرتا ہے۔ وہ بے سبب درپے آزار نہیں ہوتا اور مخاطب کے پسندیدہ اشخاص پر بے تکی تنقید نہیں کرتا۔(۹۹)

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا — خبر میں، نظر میں، اذان سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو — وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں
دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے — وہ بجلی کہ تھی نعرہ لاتذر میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے — نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے

غیر مسلموں اور ان کے حقوق کے تحفظ کیلئے قانون سازی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے

قانون بین الاقوام کے ماہر معروف محقق اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم لکھتے ہیں: ''قرآن کریم میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کیمونٹی کو کامل داخلی خودمختاری دی جائے تاکہ نہ صرف عقائد کی آزادی اور اپنی عبادات اپنی طرز پر کر سکیں بلکہ اپنے ہی قانون اپنے ہی ججوں کے ذریعہ سے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کرائیں۔ کامل داخلی خودمختاری کا ذکر قرآن کریم کی کئی آیات میں ملتا ہے۔ ان احکام کے تحت عہد نبوی ﷺ میں خودمختاری ساری آبادی کے ہر گروہ کو مل گئی تھی، جس طرح مسلمان اپنے دین، عبادات، قانون معاملات اور دیگر امور میں مکمل طور پر آزاد تھے، اسی طرح دوسرے مذاہب وملت (اہل ذمہ/غیر مسلم اقلیتوں) کو بھی کامل آزادی تھی۔''(۱۰۰)

معروف غیر مسلم سیرت نگار جان بیگٹ (John Bagot) المعروف جنرل گلپ پاشا فوجی جنرل کی حیثیت سے طویل عرصہ تک عرب میں رہا، اس دوران اسے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں واضح حقائق جاننے کا موقعہ فراہم ہوا، تب اس نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر "The life and timse of Muhammad" نام کی کتاب لکھی، مذکورہ کتاب میں موصوف ایک موقعہ پر لکھتے ہیں:

> مسلم نظریات کی رو سے تمام قوانین مذہب سے جنم لیتے ہیں، قانون کی اساس مذہب ہی فراہم کرتا ہے، مذہب ہی کے چشمے سے قانون کی ندیاں بہتیہیں۔ مسلمانوں کے اپنے قانون کا مأخذ قرن کریم وحدیث ہے، اس لئے عیسائیوں اور یہودیوں کو جبراً مسلمان بنانے سے احتراز کیا گیا، اس منطق کے پیشِ نظر ان پر اسلامی قانون کے اطلاق کی شرط نہیں رکھی گئی۔(۱۰۱)

''میثاقِ مدینہ'' کی بدولت غیر مسلموں اور مختلف مذاہب افراد واقوام کے حقوق وفرائض اور مذہبی آزادی و رواداری کا اصول وضع ہوا، چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی رواداری پر مبنی اس تاریخی صحیفہ کی بدولت مندرجہ ذیل حقوق ومراعات حاصل ہوئیں: ﴿۱﴾ اللہ کی ضمانت وحفاظت ہر فریق (معاہدہ) کو حاصل ہے۔ ﴿۲﴾ امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں۔ امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خودمختاری حاصل ہے۔(۱۰۲) چنانچہ عہد نبوی ﷺ میں ہر مذہبی جماعت (غیر مسلم اقلیتوں، اہل کتاب) کو داخلی خودمختاری حاصل تھی، عقائد اور عبادات ہی کے متعلق نہیں بلکہ قانون وعدلیہ کے متعلق بھی۔(۱۰۳)

اہل کتاب غیر مسلموں کے مقدموں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شخصی قانون ہی کے مطابق فیصلے فرمایا کرتے تھے، چنانچہ یہودیوں کے تین مقدمات کا اکثر مورخین نے ذکر کیا ہے، جن میں توریت پر عمل کرایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرزِ عمل بعد ازاں مستقل قانون بن گیا کہ غیر مسلم رعایا اور مستأمنوں سے انکا شخصی قانون ہی متعلق ہو اور اس غرض کے لئے خصوصی عدالتیں بنائی جائیں، چنانچہ عہدِ خلافت راشدہ میں اس چیز نے خاصی ترقی کر لی تھی اور ان کی عدالتوں کے ججوں میں بھی ہم ملت ہی مقرر ہوتے تھے۔(۱۰۴)

نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مقدمات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شخصی قانون ہی کے مطابق فیصلے فرمایا کرتے تھے، جنگ وصلح کی طرح یہودیوں کی عدل گستری کو بھی صراحت کے ساتھ مرکزی مسئلہ قرار دیا گیا تھا۔(۱۰۵)

یمن کے علاقے نجران کے عیسائی مدینہ منورہ آئے اور انہوں نے اسلامی مملکت کے ماتحت رہنے کو قبول کرلیا کچھ شرائط طے کیں کہ ہمارا گرجا برقرار رہے، اپنے گرجاؤں کے پیشواؤں کو مقرر کرنے کا اختیار ہمیں حاصل ہو وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں انہوں نے مسلمان حاکم عدالت کی غیر جانبداری پر اعتماد کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں ایک مسلمان جج مہیا کیا جائے، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو روانہ کرتے ہیں کہ وہ "امین هذه الامة" ہیں۔(۱۰۶)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرہ عرب زیرنگیں ہو چکا تھا، غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے نجران کے عیسائیوں سے معاملہ پیش آیا، آپ ﷺ نے انہیں جو حقوق و مراعات عطا فرمائیں وہ غیر مسلم رعایا (اہل ذمہ) سے آپ ﷺ کی رواداری، مذہبی و داخلی خودمختاری اور عدالتی حقوق کی تاریخ میں مسلم حکمرانوں اور اسلام تاریخ میں اہل ذمہ کے حقوق و مراعات اور ان سے معاملات کے حوالہ سے ہمیشہ رہنما دستاویز قرار پائے گا۔ اس تاریخ ساز ''معاہدہ نجران'' سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں: ﴿۱﴾ ان کی جان محفوظ رہے گی۔ ﴿۲﴾ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔ ﴿۳﴾ ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدیدار اپنے اپنے عہدوں پر برقرار رہیں گے۔ ﴿۴﴾ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ ﴿۵﴾ ان کی کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا جائے گا۔ ﴿۶﴾ ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔ ﴿۷﴾ نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔ ﴿۸﴾ ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔ ﴿۹﴾ ان کے معاملات و مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔ ﴿۱۰﴾ سودخوری کی اجازت نہ ہوگی۔ ﴿۱۱﴾ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔ ﴿۱۲﴾ کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا۔ ﴿۱۳﴾ اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔(۱۰۸)

اس زمانہ کی مہذب حکومت اس سے زیادہ حقوق، آزادی اور خودمختاری اور کیا دی سکتی ہے۔ ان میں وہ تمام چیزیں آگئی ہیں جو ایک محکوم قوم کے حقوق کے تحفظ اور اس کی زندگی کے لئے ضروری ہیں، اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی نہ دے سکتی۔ اس نام نہاد جمہوریت اور آزادی و مساوات کے دور میں غیر مذہب اور غیر قوم کے محکوموں کو جو حقوق حاصل ہیں ان پر یورپ کے محکوم قوموں کی تاریخ خوش شاہد ہے۔ اس کے باوجود مسلم حکومتوں کے خلاف زیادہ تنقید اسی تناظر میں کی جا رہی ہے۔

باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کے فرائض و ذمہ داریاں:

انسان کے بنیادی حقوق کا مسئلہ درحقیقت اس کائنات میں انسان کی حیثیت، اس کے مقصد وجود، معاشرے اور ریاست کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت اور خود اس کائنات کی تخلیق اور اس کے آغاز و انجام کی حقیقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کا مسئلہ ہے۔ انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب ممکن ہی نہیں ہے۔ جب تک یہ طے نہ کرلیا جائے کہ آخر اس دنیا میں انسان کا منصب ؛ مقام کیا ہے، گویا حق کا سوال حیثیت کے سوال سے مربوط ہے۔ انسان کی حیثیت کو جانے بغیر یا اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کیے بغیر ہم اس کے حقوق کا تعین نہیں کرسکتے۔

انسانی زندگی سے متعلق ان بنیادی سوالات کو حل کرنے کے لئے ہمیں صرف الہامی مذاہب ہی سے رہنمائی حاصل ہوسکتی تھی، کیونکہ ہمارے پاس کوئی دوسرا قابل اعتماد ذریعہ علم موجود نہیں تھا، لیکن انسان نے جب وحی کے ذریعہ علم کو نظرانداز کرکے محض عقل کے بل پر ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی تو بہیں سے ظن و گمان کی بھول بھلیوں اور جہل کی وادیوں میں ٹھوکروں پر

ٹھوکریں کھانے کا آغاز ہوا، یہ حقائق حواس پر مبنی تجربہ اور مشاہدہ کی گرفت سے ماوراء تھے، بدون تاریخ جو اس کائنات میں انسانی زندگی کے آغاز سے لاکھوں سال بعد وجود میں آئی۔ ان حقائق تک رسائی کے لئے اپنے ریکارڈ میں کوئی مواد پیش کرنے سے قاصر تھی۔(۱۰۷)

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا وجود خالق کائنات نے جس طرح طبعی زندگی کے اسباب ہوا، پانی خوراک پیدائش سے پہلے عطا کر دیئے تھے۔ اسی طرح ضابطۂ حیات سے بھی آدم اور نسل آدم کو بذریعہ وحی آگاہ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جو آدم سے شروع ہو کر محمد ﷺ پر ختم ہوا۔(۱۰۸)

بچیوں کے فرائض و ذمہ داریاں: بچیوں کا فرض ہے وہ والدین کی اطاعت کریں۔ اللہ نے وصیت کے انداز میں حکم دیا ہے: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۔(۱۰۹) والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا معاملہ کریں، یہی حکم سورۂ مریم (۱۱۰) سورۂ بقرہ (۱۱۱)، سورۂ النساء (۱۱۲)، سورۂ الانعام (۱۱۳) اور سورۂ لقمان (۱۱۴) میں دھرایا گیا ہے بلکہ تاکیداً فرمایا گیا ہے کہ اگر بڑھاپے کے اثر سے وہ ناجائز باتیں بھی کریں تو انہیں جواب نہ دو برداشت کرو۔(۱۱۵) ہاں اگر خلاف شرع کام کا حکم دیں تو اطاعت لازم نہیں۔ صحیح بخاری کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا پنج وقتہ نماز کے بعد سب سے اہم کام والدین سے حسن سلوک ہے۔(۱۱۶) دوسرا اہم فریضہ والدین کی مالی وجسمانی خدمت ہے۔ حتی کہ جہاد جیسا فریضہ بھی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا بالخصوص اس وقت جبکہ کوئی ان کی خدمت کرنے والا نہ ہو جیسا کہ معاویہ بن جاھمۃ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔(۱۱۷) اویس قرنیؒ کو بھی بہترین تابعی ہونے کی فضیلت والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملی۔ (۱۱۸) اس لئے والدین کو دکھ نہیں دینا چاہئے۔ اگر والدین کا انتقال ہو جائے تو اولاد کا فرض ہے کہ ان کے لئے ایصال ثواب کریں۔(۱۱۹) اگر بچی خوشحال ہے اور والدین غریب ہیں تو ان کی کفالت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا من برّ والدیه طوبیٰ له زاد الله فی عمره (۱۲۰) جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ اس کی عمر لمبی کرتا ہے میں یہاں اس طرف متوجہ کرنا چاہوں گی کہ یہ احکام سگے اور سوتیلے والدین اور رضاعی والدہ سب کو شامل ہیں۔

ہے تری تہذیب میں میں حسن قدامت کی چمک دیکھتا ہوں تیرے مستقبل میں ماضی کی جھلک

بہن کے فرائض و ذمہ داریاں: ایک بہن کے بھی وہی فرائض ہیں جو اوپر میں بیٹی کے فرائض بیان کر چکی ہوں، البتہ اس کو اپنے سے چھوٹوں پر وہی مقام حاصل ہے جو باپ کو اولاد پر ہوتا ہے۔ اس حیثیت میں بڑی بہن کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو بڑے بھائی کی ہیں۔ اسے چاہے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال رکھے، ان کی اچھی تربیت کرے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: المراة راعية على اهل بيت زوجها وهى مسؤلة عنهم (۱۲۱) عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جو بہن گھر میں بڑی ہو وہ گھر کی نگران ہے۔ اسے چاہئے وہ اپنے سے چھوٹوں کی تعلیم، تربیت، ضروریات کی نگرانی کرے۔

تونے سیکھی ہی نہیں ہیں انجمن آرائیاں جان عصمت، شان عفت ہیں تری تنہائیاں

بیوی کے فرائض و ذمہ داریاں: بیوی کے جہاں شریعت نے بہت سے حقوق بیان کئے ہیں وہیں اس پر کچھ فرائض بھی عائد کئے ہیں۔ اور وہ اس حد تک بڑھے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ ان تسجد لزوجها (۱۲۲) شوہروں کو سجدہ کریں، عورت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہے۔ دوسرا یہ کہ شوہر کی

ناشکری نہ کرے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لا ینظر اللّٰہ إلیٰ إمرأۃ لا تشکر لزوجھا۔ (۱۲۳) اللہ ایسی عورت پر رحمت کی نظر نہیں ڈالتا جو شوہر کی ناشکری کرتی ہے۔

بیوی کا تیسرا فرض یہ ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال اس کی اولاد کی صحیح طرح حفاظت و نگرانی کرے، آپ ﷺ نے فرمایا:

والمرأۃ فی بیت زوجھا راعیۃ۔ (۱۲۴) عورت شوہر کے گھر کی نگران ہے، قیامت کے دن اس سے اس کی باز پرس کی جائے گی۔

بیوی کا چوتھا فریضہ یہ ہے کہ وہ شوہر کی ہر جائز حکم میں اطاعت کرے اور حقوق زوجیت کے لئے جب شوہر مدعو کرے تو اس کی اطاعت کرے حتیٰ کہ نفلی روزہ تک شوہر کی اجازت سے رکھنے اور اس کے مطالبہ پر توڑنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ (۱۲۵) شوہر سے ادب سے بات کرنا اس کے عزیزوں کی عزت کرنا۔ (۱۲۶) اہم فرائض میں داخل ہے۔

ماں کے فرائض و ذمہ داریاں : حقوق کے ساتھ کچھ فرائض بھی لازم کئے گئے ہیں کہ بحیثیت ماں کے شوہر کی غیر موجودگی میں وہ گھر کی سرپرست ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ: والمرأۃ راعیۃ۔ (۱۲۷) لہٰذا شوہر کی غیر موجودگی اس کے مال کی حفاظت اپنی آبرو کی حفاظت اور اولاد کی اعلیٰ تربیت ماں کے فرائض میں شامل ہے، اس کے علاوہ وہی فرائض ہیں جن کا میں اوپر بیوی کے فرائض میں ذکر کر چکی ہوں۔

تجاویز : اگر ہم بحیثیت مسلمان خود اپنے فرائض کو ادا کرنے لگیں اور اپنی ملکی و ملی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں تو یقین سے کہا جاسکتا ہے ہم جلد فلاح و کامیابی کی جانب گامزن ہو جائیں گے۔ مقالہ کے آخر میں چند اصلاحی تجاویز پیش خدمت ہیں:

❁ ﴿۱﴾...... اقتصادی عالمی استحصال سے بچنے کے لئے ای ای سی (یورپین اکنامک کمیونٹی) کی طرز پر مسلم اکنامک کمیونٹی (ایم سی سی) قائم کریں اور اس کے تحت اسلامک کامن مارکیٹ تشکیل دی جائے۔ واضح رہے کہ یورپ پہلے ہی ای سی ایم یعنی یورپین کامن مارکیٹ قائم کر چکا ہے اور وہ اپنے اقتصادی اور سیاسی تعلقات کو بڑھا کر ۱۹۹۳ء تک کامن مارکیٹ کو ایک ہی متحدہ مارکیٹ میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ یعنی یورپ اپنی وحدت کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، اسی طرح ۱۹۹۲ء میں یورپ کے تیرہ چودہ ممالک اپنی باہمی سرحدوں سے ویزا اور پاسپورٹ کی پابندی ختم کر رہے ہیں۔ یعنی پورے یورپ کو سیاسی، اقتصادی اور تجارتی طور پر ایک ہی برادری میں بدلا جا رہا ہے۔ افسوس کہ یہ یورپ جن کے ہاں ایک ہونے کا تصور کبھی کسی نے نہیں دیا تھا، وہ تو آج ایک قوم ہونے کیطرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں لیکن نادان مسلمان، جنہیں تاجدار کائنات ﷺ نے پہلے دن سے ایک قوم بنا دیا تھا وہ منتشر ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اسلامک کامن مارکیٹ تشکیل دیں، اس کے علاوہ نارتھ امریکہ میں بھی یو ایس کینیڈا فری ٹریڈ زون قائم ہو چکا ہے اور ساؤتھ امریکہ میں ایک نیا اقتصادی بلاک وجود میں آ رہا ہے۔ جس کا مرکز برازیل ہوگا۔ اس کے علاوہ ایشیا کے پیسیفک ریجن میں اقتصادی بلاک بن رہے ہیں، یعنی دنیا کے تمام خطے اپنی اکنامک کمیونٹی بنا رہے ہیں، فری ٹریڈ زون بنا رہے ہیں، اپنی کامن مارکیٹیں بنا رہیں، اب اگر اس کائنات انسانی میں فقط کوئی خطہ باقی رہ گیا ہے تو وہ امت مسلمہ ہے۔

اس لئے امت مسلمہ کو بھی چاہئے کہ مسلم اکنامک کمیونٹی بنا کر اسلامک کامن مارکیٹ کی طرف قدم بڑھائے۔ ایسے بھی

مسلمانوں کی عالمی تنظیم او آئی سی پہلے ہی مکہ ڈیکلریشن میں یہ تجویز دے چکی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، صرف یہ ہے کہ اسے نظرانداز اور دفن کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اب وقت کے حکمرانوں اور لیڈروں کی ذمہ داری ہے کہ اس دفن شدہ تصور کو دوبارہ اٹھائیں اور ایک تحریک بپا کریں۔

❁﴿۲﴾......اس کے علاوہ بین الاقوامی تجارت کے لئے اسلامک یونینز قائم کی جائیں اور اسلامک بینک قائم کئے جائیں اور انٹرسٹ فری اکنامکی کی بنیاد پر بینکنگ سسٹم لایا جائے۔ اسلامک چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز قائم کی جائیں اور کثیرالقوی کارپوریشنیں قائم کی جائیں۔ کثیرالقوی تجارتی نظم قائم کئے جائیں اور اس طریقہ سے امت مسلمہ کے خطوں میں ازسرنو بین الاقوامی سطح پر ایک آزاد تجارت کا آغاز کیا جائے۔

❁﴿۳﴾......تمام مسلم ممالک اگر باغیرت قوم کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اپنے وسائل کو یکجا کر کے تعلیم، سائنس وٹیکنالوجی اور دفاع، بین الاقوامی تجارت کو مضبوط کرنے پر صرف کئے جائیں، کیونکہ ان پانچ چیزوں کو مضبوط کئے بغیر امت مسلمہ کا مستقبل باغیرت نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے لئے عیاشیاں چھوڑ دو، ہمارا حال کیا ہے؟ یہاں جہالت کا تناسب ۹۰ فیصد ہے، جبکہ مغربی دنیا میں تعلیم کا تناسب ۹۰ سے ۱۰۰ فیصد تک ہے۔ وہاں کا ہر شخص قومی شعور رکھتا ہے، اور یہاں ایم پی اے، ایم این اے صاحبان کو ترقیاتی فنڈز ملتے ہیں اور ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ان فنڈز کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کریں، اسکول، کالج بنانے کے لئے نہیں۔ جب تک آپ اپنے قومی سرمائے کا بیشتر حصہ اس ملک کی تعلیم، سائنس و ٹیکنالوجی، بین الاقوامی تجارت اور دفاع پر خرچ نہیں کرتے آپ ترقی نہیں کر سکتے۔ اس لئے چاہئے کہ امت مسلمہ ان تمام ذرائع کو مشترک کرے اور سائنس کی ترقی اور ٹیکنالوجیکل ایڈوانسمنٹ پر مشترکہ پراجیکٹ لگائے اور ایٹمی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے امت مسلمہ اپنی صلاحیتیں، اپنے ذرائع اور وسائل مشترک اور یکجا کریں۔

❁﴿۴﴾......اس کے بعد دفاع کا مرحلہ آتا ہے اس سلسلے میں اسلامی ممالک علاقائی بنیادوں پر مشترکہ دفاعی قوت تشکیل دیں، یعنی مشترکہ علاقائی دفاع (جائنٹ ریجنل ڈیفنس) قائم کریں مثلاً پانچ سات مسلمان ممالک جن کی سرحدیں آپس میں ملتی ہوں وہ اپنا مشترکہ دفاع قائم کریں، اسی طرح امت مسلمہ مشترکہ اجتماعی اکائیوں میں بدلے اور پھر یہ ساری اکائیاں بدل کر ایک عالمگیر اکائی بن جائے۔

❁﴿۵﴾......اس کے علاوہ ورلڈ اسلامک کورٹ آف جسٹس قائم کی جائے، جس میں بین الاقوامی سطح پر امت مسلمہ کے جھگڑوں اور مسائل کو نپٹایا جائے۔

❁﴿۶﴾......عالم اسلام کی سلطنتیں پوری دنیا میں جہاں بھی آزادی کی تحریکیں اٹھ رہی ہیں ان کی حمایت کریں، خواہ وہ مشرق ہوں یا مغرب میں، تاکہ امت مسلمہ کا کردار فروغ پائے۔

❁﴿۷﴾......ہم اپنے سیاسی نظاموں کے اندر عدل واستحکام پیدا کریں اور جبر و بددیانتی کے راستوں کو ختم کر دیں۔

❁﴿۸﴾......اس وقت کمیونزم ناکام ہو چکا ہے وہ اپنے ۷۵ برس بھی پورے نہیں کر سکا، اور اپنے ہاتھوں اپنی موت مر گیا، اس کے بعد کیپٹلزم، مغربی سرمایہ داریت اور یہودی صیہونیت ہے یہ اب پوری دنیا ہڑپ کرنا چاہتے ہیں اس لئے امت مسلمہ کے لئے لازم ہے، ورلڈ اسلامک آرڈر کے تصور کی طرف جلد از جلد بڑھیں۔ (۱۲۸) ہم نے پچاس سال تقلید مغرب میں گزار

دے اور آج بھی مغرب کا سلوک بالخصوص نئے عالمی نظام کے مقلدوں کا افسوس ناک ہے۔ لہٰذا آخر میں گزارش کروں گی

ڈوبنا تیرا مقدر نہیں مغرب پہ نہ جا　　بن کے سورج تجھے مشرق سے ابھرنا ہوگا

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر عصمت ناز' ملتان

درود و سلام حضور ختمی مرتبت ﷺ پر کہ جن کے فیضان نطق سے گنگ جذبوں کو شوکتِ اظہار' بے جان لفظوں کو ندرتِ گفتار اور بنجر ذہنوں میں جدت افکار عطا ہوئی۔ فاران کی چوٹیوں سے ضوفشاں ہونے والی شمع ہدایت نے غار حرا سے نکل کر عالم انسانی کو جو پیغام دیا تھا اس کی افادیت اور اہمیت میں کسی دور میں بھی کمی واقع نہیں ہوئی' انقلابات آتے رہے' وقت کے دھارے بہتے رہے اور رکتے رہے' تاریخ بنتی اور بگڑتی رہی مگر محسن کائنات ﷺ کی ذات گرامی آج بھی مینارہ نور ہے' منبع رشد و ہدایت ہے' دل و نظر کا قرار اور زندگی کا نکھار ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے لطف و کرم کے دھارے پھوٹتے اور فیضان کے چشمے بہتے ہیں' گرداب میں پھنسے ہوئے سفینے کنارے لگتے ہیں اور انسانیت آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے روشنی اور ہدایت پاتی ہے۔ اس وقت جب ظلمت کا دور دورہ تھا اور انسانیت دم توڑتے ہوئے پکار رہی تھی کہ:

کہاں ہے ارض و سماء کا خالق کہ چاہتوں کی رگیں کریدے
ہوس کی سرخی رخ بشر کا حسین غازہ بنی ہوئی ہے
کوئی مسیحا ادھر بھی دیکھے کوئی تو چارہ گری کو اترے
افق کا چہرہ لہو سے تر ہے زمین جنازہ بنی ہوئی ہے

اور آج پھر یہ ہی صورت حال ہے کہ انسانی قدریں دم توڑ رہی ہیں' وحشت اور بربریت نے' ظلم اور سفاکی نے' جاہلیت اور عصبیت نے بے علمی اور بے نوری نے طاقت کے عفریت نے مزید سے مزید کی ہوس نے نسل آدم کو مسجود ملائکہ کو ان گنت آلام میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور ایسے میں نئے عالمی نظام کی تشکیل گزشتہ صدی کے آخری عشرے سے اب تک ایک چیلنج کی صورت میں سامنے آئی ہے۔ یہ چیلنج اقوام عالم کے لئے بالعموم لیکن امت مسلمہ کے لئے بالخصوص اہمیت کا حامل ہے۔ اس نئے عالمی نظام کی تشکیل نے عالم اسلام کو بہت ہی نازک اور پیچیدہ مسئلے میں الجھا کر رکھ دیا ہے۔ لیکن اگر بنظر غائر اس کا جائزہ لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان اسباب و عوامل کا نتیجہ ہے جو بڑے عرصے سے منظم طریقے سے مسلمانوں کے خلاف تاریخ میں کارفرما ہے اور چونکہ کارگاہ حیات سے قدیم مذاہب کی اور قدیم رسم و رواج سے کنارہ کشی کے بعد اسلام آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے ساتھ اس صورت میں ابھرا کہ اس نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ فتوحات اسلامی کا دھارا چاروں جانب پھیلتا گیا' سندھ سے لرکر ھند تک' فارس سے لے کر فرانس تک اور ایشیا سے لے کر شمال افریقہ تک اور بحر ظلمات سے لے کر اندلس کی وادیوں تک مسلمانوں نے فیضانِ مصطفوی ﷺ کے سہارے کامیابیاں حاصل کر کے اگرچہ مفتوح اقوام کے ساتھ بہت اچھا سلوک روا رکھا...... لیکن ان کے اندر انتقام کا جذبہ راکھ میں دبی چنگاری کی طرح پرورش پاتا رہا...... سقوط بغداد سے لے کر سقوط

غرناطہ اور پھر سلطنت عثمانیہ اور حکومت مغلیہ کا زوال اور سقوط ڈھاکہ غرضیکہ ایسے بہت سے واقعات رونما ہوئے کہ امت مسلمہ استبدادی قوتوں' استعماری طاقتوں اور عالمی قوانین کا شکار ہو کر رہ گئی۔

لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ ناکام ہونے والے اور فتح یاب ہونے والے دونوں نے جدید ترقی یافتہ دور میں بھی ایک بے چینی' نفسانفسی اور عدم مساوات کو دیکھا جیسا کہ تاریخ انسانیت (History of Mankind) میں درج ہے کہ:

''سائنسی اور تنظیمی قوتوں نے حیات انسانی میں عقل اور اخلاقی بحران کو جنم دیا۔ دانشوروں کے لئے سوال یہ تھا کہ آیا کوئی ایسا فطری نظام ہو سکتا ہے جو اقدار کو لوٹنے سے اور اخلاقیات کو گرنے سے بچا سکے''۔(۱)

یعنی پیمانہ امروز وفردا میں تمام تر ترقی کے باوجود یہ گنجائش ہے' یہ فکر دامن گیر ہے کہ اصلاح احوال ہونی چاہیئے اور ایسی ہستی یا ماڈل ہونا چاہیئے جو خوب سے خوب تر کی حقیقت کو پا سکے۔ تاریخ عالم میں جب بھی ایک مکمل ہستی جو ''عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں'' کے مصداق ہو تلاش کی جائے گی تو نظر یقیناً سرور دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ پر مرکوز ہو جائے گی جو بیک وقت سیاسی' سماجی' ثقافتی' اقتصادی' اخلاقی گویا ہر لحاظ سے احسن تقویم کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ آپ ﷺ کی شاندار تعلیمات خالق کائنات کی طرف سے ببانگ دھل یہ اعلان کرتی ہیں کہ اس کا پسندیدہ دین اور اس کا محبوب ﷺ ماضی' حال اور مستقبل پر گرفت رکھتا ہے اور نئے عالمی نظام کی تشکیل کی وجہ سے جو مسائل سامنے آتے ہیں ان کا حل آپ ﷺ کی تعلیمات میں مضمر ہے۔

دنیا اسلحے کے ڈھیر پر بیٹھ کر امن کی متلاشی ہے' پیداوار اور اقتصادی ترقی کے باوجود بھوک اور ننگ اپنی پری قوت کے ساتھ موجود ہے۔ انسانی حقوق' سماجی انصاف اور اسی طرح کے دیگر مسائل جیسے اہم معاملات آپ ﷺ کی ذات سے رہنمائی کے متقاضی ہیں۔ سائنسی اور تکنیکی ترقی جس قدر تیز رفتاری سے دنیا پر جلوہ گر ہو رہی ہے اس قدر آپ ﷺ کی تعلیمات وفرمودات پوری آب وتاب کے ساتھ منکشف ہو رہی ہیں بلکہ اخلاقی طور پر ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جا رہی ہے اور ویسے بھی انسانی فطرت کی جبلت کے طور پر امت مسلمہ اس نئے نظام سے نمٹنے کے لئے تین موقف یا تین رویئے ظاہر کر سکتی ہے۔

پہلا موقف یا رویہ منفی اور سلبی ہے کہ عالمی اسلام بالکل الگ تھلگ ہو کر ہر چیز کو قبول کرے اور کسی قسم کی مزاحمت کو کم و بیش اپنے ہاں اس طرح سے رائج کیا جائے کہ اپنی شناخت کی پرواہ ہی نہ کی جائے۔ تیسرا اور آخری موقف جو کہ بالکل درست اور متوازن ہے جو امت مسلمہ کو اپنانا چاہیئے وہ یہ کہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنے باعزت مقام کا یقین کرنا اور اپنے مستقبل کو محفوظ کرنا ہوگا۔

زیر نظر مقالے میں ماضی کے حوالوں کے ساتھ ساتھ موجودہ صورت حال کا جائزہ اور مستقبل کے حوالے سے امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کے یقین کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور آج ان

غلطیوں کا جوخمیازہ ہمیں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ آئندہ کے لئے اس سے بچاؤ کس طرح ممکن ہے۔

آنحضرت ﷺ نے انسان کے وقار کو بلند کیا اور ہمیں زندگی اور کائنات کو برتنے کا ادراک دیا۔ آپ ﷺ کی ذات اور صفات کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ آپ کی زندگی جہد مسلسل اور سعی وعمل میں رہی۔ آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کی تشکیل میں جو اہم کردار ادا کیا وہ قابل تقلید ہے۔ اس وقت بھی طاغوتی طاقتیں ہر طرف سے مسلمانوں کو اپنے پنجہ استبداد میں لینا چاہتی تھیں۔ ایک طرف قریش' دوسری طرف ایران روم وغیرہ کی طاقتیں تھیں مگر مسلمانوں نے اتحاد و اتفاق سے باہمی یگانگت سے ایسی فقید المثال کامیابیاں حاصل کیں کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔

اس کی وجہ یہ تھی بلکہ یہ ایک امت حقیقت ہے کہ رسول عربی ﷺ نے جو عظیم انقلاب برپا کیا وہ ہمہ جہت و ہمہ گیر انقلاب تھا یہ محض تصوراتی باتیں نہ تھیں بلکہ عقائد و افکار سے لے کر اخلاق و عبادات اور معاشیات سے لے کر سیاسیات تک غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں آپ ﷺ نے صبر' استقامت' جرات' ہمت' حق گوئی و بے باکی کے ساتھ عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دیا اور محض دس سال کے قلیل عرصے میں سلطنت مدینہ کو دس لاکھ مربع میل تک وسعت دی۔ (2) اور اس بات کا اعتراف نہ صرف مسلمان کرتے ہیں بلکہ اچھے اور انصاف پسند ذہن رکھنے والے مخالف اور غیر مسلم بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ مشہور روسی مفکر ٹالسٹائی نے بجا طور پر کہا ہے کہ:

''محمد ﷺ ان عظیم الشان مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے فتوحات کے ساتھ ساتھ قوموں کے اتحاد کے حوالے سے بہت خدمت کی ہے۔ ان کے فخر کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ انہوں نے وحشی انسانوں کو نور حق کی جانب ہدایت دی اور ان کو اتحاد' صلح پسندی اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنے والا بنا دیا اور ان کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھول دیئے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اتنا بڑا کام صرف فرد واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا''۔ (3)

اسی طرح سے نامور امریکی محقق نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "The Hundred" میں آپ ﷺ کو سرفہرست رکھا اور برملا اعتراف کیا کہ:

''ممکن ہے کچھ لوگ تعجب کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک ایسے انسان تھے جو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب و کامران رہے''۔ (4)

مندرجہ بالا بیانات یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ اٹل حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات سے قبل یونان اپنی تہذیب کے کھنڈر تلے دبا ہوا تھا۔ تمام تر فلسفی خواہ وہ کچھ بھی کر لیں ان کے تمام تر تعلیمی ورثے نے دنیا کو روشنی نہیں بلکہ اور اندھیرا بخشا' مگر یہ دنیا آپ ﷺ کے حوالے سے غار حرا میں آنے والی روشنی سے ہی منور ہوئی۔ ایران و روم کے شاہی عصا اور قبا انسانوں کے لئے وبا بنے مگر کالی کملی تمام گرفتاران بلا و مصیبت کے لئے نسخہ شفا بن گئی۔ بادشاہوں کی وسیع سلطنتیں اپنے باشندوں کے لئے تنگ تھیں مگر اس دُرِ یتیم ﷺ کی کوٹھڑی دنیا بھر کے مظلوموں کے لئے اپنے اندر وسعتیں رکھتی تھی' حبش سے فارس سے روم و نجد سے لوگ آتے گئے اور سماتے گئے۔

مگر اب کی صورت حال کا جائزہ لیں تو آج پر آن پھیلتی ہوئی کائنات میں پھر سے تنگی کا سا احساس ہونے لگا ہے' سائنس کی بے کرانی دم کھینچتی ہے۔ سٹیلائٹ' مریخ و مشتری کے مشن عروج پر ہیں مگر بدقسمت انسان ہوائے نفس کا اسیر ہوتا جارہا ہے۔ ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے پردے میں قبائے انسانی کو چاک کیا جارہا ہے۔ ''انٹرنیشنل ویلیوز'' کے چکر میں وہ کونسا نظام ہے جو دنیا نے آزما کرنہیں دیکھا' وہ کونسا طرز حیات ہے جو اہل دنیا نے اپنا کرنہیں دیکھا...... مگران سب کا حاصل کیا ہے؟ انسانیت کی بے قدری' ایک دوسرے سے بے گانگی صرف انفرادی طور پرنہیں بلکہ قوموں کی زندگی میں بھی اب یہ عنصر جڑ پکڑتا جارہا ہے۔ انسانی دنیا واقعی اگر چاہتی ہے کہ مزید ٹھوکروں سے بچ جائے تو اسے سوچنا ہوگا اور یہ ذمہ داری مسلمانوں پر انفرادی طور پر بھی اور امت مسلمہ پر مجموعی طور پر بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا بستر اس گلی میں لگا دے جس کوچے پر گدا' شکوہ قیصری رکھتا ہے' اس گلی میں جانے والے اپنے اندر شان گدائی میں بھی ان سکندری رکھتے ہیں...... یہ بند اور اندھی گلی نہیں ہے اس کا ایک سرا دنیا اور دوسرا عقبیٰ ہے۔ جو آبرو اس گلی سے ملنے والی تعلیمات دیتی ہیں وہ دنیا کا کوئی اور انسان یا نظام نہیں دے سکتا۔

آپ ﷺ کا دیا گیا نظام ایک آفاقی نظام ہے جو ہر دور کے لئے مشعل راہ ہے اور اس کے اندر ہر زمانے کے لئے جامع اور ابدی اصول ہیں۔ ان اصول وضوابط کی تشریح وتفسیر اور ان پر مبنی پیغام جاودانی کو بیان کرنے کے لئے صدیاں درکار ہیں۔ لیکن یہاں صرف عصر حاضر میں نئے عالمی نظام کے حوالے سے بات ہورہی ہے لہٰذا انہی زاویوں کی خوشہ چینی کرنے کی ضرورت ہے جو دور جدید میں دکھی انسانیت کے لئے مداوا بن جائیں اور سب پر یہ واضح ہوجائے جیسا کہ برنارڈ شاہ پر واضح ہوا تھا کہ:

''موجودہ انسانی مصائب سے نجات کی واحد صورت یہ ہی ہے کہ محمد ﷺ کی تعلیمات یعنی اسلام کو دستور العمل بنا لیا جائے کہ یہ ہی انسانیت کی فلاح کی ضامن تعلیمات ہیں''۔(5)

آپ ﷺ کا پیغام اور تعلیمات کائناتی اور آفاقی ہونے کے اعتبار سے امت اجابت اور امت دعوت ہر دور پر حاوی ہے اور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ آغاز سے لے کر زمانہ حال تک ہر دور میں حضرت محمد ﷺ کے مخاطبین ان ہی دو حصوں پر مشتمل رہے اور اس لحاظ سے جو پیغام فی الوقت امت مسلمہ کے لئے مختص کیا جاسکتا ہے ان میں سب سے اولین شے امت کا اتحاد اور اتفاق ہے جو کہ عالم اسلام کی سب سے بڑی اور فوری ضرورت ہے' جس کے بغیر امت مسلمہ کی کامیابی کسی طور پر بھی ممکن نہیں ہے۔ خود خداوند کریم نے ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ'' کہہ کر اس کی اہمیت بتادی تھی اور آنحضرت ﷺ نے مومنین کے درمیان اخوت واتحاد کی ضرورت پر ہمیشہ زور دیا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ہم نے اس سنہری اور بنیادی اصول کو بالائے طاق رکھ دیا اور آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے یا پھر غیروں پر انحصار کرنے لگے جس کا نتیجہ آج نئے عالمی نظام کی شکل میں ہمارے سامنے ہے کہ اکثر ممالک تمام تر معدنی وسائل اور معدنیات' گرم پانیوں کے ذخائر' تیل کی دولت' ایٹمی اسلحہ وغیرہ موجود ہے صرف افغانستان جیسے پسماندہ ملک کے اندر سونے کے ایک لاکھ ٹن ذخائر کے علاوہ لیتھیم جیسی قیمتی دھات موجود ہے جو ہائیڈروجن بم بنانے میں کام آتی ہے۔ اور یہ لیتھیم مستقبل میں سوائے یہاں کے کہیں اور دستیاب نہ ہوگی۔ ٹائی ٹینیم کا وسیع ذخیرہ بھی ادھر ہے جو میزائل بنانے کے لئے ضروری ہے۔ وسطی

ایشیا کی مسلم ریاستیں' جنوبی ایشیا' افریقہ وغیرہ بھی اس لحاظ سے مالا مال ملک ہیں۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ امت مسلمہ افلاس کا شکار ہے' جنگ و بربریت اس پر حاوی ہے' تمام مسلمان ممالک تقریباً 76 ارب ڈالر محض دفاع پر مجموعی طور پر خرچ کر دیتے ہیں اور خوراک تک باہر سے منگوانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ شاید مسلمانوں نے قدرتی اور انسانی وسائل کو اجتماعی مفادات کے لئے بروئے کار لانے کی مخلصانہ کوششیں ہی نہیں کیں۔ امت مسلمہ کی صاحب اختیار و اقتدار اشرافیہ' ذاتی اقتدار کے تحفظ اور ذاتی عیاشیوں سے آگے بڑھ کر سوچ ہی نہیں سکتی' دوسری طرف فکری اشترافیہ ہے وہموں' وسوسوں' اندیشوں' خوابوں اور مختلف قسم کے خوبیاز کا ایسا جال بچھایا کہ ہماری اجتماعی سوچ ہی مسخ ہو کر رہ گئی۔ ہم نے علم و تحقیق سے اغماض برتنا شروع کر دیا۔ آج سائنسی ترقی تمام تر غیروں کی مرہون منت ہے' کوئی بھی مسلمان ملک معاشی' اخلاقی' معاشرتی حتی کہ سیاسی لحاظ سے بھی ماڈل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری فکروں میں ارتقاء نہیں ہو سکا' ہم صدیوں کی یکسانیت سے اکتائے نہیں مگر ساتھ ساتھ نشاۃ ثانیہ کا واویلا ضرور مچائے رہتے ہیں...... بلند آواز میں نعرے لگا لگا کر دشمنوں کو ڈرانے کی مصنوعی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حالانکہ صرف ایک مرتبہ سعودی عرب نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کیا تھا جو کہ ان کا حق تھا تو وائٹ ہاؤس کے مکینوں کو بھی سائیکل سواری کے فوائد پر غور کرنا پڑا تھا اور ٹائمز نے لکھا تھا کہ ''صحرا پر حکمران ایک شخص نے امریکنوں کے وقار کا جنازہ نکال دیا ہے'' یہ تھی اتحاد کی قوت اور یقین و اعتماد کی دولت...... مگر پھر یہ اتحاد قائم نہ رہ سکا اور یہود و ہنود نے امت مسلمہ کے مقابلے میں اتحاد کر لیا اور نئے عالمی نظام کی تشکیل کی آڑ میں مسلمانوں کو پے در پے نقصان پہنچانے لگ گئے۔

-- دوسری طرف سوشلسٹ بلاک کی ناکامی نے اب دشمنان اسلام کا رخ صرف ادھر ہی کر دیا ہے کہیں مسلمانوں پر تشدد پسند' کہیں بنیاد پرست' کہیں جاہل اور پسماندہ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ خود ان کی ترقی مسلمانوں کی مرہون منت ہے۔ اور اسلام بذات خود اپنے نام کی نسبت سے سلامتی کا مذہب ہے اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات نے عملی طور پر اسے امن و سلامتی کا مذہب ثابت کر کے دکھایا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے نہ فکری پرورش کی طرف توجہ دی نہ ذہنی شعور کو بلند کرنا مناسب خیال کیا اور اس طرح اسلام محض نام نہاد مذہب فروشوں کی وجہ سے بدنام ہو کر رہ گیا۔ حالانکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیشہ مسلمانوں کو دعوت فکر دی' ہمیشہ ان کو اجتہاد کا راستہ دکھایا' بحث و تمحیص اور اختلاف رائے کو امت کی بہتری خیال کیا' اور اس کی پیروی بعد میں خلفائے راشدین نے کی تھی اور امام ابو حنیفہؒ نے بھی تمام مسائل کو شاگردوں کے سامنے رکھ کر بحث و فکر کے بعد حل کیا۔ موجودہ دور ہر لحاظ سے ایک جدید دور ہے۔ نئی منازل' نئی گذرگاہوں کی دنیا ہے مگر ہم قرآن اور نبی ﷺ کی تعلیمات کے باوجود ذہنی وسعت اور ارتقاء' غور و فکر اور تدبر کے احکامات پر توجہ نہیں دیتے ہیں کیا امت مسلمہ کا یہ فرض اور ذمہ داری نہیں ہے کہ بدلتے ہوئے وقت اور حالات کے مطابق خود کو بدلے۔

ہم تو ابھی یہ یقین ہی نہیں کر سکے کہ قرآن کے واضح حکم اور آپ ﷺ کی احادیث کے اس عمل پر کہ ''جمعے کی نماز کے وقت کاروبار بند کر دو اور پھر زمین پر رزق کی تلاش میں پھیل جاؤ'' کے بعد چھٹی کس دن کرنی ہے۔ کیا اس وقت جبکہ دنیا کا تمام تر

معاشی نظام اور لین دین جمعے کو چل رہا ہوتا ہے' ہم اس دن چھٹی کر کے خود کو مزید پسماندہ کر لیں۔ حکم کاروبار کو چھوڑنے کا' جمعے کی نماز کے لئے ہے نہ کہ تمام دن کے لئے' مگر افسوس کا مقام ہے کہ امت مسلمہ کے بیشتر ممالک اس مسئلے ک قطعی طور پر سلجھانے میں ناکام ہیں۔ قیامت تک انسانوں کا راہنما ہونے کا دعویٰ قرآن اور شارح قرآن محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ لہٰذا بدلتے نظام کے ساتھ خود کو بھی تھوڑا سا بدلنے کی ضرورت ہے۔ مگر یہاں تو:

خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

مسلمان قوم جو ایک عرصے تک دنیا پر یورپ کے وسط تک اور پھر زوال کے بعد اپنی علمی تحقیق کے باعث دنیا پر حکومت کرتی رہی۔ اس کی وجہ یہ ہی تھی کہ ہر نئی اور مثبت پیش رفت کو مسلمانوں نے لبیک کہا اور خود دوسروں سے بڑھ کر سائنسی علوم میں' طب میں' زراعت وعلوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ مگر جب ذہنی ترقی رک گئی تو کبھی خود ساختہ علماء نے پرنٹنگ پریس کو کبھی لاؤڈ سپیکر کو کبھی دستی گھڑی کو کبھی ٹیلیفون کو کبھی ٹیلی ویژن کو کبھی ریکارڈنگ کو برا بھلا کہا مگر رفتہ رفتہ پھر اس کو اپنا بھی لیا' مگر اس وقت تک ہم دشمنان اسلام کی تضحیک کا نشانہ بنتے رہے۔ لہٰذا کل بھی اس بات کی ضرورت تھی اور آج کہیں زیادہ ہے کہ ہم اسلام کے قطعی اور صوابدیدی احکامات کا فرق محسوس کریں اور مغربی ابلاغ کا منہ توڑ جواب دیں اور بدلتے ہوئے حالات اور واقعات کے مطابق خود بھی بدلیں۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم "سیلات کے پانی پر اٹھنے والی جھاگ کی طرح رہ جائیں گے"۔

دنیا یہ ناکام تجربہ کر بیٹھی ہے جب مارکس کے مطابق مذہب کو افیون کہا جاتا تھا مگر اب ساری دنیا میں روحانی تسکین کے لئے مذہب کو بھی سب سے بہتر دوا مانا جا رہا ہے۔ کیونکہ جہاں مادیت اور سائنس نے ترقی دکھائی وہاں ہیروشیما اور ناگا ساکی پر گرائے جانے والے ایٹم بموں کی ہلاکت خیزی بھی دنیا نے دیکھی۔ اسٹالن' ہٹلر' سولینی کی وحشت انگیز تقریریں بھی سنیں' جنگ کے نتیجے میں کھوپڑیوں کے مینار بھی دیکھے' بھوک اور وحشت بھی دیکھی...... اور آج پھر عراق میں بلک بلک کر مرنے والے بچے' قحط کے مارے افغانی' ایسٹ تیمور کے ملبے سے ملنے والی اجتماعی قبریں اور تباہ حال عمارات' بوسنیا اور چیچنیا میں انسانیت سوز سلوک' کشمیر میں ظالمانہ کاروائیاں اور ہلاکتیں' فلسطین میں ظلم وستم کے نتیجے اور پھر خودکش دھماکوں کی بڑھتی ہوئی کاروائیاں روز کا معمول بنتی جا رہی ہیں اور اسی پر بس نہیں ابھی مزید اسلحے کی تلاش میں ماہرین تمام تر بین الاقوامی قانون کو پس پشت ڈال رہے ہیں اور حملے کرنے کے لئے فوجیں متحرک ہیں' یعنی نئے عالمی نظام کی تشکیل میں زیادہ نشانہ مسلمان ہیں۔

اگر ایٹم بم مسلمانوں کے پاس ہے تو قابل گرفت اگر اسرائیل کے پاس ہے تو تحفظ کی ضمانت ہے۔ اگر 11/9 کو امریکہ پر حملہ ہو تو وہ دہشت گردی ہے مگر دوسروں کی سرحدوں کی پامالی یہ دشمنوں کی تلاش ہے یعنی سائنس کی ترقی کے زعم پر دنیا پر حکمرانی کا نیو ورلڈ آرڈر جس طرح سے دنیا پر مسلط کیا جا رہا ہے اسی بات کی طرف خود مغربی فلاسفر نطشے نے بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"تہذیب جدید پر سائنس اور علم کا غلبہ ضرور ہوا ہے لیکن اس کی تہہ میں وحشی اور بے رحم قوتوں کا جوش وخروش بھی موجود ہے جس کے سامنے تہذیب' معقولیت اور آفاقیت کے الفاظ بے معنی ہیں"۔(6)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کے نئے نظام میں نبی آخر الزمان ﷺ کی تعلیمات کو اپنانا ہوگا بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ اپنانا ہوگا۔ آج انسانیت کو معاشرے کا توازن بحال کرنے کے لئے یقین محکم کی منزل پانے کے لئے حقیقی طمانیت کا احساس دینے کے لئے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے روشنی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ امن و عافیت جس کی تلاش آج تک سب کو ادھر اُدھر بھٹکا رہی ہے وہ آپ ﷺ کی تعلیمات میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

آج ترقی یافتہ بڑی طاقتیں اسلحے کی پیداوار اور اس کی فروخت کی منڈیا بن چکی ہیں اس وجہ سے کم ترقی یافتہ ممالک بھی یا اسلحہ خریدنے پر مجبور ہیں یا خود اسلحے کے تجربات کرنے پر بجٹ صرف کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ دو عالمی جنگوں کی تباہی کے بعد انجمن اقوام اور پھر اقوام متحدہ کی تشکیل محض امن برقرار رکھنے کے لئے کی گئی تھی۔ مگر تمام تر سعی لاحاصل رہی اور خوف کی فضا میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا رہا ہے۔ سرد جنگیں بھی اسی کشمکش کا نتیجہ ہیں ایسی صورت میں ہمیں آنحضرت ﷺ کی حکمت عملی کو دیکھنا ہوگا کہ:

''غزوات نبوی ﷺ اور ماضی وحال لڑائیوں میں جو فرق سب سے نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ ان کی جنگ کا مقصد محض اپنا مفاد ہوتا ہے لہٰذا ایک کے فاتح اور دوسرے کے مفتوح بننے کے بعد جب صلح ہوتی ہے تو وہ پیام امن وسکون بننے کی بجائے آئندہ جنگ کے اسباب یعنی کینہ وانتقام کے جذبات ساتھ لاتی ہے۔ اس کے برعکس آپ ﷺ کے تمام غزوات کا خاتمہ امن وامان پر ہوا اور ان جنگوں نے تمام دنیا کو نتائج کے طور پر اخوت ومساوات کی دعوت دی''۔ (7)

آپ ﷺ نے انتہائی ناگزیر حالات میں جنگ لڑی مگر صلح حدیبیہ میں بظاہر مغلوبانہ شرائط قبول کر کے جس دانشمندی اور وقار کا مظاہرکیا وہ قابل تقلید ہے کہ اگر بات چیت سے مسائل حل ہو جائیں تو اسی میں فلاح ہے۔ آج دنیا کو اسوۂ حسنہ سے فیضیاب ہو کر ہی بے چینی اور خوف کی فضا سے نجات مل سکتی ہے اور وہ عالمگیر خوف عدم تحفظ کا احساس، بے زاری کی کیفیت کے خاتمے اور باہمی محاذ آرائیوں سے بچنے کے لئے جو نام نہاد تجربے کئے جا رہے ہیں ان کے مقابلے میں آپ ﷺ کی تعلیمات اتنی سادہ روشن اور قابل عمل ہیں کہ انہیں زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔

اور ساتھ ہی امت مسلمہ دنیا کو بتائے کہ اسلام دہشت گردی کے خلاف ہے۔ امن وآتشی کا مذہب ہے۔ اس میں تمام انسانیت کا احترام موجود ہے تمام مذاہب کے ماننے والے اس کے نزدیک محترم ہیں اور یہ انسانی وحدت کہ ''تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں'' یہ معیار تھا جو قرآن نے دیا اور اس کی عملی تفسیر آپ ﷺ نے پیش کی۔ لہٰذا تعمیر امت مسلمہ کے پیش نظر آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ہم سب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اسلام کی اصل روح کو پیش کرنے کا دینی اور اہم فریضہ سرانجام دیں۔ کیونکہ اسلام قطعاً دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کو سزا یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں' یہ ذلت ورسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے''۔ (9)

آپ ﷺ کی تعلیمات کا ایک اور پہلو جدید نظام کے حوالے سے اہم ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث میں جا بجا اخوت' یگانگت' بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ نفرت' حقارت کے جذبات کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی گئی۔ جگہ جگہ مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں' ایک عمارت کی طرح سے یا ایک جسم کی طرح سے ہیں۔ (10) کے الفاظ یا پھر قرآن کے یہ الفاظ کہ "آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ متفرق اور کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (11) لہٰذا یہ تمام دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ امت مسلمہ کی بقاء کے خاطر تمام تر فروعی تنازعات کو ختم کر دیں اور دشمنوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو غیروں کے ساتھ بھی اتنا بہترن سلوک کیا کہ مشرکین تک کو کھانے کی دعوتیں دیں' ان کی بہتری کے لئے دعائیں مانگیں' ان کے ظلم کے نتیجے میں بھی ظلم نہیں کیا بلکہ ہدایت کی التجا اللہ کے حضور پیش کی۔ تو کیا آج بھی اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم صبر و تحمل سے کام لیں' آپس میں بھی اور غیروں کے ساتھ اخوت و یگانگت کا مظاہرہ کریں کہ اسی میں نجات ہے۔ دنیا محض نعرہ بازی یا پتلے جلا کر یا جلوس و جلسے منعقد کر کے نہیں چل سکتی اس کے لئے آپ ﷺ کی تعلیمات کے سہارے کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔

آپ ﷺ نے جس رواداری کے مظاہرہ کیا تھا وہ فقید المثال ہے۔ آپ ﷺ نے ابو جہل کو گالی دینے سے صحابہ کو روکا' رئیس المنافقین کے ساتھ بہترین سلوک کیا' قیدیوں کے ساتھ نرم دلی روا رکھی' فتح مکہ کے وقت عام معافی کا اعلان کیا۔ یعنی آپ ﷺ کی تعلیمات کی سب سے بڑی اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تعلق کسی خاص طبقے اور گروہ سے نہیں بلکہ تمام کائنات انسانی کے لئے ہے جس میں رحمت و شفقت' دوسروں کا احترام اور محبت اجاگر ہیں۔ مگر آج کے نئے نظام میں آغاز ہی انتقامی کاروائیوں سے دوسروں کو تہس نہس کرنے سے ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے برداشت' تحمل' عفو و درگذر جیسی شاندار تعلیمات دے کر نسل انسانی کے عام مسائل اور حتیٰ کہ نفسیاتی مسائل حل کرنے کی کوشش کی اور خود کو بطور مثال پیش کیا۔ آپ ﷺ نے جس طرح سے دشمنوں کی طاقت سے خود کو من الحیث القوم اور بطور امت مسلمہ عاری پاتے ہیں محض افواہوں پر یقین کر کے بغیر کسی ثبوت کے اپنے ہی ہم مذہبوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اسی طرح سے غیر مسلموں کے جان و مال کا تحفظ بھی ہم کرنے سے قاصر ہیں۔ انہیں عبادت کرتے ہوئے موت کے گھاٹ اتار دینا ہرگز اسلام نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کا تاثر دوسروں پر خراب کرنے کے مترادف ہے۔ ایسے رویئے اسلام کو بدنام کرتے ہیں لہٰذا امت مسلمہ کا یہ فرض بنتا ہے کہ ایسی حکمت عملی اپنائے جس میں برداشت اور رواداری کا زیادہ سے زیادہ عنصر شامل ہوتا کہ اسلام کی اصل سلامتی والی اور خوبصورت شکل لوگوں کے سامنے آئے۔

آپ ﷺ کی ذات گرامی بدر کامل کی طرح سے انسانیت کے سفر حیات کا ایسے احاطہ کرتی ہے کہ اس مینارہ نور سے بھٹکے ہوئے آہو سوئے حرم جا نکلتے ہیں۔ آج کے نئے نظام کی تشکیل میں وہ ممالک زیادہ تر دوسروں کا استحصال کرنے کے درپے ہیں۔ بڑی اور مالدار خوشحال طاقتیں جو G-8 کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں وہ غریب اور ترقی پذیر ممالک کو قرضوں کے جال میں پھانس کر اپنے سیاسی اور فوجی عزائم پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔

گلوبلائزیشن کے نام پر اقتصادی اور ثقافتی یلغار مسلسل نہ صرف باقی ممالک کو بلکہ امت مسلمہ کو بھی پریشان کئے ہوئے ہے۔اس کے خلاف اٹلی میں جولائی 2001 میں شدید ہنگامے ہوئے جس میں کافی زیادہ ممالک کے باشندوں نے حصہ لیا۔آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک پر بھی ان ہی ممالک کی اجارہ داری ہے مگر اقتصادی بحران سخت سے سخت تر ہوتا چلا جارہا ہے۔امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن کے اقتصادی مشیر لارائینڈر یوٹائسن نے کہا ہے کہ:

''گلوبلائزیشن نے غریب اور امیر ممالک کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل ہی نہیں کی بلکہ اسے اور گہرا اور وسیع تر کردیا ہے''۔(12)

ایک اور امریکی ماہر اقتصادیات جو یونین لیڈر بھی ہے اس نے اس پر جارحانہ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''گلوبلائزیشن نے ڈرامائی طور پر قدموں کے اندر اور مختلف اقوام کے درمیان عدم مساوات پیدا کردی ہے''۔(13)

قابل غور بات یہ ہے کہ اتنی سائنسی ترقی کے باوجود ایسا کیوں ہے۔دراصل مسائل کی زیادتی' وسائل کی کمی' پرخلوص قیادت کے بحران کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔ان حالات میں پیغمبر اسلام محمدﷺ کی تعلیمات قابل توجہ ہیں کہ کسی معاشرے میں معاشی ناہمواری دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جانے سے ہوتی ہے اور اس وقت تمام دنیا کی دولت چند ممالک تک محدود ہو جانے سے حقیقی گردش زر رک گئی ہے۔اسلام کے فلسفے میں ہمسائے کے حقوق سے لے کر پورے معاشرے میں غریب افراد کو تحفظ دینا ان کی کفالت کرنا شامل ہے۔آنحضرتﷺ نے تمام سرکاری مال اور مراعات سے خود کو محفوظ رکھ کر مثال قائم کی۔ آپﷺ کی تعلیمات میں ارتکاز دولت کی بجائے گردش زر کا تصور ہے جس کی بدولت بے شمار معاشی اور اقتصادی چیلنجز امت مسلمہ حل کرسکتی ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ اس کی محتاجی اور دست نگری ختم ہوسکتی ہے۔

آج کے نئے دور میں حقوق انسانی یا ہیومن رائٹس کا بہت واویلا مچایا جاتا ہے یا اس نئے نظام کی تشکیل کے لئے اس کو بطور ایک سلوگن یا نعرے کے اپنایا گیا ہے۔مگر آپﷺ نے بلاشبہ ساتویں صدی عیسوی میں (10 ھ) میں خطبہ حجۃ الوداع کی صورت میں انسانی حقوق کا ایسا شاندار چارٹر پیش کیا کہ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر اس کے سامنے کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے۔ 1215ء میں کنگ جان نے جو میگنا کارٹا ترتیب دیا وہ اہل یورپ کی تاریخ کی بڑی اہم دستاویز ہے۔حالانکہ یہ محض شاہی اختیارات محدود کرتا تھا جبکہ آپﷺ کا دیا ہوا عالمگیر چارٹر انسانی حقوق سے متعلق تمام تر جزئیات کے ساتھ موجود ہے اس میں بچوں' غلاموں' عورتوں' نسلی امتیازات' زبان ونسل کے فاصلے کے متعلق غرضیکہ تمام حقوق موجود ہیں۔غلامی کے خاتمے کا واضح اعلان اس میں ہے۔لہٰذا امت مسلمہ کو دنیا پر یہ واضح کرنا ہوگا کہ اسلام ہی بنیادی انسانی حقوق کا محافظ ہے اور آنحضرتﷺ کی تعلیمات ہی دنیا کو اس کا عملی مظاہرہ پیش کر کے دکھا چکی ہے۔

آج کی مہذب دنیا میں سیاست و معاشرت جنگ وامن میں ''میڈیا وار'' کا تذکرہ بھی اہمت اختیار کر چکا ہے۔غلط مفروضات کے پھیلانے دوسروں کی مختلف حیلوں بہانوں سے برین واشنگ' نفسیاتی دباؤ' پراپیگنڈہ وغیرہ اتنا عام ہو چکا ہے اور یہ تمام تر حربے استعمال کرنے والی طاقتیں بھی بڑی طاقتیں ہیں۔ان کے پاس دنیا کے تیز ترین مواصلاتی نظام' سٹیلائٹ سسٹم' انٹرنیٹ کمیونیکیشن' اخبارات' جرائد' ریڈیو ٹی وی کے سرکاری' پرائیویٹ اور ذاتی چینلز اس کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ وہ برملا

کہتے ہیں کہ:

''دشمن کے توپ خانہ کو برباد کرنے سے اہم بات یہ ہے کہ اس توپ خانوں کے استعمال کرنے والوں کے ذہنوں کو بدل دیا جائے''۔(14)

مگر افسوس کہ مسلمان اس اہمیت سے آج پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ آج سے نہیں صدیوں سے مخالف اقوام کے شر سے محفوظ رہنے یا انہیں مغلوب کرنے کے لئے پراپیگنڈہ کا رواج ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جنگ کی کیفیت میں کچھ باتیں جائز ہوتی ہیں'' بالکل حالات و وقت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ آپ ﷺ نے اسلام کی ترویج و اشاعت اور ریاست مدینہ کے تحفظ و بقاء کے لئے ''پراپیگنڈہ'' کا مثبت استعمال کیا تو کیا وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ اس نئے عالمی نظام کے ردعمل کے طور پر اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتی اور اس نہج پر عمل کر کے دشمنوں کو نیچا نہیں دکھاتی ہے؟ آنحضرت ﷺ کے طرز فکر و عمل سے دوری کا یہ المیہ کہ جہاں بہت سے دوسرے شعبوں میں آج امت مسلمہ کا کوئی قابل ذکر مقام نہیں ہے۔ وہاں آج عالمی میڈیا کے سامنے یہ بالکل ایک حقیر تنکے کی مانند رہ گئی ہے جو دریا کی تند و تیز موجوں کے سامنے بے بس ہے۔ سیرت نبوی ﷺ میں غزوہ خندق کے موقع پر یہودیوں اور قریش کی طاقت کو توڑنے کے لئے نعیم بن مسعودؓ کو جو کہ اسلام لا چکے تھے مگر یہ بات عام نہ تھی اور ان کے تعلقات دونوں گروہوں سے اچھے تھے لہٰذا ان کے ذریعے سے غلط فہمی پھیلا کر ان کے اتحاد کو پاش پاش کر دیا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''ہمارا یہ عمل دھوکہ نہیں بلکہ جنگی حربہ'' ہوگا۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''جنگ صرف زور آزمائی کا نام نہیں بلکہ ایک داؤ بھی ہے'' آپ ﷺ کا یہ قوم بھی اس اعتبار سے زبردست اہمیت کا حامل ہے کہ ''جس نے کسی قوم کی زبان سیکھ لی وہ اس کے شر سے محفوظ ہو گیا''۔(15)

لہٰذا آج اس بات کی ذمہ داری امت مسلمہ کو محسوس کرنی چاہیئے اور مسلمان معاشروں کو جذباتی اور سطحی سوچ سے اوپر اٹھایا جانے کی کوشش تیز سے تیز تر کرنی چاہیئے تا کہ عالمی نظام کے میڈیا کے سامنے اپنے قدم جما سکیں ورنہ تو عالمی نظام اپنی مرضی اور منشاء کے ایسے کردار تخلیق کرتا رہے گا جسے دیکھ کر ہم بلا ارادہ ہڑتالیں، ہنگامے اور احتجاج کرتے رہیں گے جس سے اور نقصان ہوگا۔

آج دنیا پر مسلط کیے جانے والے عالمی نظام اور اس کی جزئیات کو رفتہ رفتہ پھیلایا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے چارٹر کو بھی مدنظر نہیں رکھا جا رہا ہے بلکہ صاف صاف کہا جا رہا ہے کہ:

''امریکہ اپنے دشمنوں پر پیش بندی کے طور پر حملہ کرنے سے نہیں ہچکچائے گا خواہ اسے بین الاقوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ اپنی فوجی بالادستی کو خطرے میں پڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دے گا''۔(16)

مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ تشدد کے خلاف ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں ہے، حالانکہ درون خانہ مشورے مسلمانوں کی بربادیوں کے ہی ہو رہے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اپنے نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں یہ جان لینا چاہیئے کہ بات عددی برتری کی نہیں ہوتی اور نہ ہی مقدار کی اہمیت ہوتی ہے بات ہوتی ہے معیار کی اور معیار بھی ایسا کہ شک و شبے کی گنجائش نہ رہے۔ امت مسلمہ میں دہرے معیار نہ ہوں بلکہ صاف ستھری سیاست و معاشرت، ریاست

معیشت لازمہ ہونی چاہیئے۔

ہمیں یہ بات بھی سمجھنی چاہیئے کہ آج کی بڑی طاقتیں یا سپر پاورز جو نئے عالمی نظام کی تشکیل کر رہی ہیں ہمارے اور ان کے درمیان جنگ محض کفر و اسلام کی جنگ نہیں ہے۔ بڑی طاقتوں کا رویہ ہمیشہ سے ایسا ہی رہا ہے۔ ہماری ضرورتیں' مصلحتیں اور مجبوریاں ہیں۔ امت مسلمہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ عامتہ المسلمین کی ذہنی بالیدگی کا اہتمام کرے کیونکہ کمزوری کے کوئی حقوق نہیں ہوتے اور غاصبانہ حملے کرنے والوں کے کوئی اصول نہیں ہوتے...... ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ کی زندگی کی بے شمار مثالیں ہیں کہ جب تک مسلمان ایک قوت نہ بنے' آپ ﷺ نے اس قدر دانشمندی' عقل و فہم سے کام لیا تھا اور بالآخر فتح مبین حاصل کی تھی۔ مگر اس سے قبل میثاق مدینہ' صلح حدیبیہ' جیسے شاندار اور اہم فیصلے بھی کئے تھے۔

ابتدائی تبلیغ میں غار حرا سے لے کر شعب ابی طالب تک' طائف کے بازاروں سے لے کر غار ثور تک اور ہجرت تک اور پھر ہجرت سے میدان بدر تک کتنے مختلف مراحل اور کتنے مختلف انداز سے آپ ﷺ نے دیکھے اور برداشت کئے اور پھر مدینہ سے گزرنے والا تجارتی راستہ بھی کنٹرول میں رکھا کہ قیصر و کسریٰ کو زیر بار کرنا تھا۔ امت مسلمہ کے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ فتح کے لئے کوئی عام فیصلہ نہیں بلکہ علم و حکمت و دانش و آگہی' تربیت و تعلیم' ڈسپلن ترتیب ٹیکنالوجی وغیرہ سب ضروری ہیں۔ ہمیں اپنے رویے اور سوچ میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ جہاد محض اسلحے کے بل بوتے پر نہیں لڑا جاتا اور نہ ہی اس کے لئے میدان جنگ کا ہونا لازمی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ظلم کے خلاف' جہالت' کم عقلی' غربت' آمریت کے خلاف جہاد کیا' جنگ کی لہٰذا امت مسلمہ کا یہ فرض اور ذمہ داری ہے کہ اگر ایک اللہ' ایک آقا' ایک کعبہ' ایک کلمہ' ایک قرآن تو پھر کیوں سب امت واحدہ نہیں...... صرف اس لئے کہ ہم اپنی جھوٹی انا سے نہیں نکلتے' ہمیں اس خول سے نکلنا ہوگا اور جنگ کا میدان بدلنا ہوگا۔ ہمیں ہتھیاروں کا نہیں اوزاروں کا استعمال جاننا ہوگا' کلاشنکوف نہیں کمپیوٹر سیکھنا ہوگا' دشمنوں سے ٹیکنالوجی ادھار نہیں بلکہ خود پیدا کرنا ہوگی کیونکہ یہ ہی آپ ﷺ کی تعلیمات ہیں اور یہ ہی قانون فطرت ہے اور جو فطرت کے قوانین کو توڑتے ہیں تاریخ انہیں توڑ کے رکھ دیتی ہے۔ جبکہ ہمارا تو دین ہی دین فطرت ہے۔ ہمیں چپ چاپ آگے بڑھنا ہوگا' طاقت کے جواب میں طاقت کی تیاری کرنا ہوگی اور اس وقت تک خال خولی نعروں سے احتراز کرنا ہوگا جب تک ہم دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کامیاب نہیں ہو جاتے۔

آج نئے عالمی نظام کی تشکیل نے بہت سے سوالات امت مسلمہ کے ذہنوں میں پیدا کئے ہیں مگر انکا جواب کہیں سے نہیں ملتا ہے۔ مثلاً

☆ اس وقت عالمی سطح پر ہمیں قوت کا غلبہ ہے وہ ہمارے ساتھ زیادہ دوستانہ رویہ نہیں رکھتی بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ سراسر ہماری دشمن ہے۔ مگر ہم اقتصادی اور دفاعی دونوں طرح کے معاملات میں اس کی تائید کے بغیر اور اس کی مدد کے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتے یا کم از کم اس سے بے نیاز ہو کر نہیں رہ سکتے...... تو کیا اس سے مقابلے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر روز اس پر لعنت ملامت کی جائے؟

☆ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ مَعَ الْعُسرِ یُسرا یعنی ہر مشکل کے ساتھ آسانی رکھی گئی ہے۔ کیا ہم نے اس نوعیت کا کوئی

فکری کام کیا ہے جو عہد حاضر میں ہمارے لئے آسانیوں کی نشاندہی کر سکے جس سے امت مسلمہ میں امید کی کرن پیدا ہو۔

☆ اگر ہمارا سامنا کسی ایسے دشمن سے ہو جو قوت' اثر ورسوخ اور وسائل میں ہزار گنا زیادہ ہو تو کیا اس سے ٹکرانا دانشمندی ہے؟ جبکہ اس تصادم سے بچنے کی صورت بھی موجود ہو؟ کیا علمی اور فکری تحقیقی کام کئے بغیر محض نعرہ بازی یا بندوقیں اٹھا کر اسلام کے کسی غلبے کا خواب دیکھنا عقلمندی ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر ہمارے سامنے کونسا راستہ ہے؟ وہی راستہ ہے جس کی نشاندہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی سیرت پاک میں کی ہے۔

مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ نئے عالمی نظام کے کسی بھی پہلو کا جائزہ لیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ اس نظام نے دنیا اور عالم اسلام کی تمام تر سٹریٹیجک سوچ سے وابستہ معاملات بدل کر رکھ دیا ہے اور یہ کہنا حتمی طور پر مشکل بھی ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ عالم اسلام کی ایک بڑی اہم ذمہ داری اس وقت یہ بھی ہے کہ ''خود انحصاری'' پر توجہ دے۔ کیونکہ صرف مغربی طاقتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے امت مسلمہ اپنے مذہب اور مفادات کو قربان نہیں کر سکتی۔

اور یہ بات صاف نظر آ رہی ہے کہ اس صدی میں اجارہ داری حاصل کرنے کے لئے اسلامی ممالک کی عسکری پوزیشن پر کنٹرول کرنے کے لئے نیا نظام بے چین ہے۔ اب مشرق وسطیٰ میں عراق کے مسئلے کا ''مناسب'' حل' تلاش کیا جا رہا ہے۔ آئندہ صرف ایران و پاکستان ہو سکتے ہیں اور اس ضمن میں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بعض افراد یا بعض پالیسیوں کو یا عناصر کو ہوّا بنا کر پیش کیا جائے گا۔

اس ماحول و صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی ممالک جہاں پر ایک طرف اپنی بین الاقوامی شناخت کو او آئی سی و عرب لیگ کی وساطت سے اجاگر کرنے کی کوشش کریں تو دوسری طرف ''اللہ کی رسی کو مظبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں تفرقہ میں نہ پڑو'' پر عمل کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ افضل یہ یقین محکم کرنے کی ضرورت ہے کہ امت مسلمہ بھی ایک ایسا اتحاد ہے ایک ایسی معاشی طاقت ہے جس کے دست نگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فضل و کرم سے سارے بڑے ممالک ہیں مگر اس طاقت کو خارجہ پالیسی کے ذریعے مدبرانہ دور اندیشی کے ذریعے افہام و تفہیم کے ساتھ خود مختاری کے تحفظ کے ساتھ ظاہر بھی کرنا ہو گا اور استعمال بھی کرنا ہو گا اور وہی پلٹنا ہو گا جس کا اشارہ حکیم الامت نے بھی کیا ہے کہ:

''جب میں عالمی انسانی فلاسفی کی گہرائیوں میں کھو جاتا ہوں اور اعصاب شل ہو جاتے ہیں تو ایسے میں ختمی المرتبت علیہ الصلاۃ والتسلیم کا تصور اور آپ کی تعلیمات مجھے روشنی بخشنے میں اور میرے فہم و شعور کو راہ عمل سمجھاتے ہیں''۔ (17)

یعنی مندرجہ بالا تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دین اسلام اپنے پیروکاروں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے جھکنے کا حکم دیتا ہے اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو بطور مثال پیش کرتا ہے تو ہمیں آپ ﷺ کی ذات سے آپ ﷺ کی تعلم سے وابستہ ہو کر دامن مصطفیٰ میں ہی پناہ تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

سنت مصطفیٰ کو اپناتے ہوئے تمام مسلمان ممالک کے درمیان اخوت' بھائی چارے' مساوات اور یگانگت کی ایسی مثال

قائم کرنا ہوگی جو ایک زبردست طاقت بن کر سامنے آئے اور اپنے دینی و دنیاوی مفادات وضروریات کا تحفظ کرے۔

نئے عالمی نظام کے پس منظر میں یہ بات واضح ہے کہ عالم اسلام کے ممالک کے اندر نفرت، بغض اور فرقہ پرست میں عمیق برائیوں کو فروغ دیا جاء تاکہ اتحاد ایک خواب ہی رہے۔ لہٰذا یہ بہت لازمی ہے کہ ان باتوں سے احتراز کیا جائے۔ گذشتہ صفحات میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے موجودہ صورت حال کا موازنہ کر کے حالات و واقعات پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اب بحث کو سمیٹتے ہوئے چند گزارشات کا اعادہ کیا جاتا ہے یا بالفاظ دیگر امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کا یقین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

☆ امت مسلمہ کو بیک وقت یہ مطالبہ کرنا ہوگا کہ اقوام متحدہ یعنی سلامتی کونسل میں مسلمانوں کو مستقل نمائندگی دی جائے۔

☆ تخفیف اسلحہ کا قانون یکساں ہو اور دوغلی پالیسی سے احتراز کیا جائے۔

☆ فلسطین، کشمیر، عراق، ایران، پاکستان وغیرہ کے دیرینہ مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کے لئے عالمی برادری پر زور دیا جائے اور اس کے لئے ''اتحاد'' کو مرکوز بنایا جائے۔

☆ مسلمان ممالک کا باہمی اسلامی بلاک بنایا جائے جہاں مسلمان ممالک آزادی کے ساتھ اپنی تجارت کر سکیں۔

☆ مسلمان ممالک اپنی مشترکہ کرنسی قائم کرنے پر غور وغوض کریں تاکہ اقتصادی لحاظ سے ان کا اتحاد ایک مثال بن جائیں۔

☆ تمام مسلمان ممالک میں سائنس ٹیکنالوجی کے فروغ پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جانی چاہیئے کہ آج کی دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ انتہائی لازم ہے۔

☆ مشترکہ دفاعی پروگرام لانچ کئے جائیں اور اپنی ترقی سے مسلمان ممالک کو فائدہ دینا چاہیئے تاکہ مسلمان جنہیں جسد واحد کہا گیا ہے اس کی صحیح مثال پیش کر سکیں۔

☆ خارجہ پالیسی کو انتہائی منظم اور مؤثر بنایا جائے اور ایسے لوگوں کو بطور سفیر مقرر کیا جائے جو اسلام کے مکمل شعور سے آگاہ ہوں اور اس کا دفاع کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہوں اور ان کا رویہ معذرت خواہانہ ہو نا ہی جارحانہ بلکہ مدبرانہ انداز میں امت مسلمہ کا تحفظ ان کی ذمہ داری ہو۔

☆ عالم اسلام کے آپس کے اختلاف فی الفور دور ہونے چاہیئے اور انہیں ایک ایسی مثال بن کر سامنے آنا چاہیئے کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جائے۔

☆ عوام کی اکثریت سادہ لوح اور اسلامی تعلیمات کی اصل روح سے ناواقف ہے لہٰذا ان کی سوچ کو صحیح سمت رکھنے کی ذمہ داری بھی بہت اہم ہے۔ ورنہ عالم اسلام کی اکثریت ایک محدود سوچ کے ساتھ حقیر جزیرے کی طرح رہ جائے گی جس کا گردوپیش کی دنیا سے کوئی رشتہ نہیں ہوگا اور ایسے جزیروں کی اجازت نہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات دیتی ہیں اور نہ ہی آج کی دنیا میں اس طرح سے رہا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو قرآنی حکم کے مطابق عقل و تدبر کے استعمال پر بڑا زور دیا ہے اور مفید علوم میں استفادہ کی ترغیب دی ہے جس نے دین کی حفاظت و دفاع کے لئے اور بد اندیشوں اور حریفوں کو اپنے اوپر حملہ

کرنے سے محتاط رکھنے کے لئے اپنے پیروؤں کو ہر ممکن تیاری کا حکم دیا ہے۔

''اور (مسلمانو) جہاں تک تمہارے بس میں ہے' قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اپنا ساز و سامان مہیا کئے رہو کہ اس طرح سے مستعد رہ کر تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھو گے''۔(18)

لہٰذا یہ بہت ضروری ہے کہ امت مسلمہ امن کی خواہش کے ساتھ خود کو کڑے حالات کے لئے بھی تیار رکھے۔ کیونکہ عالم اسلام کو دراصل ایک ایسی ترقی پذیر عادلانہ اسلامی سوسائٹی کی تشکیل کی ضرورت ہے جس میں اسلامی طریقہ زندگی کو اپنے عملی و ثقافتی اظہار اور نمود کا پورا موقع مل سکے۔

☆ آج عالم اسلام میں علمائے دین اور راہنمائے ملت اپنے دینی فریضہ کی ادائیگی اور امراء و اغنیاء کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرات سے محروم ہیں۔ بڑے بڑے مناسب اور عہدوں کے لئے کشمکش یا غیر اہم اختلافی مسائل پر جنگ و جدل اور زور آزمائی اور رسہ کشی ان کی روایت ہے اور شاید اسی وجہ سے اسلامی ممالک اخلاقی و سیاسی انتشار سے دوچار اور سیاسی اور فوجی انقلابات کے لئے ہر وقت اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار رہتے ہیں۔

اس صورت حال کو کوئی تعذیز اور سزا' کوئی طاقت' کوئی احتساب و نگرانی روک نہیں سکتی اور نہ اخباری اور ریڈیائی پراپیگنڈہ مال و دولت کے ذریعہ قلب و ضمیر کی خریداری سفارت خانو کی پر تکلف اور شاندار تقریبات' اہل دین کو خوش کرنے کے کچھ منصوبے بین الاقوامی اسلامی سیمینار محدود ادارے اور دینی مظاہر آج کے نئے عالمی نظام کے خطرات کو روک سکتے ہیں بلکہ اس کے لئے واحد راستہ قران و سنت کی تعلیمات کا ہے' آپ ﷺ کی ہدایت کو اپنانے کا ہے۔

☆ آپ ﷺ کی تعلیمات و ہدایت کے مطابق حقائق اور واقعات کا جرات و دوراندیشی اور صحیح دینی روح اور دینی بصیرت کے ساتھ سامنا کیا جائے اور ضروری ہمہ گیر تبدیلیوں کو صدق دل اور خلوص کے ساتھ دیکھ کر اس میں اپنے دین کے مطابق اصلاح کی کوشش کی جائے اور جہاں ضروری ہو وہاں ان تبدیلیوں کے سدّ باب کی بھرپور کوشش ہونی چاہیئے۔ جن اصلاحات اور اعلانات کا آغاز ضروری ہے ان میں دیر نہ کی جائے۔

☆ آج اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ عوام الناس میں دینی روح' طاقت اور ایمان کے جوہر اوصاف پیدا کئے جائیں' ان میں سچا اسلامی شعور پیدا کیا جانا بھی بہت لازم ہے اور انہیں یہ باور کرانا ضروری ہے کہ وہ نام نہاد موقع پرست لوگوں کی جذبات تقاریر اور ہتھکنڈوں میں نہ آئیں اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا مطالبہ کریں اور دیکھیں کہ جب تک انہیں اپنی قوت اور طاقت اور منظم ریاست مدینہ کا استحکام حاصل نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے خاموشی بھی اختیار کی' ظلم بھی برداشت کئے' ہجرت بھی کی' معاشرتی بائیکاٹ کو بھی برداشت کیا مگر تلوار نہیں اٹھائی۔ حتیٰ کہ مستحکم ہو جانے کے بعد بھی ''صلح حدیبیہ'' کی مثال قائم کی کہ امن بہر حال جنگ سے افضل ہے۔

اسی طرح سے آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ یا اہل ذمہ کے ساتھ جو بہترین روا رکھا تھا وہ قابل مثال ہے کہ پر امن اقلیتوں کو اپنے مسلمان ممالک میں خواہ مخواہ اذیت نہ دی جائے۔ ان کو عبادت کرنے کی اور ان کی عبادت گاہوں کو سلامتی اور تحفظ دیا جائے۔

مختصر یہ کہ اکیسویں صدی اور نئے عالمی نظام' سائنس اور ٹیکنالوجی کی تمام تر ترقی کے باوجود مسائل بہت زیادہ ہیں۔
لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں اور ہر سطح پر اس فکر کو اجاگر کیا جائے جو چھٹی ساتویں ھ میں آنحضرت ﷺ نے اختیار کی تھی۔ آج بھی وہی فکر تمام مشکلات سے نپٹنے کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔

آج کا نیا عالمی نظام ایک چیلنج ہے مگر آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اگر امت مسلمہ اپنی ذمہ داریوں کو نہ صرف محسوس کرے بلکہ انہیں بطریق احسن بجا بھی لائے تو نہ صرف عالم اسلام بلکہ عالم انسانیت حقیقی امن' ایک دوسرے کی معاشی غلامی اور دباؤ سے آزادی کے ساتھ معاشرتی انصاف و مساوات سے بھی ہمکنار ہوگا' ور ساتھ ہی انسانی حقوق کا تحفظ اپنی تمام تر حقیقت کے ساتھ سامنے آئیگا' اور ایسے میں تمام نسل انسانی خود کو محفوظ و مامون پائے گی۔ (انشاء اللہ) یوں انسانیت کی روح ارضی ابد کی ساعت آخریں تک یہ پیغام دیتی رہے گی کہ:

اعزاز یہ سرکارؐ کی سیرت کے لئے ہے
ہر دور میں انسان کی ہدایت کے لئے ہے

حوالہ جات

1. Unesco "History of Mankind, Vol VI London 1966. Page 1314
2. ڈاکٹر حمید اللہ' رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص120
3. فلسفہ جدید اور ٹالسٹائی کاؤنٹ' کیلیفورنیا۔س'ن ص:69
4. مائیکل ایچ ھارٹ۔ دی ہنڈرڈ (The Hundred) آکسفورڈ 1954' ص:26
5. سیّد کریم ایچ خاں سید برنارڈ شاہ' یونیورسٹی پریس کراچی' 1978۔ ص48
6. مجاہد علی خان اقبال و نطشے' لاہور 1986۔ ص 115
8. میجر جنرل اکبر خان' حدیث دفاع' لاہور 1956' ص۔20-19
9. القرآن' سورۃ المائدۃ' آیت نمبر 34-33
10. صحیح مسلم' جII' ص321
11. القرآن' سورۃ الانفال' آیت نمبر 46
12. Robert Weight "Globalization Foreign Policy U.S.A 2000, P55-56
13. Ibid
14. جمیل احمد' نشریاتی جنگ' کراچی 2001' ص32
15. ایضاً ص35
16. دی گارڈین ویکلی' 26 تا 12 اکتوبر 2002
17. پروفیسر محمد اکرم رضا' روح تکلم' ص144
18. القرآن' سورۃ الانفال' آیت نمبر 06

☆ علاوہ ازیں مشہور قومی اخبارات و جرائد سے بھی مقالے کی تیاری میں استفادہ کیا گیا اور اس کے ساتھ عالمی جرائد اور انٹرنیٹ پر عالم اسلام پر ہونے والے تبصروں کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

قرۃ العین بدر، حیدر آباد

پسِ منظر

دوسری جنگ عظیم ایک عظیم سانحے کے نتیجے میں اختتام پذیر ہوئی تھی۔ لیکن اس کا ایک مثبت پہلو یہ نکلا کہ محکوم اقوام حاکم اقوام کے پنجہ استبداد سے آزاد ہونے لگیں۔ ایشیاء، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے ممالک کی غلامی کی زنجیریں کٹنا شروع ہوئیں اور صرف چند ہی سالوں میں تقریباً تمام محکوم اقوام کو آزادی کا سورج دیکھنا نصیب ہوا۔ ان نئے آزاد ہونے والے ممالک کی ایک بڑی تعداد مسلم ممالک پر مشتمل تھی۔ جو اپنی نااہلیوں، مذہب سے دوری، عیش و طرب اور طاؤس ورباب اول ۔ طاؤس ورباب آخر کی بدولت اور اپنوں کی ہی سازش اور وطن فروشی کی وجہ سے غیروں کے پنجہ استبداد میں گرفتار ہوگئی تھیں۔

ان نو آزاد ممالک کو دورِ غلامی میں بڑی بے دردی سے لوٹا گیا تھا اور آزاد شہریوں کی ہر سہولت سے محروم رکھا گیا تھا۔ اس لئے ان میں تعلیم، صنعت وحرفت اور تجارت و زراعت کی حالت نہایت دگرگوں تھی۔ اسی لئے اپنی تعمیر نو کے لے ان کی نگاہیں پھر اپنے سابق آقاؤں کی جانب اٹھیں اور ان ممالک کی ترقی اور تعمیر نو کے نام پر سابقہ آقاؤں، یا ان کے نمائندوں کے درمیان اپنا اثر ورسوخ برقرار رکھنے بلکہ بڑھانے کے لئے ایک کشمکش شروع ہوگئی۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ساری دنیا عملاً دو بلاکوں میں تقسیم ہوگئی۔ کچھ زیادہ چالاک، اور موقع پرست، ممالک نے غیر وابستگی کے نام پر دونوں بلاکوں کو بیوقوف بھی بنایا، مسلم ممالک میں کوئی ایسی بھرپور شخصیت اور مدبرانہ دانش کی حامل انقلابی شخصیت ایسی نہیں تھی جوان نو آزاد مسلم ممالک کو ایک لڑی میں پروکران میں اتحاد قائم کرتی اور ان کا اپنا تشخص برقرار رکھتے ہوئے ان کا علیحدہ بلاک تعمیر کرتی۔ اس لئے تمام مسلم ممالک انہی دو بلاکوں میں تقسیم ہو کے رہ گئے۔

یہ دونوں بلاک علی الترتیب سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی یا سوشلسٹ نظام معیشت کے علمبردار تھے۔ ساری دنیا کے انسانی اور مادی وسائل پر تسلط حاصل کرنے اور ان پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لئے ان دونوں بلاکوں کے درمیان کش مکش نے سرد جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ ساری دنیا دو قطبین (Poles) میں تقسیم ہوگئی۔ ان دونوں بلاکوں کی سرد جنگ اور باہمی کش مکش نے اسلحہ سازی کی دوڑ میں بے تحاشہ اضافہ کردیا اور یہ کرہ ارض بارود کا ڈھیر بن کے رہ گیا۔

نیا عالمی نظام:

لیکن پھر ایک معجزہ رونما ہوا کہ خالق کائنات ہر دور میں معجزات دکھاتا رہتا ہے کہ بندگان خدا عبرت حاصل کریں۔ گزشتہ صدی کے نویں عشرے (1981 تا1990) میں اشتراکی بلاک کے سرخیل ''یونین آف سوویٹ سوشلسٹ ری پبلک'' یعنی U.S.S.R. (جسے عرف عام میں آج بھی روس کہتے ہیں) منتشر ہوگیا لیکن اس کے انتشار نے طاقت کے توازن کو بگاڑ کے رکھ دیا۔ روس کے منتشر ہونے کے بعد اس بلاک کے مشہور زمانہ دفاعی معاہدے وارسا پیکٹ کی دھجیاں بکھر گئیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے سرخیل امریکہ نے اس کے پیدا کردہ خلا سے فائدہ اٹھا کر عالمی بساطِ سیاست پر اپنے توسیعی اور استحصالی منصوبوں کو آگے بڑھایا اور مشرقِ وسطیٰ میں تیل کے ذخائر سے مالا مال مسلم ممالک پر اپنے قبضے اور اس کے ذریعے جاپان، چین اور دیگر ابھرتے ہوئے معاشی حریفوں پر اپنے تسلط کی راہ ہموار کرنا شروع کردی اور جوں ہی اس کی سازش نے خلیج میں امریکی اور یورپی افواج کی آمد کا راستہ کھولا موجودہ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے پدر بزرگوار بش سینئر اور رچرڈ نکسن کے دور حکومت کے سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے دنیا پر ایک نئے عالمی نظام (New world order) کی نوید سنانا شروع کردی۔ (ہنری کسنجر مشہور یا بدنام زمانہ عالمی صیہونی تحریک کے شہ دماغ (Master mind) اور منصوبہ ساز سمجھے جاتے تھے)۔ گویا ان کی نظر میں دوسری جنگ عظیم کے بعد پیدا ہونے والا جہان پیر زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے بلکہ لے چکا ہے اور 'مغرب' سے نیا سورج طلوع ہورہا ہے اور اب دو قطبی یا دو طاقتی نظام کی فاتحہ پڑھ لی جائے کہ فرمان امروز یہی ہے کہ اب دنیا یک قطبی یا یک طاقتی (unipolar) نظام کے تابع ہوا چاہتی ہے۔ یعنی دنیا ایک ایسے بین الاقوامی نظام کی جانب بڑھ رہی ہے جس میں صرف ایک طاقت یعنی امریکہ بالادست ہوگی اور یورپی ممالک سمیت تمام ممالک اس کے زیرنگیں ہوں گے۔ تیل اور اس سے حاصل شدہ وسائل پر امریکہ کا قبضہ ہوگا اور وہ باقی دنیا سے کہے گا کہ اب تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو جو تلوار کی دھات سے زیادہ کاٹ رکھتی ہے، کسی گاڑی اور طیارے کے پہیے سے لے کر صنعتی مشینوں کے پہیے تک صرف اسی ملک کا اقتصادی پہیہ گھومے گا جس کے سر پر امریکہ کا دست شفقت ہوگا۔ کنویں کا مالک وہ ہوگا اور باقی سب پیاسوں کو منہ مانگے داموں اپنی پیاس بجھانا ہوگی۔ اکیسویں صدی میں امریکی ثقافت کی شہ رگ تیل ہے اس لئے وہ اپنی شہ رگ کی حفاظت کے لئے ہر حد سے گزر جانا چاہتا ہے۔

نئے عالمی نظام کے مقاصد

نئے عالمی نظام کا واحد مقصد اور مطلب یہ ہے کہ یورپ اور مغرب بھی نہیں صرف امریکہ پورے عالم کی بلاشرکت غیرے قیادت اور رہنمائی کرے۔ اب اسے بین الاقوامی اداروں مثلاً اقوامِ متحدہ، بین الاقوامی عدالت برائے انصاف، جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل سے منظوری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کی واحد ذمہ دار طاقت اب امریکہ ہے۔ وہ علاقائی نظام طے کر کے ہر علاقے میں اپنی مرضی کا توازن اقتدار و طاقت پیدا کرے گا اور خود پورے عالم کی نگرانی کرے گا۔ مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کو بالادستی دلوانا، جنوبی ایشیاء میں بھارت کو منی سپر پاور اور اسے کشمیر میں ظلم و بربریت کا بازار گرم رکھنے کا لائسنس دینا اور مہلک ہتھیاروں سے اسے اتنا لیس کردینا کہ اس کے اسلحہ خانے کم پڑ جائیں۔ اور لوگوں کی جیبوں

تک پہنچ جائیں۔ اسرائیل اور بھارت کو مربوط کرنا (بھارت کے موجودہ صدر اور سابقہ سائنسدان و ماہر میزائل سازی جناب عبدالکلام کے اسرائیل کے خفیہ دورے اور ایٹمی سائنسدانوں اور ماہرین میزائل سازی سے رابطے اب کھلے راز ہیں) جاپان کو ان کا اقتصادی پشتبان بنانا اور یوں چین کے مقابلے میں مستقبل کا ایک مضبوط حصار قائم کرنا اس عالمی نظام کا ایک حصہ ہے۔

ایک طرف امریکہ کے مقاصد ہیں جو وہ اپنی واحد سپر پاور کی حیثیت منوانا چاہتا ہے۔ اور اس کی کوشش ہے کہ دنیا بھر کے تمام تنازعات اس کی مرضی کے مطابق حل ہوں وہ دنیا کے لئے جو نقشہ مرتب کرے سارا عالم اس کے مطابق چلے۔ امریکہ کی خواہش ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی اور مساوی طاقت نہ ابھر سکے اور ان تمام دوسری طاقتوں کو زیادہ طاقتور بننے سے روکا جائے جن میں یہ صلاحیت ہے کہ مستقبل قریب یا بعید میں کسی وقت اس کے لئے چیلنج بن سکتی ہیں۔ جہاں کہیں طاقت کا کوئی نیا مرکز رونما ہونے لگتا ہے اسے کمزور کرنے اور اس کا شیرازہ منتشر کرنے کے لئے ہر میدان میں کام شروع ہو جاتا ہے۔ مستقبل قریب میں اسے یہ خدشہ عوامی جمہوری چین سے ہے۔ تیانمن اسکوائر کے واقعے کو بنیاد بنا کر چین کا گھیراؤ کرنا۔ اس کے گرد حصار باندھنا اور اسے اندر سے توڑنا امریکہ کی ایسی بنیادی خواہش ہے جو مشرقِ بعید، جنوبی ایشیاء اور وسطی ایشیاء میں اس کی پالیسیوں کو متاثر کرتی ہے۔

اس کے ساتھ جاپان کا معاشی بحران مشرقی ایشیاء کے ابھرتے ہوئے اقتصادی 'شیروں' (Tigers) کا شکار، افریقہ کی ترقی کے خوابوں کا چکنا چور ہونا، مشرقِ وسطیٰ کے تیل کی قوت کا پانی ہو جانا، 1991ء کی جنگ خلیج یہ سب اسی امریکی کھیل کے کرشمے ہیں۔

اس نئے عالمی نظام کے تحت امریکہ کا منصوبہ یہ ہے کہ کمزور اور چھوٹے ممالک اور خاص طور سے مسلم ممالک کو علاقائی منی سپر پاورز کی سرپرستی میں دے دیا جائے اس لئے مسلمانوں کے وسیع و عریض علاقے میں ایک جانب اسرائیل اور دوسری جانب بھارت کو منی سپر پاور بنایا جائے اور دونوں کے تعاون سے انڈونیشیاء سے لے کر ترکی تک تمام مسلمانوں کو کنٹرول کیا جائے۔

مسلم ممالک کی حالت زار

سیاسی طور پر تقریباً ہر مسلمان ملک عدم استحکام کا شکار ہے۔ جس کی آگ سلگائے رکھنے میں نئے عالمی نظام کے علمبردار امریکہ کا بڑا حصہ ہے۔ کیونکہ مسلم ممالک کو سیاسی طور سے کمزور رکھنا اور پھر اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی پسند کی حکومتیں بنوانا اور تمام اہم عہدوں پر اپنے مہرے بٹھانا (اور پھر تیس تیس سال بعد یہ انکشاف کرنا کہ یہ تو ہمارے ''تنخواہ دار'' ملازم تھے)۔ بھی اس نئے عالمی نظام کا ایک حصہ ہے۔ عدم استحکام کے اس آتش فشاں کے دھانے پر زمام کار سنبھالے ان کا کوئی نہ کوئی مہرہ بیٹھا ہوا ہے۔ کچھ اس آتش فشاں کے پھٹ پڑنے کے ڈر سے اور کچھ اپنی طبیعت اور مزاج کی رغبت کی بناء پر یہ مہرے ان طاقتوں بلکہ صرف ان طاقتوں کے سرخیل امریکہ اور اس کے خفیہ اداروں مثلاً سی آئی اے اور ایف بی آئی وغیرہ کا ہر حکم بجا لانے کے لئے دست بستہ تیار ہیں۔

معاشی طور پر ورلڈ بنک، عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف)، ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO)، گیٹ (GATT)، اقتصادی مقاطعہ (بائی کاٹ) وغیرہ جیسے ہتھیاروں سے انہوں نے ہر ملک کو اپنا محکوم بنا رکھا ہے۔ ان اداروں اور کثیر القومی (یا کثیر المملکتی) کمپنیوں نے ریاستی خودمختاری کو ایک بے معنی حرف بنا دیا ہے۔ ابلاغی قوتوں کے ذریعے وہ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کر سکتے ہیں۔ اپنی ان قوتوں کو امریکہ صرف اپنے سیاسی و معاشی مفاد کو آگے بڑھانے ہی کیلئے استعمال نہیں کر رہا ہے بلکہ تہذیبی و ثقافتی غلبے کے لئے بھی استعمال کر رہا ہے۔ اس تہذیبی اور ثقافتی غلبے کی بنیاد ہن ٹنگٹن کا ''تہذیبوں کا تصادم'' کا نظریہ ہے۔ جس میں مستقبل کے خطرات اور خدشات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس نظریے کے بارے میں اب عام تصور یہ ہے کہ یہ خیالی نظریہ نہیں بلکہ امریکی اور مغربی بلکہ یہودی ''روڈ میپ'' (مستقبل کا طریقہ کار) ہے جس کا منشاء اسلامی تہذیب و ثقافت کو نشانہ بنانا اور اسلامی دنیا پر اسلامی تحریک کی کامیابی سے پہلے ہی اسے معدوم کرنا ہے۔

نیا عالمی نظام اور مستقبل قریب

ہنری کسنجر کے ذہن کی تخلیق نئے عالمی نظام کی موجودہ بحث اور مستقبل میں اس کی صورت گری کے خاکوں کو ذہن میں رکھ کر اگر گزشتہ ربع صدی کے عالمی حالات اور خصوصاً مسلم دنیا پر جو کچھ بیتی ہے اس سب کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ تمام اہم واقعات جو بظاہر جداگانہ ہیں حقیقتاً مربوط ہیں ان میں افغانستان پر روس کا حملہ (1979)، ایران، عراق جنگ (1981)، عراق، کویت جنگ (1991)، افغانستان سے روس کی پسپائی (1990)، نو گیارہ یعنی گیارہ ستمبر 2001ء کا واقعہ یعنی عالمی دہشتگردی کے نتیجے میں امریکہ کے سیاسی و تجارتی و اقتصادی و صنعتی و ثقافتی مرکز نیویارک کے سب سے اہم علاقے مین ہٹن میں جڑواں مینار یعنی ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی اور پھر اس دہشت گردی کو بہانہ بنا کر اور ایک بے چہرہ خود ساختہ ملزم کی تلاش کی آڑ میں افغانستان کے میدانوں، پہاڑوں اور غاروں تک پہ لاکھوں ٹن بارود کی بارش کر دینا اور اس کا بھی لحاظ نہ کرنا کہ یہ بم کسی، ملزم، یا ''مفروضہ دہشت گرد'' کے جسم کے چیتھڑے اڑا رہے ہیں یا پوری برات کو خون میں نہلا کے سرخ جوڑے میں ملبوس کسی نو بیاہتا دلہن کی مانگ کا سیندور اجڑ رہا ہے اور اس دوران چیچنیا (شیشان) بوسنیا، کوسووا، فلسطین، کشمیر اور مشرقی تیمور میں انسانیت سے توہین آمیز سلوک اور پھر تازہ ترین عالمی مخالفت کے باوجود اور اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کی رپورٹ اور سفارشات کے برعکس عراق پر جنگ کے سیاہ بادلوں کا تسلط اور خود اپنے ملک میں تیئس مسلم ممالک کے باشندوں کے ساتھ توہین و ہتک آمیز انداز میں رجسٹریشن کے ان تمام واقعات پر نظر ڈالی جائے اور اس کے ساتھ ہی ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' (War against terrorism) کے نام پر دنیا کے طول و عرض میں دہشت گردی کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اور افغانستان میں مطلوبہ افراد کی تمام تر ''ہائی ٹیک'' طریقوں اور جدید ترین آلات سے تلاش میں ناکامی کی ہزیمت پر پردہ ڈالنے اور توجہ ہٹانے کے لئے نت نئے اہداف کو نشانہ بنانے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس نے پوری دنیا کے چین و سکون کو برباد اور پامال کر دیا ہے۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ انسانیت اور امن و انصاف سے کوسوں دور لے جانے اور دنیا کی بیشتر اقوام کو ایک نئے سامراجی نظام کے شکنجے میں کسنے کے راستے پر گامزن ہے اور یہ تمام واقعات کسی منصوبے کی مربوط کڑیاں دکھائی دیتی ہیں اور اگر عالمی صیہونی تحریک کے مرتب

کردہ پروٹوکولز کے آئینے میں ان واقعات کا جائزہ لیا جائے تو دنیا ٹھیک اسی سمت بڑھتی نظر آ رہی ہے جس کی منزل یہودیوں کی عالمگیر حکومت کا قیام ہے یہ سازش گویا اب اپنے آخری اور اصل ہدف تک پہنچنے والی ہے جس میں خود امریکہ بہادر کی نکیل اسرائیل کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اور قلیل آبادی والا انتہائی شاطر، عیار، سازشی اور طاقتور گروہ امریکہ اور یورپ کی کثیر آبادی وسیع رقبے اور لامحدود معاشی، سائنسی اور فنی وسائل کے بل پر نئے عالمی نظام میں اصل حکمران کی حیثیت حاصل کرلے گا۔

نئے عالمی نظام یا نئی امریکی پالیسی کے اہم نکات

(1) امریکہ اپنے دشمنوں بلکہ ''مفروضہ اور بے چہرہ، دشمنوں پر پیش بندی کے طور پر حملہ کرنے سے نہیں ہچکچائے گا۔ خواہ ان 'دشمنوں' میں مقابلے یا جوابی حملے کی سکت ہو یا نہیں۔ افغانستان پر بے جواز حملہ اور اس کے بے آب وگیاہ میدانوں اور سفید پہاڑوں کو بارود سے سیاہ اور افغانی خون سے رنگین کرنا اس کھلی جارحیت کی بدترین مثال ہے اس نکتے پر عمل کرنے کے سلسلے میں خواہ اسے بین الاقوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے وہ اپنی فوجی بالادستی کو خطرے میں پڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دے گا''۔ (دی گارڈین ویکلی۔ 26 ستمبر تا 12 اکتوبر 2002)

(2) امریکہ کی انتظامیہ اب نہ اقوام متحدہ کو عالمی سلامتی اور صلح و جنگ کے لئے ایک بالاتر ادارہ تسلیم کرتی ہے اور نہ عالمی رائے عامہ کو کوئی اہمیت دیتی ہے (جارج ڈبلیو بش کے قوم سے ہفت روزہ، ماہانہ اور سالانہ اسٹیٹ خطابات)۔

(3) گزشتہ کئی صدیوں سے عالمی صلح و جنگ کا نظام جن دو اصولوں پر چل رہا تھا یعنی طاقت کا توازن اور جارحیت وہ دونوں اب ازکاررفتہ ہوگئے ہیں اب نیا اصول پہلے فوجی اقدام ہے جس کا خود دفاعی کے نام پر جواز فراہم کیا جارہا ہے۔ اس کی حد ساری دنیا ہے۔

(4) پچھلے چار سو سال سے عالمی نظام جس قومی حاکمیت اعلیٰ کے تصور پر قائم تھا نئے عالمی نظام میں وہ اب غیر متعلق ہوگیا ہے۔ یہ کہا جارہا ہے کہ امریکہ کے فوجی اور متعلقہ سول اداروں میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ عمومی تباہی کے ہتھیاروں سے مسلح دشمنوں کے خلاف اپنا دفاع کرسکیں۔ اس میں 'دشمن' کی جانب سے حملہ شرط نہیں ہے۔ بلکہ صرف شک وشبہ کی بنیاد پر بھی پیش بندی کے طور پر یہ یا اس جیسے دیگر اقدام کریں۔

(5) ''جمہوریت کا فروغ'' کے عنوان سے عالم اسلام اور عرب دنیا میں اخبارات، رسائل اور میڈیا کو متاثر کیا جائے گا۔ تربیتی نظام قائم کئے جائیں اور متعلقہ اداروں کو مالی وسائل اور دوسرے ذرائع فراہم کئے جائیں گے۔ تاکہ امریکہ کے نقطہ نظر کو عام کیا جاسکے اور رائے عامہ کو اپنا ہمنوا بنایا جاسکے۔ دوسری طرف ان ممالک کے تعمیری اداروں کو ''نئی روشنی'' اور جمہوریت کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ ان ممالک میں انسانی حقوق خواتین کی بیداری (بلکہ بے لگام نام نہاد آزادی) اور معاشی ترقی کے منصوبوں کو امریکی جمہوریت کے فروغ کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز) ان کی خصوصی آلہ کار ہوں گی۔

(6) روس سے آزاد ہونے والے مسلمان علاقوں یعنی وسطی ایشیاء کی مسلمان جمہوریتوں اور قفقاز کے علاقے

میں انتشار برپا کر کے ان کو غیر مستحکم رکھا جائے تاکہ ترکی سے لے کر پاکستان تک تمام ممالک جن میں ترکی، ایران، افغانستان اور وسطِ ایشیاء کی چھ مسلمان جمہوریتوں کے علاوہ قفقاز اور تاتارستان کے مسلم علاقے شامل ہیں مستقبل بعید میں بھی ایک اقتصادی، تہذیبی اور سیاسی وحدت بننے کی طرف قدم نہ بڑھا سکیں۔

(7) نئے عالمی نظام کا اصل ہدف اسلام ہے اس لئے اس نظام کو ساری دنیا پر مسلط کرنے کے لئے اس بات کا یقین ضروری ہے کہ مراکش اور یمن تک پھیلا ہوا تمام عالم عرب اور مشرقی یورپ سے لے کے مشرقی ترکستان تک پھیلی ہوئی ترک اقوام آپس میں اکٹھی اور متحد نہ ہوسکیں ان کی زبان، علاقہ اور نسل ایک ہے لیکن ان کو آپس میں منتشر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح انڈونیشیا، ملائشیا، بنگلہ دیش اور پاکستان بڑی مسلم آبادیاں ہیں۔ انہیں بھی داخلی طور پر عدم استحکام کا شکار رکھا جائے جیسا کہ اب تک رکھا گیا ہے۔

(8) عالم اسلام کی آزادی اور چھپن آزاد مسلم ممالک کا وجود مشرقِ وسطیٰ میں تیل کی قوت کی بنیاد پر نئی معاشی قوت کا حصول، جنوبی مشرقی ایشیاء کے مسلمان ممالک کا معاشی قوت سے ابھرنا حتیٰ کہ جرمنی، جاپان، چین اور کوریا کا معاشی قوت کی حیثیت سے ترقی کرنا۔ امریکہ کے اس نئے عالمی نظام کے نقشے میں کباب میں ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے انہیں قابو کرنا، کمزور اور غیر مستحکم رکھنا اور اس کے لئے نت نئے حربے اختراع کرنا نئے عالمی نظام کا لازمی حصہ ہیں۔

(9) نئے عالمی نظام کی پالیسی کا ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ جدید فنیت اور ٹیکنالوجی پر صرف ا‌س کی یا زیادہ سے چند ترقی یافتہ مغربی ممالک کی اجارہ داری قائم رہے۔ کیونکہ ایٹمی قوت کا حصول، میزائل کے کم خرچ اور دور مار ہتھیار کی صلاحیت اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے ذریعے علم کے حصول، ارتکاز اور ابلاغ کے انقلابی امکانات نے نئی صدی کے آغاز میں ملکوں اور قوموں کی صلاحیت کار پیداوار دولت اور توازنِ قوت سب کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ اس لئے نئے عالمی نظام کے منصوبے کے تحت اس امر کو یقینی بنایا جا رہا ہے کہ عسکری، معاشی و مالی، عملی و سائنسی قوت امریکہ اور اس کے حلیفوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہے اور دشمن مقابلے پر نہ آسکیں۔ ایک طرف ایٹمی ٹیکنالوجی، اعلیٰ قوت کے حامل کمپیوٹر، میزائل اور اسی نوعیت کی صلاحیت کار دوسری اقوام و ملک کو حاصل نہ ہو اور دوسری طرف عالمی سرمایہ اور تجارت کو کثیر المملکتی کارپوریشنوں اور مغربی افکار و ثقافت کو وسائل سے مالا مال غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کے ذریعے نئے استعمار کی بالادستی (Hegemony) کا تانا بانا بننے کے لئے استعمال کیا جائے۔

(10) عالمی نظام کے مستقل مقاصد ایک کھلی حقیقت ہیں۔ یعنی اسلامی اتحاد اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے امکانات کو ختم کر کرنا، اسلامی تہذیب اور اس کے آثار کو مٹانا، اسرائیل کو تحفظ دینا جہاد فی سبیل اللہ کے تصور اور عقیدے کو ختم کرنا، اعتدال پسند اور ماڈریٹ مسلمانوں کے نام سے منافقت کو ترویج دینا اور فلسطین، کشمیر، چیچنیا، فلپائن اور مشرقی یورپ کی طرح مسلمانوں کو ذلیل اور بے عزت کر کے رکھنا تاکہ وہ ایک نئے عالمی نظام میں اچھوت بن کر دوسروں کی خدمت تو کریں لیکن اپنا کوئی تہذیبی اور سیاسی تشخص قائم نہ رکھ سکیں۔

نیا عالمی نظام اور امت مسلمہ

اس نئے عالمی نظام میں تمام امت مسلمہ عموماً اور پاکستان خصوصاً نئی اور بہت بڑی آزمائشوں سے دوچار ہے۔ پوری ام میں کہیں معاشی محرومی ہے کہیں صنعتی ترقی میں مسابقت کی سکت ختم ہو جانے کا اندیشہ۔ کہیں امریکہ کے سامنے زبردستی کا مسئلہ ہے تو کہیں آزادی اور خودمختاری کی تحریکات کے سرد پڑ جانے کی فکر دامن گیر۔

اب اس وقت پوری امت مسلمہ کے سامنے ایک بڑا اہم سوال بلکہ چیلنج یہ ہے کہ اس نئے عالمی نظام کی یا امریکی پالیسیوں کے امکانی نقصان اور شر سے بچ سکتے ہیں۔

اس وقت مسلم دنیا کے علماء، دانشوروں، پالیسی ساز اداروں اور اسلامی امہ کے لئے مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے والوں کے سامنے اہم ترین سوال ہی یہ ہے کہ انتشار کی جو کیفیت اس وقت عالم اسلام میں نظر آ رہی ہے کیا اسے ہمیشہ کے لئے ایک امر واقعہ کے طور پر تسلیم کر لیا جائے یا پالیسی طے کرتے وقت اس امکان کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ عرب ممالک، ترک ممالک، افریقہ کے مسلمان ممالک جن میں نائیجیریا اور سوڈان جیسے بڑے ممالک شامل ہیں۔ انڈونیشیاء، ملائشیاء، بنگلہ دیش، افغانستان اور پاکستان مستقبل کے کسی دور میں مخلصانہ طور پر بیرونی اثرات سے آزاد ہو کر معاشی، تہذیبی اور سیاسی تعاون کے لئے تیار ہو جائیں۔

عالم اسلام کی اہمیت

اس امر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ عالم اسلام ایک بہت بڑی حقیقت ہے پورے کرہ ارض پر بلو العرب کے چاروں طرف ایک وسیع وعریض اسلامی دنیا واقع ہے تہذیبی لحاظ سے یہ ایک امت ہے۔ اس میں بسنے والے افراد آپس میں گہرے تاریخی، ثقافتی اور مذہبی روابط رکھتے ہیں نسل، زبان اور رنگ کے اختلاف کے باوجود ایک قوم کی طرح سوچتے ہیں۔ وسط ایشیاء کی ترک اقوام جو ایشیائے کوچک سے لے کر مشرقی ترکستان تک پھیلی ہوئی ہیں اپنے اندر ایک زبردست تہذیبی اور معاشی قوت بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں کیمونسٹ دور حکومت نے جہاں بہت سی جہتوں سے انہیں نقصان پہنچایا ہے وہاں انہیں یہ فائدہ بھی ہوا ہے کہ تعلیم تقریباً سو فی صد ہے اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی آگے ہیں۔ ان کے لاکھوں افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہنرمند ہیں اور بہتر منصوبہ بندی اور اچھی اور مخلص قیادت ملنے سے ان میں مادی ترقی کے امکانات موجود ہیں۔ ان کی حقیقی ضرورت سیاسی اور دینی بیداری کی ہے۔ جس کے لئے یہ ترکی کی طرف دیکھتے ہیں ترکی میں یہ اہلیت موجود ہے (اور حالیہ انتخابات میں دین کی جانب جھکاؤ رکھنے والی جماعت کی کامیابی نے اس اہلیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے) کہ مستقبل میں اس پورے خطے کی سیاسی اور دینی رہنمائی کر سکے۔ افغانستان، وسطِ ایشیاء اور پاکستان کے درمیان پل ہے اور پاکستان جو اسلامی دنیا کی پہلی اور دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت ہے اور سیاسی اور دینی قوت کے لحاظ سے عالم اسلام میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ عربوں، ترکوں، افغانوں، ایرانیوں اور مشرق میں بنگلہ دیش، ملائیشیاء اور انڈونیشیاء کے عوام کو جوڑنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اسلام ایک حقیقت

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک بڑی قوت اور مستقبل نظام کے طور پر نہ صرف پورے عالم اسلام بلکہ پورے عالمِ انسانیت کی ضرورت ہے۔ اس وقت ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری کی وجہ سے تمام دنیا کے انسان ایک دوسرے کے

ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ دنیا ایک عالمی گاؤں بن گئی ہے اور عالمگیریت کی لہر کی بدولت اس میں رہنے والے ایک خاندان بن گئے ہیں۔ ان کے باہمی رابطے بڑھے ہیں، انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا ایک اکائی ہوگئی ہے اور ٹیکنالوجی کی مسلسل ترقی کے نتیجے میں یہ ملاپ اور زیادہ قوی ہوتا جارہا ہے۔ جغرافیائی سرحدیں نظریات، خیالات، افکار اور عقائد کو پابند نہیں کرسکتیں۔ اگر بے حیائی اور فحش پھیل رہا ہے تو دوسری طرف انسانیت کے لئے مفید علم اور آداب بھی پھیل رہے ہیں۔ مضطرب انسانیت کو جس حق کی تلاش ہے اس حق کو ہمیشہ کے لئے اوجھل نہیں رکھا جاسکتا۔

عالم اسلام کی بیداری کی لہر

عالم اسلام کی بیداری اور اتحاد کے امکانات، انسانی مسائل کے حل میں مغربی تہذیب کی ناکامی اور یہودی ریاست کا تمام تر امریکی اور یورپی ممالک کی حمایت کے باوجود مخدوش مستقبل وہ بنیادی عوامل ہیں جن کی وجہ سے مغربی اقوام کے دانشور جو زیادہ تر یہودی ہیں یا ان کے زیراثر ہیں اور مغرب کے ذرائع ابلاغ، مغرب کے مالیاتی ادارے اور بین المملکتی تجارتی کمپنیاں مل جل کر یہ منصوبہ بناتے رہتے ہیں کہ حقیقی خطرہ بننے سے پہلے ہی اسلامی تحریکوں پر مہلک وار کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ گزشتہ تین سو سالہ صنعتی ترقی کے دور میں جو برتری مغرب اور امریکہ نے حاصل کی ہے وہ نہ صرف برقرار رہے بلکہ اس کے مقابلے میں کسی طرح کا چیلنج باقی نہ رہے۔

امت مسلمہ کو درپیش چیلنج

مسلم امہ کو اس وقت جو عالمی چیلنج درپیش ہے اس کے مقابلے کے لئے طویل المعیاد منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ یہ چیلنج چونکہ عالمی سطح کا ہے اس لئے اس کا مقابلہ بھی پوری امت کو مل جل کر کرنا ہے۔ امت مسلمہ ایک بڑی قوت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اس کا غیر متزلزل ایمان اس کا سرمایہ ہے۔ یہ انسانیت کی تباہی کے لئے نہیں انسانیت کی خدمت کے لئے بپا کی گئی ہے۔ اس کے پاس انسانیت کے لئے ایک ابدی پیغام ہے۔

موجودہ حالات سے نبرد آزما ہونے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہم محاذ آرائی کا راستہ اختیار کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم احتیاط، دوراندیشی، مصلحت اور تحفظات کا رویہ اپنائیں۔ اپنے آپ کو صریحاً نقصان سے بچائیں اور ایسا کرتے وقت چھوٹی موٹی ناپسندیدہ باتوں سے صرف نظر کریں۔ کیونکہ بعض اوقات کسی اعلیٰ اور ارفع مقصد کی خاطر کوئی کم تر برائی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اس مرحلے پر ارفع مقصد یہ ہے کہ امریکہ کی بے پناہ اندھی قوت (Juggernant) جو دنیا کو اور بالخصوص مسلم دنیا کو تہہ و بالا کرنے اور نیست و نابود کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے کہ عظیم دانشمندی کا یہی تقاضا ہے۔

ہجرت مدینہ

اس کا حل بھی ہمیں پیغمبر آخری الزماں حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے اسوہ میں ملتا ہے۔ جب آپ ﷺ اپنے آبائی شہر مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت مسلمانوں کے ساتھ کم و بیش یہی صورت حال تھی۔

آج کل کے لحاظ سے اگر چہ وہ بہت محدود تھی لیکن اثرات کے لحاظ سے وہ اتنی ہی اہم تھی جتنی موجودہ صورت حال ہے۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے فوراً بعد اور چند ابتدائی دشواریوں اور مشکلات پر قابو پانے کے بعد آپ ﷺ نے محسوس فرمالیا کہ مذہب کی تبلیغ کے لئے اس کی مدافعت بھی ناگزیر ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ مدینہ میں ایک شہری مملکت کی بنیاد رکھی اس کے لئے جو تدابیر اختیار فرمائیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مہاجرین کی گزر بسر کا انتظام کیا اور اس کے لئے ان میں اور اہل مدینہ میں مواخات کی تجویز پیش فرمائی۔ اہل مدینہ کی نیک دلی نے چشم زدن میں کئی سو پناہ گزینوں کے سارے مسائل کو حل کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ اور آس پاس کے سارے مسلمانوں اور غیر مسلم قبائل بشمول یہود و نصاریٰ کے نمائندوں کو جمع فرما کر ان سے کہا۔ تمہارے علاقے میں کوئی مملکت یا مرکزیت نہیں ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ ہر قبیلہ اپنے آپ پر انحصار کرنے پر مجبور اور اپنے سے قوی تر دشمن کے مقابلے میں بے بس ہے اس لئے کیوں نہ یہاں ایک مملکت قائم کی جائے جس میں ہر قبیلے کو آزادی بھی رہے اور دشمن سے مقابلوں میں ہمسایوں کی معاونت بھی۔ یہ بات دل کو لگی اور مسلمانوں اور غیر مسلموں، عربوں اور یہودیوں نے اسے قبول کر لیا۔ اس طرح وہ معاہدہ معرض وجود میں آیا جو تاریخ میں ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے معروف ہے۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر کوئی تبلیغ نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی کے عقیدے کے بارے میں استفسار فرمایا۔

میثاقِ مدینہ

رسولِ امی ﷺ نے تاریخِ عالم میں پہلی مرتبہ تحریری طور پر دستور مملکت مدون اور نافذ فرمایا۔ یہ باون دفعات پر مشتمل ایک جامع دستور ہے جس میں اس زمانے کی ساری ضرورتوں کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً پہلی دفعہ میں ذکر ہے کہ مسلمان انصار و مہاجرین سے اور ان کے تابع ہونے والے اور ان کے ہمراہ جنگ پر آمادہ لوگوں پر مشتمل ایک ملت، قائم کی جاتی ہے جو ساری دنیا کے مقابلے میں ایک مستقبل وحدت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں یہودیوں کے لئے کامل دینی آزادی کی صراحت ہے۔ مسلمانوں میں ''معاقل'' یعنی سماجی بیمے کا انتظام کیا گیا ہے چنانچہ اول تو یہ حکم ہے کہ اگر ایک قبیلے کی ضرورت کے لئے اس کا اپنا معاقلی، سرمایہ کافی نہ ہو تو دوسرے ہمسایہ قبیلوں کی انجمن ہائے بیمہ اس کی مدد کریں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مکی مہاجرین کا ایک نیا قبیلہ قائم کیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں قبیلہ خونی رشتہ داری پر نہیں بلکہ ہم خیال کی خواہش اتحاد پر مبنی ہو۔ اس طرح قبائلی اختلاف کی جگہ اسلامی اتحاد ذہنوں میں راسخ کیا گیا اور جلد ہی دارالسلام اور دارالکفر دنیا میں صرف دو قومیں قبول کی گئیں۔ جب تک مسلمانوں نے اس اصول اتحاد کو نہیں بھلایا۔

''اسمعوا و اطیعو اولو امر علیکم حبشی اجدع''

اولاد آدم کی خوش بختی کا سامان کرتی رہی۔ مذہب جدید کی نسل، لونی، لسانی اور جغرافیائی اور علاقائی قومیتیں مسلمانوں میں آئیں تو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ساری انسانیت کے لئے خسارے کا باعث بنیں۔

؎ ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
اقوام میں مخلوق خدائی بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

اس دستور میں انصاف کو بے لاگ رکھنے کے لئے افراد یا قبیلے سے بھی لے کر مرکز کے سپرد کر دیا گیا جو اس زمانے کے لئے ایک انقلابی واقعہ تھا۔ عدل گستری اگرچہ ایک حد تک قبائلی سرداروں کے سپرد تھا۔ لیکن بین القبائل جھگڑوں اور دوسرے مرافع (اپیل) میں مرکز سے رجوع ناگزیر تھا اور صلح کو مشترکہ مفاد کا مسئلہ قرار دیا گیا اور ناقابل تقسیم یعنی یہ نہیں کہ چند کنبوں اور قبیلوں سے صلح ہو اور باقی رعایا سے جنگ۔ قانون سازی بھی مرکزی مسئلہ رہی اور ہر ملت (مسلمان، یہودی وغیرہ) من حیث الکل خود مختار ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام کے لئے قرآن وحدیث ہی واحد ماخذ تشریع رہے۔

میثاق مدینہ یا اس دستور کے تحت ایک طرف تو یہ اعلان کیا گیا ہے کہ یہ مملکت ایک مستقل اور خود مختار مملکت ہوگی اور یہ بھی صراحت ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی۔ نیز یہ کہ آنحضورﷺ کو اس حکومت کا حکمران یا صدر تسلیم کیا گیا۔ نیز عسکری معاملات میں آپﷺ کو سپریم کمانڈر سے بھی زیادہ اختیارات دیئے گئے۔

میثاق مدینہ سے دور حاضر میں رہنمائی

میثاق مدینہ اور تعلیمات نبویﷺ سے آج کے نئے عالمی نظام کے تناظر میں امت مسلمہ کے لئے رہنمائی کے چند اہم پہلو ہیں اولاً یہ کہ اگر اس نئے عالمی نظام کے جبر و تشدد سے بچنا ہے اور خود کو محفوظ رکھنا ہے تو سب سے پہلے تو خود امت مسلمہ ایک وحدت میں بدل جائے اور اپنی اپنی علاقائی اور لسانی و نسلی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے بھی ملت واحد کی شکل اختیار کرے تا کہ ان کا اتحاد سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے اور پھر ان تمام اقوام و ممالک کے ساتھ ایک اتحاد قائم کریں جو اس نئے عالمی نظام کا براہ راست نشانہ اور ہدف ہیں۔ مثال کے طور پر شمالی کوریا، ویت نام، غیر مسلم افریقی ممالک اور جنوبی امریکہ کے ممالک وغیرہ۔ اس سلسلے میں ''غیر وابستہ تحریک'' (NAM) کو متحرک کیا جا سکتا ہے اور اس میں امت مسلمہ کے اراکین بھرپور تعمیری کردار ادا کریں۔ اس تحریک کے ایسے رکن ممالک کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کریں جو بوجوہ امریکہ یا مغربی ممالک کے اتحاد کی حمایت کر رہے ہیں یا حمایت کرنے پر مجبور ہیں۔ اس غیر وابستہ تحریک کے تحت ایسے تمام ممالک جو براہ راست نشانہ ہیں اپنا اجتماعی دفاعی نظام مضبوط بنائیں۔ اس کے لئے انہیں باہمی تجارت کو فروغ دینا ہوگا۔ آپس میں اقتصادی تعاون بڑھانا ہوگا۔ اپنے ہاں ریاستی امور کو زیادہ سے زیادہ جمہوری رنگ دینا ہوگا۔ اپنے اپنے ملک میں انسانی حقوق کی پاسداری کو یقینی بنانا ہوگا۔ تعلیمی سہولتیں عام کرنا ہوں گی اور اعلیٰ ترین درجات کے لئے جدید ترین سائنس و ٹیکنالوجی اور دیگر شعبوں میں تعلیمی ادارے قائم کرنا ہوں گے۔ جہاں اس تحریک کے رکن ممالک کے طلبہ و طالبات بلا کسی رکاوٹ کے ایک دوسرے کے تعلیمی اداروں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں اور تحقیقی اداروں سے استفادہ کر سکیں۔ ان تمام ممالک کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں اعلیٰ ترین مہارت اور استعداد حاصل کرنے کے لئے مشترکہ منصوبے بنانا ہوں گے۔ اور ٹیکنالوجی کی منتقلی (Transfer of technology) میں بلا

کسی ڈر، خوف اور خطرہ کے ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہوگا۔

غیر وابستہ تحریک کو زیادہ فعال بنانے سے بھی زیادہ اہم فی الحال خود امت مسلمہ کا اتحاد ہے اور اس کے لئے ''اسلامی امہ آرگنائزیشن'' (OIC) کو oh I see کے مرتبے سے بلند کر کے ایک زیادہ موثر، فعال اور متحرک (Dynamic) ادارے پر مشتمل کرنے کی ضرورت ہے تا کہ جدید یا نئے عالمی نظام میں امت مسلمہ کا کردار زیادہ بھرپور اور معنی خیز ہو سکے اور اس کے اراکین ''دہشت گردی'' کے خلاف عالمی اتحاد کے صرف، فرنٹ لائن اسٹیٹ، کہلانے سے 'خوش فہمی' کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے تمام مسلم ممالک میں اسلامی طرز حکومت، اسلامی معیشت، اسلامی اقتصادی نظام، اسلامی نظام تعلیم، اسلامی نظام عدل و انصاف اور اسلامی معاشرت کو قائم کرنا ہوگا۔

اگر دنیا میں کسی ایک ملک میں حقیقی تعلیمات نبوی ﷺ اور ہدایات قرآنی (کہ وہ بھی تعلیمات نبوی ﷺ ہی ہیں) کے مطابق اسلامی حکومت قائم ہو جائے اور اس کی قیادت ایسے گروہ کے پاس ہو جو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اسلامی تعلیمات کے نفاذ کی حکمت سے آگاہی رکھتا ہو اور اس کی ترجیحات میں علم وحکمت کی اشاعت، عوام کی صحیح تعلیم وتربیت، تعلیمی اداروں اور ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے درست استعمال کو بنیادی اہمیت حاصل ہو۔ یہ حکومت غربت اور احتیاج کو ختم کرنے اور عام آدمی کی بنیادی ضروریات روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم وصحت کو اولیت دے اور بیرونی قرضوں پر انحصار کرنے کے بجائے اپنے وسائل پر بھروسہ کر کے معیشت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دے۔ انسانی وسائل کو ٹھیک طرح ترقی دے۔ ٹیکنالوجی اور صنعت کے میدان میں اور زرعی پیداوار میں خود کفالت حاصل کر لے تو ایک ترقی یافتہ اسلامی معاشرے کا نمونہ آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔ دنیا اس اسلامی نمونے کی طرف متوجہ ہوگی جو بلند اخلاقی معیار بھی رکھتا ہو اور ساتھ ہی نظافت اور سلیقے میں بھی دوسروں سے آگے ہو۔ ساتھ ہی وہ خوددار معاشرہ اور خوددار قوم ہو اور بھیک مانگ کر اپنی آزادی اور خودمختاری کو فروخت کرنے والی قوم نہ ہو۔ امت مسلمہ کو ایک ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو اس کی تربیت اس نہج پر کر سکے۔ اس کے پاس افرادی اور مادی وسائل موجود ہیں۔ جذبہ اور شوق موجود ہیں لیکن مخلص، بے لوث، بے باک، جرأت مندانہ قیادت کا فقدان ہے۔

امریکہ کے نئے عالمی نظام کی چیرہ دستیوں سے پوری انسانیت بالعموم اور امت مسلمہ بالخصوص کراہ رہی ہے۔ دنیا کو ایک نئے نقش کی ضرورت ہے۔ ایک نئی زندگی، ایک نیا عالم قرآنی جو امت مسلمہ کے ضمیر میں پوشیدہ ہے۔ ایک ایسے گروہ کی ضرورت ہے جو از سر نو تعمیر جہاں کے لئے انسانیت کو متوجہ کر سکے۔

قیادت کے اوصاف

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں مسلمانوں کی قیادت کے لئے جن افراد کو بطور حکمران گروہ (اولی الامر) کی حیثیت سے منتخب کیا جائے ان میں مندرجہ ذیل اوصاف ہونے چاہیں۔

-1 وہ ان اصولوں کو مانتے ہوں جن کے مطابق حکومت یا خلافت کا نظام چلانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی جارہی ہے۔ اس لئے کہ کسی نظام کو چلانے کی ذمہ داری اس کے اصولی مخالفین پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

-2 یہ کہ وہ ظالم، فاسق و فاجر، خدا سے غافل اور حد سے گزر جانے والے نہ ہوں بلکہ ایماندار، خداترس اور نیکوکار ہوں۔ کوئی ظالم یا فاسق شخص یا گروہ امارت یا امامت کے منصب پر قابض ہو جائے تو اس کی امارت اسلام کی نگاہ میں باطل ہے۔

"وَاِذِ ابتلیٰ .... عهدی الظالمین" (البقرة. ۲ ۱۲۴)

"اور یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور اس نے وہ پوری کر دیں تو رب نے فرمایا میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا"

" ولا تطع .... اَمرہ فرطًا" (الکهف. ۱۸ ۲۸)

"اور تو اطاعت نہ کر کسی ایسے شخص کی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کی ہے اور جس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے"

"وَلا تطِیعوا .... لَا یصلحونَ (الشعراء. ۲۶ ۱۵۱ ۱۵۲)

"اور اطاعت نہ کرو ان حد سے گزر جانے والوں کی جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے"

"اِنَ اَکرَمَکم عِندَالله اَتقاکم" (الحجرات ۴۹ ۱۳)

"تم میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو زیادہ پرہیزگار ہیں"

-3 وہ نادان اور جاہل نہ ہوں بلکہ ذی علم، دانا اور معاملہ فہم ہوں اور کاروبارِ حکومت کو چلانے کے لئے کافی ذہنی اور جسمانی اہلیت رکھتے ہوں"

" قالو انیٰ یکون له الملک علینا .... فی العلم والجسم". (البقرۃ۲ ۲۴۷)

"(بنی اسرائیل نے کہا) اس کو (یعنی طالوت کو) ہم پر حکومت کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا حالانکہ ہم اس کی نسبت بادشاہی کے زیادہ حقدار ہیں اور اسے مال میں کوئی کشادگی نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا اللہ نے اسے تمہارے مقابلے میں برگزیدہ کیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی دی ہے"

"وَشَدَدنَا ملکَهُ .... الخِطَاب". (ص. ۳۸ ۲۰)

"اور داؤد کی بادشاہی کو ہم نے مضبوط کیا اور اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت دی"

قَال اجعَلنِي عَلٰی خَزَائِنِ الاَرضِ اِنِّی حَفِیظٌ عَلِیمٌ " (یوسف. ۱۲ ۵۵)

"(یوسف نے) کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں"

"قُل هَل یَستَوِیُ الذِینَ یَعلَمون وَالذِینَ لَا یَعلَمُونَ" (الزمر. ۳۹ ۹)

"کہو کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں"

-4 وہ ایسے امانت دار ہوں کہ ذمہ داریوں کا بوجھ ان پر اعتماد کے ساتھ رکھا جا سکے۔

ان اللّٰه یامر کم ان تؤدوا الامانت الیٰ اهلها". (النساء. ۴ ۵۸)

''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ علم کے حوالے کرو''۔

(اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ ذمہ داریوں کے مناصب ان لوگوں کے حوالے کئے جائیں جو ان کے مستحق ہوں یعنی اہمیت و قابلیت کو اساسی اہمیت حاصل ہے)۔

بنیادی حقوق

اس نظام میں رہنے والے مسلم و غیر مسلم باشندوں کے بنیادی حقوق یہ ہیں جنہیں ظلم و تعدی سے محفوظ رکھنا ریاست کا فرض ہے۔

(1) جان کا تحفظ

" وَلا تَقتُلُوا النَّفسَ التِی حَرَّمَ اللّٰہ اِلّا بِالحَقِ" (بنی اسرائیل. ١٧ ٣٣)

''کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے حق کے بغیر قتل نہ کرو''۔

(2) حقوق ملکیت یا مال کا تحفظ

لَا تاکُلوُا اَموَالَکُم بَینَکُم بِالبَاطِلِ" (البقرة. ٢ ١٨٨، النساء ۴ ٢٩)

''اپنے مال آپس میں ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ''

(3) عزت کا تحفظ

کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے اور نہ تم ایک دوسرے کو عیب لگاؤ۔ نہ ایک دوسرے کو برے لقب دو ------ نہ تم میں سے کوئی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی بدی کرے''۔

(4) نجی زندگی (Privacy) کا تحفظ

"لَاتدخُلُوا بُیُوتاً غیر وبُیُوتِکُم حتیٰ تَستَأ نِسُوا" (النور. ۲۴ ۲۷)

''اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوں جب تک اجازت نہ لے لو''۔

وَلَاتَجَسَّسُوا۔ (الحجرات ۴۹ ۱۲)

''اور لوگوں کے بھید نہ ٹٹولو''

(5) ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق

"لَایُحِبُّ اللّٰہ.......... مَنَ ظُلِمَ" (النساء. ۴ ۱۴۸)

''اللہ برائی پر زبان کھولنا پسند نہیں کرتا الا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو''۔

(اس اجازت کے تحت خواتین کو بھی اپنے اوپر ڈھائے جانے والے ظلم و تعدی و تعذیب کے خلاف آواز اٹھانے کا حق حاصل ہے اور ظلم کو خاموشی سے برداشت کر لینا بھی ظلم کو مضبوط کرنے کے مترادف ہے)۔

(6) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق جس میں تنقید کی آزادی کا حق بھی شامل ہے

"کُنتمُ خَیرَ............ وَتؤمِنُونَ بِاللّٰہِ" (آل عمران. ۳ ۱۱۰)

''تم وہ بہترین امت ہو جسے نکالا گیا ہے لوگوں کے لئے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

(7) آزادی اجتماع یا جماعت سازی (Freedom of Association) کا حق

بشرطیکہ وہ نیکی اور بھلائی کے لئے استعمال ہو اور معاشرے میں تفرقہ اور بنیادی اختلافات برپا کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

"وَلتَكُن............ عَذَابٌ عَظِيم. (آلِ عمران. ۳ ۱۰۴-۱۰۵)

''اور ہونا چاہیے تم میں سے ایک ایسا گروہ جو دعوت دے بھلائی کی طرف اور حکم دے نیکی کا اور روکے بدی سے۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جو متفرق ہو گئے اور جنہوں نے اختلاف کیا جبکہ ان کے پاس واضح ہدایات آ چکی تھیں۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے''

(8) ضمیر و اعتقاد کی آزادی کا حق

"لا اِكراهَ فِى الدِينَ. (البقرة. ۲ ۲۵۶)

''دین میں جبر نہیں ہے''

اَفَانتَ......... مومِنِينَ. (یونس. ۱۰ ۹۹)

''کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں''۔

"والفِتنَةُ اَشدُّ مِنَ القَتلِ" (البقرة. ۲ ۱۹۱)

''فتنہ قتل سے شدید تر چیز ہے''

(فتنہ سے مراد ہے کہ کسی شخص پر تشدد کر کے اسے اپنا دین بدلنے پر مجبور کرنا، یہ تشدد جسمانی مالی یا روحانی یا نفسیاتی بھی ہو سکتا ہے)

"لَكُم دِينكُم وَلِىَ دِين" (الكفرون. ۱۰۹ ۶)

''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین''۔

(9) مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق

"وَلا تَسُبُّوا الذينَ يَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰه". (الانعام. ۶ ۱۰۸)

''یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو''۔

اس معاملے میں قرآن یہ صراحت کرتا ہے کہ مذہبی اختلافات پر علمی بحث تو کی جا سکتی ہے مگر وہ احسن طریقے سے ہونی چاہیے۔

لَاتجادِلُوا اَهلَ الكِتَابِ الا بِالَّتِي هِيَ اَحسَنُ". (العنكبوت. ۲۹ ۴۶)

''اہلِ کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو مگر احسن (Fair) طریقے سے''

(10) یہ حق کہ ہر شخص صرف اپنے اعمال کا ذمہ دار ہو اور دوسروں کے اعمال کی ذمہ داری میں اسے نہ پکڑا جائے۔

"وَلَا تکسِبُ .... وِزرَ اُخریٰ" (الانعام، ۶ ۱۶۴ بنی اسرائیل. ۱۷
۱۵، فاطر. ۳۵ ۱۸، الزمر. ۳۹ ۷، النجم. ۵۳ ۳۸)
"ہر متنفس جو برائی کماتا ہے اس کا وبال اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا"۔
(یعنی ہر قصور وار شخص جس قصور کا بھی ارتکاب کرتا ہے اس کا وہ خود ذمہ دار ہے اس کے سوا کوئی دوسرا ماخوذ نہ ہوگا اور کسی شخص پر اس کے اپنے قصور کے علاوہ دوسرے کے قصور کی ذمہ داری نہیں ڈالی جاسکتی۔ کم از کم پچیس ہزار افغانوں اور پورے افغانستان کو تہس نہس و نیست و نابود کردینے کا کوئی جواز۔ یا پانچ لاکھ معصوم شیر خوار عراقی بچوں کو دودھ خوراک اور دوا سے محروم کرکے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوئی توجیہہ)

(11) یہ حق کہ کسی شخص کے خلاف کوئی کارروائی ثبوت کے بغیر اور انصاف کے معروف تقاضے پورے کیے بغیر نہ کی جائے

"اِنْ جَآءَ کُمْ............ نٰدِمِین" (الحجرات. ۴۹ ۶)
"اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو بے جانے بوجھے نقصان پہنچا دو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ"

وَلَا تَقْفُ مَالَیسَ لَکَ بہ عِلمٌ" (بنی اسرائیل. ۱۷ ۳۶)
"کسی ایسی بات کے پیچھے نہ لگ جاؤ جس کا تمہیں علم نہ ہو"۔

"وَاِذَا حکَمتُم بَینَ النَاسِ اَنْ تَحکُمُوا بِالعَدلِ" (النساء. ۴ ۵۸)
"اور جب لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو"۔

(12) یہ حق کہ حاجت مند اور محروم افراد کو ان کی ناگزیر ضروریات زندگی فراہم کی جائیں

"وَفِی اَموَالِهِم حَقٌ لِلسَائل وَالمحروم" (الذاریات. ۵۱ ۱۹)
"اور ان کے مالوں میں حق ہے مانگنے والے کا اور محروم کا"

(13) یہ حق کہ ریاست اپنی رعایا میں تفریق اور امتیاز نہ برتے بلکہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے۔

"اِنَّ فِرعَونَ............. مِنَ المُفسِدِینَ". (القصص. ۲۸ ۴)
"فرعون نے زمین میں سر اٹھایا اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کیا جن میں سے وہ ایک گروہ کو کمزور بنا کر رکھتا تھا........ وہ یقیناً مفسد لوگوں میں سے تھا"۔

خارجی سیاست کے اصول

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کے متعلق جو اہم ہدایات قرآن میں دی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

(1) عہد و پیمان کا احترام اور اگر معاہدہ ختم کرنا ناگزیر ہو تو اس سے دوسرے فریق کو خبردار کردینا۔

"وَاَوفُوا بالعَهدِ اِنَّ العَهدَ کَانَ مَسؤُلاً" (بنی اسرائیل. ۱۷ ۳۴)

''عہد وفا کرو یقیناً عہد کے متعلق باز پرس ہوگی''

"وَاَوْفُوا......... یَختَلِفُونَ". (النحل. ۱۶ ۹۱-۹۲)

''اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم معاہدہ کرو اور قسمیں پختہ کر لینے کے بعد ان کو نہ توڑو۔ اور نہ ہو جاؤ اس عورت کی طرح جس نے اپنا ہی محنت سے کاتا ہوا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر و فریب کا ذریعہ بناتے ہو تا کہ ایک قوم دوسری قوم سے زیادہ فائدہ حاصل کرے اللہ اس چیز کے ذریعے سے تم کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔

''اور ضرور قیامت کے روز تمہارے اختلافات کی حقیقت کھول دیگا''

فَمَا اسْتَقَامُوا .... المُتَّقِینَ". (التوبہ. ۹ ۷)

''جب تک دوسرے فریق کے لوگ تمہارے ساتھ عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو یقیناً اللہ پرہیز گاروں کو پسند کرتا ہے''

"اَلَّذِینَ عَاهَدْ تُّمْ .... اِلٰی مدَّتِهِمْ" (التوبہ. ۹ ۴)

''مشرکین میں سے جن لوگوں کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ وفا کرنے میں کوئی کمی نہ کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے عہد کو معاہدے کی مدت تک پورا کرو''

"وَاِنِ اسْتَنصَرُوا .... بَینَهُم مِیثَاق" (الانفال. ۸ ۵۸)

''اور اگر (دشمن کے علاقے میں رہنے والے مسلمان) تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تمہارا فرض ہے مگر یہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں دی جاسکتی جس سے تمہارا معاہدہ ہو''

"وَاِمَّا تَخَافَنَّ........... لَایُحِبُّ الخَآئِنِینَ. (الانفال. ۸ ۵۸)

''اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (بدعہدی) کا اندیشہ ہو جائے تو ان کی طرف پھینک دو (ان کا عہد) برابری ملحوظ رکھ کر۔ یقیناً اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

(یعنی تمہارے اور ان کے درمیان جو معاہدہ یا صلحنامہ ہوا تھا اس کے منسوخ ہو جانے کی اطلاع انہیں دے دو تا کہ فریقین اس کے فسخ ہونے کے علم میں برابر ہو جائیں اور اگر تم ان کے خلاف کوئی کارروائی کرو تو فریق ثانی اس خیال میں نہ رہے کہ تم نے اس سے بدعہدی کی ہے)

(2) معاملات میں دیانت داری و راست بازی

"وَلَا تَتَّخِذُوْا اَیمَانَکُم دَخَلاً بَینَکُم". (النحل. ۱۶ ۹۴)

''اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر و فریب کا ذریعہ نہ بنالو''

(3) بین الاقوامی اور بین المملکتی عدل

"وَلَایَجرِمَنکم .... لِلتَّقویٰ". (المائدہ. ۵ ۸)

''اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ یہی خدا ترسی (پرہیز گاری) سے

زیادہ مناسبت (قربت) رکھتا ہے"۔

(4) جنگ میں غیر جانبدار ممالک کی حدود کا احترام

"فَاِن تَوَلَّوا .... بَينَهُم مِيثَاق" (النساء. ۴ ۹۰)

"اور اگر وہ (یعنی دشمنوں سے ملے ہوئے منافق مسلمان) نہ مانیں تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں پاؤ۔۔۔۔۔سوائے ان لوگوں کے جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو"۔

(5) صلح پسندی

"وَاِن جَنَحُوا لِلسَّلْم فاجنَحْ لَهَا". (الانفال. ۸ ۶۱)

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ"

(6) غیر معاند طاقتوں سے دوستانہ برتاؤ

"لَايَنهٰكُم.......... يُحِبُّ المُقسِطِينَ" (الممتحنه. ۶۰ ۸)

"اللہ تم کو اس بات سے نہیں روکتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ تم نیک سلوک اور انصاف کرو یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

(7) نیک معاملہ کرنے والوں سے نیک برتاؤ

"هَل جَزَآءُ الاِحسَانِ اِلا الاِحسَان" (الرحمٰن. ۵۵ ۶۰)

- "کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے"

(8) زیادتی کرنے والوں کے ساتھ اتنی ہی زیادتی جتنی انہوں نے کی ہو

"فَمَنِ اعْتَدٰى .... مَعَ المُتَّقِينَ". (البقرة. ۲ ۱۹۴)

"پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر بس اتنی ہی زیادتی کرلو جتنی اس نے کی تھی اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو بیشک اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے"۔

"وَاِن عَاقَبْتُم.............. لِلصَّابِرِينَ". (النحل. ۱۶ ۱۲۶)

"اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا تمہیں ستایا گیا ہو اور صبر کرو تو وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے"

"وَجَزَآء .... عَذَابٌ اَلِيمٌ". (الشوریٰ. ۴۲ ۴۰-۴۲)

"اور برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے جتنی کی گئی ہو۔ پھر جو معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور وہ لوگ قابل گرفت نہیں جن پر ظلم کیا گیا ہو اور اس کے بعد وہ اس کا بدلہ لیں۔ قابل گرفت تو وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دردناک سزا ہے"۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

مذکورہ بالا تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے تمام تعصبات کو بالائے طاق رکھ کے اور اپنی وقتی اور عارضی اور علاقائی مفادات سے بلند ہو کے اپنے اپنے ممالک میں یا کم از کم اس کرہ ارض کے کسی ایک ٹکڑے یا کونے پر اس عالم قرآنی کو معرض وجود میں لائے جس کے لئے آنحضرت ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ یہ عالم قرآنی اکیسویں صدی کے جدید انسان کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ عالم قرآنی خلافت آدم کے ساتھ ایک حکومت الٰہیہ کا تقاضا کرتا ہے جس میں انسان انسان کا محتاج اور غلام نہ ہو۔ سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہوں اور ایک اللہ کی حکمرانی ہو۔ علامہ اقبال نے حکومت الٰہیہ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ

''حق کا بندہ ہر مقام سے بے نیاز ہے نہ وہ کسی کا غلام ہے نہ اس کا کوئی غلام ہے بندہ حق آزاد بندہ ہے اور اس کی حکومت اور آئین اللہ کا عطا کردہ ہے۔ اس کی رسم و راہ اور اس کا دین و آئین سب اللہ کا دیا ہوا ہے کیا اچھا ہے۔ کیا برا ہے کیا تلخ ہے اور کیا شیریں ہے یہ سب وہ اللہ کے احکام سے معلوم کرتا ہے۔ عقل خود غرض ہے اور وہ دوسروں کی بہبود اور فائدے کے بجائے صرف اپنے فائدے اور سود کی تلاش میں رہتی ہے لیکن اللہ کی طرف سے جو وحی آئی ہے۔ اس میں سب کی بھلائی اور بہبود کا خیال رکھا گیا ہے۔ مومن صلح اور جنگ کی حالت میں عدل کرنے والا ہوتا ہے نہ وہ کسی سے رعایت برتتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے۔ اللہ کے سوا جب کوئی دوسرا امر و نہی کرنے والا بن جاتا ہے تو طاقتور کمزور پر ظلم ڈھاتا ہے۔ آسمان کے نیچے آمریت کے نتیجے میں جبر کا نظام قائم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ کے سوا کسی کا آمر بن جانا کفر ہے''۔

(الٰہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید)

حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے مطلوب قوت قاہرہ اس وقت حق کی قوتوں کے پاس نہیں ہے حق کے پاس جو اصل قوت ہے وہ تو بذاتِ خود حق ہی کی قوت ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اکیسویں صدی کے آغاز میں چھپن (56) یا ستاون (57) مسلمان ممالک تو ہیں اور مسلمانوں کی آبادی سوا ارب سے تجاوز کر چکی ہے۔ جو دنیا کی آبادی کا تقریباً بائیس فیصد ہے لیکن ''اسلامی ملک'' ایک بھی نہیں ہے (سرکاری ناموں میں اسلامی کا دم چھلہ صرف فریب نظر ہے) چند ممالک یقیناً ایسے ہیں جہاں اسلامی ریاست کے چند اصول وضوابط یا قانون وتعزیرات پر عمل ہو رہا ہے لیکن ریاستِ مدینہ کی پرتو کوئی حکومت یا ریاست نظر نہیں آتی ہے۔ نیا عالمی نظام اپنی تمام تر قوت قاہرہ کے ساتھ ہر محاذ پر مسلم ممالک پر یلغار کئے ہوئے ہے۔ عسکری محاذ پر افغانستان کو تہ و بالا کرنے کے بعد اب عراق پر جنگ کے گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں (شاید ایک اور کولمبیا خلائی شٹل کے فلسطین (امریکی علاقہ) پر گرنے کا انتظار ہے کہ پھر یہ بادل عراق پر برس پڑیں کہ اس خلائی شٹل کو بھی مسلمان دہشت گردوں نے خلا میں تباہ کردیا ہے) اور پتہ نہیں کل کس کی باری ہے۔

اسی طرح سیاسی، اقتصادی، تعلیمی، تہذیبی اور صنعتی ترقی کے محاذوں پر مسلسل جنگ جاری ہے تو کیا مسلم امہ صرف

خاموش تماشائی بنی رہے جیسا کہ اب تک بنی ہوئی ہے۔ یا اکیسویں صدی کے اس چیلنج سے نمٹنے کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرے اوپر چند ذمہ داریوں کا ذکر آ چکا ہے۔ مگر ان سے عہدہ برآء ہونے کے امکانات بہت کم ہیں۔

نئے عالمی نظام کے حوالے سے مسلم امہ فوری طور سے یہ ذمہ داریاں پوری کرسکتی ہے اور اگر ایک مرتبہ ارادہ کرلیا جائے تو ان میں فوری طور سے ایسی رکاوٹیں بھی نہیں ہیں۔

(1) اقتصادی ذمہ داریاں

اس کا تعلق طلب علم اور فنی مہارت کو جدید بنانے سے ہے۔ انسانی تہذیب کی تاریخ یہ ہے کہ زیادہ علم اور زیادہ مہارت والے لوگ زیادہ خوشحال اور غالب رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور مہارت پیدا کریں تا کہ وہ وقت کی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ ہمیں عالمی سطح کے سائنس دانوں، انجینیئر وں، ماہرین اقتصادیات وتجارت اور بہ کثرت تجربہ کار فنی ماہرین کی ضرورت ہے۔ راقم نے اپنے گزشتہ سال (2002) کے مقالے بعنوان ''پاکستان کے لئے جدید نظام تعلیم کی تشکیل۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں'' اس اندیشے کا اظہار کیا تھا کہ ان تمام میدانوں میں ہمیں خود ہی کوشش کرنا ہوگی کیونکہ مسلمانوں کے لئے عموماً اور پاکستانیوں کے لئے خصوصاً (اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی طاقت ہونے کی سزا کے طور پر) ان علوم میں اعلیٰ تعلیم وتربیت کا حصول مغربی ممالک اور خصوصاً امریکہ میں مشکل تر ہوتا جائے گا۔ نئے طلبہ کا داخلہ تو تقریباً محال ہو جائے گا لیکن جو طلبہ اس وقت امریکہ میں زیر تعلیم ہیں انہیں بھی شاید اپنی تعلیم مکمل کرنے کا موقع نہ ملے۔ بدقسمتی سے ایک ہی سال میں یہ اندیشے حقیقت بن گئے ہیں۔ امریکہ کی نئی رجسٹریشن پالیسی نے سب سے زیادہ پاکستانی طلباء کو متاثر کیا ہے۔ یہ تو یوں ہی بطور جملہ معترضہ آ گیا ہے عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ تمام جدید علوم میں مہارت ہی مسلم امہ کی بقاء کی ضمانت ہے کیونکہ اسی سے ہمارا دفاع مضبوط ہوگا۔ قرآن حکیم میں حکم خداوندی ہے کہ

''اَعِدُّوا لَھُم.............. لا تُظلِمُونَ'' (الانفال. ۸ ۶۰)

''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقتور اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لئے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعدا کو خوف زدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا''۔

فی الوقت اقتصادی چیلنج سے نمٹنے کے لئے ہمیں بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور بین المملکتی تجارتی کمپنیوں سے ہی معاملات طے کرنا ہوں گے لیکن اس میں مسلمان اپنے حسن تدبیر سے استحصال پر مبنی عالمی سودی معیشت سے کوئی سمجھوتہ کئے بغیر اپنی تجارت اور کامرس میں وہ کاروباری اصول اور کردار جو کہ اسلام کی حرام وحلال کی تعلیمات کے مطابق ہوں متعارف کروائیں انہیں اپنی معاشی اساس، صاف ستھرے اور سود سے پاک معاشی ترقی کے تصور پر قائم کرنا ہوگی۔ اسلام کے اصول مضاربہ، مشارکہ (اشتراک کاروبار) اور مرابحہ (cost-plus بنیادوں پر سرمایہ کاری) کو سرمایہ کاری اور تجارتی منصوبوں میں اختیار کرنا ہوگا۔

مسلمان ممالک کو عالمی بنک کی طرز پر اسلامی یا مسلم بنک برائے ترقی، قائم کرنا ہوگا جس سے مالدار مسلم ممالک نسبتاً ''غریب مسلم ممالک کی امداد کرسکیں۔ باہمی تجارت کو فروغ دینا ہوگا۔ آئی ایم ایف کی طرز پر'' مسلم مانیٹری فنڈ (MMF) کے قیام کا جائزہ لینا چاہئیے اپنے وسائل کو اکٹھا کر کے باہمی طور سے ان سے فائدہ اٹھانے کے منصوبے تشکیل دینے ہوں گے، غیر ہنر مند کارکنوں، اساتذہ، طلبہ، انجینئر، ڈاکٹر، فنی ماہرین، سائنسدانوں اور ماہرین اقتصادیات وتنظیمات کی تمام مسلم ممالک میں آمدورفت کو مزید سہل بنانا ہوگا تاکہ تمام مسلمان ممالک ان کے علم، تجربے اور صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کر کے مغرب اور امریکہ کی بالادستی سے نجات پاسکیں۔ ان اقدام کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عالمی سطح پر

(1) مسلمان ایسی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہوں جو اسلامی افکار اور اسلامی کردار سے متصادم ہو۔ دہشت گردی اور جہاد اور جنگ آزادی میں اپنے رویوں سے امتیاز ثابت کرنا ہوگا کہ دہشت گردی مسلمانوں کے لئے انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے جبکہ ظلم، بربریت، نفاق وتفریب، جہالت اور غربت کے خلاف جہاد انتہائی پسندیدہ عمل اور اسلام کا اہم رکن ہے۔

(2) مسلمان باہمی اتفاق و اتحاد و یکجہتی کے حصول کے لئے اپنے طرز عمل میں لچک پیدا کریں اور ان تفرقوں سے نجات حاصل کریں جو آج کے دور میں مسلمانوں کی شناخت بن چکے ہیں۔

(3) دلیل پسندی (Rationalism)، ترجیح پسندی (Priority) انصاف پسندی (Justice) اور مبنی برحق رائے بھی وہ نکات ہیں جن پر عمل پیرا رہنا ضروری ہے۔

ان کے علاوہ بھی بے شمار دوسرے اقدام ہیں جن کے ذریعے نئے عالمی نظام کے خطرات سے نپٹا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام مسلم ممالک کے نامور علماء، دانشور، ماہرین تعلیم، مفکرین، مشترکہ لائحہ عمل طے کریں۔ اب تک اس قسم کی کوئی تحریک پیدا نہیں ہوئی ہے۔ پاکستان نے ہی اس سلسلے میں اب سے تیئس سال قبل ہجری تقویم کی نئی صدی شروع ہونے پر ساری دنیا سے چیدہ چیدہ مسلم مفکرین، علماء، دانشور اور سائنسدانوں کو اکٹھا کیا تھا۔ مگر ان کی مرتب کردہ سفارشات او آئی سی کی الماریوں میں oh i see رویے کا شکار ہو کے دفن ہوگئیں اب پھر موقع ہے کہ ایسی ایک کانفرنس پھر بلائی جائے اور بھرپور بحث و مباحثہ کے بعد نہ صرف مشترکہ لائحہ عمل طے کیا جائے بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ ورنہ ''تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''

اختتامیہ

موجودہ عالمی تناظر میں مسلم امہ کے لئے حکمت عملی طے کرتے وقت غیر ضروری ردوکد سے بچنا چاہیے۔ آج کی ضرورت یہ ہے اور یہ انسانیت کا امت مسلمہ پر حق ہے کہ اسلام کو ایک عالمگیر نظریے اور انسانیت کے لئے مکمل فلاح کے نظام کے طور پر پیش کیا جائے۔ اسلام کے حوالے سے مخالفین عدم برداشت، تشدد اور دہشت گردی کا جو پروپیگنڈہ کررہے ہیں۔ اس کے توڑ کے ساتھ ساتھ اسلام کی حقانیت پر کامل یقین رکھا جائے اور نوجوان نسل کو اس یقین سے سرشار کیا جائے کہ دنیا کا مستقبل امریکہ کے ہاتھ میں نہیں اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ حکمت، دانائی اور ایمان کامل کے ساتھ گر اللہ کے بھروسے پر آگے

بڑھیں گے تو عالم اسلام ہر لحاظ سے ایک بڑی قوت ہے جس کے پاس افرادی اور مادی وسائل ہیں۔ جس کے پاس دنیا کا متصل بڑا رقبہ ہے جو جغرافیائی لحاظ سے دنیا کا وسطی علاقہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے پاس ایک ایسا دین ہے جو فرد کو اپنی ذات سے اٹھا کر قربانی کے لئے آمادہ کرتا ہے اور رنگ و نسل و زبان و علاقے کے تعصبات سے بالاتر کر دیتا ہے۔ ہمیں ہر طرح کے تعصب اور خوف کے احساس سے آزاد ہو کر اور ایمان کامل سے سرفراز ہو کر اپنی حکمت عملی طے کرنی چاہیے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم وقت بے وقت ہر طاقت سے ٹکراؤ کی پالیسی اختیار کریں بلکہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں میثاق مدینہ جیسے معاہدے کر کے خود کو مضبوط و توانا بنائیں ہمارے پیش نظر رضائے الٰہی کے بعد عوام کی مصلحت ہونی چاہیے اور پھر اس کے بعد اس فریم ورک میں رہتے ہوئے دنیا کی طاقتوں سے برابری کی بنیاد پر روابط اور تعلقات بھی رکھنا چاہیں۔

ان تمام مسائل پر غور وفکر کر کے مناسب حل تلاش کرنے کا کام کسی ایک فرد یا چند افراد کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے بہت سے لوگوں کو تدبر کرنے اور سر جوڑ کر بیٹھنے کی ضرورت ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان مسائل سے بحث کئے بغیر ہم کسی طرح نئے یا جدید عالمی نظام کے چیلنج کا مقابلہ کرنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکیں گے۔ اس لئے جو غور وفکر کی صلاحیت رکھتا ہو اس کو اپنا حصہ ادا کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے کہ یہی امت مسلمہ کی خدمت ہے اور اسی سے اکیسویں صدی کو اسلام کی صدی ثابت کرنے میں مدد ملے گی۔

وَآخر دعوان انا الحمد للہ رب العلمین.

کتابیات

اس مقالے کی تیاری میں بے شمار کتب، رسائل اور جرائد سے مدد لی گئی ہے۔لیکن مقالے میں بوجوہ ان کے حوالے دینا ممکن نہیں تھا۔اس لئے ان سب کی نشاندہی نہیں کی جارہی ہے صرف چیدہ چیدہ کتب و رسائل کے حوالے درج ذیل ہیں

-1 تفہیم القرآن۔(جلد اول تا ششم)،مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔

-2 تدبر القرآن۔(جلد اول تا نہم)،مولانا امین احسن اصلاحی

-3 خطبات بھاولپور۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔(2001)،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد

-4 رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ

-5 اسلامی ریاست۔مولانا ابوالاعلیٰ مودودی(2000) اسلامک پبلیکیشنز۔لاہور

-6 اسلامی ریاست۔مولانا امین احسن اصلاحی(2002) دارالتذکیر۔لاہور

-7 اسلامی نظام حکومت۔نظریہ اور عمل۔پروفیسر راشدہ شعیب(1995) بک پروموٹرز،اسلام آباد

-8 خلافت وملوکیت۔مولانا ابوالاعلیٰ مودودی(2000) ادارہ ترجمان القرآن۔لاہور

-9 محسنِ انسانیت اور انسانی حقوق۔ڈاکٹر حفیظ محمد ثانی(1999) دارالاشاعت۔کراچی

-10 محسن انسانیت۔نعیم صدیقی(2000) مکتبہ تعمیر انسانیت،لاہور

-11 اسلامی نظریہ حیات(مرتبہ) پروفیسر خورشید احمد(1963) جامعہ کراچی،کراچی

-12 پاکستان حال اور مستقبل،قاضی حسین احمد(2002) منشورات۔لاہور

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
(تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں)

بشریٰ امام الدین۔ کراچی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

آج تک جس قدر تاریخ محفوظ ہے اس نے جن نفوس قدسیہ کے حالات پیش کیے ہیں وہ فضائل اخلاق کے کسی خاص صنف کے نمونے تھے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکتب درس میں حلم وتحمل صلح کی تعلیم تھی حضرت موسیٰ ونوح علیہم السلام کے اوراق تعلیم میں عفو عام کے صفحات خالی ہیں لیکن پیش قدمی ورزم آرائی سے بھرپور ہے عالم انسانی اپنی تکمیل کے لیے ہمیشہ ایسے جامع و کامل کا محتاج رہا ہے جو صاحب شمشیر ونگیں بھی ہو اور گوشہ نشیں بھی کشور کشا بھی ہو اور خدا بھی فرماں روئے جہاں بھی ہو قانع بھی ہو اور غنی بھی ہو نبی بھی ہو اور قانون دان بھی ایسی ہستی صرف ایک ہے جسے روئے زمین کے تمام انسانوں کے لیے عالمی قانون دے کر عالمی نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیراً (۱)

ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (نبی) بنا کر بھیجا ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل واہداف

نئے عالمی نظام کے پس منظر اور اس سے متعلق مقاصد پر غور وفکر سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ اس کا بنیادی مقصد اول وآخر خواہ اس نظام کے بانی مفکرین اور ہمدرد محسوس نہ کریں...... ''صیہونی اصول ونظریات اور مقاصد کی خدمات اور ہر قیمت پر ان کو بالادستی عطا کرنا ہے''، اسی کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ صیہونی دانشوروں کی دستاویزات نے سب سے پہلی اس عالمی نظام کا بنیادی تخیل پیش کیا تھا۔ بلکہ وہیں اس کا بیج بویا گیا تھا۔ (۲)

امریکی نقطہ نظر سے نیو ورلڈ آرڈر کا مطلب امریکائزیشن کے سوا کچھ نہیں، یعنی مختلف طریقوں سے دنیا بھر کے امور پر مغربی سرمایہ داری کی بالادستی جس میں امریکہ کو اولیت حاصل ہو۔

اقتصادی میدان میں مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والی مشہور کمپنیوں اور قوانین وضوابط کے ذریعہ جن کا نفاذ دنیا کے سارے ملکوں پر اس کی طرف سے ہوگا۔

مختصراً یہ کہ دنیا کو ایک عالمی سماج میں تبدیل کر دینے کا منصوبہ ہے، جس پر ایک ہی طرح کے اصول و اقتدار کی حکمرانی ہوگی اور اصول و اقدار کی یہ یکسانیت اتنی وسیع ہوگی کہ قومی تشخص، ثقافتی تنوع اور مختلف قوموں کی تہذیبی رنگارنگی کو داؤ پر لگا کر سب لوگ ''میکڈونالڈ'' کھانے، کوکا کولا اور پیپسی پینے، جینز پہننے، مارکیٹنگ ذوق اور عادت میں یکساں اور مساوی نظر آنے لگیں گے۔

چنانچہ امریکی یہودی مفکر نعوم سومسکی کا کہنا ''امریکی نظام۔ یہودی نظام۔ کا دنیا پر حکمراں ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم کوئی چیز قطعاً ہماری نگاہ میں قابل اعتبار نہیں اور نہ ہم کسی چیلنج کے ساتھ کسی قسم کی رواداری برتنے کے لیے تیار ہیں۔

نئے عالمی نظام کا یہودی پس منظر

صیہونی دانشوروں نے اپنے دستاویزات میں ایک صدی پہلے عالمی نظام حکومت کا خاکہ پیش کیا تھا۔ ۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر بازل (BASEL) میں یہودی دانشوروں کی کانفرنس ہوئی تھی، جس نے انیس ابواب پر مشتمل دستاویزات تیار کی تھیں! کتاب کے گیارہوں اور انیسویں دستاویز میں عالمی حکومت کا تخیل ملتا ہے، جب کہ بارہویں باب میں پریس کو قابو میں لانے اور سولہویں باب میں تعلیم کے ذریعہ ذہنی تطہیر کا منصوبہ موجود ہے۔ لین اس کی عملی تشکیل اور مربوط کوشش پہلی عالمی جنگ کے دوران شروع ہوئی جب خفیہ طور پر امریکی صدر ولسن کے سیاسی مشیر کرنل مانڈیل ہاؤس نے اپنے رفقاء کی مدد سے لیگ آف نیشنز کا سانچہ تیار کیا، مانڈیل نے سب سے پہلے امریکی صدر کے سامنے یہ تخیل پیش کیا، انہیں اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ اس تخیل کو اپنی قوم کے سامنے بذات خود پیش کریں گے۔ چنانچہ سینٹ ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی معاہدہ یا دستاویز کو قبول یا مسترد کر دے۔ چنانچہ سینٹ کی چوتھائی اکثریت نے یہ کہہ کر لیگ آف نیشنز کے تخیل کو مسترد کر دیا کہ امریکی اقتدار اعلیٰ کسی دوسری تنظیم کے تابع نہیں رہ سکتا، اس طرح یہ منصوبہ عملی شکل میں آنے سے پہلے ہی ناکامی سے دوچار ہو گیا۔

یہودیوں نے حکومت امریکہ کے بڑے عہدوں، ٹیکس سے معاف بڑے بڑے اداروں، امریکی میڈیا، بینک، ڈیموکریٹک ریپبلکن جماعتوں اور اثر و نفوذ کے دوسرے مراکز پر قبضہ کر لیا ، ڈیل کارنیگی، فورڈ فاؤنڈیشن، راکفیلر فاؤنڈیشن، اور نیویارک ٹائمس، نیوزویک اور بعد میں تمام امریکی ٹی وی اسٹیشنوں پر قبضہ کر لیا، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جو قوم مہاجرین کر ۱۸۴۸ء میں بے سروسامانی کے ساتھ امریکہ آئی تھی، اور اب جسکی آبادی کا تناسب ۲ء۹% ہے وہ امریکہ کی ۹۷% آبادی پر حاوی ہو چکی ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں یہودیوں کے اثر و نفوذ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ امریکہ میں کروڑ پتی یہودیوں کا تناسب ۲۵% ہے، جوتے کی صنعت میں ۳۴% مشروبات کی صنعت مین ۵۰% ملبوسات اور فیشن کے میدان میں ۱۰۰% ہارورڈ جیسی عالمی شہرت کے حامل ادارہ میں یہودی اساتذہ کا تناسب ۷۵% میڈیسن میں ۲۵% لاکالجوں میں ۳۸% امریکہ میں یہودی ڈاکٹروں اور وکلاء کا تناسب ۳۸% ہے، عام طور پر امریکی میڈیا کے بڑے حصہ پر یہودی قابض ہیں، صرف ایک یہودی فیملی نیوہاؤس فیملی کے پاس ۴۸ روزنامے، بیس ہفت روزہ رسالے ایک سو بیاسی ریڈیو اسٹیشن، ایک سو چالیس ٹی وی کیبل، سترہ سو پینتیس دارالاشاعت ہیں، امریکہ میں ساٹھ ملین روزناموں کی کاپیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ سب یہودی ملکیت کے روزنامے ہوتے ہیں، دوسری طرف امریکی انتخابات میں یہودی ووٹروں کے دونوں کا

تناسب ۹۲% ہے جب کہ مجموعی طور پر پوری قوم میں دونوں کا تناسب ۵۴% اور امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے ووٹوں کا تناسب صرف ۲۸% ہے۔ اس میں بھی ہندوستان و پاکستان، ملیشیا وانڈونیشیا اور عرب ممالک سے آئے ہوئے مسلمانوں کے ووٹوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

نیا عالمی نظام اور اقوام متحدہ کا منشور

۱۹۵۴ء میں سان فرانسسکو میں اقوام متحدہ کے چارٹر کا اعلان کیا گیا، تو اس معاہدہ پر پچاس ملکوں نے دستخط کئے، اس چارٹر میں رکن ممالک کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کا صراحت سے ذکر کر گیا ہے، مگر ساتویں دفعہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ ضرورت پڑنے پر سلامتی کونسل کی نگرانی میں فوجی کونسل کی تشکیل کی جا سکتی ہے، یہ فوجی کونسل اس وقت اپنا کردار ادا کرے گی جب اقوام متحدہ کسی ملک کے خلاف جنگ کا اعلان کر دے گا، دفعہ ۴۳ کے تحت مستقل حفاظتی فوج کی تشکیل کی صراحت موجود ہے۔ چونکہ اس دستور ساز کمیٹی میں C.F.R. کے ارکان کی غالب اکثریت تھی اس لیے تمام دفعات اکثریت سے منظور کی گئیں، اور قطعی کوئی دشواری پیش نہیں آئی، اس طرح عالمی حکومت کے قیام کا پہلا ادارہ یا وسیلہ یہودیوں کے ہاتھ آ گیا۔

تدریجی طور پر اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کی طرف سے برابر ایسے قوانین مختلف ملکوں پر مسلط کئے جارہے ہیں، کہ وہ بعض معاملات میں خود فیصلہ کرنے کے بجائے اقوام متحدہ کے متعلقہ اداروں کو مداخلت کا حق دے دیں۔ چنانچہ کینیڈی اور جانسن کے دور حکومت میں امریکی وزارت خارجہ کے معاون مسٹر رچرڈ گارڈنر نے کہا تھا کہ اگر ہم کو عالمی نظام کی عمارت تعمیر کرنی ہے تو نیچے سے اس کی بنیادیں اٹھانی ہوں گی، نہ کہ اوپر سے، ہم کو چاہیے کہ کسی ملک کے اقتدار اعلیٰ اور اس کے حدود اختیارات کی بالکل پروانہ کریں، اور اس راہ میں جو ملک بھی آڑے آئے اس کے ٹکڑے کرنے سے بھی گریز نہ کریں، اس کے بغیر ہم محض تقلیدی انداز میں عالمی نظام قائم نہیں کر سکتے'' ان خیالات کا اظہار مضمون نگار نے فارن آفیئر کے مقالہ میں کیا تھا جو اپریل ۱۹۷۴ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ (۳)

مثلاً اجتماعی نسل کشی سے متعلق قانون پر امریکہ نے ۱۹۸۲ء مین دستخط کئے تھے اس کے تحت ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کو یہ اختیار دے دیا گیا تھا کہ اگر کسی ملک کو اجتماعی نسل کشی اور قتل عام کا مجرم پایا جائے تو اس کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے بعینہ یہی صورت حال ماحول کو فضائی آلودگی سے بچانے اور بچوں اور بچیوں سے متعلق حقوق و قوانین کے مسودۂ قانون پر ۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۴ء میں دستخط کر کے اقوام متحدہ سے منظوری کی صورت پیش آئی، بین الاقوامی قوانین تجارت کو'' گاٹ'' معاہدہ کی صورت میں تمام ملکوں پر مسلط کر دیا گیا۔ اس طرح روز بروز یہ حکومتیں اپنے اقتدار اعلیٰ سے محروم ہوتی جارہی ہیں۔ ڈاکٹر بطرس غالی نے ایجنڈا برائے امن نامی رپورٹ میں باقاعدہ اس کا مطالبہ کیا تھا کہ اقوام متحدہ کو تمام حکومتوں سے ٹیکس وصول کرنے کا حکم دیا جائے، سب سے پہلے تجارتی تبادلوں، پٹرولیم کی پیداوار، اور اسلحہ کے رجسٹریشن پر فیس وصول کی جائے، اگر اقوام متحدہ نئے عالمی نظام کی قائم کرنے کا کوئی ایسا ادارہ ہے جو وقت ضرورت اپنے دستور اور چارٹر تبدیلی کرتا رہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ متوقع عالمی حکومت ایسی ہوگی جن پر قانون کی کوئی حکمرانی نہ ہوگی اور اس حکومت کا سربراہ

لامحدود اختیارات کا مالک اور مطلق العنان ڈکٹیٹر ہوگا، دستور میں یہ بات درج ہے کہ جنگوں میں بجلی، پانی اور شفاخانوں کو نشانہ نہیں بنایا جائے گا، لیکن اقوام متحدہ کی نگرانی میں ان تمام ملکوں نے ان بنیادی تنصیبات کو نشانہ بنایا، برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے اپنی مرضی مسلط کر کے عراق کے خلاف اقتصادی پابندی لگائی یہاں تک کہ غذائی اشیاء، اور دواؤں کی خریداری اور شمالی و جنوبی عراق پر فوجی طیاروں کی پروازوں پر پابندی عائد کر دی۔

ان باتوں سے یہ اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس عالمی حکومت کی تشکیل کی جارہی ہے وہ کسی قانون، کسی محتسب اور کسی نگراں کے تابع نہیں ہوگی، نہ کسی ملک کے اندر یہ جرأت ہوگی اور نہ ہی اس کو یہ حق ہوگا کہ وہ اقوام متحدہ یا اس عالمی حکومت کو اس کی غلطیوں اور قوانین کی خلاف ورزی پر ٹوک سکے یا اس کو متنبہ کر سکے،

سلامتی کونسل

بہت سے قرار دار منظور کرتی رہتی ہے، لیکن اپنی پسند کی قرارداد کو وہ نافذ کرتی ہے، اسرائیل کے خلاف سینکڑوں قراردادیں منظور کی گئیں، لیکن اس جارح اور غاصب ملک کے خلاف اقوام متحدہ نے کبھی کوئی قدم نہیں اٹھایا، بلکہ اسرائیل کے مطالبہ پر بعض قراردادیں اقوام متحدہ نے واپس لے لیں۔

جنرل اسمبلی

جس کے تمام دنیا کے ممالک ممبر ہیں، کی قراردادوں کی کوئی اہمیت نہیں، مگر اس کے برعکس سلامتی کونسل جس کے صرف پندرہ ممالک ممبر ہیں، اس کی قراردادوں پر پوری دنیا میں زلزلہ آجاتا ہے، کیوں کہ ان کو نافذ کرنا ضروری ہے، سلامتی کونسل کے اندر بھی عملاً صورت حال یہ ہے کہ چار مستقل ارکان کی طرف سے قراردادیں منظور کی جاتی ہیں، باقی ارکان پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ان پر عمل کریں۔

نئے عالمی نظام کا اصل چہرہ

اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری ڈاکٹر بطرس غالی سے (A.B.C) امریکن براڈ کاسٹنگ کمپنی کے نمائندے نے صومالیہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ صومالیہ میں امریکی فوج بھیجنے کی کارروائی اس لیے ممکن ہوسکی کہ ہم نے اس مقصد کے لیے مسلسل دس مہینے تک ذرائع ابلاغ کو وقف کر دیا تھا'' ڈاکٹر غالی کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ صومالیہ میں امریکی فوجی مداخلت کو پوری دنیا کی نظروں میں قابل قبول بنانے کے لیے سب سے پہلے میڈیا کے ذریعہ صومالیہ کے اندر بھوک اور قحط سالی کے واقعات کو ہولناک بنا کر پیش کیا جائے، انہوں نے کہا کہ'' دنیا بھر کو ہم میڈیا کے ذریعہ یہی خبریں اور تصویریں فراہم کرتے رہے کہ وہاں لوگ قحط اور بھوک و افلاس کی وجہ سے مر رہے ہیں، ٹیلی ویژن اور اخبارات بھوکے اور ننگے صومالی عوام کی تصویریں مؤثر انداز میں پیش کرتے رہے، اور پوری دنیا کو یہ باور کراتے رہے کہ اس چٹیل اور بے آب و گیاہ صحرا میں نہ پانی ہے، نہ کھانا، نہ سر چھپانے کے لیے گھر ہیں اور نہ تعلیم کے لیے مدارس، لوگ بنیادی ضرورتوں سے محروم ہیں اگر کہیں سے کوئی امداد ملتی

بھی ہے تو یہ غیر مہذب اور وحشی لوگ آپس میں لڑنے لگتے ہیں، جب ہر طرح سے فضا تیار ہوگئی تو پھر بغیر کسی مشورہ فوجی مداخلت کا لمحہ آپہونچا، اب اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوئی کہ جس ملک پر فوجی یورش کی گئی ہے اس کے اصل مسائل مشکلات کیا ہیں، اور دلکش منظر دیکھنے لگتی ہے کہ امریکی فوجی نجات دہندہ بن کر اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر ہزاروں میل دور اپنے بال بچوں کو چھوڑ مسیح الملک بن کر صومالی عوام کے لیے غذائی امداد کا سامان اپنے کاندھوں پر لیے اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ غذائی اجناس منصفانہ نظام تقسیم کی بدولت ہی یہ ممکن ہو سکا کہ بھوکے اور مریل صومالی عوام صحت مند اور خوشحال ہو جائیں، ان کے جسم پر امریکی لباس آ گیا، اس قیمتی امداد کے یہ لوگ دل سے قدرداں ہیں۔ اور امریکہ کی انسانیت نوازی اور رحمدلانہ پالیسی سے پوری قوم رطب اللسان ہے اور قوم کا ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ امریکی فوجیں یہیں رہ جائیں یہی ڈرامہ خلیجی جنگ کے موقع پر رچایا گیا، امریکی قوم ہی نہیں پوری دنیا کو صدام کے مظالم کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا۔

پہلے جارج بش نے کہا ہوسکتا ہے کہ نئے عالمی نظام کا قیام اس طرح مستقبل میں وجود آجائے جس میں تمام قومیں ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں۔(۴) اور خلیجی جنگ کے فوراً بعد باضابطہ طور پر نئے عالمی نظام کے خاکہ کا اعلان کر دیا گیا۔

☆ پھر کہا کہ پوری دنیا کا نظام اقوام متحدہ کے ہاتھوں میں ہو۔(۵)

☆ اشخاص کی آزادی عن قریب محدود اس لیے کہ فرد واحد کی کوئی اہمیت نہیں۔(۶)

☆ اقوام متحدہ کا ادارہ ایک طرح سے عالمی نظام حکومت کے قیام خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے' سلامتی کونسل کی ایک بین لاقوامی فوج ہونی چاہیے۔(۷)

☆ راکفیلر کہا کہ عنقریب جس نئے عالمی نظام کی تشکیل ہوگی اقوام متحدہ اس کا اولین مرکز ہے' (امریکی خارجہ سیاست کے موضوع پر راکفیلر فاونڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب مطبوعہ ۱۹۵۹ء)

☆ امریکی وزارت دفاع کی تجزیاتی رپوٹ میں کہا گیا ہے وہ ممالک جن پر اقوام متحدہ اپنی صلاحیتوں اور بھرپور توانائیوں کے ساتھ حاوی ہے وہ ایسے ممالک ہیں جن پر حکمرانی کے لیے اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں کی تشکیل کی جائے گی۔ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام بین الاقوامی عسکری قوت کی تشکیل ہوگی' تاکہ اس ادارے کو فوجی صلاحیت بھی حاصل ہو جائے' اور وہ اپنی مرضی دوسرے ملکوں پر مسلط کر سکے' اس مقصد کے لیے اقوام متحدہ کے چارٹر میں معمولی ترمیم اور تبدیلی کرنی ہوگی' اس طرح ایک عالمی حکومت کی تشکیل ہو جائے گی' ہماری مراد اس نئے عالمی نظام سے جس کی تشکیل ہم چاہتے ہیں۔(۹) مزید کہ دنیا کی تمام حکومتوں کو اقتدار حاصل ہے اسے عالمی حکومت کو منتقل کر دینا چاہیے۔(۱۰)

☆ حکومتوں کے غیر ذمہ دارانہ تصرفات پر پابندی ہے' اور یہ کام بغیر عالمی نظام حکومت کے ممکن نہیں جس طرح بین الاقوامی عدالت کا محاسبہ کرتی ہے اسی طرح ہم تمام ملکوں کو ایک دائرہ میں لانا چاہتے ہیں۔(۱۱)

☆ امریکی وزارت خارجہ نے کہا دوسرے مرحلے میں تدریجی طور پر اقوام متحدہ کی بین الاقوامی فوج کی تشکیل کی جائے گی

تیسرے مرحلہ میں منظم طور پر بڑی سرعت سے تمام ملکوں کو جوہری اور اسلحوں سے محروم کر دیا جائے گا' اس طرح کسی بھی ملک کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ اقوام متحدہ کی طاقتور فوج کو چیلنج کر سکے (۱۲) مزید کہا کہ تمام ملکوں کو طاقتور ہتھیاروں سے محروم کر دینے کا خواب حقیقت بن جائے۔ (۱۳)

☆ سلامتی کونسل کے ماتحت ایک دائمی بین الاقوامی فوج کی تشکیل سے اقوام متحدہ کو ایسی زبردست قوت حاصل ہو جائیگی کہ اس کی ہیبت میں اضافہ ہو جائے گا' اس فوج کو عالمی پولیس کی حیثیت ہوگی' جس کے ذریعہ سلامتی کونسل اپنے عزائم اور پروگراموں کو دوسرں پر مسلط کر سکے گی (۱۴)

نائب امریکی وزیر خارجہ نے کہا امریکہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اقوممتحدہ کے زیر نگرانی ایسی فوج کی تشکیل میں مدد دے جو تیزی سے حرکت کر سکے' اس فوج کی تعداد پہلے مرحلہ میں ساٹھ ۶۰ ہزار اور بارہ ملکوں سے اسکی تشکیل ہو (۱۵)

میں آخر میں ایک امریکی سفیر بی اوکلے کا بیان پیش کرنا چاہوں گی کہتے ہیں کہ نیو ورلڈ آرڈر دراصل امریکہ کی وہ امیدیں اور خواہشیں ہیں جو سرد جنگ (cold war) جیتنے کے بعد پیدا ہوئی اور دنیا پر تسلط کا نام نہیں ہے لیکن خواہش ضرور ہے۔

(ا) امریکہ چاہتا ہے اقوام متحدہ اور اسکے ذیلی ادارے زیادہ موثر ہو جائیں (ب) دنیا میں جمہوریت اور جمہوری ادارے عام ہوں۔ (ج) تجارت کو فری (یعنی ڈی نیشنلائز) کے اصول پر قائم کیا جائے (د) سیاست میں کثیر التعداد جماعتوں کے تصور کو فروغ دیا جائے۔ (ہ) علاقائی اختلافات باہمی انہام وتفہیم سے ختم ہوں۔ (و) مہلک ہتھیاروں کے پھیلاؤ کے روکنے کو یقینی بنایا جائے (۱۲) بقول اکبر علی آئی ایم ایف' گیٹ' نیو ورلڈ آرگنائزیشن اور ملٹی نیشنلز' پرائیوٹائزیشن' ڈی ریگولیشن اور ڈی کنٹرول نئے عالمی نظام کا حصہ ہیں (۱۷)

امریکی یونیورسٹی میاسٹس کے پروفیسر چومسکی نے نیو ورلڈ آرڈر پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اقتصادی طور پر تین قطبی اور فوجی طور پر یک قطبی آلہ ہے جس کے تحت یہ کوشش کی جائے کہ تیسری دنیا کو زیادہ سے زیادہ اقتصادی مشینری سے کنٹرول کیا جائے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو فوجی طاقت استعمال کی جائے۔ پروفیسر چومسکی کہتے ہیں کہ "مختصر الفاظ میں نیو ورلڈ آرڈر یہ ہے کہ ہم آپ (تیسری دنیا) کے آقا ہیں اور آپ ہمارے جوتے چمکائیں"۔ جب جارج بش کے بڑے حامی ڈاکٹر ہنری کسنجر نے بش کی طرف سے پیش کردہ نیو ورلڈ آرڈر کی پالیسی کی عمل پذیری' پر شک کا اظہار کیا ہے' جس کی پہلی مثال گلف وار ہے جہاں سے اسے اپنے اتحادی ممالک سعودی عرب جاپان' کویت اور جرمنی نے جنگ کے کرائے کے سپاہی کے طے شدہ رقم دینے سے انکار کر دیا ہے دراصل یہ بات اہم ہے کہ کیا نیو آرڈر آسانی سے اور مرضی سے عمل پذیر ہوگا؟۔ اسکا انحصار اگلے چند سالوں میں یورپ سوویت یونین جاپان اور ایشیا کے ممالک کے علاوہ عوامی جمہوری چین کی سماجی اور عالمی طاقت کے انداز پر طور بھی ہے اور دنیا بھر میں مزاحمتی سیاسی تحریک پر بھی۔ اگر علاقائی سامراج مخالف دفاعی اتحاد معرض وجود آتے ہیں تو پھر ایک حسین شہزادی کی کہانی ہوگی اور پھر برطانوی امپیریل ازم کی طرح امریکہ امپیریل ازم کا انحصار بھی طاقت کے استعمال پر موقف ہوگا۔ ساری بحث کے بعد امریکی نیو ورلڈ آرڈر مختصراً مندرجہ ذیل خوہشات اور منصوبوں کا نام ہے۔

(۱) امریکہ کا اپنا عالمی "قائدانہ" کردار برقرار رہے۔

(۲) سرمایہ داری نظام برقرار رہنے کے علاوہ فروغ پائے۔

(۳) یورپ جاپان اور مستقبل کی اقتصادی قوتیں امریکہ کو بڑا ساجھے دار تسلیم کریں۔

(۴) سوویت یونین معاشی اور سیاسی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو۔

(۵) تیسری دنیا کے وسائل پر جاپان جرمنی یا یورپ کا اثر و رسوخ قائم ہونے کی بجائے امریکہ کو کنٹرول رہے۔

(۶) دنیا بھر میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہوتا کہ صنعتی جمہوریتیں قائم ہوں جو عالمی سرمایہ داری نظام کی بازو بنیں۔

(۷) آئی ایم ایف' ورلڈ بینک' آئی بی آر ڈی اور گیسٹ جیسے مزید عالمی اقتصادی ادارے قائم کیے جائیں جو عالمی اقتصادیات پر امریکی کنٹرول کو توسیع کریں۔

(۸) تیسری دنیا کے کسی بھی ملک کو ایٹمی قوت یا مضبوط فوجی قوت نہ بننے دیا جائے۔

(۹) تیسری دنیا کے باہمی فوجی معاہدات (اینٹی امپریلسٹ) نہ ہونے پائے۔

(۱۰) اپنے دفاعی بجٹ کو گھٹا کر دار انڈسٹری کو کم کر کے جدید صنعتیں قائم کر کے نئی عالمی اقتصادی قوتوں پر فوقیت برقرار رکھی جائے۔

(۱۱) بڑے ملکوں بھارت' چین' سوویت یونین یا جو امریکہ کے لیے چیلنج بن سکتے ہیں ان کی جغرافیائی توڑ پھوڑ کر کے چھوٹے چھوٹے جمہوری ممالک (امریکہ پر انحصار کرنے والے) قائم کیے جائیں۔

(۱۲) اپنی طاقت استعمال کر کے اور خوف مسلط کر کے اپنی فوج گھٹانے کی خاطر دوسری فوجی قوتوں کو محدود کیا جائے۔

(۱۳) - عالمی صنعت کی انرجی (تیل وغیرہ) پر براہ راست فوجی کنٹرول مضبوط کیا جائے۔ (خصوصاً مشرق میں) (۱۸)

قدیم عالمی نظام اور ان کا انجام:

اسلام کا نیو ورلڈ آرڈر آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے اس لیے امت مسلمہ کو رسول پاک ﷺ کے عطا کئے ہوئے ورلڈ آرڈر کی موجودگی میں کسی اور آرڈر کی ضرورت نہیں۔

اسلامک ورلڈ آرڈر کے ماتحت پوری دنیا سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور مساوات و انصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوا اور جلد ہی اسلام کی اس ابھرتی ہوئی طاقت نے روم اور فارس کی دونوں علمی طاقتوں کو چیلنج کیا گیا اور ان طاقتوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر دنیا میں اسلامک ورلڈ آرڈر کا نفاذ کر دیا گیا۔ اس ورلڈ آرڈر کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم و بربیت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا افتتاح ہوا جس میں خیر' تعمیر' ارتقاء اور عدل ہی تھا۔ جو انسان کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا' جس میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری عالمی امن کے قیام' پرامن بقائے باہمی، غلامی سے نجات' حق کی معاونت اور ظلم سے نجات کے سنہری اصول دیئے گئے تھے۔ اسلامک ورلڈ آرڈر کے سنہری اصولوں کے تحت خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں ۶۶۱عیسوی تک مسلمانوں نے جتنے علاقوں کو فتح کیا وہاں کے غیر منصفانہ اور مستبدانہ قوانین کو منسوخ کر دیا گیا اور وہاں کی آبادی کو ہی اقتدار میں شریک کیا گیا۔

بنوامیہ کے دورِ حکومت (ساتویں عیسوی) سے لے کر سلطنت عثمانیہ (بیسویں عیسوی کے اوّل) تک مسلمانوں نے اسلامک ورلڈ آرڈر کے اصول کے مطابق بین الاقوامی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے ہر فاتح نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی داخلہ پالیسوں کو تشکیل دیا۔

اگر ہم گزشتہ تین صدیوں کے ورلڈ آرڈر کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہر بڑی جنگ کے اختتام پر فاتح طاقت نے ایک نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا اور ان جنگوں میں شکست کھانے والی طاقتوں سے اپنی جیت کی قیمت وصول کی۔

☆اٹھارویں صدی کے آغاز کے وقت دنیا میں برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ۱۷۰۱ سے ۱۷۰۷ء تک ان کے مابین ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ایک معاہدے کی شکل میں ورلڈ آرڈر جاری کیا جس کے تحت برطانیہ ایک واحد طاقت کے طور پر ابھرا اسی ورلڈ آرڈر کے تحت برطانیہ کو جبل طارق اور اسپین کے علاقے ملے تھے۔

☆ ۱۷۴۰ سے ۱۷۴۸ء تک برطانیہ اور فرانس میں ایک جنگ The War Of Austrian Succeesion ہوئی جس میں پھر فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ورلڈ آرڈر جاری کیا اور اپنے مفادات کا تحفظ کیا۔

☆۱۷۴۰ سے ۱۷۶۳ تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ Seven Year War ہوئی جس کے نتیجہ میں ۱۷۶۳ء میں معاہدہ پیرس لکھا گیا اور یہ نیو ورلڈ آرڈ کہلایا۔

☆۱۷۷۵ سے ۱۷۸۳ تک امریکہ کی سرزمین پر ایک جنگ لڑی گئی جو امریکہ کی ۱۳ ریاستوں نے برطانیہ کی افواج کے خلاف فتح حاصل کی اور فتح کے بعد جو ورلڈ آرڈر بنا اس کے نتیجے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تشکیل ہوئی۔

☆انیسویں صدی کے آغاز میں فرانس کی قیادت نپولین کے ہاتھ آئی تو فرانس ایک عالمی طاقت بن کر ابھرا اور انگلینڈ سے اپنی گزشتہ شکست کا بدلہ لینے کے لیے ۱۸۰۳ء میں جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۸۱۵ء میں Consent Of Europe کے نام سے ایک ورلڈ آرڈ لکھا گیا جس میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

☆۱۸۵۳ سے ۱۸۵۶ء تک روس اور یورپ کے مابین War Crimean جس کے اختتام پر ''کانگریس آف پیرس'' اور یورپی ممالک کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا۔

☆۱۹۱۴ سے ۱۸۵۶ء تک پہلی جنگ عظیم ہوئی جس میں برطانیہ اور اس کے اتحادی فاتح قرار پائے اس جنگ کے اختتام پر معاہدہ ورسیلز کے تحت نیو ورلڈ آرڈ رجاری کیا۔ اسی نیو ورلڈ آرڈر کے تحت مسلمانوں کی نمائندہ حکومت سلطنت عثمانیہ کو جرمنی کا ساتھ دینے کی سزا دی گئی اور اس کے حصے بخرے کر کے فاتح قوموں میں بانٹ دیئے گئے۔ عالمی خلافت اسلامیہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ اسی ورلڈ آرڈر کے تحت انجمن اقوام متحدہ کی تشکیل ہوئی۔

☆۱۹۳۹ سے ۱۹۴۵ء تک دوسری جنگ عظیم لڑی گئی جس میں ایک جانب جرمنی قیادت میں اس کے اتحادی اٹلی، جاپان، اور رومانیہ تھے اور دوسری طرف برطانیہ کی قیادت میں روس، فرانس امریکہ تھے۔ اس جنگ میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی، امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما میں پہلی بار ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنایا اور دہشت گردی کے ذریعے

ایک نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی، اس نیو ورلڈ آرڈر کے تحت اقوام متحدہ بنی جب کہ امریکہ اور روس دو بڑی طاقتیں بن کر ابھرے۔

☆ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن امریکہ اور سوویت یونین کے ہاتھ میں آ گیا اور دو قطبی نظام رائج ہو گیا اور ایک طویل سرد جنگ کا آغاز ہو گیا۔

ان تمام جنگوں کے نتیجے میں بھی ورلڈ آرڈرز بنے۔ انہیں سامراجی اور استعماری ورلڈ آرڈر کہنا بے جا نہ ہوگا۔ سامراجیت پر مبنی ورلڈ آرڈرز کے تحت یورپی اقوام نے دنیا بھر میں غیر یورپی اقوام کو اپنا محکوم بنائے رکھا۔ سامراجی پالیسیوں کے ذریعے اپنی مشینری اور ڈپلومیسی کو دوسری قوموں یا نسلوں کے ماتحت علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے استعمال کیا تا کہ زیادہ سے زیادہ وسائل پر کنٹرول حاصل ہو سکے۔ پندرہویں صدی تک یورپی اقوام کا ایک دوسرے کے علاقوں پر قبضہ کا سلسلہ محدود ہو گیا تھا اور وسیع پیمانے پر سائنسی ایجادات اور تجارتی مفادات نے سولہویں اور سترہویں صدی میں سپین، پرتگال، ہالینڈ، فرانس اور برطانیہ کی نئی سامراجیت کو پوری دنیا میں پھیلا دیا تھا، سائنس، ٹیکنالوجی اور ذرائع مواصلات کی ترقی کا سب سے زیادہ فائدہ سامراجیت کو پہنچا، افریقہ، ایشیا اور امریکہ تک کے براعظموں پر سامراجیت کا جال پھیل گیا لیکن کوئی ایک ایسی نوآبادی نہیں تھی اور جسے خونریز جنگ کے بغیر حاصل کیا گیا ہو، یہی استعماریت بعد میں یورپی اقوام کی جگہ امریکہ قوم نے اپنا لی اور بیسویں صدی میں دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ نے جس نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی اسے نئی سامراجیت کا نام دیا گیا جس کے تحت امریکہ نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ ایک اعلیٰ اور برتر قوم ہونے کی حیثیت سے دنیا بھر کی قوموں کی سیاسی، معاشی اور تہذیبی زندگی میں رہنمائی کی ذمہ داری اس کی ہے۔ امریکہ کی طرح روس نے بھی اپنے ورلڈ آرڈر "اشتراکیت" کے پھیلاؤ اور فروغ کو اپنے اوپر لازم قرار دے دیا، چنانچہ ان دو ورلڈ آرڈرز یعنی نئی سامراجیت اور اشتراکیت میں ۴۰ سال تک سرد جنگ جاری رہی۔ اس سرد جنگ میں امریکہ نے نئی سامراجیت کے اصولوں کے تحت اسرائیل کیوبا، شام، ایران، مصر، ویت نام، شمالی کوریا، ترکی، یونان، پاکستان اور سعودی عرب کو اپنے زیر اثر رکھا اور سوویت یونین نے اپنے ورلڈ آرڈرز "اشتراکیت" کے تحت لٹویا، لتھوینا، اسٹونیا نے پولینڈ، ہنگری، چیکوسلواکیہ، البانیہ اور بلغاریہ کو اپنے زیر تسلط رکھا۔ امریکہ نے نئی سامراجیت کے موثر نفاذ کے لئے سیٹو اور نیٹو کی تشکیل کی اور روس نے اپنے ورلڈ آرڈر کے موثر نفاذ کے لئے وارسا پیکٹ تشکیل دیا اور اپنے زیر اثر ریاستوں میں اپنے اڈے قائم کیے کہ ان دونوں ورلڈ آرڈرز کے زیر سایہ رہنے والی قوموں نے کبھی ذہنی طور پر اس کی مخالفت کی چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ سوویت یونین جیسی سپر طاقت کا نام نہاد ورلڈ آرڈر جہاد افغانستان اور وسطی ایشیاء کی ریاستوں کی جنگ آزادی کی ضرب سے ہمیشہ کے لئے زمین بوس ہو گیا اور جہاں اس ورلڈ آرڈر کے ختم ہونے سے بے شمار قوموں کو آزادی کی نعمت میسر آئی وہاں سوویت یونین اپنا وجود بھی قائم نہ رکھ سکا اور آج باقی ماندہ روس بھی شکست وریخت کے عمل سے دوچار اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔

۱۴ اپریل ۱۹۸۸ کو روس نے جنیوا معاہدے پر دستخط کر دیئے جس سے ۴۰ سال سے جاری سرد جنگ کا خاتمہ ہو گیا، روس نے جنیوا معاہدے پر دستخط کر کے امریکہ کی برتری کو تسلیم کر لیا اور افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی پر رضامند ہو گیا۔ اس طرح امریکہ کے ۴۰ سالہ سامراجی دور کے پہلے مرحلے کا اختتام ہو گیا اس دور میں وہ دو عالمی طاقتوں میں سے ایک تھا، اب

امریکہ کو نئے سامراجی دور کے آغاز کے لئے ایک نیو ورلڈ آرڈر کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ امریکہ کے تمام پالیسی ساز ادارے مثلاً نیشنل سیکورٹی کونسل، پینٹا گون اور سی آئی اے وغیرہ متحرک ہو گئے اور انہوں نے ایک نئے سامراجی دور کے لئے سفارشات مرتب کرنا شروع کر دیں۔(۱۹) اب یہی سفارشات پہلے نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے پھر گلوبلائزیشن کے نام سے سامنے آئیں اس کا آرڈر ایک روپ آپ نے اوپر ملاحظہ کیا ہے جس کی تصدیق عراق کے خلاف موجودہ بیانات سے ہو رہی ہے۔

اسلام کی عالمی تہذیب کا نئی عالمی تہذیب سے تقابلی معالعہ:

اسلام محض ایک روایتی مذہب نہیں، ایک مکمل دین اور جامع نظام زندگی ہے جو عقیدے، عبادات، انفرادی اخلاق، اجتماعی نظام، قانون، عدالت، دعوت وتبلیغ اور ان کے زیر اثر وجود میں آنے والے عالمگیر روایات سے عبارت ہے۔ایک طرف اسلامی تعلیمات اور ہماری تاریخی تہذیبی روایات کی روشن جھلکیاں ہیں تو دوسری طرف برصغیر کے جاہلی تاریخی اثرات اور مغربی تہذیب وثقافت کے بڑھتے ہوئے تاریک سائے ہیں مغرب نے جب دنیاوی خوشی کو مقصد زیست ٹھہرایا تو جو خرابیاں پیدا ہوئی ان کی جھلک درج ذیل حقیقتوں میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے کہ ہر دو منٹ میں ایک عورت اپنی عصمت کھو بیٹھتی ہے، مغرب میں پیدا ہونے والا ہر تیسرا بچہ ناجائز ہے اور ہر 10 میں سے 6 شادیوں کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، انفرادی واجتماعی خودکشیاں، جھوٹ، چوری، منشیات کا استعمال، قحبہ گری، عریانیت جیسے ناسوروں نے مغربی تہذیب پر ایسے چرکے لگائے ہیں کہ یہ تہذیب اپنے مسمار ہونے کی جانب تیزی سے گامزن ہے۔

نوبل پرائز یافتہ فرانسیسی سائنسدان ایلکسس کاریل Alexix Carrel اپنی کتاب Man the Unknown میں لکھتا ہے۔

''ہم جائز وناجائز کی تمیز کھو چکے ہیں، جب بھی کوئی شخص زندگی سے ناجائز امر کی اجازت لیتا ہے زندگی اس کے جواب میں اسے کمزور بنا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری تہذیب روبہ زوال ہے۔''

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج اس زوال پذیر مغربی ثقافت کے تاریک سائے ہمارے مسلم معاشرے پر بڑھتے چلے جارہے ہیں اور ہماری اقدار وروایات بھی ان کی زد میں ہیں، اقبال کی نصیحت ہے۔

؎ تو رہ نورد عشق ہے؟ منزل نہ کر قبول
لیلٰی بھی ہم نشین ہو تو محمل نہ کر قبول
صبح ازل سے یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

حقیقت یہ ہے کہ تہذیب کا مقابلہ تہذیب ہی کرسکتی ہے فرد نہیں کرسکتا۔انقلاب کا مقابلہ انقلاب کرسکتا ہے۔نظریات کے مقابلے میں نظریات ہی ہوا کرتے ہیں۔جو تہذیب اپنے پیغام میں جتنی زیادہ آفاقی، جتنی زیادہ انسان دوست اور اپنے اصولوں میں جتنی زیادہ حقیقت پسند ہوگی اتنی ہی زیادہ تاریخ میں جاودانی اور لائق تکریم قرار پائے گی، یہی وہ نکتہ جو اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اگر چہ مغربی تہذیب نے اپنے آپ کو معراج تک پہنچا لیا تھا لیکن آج خود مغربی دنیا ایک ایسے تہذیب وتمدن کی ضرورت محسوس کر رہی ہے جس میں مادی ترقی کے شانہ بشانہ توازن کے ساتھ روحانی بالیدگی بھی ہو اور موجودہ زمانے میں امت

مسلمہ کے سوا کوئی دوسری امت ایسی نہیں ہے جو یہ کردار ادا کر سکے، انسانی ترقی کی تاریخ میں اسلامی تہذیب نے جو حصہ لیا ہے اس کا تذکرہ کرنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ کی طے کردہ اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟

پہلی خصوصیت: اس تہذیب کی پہلی خصوصیت عقیدہ توحید ہے، یہ وہ بنیاد ہے جس پر اسلام کا نظریہ حیات قائم ہے کہ اقتدار اعلیٰ اللہ کے پاس ہے۔

سورۃ انعام میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین کا نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض سے اونچے درجے دیئے تا کہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے تمہاری آزمائش کرے''۔(۲۰)

دوسری خصوصیت: اسلامی تہذیب کی دوسری نمایاں خصوصیت اعمال کی ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس ہونا ہے یعنی احتساب یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو معاشرے کو فساد سے محفوظ رکھتا ہے مغربی تہذیب اسی اہم وصف سے محروم ہو کر انتشار کا شکار ہے۔ سورۃ بقرۃ میں ارشاد ہوا:

ترجمہ: اس دن سے ڈرو جب اللہ کے پاس واپس کئے جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا (۲۱)

تیسری خصوصیت: قرآن وضاحت کرتا ہے کہ ہم اقوام عالم میں تنہا ایک ایسی امت ہیں جو انسانیت کے لئے مطلوب تہذیبی کردار انجام دے سکتے ہیں چنانچہ قرآن میں ہے۔''تم ایک بہترین امت ہو جو برپا کی گئی ہے تمام انسانوں کے لئے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''۔(۲۲)

مغربی تہذیب کے نقائص (۱) مادیت پرستی مغربی دنیا نے مسلمانوں میں جو چیز سب سے زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کی وہ دنیا سے محبت ہے، دولت کی بے جا ہوس، اقتدار کی ناجائز خواہش اور کرسیوں کی بڑھتی ہوئی طلب نے ہمارے معاشرے کو جہنم کا نمونہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

اس کے مقابل اسلامی تہذیب ہے جو بنی نوع انسان کی فلاح کا درس دیتی ہے جو زندگی کی دنیاوی آسائش سے بڑھ کر کسی اور طرح جینے کا سلیقہ دیتی ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے:

''لوگوں کے لئے مرغوبات نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں۔ مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہے۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے، کہو میں تمہیں بتاؤں ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، وہاں انہیں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوگی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔''(۲۳)

یہ مادی مرغوبات ہی بدترین مہلکات ہیں جو انسان کے دل سے آخرت کی فکر کو نہ صرف ختم کر دیتے ہیں بلکہ اس کو تہذیب سے بھی بہت دور کر دیتے ہیں۔

(۲) اخلاق و کردار کی تباہی آج معاشرے میں ہر جگہ عدل وانصاف، ایمانداری، رشتوں کے تقدس، حسنِ سلوک بجائے خود غرضی، بے ایمانی اور ناانصافی کا دور دورہ نظر آرہا ہے، جہاں احترام وعزت اس کی ہے جس کے پاس طاقت ہے۔

بہتر تہذیب کا دعویٰ کرنے والوں نے دہشت گردی کو روکنے کا بہانہ بنا کر افغانستان پر جو وحشیانہ بمباری بھی کی اور جنگی قیدیوں کو کیوبا میں غیر انسانی اور حیوانی طریقے سے قید میں ڈال رکھا ہے، جس پر پوری انسانیت شرمسار ہے۔ مغربی تہذیب کی ساری اخلاقیات ایسی جگہوں پر نظر آتی ہیں جب افغانستان میں بھوک، افلاس، خانہ جنگی اور بیرونی جارحیت کا شکار غریب عوام وہاں موجود چڑیا گھر کا انتظام بہتر انداز میں نہ کر سکے تو پوری مغربی دنیا میں اس بے رحمانہ سلوک کی مذمت کی گئی گویا جانوروں کی زندگی کم از کم ان قیدیوں سے زیادہ اہم ہے جو کیوبا میں بے رحمانہ سلوک کا شکار ہے۔

(۳) خاندانی نظام کی تباہی اور آزادی نسواں پھر مغربی تہذیب نے مادیت پرستی اور اخلاق و کردار کے زوال کے ساتھ تیسری چیز جس کو فروغ دیا وہ عورت کے مقام سے متعلق انتہا پسندی ہے۔

اسلامی تہذیب میں ''حرم'' وہ آخری جائے پناہ ہے جہاں اسلام اپنے تمدن اور اپنی تہذیب کی حفاظت کرتا ہے، عورت کو متعدد مصلحتوں کی بناء پر اسلام نے حجاب شرعی میں رکھا ہے گھر دراصل اسلامی تہذیب کا سب سے مستحکم قلعہ ہے۔ جس کو اس لئے تعمیر کیا گیا تھا کہ یہ تہذیب اگر شکست کھا کر پسپا بھی ہو جائے تو یہاں پناہ لے سکے، مگر افسوس یہ قلعہ بھی اب ٹوٹ رہا ہے تہذیب کو سہارا دینے والی عورت آج اپنے وقار سے محروم ہو کر کمرشل دنیا کا اہم ستون بن گئی ہے۔

مسلم تہذیب نے حضرت خنساءؓ بن عمرو کی مثال بھی پیش کی ہے جنہوں نے اسلام لانے کے بعد اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی، ان کو جہاد کے لئے تیار کیا اور جنگ قادسیہ کے موقع پر اپنے چاروں جوان بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں، یہ چاروں بچے ان کے بڑھاپے کا سہارا تھے، جنگ سے قبل بیٹوں کو خطبہ دیا ''اے بیٹو کل جب گھمسان کا رن پڑے گا اور جنگ کے شعلے خوب بھڑکنے لگیں تو تم دشمن کی فوجوں میں گھس جانا اور بے دریغ تلوار چلانا، اللہ سے نصرت وکامیابی کی دعا کرتے رہنا، اللہ نے چاہا تو آخرت کے دن شرف پاؤ گے''۔

پھر جب جنگ کے بعد انہیں اطلاع ملی کی چاروں بیٹے بہادری سے لڑکر شہید ہو چکے ہیں تو فرمایا ''اللہ کا شکر ہے مجھے امید ہے کہ میں اپنے بچوں سے اللہ کی رحمت کے سائے میں ملاقات کروں گی۔''

تم قوم کی ماں ہو سوچو ذرا عورت سے ہمیں یہ کہنا ہے
اولادی تمہاری دولت ہے تعلیم تمہارا گہنا ہے

یہی وجہ ہے کہ مغرب نے ایسی جگہ ضرب لگانے کی کوشش کی جہاں سے اسے خطرہ تھا کہ وہ ٹھکانہ ہی برباد کر دیا جائے جو اسلامی تہذیب کو پناہ دے سکتا ہے، اگر ہماری منزل اسلام اور اسلامی تہذیب کا قیام ہے تو پھر سے اس تہذیب کا اپنی بنیادوں پر احیاء کرنا ہوگا۔ جو اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن وسنت کے ذریعہ ہم تک پہنچا دیئے ہیں، میڈیا ایک سیکولر تہذیب وثقافت کا پرچار کر رہا ہے، اس کشتی میں تو ہم سب ہی بیٹھے ہیں۔ اس کو بچانے کی ذمہ داری بھی ہم سب کی ہے۔ مغربی تہذیب وثقافت کی

یلغار کے آگے ہتھیار ڈالنا ہمارے لئے موت کے مترادف ہے۔ اسلام دشمن عناصر چاہتے ہیں کہ دین صرف نمازوں، مشائخ اور مساجد کی حد تک قائم رہے، مگر کسی ایسی شعوری ثقافت آشنا فکر اور مسلمان معاشرے کے قیام کا سبب نہ بنے جو اسلام کو سمجھتے ہوئے اسے عملی زندگی میں برپا کرے یہی وہ خوف ہے جو مغرب کو لاحق ہے اور اس انقلاب کو روکنے کی وہ پوری کوشش کر رہے ہیں۔

کیونکہ اسلام اور اسلامی تہذیب ہی وہ راستہ ہے جو فرد کی ذاتی تربیت سے لے کر معاشرے کے سدھار تک ہمہ پہلو اصلاح کر سکتا ہے، بحثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے اسلامی تہذیب کے تحفظ واحیاء کی عالمگیر تحریک چلائی جائے۔ اقبال نے کیا خوب کیا ہے۔

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگِ امومت ۔۔۔ ہے حضرت انسان کے لئے اس کا ثمر موت

جس علم کے تاثر سے زن ہوتی ہے نازن! ۔۔۔ کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسۂ زن! ۔۔۔ ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

اسلام کے عالمی قوانین کا نئے عالمی قوانین سے تقابلی مطالعہ:

جب ہم اسلام کے قانون بین الممالک کا دنیا کے دیگر بین الاقوامی قوانین سے تقابلی مطالعہ اور موازنہ کرتے ہیں تو کئی ایسے پہلو واضح طور پر سامنے آتے ہیں جن کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا بین الاقوامی قانون اپنے اندر چند ایسے اہم خصائص اور امتیازی اوصاف رکھتا ہے جو اس کے علاوہ کسی اور قانون میں موجود نہیں ہیں، لیکن کسی بھی بامعنی تقابلی مطالعے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے دنیا کے بڑے بڑے قوانین میں بین الاقوامی قانون کے احکام وتصورات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے تا کہ اس کی بنیاد پر ایک تقابلی خاکہ تیار کیا جاسکے۔

اس سلسلے میں کسی بھی قوم کا یہ دعویٰ سو فیصد درست نہیں کہا جاسکتا کہ بین الاقوامی تعلقات کے سلسلے میں قوانین کا آغاز سب سے پہلے اس کے ہاں سے ہوا۔ یونانیوں کا بیان ہے کہ بین الاقوامی قوانین کا تصور اور اس کے اصول وضوابط سب سے پہلے ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ (۲۴) ارسطاطلیس نے اپنی کتاب سیاسیات میں قانون کی جو اساس قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ غیر قوموں کو غلام رہنے اور بننے کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی ہمارے علاوہ تمام نسان دوسرے درجے کے ہیں۔ ہندوؤں یا یونانیوں کے ہاں ہی نہیں ہے بلکہ یہ مستعمرانہ تصور دنیا کی کئی قوموں میں رائج رہا ہے۔ یورپ میں یونانیوں کے بعد اسے رومن ایمپائر نے بھی اپنایا۔ جب رومن ایمپائر کے قوانین مرتب کئے جارہے تھے اور بین الاقوامی اصول وضوابط کو منظم کیا جارہا تھا تو انہوں نے پوری نسل انسانی کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک رومن دوسرے غیر رومن، غیر رومنوں کو انہوں نے غیر مہذب قرار دیا اور ان کے لئے ایک نیا قانون مرتب کیا، یہ نیا قانون جس کا اطلاق تمام غیر رومن اقوام پر ہوتا تھا، وہی قانون ہے جس کو آگے چل کر انہوں نے قانون اقوام کا نام دیا، یہی وہ قانون ہے جس کی بنیادوں سے اور جس کی کوکھ سے یورپ کے موجودہ بین الاقوامی قانون نے جنم لیا ہے۔ (۲۵)

عجیب بات ہے کہ مقدس رومن ایمپائر میں جو قوانین مرتب کئے گئے اور خاص طور پر وہ قانون بین الاقوام جو پاپائے اعظم کی زیر سرپرستی ترتیب دیا گیا وہ دراصل پوپ ہی کے فیصلوں پر مبنی تھا جس پر ڈیڑھ ہزار سال تک یورپ کی مسیحی ریاستیں عمل

کرتی رہیں، اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا شائبہ تک موجود نہ تھا، حضرت عیسیٰ کی تعلیمات میں، جو ان کے مشہور پہاڑی کا وعظ کی صورت میں موجود ہیں، کہا گیا ہے کہ اگر تمہارے کوئی ایک تھپڑ مارے تو تم اس کے سامنے دوسرا گال پیش کر دو، اور اگر کوئی تمہاری چادر چھیننا چاہے تو تم قمیص بھی اتار کر اس کے حوالے کر دو۔(۲۶) ان تعلیمات کا فطری تقاضا تو یہ تھا کہ جارج بش جنہوں نے چین کے صدر سے ملاقات میں کہا میں عیسائی ہوں، (۲۷) وہ نیو ورلڈ آرڈر کی ترجمانی اور نفاذ کی باتوں سے بھی دست برداری کا اعلان کرتے اس لئے کہ عیسائی تعلیمات سے متصادم ہیں۔

اسلام کے عالمی انسانی منشور کے اہم نکات

اقوام کے انسانی منشور کو مقدس صحیفہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے حالانکہ ہمارے پیغمبرؐ نے چودہ سو سال پہلے جو قانون دیا، وہ فطرت وعدل کے زیادہ قریب ہے اس میں انفرادی قوانین بھی اجتماعی بھی ہیں۔قرآن پاک میں ہے۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (۲۸)

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

''اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب سے مومن وفرماں بردار ہی ہوں تو تمام اہل زمین ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن ہو جائیں؟'' (۲۹)

یعنی حجت اور دلیل سے ہدایت وضلالت کا فرق کھول کر رکھ دینے کا جو حق تھا وہ تو پورا پورا ادا کر دیا ہے، اب رہا جبری ایمان تو یہ اللہ کو منظور نہیں ہے، اللہ تعالیٰ خود ہی انسانوں کو ایمان لانے یا نہ لانے اور اطاعت اختیار کرنے یا نہ کرنے میں آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔

(۲) عزت کے تحفظ کا حق: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا، بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔(۳۰)

ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنا، ایک دوسرے کی دل آزاری، ایک دوسرے سے بدگمانی، درحقیقت ایسے اسباب ہیں جن سے آپس کی عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر دوسرے اسباب سے مل کر ان سے بڑے بڑے فتنے جنم لیتے ہیں، اسلام ہر فرد کی بنیادی عزت کا حامی ہے، جس پر حملہ کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

(۳) نجی زندگی کے تحفظ کا حق: اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو۔(۳۱)

یعنی لوگوں کے دل نہ ٹٹولو، ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، دوسروں کے حالات اور معاملات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو،

لوگوں کے نجی خطوط پڑھنا، دو آدمیوں کی باتیں کان لگا کر سننا، ہمسایوں کے گھر میں جھانکنا اور مختلف طریقوں سے دوسروں کی خانگی زندگی یا ان کے نجی معاملات کی کھوج کرنا ایک بڑی بداخلاقی ہے، جس سے طرح طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں، اس لئے ہر انسان کو اپنی نجی زندگی کے تحفظ کا حق دیا گیا ہے اور دوسروں کو اس میں دخل اندازی سے روکا گیا ہے۔

(۴) صفائی پیش کرنے کا حق: تم چھپا کر ان کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو اعلانیہ کرتے ہو ہر چیز کو میں بخوبی جانتا ہوں۔(۳۲)

یہ اشارہ بدری صحابی حضرت حاطب بن بلتعہ کی طرف ہے، مشرکین مکہ کے نام ان کا ایک خط مکہ معظمہ پر حملہ کی خبر کے بارے میں پکڑا گیا تھا، مگر اس سنگین جرم کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ان کو کھلے عام اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ جرم کی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو صفائی کا موقع دیئے بغیر سزا دینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور اسلام نے انسان کے اس بنیادی حق کی پاسبانی نازک سے نازک موقع پر بھی کر دکھائی ہے۔

(۵) اظہار رائے کی آزادی کا حق: قرآن مجید کی سورہ شوریٰ (۳۳) میں فرمایا کہ وہ اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، دوسری جگہ سورۂ آل عمران (۳۴) میں فرمایا:

(اے پیغمبر) ان کے قصور معاف کردو، اس کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم (مشورے کے نتیجہ میں) کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، جو مرد اور عورتیں اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔(۳۶)

یہ اسلام کی وہ بنیادی قدریں ہیں جنھیں ایک فقرے میں سمیٹ دیا گیا ہے، ان قدروں کے لحاظ سے مرد اور عورت کے درمیان دائرۂ عمل کا فرق تو ضرور ہے مگر اجر و ثواب میں دونوں مساوی ہیں۔

والدین کے لئے حسن سلوک کا حق: ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے، (۳۷) انسان پر مخلوقات میں سے کسی کا حق سب سے بڑھ کر ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں، صاف ستھرے سماج کے قیام کے لئے یہ ایک اہم جز ہے۔

(۴) انسانی جان کی حرمت کا حق: ''اور جو اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کا ناحق ہلاک نہیں کرتے''۔ (۳۸) ایک دوسری جگہ بلا خطا کسی کی جان لینے کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے، انسانی جان کی حرمت سماج کے ان بنیادی حقوق میں سے ہے جس کے بغیر کوئی سماج زندہ نہیں رہ سکتا۔(۳۹)

اسلام کی عالمی رواداری کا عالمی مذاہب اور نئے عالمی نظام کے تناظر میں مطالعہ

یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی   اخوت کی جہاں گیری محبت کی فراوانی

دنیا کے تمام مذاہب کے ساتھ اسلام کی عالمی رواداری تعلیمات و عمل نبوی ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں اور قوت برداشت کا جائزہ لیتے ہیں تو اسلام کی رواداری پوری قوت کے ساتھ نمایاں ہو کر آتی ہے، جس کی نظیر نہ اسلام سے پہلے پیش کی جاسکی نہ اسلام کے بعد پیش کی جاسکتی ہے، نبی کریم ﷺ کا قول و فعل قرآن کے تابع تھا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا، کان خلقه القرآن۔ (۴۰)

رواداری قرآن اور تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں: سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ﷺ کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (۴۱)

آپ ﷺ کی رحمت کا فرو مشرک تمام انسانیت کے لئے ہے جو چاہے دامن رحمت و عافیت میں آسکتا ہے، سورۃ الاحزاب میں فرمایا! اے پیغمبر ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا اچھے لوگوں کو خوشخبری نافرمانوں کو ہوشیار کرنے والا، اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے والا اور ساری دنیا کو روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (۴۲) سورۃ سباء میں (۴۳) اسی بات کو دہرایا گیا ہے سورۃ نحل میں حکم دیا ہے، اللہ سب کے ساتھ عدل و احسان اور اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے۔ (۴۴) یہی بات سورۃ قصص میں کہی گئی ہے۔ (۴۵)

مذہبی رواداری کی انتہاء یہ ہے کہ سورۃ کہف میں فرمایا جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر اختیار کرے، (۴۶) البقرۃ میں فرمایا، دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں (۴۷) سورۃ الکافرون (۴۸) میں اسی بات کو دہرایا گیا ہے، اسلام کا تشدد اور سختی سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تو محبت کا سودا ہے، ارشاد ربانی ہے! اپنے رب کی طرف سلیقہ و دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچھی اچھی باتوں کے ذریعے اللہ کی طرف بلاؤ اور بحث و مباحثہ میں برداشت کا مظاہرہ کرو۔ (۴۹) اور اپنی عاقبت برباد کریں گے آپ کے ذمہ زور زبردستی کرنا نہیں ہے بلکہ صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ (۵۱) جو راہ ہدایت پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے چلتا ہے جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے (۵۲) کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا کا کوئی مذہب رواداری اور برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔

مستشرقین کی جانب سے قرآن تعلیمات کا اعتراف: جارج سیل (G. Sell) مشہور یورپی مستشرق لکھتا ہے! مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے، (۵۳) موسیو کاسٹن کار لکھتا ہے! روئے زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہی تو دنیا کا امن و امان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ (۵۴)

فرانسیسی مستشرق موسیو سیڈیولٹ (M. Sedillet) لکھتا ہے! جو لوگ اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے ضمیر کے تاریک ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ ان صریح آیات کو نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عربوں کی وہ تمام بری خصلتیں مٹ گئیں جو مدت دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں، انتقام لینا، خاندانی عداوت کو جاری رکھنا، کینہ پروری اور جور و ظلم، دختر کشی وغیرہ جیسی مذموم رسومات کو قرآن نے مٹا دیا ان میں سے اکثر چیزیں پہلے بھی یورپ میں تھیں اور اب بھی ہیں۔ (۵۵)

آپؐ نے تعلیم دی اشتعال انگیز عوامل کے باوجود انسان برداشت کرے، چھچھورے پن کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ کوہ وقار بنا رہے، (۵۶) نبی کریم ﷺ نے اس کا عملی مظاہرہ کیا اور اسی کی تعلیم دی فرمایا مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے، جس میں سے ایک ہے والعدل فی الرضا والغضب (۵۷) اور غضب (عدم برداشت) دونوں حالتوں میں انصاف کروں۔

ملکی استحکام و مظلوموں کے تحفظ کا عالمی نظام

اسلام نے جہاں رواداری کی تعلیم دی وہیں دفع شر دفع ظلم اور ملک وملت کے دفاع کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت بھی دی ہے۔

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں — خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم — سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
سالار کارواں ہے جو میر حجاز اپنا — اس نام سے ہے باقی آرام جہاں ہمارا

(۱) جہاد: اسلام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے توازن و آہنگ کا نام ہے۔ (۵۷) عیسائیت کی طرح ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال پیش کر دینے کا نام نہیں ہے۔ الاسلام یعلو ولایعلیٰ علیہ اسلام پست و ذلیل کرنے نہیں آیا، بلکہ پستی سے نکالنے آیا ہے اور یہ محدود طاقت کے استعمال کے بغیر ممکن نہیں، اس لئے جب ظلم ہو تو وہ مظلوم کی حمایت کے لئے جہاد کی اجازت دی گئی۔ (۵۹) لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا۔ (۶۰) اور اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو صلح کا حکم دیا گیا۔ (۶۱) مستشرقین نے اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈا بڑی شدت سے پھیلایا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اس کا بھی مختلف متشرقین نے دیا ہے، پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ لکھتے ہیں، قرآن میں کہیں ایسی آیت نہیں جس میں کسی جبری تبدیلی مذہب کا حکم پایا جائے۔ (۶۲) جارج سیل لکھتا ہے اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا اسے تو انہوں نے بھی قبول کیا ہے جن کا محمد ﷺ کی قوت سے کبھی واسطہ نہیں پڑا، اور وہ بھی اس میں داخل ہوئے جنہوں نے عربوں کو ان کی فتوحات سے محروم رکھا (۶۳)۔

یہی بات "فن لے" گبن (E.Gibban) ای۔ جی ویلز، جان بیکٹ اور بے شمار مستشرقین مورخین نے لکھی ہے۔ (۶۴) جہاں تک جزیہ کا تعلق ہے یہ غیر مسلم مالداروں پر مالی ٹیکس ہے جیسے مسلمانوں پر زکوۃ و عشر کی ادائیگی لازم ہے۔

(۲) اتحاد و یکجہتی: ملک وملت کے حقیقی استحکام کی بنیاد اتحاد و یکجہتی ہے قرآن حکیم میں اسے عظیم نعمت قرار دیا گیا ہے، (۶۶) اس کی نظر میں انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی اختلافات کا خاتمہ ہے۔ (۶۷) اس کے نزدیک تفرقہ بازی شرک کے مترادف ہے اور اختلاف و تنازع ضعف و کمزوری عذاب خداوندی کا سبب ہے۔ (۶۸) وہ اتحاد و محبت کے راستے میں حائل ان رکاوٹوں کی نشاندہی کرتا ہے جو نفرت و کدورت اور بغض و عداوت پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مثلاً تمسخر و استہزاء، طعنہ زنی، برے القاب سے پکارنا، بدگمانی، تجسس اور غیبت وغیرہ۔ (۶۹)۔

آنحضرت ﷺ نے تمام مومنین کو جسد واحد سے تشبیہ دی ہے۔ (۷۰) اور انہیں ایک دوسرے کو بنیان مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) قرار دیا ہے۔ (۷۱) آپ ﷺ نے انتشار و افتراق پیدا کرنے والوں کو قتل تک کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"من اراد ان یفرق امر هذه الامة و هی جمیع فاضربوه بالسیف کائنا ما کان"۔(۷۲)
(جوکوئی اس امت کے بندے ہوئے رشتے کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کرے اس کی تلوار سے خبرلو خواہ وہ کوئی ہو)۔

اسلام دشمن طاقتیں آج مسلماوں میں نسلی، لسانی اور گروہی امتیازات اجاگر کر کے نظریاتی اختلافات کو ہوا دے کر اور فرقہ وارانی اختلافات کو بھڑکا کر ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہی ہیں، ہم آج امت واحدہ کا مظاہرہ کر کے ہی دشمنان اسلام کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اپنی بقاء وارتقائی منازل طے کر سکتے ہیں۔

اسلامی تاریخ میں ریاست مدینہ کی مثال انتہائی روشن ہے جہاں حضور اکرمﷺ کی تشریف آوری سے قبل اوس وخزرج کے قبائل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور باہم اختلافات وتنازعات کا شکار تھے۔(۷۳) عربوں کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنی پوری تاریخ میں ایک چھوٹی سی سلطنت بھی قائم نہ کر سکے تھے، ہمیشہ سے متحارب قبائلی نظام میں منتشر اور مفلوک الحال تھے، اگر وہ آپس میں اپنے اپنے حقوق کی خاطر اسی طرح بر سر پیکار رہتے تو تباہ و برباد ہو جاتے مگر جب اسلام کو قبول کر کے اپنے صدیوں کے تنازعات بھلا دیئے، جاہلی تعصبات ختم کر دیئے تو ان کو وہ عروج حاصل ہوا کہ دنیا انگشت بدانداں رہ گئی اور چند ہی سالوں میں اس دور کی سپر پاورز روم اور فارس کو اسلامی اقدار کے زیر نگین لے آئے، یہ کامیابیاں دراصل تاریخ، حالات اور اسباب کا منطقی نتیجہ تھیں بلکہ اس اخوت اور اتحاد کا ثمرہ تھا جو حضورﷺ کے صدقے انہیں عطا ہوا۔ خود مملکت پاکستان کا قیام بھی اتحاد واتفاق کی بدولت معرض وجود میں آیا اور اس کا استحکام بھی اسی جذبے کا مرہون منت ہے۔

اس وقت اتحاد و یکجہتی کے راستے میں دو بڑی رکاوٹیں حائل ہیں، جن میں سے ایک قومیت پرستی ہے اور دوسری مذہبی تفرقہ بازی۔

(۳) قیام عدل وامن: معاشرتی استحکام کی بنیاد ایک ''عدل'' کا قیام ہے، قیام عدل سے مراد معاشرہ میں ایسا متوازن اور عادلانہ نظام قائم کرنا ہے جس میں ہر فرد، جماعت اور طبقے کے حقوق محفوظ ہوں اور ظلم اور ناانصافی کے سد باب کا موثر انتظام ہو، جس معاشرہ میں ظلم و ناانصافی عام ہو، عوام کے حقوق محفوظ نہ ہوں، ان کی جان، مال اور عزت وآبرو کو تحفظ نہ ہو وہ جلد تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے باہمی عداوتیں اور نفرتیں بڑھتی ہیں اور فتنہ وفساد کے دروازے کھلتے ہیں۔ ارشاد نبویﷺ ہے۔

"لاتقدس امة لا یقضی فیها بالحق و یاخذ الضعیف حقه من القوی غیر متعتع"
(اس امت میں کوئی برکت نہیں ہوسکتی جس میں عادلانہ فیصلے نہ ہوتے ہوں اور جس میں کمزور کوئی پریشانی اٹھائے بغیر اپنا حق زبردست سے وصول نہ کرلیتا ہو)۔(۷۴)

اسلام کے عالمی رفاہی نظام وتعلیمات سے موجودہ نئے عالمی نظام کا موازنہ

مصیبت کے غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
اتر کر حراء سے سوءِ قوم آیا
اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

(۴) اسلام میں عوام کی خدمت کو بہت بڑی عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ خدمت اس عمل کا نام ہے جو خادم یعنی خدمت کرنے والے سے سرزد ہوتا ہے دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے۔ ''خادم'' بمعنی خدمت گزار، نوکر ہے ترکی میں اکثر اس کے ثانوی معنی ''خواجہ سرا'' کے لئے جاتے ہیں اس لفظ کا اطلاق مرد وعورت آزاد اور غلام سب پر یکساں ہوتا ہے۔ (۷۶) خادم کا اسم جمع خدم اور جمع خدام ہے'' خادم الحرمین الشریفین'' (دو مقدس مقامات یعنی مکے اور مدینے کی خدمت کرنے والا) ترکی سلطانوں کے خطابوں میں سے ایک تھا، مسلمانوں میں غلاموں کے علاوہ آزاد نوکروں سے بھی خدمت لینے کا رواج ہمیشہ سے رہا ہے۔ (۷۷) اسی طرح دوسرے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے وردی میں ملبوس عہدے دار جو شاہی اور سرکاری ملازمتوں میں ہوتے ہیں، ان کی بہت سی جماعتیں ہوا کرتی تھیں (حاجب، دربان اور گویئے اور ان کو ایک عام نام خدمہ سے پکارا جاتا تھا۔ (۷۸) خلاصہ کلام یہ کہ خدمت سے وابستہ کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والوں کو خادم اور ان کے کاموں کو خدمت گزاری کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے ڈاکٹر خالد علوی صاحب لکھتے ہیں۔ خدم خلق ایک وسیع اصطلاحی لفظ ہے جس میں جسمانی خدمت، اخلاقی رویہ، مالی اعانت اور ممکنہ تحفظ شامل ہیں۔ (۷۹) قرآن وسنت کی ہدایت سے معلوم ہوتا ہے حسن خلق دین کی روح ہے اللہ تعالیٰ نے خدمت کے تصور کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم نماز میں اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے جو خدا پر قیامت پر فرشتوں پر کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا اور مال کی خواہش کے باوجود اپنا مال رشتہ داروں پر یتیموں پر غریبوں پر مسافروں پر مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر صرف کرتا رہا اور نماز ادا کرتا رہا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور جو وعدہ کر کے اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں اور جو مصیبت تکلیف اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں یہی وہ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی تقویٰ والے ہیں۔ (۸۰) جبکہ آج عام طور سے صرف نماز، روزہ کو دین سمجھا جاتا ہے حالانکہ خدمت خلق بھی دین کا اہم ترین حصہ ہے جس سے عموماً تغافل برتا گیا ہے۔

خدمت خلق کے مفہوم کی تعین کے بعد اس کی اہمیت پر روشنی ڈال رہا ہوں اور اس سلسلہ میں اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت قرار دیا ہے صحیح مسلم کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے کہے گا اے ابن آدم میں بیمار پڑا رہا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی انسان کہے گا تو سارے جہاں کا پروردگار تو کب بیمار تھا اور میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے تو اس کی مزاج پرسی کا باعث بنتا، نبی ﷺ نے ان اخلاقی بیماریوں کا علاج خدمت خلق کے ذریعے کیا ہے۔ خدمت خلق کے لئے محبت، شفقت اور ہمدردی اخلاص کے علاوہ ایثار وقربانی کا جذبہ ایک ناگزیر ضرورت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایثار کی ترغیب دلائی قرآن پاک

میں انصار کے ایثار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا، اور انصاری صحابہ اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو۔ (ان مہاجرین بھائیوں کو (اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔ (۸۱)

مفسرین عظام و محدثین کرام نے اس آیت پر انصار کی ایثار نفسی و خدمت خلق کے حوالے سے بحث کی ہے، بخاری و مسلم میں ان انصاری کا واقعہ درج ہے جس نے خود بھوکے رہ کر مہمانوں کو کھانا کھلایا تھا۔ (۸۲) خدمت خلق کے ذریعہ ایک ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جس میں ہر فرد دوسرے کے لئے سوچتا ہے اور عمل کرتا ہے چونکہ خدمت خلق سے فرد کے ذاتی مفادات کی قربانی ہوتی ہے اس لئے طبائع آسانی سے اس کی طرف مائل نہیں ہوتیں۔ انبیاء علیہم السلام نے انسان کو اس کام کے لئے آمادہ کرنے پر بڑی محنت کی ہے، اللہ کی توحید کا شعور اور خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک کا احساس ان محسنین خلق کی کاوشوں کا محور رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے شعور انسانی کے اس پہلو کو پختہ کرنے کے لئے کئی طریقے اختیار کئے ہیں، اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرنے سے وہ گوشے واضح ہو جاتے ہیں۔ خدمت خلق کا سب سے زیادہ فائدہ خدمت کرنے والے کو ہوتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد فرماتا ہے اس کے اپنے کام بھی ہو جاتے ہیں اور آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ: واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ. (۸۳)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے، اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن ابن عمران رسول اللہ قال: المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ و من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجۃ و من فرج عن مسلم کربۃ فرج عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ. (۸۴)

ابن عمر سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس سے کنارا کرتا ہے جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی مسئلہ حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بھی حاجت پوری کرتا رہتا ہے اور جس نے اپنے بھائی کے دکھ میں حصہ لیا اللہ قیامت کے دن اس کی مشکل میں سے ایک مشکل کو دور کرے گا۔ جس نے دنیا میں اپنے بھائی کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا، صرف یہی نہیں بلکہ اس کے بدلہ بہت بڑا اجر بھی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ من قضی لاخیۃ حاجۃ کان مبمزلۃ من خدم اللہ عمرہ (۸۵) اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنا ساری عمر اللہ کی خدمت کرنا بلکہ لوگوں کے مفاد میں انہیں حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ من سرہ ان تنفس کربۃ و ان تستجاب دعوتہ فلیسر علی معسر اولید ع لہ، فان اللہ یحب اغاثہ الھفان (۸۶) جو اپنی مشکلات حل کرانا چاہتا ہے اور خواہشمند ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو جو لوگ مشکلات کا شکار ہوں ان کے لئے آسانیاں پیدا کرے بے شک اللہ مشکلات میں مبتلا لوگوں کی خدمت کو پسند کرتا ہے۔

دنیاوی فوائد کے ساتھ خدمت خلق کا اخروی فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس نے مشکلات میں گھرے کسی شخص کی

مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں تہتر نیکیاں لکھے گا، مغفرت کے ساتھ ان میں سے ایک بدلہ یہ ہے کہ اس کے تمام کام ہو جائیں گے اور بہتر درجات قیامت کے دن ملیں گے۔ (۸۷) اور جس طرح کی خدمت دنیا میں کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت مں اس سے بہتر اجر دے گا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

جس نے کسی بغیر لباس مسلمان کو پہنایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت میں ریشم کا لباس پہنائیں گے۔ جس نے دنیا میں کسی پیاسے کو پانی پلا دیا اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب پلائیں گے جس نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے پھلوں کو اس کی غذا بنائیں گے۔ (۸۸) حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں میں بھی کسی کی ضروریات پوری کرنے کو دو ماہ اعتکاف کرنے سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ (۸۹) خدمت خلق کے فواء پر اور بھی شمار روایات ہیں لہذا مسلمانوں کی مدد کے لئے زیادہ سے زیادہ فلاحی ادارے قائم کرنا مسلم عوام وحکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔

نئے عالمی نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے اہم تجاویز

خلاصہ بحث یہ ہے کہ دشمن پوری قوت حوصلہ اور نئے جال کے ساتھ ہمارے سروں پر مسلط ہو چکا ہے جس سے ہم ہی نہیں ہماری نسلیں بھی متاثر ہو رہی ہیں

اس وقت مساجد کو متحرک کرنا ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے جس جگہ ہمیں امپیریل ازم سے اصل میں لڑنا ہے وہ شہری محلہ اور گاؤں سے وہ چھوٹی آبادیاں ہیں اور ان مقامات پر ہم مساجد اور علماء تک رسائی کے بغیر کوئی مہم سرانجام دے نہیں سکتے جو بنیادی چیلنج آج درپیش ہے وہ ریاستی سطح سے زیادہ معاشرتی سطح کا ہے اس لئے مساجد کو Mobilize کرنا اور علماء کو یہ بات باور کروانا کہ اس وقت کتنا بڑا خطرہ درپیش ہے کہ اگر ہم نے اس کو شکست نہ دی تو ہمارے معاشرے میں لبرل ازم اور سیکولرازم جڑیں پکڑ جائیں گے۔ یہ ہمارے لئے واقعتاً اور حقیقتاً زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، نیو ورلڈ آرڈر کا بنیادی حملہ معاشرہ پر ہے، ریاست پر نہیں ہے، حسب ذیل گروہ اس کی خاص زد میں ہیں۔

(۱) خواتین (۲) علماء اور مشائخ (۳) چھوٹے کاروباری

تحریک کے لئے ضروری ہے کہ معاشرتی کام کو انقلابی حکمت عملی میں سمونے کی اہمیت کا اندازہ لگائے، معاشرتی اقدار کو اسلامی انقلابی قالب میں ڈھالنا اور دعوت کو طاغوت سے ممیز کرنا ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے جیسے جیسے پاکستانی معاشرہ نیو ورلڈ آرڈر کے زیر اثر آئے گا ایک عام مسلمان کے دل میں اس کو رد کرنے کی خواہش ہوگی (جیسا کہ ایران اور الجیریا میں ہوا) اگر معاشرہ میں ایسی سیاسی اور فکری قیادت موجود ہے کہ لبرل ازم اور اس کی اقدار کو یکسر رد کرتی ہے اور اپنے کردار اور طرز زندگی سے احیائے اقدار اسلامی کی منہ بولتی تصویر ہے تو تمام شریف النفس افراد کھنچ کھنچ کر اس قیادت کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ اگر ہم نے لبرل ازم کی اسلام کاری کی کوشش کی تو اسلام اور غیر اسلام میں فرق کرنا ایک عام آدمی کے لئے بہت مشکل ہو جائے گا اور اس کا امکان پیدا ہو جائے گا کہ پاکستانی معاشرہ نیو ورلڈ آرڈر میں ضم ہو جائے گا۔

تحریک اسلامی پر یہ بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی ہے کہ وہ دعوت کو فرد، معاشرہ اور ریاستی سطح پر طاغوت سے اس

طرح ممیز کر سکے۔ یہ صرف ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ کوئی دوسرا گروہ انقلابی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور فرد معاشرہ اور ریاست کی سطح پر دعوت طاغوت سے اس طرح ممیز کرے کہ ہر مسلمان حق و باطل میں بہ آسانی تمیز کر سکے، اگر یہ کام نہ ہوا تو عنداللہ ہماری گرفت ضرور ہوگی۔

خواتین کا کلیدی کردار

اب میں اس حکمت عملی کے چند خدوخال بیان کرتی ہوں، جس کو اپنا کر ورلڈ آرڈر کی زد میں آئے ہوئے گروہوں کی نئی صف بندی کا کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ خواتین نے ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا ہے ہر شخص کو اسلام کی طرف دعوت دینے والی پہلی شخصیت اس کی مسلمان ماں ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہؓ اور حضرت سمیہؓ کو پہلی مسلمان اور پہلی شہید کا مرتبہ عطا فرمایا۔ مسلمان خاتون وفا، ایثار، محبت اور عزم کا وہ نادر ستون ہے جس کے گرد ہمارا پورا معاشرتی نظام گھومتا ہے جس گھر کو مسلم ماں مسلم بیوی اور مسلم بیٹی میسر نہ ہو وہ اسلامی گھرانہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلامی انقلابی جدوجہد میں ہماری خواتین کا کردار ہمیشہ مثالی رہا ہے۔ ایران الجیریا افغانستان کشمیر اور سندھ میں نسل پرستوں کا دور رہا ہے۔ ایران الجیریا افغانستان کشمیر اور سندھ میں نسل پرستوں کے ساتھ مقابلوں میں ہماری خواتین نے جس ہمت بہادری اور صبر کا مظاہرہ کیا ہے اس نے حضرت ام امارہؓ کے احد کے کارناموں کی یاد تازہ کر دی ہے، ہمیں اپنی خواتین کی فکر و کردار اور نا قابل شکست جذبہ ایثار جدوجہد پر ناز ہے۔

حیاء اور وفا کے ان پاکیزہ پیکروں کو تباہ کرنے کے لئے استعماری دو ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ ایک ان کو گھروں سے نکال کر ملازمت اختیار کرنے کی ترغیب دینا، دوسرا نسل کشی (Population Control) کی طرف راغب کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے جیسے بگڑے مسلمان معاشرہ میں بھی یہ دونوں ہتھکنڈے صرف اس لئے کارگر ثابت ہو رہے ہیں کہ ان کے پیچھے معاشی احتیاج موجود ہے، خواتین کے ملازمت اختیار کرنے کی دو بڑی وجوہات ہیں۔

(۱) شادیوں میں تاخیر　　　　(۲) قیمتوں اور معیار زندگی میں اضافہ

ایک عام مسلمان معاش کی چکی میں بری طرح پھنسا ہوا ہے، اشیائے صرف کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، معاشرتی دباؤ نے معیار زندگی میں اضافہ اور تعیشات کے حصول کو ضروری بنا دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ شادیوں میں تاخیر اور خواتین کے ملازمت اختیار کرنے کی ہے، اس کے لئے میری تجاویز یہ ہیں:۔

(۱) ایک باقاعدہ نظام تشکیل دیا جائے جس کے ذریعہ پہلے کارکنوں اور پھر ان محلوں میں جہاں ہمیں اثر و نفوذ حاصل ہے ایک منصوبہ کے تحت شادیاں کروائی جائیں، ہر حلقہ اور ہر علاقہ کے لئے عددی اہداف مقرر کئے جائیں اور ایک متعین مدت میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جن کی عمر ۲۵ سال سے تجاوز کرتی ہیں والدین اور ہمدردوں پر زور دیا جائے کہ لڑکے اور لڑکی شادیاں دولت اور رتبہ حاصل کرنے کے لئے موخر نہ کریں، فرض ہے کہ اپنی ان بہن اور بیٹیوں کے گھر بسانے کو اولین اہمیت دیں۔

(۲) مشترکہ خاندانی نظام کو فروغ دینا، معیار زندگی میں اضافہ کی دوڑ کا ایک بہت بڑا سبب مشترکہ خاندانی نظام کا درہم برہم ہونا ہے تحریک کو کوشش کرنا چاہئے کہ کارکنوں کے گھروں میں آپس کی شادیوں کو فروغ دے کر وسیع خاندانی نظام کی

داغ بیل ڈالی جائے۔

(۳) جو خواتین ملازمت کرنے پر مجبور ہیں ان کے لئے ایسے مواقع فراہم کئے جائیں جہاں وہ اسلامی ماحول میں ملازمت کرسکیں (مثلاً انڈسٹریل ہوم، اسکول، زنانہ ہسپتال وغیرہ) اور کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ معاشرہ میں کم سے کم خواتین معاشی طور پر ملازمت کرنے پر مجبور ہوں۔

(۴) حلقہ خواتین کے کام میں کارکنوں کے معاشی اور خاندانی مسائل کو حل کرنے کی طرف توجہ دی جائے۔ اجتماعات میں اس نوعیت کے مسائل کو زیر غور لایا جائے اور ان کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۵) خواتین میں مانع حمل ادویہ کے استعمال اور نسل کشی کے خلاف نفرت اور کراہیت پیدا کی جائے، نسل کشی کی تحریک فحاشی اور جنسی امراض کو عام کرنے کی تحریک کا جزولاینفک ہے، خاندانی منصوبہ بندی کے اداروں کے خلاف محلّہ کی سطح پر مہم چلائی جائے اور ان کے غلیظ اور مکروہ معاشرتی کردار سے عوام کو روشناس کرایا جائے۔

(۶) استعمار کے گماشتہ ادارے پورے ملک میں Womens Group کا جال بچھا رہے ہیں، دیہی علاقہ اور کچی آبادیاں اس حملہ کا خاص شکار ہیں، ان اداروں کے زیر اثر خواتین تک فی الفور رسائی حاصل کی جائے، ہماری سیدھی سادھی غریب بہنوں کو آگاہ کیا جائے۔

(۷) اس سلسلہ میں آخری اور سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ہم اس موقع پر کوئی ایسی حکمت عملی اختیار نہ کریں جس سے جدیدیت کے لئے کوئی نرم گوشہ نکلتا ہو، ورنہ اس صورت میں یہ سب باتیں جو اوپر عرض کی گئی ہیں بے معنی ہو کر رہ جائیں گی۔

اس سلسلہ میں ایک حساس اور اہم مسئلہ پردہ میں نرمی اور relaxation کا ہے، اگرچہ شریعت میں چہرہ کو کھلا رکھنے کا پورا پورا جواز موجود ہے لیکن ہمارے ہندو پاک کے ماحول میں اس وقت اس حکمت عملی کے اختیار کرنے کا لازمی مطلب یہ ہوگا کہ ہم لبرلزم کو ایک زبردست concession فراہم کردیں گے اور جدیدیت کی طرف جھکاؤ کا عملی نمونہ پیش کریں گے جس کا سراسر فائدہ نئے نظام کے پروردہ اور جدیدیت کی طرف میلان رکھنے والے افراد کو پہنچے گا۔

انقلابی حکمت عملی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہم موجودہ قیادت اور اس کی طرز زندگی سے ممیّز اور نمایاں طرز عمل اور طرز زندگی اختیار کریں۔ ہماری خواتین اور ہماری مائیں اور بہنیں جو اس معاملہ میں اولین گہوارہ ہیں سب سے بڑھ کر ان کو موجودہ جدیدیت پرست خواتین اور ان کے لائف سٹائل سے یکسر ممیّز ہونے کی ضرورت ہے، پردہ کا اس معاملہ میں بہت اہم رول ہے، اس لئے پردہ کے معاملہ میں کوئی بھی concession ان انقلابی خواتین کو جدیدیت کی طرف دھکیلنے کا ایک قدم ہوگا۔

علماء اور مشائخ: پاکستان کو نیو ورلڈ آرڈر میں ضم کرنے کی خواہش رکھنے والوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ علماء اور مشائخ ہی ہیں، اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ہماری تاریخ میں علماء نے اسلام کو طاغوت سے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور ان کی کاوشوں کے نتیجے میں ہم نے معذرت خواہانہ جدیدیت کو فکری سطح پر شکست فاش دی ہے، علماء اور مشائخ کا گروہ وہ واحد گروہ ہے جو معاشرے میں عوامی اسلامی قیادت فراہم کرسکتا ہے اور پورے ملک میں مساجد اور مدارس کا وسیع جال موجود ہے جس کے

ذریعہ ہم معاشرتی سطح پر نیو ورلڈ آرڈر کو شکست دے سکتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں علماء اور مشائخ کو متحرک اور فعال کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حکمت عملی اختیار کرنی جائے۔

(ا) تمام محلوں میں علاقہ کی مسجد کے Survey کی بنیاد پر علماء کمیٹیاں قائم کی جائیں، علاقہ میں اسلامی اقدار اور روایات کو شروع کرنے کی تمام کوششوں سے علماء کو ہر مہینہ آگاہ کیا جائے اور ان کی ہدایات اور مشوروں کی بنیاد پر معاشرتی حکمت عملی ترتیب دی جائے۔

(۲) علماء کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ استعمار کا سب سے بڑا ہتھیار جو اسلام کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے فرقہ واریت کا پھیلاؤ ہے، فرقہ واریت کو فروغ دینے والے اسلام کو سماجی سطح پر کمزور اور علماء کو عوام کی نظروں میں مطعون کرنا چاہتے ہیں، وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ ہر سطح پر شیعہ اور سنی علماء باہم شیر وشکر ہو جائیں تمام اختلافی معاملات میں اعتدال کی راہ اختیار کریں اور محلہ کی سطح پر شیعہ اور سنی مساجد اور آئمہ مشترکہ دعوتی پروگرام ترتیب دیں۔

(۳) اپنے کام سے علماء اور مشائخ کو بالخصوص آگاہ کیا جائے اور کوئی حکمت عملی ان کے مشوروں اور تعاون کے بغیر اختیار نہ کی جائے، علماء کو ہر سطح پر قیادت کی ذمہ داریاں سونپی جائیں ان کی آراء کو فوقیت دی جائے، بغیر اس کے کارکنوں کی للٰہیت اور معاشرتی سطح پر اسلامی اقدار کی مقبولیت ناممکن ہے۔

(۴) مساجد کو معاشرتی کام کا محور بنایا جائے، یہاں تعلیم بالغان اور صحت عامہ کی سہولیات فراہم کی جائیں، پولیس اور انتظامیہ کی زیادتیوں اور غیر اسلامی شعائر کے فروغ کے خلاف مہمات علماء کی نگرانی میں ترتیب دی جائیں،

(۵) عوام میں علماء کی تعظیم وتکریم عام کی جائے اور اس بات کا احساس کہ مخلص ترین اور سب سے زیادہ خدا شناس قیادت علماء ہی فراہم کر سکتے ہیں عوام کے اندر اس بات کی خواہش پیدا کی جائے کہ اپنے جملہ معاملات میں علماء اور مشائخ ہی سے رہنمائی حاصل کریں۔

(٦) علماء کی قیادت میں اسلامی رسوم کے احیاء اور تطہیر اور طاغوتی رواجوں اور ثقافت کی بیخ کنی کی مہمیں چلائیں جائیں اور نیو ورلڈ آرڈر کے اصلی چیلنج سے مقابلہ کرنیکی راہ متعین کی جائے۔

ٹریڈ یونین اور چھوٹے کاروبار: نیو ورلڈ آرڈر ہماری معیشت کو سرمایہ دارانہ نظام میں سمو دینا چاہتا ہے وہ ارتکاز دولت کے عمل کو تیز سے تیز کرنا چاہتا ہے اس سے ٹریڈ یونینز اور چھوٹے کاروباری براہ راست متاثر ہوتے ہیں، اس ضمن میں ہمارا بنیادی ہدف سرمایہ دارانہ نظام ملکیت کو کمزور کرنا ہے اس کے لئے میں سمجھتی ہوں:

(ا) ٹریڈ یونینوں کو اس بات کا احساس دلانا ضروری ہے کہ ویلفیئر حقوق کے حصول کی کشمکش ٹریڈ یونینوں کو سرمایہ دارانہ نظام میں ضم کرنے کی کوشش ہے، اس طریق سے مزدور یونینیں لاچار اور مجبور ہو جاتی ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام میں مزدوروں کی حیثیت غلاموں کی سی ہو جاتی ہے۔

(۲) چنانچہ یونینوں کی کشمکش کا اصل ہدف ان اداروں میں جہاں وہ موجود ہیں انتظامی اختیارات کو ہونا چاہیے

مزدوروں کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ وسائل کے حصول اور استعمال کے عمل کو متاثر کرسکیں، مزدوروں کی قیادت کی کوشش کرنی چاہئے کہ مزدوروں میں اس بات کا احساس دلایا جائے کہ وہ اسلامی انقلاب کا ہراول دستہ ہیں وہ سرمایہ داری کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، اس میں تحفظات کا حصول نہیں چاہتے۔

(۳) ٹریڈ یونینوں کو Privatisation کے عمل کی مکمل اور انقلابی خطوط پر مخالفت کرنی چاہئے کیونکہ یہ پاکستانی معیشت کو عالمی سرمایہ دارانہ نظام میں سمونے کا ایک طریقہ ہے اور اسی کے نتیجے میں زر کے اور سرمایہ کے عالمی بازار کا مکمل تسلط ہماری معیشت پر قائم ہو جائے گا۔

(۴) ٹریڈ یونینوں کو مزدوروں میں اسلامی اقدار کے فروغ اور احیاء کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔

(۵) چھوٹے کاروبار کو تقویت پہنچانا اشد ضروری ہے کیونکہ موجودہ پاکستانی معاشرہ میں یہی حلال رزق کا اہم ترین ذریعہ رہ گیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو انتظامیہ اور محلّہ کے بھتہ فنڈوں کی چیرہ دستیوں سے بچایا جائے، اس ضمن میں نوجوانوں کی تنظیموں کا دائرہ کار بازار تک بڑھا دینا فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے۔(۹۰)

میں امید کرتی ہوں کہ اہل علم اور ارباب حل وعقدان گزارشات پر توجہ فرمائیں گے۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

مآخذ وحواشی

1 سورہ سباء/۲۸۔
2 مغربی میڈیا اور اس کے اثرات سے نذر الحفیظ ندوی (مجلسِ نشریات اسلام کراچی ۲۰۰۱ء)۳۹۔
3 ایضاً ص/۵۰ تا ۵۲۔
4 بش نے یہ بیان ۱۲ مئی ۱۹۸۹ء کو دیا تھا۔
5 پہلا عالمی انقلاب روم کلب ۱۹۹۱ء۔
6 کتاب المیہ اور امیدیں تالیف روٹیگلے
7 بطرس غالی حکومت ۱۹۹۷ء
8 مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص/۸۵۔
9 دستاویز 7 رپورٹ اور تجزیہ زیر نگرانی امریکی وزارت دفاع ۲۰ مارچ ۱۹۶۲۔
10 ایضاً۔
11 نیویارک ٹائمز ۱۹۹۱۔۸۰۔۱۴
12 امریکی وزارت خارجہ کا مطبوعہ بلیٹن ۲ ستمبر ۱۹۶۱۔
13 روزنامہ لاس اینجلس ٹائمز ۵ جنوری ۱۹۹۳ء، مقالہ نگار بیرڈ اور رشی بیرونٹر۔
14 روزنامہ لاس اینجلس ٹائمز ۲ فروری ۱۹۹۲ء مقالہ نگار نامر کیمبسٹر
15 نیویارک ٹائمز ۲ فروری ۱۹۹۹ء مقالہ نگار جوزف نائے معاون وزیر خارجہ
16 روزنامہ نوائے وقت کراچی ۔۹۲۔۳۔۲۸
17 روزنامہ پاکستان لاہور ۔۹۷۔۳۔۲۸
18 نیا عالمی نظام اور پاکستان (مرتب مقالات) احمد سلیم مقالہ فرخ سہیل گوئندی (فکشن ہاؤس مزنگ روڈ لاہور ۱۹۹۱) ص ۱۲۲/۱۲۳۔
19 روزنامہ جنگ، کراچی ۱۹۹۵۔۵۔۱
20 سورۃ الانعام/ ۱۶۶۔
21 سورۃ بقرہ/ ۳۸
22 سورۃ آل عمران/۱۱۰
23 سورۃ آل عمران/ ۱۵۔۱۴
24 ماہنامہ ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۹۶، ص/۴۹۔
25 ایضاً
26 ایضاً ص/ ۵۵
27 ماہنامہ ساحل کراچی نومبر دسمبر ص/۸۔
28 سورۃ بقرۃ/ ۲۵۶
29 سورۃ یونس/ ۹۹
30 سورۃ حجرات/۱۱
31 سورۃ حجرات/۱۲
32 سورۃ الممتحنۃ/۱

۳۳ سورۃ شوریٰ/ ۳۸

۳۴ سورۃ آل عمران/۵۹۔

۳۵ سورۃ احزاب/ ۳۶

۳۶ سورۃ احزاب/ ۳۵۔

۳۷ سورۃ عنکبوت/ ۳۵۔

۳۸ سورۃ فرقان/ ۲۸۔

۳۹ محسن انسانیت اور انسانی حقوق ڈاکٹر حافظ محمد ثانی (دارالاشاعت کراچی ۱۹۹۹ء، ص/ ۱۳۱)

۴۰ سنن ابوداؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی کتاب الصلوۃ باب صلوٰۃ اللیل، ج/ ۲، ص/ ۸۸۔

۴۱ سورۃ الانبیاء/ ۱۰۷۔

۴۲ سورۃ الاحزاب

۴۳ سورۃ سباء ۲۸۔

۴۴ سورۃ نحل

۴۵ سورۃ قصص/ ۷۷

۴۶ سورۃ الکہف/ ۲۹

۴۷ سورۃ البقرۃ

۴۸ سورۃ الکافرون

۴۹ سورۃ العنکبوت/ ۴۶، سورۃ نحل/ ۱۲۵

۵۰ سورۃ الانعام/ ۲

۵۱ سورۃ الانعام/ ۱۳۔

۵۲ سورۃ بنی اسرائیل/ ۱۵۔

۵۳ تجلیات سیرت ڈاکٹر حافظ محمد ثانی (فضلی سنز اردو بازار، کراچی) ص/ ۹

۵۴ ایضاً ص/ ۱۰۹

۵۵ خلاصہ تاریخ عرب ایم سیڈ ولٹ (مترجم عبدالغفار نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۶ء) ص ۳۴۔

۵۶ ضیاء النبی پیر محمد کرم شاہ الازہری (ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) ۱۴۱۸ھ، ج/ ۵، ص/ ۳۰۱

۵۷ ایضاً ج/ ۵، ص/ ۳۰۳

۵۸ سورۃ آل عمران/ ۱۱۱

۵۹ سورۃ الحج/ ۶ سورۃ بقرۃ/ ۱۹۴۔

۶۰ سورۃ البقرۃ/ ۱۹۰۔

۶۱ سورۃ الانفال ۶۱۔

۶۲ T.W Arnold the Preaching of Islam, P.

۶۳ تجلیات سیرت، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ص/ ۱۲۶۔

۶۴ ایضاً/ ۱۲۵۔

۶۵ کتاب الخراج امام ابو یوسف فصل فی من تجب علیہ الجزیۃ ص/۷۲

۶۶ سورۃ آل عمران/۱۰۳

۶۷ سورۃ بقرۃ/۲۳۱

۶۸ سورۃ الانفا/۴۶، اور آل عمران/۱۰۵

۶۹ سورۃ الحجرات/۱۲۔۱۱

۷۰ صحیح البخاری کتاب الادب باب الرحمۃ الناس اور صحیح مسلم کتاب البر واصلۃ باب تراحم المومنین وتعاطفھم۔

۷۱ ایضاً کتاب الادب باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضاً۔

۷۲ مقالات سیرت ۱۹۹۸ء، وفاقی وزارت مذہبی امور، اسلام آباد۔ص/۱۲۷۔

۷۳ تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں ایام العرب فی الجاھلیۃ، جواد احمد (مطبوعہ قاہرہ ۱۹۴۲)

۷۴ مقالات سیرت ۱۹۹۸، وفاقی وزارت مذہبی امور، اسلام آباد، ص/۱۲۷

۷۵ نصیحۃ الملوک امام غزالی ص/۳۳۰ (مترجم ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی فضلی سنز اردو بازار کراچی طبع اول ۱۹۹۸ء)

۷۶ اردو دائرہ معرف اسلامیہ ج/۸ص/۸۰۳ (دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۹۸۳ء)

۷۷ ایضاً ص/۸۰۴

۷۸ انسان کامل ص/۸ ۲۴۱ (ڈاکٹر خالد علوی الفیصل ناشران وتاجران لاہور طبع دوم ۱۹۹۷ء)

۷۹ سورۃ بقرۃ/۱۷۷

۸۰ سورۃ الحشر/۹

۸۱ صحیح کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الحشر ۵۹/۶ صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب اکرام الضیف ۱۲۷/۶

۸۲ سنن ترمذی کتاب البر باب ماجاء فی السترۃ علی المسلم ۳۲۶/۴

۸۳ سنن ترمذی کتاب الحدود باب الستر علی المسلم ۳۴/۴ اور صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم ۱۱/۷ اور صحیح بخاری کتاب البر باب تحریر ظلم المسلم ۱۱/۷ اور صحیح بخاری کتاب المظالم باب لایظلم المسلم ۹۸/۳ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب المواخاۃ/۲۰۲

۸۴ جامع الصغیر ج/۲ص/۱۷۹ جلال الدین سیوطی دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ)
اور تاریخ بغداد/۳ص/۱۱۴ (خطیب بغدادی مکتبہ سلفیۃ مدینۃ اور جمع الجوامع ج/ص/۱۲۲ (للسیوطی مطبوعہ بیروت)

۸۵ جمع الجوامع ج/اص۸۴۷

۸۶ جامع الصغیر ج/۲ص/۱۶۵ اور جمع الجوامع ج/اص/۷۵۱

۸۷ جمع الجوامع ج/اص۸۳۰

۸۸ صفۃ الصفوۃ ج/اص/۷۵۶ (ابن الجوزی مکتبہ نزار مصطفیٰ البار مکۃ المکرمۃ الطبقۃ الثانیۃ ۱۹۹۷ء)

۸۹ ۱۲۔۵۔۹۲

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی کی روشنی میں

جویریہ عبدالرزاق۔ لاہور

پس منظر

آج انسانی زندگی جن خطوط پر گامزن ہے اور تمام ظاہری اندازوں کے مطابق جن خطوط پر وہ آئندہ چلنے والی ہے انسانی زندگی کو ہرگز ہرگز ان خطوط پر نہیں چلنا چاہیئے۔ بلکہ زندگی جن اصولوں پر قائم ہے ان میں ایسی بنیادی تبدیلیاں عمل میں لانی چاہئیں جن کے ذریعے انسانیت کی تباہی سے اور انسانی خصوصیات کو مٹ جانے سے بچایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر انسانی خصوصیات ہی مٹ جائیں تو خود انسانیت کی بقا ناممکن ہے۔ زندگی کے موجودہ خطوط کبھی نہ کبھی انسانی خصوصیات کو تباہ کر کے انسان کو مشین اور حیوان بنا دیں گے اور جو قومیں مادی تہذیب کے عروج کو پہنچ چکی ہیں ان قوموں میں ظاہر ہونے والے آثار بتاتے ہیں کہ انسانی خصوصیات مضمحل اور پسپا ہوتی جارہی ہیں اور ان کی جگہ مشینی اور حیوانی خصائص ابھرتے جارہے ہیں۔(۱)

اور اگر انسانی تواریخ کا جائزہ لیا جائے تو انسانی تاریخ کے صرف دو دور ہیں۔ ایک قبل از اسلام اور دوسرا بعد از اسلام۔ قبل از اسلام جو پیغمبران اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے ان میں اولاً بعض خاص قوموں کی طرح ان کے بگاڑ کی وجہ سے آئے۔ بالآخر وہ خدا کے عذاب کا شکار ہوئے اور ان پیغمبران کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے بعد بنی اسرائیل کو ایک خاص علاقے کی بالادستی سپرد کی گئی اور ان میں پیغمبران کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اس قوم کو شریعت دی گئی اور اس کا پابند بنایا گیا لیکن یہ قوم پیغمبران کی نافرمانی کرتی رہی اور خود باہمی جنگ وفساد میں مبتلا رہی۔ اس قوم کا آخری شاندار دور داؤدؑ اور سلیمانؑ کا تھا۔ اس کے بعد اس قوم سے نہ صرف حکومت اور فرماں روائی کا منصب ہمیشہ کے لئے چھین لیا گیا بلکہ پیغمبروں کے بھیجنے کا سلسلہ بھی ختم کر دیا اور انسانی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوا اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ دنیا کی ہدایت اور امامت کے لئے بھیجے گئے۔ آپ ﷺ کی مخاطب کوئی خاص قوم نہ تھی بلکہ تمام انسانیت تھی۔ اس طرح محمد ﷺ آخری پیغمبرؐ قرآن آخری الہامی کتاب اور نسخہ ہدایت اور اسلام آخری مذہب ہدایت ہے۔(۲)

جبکہ قرآن کریم اس دور میں نازل ہوا تھا جب عیسائی بازنطینی رومن ایمپائر دو عالمگیر سپر پاورز میں سے ایک سپر پاور تھی دوسری سپر پاور ایران کی تھی جس نے رومن ایمپائر پر ایک شدید ضرب لگائی تھی اور اگر اہل اسلام اور عیسائیوں کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ مسلمان نہ تھے جو عیسائیت سے متصادم ہوئے بلکہ یہ مسیحی اور ان کے چوٹی کے دینی پیشوا تھے جو اسلام کے خلاف متحارب بن کر ابھرے۔ انہوں نے بے جا سوالات کر کے پیغمبر اسلام کو اپنی ناپاک ڈپلومیسی میں الجھانا چاہا اور قرآن نے ان کی روشنی کو کھول کھول کر بیان کیا۔(3)

اس وقت سے لے کر آج تک اسلام اور اینٹی اسلام کے درمیان جو سرد جنگ جاری ہے وہ اب تک اختتام پذیر نہیں ہو سکی۔

اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو ایک طبقہ کے انسانوں کو دوسرے طبقے کے انسانوں کے قتل پر ابھارتی ہے۔اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ مفادات کا تصادم یا نظریات کا تصادم یا ایک طبقہ کا یہ ایمان کہ وہ دوسرے طبقے سے ہر اعتبار سے برتر ہے۔پہلی عالمگیر جنگ قومی مفادات قسم کے ٹکراؤ کی جنگ تھی۔ جو اس امر کا فیصلہ کرنے کی خاطر لڑی گئی آیا کہ قیصر کے جرمنی کو یورپ پر بالادستی حاصل ہونی چاہیئے یا روپرٹ بروک کے برطانیہ کو؟ دوسری عالمگیر جنگ بھی کچھ اسی انداز کی تھی کہ ہٹلر کی روح میں یہ شیطانیت کام رہی تھی کہ جرمن قوم دنیا کی قوموں میں سب سے برتر ہے۔ جبکہ صلیبی جنگوں میں یہ نظریہ ایک دوسرے کو مقابلہ میں لے آیا تھا کہ عیسیٰ اور محمد ﷺ میں سے کون خدا کی آواز حق ہے؟

صلیبی جنگوں کا یہ سلسلہ پاپائے اعظم اربن نے شروع کیا تھا جبکہ مسلمانوں کو محض اپنے دفاع میں لڑنا پڑا اور آج بھی دنیا بھر میں اسلام اور مسلمان بری طرح مظلومیت کا شکار ہیں۔(۴)

آج بھی عیسائیت اور مذہبی پیشوا اس جھوٹے زعم میں ہیں کہ وہ نعوذ باللہ یہودیوں کے ساتھ مل کر اسلام کو مٹا سکتے ہیں۔اس مقصد کے لئے وہ خود حضرت عیسیٰ کی تمام اخلاقی تعلیمات کو خیرباد کہتے ہوئے شیطانیت کے تمام ہتھکنڈے اور حربے استعمال کرنے میں مصروف ہے جس سے انسانیت پناہ مانگتی ہے۔کاش کہ وہ ماضی کی تاریخ سے یہ سبق اور عبرت حاصل کرتے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

آج کل نیو ورلڈ آرڈر کے تحت ساری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھے جا رہے ہیں اور تمام وسائل پر قابض ہونے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں تاکہ سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھیں اور اسلام کا نام و نشان مٹایا جا سکے۔لیکن ایسا ہونا ان شاء اللہ ناممکنات میں سے ہے۔

لہٰذا نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں جاننے سے قبل بہتر معلوم ہوتا ہے کہ عالمی نظام اور عالم اسلام کا تعارف حاصل کر لیا جائے۔

عالمی نظام کا تعارف

ا۔ نیو ورلڈ آرڈر کا معنٰی و مفہوم

''نیو ورلڈ آرڈر میں لفظ NEW سے کچھ ایسا تاثر ملتا ہے کہ یہ بالکل نیا مسئلہ ہے اور روس کی افغانستان میں ہزیمت و پسپائی، داخلی شکست و ریخت اور خلیج کی جنگ کے بعد دنیا میں امریکہ کی سپر پاور کے طور پر ابھرنے سے پیدا ہوا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت پرانا خواب ہے جو یہودی اکابرین نے تقریباً دو سو سال پہلے دیکھا تھا اور اس کی تکمیل کے لئے منصوبہ بندی کی تھی۔امریکہ کی اپنی حیثیت ہے کہ وہ اسرائیل اور عالمی صیہونیت کا سرپرست نہیں اس کا تابع مہمل ہے۔اس کے گلے میں یہودی غلامی کا پٹہ پڑا ہوا ہے۔وہ جس طرح چاہتے ہیں اسے انگلیوں پر نچاتے اور اپنے اشاروں پر چلاتے ہیں''۔(۵)

''آج کل دنیا میں ہر طرف امریکہ کی قوت وعظمت کا ڈنکا بج رہا ہے اور اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے بڑے چرچے ہیں۔ چہار دانگ عالم سے یہی آواز آ رہی ہے کہ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور کوئی ملک اس کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ اس وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور دنیا کے کسی بھی کونے میں فی الوقت امریکہ کے مقابلے کی تاب نہیں ہے۔ امریکہ بھی اپنی اس حیثیت کو دوام بخشنا چاہتا ہے اور ہمیشہ کے لئے دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے''۔(٦)

نیو ورلڈ آرڈر یا نئے عالمی نظام کا تذکرہ خلیج کی جنگ کے بعد زیادہ زور و شور سے ہوا۔ اسے عرف عام میں امریکی صدر جارج بش کے ذہن میں موجود خاکہ کا عکس سمجھا جاتا ہے اور بالعموم اس سے مراد عدل و انصاف اور امن واستحکام پر مبنی نئے سیاسی' اقتصادی اور دفاعی توازن کی صورتحال لی جاتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں صرف زبانی کلامی حد تک ہیں اور ضروری کہ اس نظام کے نفاذ کے بعد قائم ہونے والی صورتحال بالکل ویسی ہو جیسی کہ بیان کی جارہی ہے''۔(۷)

۲۔ یہودیت اور اسلام دشمنی

نیو ورلڈ آرڈر اصلاً عیسائیوں کی نہیں بلکہ یہودیوں کی تخلیق ہے کیونکہ یہودیت اور اسلام دشمنی مسلمہ ہے۔ مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد اور انتقام کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنی مذہبی کتاب اور مذہب سے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک مسلمان صفحہ ہستی سے مٹ نہیں جاتے تب تک انہوں نے سکھ کا سانس نہیں لینا...... سیاہ کاری میں ان کی اپنی طویل تاریخ ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو مارنے کے درپے ہو گئے' انہیں بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔ حضرت زکریاؑ کو سنگسار کر دیا۔ حضرت عاموسؑ کا سر قلم کر دیا۔ حضرت محمد ﷺ کی بعثت پر تو غیظ وغضب میں آ گئے کہ یہ آخری نبی عرب قوم میں کہاں سے آ گئے۔ انہوں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ وہی آخری نبی ہے جس کا ذکر ان کی کتابوں میں آیا ہے...... یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف بڑی سازشیں کیں' ہمیں قرآن وسنت کے حقیقی معنوں سے دور کر دیا۔ ہمیں آپس میں تفرقہ' عداوت اور بہت سی ریتوں کی دلدل میں پھنسا دیا اور تن آسانی' عیش وعشرت کا شیدائی بنا کر رکھ دیا۔ جس کی وجہ سے اسلام کا وہ دبدبہ نہ رہا جس سے دنیا لرزتی تھی۔(۸)

۳۔ خلیج کی جنگ اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا غلغلہ

روسی بالادستی کے خاتمے کے بعد جب امریکہ' واحد سپر پاور رہ گیا تو اس نے ہر جگہ اپنی من مانی شروع کر دی جس کا واضح ثبوت خلیج کی جنگ اور عراق کا مسئلہ ہے۔ خلیج کے بحران کے دوران اور اس کے بعد امریکہ نے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کا نعرہ بلند کیا اور دعویٰ کیا کہ اس نے نئے عالمی نظام کے نفاذ سے پائیدار اور تجارتی بنیادوں پر بین المملکتی تعاون کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ امریکہ نے اس نئے عالمی نظام میں عالمی قائد کے طور پر ایک مسلمہ حیثیت اور مقام حاصل کر لے گا۔ یوں پوری دنیا دو سپر پاوروں کے باہمی آویزشوں سے نکل کر واحد سپر پاور کی کارفرمائی کے دور میں داخل ہو جائے گی۔ ان ممالک کو بطور خاص اہمیت دی جائے گی جو ان مفادات کا پوری طرح لحاظ کرنے اور عالمی امریکی پالیسیوں کا اتباع کرنے پر تیار ہونگے۔(۹)

۴۔ نیو ورلڈ آرڈر اور امریکی نقطہ نظر

۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء کی بات ہے جب امریکی صدر جارج بش نے پہلی مرتبہ ''نئے عالمی نظام'' کی اصطلاح اپنی ایک تقریر میں استعمال کی تھی اور امریکی اور مغربی نقطہ نظر کے مطابق دنیا پر امریکی بالادستی قائم کی جائے اور تجارت کی بین الاقوامی منڈیوں کا کنٹرول بھی امریکہ اور بین الاقوامی طاقتوں کے ہاتھ میں چلا جائے یعنی اقوام عالم کی انفرادی آزادی ختم ہو جائے اور اسلحہ کی تخفیف اور امن عالم کا اہتمام کیا جائے۔ گویا امریکہ کا تجویز کردہ عالمی نظام مستقبل میں امن عالم کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔(۱۰)

i) دنیا کے ہر ملک کو اپنی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لئے جتنی فوج درکار ہے اسے صرف اتنی ہی فوج اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے۔

ii) کسی ملک کو اپنی دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لئے اقوام عالم کی رضامندی لینا لازمی ہوگا یعنی اقوام عالم کے باہمی مشورے اور رضامندی کے ساتھ ہر ملک کو اپنی قوت بڑھانے کی اجازت ہونی چاہیئے اور کسی ملک کو آزادانہ طور پر اپنی فوجی قوت کو پراجیکٹ کرنے اور بڑھانے کی اجازت نہ ہوگی۔

iii) ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کئے جائیں کہ یہ دنیا کی تباہی میں استعمال ہوتے ہیں یعنی ایٹمی طاقت لوگوں کے ہاتھوں اور حکومت کے ہاتھوں میں نہیں ہونی چاہیئے۔

iv) کسی بھی ملک میں سیاسی دائرہ کار سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی باضابطہ اور سیاسی اور جمہوری طریقوں سے ہٹ کر نہ لائی جائے۔

v) حکومتوں کے جو طریق کار بدلتے ہیں ان کو بدلنے کے بارے میں حکمران یا طبقہ یا کوئی اور طبقہ اپنی مرضی سے فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کا فیصلہ عوام کی مرضی سے کیا جائے جو مروجہ قوانین کے مطابق ہو۔

vi) تجارت کے بین الاقوامی مارکیٹوں، مراکز اور کالونیوں پر کسی کا تسلط نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ان میں ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اس میں فیصلہ کن حیثیت اقوام کی بین الاقوامی مرضی کو حاصل ہو۔

۵۔ جارج بش کا پیش کردہ نیو ورلڈ آرڈر کا خاکہ

امریکہ کے صدر جارج بش نے ۲۷ جنوری ۱۹۹۲ء کو اپنے ''اسٹیٹ آف یونین پیغام'' میں امریکہ کے معاشی منصوبوں اور نئے عالمی نظام کے خطوط پر روشنی ڈالی۔ جس سے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ امریکہ کا ''نئے عالمی نظام'' کا تصور کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں ''ہم جانتے ہیں کہ امریکہ کے معاشی مستقبل کے لئے جو منصوبہ بندی بھی کی جائے، وہ ایسی ہونی چاہیئے کہ ہم دنیا کے معاشی قائد برقرار رہیں اور ایسا کرنا ہمارے اختیار میں ہے۔ ہماری پالیسی یہ ہوگی کہ عالمی تجارت کے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم کر دی جائیں۔ ہم ہر جگہ ''اوپن مارکیٹ'' کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے''۔

مزید کہتے ہیں

''تعلیم کے میدان میں ہم کو دنیا کا قائد ہونا چاہتے اس ک لئے ضروری ہے کہ امریکی سکولوں میں انقلاب لایا

جائے۔ ہم نے اس لئے بہت کوششیں کی ہیں۔ ہم دنیا کی سب سے زیادہ آزادی پسند قوم ہیں۔ طاقت کا استعمال اگر درست طریقے سے ہو تو وہ نفع بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ پہلے دنیا دو متضاد دو باہم کیمپوں میں بٹی ہوئی تھی اب اس دنیا پر صرف ایک طاقت کی حکمرانی ہے اور وہ ہے امریکہ۔ لیکن ہم سے دنیا خوفزدہ نہیں ہے' انہیں ہم پر اعتماد ہے کہ ہم طاقت کا درست استعمال کریں درست طریقے پر کریں گے"۔(11)

حاصل کلام

یہ کہ نیو ورلڈ آرڈر ایک ایسا نظام وضع کرتا ہے کہ دنیا کی دیگر آبادی خصوصاً مسلم دنیا اس کی محکوم بن جائے اور وہ (امریکہ) اس مادی وسائل کا تن تنہا مالک بن جائے اور صرف وہی سپر پاور کہلا سکے۔

عالم اسلام ایک تعارف

اسلام کی آمد نے نہ صرف عرب کی جاہل اور غیر مہذب قوم کو یکسر بدل ڈالا بلکہ اس نے پوری دنیا پر چھائی ہوئی جہالت کی تاریکی کو دور کر کے اپنے نور سے منور کر دیا۔ حضور اقدس ﷺ کی بعثت نے دنیا کو ایک ایسی جماعت کی قیادت عطا فرمائی جو آسمانی کتاب اور ایسی شریعت اور قانون رکھتی ہے جس کا ہر قدم خدا کی بخشی ہوئی روشنی میں اٹھتا ہے اور اجالے میں پڑتا ہے۔ جو دنیا میں حق و انصاف کی علمبردار تھی جو ہر کسی قوم کی خدمت گزار اور غلام نہ تھی اور نہ کسی نسل اور وطن کی نمائندہ تھی اور جس کو انسانیت کا معتدل ترین مزاج اور متوازن ترین طبیعت عطا ہوئی تھی۔ الغرض انسانیت کا یہ قافلہ مسلمانوں کی قیادت میں اپنی منزل مقصود سے قریب تر ہو گیا۔

مسلمانوں کو اس وقت جغرافیائی اور اقتصادی اعتبار سے کافی اہمیت حاصل ہے اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے جو دنیا کی آبادی کا 1/4 حصہ ہے۔

عالم اسلام ہر قسم کے مالی وسائل سے بھی بہرہ ور ہے۔ دنیا کی قیمتی ترین دولت یعنی تیل کے ذخائر انہیں کے پاس ہیں اور یورینیم جو کہ موجودہ عسکری تکنیک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے وہ بھی مسلم ممالک کے پاس ہے اور زرعی میدان میں بھی مسلمان کافی خوشحال ہیں۔ ان تمام وسائل کو یکجا کر کے ان کا مناسب استعمال کیا جائے تو اسلامی ممالک مغربی ممالک سے زیادہ ترقی یافتہ ہو سکتے ہیں۔

ا۔ عالم اسلام کے وسائل

عالم اسلام کے وسائل کا مختصر طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

(i) اہم معدنی وسائل

عالم اسلام کے اہم معدنی وسائل میں بکسائیٹ 15%' کوئلہ' لوہا' قدرتی گیس 51%' فاسفیٹ' ٹن 52%' یورینیم 39%' اور نمک شامل ہیں۔ یہ عموماً افغانستان' الجزائر' ایران' انڈونیشیا' مراکش' نائیجیریا' پاکستان' ترکی' ملائیشیا' تیونس' شام وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

(ii اہم زرعی وسائل

اہم زرعی وسائل میں ربڑ' گندم' چاول' کپاس' پٹ سن' مکئی' گنا' کھجور اور چائے شامل ہیں۔ ان اہم زرعی وسائل کی پیداوار کے ممالک میں البانیہ' الجزائر' افغانستان' کیمرون' شام' ترکی' پاکستان' بنگال' انڈونیشیا' مصر' مراکش' صومالیہ شامل ہیں۔ (۱۲)

(iii تیل کے وسائل اور عالم اسلام

عالم اسلام موجودہ دور میں تیل کے ایک تہائی ذخائر پر قابض ہے اور تقریباً دنیا کی تیل کی پیداوار کا نصف عالم اسلام پیدا کرتا ہے۔ یہ تیل صنعتی اور مہذب دنیا کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتا ہے۔ اسلامی دنیا کے قابل استعمال خام تیل کے ذخائر

ممالک	ذخائر	ممالک	ذخائر	ممالک	ذخائر (ملین میٹرک ٹن میں)
الجزائر	1553	انڈونیشیا	1465	مصر	551
ایران	8819	لیبیا	4000	کویت	10750
نائیجیریا	1702	اومان	865	تیونس	130
پاکستان	5	افغانستان	12	قطر	909
بنگلہ دیش	330	سعودی عرب	19373	متحدہ عرب امارات	2695
عراق	4400	(۱۳)			

بقول شاعر

ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ

تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سامان بھی ہے

(اقبال)

۲۔ عالم اسلام کے مسائل

(i روحانی و اعتقادی مسائل

دور حاضر میں انسان کی زندگی سائنس کی نت نئے ایجادات سے جس قدر پرآسائش ہوگئی اس قدر ہی روحانی اور اعتقادی لحاظ سے انسان مفلس اور قلاش ہے۔ اس کو عبدالحمید صدیقی نے یوں بیان کیا ہے۔

''یہ وہ دور ہے جس میں اس وقت سانس لے رہے ہیں تاریخ انسانی کا سب سے نرالا دور ہے جس میں انسان نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت خالق کائنات کو دنیا کے سارے معاملات سے بے دخل کر دیا ہے اور اپنے فکر وعمل کی سربفلک عمارت خالص الحاد کی بنیاد پر استوار کر لی ہے''۔ (۱۴)

روحانی و اعتقادی مسائل میں ایمان و اخلاص کی کمی' علماء کا منفی کردار' مغرب کا تعلیمی اور تہذیبی میدان میں اثر' ذرائع

ابلاغ، پر لادینی عناصر کا غلبہ، فرقہ واریت کا زہر، ناقص نظام تعلیم، مستشرقین کی ریشہ دوانیاں، سائنس اور مذہب کی کشمکش، صوفیاء کا کردار شامل ہیں۔

(ii اخلاقی مسائل

مولانا مودودی کہتے ہیں

''ہر شخص اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ہر بدتر سے بدتر ذریعہ اختیار کرنے پر تلا ہوا ہے۔حرام وحلال کی تمیز اٹھ چکی ہے، گناہ اور ثواب کا احساس مٹ چکا ہے، برائی اور بھلائی سے نگاہیں بند کر لی گئیں ہیں، لوگوں کے ضمیر نے ان کے ذاتی مفاد کے آگے سپر ڈال دی ہے۔فرائض کو لوگ بھول چکے ہیں اور حقوق سب کو یاد ہیں''۔(۱۵)

اخلاقی مسائل میں مندرجہ ذیل عنوانات شامل ہیں۔

جھوٹ، جھوٹی قسم، وعدہ خلافی، خیانت اور بددیانتی، بہتان، چغلخوری، غداری اور دغا بازی، غیبت اور بدگوئی، دورخا پن، بدگمانی، مداحی اور خوشامد، بخل، حرص وطمع، بے ایمانی، ناپ تول میں کمی، چھپا کر لینا، رشوت، شراب خوری، غیظ وغضب، بغض وکینہ، ظلم، فخر وغرور، ریا، خود بینی، فضول خرچی، حسد، فحش گوئی۔

یہ تمام ایسے رذائل اخلاق ہیں جن کے بارے میں قرآنی واحادیث نبویہ کی تعلیمات بڑی وضاحت کے ساتھ ملتی ہیں۔

(iii تعلیمی مسائل

تعلیمی مسائل میں مندرجہ ذیل مسائل سامنے آتے ہیں۔مثلاً مغربی نظام تعلیم کا غلبہ، دینی تعلیم کا فقدان، سیاسی نظام کا اسلام سے مطابقت نہ رکھنا، تحقیق وانکشاف سے گریز کرنا، تاریخ سے لاتعلقی برتنا، فلسفیانہ موشگافیاں، مخلوط تعلیم کا رجحان وغیرہ شامل ہیں۔

(iv معاشی مسائل

قرآن میں آتا ہے۔''لکم فیھا معایش''۔(۱۶)

مگر مسلمانوں میں پھر بھی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل سے نبرد آزما ہیں۔ان مسائل میں سودی نظام، احتکار واکتناز، اسراف وتبذیر، طبقاتی کشمکش، معاشی اجارہ داری، عالمی بنک کا نہ ہونا، سرمایہ داری نظام، جدید ٹیکنالوجی کی کمی وغیرہ شامل ہیں۔

جسٹس محمد ضمیر کہتے ہیں

''جس نے سائنس کو ایجاد کیا آج وہ پسماندہ قوم بن کر رہ گئی ہے''۔(۱۷)

(v معاشرتی مسائل

معاشرتی مسائل میں چوری، ڈاکہ، قتل، بگڑتی ہوئی نوجوان نسل، سمگلنگ، سگریٹ نوشی، منشیات کا رجحان، حصول انصاف میں تاخیر، بچوں سے جبری مشقت لینا، بیروزگاری، اخلاقی انارکی، رسم ورواج، قومیت کے نظریے کا فروغ شامل ہیں۔

(vi سیاسی مسائل

سیاسی مسائل میں دین و سیاست کی تفریق' سیاسی آزادی لیکن تہذیبی غلامی' بیوروکریسی کا کردار' رائے عامہ کو دبانا' اقربا پروری' عزت و دولت کی حرص شامل ہیں۔

(vii فکری مسائل

فکری مسائل میں نظریات وحدت کی کمی' مغربی و لادینی نظریات کا فکر اسلام سے تصادم' اسلام میں حاکمیت اعلیٰ کا تصور' قانون سازی کا فقدان' ذہنی انتشار' مختلف اسلامی ممالک میں سیاسی عدم استحکام وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ امت مسلمہ کے اختلاف کے اسباب

امت مسلمہ کے وسائل اور مسائل کا جائزہ لینے کے بعد ان میں پائے جانے والے اختلاف کا مختصراً جائزہ پیش کرتے ہیں۔ امت مسلمہ کے اختلاف کی سب سے بڑی وجہ خدائے واحد کو ماننے کی بجائے ہوائے نفس اور خودی کی اتباع کرنا ہے۔ یعنی خدا کے احکامات کے آگے نفس کی خواہشات کو ترجیح دی جاتی ہے جس سے امت مسلمہ کی وحدانیت پر گہری چوٹ پڑتی ہے۔ اس برائی کے ساتھ ساتھ آپس کے اختلافات کی ایک وجہ ضد و عناد اور حسد ہے۔ مثلاً یہ کہ کوئی ایک ملک دوسرے کو ترقی کی راہ پر گامزن برداشت نہیں کرسکتا اور اسی رقابت اور حسد کی وجہ سے آج تک مسلمان ممالک میں اتحاد قائم نہ ہوسکا اور ایک دوسرے پر رنگ و نسل کی برتری جتلانے کی وجہ سے باہم مل کر نہ بیٹھ سکے۔ اور آپس میں تفرقہ بازی مثلاً یہ کہ میں ٹھیک ہوں دوسرا غلط ہے اور ایک جماعت دین کے ایک جزء اور دوسری جماعت دوسرے جزء کو زیادہ اہم قرار دیتی ہے اور اس طرح اختلاف کی یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ کم ظرفی' تنگ نظری' ملکی سرحدوں پر ایمان کی حد تک یقین کرنا بھی ان کے اختلافات کی اہم وجہ ہے۔ (۱۸)

حاصل کلام

اس عنوان ''عالم اسلام کا تعارف'' کے تحت عالم اسلام کے تعارف کے ساتھ ساتھ اس کے وسائل و مسائل پر بحث مختصر طور پر پیش کی ہے اور امت مسلمہ کے اختلافات کے اسباب بھی ضمناً بیان کئے ہیں۔ اب چونکہ عالمی نظام اور مسلم ممالک کا تعارف ہو چکا ہے۔ اب ہم نیو ورلڈ آرڈر اور اسلامی دنیا کا تعلق بیان کرتے ہیں کہ نیو ورلڈ آرڈر میں اسلامی دنیا کتنی اور کیسے متاثر ہوئی ہے اور آئندہ ہو سکتی ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر اور اسلامی دنیا

آزمودہ فتنہ ہے' ایک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ

(اقبال)

ا) نیو ورلڈ آرڈر کی اصل حقیقت

نیو ورلڈ آرڈر درحقیقت مسلمانوں کے خلاف عالم یہود کی بین الاقوامی سازش ہے اور یہ امر برحق ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنا ہے تا کہ وہ جرأت کے ساتھ سر اٹھا کر جی نہ سکیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی پوری انسانیت کو کسی ایک بھیڑیئے کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑتا بلکہ اس صورتحال سے باہر نکلنے کی بھی راہیں کھلی رکھتا ہے۔

i) اللہ کی حاکمیت کا خاتمہ

یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہے کہ ہر کمال کو زوال ضرور ملتا ہے اور چونکہ بظاہر امریکہ اپنی تھانیداری کے عروج کو پہنچ چکا ہے اور وقت کا فرعون بنا ہوا ہے۔ مگر دراصل جب کسی بھی چیز کو زوال حاصل ہوتا ہے تو وہ آخری ہچکی بڑی جاندار لیتا ہے اور یہی حال امریکہ کا بھی ہے۔ لہٰذا دنیا کے مسائل کا حل اس کے نئے عالمی نظام میں نہیں بلکہ ''دنیا کے خالق'' کے دیئے ہوئے ''اسلام'' میں ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے

ولو لا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض. (۱۹)

ii) اسلامی تحریکوں کو کچلنا

نیو ورلڈ آرڈر کا ایک مقصد اسلامی تحریکوں کو کچلنا بھی ہے تا کہ ان اسلامی تحریکوں کے ذریعے عوام میں اسلام کی اصل روح دوبارہ زندہ ہونے کے خطرے سے نمٹا جا سکے اور اسلام کے نام لیوا تمام وسائل ہونے کے باوجود غفلت کی نیند سوتے رہیں اور اسلام کا نام کسی کے دل و زبان پر نہ رہے۔ جبکہ اللہ کی منشا یہ ہے کہ

یآیھا الذین امنو لا تتخذوا عدوی وعدو کم اولیآء (۲۰)

یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہٖ ولو کرہ الکفرون. (۲۱)

iii) اقتصادی عزائم

نیو ورلڈ آرڈر کا ایک اہم مقصد اسلامی دنیا کو اقتصادی میدان میں سے آؤٹ کرنا ہے تا کہ وہ خود ساری کی ساری اقتصادیات پر قابض ہو جائیں کیونکہ یہودی لابی کسی بھی معاشرے پر قابض ہونے کے لئے اس کی جڑ پر قبضہ کرتی ہے اور اقتصادیات کسی بھی ملک کی جڑ ہوتی ہیں۔ امریکہ کی اقتصادی کنجیاں بھی یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں اور اسی طرح وہ مسلم ممالک کو بھی اپنے قبضے میں کرنا چاہتے ہیں۔

iv) سیاسی عزائم

نیو ورلڈ آرڈر کا ایک اور مقصد ترقی پذیر ممالک خاص کر اسلامی ممالک کو بین الاقوامی سیاست سے باہر نکالنا ہے تا کہ مسلم ممالک کے وسائل پر قبضہ کر کے ان کی تھوڑی بہت جو حیثیت ہے کو ختم کیا جا سکے اور وہ با آسانی اپنی من مانی کر سکیں۔

v) مسلم ممالک کو ایٹمی طاقت سے محروم کرنا

نیو ورلڈ آرڈر کا ایک مقصد مسلم دنیا کو ایٹمی طاقت سے محروم کرنا بھی ہے۔ حالانکہ وہ ممالک اس ایٹمی طاقت کو ترقیاتی کاموں میں استعمال کر رہے ہیں اور اپنے دفاع کو مضبوط رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر امریکہ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے ان کو اس دفاعی طاقت سے بے دل کرنا چاہتا ہے تا کہ کسی بھی قسم کی مزاحمت کا اندیشہ بھی باقی نہ رہے۔

vi) امن عالم کے لئے خطرہ

امریکہ کے ''امن منصوبہ'' کی اصل حقیقت صرف اسلامی ممالک کو ایٹمی ہتھیاروں سے محروم کرنا ہے تا کہ دنیا میں امن قائم ہو سکے۔ جبکہ دوسری طرف وہ خود اسرائیل کی کل دفاعی قوت کا دو تہائی خرچہ اٹھا رہا ہے اور مشرق وسطیٰ میں اپنے اڈے قائم کرا رکھے ہیں۔ دراصل یہودی لابی کا سرغنہ اسرائیل چاہتا ہے کہ اس کے اردگرد اس کی برابری کرنے والی کوئی طاقت موجود نہ ہو تب ہی امن قائم ہو گا۔ یعنی مسلمانوں سے اسلحہ چھین کر مجھے اسلحے سے لیس کر دو۔ (۲۲)

ہوا فاش اس طرح رازِ فرنگ
کہ حیرت میں ہے شیشہ بازِ فرنگ

(اقبال)

۲) گیارہ ستمبر کا پس منظر

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو بنیاد بنا کر یورپ اور امریکہ میں خاص طور پر پوری دنیا عام طور پر سرگرم مسلمان داعیوں اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والی جماعتوں کو مقید کر دیا جائے اور اس ڈرامے کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کی اقتصادی طاقت توڑ دی جائے اور افغانستان پر قبضہ کر کے وسطی ایشیا کے بحر قزوین کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے کیونکہ یہ سارے علاقے خلیجی ملکوں سے کہیں زیادہ قدرتی گیس، پیٹرول، سونے چاندی، فولاد اور قیمتی دھاتوں اور معدنیات سے مالا مال ہیں۔ امریکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفسیاتی جنگ کو طویل عرصے تک جاری رکھنا چاہتا ہے اور بار بار اسامہ بن لادن کی خبروں کو مرکزی حیثیت دیتا ہے تا کہ اس جنگ کا جواز باقی رہے۔ (۲۳)

۳) امریکہ کا مسلم ورلڈ آرڈر

اگست ۲۰۰۲ء میں بروکنگ انسٹیٹیوٹ نے ایک ٹاسک فورس تشکیل دی۔ اس نے ایک دستاویز تیار کی جس کا عنوان ''مشکل فیصلوں کا وقت'' ہے اس کے خلاصہ سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

i) امریکہ عرب دنیا میں موجود شہنشاہیت کے خلاف سائنسی بنیادوں پر تحریک چلانے کا منصوبہ بنا کہ عرب ممالک پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے گا۔

ii) امریکہ انسانی حقوق، اخلاقیات، آزادانہ صحافت اور خواتین سے معاشرتی ظلم کو بنیاد بنا کر عرب ممالک پر اثر انداز

ہونے کی کوشش کرے گا۔

(iii امریکہ پوری اسلامی دنیا کو ''جمہوریت'' کی ''پٹڑی'' پر ڈالنے کی کوشش کریگا۔

(iv امریکہ دنیا کو فلسطین کے مسئلے پر غیر جانبداری کا تاثر دینا شروع کر دیگا اور اسرائیل کی حمایت کو خفیہ بنا دے گا۔

(v امریکہ اسلامی دنیا کے میڈیا میں سرمایہ کاری کرے گا۔ ٹیلی ویژن نیٹ ورک، ریڈیو چینل بنائے گا اور مقامی صحافیوں کو خرید کر اپنے حق میں راہ ہموار کرے گا۔

(vi امریکہ ''این جی اوز'' کے ذریعے اسلامی دنیا بالخصوص پاکستان میں تعلیم کا متبادل نظام وضع کرے گا تاکہ وہ مدرسوں کا مقابلہ کر سکیں۔

(vii امریکہ ان ممالک پر توجہ دیگا جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہ اقلیتی مسلمانوں کو مراعات دے گا ان کی یونین بنائے گا۔ انہیں بین الاقوامی فورم پر لائے گا اور بڑے بڑے آپریشنز میں ان کے منہ سے اپنے لئے حمایت حاصل کریگا اور دنیا پر ثابت کرے گا کہ تمام مسلمان ایک طرح سے نہیں سوچتے۔ (۲۴)

(۴ موڈریٹ اسلام کی تلاش

امریکہ نے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر دنیا کے طول و عرض میں دہشت گردی کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اور ایک مہم کی ناکامی پر پردہ ڈالنے اور توجہ ہٹانے کے لئے نت نئے اہداف کو نشانہ بنانے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس نے پوری دنیا کے چین و سکون کو پامال کر دیا ہے۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ انسانیت کو امن و انصاف سے کوسوں دور لے جانے اور دنیا کی بیشتر اقوام کو ایک نئے سامراجی نظام کے شکنجے میں کسنے کے راستے پر گامزن ہو گیا ہے۔ بات صاف ہے کہ اب نہ کوئی قانون ہے اور نہ ضابطہ، صرف طاقت کے ذریعے فیصلے ہوتے ہیں اور پوری دنیا امریکہ کی باجگزار ہے۔ امریکہ کی پالیسی پوری دنیا اور خصوصیت سے عالم اسلام کو شدید خطرات سے دوچار کر رہی ہے وہ دستاویزات جو امریکہ کے فیصلہ ساز اداروں نے جاری کیں ہیں ان کا مطالعہ اور تجزیہ بے حد ضروری ہے اس میں سب سے اہم قومی حکمت عملی کی دستاویزات (ستمبر 2002، National Startegy Papers U.S) ہیں اس کے ساتھ Nuclear Posture Review اور تازہ ترین دستاویز، عمومی تباہی کے ہتھیاروں کے مقابلے کی قومی حکمت عملی (دسمبر 2002ء) کا مطالعہ کیا جائے تو یہ اہم ترین نکات سامنے آتے ہیں۔

(i امریکہ کی انتظامیہ اب نہ اقوام متحدہ کو عالمی سلامتی اور صلح و جنگ کے لئے ایک بالاتر ادارہ تسلیم کرتی ہے اور نہ عالمی رائے عامہ کو اہمیت دیتی ہے۔ یہ صاف لفظوں میں نئے استعمار اور استبداد کا راستہ ہے۔

(ii اب صلح و جنگ کا نیا اصول پہلے فوجی اقدام ہے جس کا Self Defence کے نام پر جواز فراہم کیا جا رہا ہے اس کی حد پوری دنیا ہے۔ امریکہ جہاں چاہے اور جب چاہے کی بنیاد پر روایتی جنگ کے ساتھ ایٹمی جنگ روا رکھ سکتا ہے۔

(iii امریکہ کے فوجی اور سول اداروں میں یہ صلاحیت ہونی چاہیئے کہ وہ عمومی تباہی کے ہتھیاروں سے مسلح دشمنوں کے خلاف اپنا دفاع کر سکیں اور اس میں دشمن کے ہتھیاروں کے ذخائر کو تباہ کرنے کی صلاحیت ہو۔

iv) ان اہداف کے حصول کے لئے امریکہ دوسرے ممالک کے سربراہوں کو قتل بھی کر سکتا ہے۔ 18 ملکوں جن میں 17 اسلامی ممالک ہیں دہشت گرد ملک سمجھ کر امتیازی طریق کار اختیار کر سکتا ہے۔ اس فہرست میں سعودی عرب اور پاکستان کا اضافہ سارے احتجاج کے باوجود ابھی دسمبر 2002ء میں کیا گیا ہے۔

v) ایک محاذ جس کا عنوان ''جمہوریت کا فروغ'' رکھا گیا ہے۔ خصوصیت سے عالم اسلام اور عرب دنیا میں یہ کثیر جہتی پروگرام ہے ایک طرف ان ممالک کے اخبارات' میڈیا کو متاثر کیا جائے۔ دوسری طرف ان ممالک کے تعلیمی اداروں کو ''نئی روشنی'' اور ''جمہوریت'' کے لئے استعمال کیا جائے۔

ہزار کہا جائے کہ امریکہ کی یہ جنگ صرف تشدد کے خلاف ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ آج اگر بنیاد پرستی' انتہا پسندی اور تشدد کی کوئی علامت ہے تو وہ اسلام اور مسلمان ہیں نہ کہ بھارت کی ''جنتا پارٹی'' اور اسرائیل کی ''لیکوڈ پارٹی''۔

ایک طبقہ تو کھل کر مسلمانوں کو ہدف بنا رہا ہے اور یقین دلا رہا ہے کہ اصل دشمن قوت اسلام ہے۔ دوسرا طبقہ ڈپلومیسی کی راہ پر چل کر اسلام اور موڈریٹ اسلام میں فرق کو بنیاد بنا رہا ہے تاکہ مسلمانوں کو بانٹنے' ان کے درمیان انتشار اور افتراق ڈالنے اور خود ان کو عسکری اور امن پسند' انتہا اور معتدل' انقلابی اور موڈریٹ کے خانوں میں بانٹا جائے اور اندر سے نقب لگا کر ان کو اپنے رنگ میں رنگنے پر آمادہ کیا جائے۔

i) اس کا ایک ''فکری محاذ'' ہے کہ اسلام کے متعلق ایسے سوالات اٹھاتے ہیں جن کا پچھلی صدی میں کافی وشافی جواب دیا جا چکا ہے۔

ii) دوسری طرف دینی تعلیم کے نظام کو ہدف بنایا جا رہا ہے تاکہ علم دین اور تہذیبی روایات کے یہ محاذ ڈانواں ڈول ہو سکیں۔

iii) معاشی ترقی اور مادی سہولتوں کے نام پر ایک مفاد پرست طبقے کو جنم دے سکیں۔

iv) اسلام کو مسجد اور چار دیواری میں محصور کرنے اور دین و سیاست کے دائروں کو الگ الگ کرنے کا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔

v) اسلامی اداروں اور تحریکوں کو مادی اور مالی وسائل سے محروم کیا جا رہا ہے۔

امریکہ کے نائب وزیر دفاع پال وال فورڈ نے لندن کے انسٹی ٹیوٹ آف اسٹریٹیجک سٹڈیز میں ابھی پچھلے مہینے اپنے خطاب میں سارے پتے کھول کر میز پر رکھ دیئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں

''جدید ترکی اس امر کا مظہر ہے کہ ایک جمہوری نظام یقیناً اسلام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور ریاست سے مذہب کو جدا کیا جا سکتا ہے جو انفرادی نیکی کے ساتھ موافقت رکھتا ہے''۔

پروفیسر خورشید لکھتے ہیں۔

''ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ اصل ایشو یہی ہے کہ عالم اسلام اپنا تشخص اسلامی رکھنا چاہتا ہے یا ''موڈرن اسلام'' کے عنوان تلے اپنے کو مغرب کے رنگ میں رنگنے اور اس کے تہذیبی اور معاشی مفادات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہ اصل جنگ ہے جو سیاسی اور عسکری میدانوں میں لڑی جا رہی ہے۔ امریکہ اور اس کے کارندے ہر محاذ پر سرگرم ہیں''۔ (۲۵)

۵۔ امن عالم کی بنیاد اور اسلام

عالمی امن کے قیام کا تصور اسلام میں نہیں کہ ایک ہی جست میں اس کو پایا جا سکے اور یہ کہ کوئی علیحدہ سے امن کا منصوبہ بنایا جائے اور ساری دنیا پر نافذ کر کے عالمی امن کا مقصد حاصل کر لیا جائے۔ یہ مصنوعی طریقہ ہے اور دورِ حاضر میں اس طریقہ کی ناکامی کی مثالیں لیگ آف نیشنز اور اقوام متحدہ کے اداروں کی صورت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ امن عالم کے حوالے سے اقوام متحدہ کا ادارہ آج مذاق اور بڑی طاقتوں کا کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔ جس وہ ہاتھوں پر کھیلاتے ہیں۔

اسلام امن عالم کی منزل کو بتدریج حاصل کرتا ہے۔ اسی تدریج سے جو زندگی کے باقی معاملات ہیں اس کی خصوصیت ہے بالکل ابتداء میں یہ فرد اور اس کے رب کے درمیان' فرد اس کی ذات اور اس کے میلانات کے درمیان' اور فرد اور اس کے عقیدے اور اس کی ذمہ داریوں کے درمیان امن و سلامتی کا تعلق پیدا کرنے پر زور دیتا ہے۔ اس لئے کہ امن عالم کی منزل اس وقت تک حاصل نہیں کی جا سکتی' جب تک افراد امن سے آشنا نہ ہوں اور امن عالم کوئی مفہوم نہیں رکھا اس شخص کے لئے جو خود مطمئن و پرسکون نہ ہو۔

لہٰذا اسلام امن عالم کا جو قصرِ رفیع تعمیر کرتا ہے اس کی بنیاد نہایت ہی مضبوط اٹھاتا ہے اور اسے ایک ایک شخص کے ذہن میں راسخ کرتا ہے۔ یہ بنیاد کیا ہے؟

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں

''اسلام دو ایسی مشترک قدروں کا علمبردار ہے جس کی لڑی میں پوری انسانیت کو پرو دیا جا سکتا ہے۔ اور جس کی بنیاد پر مشرق بعید کے زرد رُو' مغرب بعید کے سرخ و سپید اور افریقہ کے سیاہ فام انسانوں میں بھائی چارہ قائم ہو سکتا ہے اور باہمی اپنائیت اور یگانگت کے احساسات بیدار ہو سکتے ہیں۔ سورۃ الحجرات کی ایک ہی آیت میں دونوں مشترک اقدار بھی بیان ہوئی ہیں اور انسانوں کے مابین فرق و امتیاز کی تمام غلط بنیادوں اور عزت و شرف کے باطل پیمانوں کی نفی کر کے فرق و تمیز اور عزت و شرف کی واحد بنیاد بھی واضح کر دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

یآیہا الناس انا خلقنکم من ذکرو انثی وجعلنکم شعوبا و قبآئل (۲۶)

لتعارفوا. ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقکم ط (۲۷)

۶۔ احیائے اسلام اور نیو ورلڈ آرڈر

آج کے مسلم ذہن کو سمجھنے کے لئے احیائے اسلام کے بعض پہلوؤں کا جائزہ فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ مسلمان محض ایک نئے عالمی نظام کے نہیں بلکہ ایک منصفانہ عالمی نظام کے وجود میں آنے کے شدت سے منتظر ہیں جس میں کسی ایک ملک کی بالادستی مقصود نہ ہو۔ احیائے اسلام نہ صرف منفرد شان کا حامل ہے' بلکہ عالمگیر بھی ہے۔ اسلام میں تنوع کے ساتھ ساتھ وحدت ہے اور یہ تنوع انفرادیت کو مجروح نہیں کرتا۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ اس میں ''عرب اسلام''، ''پاکستان اسلام''، ''ایرانی اسلام'' یا ''ترک اسلام'' نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح اسلامی عالمگیریت میں وحدت ہے یکسانیت نہیں۔

تحریک احیائے اسلام کی بنیادی روح یہی ہے کہ ''اصل کی جانب رجوع'' اور بنیادی منابع کی جانب رجوع ''بنیاد پرستی'' کو جنم نہیں دیتا جو انسان کو وقت کے ساتھ چلنے نہیں دیتا۔ یہ عمل زاویہ نظر کی تازگی' ایک نئی لگن' نئی تحریک اور نئی لچک دیتا ہے۔ نیز نئے چیلنجوں کا سامنا کرنے کی اپنے اندر اہلیت رکھتا ہے۔ لوگ اسلام کو تہذیب اور ثقافت کے ماخذ کے طور پر دوبارہ دریافت کر رہے ہیں اس دریافت کو معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرنا ہے۔

اسلام کے اصل ماخذ یعنی ''قرآن'' و ''سنت'' پر زور دینا اور اس کے ساتھ روحِ عصر کو سمجھ کر راستہ بنانا اسلامی تحریک احیائے اسلام کی لچک کا مظہر ہے۔ اس میں اختراع کی صلاحیت ہے مگر قدامت پرستی کا رویہ نہیں ہے۔ بدقسمتی سے اسلامی احیاء کو سمجھنے کی کوشش اکثر سطحی اور متعصبانہ ہیں۔ لہٰذا اس رویے کے مقابلہ کرنے کے لئے عالم اسلام میں یک جہتی کے احساس کو پروان چڑھانا چاہیئے۔ اسلامی عینیت کے حوالے سے ہر قومی ریاست بتدریج ایک نظریاتی ریاست بن جائے گی اور ان کا اتحاد بالآخر اسلامی وملتِ مشترکہ پر منتج ہوگا۔

حاصل کلام

اس سیکشن میں ہم نے نئے عالمی نظام کے بعد نیو ورلڈ آرڈر اور اسلامی دنیا کے حوالے سے بحث مکمل کی۔ اب ہم انہیں واقعات وشواہدات کے تناظر میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کو جاننے سے قبل ہم نبی ﷺ کے اس سلسلے میں دیئے ہوئے دستور کو پیش کرتے ہیں۔ ویسے تو نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی ہی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة. (۲۸)

لیکن ایک ایسا دستور جو کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں دیا جس کو دنیا کے پہلے دستور کی حیثیت حاصل ہے' جسے باقاعدہ تحریر کیا گیا تھا۔ وہ ہے ''میثاق مدینہ'' جس کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہوئی۔

پیر محمد کرم شاہ فرماتے ہیں

''حضور اقدس ﷺ کی اس انقلابی اقدام سے بے شمار قومیں کرۂ ارض پر آباد تھیں لیکن ان کے سیاسی اور معاشرتی اتحاد کی اساس زبان' رنگ' نسل یا وطن تھی۔ ان جملہ بنیادوں میں انسانی معاشروں کی بربادی کے جو عوامل مضمر تھے ان کی حشر سامانیوں کے تلخ تجربے بارہا ہو چکے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لئے ان بنیادوں میں سے کسی بنیاد کو استعمال نہیں کیا رنگ' نسل' زبان اور وطن کے تمام امتیازات اور ان سے پیدا ہونے والی ہر نوع کی عصبیتوں کو باطل دے دیا اور اپنی امت کے اتحاد کی بنیاد فقط دین اور عقیدہ کو قرار دیا۔ ہر شخص جو دین اسلام کو قبول کرتا ہے وہ عربی ہو یا عجمی' مشرق سے ہو یا مغرب سے' اسود ہو یا احمر' امیر ہو یا فقیر' کوئی زبان بولتا ہو وہ اس معاشرے کا فرد بن سکتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک خطہ' کسی ایک قوم' کسی ایک زمانہ کے لئے رہنما بنا کر نہیں بھیجا تھا بلکہ سارے جہانوں کے لئے تا قیامت سراپا رحمت بنا کر مبعوث

فرمایا تھا۔حضور اقدس ﷺ ایک عالمگیر پیغام کے علمبردار تھے۔حضور اقدس ﷺ کا مقصد امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر نوع انسانی کو ایک رشتہ میں پرونا' انہیں ایک امت بنانا اور ایک عالمی اخوت میں منسلک کرنا تھا۔مواخات کے اس عمل سے اس مقصد کی تکمیل ہوئی اور مختلف النوع عناصر میں دین اسلام کی بنیاد پر بھائی چارہ قائم کر کے' انہیں ایک قوم بنا دیا اور انہیں توحید کی شراب طہور پلا کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مستحکم اور مضبوط کر دیا۔تا کہ کوئی تخریبی عنصر اس میں رخنہ اندازی نہ کر سکے''۔

''مدینہ میں تمام اندرونی اور بیرونی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ایک وسیع البنیاد منشور کی ضرورت تھی۔اس لئے رحمت عالم ﷺ نے ایک ایسی دستاویز تیار کی جس میں مہاجرین وانصار کے علاوہ یہاں کے یہودیوں کو بھی شامل کیا گیا۔اس دستاویز کے ذریعے مدینہ طیبہ کے جملہ باشندوں بلا امتیاز مذہب وقومیت' اندرونی و بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک اتحاد عمل میں لایا گیا''۔

میثاق مدینہ عرب کے جاہلی معاشرہ کے لئے اتنا تعجب انگیز انقلاب تھا کہ جے ہیل (HELL) سیاست نبوی ﷺ کا اعجاز قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

"Hitherto to the individual Arab had no other protection than that of his family or that of his patron. Muhammad rid himself, at stake of the old Arab conception which had kept the Makkans themselves back from adopting a drastic policy of supression & repression against him. And which it he dissolved the old ties, back down to old barriers; and placed every Muslim under the protection of the entire community of the faithful". (۲۹)

میثاق مدینہ جو کہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں۔

''ایک چھوٹی سی بستی کو جو چند محلوں پر مشتمل تھی' شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا اور اس کی قلیل لیکن بوقلموں اور کثیر الاجناس آبادی کو ایک لچک دار اور قابل عمل دستور کا ماتحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا۔اور ان کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک ایسا سیاسی نظام قائم کر کے چلایا گیا جو بعد میں ایشیاء' یورپ' افریقہ کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست شہنشائیت کا بلا کسی وقت کے صدر مقام بھی بن گیا۔(۳۰)

Well - Hausen لکھتا ہے۔

"The first Arabic community with sovereign power was established by Muhammad (Peace be upon him) in the city of Madina, not on the bases of blood which naturally tends to diversity, but upon that of religion binding on all". (۳۱)

گویا میثاقِ مدینہ کو دنیا کا پہلا اور مکمل تحریری دستور کی حیثیت حاصل ہے اور یہ ایسا دستور ہے کہ آج کے نئے عالمی نظام

کی تشکیل میں بھی انہیں اصولوں و مبادی کو پیش نظر رکھا جا سکتا ہے اور بین الاقوامی نظام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ اس میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔

میثاق مدینہ کی صورت میں حاصل ہونے والی بنیادیں مندرجہ ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

i) سیاستِ خارجہ کی بنیاد

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں۔

''یثرب میں رہنے والے تمام عناصر میں ایک وفاقی وحدت پیدا کرنا اور مدینہ میں ایک شہری وحدت قائم کر کے اس کا ایک تحریری دستور مرتب کرنا اور اس کے ذریعے سے راعی و رعایا کے حقوق و فرائض کا تعین کرنا اور پھر ان تمام ''متصادم اور مائل بہ ضیاع'' توانائیوں کو ایک مرکز پر لا کر ان سے مفید کام لینا سیاست خارجہ ہی کے مسائل تھے اور پھر طے ہو چکنے کے بعد اندرونی مسائل بن گئے''۔(۳۲)

ii) دفاعی و سیاسی بنیاد

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

''ویسے دفاعی و سیاسی ضرورتوں سے جب تک شہر مدینہ کی اس 50 فیصد آبادی سے سمجھوتہ نہ ہوتا تو کوئی انتظام بھی قابل اطمینان نہ ہوتا''۔(۳۳)

iii) حقوق کے تعین کے لحاظ سے بنیاد

امیر علی لکھتے ہیں۔

''میثاق مدینہ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس نے پرانی طوائف الملوکی اور انارکی کی جڑیں اکھیڑ پھینکیں جس میں مظلوم کو انصاف حاصل کرنے کے لئے بھی اپنے رشتہ داروں کے ہاتھوں کی طرف دیکھنا پڑتا تھا...... لیکن اب تمام اختیارات آپ ﷺ کو تفویض کر دیے گئے تھے''۔(۳۴)

iv) اسلامی ریاست کی بنیاد

اس معاہدے کے نتیجے میں مدینہ میں پہلی دفعہ ایک سیاسی تنظیم قائم ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ کو اس ریاست و حکومت کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ اس مخفی اور نو مولود ریاست نے بعد میں آپ ﷺ کی زندگی ہی میں ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کی صورت اختیار کر لی۔

v) مدینہ کو ''حرم'' قرار دیا گیا

اس دستور کی پیروی کرنے والوں نے مدینہ کو بطور حرم تسلیم کیا۔ وہاں قتل و غارت تو دور کی بات وہاں شکار تک ممنوع قرار دیئے گئے۔

vi) مشترکہ دفاع اور عدل وانصاف کا قیام

اس دستور کے مطابق سب مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے اور آپ ﷺ نے مکمل عدل وانصاف قائم کیا سب پر قانون کا یکساں اطلاق ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ سماجی تحفظات کی بنیاد بھی فراہم کی گئی۔

vii) دنیا کا پہلا تحریری دستور

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں۔

''میثاق مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور مملکت ہے اور کتابوں میں بھی دستوروں کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن اس کی حیثیت یا تو درسی اور مشاورتی ہے...... یا کسی مقام کے دستور کا تاریخی تذکرہ ہیں۔ الغرض اس سے قبل دنیا میں اسطرح کے باقاعدہ تحریری دستور مملکت کا سراغ نہیں ملتا''۔ (۳۵)

viii) آپ ﷺ کے سیاسی تدبر کا عملی مظاہرہ

ولیم میور لکھتا ہے

''آپ ﷺ صرف اپنے دور کے ہی عظیم انسان نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ رہتی دنیا تک کے لئے مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک عظیم مدبر حکومت اور سیاستدان کی طرح سے مختلف الخیال، مختلف العقیدہ اور مختلف الآراء اور منتشر قبائل کو یکجا کرنے کا کام بڑی مہارت سے سرانجام دیا۔ آپ ﷺ نے ایک ریاست Common Wealth (دولت مشترکہ) قائم کیا جو بین الاقوامیت کے اصولوں پر Based تھا''۔

الغرض اس معاہدے کی رو سے ایک مکمل اور مستحکم اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ریاست کامیابی سے آپ ﷺ ہی کے زمانہ میں تقریباً 10 لاکھ مربع میل پر محیط ہوگئی۔

خطبہ حجۃ الوداع

خطبہ حجۃ الوداع نبی ﷺ کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اس مختصر خطبہ میں زندگی کے متعلق تمام پہلوؤں کو ایسے سمویا گیا ہے کہ کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں رہا اور زندگی گزارنے کا ایسا لائحہ عمل وضع کر دیا گیا کہ رہتی دنیا تک اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور ایسے ایسے اصول بتائے گئے کہ جن پر چل کر خصوصاً عالم اسلام اپنی مشکلات کو احسن طریقے سے حل کر سکتے ہیں۔ اس میں انسانیت کی بقا اور پرسکون زندگی گزارنے کے سارے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں۔ مثلاً

انسانی مساوات کا درس، جاہلی اسلام کی نفی، اسلامی اخوت، حرمت وعزت و جان و مال، حرمت کے مہینوں کا تعین، گمراہی سے بچنے کا طریقہ، حق کی تبلیغ، عورتوں کے حقوق، نسب کی حفاظت، تکمیل دین، اطاعت اولوالامر، اسلام کی بنیادی تعلیمات پر زور، حق مساوات، غلاموں کے حقوق وغیرہ۔

ڈاکٹر احمد فاروقی لکھتے ہیں۔

''صحرائے حجاز میں ایک نبی امی ﷺ نے میدان عرفات میں اونٹنی کی پیٹھ پر بیٹھ کر جو آواز بلند کی تھی وہ چودہ سو برس سے اقصائے عالم میں گونج رہی ہے۔ ذرا غور کیجئے اس میں کون سا پہلو ایسا ہے جو تمام بنی نوع انسان کے حقوق کا اور انسانیت کی عظمت و شرف کا استقرار نہیں کرتا۔ اس سے زیادہ واضح' پرسوز اور اثر انگیز آواز کیا آج تک دنیا کے کسی مصلح' کسی ریفارمر' کسی لیڈر' کسی رہنما کی آواز انسانیت کے کانوں نے سنی ہے؟۔(۳۶)

اب جب کہ ہمارے سامنے نبی کریم ﷺ کا دیا ہوا دستور اور خطبہ حجۃ الوداع کی صورت میں جامع تعلیمات ہیں جن کی روشنی میں ہم امت مسلمہ کی ذمہ داریاں بہتر انداز میں بیان کی جا سکتی ہیں۔

اے خاصہ خاصانِ رسل ﷺ وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے — حالی

ا) نظریاتی اساس کا احیاء

دور جدید اپنے ساتھ بڑے بڑے چیلنج لا رہا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ امتِ مسلمہ مستقبل کے لئے درست نقطہ نظر اختیار کرے' صحیح منصوبہ بندی کرے اور عملی استعداد کو بڑھانے کی تدابیر بھی کرے۔ یہ ہمارا اولین فرض ہے تاکہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ اس کے لئے چند امور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ا) اسلامی تشخص

ہم مسلمانوں کو سب سے پہلے خود اپنے مقام اور مرتبے کا ادراک کرنا ہوگا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا تعلق کس عظیم نظامِ حیات سے ہے۔ اس پر کاربند ہو کر ہم اپنی منفرد و ممتاز حیثیت کو دنیا بھر سے منوا سکتے ہیں۔ ہم غیروں کے تابع مہمل نہیں ہیں۔ اسلام ہماری شناخت ہے اور تشخص ہے۔ ہم اوّل و آخر مسلمان اور اپنے رب کے مطیع ہیں' ہمیں اس کا دوٹوک اعلان کرنا ہوگا۔ اسی بناء پر ہم عالم جدید میں اپنی قائدانہ حیثیت کو تسلیم کروانے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے معاشرے کی اصلاح کا کام بھی کرنا ہے۔

انبیاء کے ہاں اور نبی آخر ﷺ کے ہاں بھی معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کا اوّل و آخر ذریعہ عقائد و عبادات کا درست ہونا ہے۔

i) عقائد و عبادات

ایمان کیا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے کہ

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللّٰہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین...... (۳۷)

یعنی اللہ پر ایمان' اس کے رسولوں پر' کتابوں پر' یوم آخرت پر اور نبیوں پر ایمان لانا ہی اصل نیکی ہے۔ یعنی ان پر ایمان لانے کے بعد ہی انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور پھر ایمانیات میں توحید' رسالت اور یومِ آخرت پر زور دیا گیا ہے۔

توحید

توحید کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

والٰهکم اله واحد' لا اله الا هو الرحمن الرحیم. (۴۰)

اور تمہارا رب اکیلا ہے۔نہیں کوئی معبود مگر وہی' وہ بڑا مہربان ورحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ظلم و بربریت کے ماحول میں توحید کو لوگوں کے لئے اتحاد و یگانگت کی بنیاد بنایا اور سب لوگوں کو متحد کیا۔آج کے موجودہ حالات بھی ایسی ہی وحدت کا تقاضا کر رہے ہیں۔توحید کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے مقابلہ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل اور ماننے والے بن جائیں۔ اگر لوگوں نے ایسا کیا تو انہوں نے اپنا جان و مال محفوظ کر لیا۔(۴۱)

لہٰذا ایمان اور امن کا تعلق بہت گہرا ہے' اگر ایمان کے تقاضے پورے کئے جائیں تو کامل امن میسر آ جائے گا۔جتنا جتنا ایمان کمزور ہوگا اسی مناسبت سے امن میں کمی آتی چلی جائے گی۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولٰئک لهم الا من وهم مهتدون. (۴۲)

عقیدہ توحید ایک عالمگیر تنظیم کی عمارت قائم کرسکتا ہے اس پر کاربند ہونے سے مصیبتوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔بقول امین احسن اصلاحی:۔

''آج جو لوگ دنیا کے لئے نظم کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہ جب تک توحید کی حقیقت نہ سمجھ لیں' وہ کبھی ایسی اساس قائم نہیں کر سکتے جس پر تمام عالم انسانی کی اخوت کی عمارت قائم ہو سکے''۔(۴۳)

دین کا سارا نظام توحید سے روشن ہے' تمام انبیاء کرام کی ساری کاوشوں کا مقصود توحید خالص کا قیام تھا۔

؎ یہ چمن ماMور ہو گا نغمۂ توحید سے

رسالت

توحید الٰہی پر ایمان کے بعد اسی طرح رسولوں پر' پیغمبروں پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا لازمی ہے۔قرآن پاک میں نبیوں کی اطاعت کے حوالے سے بارہا حکم دیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

واطیعوا الله ورسوله. (۴۴)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وما ارسلنا من رسول الالیطاع باذن الله. (۴۵)

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

عن ابی هریرۃؓ عن النبی ﷺ قال والذی نفسی بیدہٖ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہٖ وولدہٖ. (۴۶)

گویا نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا بھی مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرونے کا باعث بنتا ہے کہ ایک نبی کے ماننے والے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکتے ہیں۔

آخرت

توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ آخرت پر ایمان لانا ایمانیات کی آخری کڑی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ۔

وبالآخرةِ هم يوقنون. (۴۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

من امن بالله واليوم الآخر (۴۸)

یوم آخرت اور حیات آخرت اسلام کی نہایت ہی اہم تعلیمات میں سے ہیں۔ موجودہ دنیا کے تمام اعمال اور ان کے نتائج کا دارومدار ابدی اور دائمی زندگی پر ہے۔ دراصل انسان کو عملی زندگی میں ایک قابل اعتماد نظم و ترتیب اسی وقت ہی پیدا ہو سکتی ہے جب وہ مستقل سیرت رکھتا ہو اور سیرت سازی کا سارا انحصار اس پر ہے کہ اس کا ذہن پراگندہ خیال سے پاک ہو اور چند مخصوص تصورات اس میں راسخ ہو جائیں۔ یہ تصورات جتنے گہرے اور راسخ ہوں گے اس کی سیرت اتنی ہی مضبوط اور اس کی عملی زندگی اتنی ہی منظم ہو گی۔

عبادات

i) نماز ii) روزہ iii) حج iv) زکوٰۃ

نظام عبادات یہ کہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز پڑھنا' رمضان کے روزے رکھنا' زکوٰۃ دینا اور بشرط استطاعت حج ادا کرنا' یہ سب اجتماعی عبادات کے طور پر ادا کرنا لازم ہے۔ اس سے زندگی میں نظم و ضبط کا عملی درس ملتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

واقم الصلوة لذكرى.. (۴۹)

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ

''جس طرح نہانے سے بدن کی کثافت دور ہو جاتی ہے اسی طرح نماز پڑھنے سے روح سے گناہ کی کثافت اور گندگی دور ہو جاتی ہے''۔ (۵۰)

سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں

''آنحضرت ﷺ کے ذریعے اخلاق و تمدن کی اور معاشرت کی جتنی بھی اصلاحیں وجود میں آئیں ان کا بڑا حصہ نماز کی بدولت حاصل ہوا''۔ (۵۱)

یہی حال روزہ' حج اور نظام زکوٰۃ کا ہے کہ ان تمام عبادات سے روحانیت کا حصول ہوتا ہی ہے مگر ساتھ ہی انسان کی

دنیاوی زندگی میں ایک ربط، ترتیب اور ضبط آ جاتا ہے۔ اور یہی بات اس کو باقی دیگر اقوام سے منفرد اور امتیازیت بخشتی ہیں۔ اور یہ امتیاز اور انفرادیت تب ہی قائم رہ سکتی ہے جب ان سب اعمال کی اصل اسلامی روح باقی ہو ورنہ تو پھر یہ حال ہی ہوسکتا ہے کہ

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام
ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام
کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید؟
ہے جہاد اس دور میں مرد مسلمان پر حرام

ii) حقوق وفرائض

اسلامی معاشرے کی بنیادی اکائی ایک مسلم فرد ہے لیکن یہ معاشرہ انفرادیت پسند معاشروں سے اس اعتبار سے بلند ہے کہ یہاں فرد اور فرد کا تعلق تنافس، تباغض اور ایک دوسرے کو کچل کر آگے بڑھنے بلکہ اس کی بنیادی تعلیمات محبت پر مبنی ہیں۔ ایک کے حقوق دوسرے کے فرائض ہیں، اور باہمی الفت پر اس کی بنیاد قائم ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے

ترى المؤمين فى توادهم و تراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا شتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهرو الحمٰى (۵۳)

قرآن میں ارشاد ہے

انما المؤمنون اخوة (۵۴)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

لاتباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدا بروا وكونوا عباد الله اخواناً (۵۵)

لايومن احدكم حتٰى يحب لا خيه ما يحب لنفسه (۵٦)

گویا ان سب تعلیمات سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام ایک معاشرتی تحریک بھی پیدا کرتا ہے۔ ایک ایسی بین الاقوامی تحریک جس میں ان تصورات اور اقدار کو تسلیم کرنے والے ایک نیا عالمی نظام قائم کریں اور اگر مسلم ممالک ان اصولوں پر نئے سرے سے اپنا معاشرتی نظام تعمیر کرلیں تو جیتی جاگتی مثال بن سکے گی اور نیا عالمی نظام تشکیل دیا جاسکے گا۔

۲) بیداری امت کی ضرورت

نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانان عالم کو پھر سے بیدار کیا جائے اس کے لئے موجودہ معیار ایمان و اخلاق کو اوپر اٹھانے کی سعی کرنی ہوگی۔ یہاں تک کہ آج کے مادی مسلمان میں روحانیت کی بلندی وعظمت پھر سے جاگ اٹھے۔ مادیت اور روحانیت کے باہمی اشتراک سے ہی یہ ترقی ممکن ہے۔ بقول شاعر

کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضاء دیکھ
مشرق سے نکلتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اللہ تعالیٰ نے جو فرضِ منصبی اس امت کو سونپا تھا وہ بھول چکی ہے۔لہٰذا ان تمام اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اپنے اس فرق کو سنبھالنا ہوگا۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف تنهون عن المنكر و تؤمنون باللّٰه(۵۷)

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

''تم اوروں کے حق میں سب سے بہتر ہو کیونکہ تم لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر اسلام کی طرف جھکاتے ہو۔(۵۸)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ

''جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں گے اور کوئی روکنے والا نہ ہوگا تو عام عذاب آنے کا اندیشہ ہے''۔(۵۹)

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں ان میں ایک بیداری امت ہے کہ بھولی ہوئی امت کو اس کا سبق یاد دلایا جائے اور امر بالمعروف ونھی عن المنکر کے رستے پر چل کر عالمی نظام کی تشکیل میں حصہ ڈالا جائے۔نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے۔

قال رسول اللّٰهﷺ والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر اوليوشكن اللّٰه ان يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يستجيب لكم (۶۰)

آخر میں یہ شعر کہ

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

(اقبال)

اور ابلیس کی حکمت عملی بھی یہی ہے کہ یہ امت سوتی ہی رہے۔اس کا تو یہی ہتھکنڈہ ہے کہ

تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساط زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہاں بے ثبات
ہے وہی شعر تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

۳) انفرادی سطح پر اصلاح

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہر چیز کے لئے وقت نکال لیتے ہیں۔ دوستوں اور رشتہ داروں سے مل لیتے ہیں مگر نہیں ملتے تو صرف ایک ذات سے وہ ہے اپنی ذات۔ اگر ہم انفرادی طور پر نا قابل تسخیر اور مؤثر شخصیت کی آ گاہی حاصل کر لیں تو دین و دنیا کے تقاضے پورے کئے جاسکتے ہیں۔

i) ٹھوس نظریہ حیات

انفرادی سطح پر اعتقاد ٹھوس ہو' محض توجیہات پر مشتمل نہ ہو' لوگ آپ کو نرم چارہ نہ پائیں۔ ہم مسلمان ہیں' حق و باطل کے ساتھ بیک وقت رشتہ برقرار نہیں رکھ سکتے۔

ii) اصولوں کا علم اور ان پر عمل

ہم نے جو نظریہ حیات حاصل کیا ہے۔ اس کے اصولوں پر مکمل ادراک رکھتے ہوں۔ اصول' گفتگو اور بحث اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ عمل کرنے کے لئے ہو۔

iii) اخلاص نیت اور اخلاص عمل

منہاج القاصدین میں علامہ جوزیؒ نے بیان کیا ہے کہ ارباب بصیرت کو انوار القرآن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سعادت تک پہنچنے کے لئے علم اور عبادت نہایت ضروری ہے۔

iv) احساس ذمہ اوری

اس دنیا میں سب لوگ ذمہ دار ہیں ہر فرد کسی نہ کسی کا راعی ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے
کلکم مسئول عن رعیتہ. (۶۱)

v) شجاعت

ضرورت اور حاجت کے وقت مصائب اور خطرات کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا شجاعت کہلاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ آپ خطرے میں کود ہی جائیں تو آپ بہادر ہوں گے بلکہ نتیجے پر نگاہ رکھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے کہ کیا طریقہ کار بہتر رہا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے خندق کے موقع پر حضرت سلیمان فارسی کے مشورہ پر عمل کیا اور خندق کھدوائی' حالانکہ وہ بہادری سے لڑ سکتے تھے یہ نہیں تھا کہ بزدلی کی وجہ سے خندق کھودی تھی۔ وقت کے لحاظ سے تدبیر کرنا ہی اصل شجاعت ہے۔

vi) میانہ روی و اعتدال

مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ "تم اپنے کاموں میں اعتدال اختیار کرو کیونکہ اس سے زیادہ نفع بخش، امن وحفاظت کی ذمہ دار اور فضیلت اور بزرگی کی نشانی کوئی چیز نہیں۔ شخصیت کی تعمیر وترقی میں میانہ روی اور اعتدال وتوازن اہم عناصر ہیں۔

vii) صبر وتحمل

صبر وتحمل صرف مشکل وقت کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ بہتر وقت میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ تکلیفوں سے ہماری آزمائش ہوئی تو ہم نے صبر سے کام لیا۔ جوانمرد صرف وہ ہے جو عافیت پر صبر کرے اور یہ صبر شکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور معرفت کا یہ حق ہے کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت نہ کرو اور اپنی مصیبت کا ذکر نہ کرو"۔

viii) استقامت و باقاعدگی

اپنے معاملات اور اصولوں پر عمل درآمد میں استقامت اور باقاعدگی بہت جلد آپ کی شخصیت کو شاہراہ کامیابی پر گامزن کردے گی۔ اصولوں پر اپنے عمل کا معمول بنائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دو میں تب بھی تبلیغ نہ چھوڑوں گا۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا (۶۲)

ix) حکمت

حکمت علم اور اس کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے۔ جیسا کہ آج کے موجودہ حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس میں بہت زیادہ حکمت ودانش کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ حکمت ودانش کو نہیں چھوٹنے دیا۔ ہمیشہ صحیح اور عین وقت کے تقاضے کے مطابق فیصلہ کیا۔ صلح حدیبیہ اس کی بہت بڑی مثال ہے۔

x) دعا

تعمیر شخصیت میں دعا کا اہم مقام ہے۔ دعا میں یقین کی کیفیت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ ہر کام کے لئے صحابہ کو خدا کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے تھے۔ نبی ﷺ مشکل وقت میں پہلے دو نفل حاجت ادا کرتے پھر گڑگڑا کر سجدہ میں جا کر اللہ کے حضور اپنی عرض کو پیش کرتے اور پھر اس کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیتے۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے اس کو جب چاہے اللہ کے سامنے پیش کرسکتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ "الدعا مخ العبادۃ" دعا عبادت کا مغز ہے۔ (۶۳)

انفرادی شخصیت کی تعمیر کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات مندرجہ ذیل بیان کی جاتی ہیں۔ صلہ کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ انا اللّٰہ وانا الرحمن. خلقت الرحم و شققت لھا من اسمی فمن

وصلها وصلته ومن قطعها بتته (٦٤)

قال رسول اللہ ﷺ لا یدخل الجنة قاطع. (٦٥)

نصیحت کے حوالے سے فرمایا

عن جریر بن عبداللہ قال بایعت رسول اللہ ﷺ علی اقام الصلوۃ وایتاء والزکاۃ والنصح لکل مسلمۃ.(٦٦)

نبی ﷺ نے انفرادی شخصیت کی تعمیر کی اہمیت کے پیش نظر صفہ کا مدرسہ قائم کیا تھا۔ وہاں صحابہ رہتے اور نبی کریم ﷺ کی ذات سے فیض حاصل کرتے۔ لہٰذا آج نئے عالمی نظام کی تشکیل میں سب سے پہلے انفرادی شخصیت کی تعمیر کی ضرورت ہے اوراس کے لئے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات بڑی روشن اور واضح ہیں۔

۴) اتحادِ عالم اسلامی

سید اسد گیلانی لکھتے ہیں

''حضور اقدس ﷺ کی ۲۳ سالہ جدوجہد کا مطالعہ یہ بات بار بار ہمارے سامنے لاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ملت کے اندر اتحاد کو سب سے بڑی اہمیت دی۔ آپ ﷺ نے سب انسانوں کے سامنے ایسی نظریات اور اصولی بنیادیں فراہم کیں جو پہلے سے سعید فطرت کثیر انسانوں کے درمیان متفق چلی آ رہی تھیں۔ جن میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار اور آخرت میں اپنے اعمال کی جوابدہی کا احساس تھا۔ ان اصولوں کو تھوڑی سی مزاحمت اور ردوقدح کے بعد تسلیم کرلیا اس سے ملت میں وحدت کا تصور ابھرا اور اتحاد پیدا ہوا''۔(٦٧)

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ

عن الحسن قال. خرجت بسلاحی لیالی الفتنة فاستقبلنی ابوبکر فقال این ترید؟ قلت ارید نصرة ابن عم رسول اللہ ﷺ اذا تواجه المسلمان بسیفهما فکلا هما من اهل النار.

(٦٨)

دین میں تفرقہ

نئے عالمی نظام کی تشکیل میں جو سب سے بڑی رکاوٹ ہے وہ ہے مسلمانوں کا آپس میں تفرقہ بازی میں بٹ جانا۔ اسی اتحاد کی کمی اور تفرقہ بازی نے آج دشمنوں کو شیر کر دیا ہے کہ وہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور مسلمان کو آپس میں جماعت بندی کی طرف ڈال دیتے ہیں۔ اور مسلمان قرآنی احکام بھول کر ان تفرقہ بازی کی نذر ہوکر رہ گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا. (٦٩)

ایک اور جگہ ارشاد ہے

واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم. (۷۰)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا

علیکم بالجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشیطان مع الواحد (۷۱)

ایک اور جگہ فرمایا

ید اللّٰہ مع الجماعۃ. (۷۲)

ایک اور جگہ فرمایا

عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً (۷۴)

امت مسلمہ کی فرقہ واریت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہود اکثر فرقوں میں منقسم ہوئے اور میری امت بہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی''۔(۷۵)

لہٰذا ان تعلیمات کی روشنی میں مشترکہ مصلحتوں کے باعث کھینچا تانیوں کے ایام سیاہ مسترد کر کے مختلف اتحاد اور مشترکہ منڈیاں وجود میں لانی چاہئیں۔

علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں

''یاد رکھیئے ہم اس وقت تک اپنے خلاف کی جانے والی عالمی سازشوں کا کامیابی سے مقابلہ نہیں کر سکتے جب تک ہم متحد و متفق نہ ہو جائیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم خود کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم رکھیں اور آج کی دنیا کے بڑوں سے ٹکر لینے کی قابلیت کو بھی پالیں اس کے لئے ضروری ہے کہ پوری کی پوری امت مسلمہ مشترکہ ہدف پر متفق و متحد ہو جائے''۔(۷۶)

حاصل کلام ''یہ کہ اہل ایمان کا ایک نظام کے تحت متحد ہو کر زندگی گزارنا فرض اور واجب ہے۔ اسی کے نتیجے میں امت مسلمہ ایک شیرازہ میں منسلک ہو کر دینی و دنیاوی سعادتوں سے مستفید ہو سکے گی''۔(۷۷)

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

۵) علم وفن وحکمت و دانش

علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں

''جس ہدف کو ہمیں خاص اہمیت دینی چاہیئے اور جس کے حصول کے لئے ہمیں کمربستہ رہنا چاہیئے وہ اسلامی معاشرے کی ہمہ جہت مجموعی ترقی کا حصول ہے۔ ہمارے لئے یہ بات باعث ندامت ہے کہ اسلامی ملک اکثر زرعی وسائل سے مالا مال ہیں مگر وہ آدھے سے زیادہ اناج باہر سے منگواتے ہیں۔ وہ لوگ جو تیل کی دولت سے مالا مال ہیں انہیں تیل نکالنے کے لئے

دوسروں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ جبکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وانزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس.(۷۸)

ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ہم ان بیش بہا قیمتی خزانوں کا صحیح استعمال کو کیسے جان سکیں اس کے لئے جدید تعلیم کی ضرورت ہے''۔(۷۹)اور علم کے حوالے سے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات بھری ہوئی ہیں۔

والذين اوتو العلم درجٰت. (۸۰) رب زدني علماً. (۸۱)

احادیث میں بھی تعلیم کی اہمیت کے متعلق آیا ہے کہ

قال رسول الله ان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وان العلماء ورثة الانبيآء. (۸۲)

لہٰذا علم کے میدان میں ترقی کئے بغیر ہم اقوام عالم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یعنی حکمت و دانش اور علم مومن کا گمشدہ خزانہ ہے اسے جہاں سے ملے حاصل کرے۔ ہمیں یقین ہے کہ آج کے چیلنج کا مقابلہ کامیابی سے نہیں کیا جا سکتا جب تک تعلیمی میدان میں اپنے جوہر نہ دیکھائیں گے ہماری ناکامی کی ایک وجہ تحقیق وانکشاف سے گریز ہے۔

جسٹس محمد منیر کہتے ہیں

''مسلمان اب صنعتی میدان میں کہیں نظر نہیں آتے شاید کسی غیبی مدد کے منتظر ہیں۔ لیکن انہیں توقع کے سہارے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کی صنعتی حالت ایسی ہے کہ اپنے معدنیات کے ذخائر سے استفادہ کرنے کے لئے وہ مغرب کے محتاج ہیں۔ اس لئے مغرب ان کے وسائل پر عیش کر رہا ہے اور وہ سائنس کے میدان میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں''۔(۸۲)

لہٰذا نئے عالمی نظام کی تشکیل میں ہماری اولین ذمہ داری ہے کہ جدید عصری علوم پر مہارت حاصل کریں اور حکمت و دانش کا مظاہرہ کریں۔ آپ ﷺ نے حکمت کی تعلیم دی اور اس کا حکم بھی فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

قال رسول الله ﷺ انزلوا الناس منازلهم (۸۴)

قال سمعت معاويه ابن ابى سفيان يخطب قال سمعت النبى ﷺ يقول من يرد الله به خيراً يفقهه فى الدين وانما اناقاسم والله يعطى . ولن يزال امر هذه الامة مستقيما حتى تقوم الساعة او حتى ياتى امر الله (۸۵)

نظام تعلیم کی اصلاح

مسلمانوں کی موجودہ صورتحال یہ ہے کہ وہ بظاہر غیروں کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں لیکن سابق آقاؤں کا نظام تعلیم اب تک امت مسلمہ پر مسلط ہے۔ لاریب کہ نظام تعلیم، استاد و کتب، تعلیمی ادارے ہی قوم کو کوئی جہت عطا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب تک اس لادینی نظامِ تعلیم سے چھٹکارہ حاصل نہیں کیا جاتا اس وقت تک اپنی کوئی الگ پہچان قائم نہیں ہو سکتی۔ لادین نظامِ

تعلیم ین امتِ مسلمہ کو مغربی تہذیب میں رنگ دیا ہے۔ نہ ان کا کوئی لباس ہے نہ ہی کوئی ملی تشخص تعلیمی میدان میں ہر شعبہ اور ملک کا اپنا الگ ایک قبیلہ ہے' خوفناک صورتحال میں پوری ملت کا کوئی ایک نظریہ کیسے ہوسکتا ہے۔

دین اسلام کو صرف اسی صورت میں نافذ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارا نظام تعلیم قرآن وسنت کے رنگ میں ڈھل جائے۔ اس مقصد کے لئے نصاب ساز ادارے مروجہ نصاب کے اندر خلاف اسلام مواد کو خارج کریں ہر سطح پر دین کے رنگ میں نصاب کو ڈھالیں قرآن وسنت کی تعلیمات اور تاریخ اسلامی کا مضمون ہر ایک کے لئے لازمی ہو۔ نظریہ اسلام سے منحرف نظام تعلیم کو بدل دیا جائے تو ہم اپنے معاشرے کو نئے عالمی نظام کی تشکیل میں بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔

۲) اسلامی تہذیب کا احیاء

امت مسلمہ کے احیاء کے لئے ضروری ہے کہ عوامی سطح پر اور حکومتی سطح پر نئے عزم اور ولولے سے پختہ بنیادوں پر کام کا آغاز کیا جائے۔ وہ طرزِ فکر وعمل اپنایا جائے جس سے ہر مسلمان نفسیاتی' فکری اور تہذیبی وتمدنی حوالے سے اپنا سر بلند کر کے چل سکے اور عظیم تر اسرائیل اور اکھنڈ بھارت کے خوابوں کو پاش پاش کرنے کے لئے حوصلہ پا سکے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر ایمان پختہ ہوگا تو ہمیں امن وسکون کی نعمت میسر آئے گی۔

وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا۔ج(۸۶)

جبکہ آج کل کہا جارہا ہے کہ امت مسلمہ زبوں حالی کا شکار ہے اور اگر وہ خود ہی زبوں حالی کی طرف گامزن ہے تو پھر مغرب کے ایوانوں میں اس کی بربادی کے مشورے اتنے زوروں پر کیوں ہیں۔ لہٰذا امت اور اسلامی تحریکات کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو جو حدِ استطاعت' صالحیت وصلاحیت کے حامل ہوں۔ مستقبل کے لئے جدوجہد کی خاطر کھڑا کر دیں اس لئے کہ اللہ کی نصرت وہدایت کے بعد کامیابی کے لئے سب سے زیادہ ضرورت انسانوں کی ہے۔ اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ انبیائے کرام لگابندھا طریق کار لائے ہیں اور یہ کہنا بھی درست نہیں آج کوئی مکی دور تو نہیں ہے یا مدنی تو نہیں ہے۔ ہر دور منفرد بھی ہوتا ہے اور متشابہ بھی' یہ انسانی عقل کا امتحان ہے کہ وہ اپنے دور کو سمجھے، اپنے معاشرہ کو سمجھے اور قرآن مجید' اسوہ نبوی ﷺ اور اسوہ انبیائے کرام کی روشنی میں اپنے لئے راہِ حل متعین کرے۔

لہٰذا اسلامی تہذیب کی تشکیل نو کے بنیادی خطوط متعین کرنے میں کامیابی حاصل کی جائے' یہ عظیم کام اجتہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ مغرب نے جو کچھ ایجادات کیں ہیں تمدن کی ان میں سے کیا لینا ہے اور کیا چھوڑنا ہے۔ اجتہاد کا ہی کام ہے جو ہمیں اس کا صحیح مشورہ دے سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے مدینہ منور میں اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھی تھی اسی کی روشنی میں اپنے اصول و قواعد وضع کریں تو اسلامی تہذیب کے دوبارہ احیاء کو ممکن بنا سکیں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

عن عمیر بن ھانی قال سمعت معاویۃؓ علی المنبر یقول سمعت رسول اللّٰہ یقول لا تزال

طائفة من امتی قائمة بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم او خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم ظاھرون علی الناس (۸۷)

عن جابر بن عبداللہؓ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامة (۸۸)

اسی طرح اسلامی تشخص کو باقی رکھنا بھی مسلمانوں کا فریضہ ہے تا کہ اسلام کی اصل روح کو باقی رکھا جا سکے۔ اسلامی تشخص کو کھونے کے حوالے سے حدیث ہے کہ

من تشبہ بقوم فھو منھم (۸۹)

لیس منا من تشبہ بغیرنا (۹۰)

لہٰذا اسلامی احیاء اسلامی تشخص کے ذریعے ہی ممکن ہے اور آج کے اس دور میں اسلامی احیاء کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

''چونکہ اسلام ہی دین فطرت ہے اس لئے اسلامک ورلڈ آرڈر جو دانائے سبل ﷺ، مولائے کل ﷺ، ختم الرسل ﷺ نے اس انسانیت کو دیا۔ قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ مسلمان ممالک کو پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ اپنے ہاں اسلامی تہذیب کے احیاء اور فروغ کی فکر کرنی چاہیئے''۔ (۹۱)

۷) ذرائع ابلاغ کا صحیح استعمال اور پروپیگنڈے کا جواب

اس رواں صدی میں ذرائع ابلاغ اور رسائل ورسل کے وسائل نے کرہ ارض کے فاصلوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ دنیا ایک محلہ بن گئی ہے۔ ان ذرائع پر جن گروہ کا قبضہ ہو گا وہی غالب ہو گا یعنی دنیا کا فاتح ہو گا۔ اس کا نظریہ اور اس کی تہذیب ہر سو چھا جائے گی۔

پورے عالم اسلام کو اگر اپنا نظریاتی تشخص برقرار رکھنا ہے، اگر دین اسلام کی منزل حاصل کرنا ہے تو پھر ذرائع ابلاغ کے ان حملوں کا جواب بھی دینا ہے اور سد باب بھی کرنا ہے ورنہ دین اسلام کا نام لینے والا اور عملی اور صاحب کردار مسلمان ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے گا۔ ریڈیو اور ٹی وی کی تاثیرات کا ہر کوئی قائل ہے لہٰذا امت مسلمہ کے حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ بلا تاخیر اس شعبے کی طرف توجہ دیں اس ذرائع کو ایمانی اور روحانی جہت دیں تا کہ نئی نسل کے اذہان وقلوب مسلمانوں اور دین اسلام کی قبولیت کے لئے سازگار ہوں۔

اس کی تعلیمات ہمیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے ہی ملتی ہیں۔ مثلاً ہر قبیلے میں نبی کریم ﷺ کے مخبر موجود ہوتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ آپ ﷺ نے مکہ پر بلاخون بہائے قبضہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اور جنگ احد میں بھی ان پیشگی اطلاعات کی بناء پر آپ ﷺ کو تیاری کرنے میں مدد ملی تھی۔ آپ ﷺ کا مخبر ہر اس گروہ میں موجود ہوتا تھا جو اسلامی تحریک سے مخالفانہ تعلق رکھتا تھا۔

سید اسعد گیلانی لکھتے ہیں

''دشمنوں کی خبروں سے آگاہ رہنا اور اپنی خبروں کو مکمل کنٹرول میں رکھنا یہ آپ ﷺ کی حکمتِ سیاست کا بہت مؤثر حصہ تھا۔(۹۲)

اور پروپیگنڈہ دراصل نفسیاتی جنگ کا ہتھیار ہے۔ دشمن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پروپیگنڈے کے ذریعے خوف اور ہیجان کی کیفیت پیدا کر کے فرد یا اجتماع کے رویے میں حسب خواہش تبدیلی لائے۔ مذہبی حوالے سے یہ پروپیگنڈے کا وجود نہایت قدیم اور ازلی ہے۔(۹۳)

واقعہ افک اسلامی تمدن میں قوانین اور ضوابط میں اضافے کا موجب بن گیا۔ معاشرتی زندگی، قذف، لعان، اشاعت فحش کے قوانین کے علاوہ پروپیگنڈے کے توڑ کے لئے حکمت عملی بتائی گئی ہے۔ تاکہ دشمن کا شر مسلمانوں کے لئے خیر ثابت ہو جائے۔ حالانکہ وہ تو آپ کو بدگمانیوں میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

اذتلقونه بالالسنتكم وتقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم. (۹۴)

جبکہ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کو ارشاد دیئے جو کہ قرآن مجید میں نازل ہوا۔

فنذر الذين لا يرجون لقاء نافى طغيانهم يعمهون (۸۵)

دوسری جگہ حضور اقدس کو حکم ہوا۔

ولتسمعن من الذين اوتوا الكتٰب من قبلكم ومن الذين اشركوا اذى كثيرًا. وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور (۸۶)

جدید زمانہ کے لحاظ سے قرآن پاک میں یوں آیا ہے

واذا جآء هم امر من الامن اولخوف اذا عوابهٖ ولو ردوهُ الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم (۸۷)

جبکہ ذرائع ابلاغ کی حیثیت چونکہ امیج بلڈرز کی سی ہے اور وہ اپنے صدق وعدل سے رائے عامہ کو متاثر کر کے وہ معاشرے کی مثبت رہنمائی کر کے ان کو معروف یعنی The Best کی طرف موڑ سکتے ہیں۔ اور منکر The worst سے بچا بھی سکتے ہیں۔ اس لئے مسلم ممالک کے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت ذمہ دارانہ، مثبت اور قرآن وسنت کی ہدایات کے عین مطابق ہونا چاہیئے تاکہ دشمن کے شرانگیز پروپیگنڈے کو ''خیر'' سے بدلا جاسکے۔

۸) نیا عالمی منصوبہ

نئے عالمی نظام کی تشکیل میں مسلم دنیا کا اپنا ایک اسلامی منصوبہ ہونا چاہیئے جو اس نئے عالمی نظام کا توڑ ہو۔ یہود ونصاریٰ نے مل کر مسلمانوں کے لئے جو جال بنا ہے اور جس کا نام نیو ورلڈ آرڈر رکھا ہے۔ اس کے تدارک کے لئے عالم

اسلام کا اپنا ایک عالمی منصوبہ ہونا بہت ضروری ہے۔لہٰذا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نظام کو مشترکہ بنیادوں پر وضع کریں تاکہ اسلامی ممالک کا اپنا ایک بلاک ہو۔مشترکہ اقتصادی منڈی کے حوالے سے روزنامہ جنگ میں لکھا ہے کہ

''عالم اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ یورپین اکنامک کمیونٹی کے مقابلے میں اسلامک اکنامک کمیونٹی تشکیل دیں تاکہ وہ اقتصادی عالمی استحصال سے بچ سکیں۔(۹۸)

بین الاقوامی تجارت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا

عن ابی عثمان عن عبدالرحمٰن بن ابی بکر. قال کنا مع النبی ﷺ ثم جآء رجل مشرک طویل بغنم یسوقها. نقال النبی ابیعا ام عطیة؟ اؤ قال ام هبة؟ قال لا' بل بیع فاشتری منه شاة. (۹۹)

مشترکہ دفاع کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

عن انسؓ ان النبی ﷺ اتاهُ رعل وذکو ان وعصیة و بنولحیان فزعموا انهم قد اسلموا واستمدوه علی قومهم فامدّهم النبی ﷺ بسبعین من الانصار. (۱۰۰)

اقتصادیات یعنی عالمی منڈی اور اس کے طریقہ کار کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا

قال رسول اللهﷺ اجملوا فی طلب الدنیا فان کلا میسّرٌ لما خلق له (۱۰۱)

قال رسول اللهﷺ اعظم الناس همّا المؤمن الذی یهمّ بامر دنیاهُ وامر اخرة.(۱۰۲)

- قال رسول اللهﷺ ایها الناس اتقوا الله واجملوا فی الطلب. فان نفساً لن تموت حتی تستوی رزقها وان ابطأ عنها فاتقوا الله واجملوا فی الطلب اخذوا ماحل' ودعواما حرّم. (۱۰۳)

عدالتی نظام کے حوالے سے ارشاد ہوا ہے

قول الله تعالٰی. ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف.......(۱۰۴)

اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک اسلامی بلاک تشکیل دیں۔جس میں ان کا اپنا اسلامی بنک ہو' مشترکہ دفاع کے منصوبے' باہمی تجارت' عالمی اسلامی عدالتیں' باہمی آمدورفت کی ضرورت ہے۔مشترکہ فوج بھی رکھی جاسکتی ہے' اس کے علاوہ عربی زبان کی ترویج اور دہشت گردی ولاقانونیت کا اسلامی سزاؤں کے ذریعے انسداد بہت ضروری ہے۔ان سب مشترکہ منصوبوں کے ذریعے نئے عالمی نظام کی تشکیل میں مدد اور نیو ورلڈ آرڈر کا بہتر طریقے سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

۹) فساد و بدامنی کا انسداد

ڈاکٹر محمود احمد لکھتے ہیں۔

''فساد و بدامنی خاندانوں' معاشروں اور ممالک کو تباہی و بربادی کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔بدامنی کی فضا میں علوم و فنون کی ترقی رک جاتی ہے اور لوگ فساد زدہ علاقوں سے نقل مکانی کر جاتے ہیں''۔(۱۰۵)

فتنے فساد کی مذمت قرآن مجید میں کچھ اس طرح آئی ہے۔

الفتنة اشد من القتل. (۱۰۶)

الفتنة اکبر من القتل. (۱۰۷)

منافقین کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

الا انهم هم المفسدون. (۱۰۸)

کیونکہ جب انہیں فساد فی الارض سے منع کیا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ

واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون. (۱۰۹)

فساد فی الارض پھیلانے والے کیلئے ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے

واللّٰه لا یحب الفساد. (۱۱۰)

ان اللّٰه لا یحب المفسدین. (۱۱۱)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال من حمل علینا السلاح منا. (۱۱۲)

عن مسلمه عن النبی ﷺ قال من سل علینا السیف فلیس منا. (۱۱۳)

ان سب آیات واحادیث کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ امت مسلمہ اس کو ذمہ داری کے طور پر اپنا لے۔

مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا۔

من کان یومن باللّٰه والیوم الاخر فلیقل خیرًا اویسکت. (۱۱۴)

اور مسلم ممالک کے مسائل کا حل اسی میں ہے کہ۔

عن ابی هریرةؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال من اطاعنی فقد اطاع اللّٰه ومن عصانی فقد عصی اللّٰه ومن اطاع امری فقد اطاعنی ومن عصا امری فقد عصانی. (۱۱۵)

حاصل کلام

یہ ہے کہ ہمیں موجودہ عالمی حالات سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے اللہ کی نصرت اور اس کے وعدے پر مکمل یقین رکھنا چاہیئے۔ اسلام سے اپنی نسبت کو فخر محسوس کریں لہٰذا اے اہل اسلام تم اپنی ذمہ داریاں جو اس نئے عالمی نظام کی تشکیل میں تم پر ڈالی گئی ہیں ان کو احسن طریقے سے نبھاؤ' مظلوم کی مدد کرو' ظالم کا ہاتھ پکڑو' امت کی پراگندگی کو اتحاد میں بدل ڈالو' ان کی صفوں کو متحد کرو' یہ نصرت' فتح' عزت اور غلبے کا راستہ ہے۔ جہاد کے لئے کمربستہ رہو' مجاہدین کا ساتھ دو' یہ غلبہ واستحکام کا راستہ اور فلاح وکامیابی کا راستہ ہے۔ اللہ اپنے رسول ﷺ کے حامیوں کی' جن وسائل وذرائع سے چاہے نصرت واعانت کرے خواہ اس کا ہمیں علم ہو یا نہ ہو۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے احسن

اور نبی ﷺ کے طریقے سے نبرد آزما ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

آخر میں چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف

حوالہ جات

۱۔ سید قطب شہید' اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل' ص۱

۲۔ شفیق الاسلام فاروقی' ہلال وصلیب کا نیا معرکہ' ص۲۱

۳۔ ایضاً ایضاً ص ۲۲'۲۳

۴۔ ایضاً ایضاً ص۱۰'۱۱

۵۔ ہفت روزہ ''تکبیر'' 'New World Order or Jew World' ص۷

۶۔ نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام روزنامہ ''جنگ'' ۱۵اکتوبر۱۹۹۱ء

۷۔ نیو ورلڈ آرڈر یا نیوانٹرنیشنل آرڈر روزنامہ جنگ'' ۲۱اکتوبر۱۹۹۱ء

۸۔ امریکہ' یہودی اور عالمی نظام۔ سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۸۸'۸۹

۹۔ احمد سلیم' نیا عالمی نظام اور پاکستان ص۲۵۲

۱۰۔ روزنامہ جنگ ۱۹ستمبر۱۹۹۱ء

۱۱۔ نیا عالمی نظام' امریکی نقطہ نظر'' سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ص۱۴

۱۲۔ Inamullah Khan, Economic Resources of the Muslim Countries. P:73

۱۳۔ اسد سلیم شیخ' اسلامک ورلڈ آرڈر' ص۲۴۱

۱۴۔ عبدالحمید صدیقی' انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام' ص۱۴

۱۵۔ مولانا مودودی' ہمارے داخلی وخارجی مسائل ص۲۱

۱۶۔ الحجر ۱۰'۲

۱۷۔ جسٹس محمد منیر' اسلا اور تہذیب حاضرہ۔ ص۲۲۵

۱۸۔ ہفت روزہ ''ضرب مومن'' ۳تا۹ جنوری۲۰۰۳ء

۱۹۔ البقرہ ۲۵۱۲

۲۰۔ الممتحنہ ۱۶۰

۲۱۔ الصف ۶۱'۸

۲۲۔ روزنامہ جنگ ۱۹ستمبر۱۹۹۱ء

۲۳۔ روزنامہ ''اسلام'' ۱۰جنوری۲۰۰۳ء

۲۴۔ ہفت روزہ ''ضرب مومن'' ۳تا۱۰جنوری۲۰۰۳ء

۲۵۔ پروفیسر خورشید احمد ''موڈریٹ اسلام کی تلاش'' انتخاب روزنامہ ''اسلام'' ۸ جنوری ۲۰۰۳ء

۲۶۔ قرآن اور امن عالم ص ۱۱

۲۷۔ الحجرات ۱۳۴۹

۲۸۔ الاحزاب ۲۱۳۳

۲۹۔ ضیاء النبی ﷺ ج ۲

۳۰۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۹۹

۳۱۔ "The Historions History of the World" Volume (viii) P.291

۳۲۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۹۹

۳۳۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی

۳۴۔ دی سیرت آف اسلام

۳۵۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی

۳۶۔ انسانیت کا منشور آزادی، نقوش، رسول نمبر ج ۴، ص ۴۴۷

۳۷۔ الجامع الصحیح، کتاب الایمان باب امور الایمان الکتب الستہ ص ۳

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ المؤمنون ۱۲۳

۴۰۔ البقرہ ۱۶۳۲

۴۱۔ بخاری۔ کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ، حدیث نمبر ۲۵

۴۲۔ الانعام ۸۲۶

۴۳۔ حقیقت شرک وتوحید ص ۳۰۴

۴۴۔ الانفال ۲۰۸

۴۵۔ النسآء ۶۴۴

۴۶۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب رسول ﷺ من الایمان الکتب الستہ ص ۳

۴۷۔ البقرہ ۴۲

۴۸۔ التوبہ ۱۹۹

۴۹۔ طٰہٰ ۱۶۲۰

۵۰۔ احمد بن حنبل باب ۵

۵۱۔ سیرت النبی ﷺ ج ۵' ص ۱۷۳

۵۲۔ ھابز' بحوالہ سید محمد سلیم' مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ ص ۲۱۷

۵۳۔ الجامع الصحیح (مسلم) کتاب البر والصلۃ ۔ باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم ج ۸' ص ۲۰

۵۴۔ الحجرات ۱۰:۴۹

۵۵۔ الجامع الصحیح (مسلم) کتاب البر والصلۃ ۔ باب النھی عن التحاسد ج ۸' ص ۸

۵۶۔ الجامع الصحیح (مسلم)' کتاب الایمان باب ان یحب لاخیہ ج ۱' ص ۴۹

۵۷۔ آل عمران ۱۰۳:۳

۵۸۔ بحوالہ تفسیر ابن کثیرؒ ص ۴۶۵

۵۹۔ ایضاً ص ۸۱

۶۰۔ ترمذی' کتاب الفتن' باب ماجآء فی الامر بالمعروف ونھی عن المنکر

۶۱۔ الجامع البخاری' کتاب الجمعۃ باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن الکتب الستۃ ۔ ص ۸۰

۶۲۔ حٰمٓ السجدہ ۳۰:۴۱

۶۳۔ ابن ماجہ کتاب الدعاء باب فضل الدعا ۔ الکتب الستۃ ص ۲۷۰۵

۶۴۔ جامع الترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجآء فی قطعیۃ الرحم الکتب الستۃ ص ۱۸۴۴

۶۵۔ جامع الترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجآء فی صلۃ الرحم الکتب الستۃ ص ۱۸۴۴

۶۶۔ صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ للہ والرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم الکتب الستۃ ص ۶

۶۷۔ رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب ص ۵۶۴

۶۸۔ صحیح البخاری کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان بسیفیھما ص ۲۳۷

۶۹۔ آل عمران ۱۰۳:۳

۷۰۔ الانفال ۴۶:۸

۷۱۔ الجامع' ترمذی ابواب الفتن ۔ باب ماجآء فی لزوم الجماعۃ ص ۱۸۶۹

۷۲۔ ایضاً

۷۳۔ ایضاً

۷۴۔ الجامع المسلم ۔ کتاب البر والصلۃ والادب باب تراحم المؤمنین وتعاضدھم وتعاطفھم ج ۳ ص ۱۴۴

۷۵۔ سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ۔

۷۶۔ اکیسویں صدی اور ہماری ذمہ داریاں بحوالہ ترجمان القرآن اپریل ۲۰۰۱ء ص ۵۲

۷۷۔ التمہید ج۱ ص۲۸۲

۷۸۔ الحدید ۵۷:۲۵

۷۹۔ علامہ یوسف القرضاوی' اکیسویں صدی میں ہماری ذمہ داریاں ترجمان القرآن اپریل۲۰۰۱ء ص۵۲

۸۰۔ المجادلہ۔ ۵۸:۱۱

۸۱۔ طٰہٰ ۲۰:۱۱۴

۸۲۔ سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی فضل العلم۔ الکتب الستۃ ص۱۴۹۳

۸۳۔ اسلام اور تہذیب حاضر ص۲۲۵

۸۴۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم الکتب الستہ ص۱۵۷۹

۸۵۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب الاعتصام م بالکتاب والسنۃ باب قول النبی ﷺ لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق یقاتلون وہم اہل العلم ج۱ ص۸۲۴

۸۶۔ النور ۲۴:۵۵

۸۷۔ صحیح المسلم۔ کتاب الامارہ باب قولہ ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفكم ص۱۲۶ ج۵

۸۸۔ ایضاً

۸۹۔ مسند احمد ۵۲

۹۰۔ ترمذی' استذان ۷۔ المعجم المفرس لالفاظ الحدیث النبوی۔ الجز الثالث۔ ص۲۔۶

۹۱۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کے مسائل اور ان کا حل ص۹۵

۹۲۔ رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب ص۵۹۵

۹۳۔ حبیب الرحمٰن چترالی۔ پروپیگنڈے اور ذرائع ابلاغ' سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں' بحوالہ ترجمان القرآن۔ اگست ۲۰۰۱

۹۴۔ النور ۲۴:۱۵

۹۵۔ یونس ۱۰:۱۱

۹۶۔ آل عمران ۳:۱۸۶

۹۷۔ النساء ۴:۸۳

۹۸۔ روزنامہ جنگ ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

۹۹۔ صحیح البخاری' کتاب البیوع' باب الشراء والبیع مع المشرکین واھل الحرب۔ الکتب الستہ۔ ص۱۷۲

۱۰۰۔ صحیح البخاری' کتاب الجهاد والسیر' باب العون بالعدو ص۱۵۱ ج۲

۱۰۱۔ ابن ماجہ (محمد بن یزید) کتاب التجارت' باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ ۔ الکتب الستۃ ص ۲۶۰۵

۱۰۲۔ ایضاً

۱۰۳۔ ایضاً

۱۰۴۔ صحیح البخاری' کتاب الدیات' باب ۱۰۰۱ ج ۳ ص ۶۵۵

۱۰۵۔ استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ص ۱۰۱

۱۰۶۔ البقرہ ۱۹۱:۲

۱۰۷۔ البقرہ ۲۱۷:۲

۱۰۸۔ البقرہ ۱۲:۲

۱۰۹۔ البقرہ ۱۱:۲

۱۱۰۔ البقرہ ۲۰۵:۲

۱۱۱۔ القصص۔ ۷۷:۲۸

۱۱۲۔ الجامع المسلم ۔ کتاب الایمان ۔ باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح فلیس منا۔ ج ۱' ص ۱۲۸

۱۱۳۔ ایضاً

۱۱۴۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن ج ۲' ص ۱۳۱۲

۱۱۵۔ صحیح البخاری ۔ کتاب الاحکام ۔ باب قول اللہ تعالیٰ اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم ۔ ص ۷۵۶

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

مسز شمع حامد۔ لاہور

ہم جب بات کرتے ہیں ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کی تو ہمیں ضرورت پڑتی ہے اس نظام کو محسوس کرنے کی جو ہمیں چودہ سو سال پہلے ہمارے حادی برحق محمدؐ نے دیا۔ قرآن وسنت کی شکل میں۔ تمام اسلامی ممالک کے لئے وہی نظام اساس ہونا چاہیئے جسے قیامت تک آنے والی ہر قوم کے لئے ہدایت اور کامیابی کی کنجی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ نبی پاکؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں واضح طور پر یہ حکم دیا تھا کہ میں تمہارے پاس جو راستہ چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ ہے ''خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت'' پس تم جب تک اس راستے کو اختیار کرو گے کامیاب ہو گے اور قیامت تک آنے والی ہر قوم کو اسی سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی اب امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں یہی راستہ اختیار کرے اور کوئی بھی ایسا نظام جو اسلام کے منافی ہو کسی بھی صورت میں قبول نہ کرے۔ نئے عالمی نظام کو آج سے چودہ سو سال پہلے نافذ کئے گئے نظام سے ہم آہنگ کریں جو سرورِ کائنات حضرت محمدؐ نے دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکومتوں کو جب جب زوال آیا اس کی ایک بڑی وجہ اسی نظام سے انحراف تھا۔ خلفائے راشدین نے اس نظام کو نافذ کیا اور اسلام کا پرچم سربلند کیا تاریخ میں اس دور کو ''سنہری دور'' لکھا گیا۔ بنو امیہ کا دور آیا جب تک انہوں نے اس نظام کا نفاذ کیا ترقی کی منازل طے کرتے رہے۔ انحراف کیا اور زوال پذیر ہوئے۔ پھر عباسی دور آ گیا مگر اقتدار میں آنے کے بعد اسلامی شریعت کے احیاء کی کوشش نہ کی بلکہ اسلامی عقائد کے برعکس یونانی اور عجمی افکار اسلامی تعلیمات میں نہ صرف داخل کئے بلکہ انہیں منوانے کے لئے جبر وتشدد سے بھی کام لیا اور آخرکار یہ بات ان کے زوال کی ایک وجہ بنی۔

سپین میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کو دیکھیں کس قدر عروج نصیب ہوا کوئی بھی میدان خواہ وہ سیاسی ہو، معاشرتی ہو یا معاشی، معاملہ طب کا ہو، سائنس کا سیاحت کا مسلمان اس میدان میں سب سے آگے نظر آئیں گے اس دور میں مسلمانوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے اہلِ یورپ آج بھی استفادہ کر رہے ہیں۔ یورپی سائنسدانوں نے سپین کے مسلمان سائنسدانوں سے بہت کچھ اخذ کیا۔ ابنِ النفیس، الرازی، ابنِ رشد، ابنِ الہیثم، ابوعلی سینا، الخوارزمی، ادریسی اور ابنِ خلدون وغیرہ وغیرہ یہ سب مسلمان تھے جنہوں نے طب، سیاحت اور سائنس وغیرہ ہر میدان میں نمایاں کارہائے انجام دیئے۔ یورپ اس وقت تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا جب مسلمان ایک عالمی ترقی یافتہ نظام کی تشکیل کر رہے تھے اور جس کی بنیاد تمام تر شریعت کے قوانین پر رکھی گئی تھی کیونکہ اسلام نے کہیں بھی کسی بھی علم سے منع نہیں کیا ماسوائے اس کے جو اسلام کے منافی ہو۔ پس یورپی اقوام کی ترقی چاہے وہ طب کے میدان میں ہو یا سائنس کے اسلام کی مرہونِ منت ہے۔ آج وہ اقوام ان روایات اور اقدار کو اپنا کر ترقی کر گئیں اور ہم انہیں فراموش کر کے پیچھے رہ گئے۔ بقول شاعر

شریعت کے جو ہم نے پیمان توڑے
وہ لے جا کہ سب اہلِ مغرب نے جوڑے

سپین میں مسلمانوں کا دورِ حکومت علمی، ادبی، صنعتی اور ثقافتی ہر لحاظ سے بلندی پر نظر آتا ہے پھر کیسے زوال پذیر ہوا یہ دور۔ وہ جیسے جیسے عیش پرست ہوتے گئے اسلامی شریعت سے دور ہوتے گئے۔ مذہب سے دوری آپس کی ذاتی رنجشیں ان کے زوال کا سبب بنیں، ایسی ہی ذاتی رنجشیں جیسی آج اسلامی ممالک کے درمیان موجود ہیں۔ ہمیں انہی نکات کو ذہن میں رکھ کر نئے عالمی نظام کی تشکیل کرنی چاہیئے ابنِ خلدون کا کہنا ہے کہ کسی قوم کی سیاسی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ اس کے افراد میں عصبیت اور قومی وحدت کے احساس موجود ہوں۔ سپین کے مسلمان حکمرانوں نے اس اصول کو فراموش کیا اور زوال پذیر ہوئے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے نہیں ہوتے اگر یہ سب ایک ہو جائیں تو سب مسائل حل ہو جائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا. (سورة آل عمران. 103)

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں تفرقے میں مت پڑو۔

پس تمام مسلمانوں کو آپس میں متحد ہونا چاہیئے اور نبی پاک کی تعلیمات کی روشنی میں اس طرح زندگی گزارنا چاہیئے کہ کہیں کسی مسلمان کو کسی بھی جگہ کا وہ رہنے والا ہو کوئی تکلیف ہو تو دوسرے کو اسے ایسے ہی محسوس کر لینا چاہیئے جیسے کہ یہ تکلیف اس کے اپنے جسم میں ہے ایسے ہی اتحاد کی ضرورت ہے ہمیں اس نظام کی تشکیل میں۔

سلاطینِ دہلی کا حال پڑھیں ایک سے ایک نامور جرنیل، علم و ہنر کے ماہر حکمران مغلیہ دور کو دیکھیں جانباز اور انصاف پسند حکمران مگر جب انتشار کا شکار ہوئے اور شریعت سے دور ہوئے تو زوال ان کا مقدر بنا۔ اکبر نے شریعت کی تمام پابندیوں سے آزاد ہو کر مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے حکومت کرنا چاہی مگر اقتدار خدا کی طرف سے دیا ہوا وہ عطیہ ہے جو اسی وقت تک انسان کے پاس رہتا ہے جب تک انسان یہ سمجھے کہ وہ اس سرزمین پر خدا کا نائب ہے اور یہاں پر خدا کے احکامات نافذ کرنے کا پابند کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''اور یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں اقتدار ملتا ہے تو وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں''

یہ تھا اسلامی تاریخ کا مختصر سا جائزہ پاکستانی تاریخ کو دیکھیں تو جب سے پاکستان بنا اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششیں جاری ہیں مگر ابھی تک مکمل طور پر نافذ نہیں کیا جا سکا۔ نفاذِ اسلام کے لئے زیادہ کوششیں 1977ء میں شروع ہوئیں اور سیرت کانفرنس اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے وزارتِ مذہبی امور باقاعدگی سے ہر سال منعقد کراتی ہے۔ پہلی سیرت کانفرنس 20 فروری 1977ء کو منعقد ہوئی اور یہ سلسلہ خدا کے فضل و کرم سے جاری ہے اس کے علاوہ مشائخ اکرام کی کانفرنسیں اور علماء کرام کی کانفرنسیں بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ملک بھر میں دینی تعلیم کے مدرسے یہ فرائض انجام دے رہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے فیضیاب ہوا جا سکے۔

یہ زندہ معاشروں کی روایات ہیں وہ قومیں جو قدم قدم آگے بڑھنے کی خواہاں ہیں۔ان کے کچھ اصول، کچھ ضابطے اور کچھ قانون ہوتے ہیں جن پر وہ ایک مخصوص نظام کے تحت عمل پیرا ہوتی ہیں کوئی حاکم ہو یا محکوم ان سے بالاتر نہیں سمجھا جاتا ان سے انحراف اسے زوال سے ہمکنار کرتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم نبی پاکؐ کی اس روایت سے سبق لے سکتے ہیں جب قریش کی ایک باعزت عورت چوری کے سلسلے میں پکڑی گئی اس کے لئے سفارش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہؓ بھی اگر اس کی جگہ ہوتی تو اسے بھی یہی سزا ملتی۔ہم اس نبیؐ کی امت ہوتے ہوئے پھر اپنے آپ کو کسی ضابطے یا قانون سے کیسے آزاد سمجھ سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کا اگر بغور جائزہ لیں تو اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شریعت کا نفاذ ہی نئے عالمی نظام کی بنیاد ہونا چاہیئے ہم کسی بھی علاقے کے رہنے والے ہوں یا کسی بھی ملک کے ہماری شناخت صرف علاقے یا وطن سے نہیں اسلام سے ہے۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی خطے میں اسلام کے حوالے سے پہچانے جانے چاہیں اپنی زبان یا نسل سے نہیں۔

فرمان خداوندی ہے

یٰاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُم مِنْ ذَكَرٍوَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْباً وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا. (سورۃ الحجرات آیت نمبر 13)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہارے قبیلے اور قومیں بنائیں تاکہ تم شناخت کرسکو''

کیا یاد ہیں یہ سب احکامات؟ کیا ہم انہیں اپنی عملی زندگی میں لاگو کرتے ہیں اگر نہیں تو پھر اب کرلیں۔اخوت اور بھائی چارے کی وہ قندیل روشن کریں کہ سب مسلمان ایک سیسہ پلائی دیوار بن جائیں جسے کوئی پھلانگ نہ سکے پھر ہمیں اپنے مسائل کے حل کے لئے اقوام متحدہ کی میز پر نہیں بیٹھنا پڑے گا خدا ہماری مدد کرے گا۔جیسے کبھی ابابیل کے ذریعے کی، تو کبھی فرشتوں کے ذریعے۔ جب 313 نہتے مسلمان ہزاروں کے مسلح لشکر پر غالب آتے ہیں تو سوچیں کیا چیز ہے جو انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔ہمارے ایمان کی ثابت قدمی اور آپس کی اخوت، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دوسو کافروں پر غالب ہونگے اگر سو ایسے ہونگے تو ہزار پر غالب آئیں گے۔(سورہ الانفال آیت نمبر 65) اگلی ہی آیت میں یہ حکم آیا۔

''پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہونگے تو خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے''(سورۃ الانفال آیت 66)

قائداعظم سے بھی جب سوال کیا گیا تھا کہ آپ نئی ریاست چاہتے ہیں کیا اس کے لئے کوئی قانون کوئی ضابطہ یا کسی نظام کی منصوبہ بندی کی ہے تو آپ کا جواب تھا''ہمیں اپنے ملک کے لئے کسی نئے نظام کی ضرورت نہیں ہمارے لئے ہمارا قانون ہمارا آئین ہمارا ضابطہ قرآن وسنت کی شکل میں موجود ہے اور ہم اسی نظام کے نفاذ کے لئے یہ سرزمین چاہتے ہیں''۔

گویا پاکستان کی تخلیق کا سب سے بڑا مقصد یہی نظام تھا جس سے آج پھر ہم دور ہیں۔جب ہم بات کرتے ہیں نئے عالمی نظام کی تشکیل کی تو مراد یہی ہوگا کہ نظام تو موجود ہے اس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔جو عالمی نظام ہم نے مسلم

ریاستوں میں قائم کر رکھا ہے اس میں تراش خراش کے ذریعے اس کی اصلیت کو واپس لائیں اگر یہ نظام اپنے اصل رنگ و بو کے ساتھ نافذ ہو گیا تو پھر ہمیں کسی بیرونی طاقت کے سامنے جھکنا نہیں پڑے گا۔ بقول اقبال

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

پس نئے عالمی نظام کی تشکیل کے سلسلے میں امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس دور کا جائزہ لیں جب نبی پاکؐ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے اس کے ساتھ ہی خطہ ارض پر ایک اسلامی ریاست وجود میں آ گئی۔ یہ دنیا کی پہلی اسلامی ریاست تھی۔ سرور کائناتؐ نے اسلامی ریاست قائم کر کے حکومتی اصول وضع کر دیئے تھے اور اس نظام کا نفاذ کیا جس کا مقصد دین و دنیا دونوں کی فلاح ہے۔ اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر دینی و دنیوی کام انجام دینا دینی فریضہ بھی ہے اور سیاسی بھی چنانچہ اسلامی نظریے کے مطابق دین اور سیاست جدا جدا نہیں کیونکہ

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اگر ہم حالات کا تقابل کریں تو قبل از اسلام کے وقت کے اور آج کے حالات میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس وقت بھی حالات کسی انقلابی تبدیلی کے منتظر تھے آج بھی ایسی ہی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ احتساب، سادگی، کرپشن کا خاتمہ، معیشت کا استحکام، سلامتی وطن اور نظامِ جبر کا خاتمہ ہی وقت کے وہ اہم تقاضے ہیں جن کی گود سے کسی انقلاب کا جنم لینا ناگزیر بن جاتا ہے۔

مدینہ منورہ میں آپ کو کفار کے علاوہ یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفت کا بھی سامنا تھا مگر آپؐ نے سیاسی تدبر اور دور بینی کا ثبوت دیتے ہوئے سب سے پہلے مدینہ میں امن و امان کے قیام کے لئے ایک معاہدہ کیا جسے میثاقِ مدینہ کا نام دیا گیا یہ معاہدہ بنوخزرج، بنواوس، مہاجرین اور یہود کے علاوہ ان لوگوں کے مابین طے پایا جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس طرح آپؐ نے اسلام دشمن عناصر سے حفاظت، امن و امان کا قیام اور دین کے فروغ کے لئے انتہائی بہترین راستہ اختیار کیا ہمیں اسی نظام سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔ نبی پاکؐ نے 13 سالہ مدنی دور میں نہ صرف اسلام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا بلکہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور مذہبی تمام نظاموں کو اس بنیاد پر استوار کیا کہ آنے والی ہر قوم اس سے فیضیاب ہو۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ ہو یا فتح مکہ کا منظر غزوۂ تبوک ہو یا غزوۂ بدر، غزوۂ احد ہو یا غزوۂ احزاب آپ کی تاریخ کا ہر واقعہ ہمیں اپنے عالمی نظام کی تشکیل میں مدد دے گا اور امتِ مسلمہ کو اپنی ذمہ داریاں یاد دلائے گا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں وہ تمام نکات موجود ہیں جن کی مدد سے ہم نہ صرف ایک اسلامی بلکہ فلاحی ریاست کا وجود عمل میں لا سکتے ہیں۔ جہاں ایک عام انسان کی اپنے خلیفہ تک رسائی ہو جہاں کا سربراہ یہ احساس رکھتا ہو کہ اگر کسی گھاٹ پر کوئی بکری بھی پیاسی رہ گئی تو خدا قیامت کے روز مجھ سے جواب طلبی کرے گا کیونکہ فرمانِ نبویؐ ہے۔ کُلُکُم راعٍ وَ کُلُکُم مَسئُول عَن رَعِیتِه.

مگر افسوس آج اسلامی ممالک میں روزانہ انسانی خون پانی سے بھی ارزاں قیمت پر بہایا جاتا ہے۔ مسلمان مجاہدین کو

دہشت گردوں کا نام دیا جارہا ہے اور ہم خاموش ہیں اگر ایسے ہی خاموش تماشائی بنے رہے تو اپنے خدا اور رسول کا سامنا قیامت کے روز کیسے کریں گے۔ جہاد تو فرض ہو جاتا ہے اگر شر پھیلنے لگے اب تو شر اپنے عروج پر ہے۔ دنیا کے ہر گوشے میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے اور ہم اپنی ذات کے حصار سے باہر نہیں نکل رہے شاید مدتوں غلام رہنے کے باعث ہم میں تقلیدِ مغرب کی عادت راسخ ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کو عسکری اور سیاسی مسائل میں مبتلا کر دیا۔ اسلام پر اول ترین حملہ مادیت کی راہ سے کیا گیا جس کے نتیجے میں دولت و ثروت کی فراوانی سے اسلامی معاشرے میں تعیش اور راحت پسندی کو فروغ دیا گیا۔ مغربی اقوام کی عیش وعشرت نے مسلمانوں کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ آج مسلمانوں کی اکثریت اسلامی تعلیمات سے انتہائی دور ہے آج اسلامی دنیا کے اکثر ممالک میں عورتوں میں پردے کا رواج ختم کر دیا گیا۔ آزادی نسواں کے نام پر عورت کو گمراہ کیا جا رہا ہے، موجودہ لادینی تہذیب نے عورت کو پردے سے باہر نکال کر اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا ہے۔ حالانکہ تعلیماتِ نبویؐ کی رہنمائی میں شرم وحیا کی چادر اوڑھ کر عورت زندگی کے ہر شعبے میں حصہ لے سکتی ہے۔

تمام اسلامی ممالک میں بنکوں میں سودی کاروبار جاری ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ ہم رشوت ستانی جیسی لعنت کا شکار ہیں حالانکہ فرمانِ نبویؐ ہے۔ اَلرَّاشِي وَالْمُرتَشِي كِلَاهُمَا فِي النَّارِ.

میڈیا کے ذریعے جو عریانی اور فحاشی پھیلائی جا رہی ہے وہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ اسلامی ممالک میں ایسا نظام ہونا چاہیئے کہ ان پر پابندی عائد کی جائے کیونکہ اس سے نہ صرف نئی نسل جنسی بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے، معصوم ذہن بھی تباہ ہو رہے ہیں ہم اس کے لئے ذمہ دار کسے گردانیں گے؟

- کسی قوم کی شناخت اس کی تہذیب سے ہوتی ہے ہمیں اسے زندہ رکھنا ہے۔ اس کے لئے ہم سب ذمہ دار ہیں۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں پر مسلسل فتنوں کے طوفان اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں علمی، عملی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی رویوں میں تبدیلی کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چودہ صدیاں قبل کے اسلامی تعلیمات سے روشناس مسلمان سے آج کے مسلمان کا کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔ (نہایت افسوس دکھ اور معذرت کے ساتھ) ہمیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہے کہ اگر معاشرے میں اسلامی دستور نافذ ہو تو ایسا صحت مند معاشرہ تشکیل پائے گا جس میں لوگوں کو نہ صرف دنیاوی زندگی کا سکون میسر آئے گا بلکہ اخروی زندگی بھی سنور جائے گی۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں کسی سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں ہماری تقدیر ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ہم ایک متحد، ٹھوس اور منظم طاقت کی حیثیت سے خطرے کا متحدہ محاذ کے ذریعے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں سامرانہ قوت موجود ہے اگر ہم ایمان کی طاقت لے کر اپنے فیصلوں پر ڈٹ جائیں۔

ایمان پر ثابت قدمی ہی ہماری فلاح کا ذریعہ ہے اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کفر کے مقابلے میں مصلحت یا ضرورت کے نظریے کو اختیار نہ کریں۔ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے کفر کے سامنے ڈٹ جائیں کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''اور جو مصیبتیں ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں ان کے سبب انہوں نے نہ ہمت ہاری (کافروں) سے دبے اور اللہ

استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

الغرض ہم سب کے لئے ایک ایسا عالمی نظام تشکیل دینے کی ضرورت ہے جس میں تمام اسلامی قدریں موجود ہوں اور جو توحید، رسالت، اخوت، مساوات، رواداری، عدل اور عفو و درگزر وغیرہ وغیرہ کے تمام تقاضوں کو پورا کرے اس طرح ہم جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کو اسلام کے نظریات سے الگ نہیں کر سکتے اسلام میں اس کی ہر طرح سے گنجائش موجود ہے۔ ہمیں جو باتیں جدید ٹیکنالوجی آج سکھا رہی ہے وہ ہمیں سرورِ کائنات حضرت محمدؐ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیں تھیں مثلاً ایک دو معمولی سی مثالیں ڈاکٹر دانتوں کی حفاظت کے لئے دن میں دو مرتبہ برش کرنے کے لئے کہتے ہیں اور آپؐ نے نماز سے پہلے مسواک کا کہا، آج تمام دنیا ایڈز کے ہاتھوں پریشان ہے نبی پاکؐ نے اللہ تعالیٰ کا حکم زنا سے اجتناب لوگوں کو اتنے سال پہلے ہی پہنچا دیا اس طرح ہم اگر سورۃ الحجرات کا مکمل ترجمہ دیکھیں تو وہ تمام باتیں جو معاشرتی فساد کا سبب ہیں ہمیں کتنے سال پہلے ہی بتا دی گئیں ہم آج کہہ رہے ہیں کہ ہمارے مسائل کا حل یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی پاکؐ کے ذریعے تبھی یہ سب پیغام پہنچا دیئے ہمیں ایسا نظام وضع کرنے کی ضرورت ہے جسے اپنا کر ہم دوسروں کے دست نگر نہ رہیں۔ ہم علم سیکھیں، تجربات کریں اور اس سے تمام دنیا عالم کو فائدہ پہنچائیں۔ ماضی کے مسلمانوں کی طرح۔ اسلام نے ہمیں جدید علوم سیکھنے سے کہیں بھی منع نہیں کیا بلکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ لَیسَ لِلاِنسَانَ اِلاَّ مَا سَعٰی

''انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے''۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

''دن اور رات کے بدلنے میں، کشتیوں کے چلنے میں، سمندروں میں، آسمان پر بادلوں کے تیرنے میں انسان کے لئے (عقل والوں کے لئے) نشانیاں ہیں اگر وہ سمجھیں۔

اس طرح جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے لوہے سے فائدہ حاصل کیا جا رہا ہے سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بے شک ہم نے لوہے کو نازل کیا اس میں سختی بھی ہے اور نرمی بھی یعنی فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی مگر فائدہ زیادہ ہے اسی لوہے کو جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے طرح طرح کی شکل دے کر اپنے فائدے اور نقصان دونوں کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہاں وضاحت نہیں کرونگی بس اپنے مضمون کو اس بات کے ساتھ اختتام پذیر کرونگی کہ امتِ مسلمہ کی پہلی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ ایسا عالمی نظام تشکیل دیں جس کا ان سے اسلام تقاضا کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے کہیں بھی جدید علوم سیکھنے سے منع نہیں کیا اور نہ ہی سائنسی دریافتوں پر پابندی عائد کی ہے پس

حقیقتیں آشکار کردے، صداقتیں بے حجاب کردے
ہر ایک ذرہ یہ کہہ رہا ہے کہ آ مجھے آفتاب کردے

پس اسلامی نظام کو اپناتے ہوئے جدید دنیا کے میدان میں قدم رکھیں اور ساری دنیا پر چھا جائیں (ان شاء اللہ) کیونکہ تمام لوگوں تک ہدایت و رہنمائی اور اسلام کی تعلیمات پہنچانے کی ذمہ داری امت محمدیہؐ پر عائد ہوتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"كُنتُم خَيرَ أُمَة أُخرِجَت لِلنَاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ" سورۃ العمران آیت نمبر110)

"اے مومنو! تم سب سے بہتر امت ہو، (تمہیں) لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو"۔

ایک اور جگہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 143 میں اسی بات کو اس طرح بیان کیا گیا۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلنٰكُم اُمَة وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَاسِ وَيَكُونَ الرَسُول عَلَيكُم شَهِيدًا.

"اور اس طرح ہم نے تمہیں بہتر امت بنایا ہے تاکہ تم دوسرے تمام انسانوں کیلئے (ہمارے دین کے) شاہد بن جاؤ اور (ہمارا یہ) رسول تمہارے لئے شاہد ہے"

اگر ہماری فضیلت اسی وجہ سے ہے تو پھر نئے عالمی نظام میں اس کو اساس بنانا چاہیئے تاکہ ہم برتر رہیں اور ہماری فضیلت دیگر اقوام پر برقرار رہے۔ آمین۔

وَمَا عَلَينَا اِلَا البَلَاغ

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

آمنہ ادریس۔ لاہور

عالم اسلام ایک تعارف

نیو ورلڈ آرڈر کے سلسلے میں بات کا آغاز کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ چند حقائق عالم اسلام کے تعارف میں پیش کئے جائیں۔

دین اسلام ایک عظیم انقلاب کی صورت میں دنیائے عرب میں وقوع پذیر ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ دنیا کے چاروں طرف چھا گیا۔ یہی وقت مسلمانوں کے عروج کا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی بعثت نے دنیا کو ایک ایسی جماعت کی قیادت عطا فرما دی جو آسمانی کتاب اور ایسی شریعت اور تعاون رکھتی تھی جس کا ہر قدم خدا کی بخشی ہوئی روشنی میں اٹھتا تھا اور اجالے میں پڑتا تھا۔ غرض انسانیت کا یہ قافلہ مسلمانوں کی قیادت میں اپنی منزل مقصود سے قریب تر ہو گیا۔

مسلمانوں کو اس وقت جغرافیائی اور اقتصادی اعتبار سے خاصی اہمیت حاصل ہے اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک ارب کے لگ بھگ ہے جو دنیا کی آبادی کا تقریباً 1/4 ہے اور آزاد و خود مختار مسلم ممالک کی تعداد نصف سینکڑہ کے قریب ہے۔

بہت سے ایسے ممالک ہیں جن کے کئی علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد 55% سے 80% تک ہے لیکن وہاں غیر مسلم حکومتوں کی وجہ سے یہ غیر مسلم علاقے ہی کہلاتے ہیں۔

عالم اسلام ہر قسم کے مادی وسائل سے بھی بہرہ ور ہے۔ دنیا کی قیمتی ترین دولت یعنی تیل کا 75% انہی کے پاس ہے۔ یورینیم جو کہ موجودہ عسکری تکنیک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے وہ بھی مسلم ممالک کے پاس ہے۔ لوہا، جپسم، سونا، چاندی، فاسفیٹ، جواہرات، گیس غرض ہر قسم کی معدنیات مسلم ممالک کے پاس ہے۔ زرعی میدان میں مسلم ممالک کافی خوشحال ہیں۔

چاول، پٹ سن، کپاس وغیرہ اسلامی دنیا کی اہم زرعی پیداوار ہیں۔ 90% مسلم ممالک زرعی ہیں اگر ان میں باقاعدہ منصوبہ بندی کی جائے تو وہ دنیا کے اناج پر کنٹرول حاصل کر سکتے ہیں۔

نئے عالمی نظام کا مفہوم

نیو ورلڈ آرڈر میں لفظ New سے کچھ ایسا تاثر ملتا ہے کہ یہ بالکل نیا مسئلہ ہے اور روس کی افغانستان میں ہزیمت و پسپائی اور داخلی شکست پر ابھرنے سے پیدا ہوا ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ یہ ایک فطری بات ہے کہ ہر طاقتور اپنے کمزور کو دبانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنا عالمی نظام جاری کرتا ہے مگر اس دور کے صلحا عوام کو اس کے استحصال سے نجات دلاتے ہیں۔ انبیائے کرام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے مثلاً

نمرود نے اپنا نظام جاری کر رکھا تھا حضرت ابراہیمؑ نے اس کے شکنجے سے لوگوں کو آزاد کرایا۔
حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے عالمی نظام کا ابطال کیا۔
حضور اکرم ﷺ نے تمام انسانیت کو ظلم و جہالت کے عالمی نظام سے نجات دلا کر امن، اخوت، محبت کا عالمی نظام عطا فرمایا۔
موجودہ نئے عالمی نظام کی اصطلاح سے مراد امریکہ کی وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے عسکری، سیاسی اور اقتصادی مفادات و ترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے تا کہ وہ عرصہ دراز تک ''اپنی عالمی یکتائی'' کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔

عالمی نظام کا پس منظر

ظہور اسلام سے قبل عالمی نظام

امریکہ کی دریافت سے عرصہ پہلے چھٹی صدی عیسوی میں روم اور فارس کی سلطنتیں آپس میں خونریز جنگوں کی شکل میں محاذ آرا تھیں۔ فاتح سلطنت ہر جنگ کے بعد ایک ''نظام'' جاری کرتی تا کہ چھوٹی ریاستوں کو اپنا مطیع بنا لیا جائے۔

اسلام کا عالمی نظام

آنحضور ﷺ کی بعثت سے قبل ملک عرب ایک وحدت کی بجائے کئی خود مختار قبیلوں میں منقسم تھا۔ روم اور فارس بڑی طاقتیں تھیں اور ان کا نظام رائج تھا مگر یہ نظام بری طرح ناکام ہوا اور عالمی امن قائم نہ رہ سکا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی انصاف، صلح اور مساوات پر مبنی نہ تھا بلکہ یہ نظام توسیع سلطنت کی خواہش اور اقتدار کی ہوس پر مبنی تھی۔
ان حالات میں ہادی برحق ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپ ﷺ نے 23 برس کی قلیل جدوجہد کے بعد ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھایا جو قیامت تک کے لئے قابل تقلید ہے اور پوری دنیا کے لئے ایک ''عالمی نظام'' جاری کیا جس کا باضابطہ اعلان خطبہ حجتہ الوداع میں کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

الا کل شی من امر الجاھلیہ تحت قدمی

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے عالمی نظام

اگر ہم تاریخ انسانی کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر بڑی جنگ کے اختتام پر فاتح طاقت نے ایک نیا عالمی نظام جاری کیا اور ان جنگوں میں شکست کھانے والی طاقتوں سے اپنی جیت کی قیمت وصول کی۔
اٹھاوہویں صدی کے آغاز کے وقت دنیا میں برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں تھیں۔ 1701 سے 1707 تک ان کے مابین ایک بڑی جنگ "The War of Spanish Succession" ہوئی جس میں فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ایک معاہدے کی شکل میں ورلڈ آرڈر جاری کیا جس کے تحت برطانیہ کو جبل طارق اور سپین کے علاقے ملے تھے۔
1740 سے 1747ء تک برطانیہ اور فرانس میں ایک اور جنگ "The War of Austrain Succession"

ہوئی جس میں پھر فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے اپنا نظام جاری کیا اور اپنے مفادات کا تحفظ کیا۔

1756ء سے 1763ء تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ "Seven Year War" ہوئی جس کے نتیجے میں معاہدہ پیرس نیا ورلڈ آرڈر کہلایا۔

1775ء سے 1783ء تک امریکہ کی سرزمین پر ایک جنگ آزادی لڑی گئی جو "The War of American Independence" کہلاتی ہے اس میں امریکہ نے برطانیہ کے خلاف فتح حاصل کی اور اس کے بعد جو ورلڈ آرڈر بنا اس کے نتیجے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ United States of America کی تشکیل ہوئی۔

انیسویں صدی کے آغاز میں نپولین کی قیادت میں فرانس ایک بڑی طاقت بن کر ابھرا اور انگلستان سے گزشتہ شکست کا بدلہ لینے کے لئے 1803ء میں جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کر دیا۔ 1815ء میں Consent of Europe کے نام سے ایک عالمی نظام لکھا گیا اور اس میں برطانیہ کے اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

1853ء سے 1856ء تک روس اور یورپ کے مابین Crimean war ہوئی جس کے اختتام پر کانگریس آف پیرس میں ایک نیا عالمی نظام لکھا گیا اور یورپی ممالک کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

1914ء سے 1918ء تک پہلی جنگ عظیم ہوئی جس میں جرمنی کو شکست ہوئی برطانیہ اور اس کے اتحادی فاتح قرار پائے اس جنگ کے اختتام پر Treaty of Versiles کے تحت نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا گیا جس کے تحت مسلمانوں کی نمائندہ حکومت سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے فاتح قوموں میں بانٹ دیئے گئے۔ خلافت اسلامیہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا اسی ورلڈ آرڈر کے تحت انجمن اقوام League of Nations کی تشکیل ہوئی۔

1939ء سے 1945ء تک دوسری جنگ عظیم لڑی گئی جس میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی اور امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما میں پہلی بار ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنایا اور اس دہشت گردی کے نتیجے میں ایک نئے عالمی نظام کی بنیاد رکھی جس کے تحت اقوام متحدہ بنی جب کہ امریکہ اور روس دو بڑی طاقتیں بن کر ابھرے۔

امریکہ کا نیا عالمی نظام اور اس کی تشکیل میں کارفرما عوامل

14 اپریل 1988ء کو روس نے جنیوا معاہدے پر دستخط کر کے امریکہ کی برتری کو تسلیم کر لیا اور یوں امریکہ کو نئے سامراجی دور کے آغاز کے لئے ایک نئے نظام کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس کی تشکیل میں درج ذیل عوامل اس کے پیش نظر تھے۔

(i) ویت نام کی جنگ میں امریکی فوجوں کی شکست نے امریکہ کو دفاعی حکمت عملی میں تبدیلی کی ضرورت کا احساس دلایا۔

(ii) ایران میں اسلامی انقلاب کی آمد سے اس خطہ میں امریکی مفادات کو خاصا نقصان پہنچا۔

(iii) ایران عراق جنگ کے ختم ہو جانے سے امریکی مفادات کی کما حقہ تکمیل نہ ہو سکی۔

(iv) مشرق وسطیٰ میں عراق ایک بڑی اسلامی طاقت بن کر ابھرا۔

(v) اسرائیل کیخلاف فلسطینیوں کی تحریک آزادی کی بڑھتی ہوئی کاروائیاں امریکی مفادات کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوسکتی تھیں۔

(vi) جرمنی کا متحد ہو جانا جس سے مشرقی یورپ میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

(vii) امریکہ میں بے روزگاری اور اقتصادی بحران میں اضافہ ہوا۔

(viii) عالمی تجارت میں جاپان کی ابھرتی ہوئی اقتصادی قوت اور امریکی مصنوعات کا عالمی منڈیوں میں گرتا ہوا معیار اس کے لئے سخت تشویش کا باعث تھا۔

(ix) امت مسلمہ میں بیداری کی لہر اور فلسطین وکشمیر اور وسط ایشیاء میں آزادی کی تحریکوں میں شدت کا عنصر امریکی مفادات کے لئے قابل قبول نہ تھا۔

(x) تجارتی بنیادوں پر نئے علاقوں کے اتحاد کا قیام امریکی مفادات کے لئے خطرہ تھا۔

یہ وہ تبدیلیاں تھیں جو امریکہ کے پالیسی ساز ادارے ایک عرصہ سے محسوس کر رہے تھے اور واضح کر رہے تھے کہ گزشتہ نظام کے تحت امریکہ دنیا میں اپنی خواہش اور مرضی کا نظام مسلط نہیں کر سکے گا چنانچہ پوری دنیا میں بلا شرکت غیرے حکمرانی کے خواب کو عملی جامہ پہنانے اور دنیا کی تمام قوموں کو سیاسی اقتصادی دفاعی اور فوجی اعتبار سے اپنے زیر سایہ کرنے کے لئے امریکہ نے نئی سامراجیت کا لائحہ عمل پیش کیا اور اسے نئے عالمی نظام کا نام دیا اور عالمی سطح پر اس کے نفاذ کا اعلان کر دیا گو یہ تاریخ کا عنوان نہیں بلکہ ایک عالمی استحصالی اور سامراجی طاقت کی حکمت عملی کا نیا باب ہے۔

باضابطہ اعلان واہم نکات

اس نئے عالمی نظام کی حکمت عملی کا باضابطہ اعلان جارج بش نے اکتوبر 1990ء میں ان الفاظ میں کیا۔

"The new world order refers to new ways of working with other nations to deteraggeesing and achieve prospeity and peace. New world order is a new partnership of nations beased on consultaion and collective action, its goal are to nation peace and democracy, incease prospeaity by decreasing arms."

اسی خطاب میں امریکی صدر نے چھ نکات پیش کئے جو درج ذیل ہیں۔

(i) دنیا کے ہر ملک کو اپنی موجودہ دفاعی سرحدوں کے دفاع کے لئے جتنی فوج درکار ہے اسے صرف اتنی ہی فوج اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے گی۔

(ii) کسی ملک کو اپنی دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لئے اقوام متحدہ کی رضامندی لینا ہوگی اور کسی ملک کو اپنے طور فوجی قوت میں اضافہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(iii) ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کر دیئے جائیں گے اور دیگر تباہ کن ہتھیار بھی ختم کر دیئے جائیں گے۔

(iv) کسی ملک میں سیاسی دائرہ کار میں تبدیلی جمہوری انداز کے مطابق لائی جائے گی اور سب ملکوں میں جمہوریت کو فروغ دیا جائے گا۔

(v) حکومتی نظام میں تبدیلی عوام کی مرضی سے ہوگی اور کوئی حکومت یا فرد واحد اپنے ملک کے سیاسی نظام میں عوام کے بغیر تبدیلی نہیں کر سکے گا۔

(vi) ہر ملک کو اپنی تجارتی اشیاء ان منڈیوں میں لے جانے کی اجازت ہوگی جن میں فیصلہ کن حیثیت بین الاقوامی مرضی کو حاصل ہوگی اور تجارت کی بین الاقوامی منڈیاں آزاد ہوں گی ان پر کسی کا تسلط نہ ہوگا۔

سابق امریکی صدر نے نئے عالمی نظام کی دفعات کا اظہار نہایت خوبصورت الفاظ میں کیا تاکہ اس پر تنقید کم سے کم ہو۔

عملی نفاذ کے لئے سفارشات

اس نئی حکمت عملی کے نفاذ کے بارے میں امریکن نیشنل سکیورٹی کونسل نے ایک سفارشات پر مبنی رپورٹ پیش کی جسے 6 مارچ 1991ء کو وائس آف امریکہ سے نشر کیا گیا۔ اس رپورٹ کے مطابق اس نئے عالمی نظام کے نفاذ کے لئے امریکہ کو درج ذیل اقدامات کرنے ہوں گے۔ ان اقدامات کی تلخیص درج ذیل ہے۔

(i) مستقبل میں امریکہ دنیا بھر میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے فرانس، برطانیہ، اٹلی اور روس کا تعاون حاصل کرے گا۔

(ii) مستقبل میں امریکہ کسی ملک کو فوجی طاقت بننے کی اجازت نہیں دے گا جیسا کہ ایران و عراق فوجی طاقتیں بنے۔ کسی ملک کو امریکی مفادات کے خلاف کام کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اسے سبق سکھایا جائے گا۔

(iii) عرب مسلمان ممالک کو تباہ کن ہتھیار فروخت نہیں کئے جائیں گے صرف محدود پیمانے پر ہتھیار دیئے جائیں گے۔

(iv) خلیج کے ممالک کی دولت تقسیم کرنے کے لئے ایک بینک Bank of Reconstruction قائم کیا جائے گا جسے خلیجی ممالک ہی چلائیں گے لیکن اس کی پالیسی نگرانی کا کام امریکہ، انگلینڈ اور فرانس کے پاس ہوگا۔

(v) ان تمام عرب ریاستوں میں نظام حکومت تبدیل کر دیئے جائیں گے جو امریکی مفادات اور پالیسیوں کے خلاف ہوں گے۔

(vi) مشرق وسطیٰ کے ممالک کی تہذیب و ثقافت کو تبدیل کیا جائے گا اور اختیارات بتدریج ان افراد کے ہاتھوں میں منتقل کر دیئے جائیں گے جو مغربی تعلیم یافتہ ہوں گے۔

(vii) شام اور مصر کی موجودہ حکومتوں سے تعاون کیا جائے گا اور انہیں بنیاد پرست تحریکوں کو کچلنے میں مکمل امداد دی جائے گی۔

اسلام کا بڑھتا ہوا اثر ونفوذ ایک خطرہ

ANSC کی رپورٹ میں اسلام کے تیزی سے مقبول ہوتے ہوئے رجحانات اور اسلام پسند تحریکوں کے بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ پر بھی خصوصیت کے ساتھ گہری تشویش کا اظہار کیا گیا ہے اور ان کی موثر روک تھام کے لئے درج ذیل اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔

(i) مسلمانوں کو آپس کے جھگڑوں اور اختلافات میں موثر رکھا جائے گا تا کہ وہ کوئی بڑی قوت نہ بن سکیں اور امریکی مفادات کے خلاف ان کی مزاحمت تقویت نہ پکڑ سکے۔

(ii) ان ریاستوں کی حکومتیں تبدیل کروادی جائیں جو نفاذ اسلام کے لئے سنجیدگی سے کوششیں کر رہی ہیں جن حکومتوں نے اسلام نافذ کرنے کی ابتدا کر دی ہے انہیں شرعی قوانین کے نفاذ سے روک دیا جائے گا اور شرعی قوانین کو بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔

(iii) موثر مشائخ اور علما کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

(iv) اسلام پسند عناصر کو کسی ملک میں بھی تعلیمی اداروں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک رسائی حاصل کرنے اور رائے عامہ فراہم کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

(v) خلیجی ریاستوں میں مسلمانوں کو روزگار کے مواقع فراہم نہیں کئے جائیں گے بلکہ یہ افرادی قوت فلپائن، سری لنکا اور تھائی لینڈ سے حاصل کی جائے گی ان لوگوں کے ذریعے خلیجی ریاستوں کی تہذیب وثقافت تبدیل کر دی جائے گی۔ اسلامی اقدار و رسومات کو ختم کر دیا جائے گا وہاں پاکستان اور بنگلہ دیش کے افراد کو روزگار پر مکمل پابندی لگا دی جائے گی۔

(vi) تمام ممالک کے تعلیمی اور ثقافتی اداروں میں اصلاحات لائی جائیں گی۔ ذرائع ابلاغ کے پروگراموں کو وسعت دی جائے گی۔

(vii) اسلام پسند عناصر اور اسلامی قیادت پر سختی سے نظر رکھی جائے گی۔

(viii) وہ ممالک جو سوڈان اور پاکستان کی طرح اسلامی نظریات کے حامل ہوں گے انہیں اختلافات اور مسائل میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

نیشنل سکیورٹی کونسل کی اس رپورٹ کے تمام اقدامات کو نئے عالمی نظام کے تحت قابل عمل قرار دیا جائے گا اور اس پر تیزی سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔

ان نکات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ کی نظر میں ہر وہ مسلمان بنیاد پرست ہے جو اپنے آپ کو مسلمان

کہلوانے پر فخر کرتا ہے اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ رکھتا ہے یعنی ہر وہ مسلمان جو شریعت محمدی ﷺ پر کامل ایمان رکھتا ہے وہ امریکہ کے نئے عالمی نظام کے تحت بنیاد پرست بھی ہے اور دہشت گرد بھی، جب کہ وہ شخص جو اپنے مسلمان ہونے پر نادم ہے اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اسے نافذ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا وہ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر میں اس دنیا کا امن پسند جمہوریت پسند اور باعزت شہری ہے۔

آج مسلمانوں پر جا بجا ظلم کیا جا رہا ہے مسئلہ فلسطین کے حل میں سب سے بڑی رکاوٹ اسرائیل امریکہ گٹھ جوڑ ہے اور کشمیر کا مسئلہ بھی فلسطین کی طرح 46 سالوں سے بڑی طاقتوں کے استحصال اور سامراجی ہتھکنڈوں کی بدولت سسک رہا ہے۔ امریکہ جنوبی ایشیاء میں بھارت کو وہی کردار سونپنا چاہتا ہے جو اس نے مشرق وسطی میں اسرائیل کو سونپا ہے۔

اسی طرح بوسنیا ہرزیگوینا کی اسلامی ریاست میں سرب مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں اور امریکہ سربوں کی مدد کر رہا ہے اور انسانی حقوق مساوات اور حق خودارادیت کا چیمپئن اس خطہ میں اتنے وسیع پیمانے پر قتل عام کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ پاکستان جو سرد جنگ میں امریکہ کا حلیف رہا ہے اور امریکہ کی ہر سامراجی پالیسی کا ساتھ دیتا ہے اس کے باوجود 1965ء اور 1971ء میں امریکہ نے بھارت کی مدد کی۔ 1979ء میں جب روس نے افغانستان میں مداخلت کی تو اس نے پاکستان کو پھر اپنا آلہ کار بنا دیا مگر جنیوا معاہدے پر دستخط ہوتے ہی امریکہ نے پاکستان پر نظر التفات کم کر دی۔ 1990ء میں رچرڈ بارلو کی 1987ء کی رپورٹ جس کی پہلے امریکہ نے تردید کی تھی کیونکہ اس وقت اس کا اپنا مفاد تھا مگر 1990ء میں اسی رپورٹ کی بنا پر پاکستان کی فوجی امداد کلی طور پر اور اقتصادی امداد جزوی طور پر بند کر دی۔ امریکہ پاکستان کو بھارت کے سامنے اسی طرح بے دست وپا دیکھنا چاہتا ہے جس طرح اسرائیل کے مقابلے میں عراق سمیت تمام عرب ممالک کو بے دست وپا کر دیا ہے۔

موجودہ عالمی نظام تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

حضرت سودہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بہت قریب ہے کہ بہت ساری قومیں آپس میں ایک دوسرے کو تمہارے خلاف بلائیں گی جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو اپنے دستر خوان کی طرف بلاتے ہیں۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم تعداد میں کم ہوں گے اور اس دن ہم اس حالت کو پہنچ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم اس روز تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تم اس جھاگ کی طرح ہو گے جو پانی کے اوپر یا دریا اور سمندر کے اوپر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل میں سے تمہارا خوف ہیبت اور رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں کے اندر وہن ڈال دے گا ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔''

اس حدیث نبوی ﷺ پر آپ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ آج واقعی ہماری حالت یہی ہے اور آج ہی نہیں ہے تقریباً ڈیڑھ سو سال سے یہی حالت ہے۔

اصل میں یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ہے کہ قوموں کی زندگی اور عروج وزوال کا انحصار مادی چیزوں اور مادی عوامل پر

بالکل نہیں ہے اور نہ ہی ان کی تعداد پر ہے۔ اصل چیز جو قوموں کو عزت اور بلندی کی ضمانت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے سامنے کوئی مقصد ہو۔ ضروری نہیں کہ یہ مقصد حق ہو' کوئی مقصد ہو اس کے ساتھ ان کو محبت ہو اس کو وہ اپنا مقصد سمجھیں اس کے لئے وہ جدوجہد کرنے کے لئے تیار ہوں' موت سے نہ ڈریں جس قوم کے اندر کسی مقصد کی یہ محبت پیدا ہو جائے اور وہ اس کی خاطر دنیا کے ہر نفع کو ترک کر دے اور موت کے منہ میں جانے کو تیار ہو جائے تو وہ کوئی بھی قوم ہو کوئی بھی مقصد ہو اگر وہ اپنے مقصد سے محبت رکھتی ہو گی اس کے لیے جان قربان کرنے کو تیار ہو گی اس کے لئے دنیاوی تکالیف اٹھانے کو تیار ہو گی تو اس قوم کو اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر غالب کر دے گا اور عزت دے گا اور جس کے اندر سے یہ چیزیں نکل جائیں گی تو پھر اس کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا۔

آج امت مسلمہ کا بھی یہی حال ہے کہ ہم آرام وسہولت کی زندگی چاہتے ہیں۔ اگر ہم دنیا میں عزت سربلندی اور غلبہ واقتدار چاہتے ہیں تو ہم کو سعی اور جدوجہد کی قربانی کی زندگی اختیار کرنا ہو گی ہم دنیا سے محبت نہ کریں اس کے پیچھے نہ دوڑیں یہ خود ہمارے قدموں میں آئے گی اور آخرت کی فلاح بھی ملے گی۔

اسلامی کے عالمی نظام کے اہم خدوخال

امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کی روشنی میں امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ اسلام کے عالمی نظام کے اہم خدوخال کا جائزہ لیا جائے تا کہ وہ اپنے لئے عمل کی راہ متعین کرنا آسان ہو جائے۔

عالمی امن کے قیام کا اعلان

اس عالمی نظام کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ قتل وغارت گری کے اس دور میں حضور اکرم ﷺ نے عالمی سطح پر قیام امن کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا

یا یہا الناس ان دماء کم واموالکم واعراضکم حرام علیکم الی ان تلقوا ربکم کحرمة یومکم ھذا و کحرمة شھر کم ھذا فی بلدکم ھذا (خطبه حجة الوداع)

عالمی انسانی مساوات کا قیام

حضور ﷺ نے انسان طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت وبرتری کے سبب دعوؤں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات عالمی کا وہ اصول بتایا جو کہ عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنا فرمایا

الناس من ادم (کلکم بنوادم) وادم من تراب الاکل ماثرة اودم اومال یدعی به فهوتحت قدمی ھاتین......(خطبه حجة الوداع)

معاشی واقتصادی استحصال کا خاتمہ

حضور اکرم ﷺ نے اسی ورلڈ آرڈر کے ذریعے سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے کلیۃ مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ فرمایا

ان کل رباموضوع وکن لکم روس اموالکم لاتظلمون ولا تظلمون قضی اللہ انہ لاربا

......(خطبہ حجۃ الوداع)

عورتوں کے حقوق کا تحفظ

حضورﷺ نے عورتوں پر سابقہ روا رکھے جانے والے مظالم کے خاتمے کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

ایھا الناس ان لکم علی نسائکم حقا ولھن علیکم حقا...... واستوصوابالنساء خیرا' فاتقوا

اللہ فی نسائکم......(خطبہ حجۃ الوداع)

زیردست اور افلاس زدہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ

حضورﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لئے یہ عظیم انقلابی اعلان بھی فرمایا

ارقائکم ارقائکم اطعموھا مماتاکلون واکسوا ھم مماتلبسون (خطبہ حجتہ الوداع)

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبویﷺ کی روشنی میں

نبی کریمﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو ایسا نیا عالمی نظام عطا فرمایا ہے جو آج بھی زندہ وتابندہ ہے مگر عالم اسلام عملاً اس کی قدروقیمت کا اندازہ نہیں کر رہا۔ یہ عالمی نظام آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہوکر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے اس لئے امت مسلمہ کو رسول پاکﷺ کے عطا کئے ہوئے عالمی نظام کی موجودگی میں کسی اور عالمی نظام کی ضرورت نہیں۔

ایمان کامل

اس بحران سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا ایمان کامل ہو اور ایمان کے معنی ہیں اللہ اور اس کے رسولﷺ کے احکامات وتعلیمات کا اقرار کرنا اور اس کی تصدیق کرنا یعنی اپنے ایمان پر معذرت خواہانہ رویہ نہ ہو بلکہ فخر ہو کہ یہی کامل راستہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ......(البقرۃ 208)

اسلامی تہذیب کا احیا

اسلام ہی دین فطرت ہے اس لئے اسلامک ورلڈ آرڈر جو دانائے سبل ختم الرسل مولائے کلﷺ نے انسانیت کو عطا فرمایا قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ آج تہذیبی میدان میں ہم بڑے عظیم خطرات سے دوچار ہیں اور یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اسلامی تہذیب وروایات کو مضبوط تر کیا جائے اور غیر مسلم تہذیبوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے مضبوط بند باندھے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اعمال صالحہ کرنیوالے ہی اس زمین پر حکومت کریں گے۔

وعداللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض (النور 55)

اتحاد عالم اسلامی

عصر حاضر میں امت مسلمہ کو داخلی طور پر اجتماعی اخلاقی اور اقتصادی مشکلات کا سامنا ہے اور خارجی طور پر قومی اور بین الاقوامی مشکلات ہیں ان تمام مشکلات سے مقابلے کی ایک ہی صورت ہے کہ امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھے

واعتصموا بحبل الله جميعاً وّلاتفرقوا ......(آل عمران 103)

جب کفار ان کے مقابلے پر ملت واحدہ ہیں تو یہ کیوں منتشر ہیں یہ حکم ان پر یہ بات آشکارا کرتا ہے کہ ان کی پہچان اسلام کی بدولت ہے۔

ان کا خدا ایک، رسول ﷺ ایک، قرآن ایک، ضابطہ حیات ایک، تو پھر انہیں آپس میں ایک دوسرے سے تعاون بھی کرنا ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولاتكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء هم البينٰت

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے

وتعاونوا على البر والتقوى ولاتعاونوا على الاثم والعدوان

معاشی خودمختاری

اسلام اس بات سے غافل نہیں کہ اگر فرد کو اس کی ضروری معاشی کفایت حاصل نہ ہو تو سب قوانین اور ساری خوشحالی کی ضمانتوں کا ضائع ہو جانا عین ممکن ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں سب کی معیشت کا انتظام فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

نحن قسمنا بينهم معيشتهم فى الحيواة الدنيا

اور کسب حلال کی تلقین فرمائی ہے اسلام اغیار کے آگے ہاتھ پھیلانے سے منع کرتا ہے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کو افضل قرار دیتا ہے۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں یہ حدیث درج کی ہے کہ

ان الله يحب العبدالمومن المحترف......(تفسير قرطبى)

صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔

ماا كل احد طعا ماً قط خيرا من من عمل يده

معاشی خوشحالی کے لئے چند اقدامات درج ذیل ہیں۔

مشترکہ اقتصادی منڈی کا قیام

امریکہ اور مغربی اجارہ داریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح یورپ EEC کے پلیٹ فارم پر متحدہ یورپ کی شکل میں اقتصادی اصلاحات کر رہا ہے اسی طرح مسلمان بھی علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے ٹریڈ اور ٹیرف

کے قوانین بنائیں تا کہ مسلمان اپنے وسائل کو نیو ورلڈ آرڈر کے استحصال اور بڑی طاقتوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھ سکیں اور اپنے وسائل عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں۔

وسائل کا یک جا کرنا

تمام مسلم ممالک اگر باغیرت قوم کے طور پر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اپنے تمام وسائل کو یکجا کر کے تعلیم، سائنس وٹیکنالوجی، دفاع اور بین الاقوامی تجارت کو مضبوط کرنے پر صرف کریں کیونکہ اس کے بغیر امت مسلمہ کا مستقبل محفوظ اور باعزت نہیں ہوسکتا۔

مشترکہ کرنسی کا اجراء

مشترکہ کرنسی کا اجرا کرنا کوئی نئی یا ناممکن بات نہیں اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ آنحضورﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں ایک ہی درہم ودینار تھا آج اہل یورپ نے یورو کا تصور اسلام سے ہی لیا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم ممالک باہم لین دین میں آسانی کے لئے مشترکہ کرنسی جاری کریں۔

مشترک ومتوازن نظام تعلیم

نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا

''عالم بنو یا متعلم اور کوئی تیسرے نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اس حدیث مبارکہ سے علم کی اہمیت وفضیلت ہم پر آشکار ہوجاتی ہے۔ پیارے آقا نے فرمایا

الکلمة الحکمة ضالة المومن فحیث وجدھا فھواحقّ بھا

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی بہترین کاوش حصول علم کے لئے کرے۔

اسلامک ورلڈ کا قیام

اسلام نے تمام طبقاتی اور سرحدی حدود کو ختم کردیا ہر وہ شخص جو مسلمان ہے وہ اسلامک ورلڈ کا حصہ ہے۔موجودہ دور کا تقاضا ہے کہ جس طرح یورپی ممالک باہم یکجا ہو رہے ہیں اور آپس میں سرحدی پابندیاں بھی نرم ہیں اسی طرح مسلم ممالک بھی یکجا ہوجائیں اور باہم سرحدی پابندیاں ختم نہیں تو نرم ضرور کریں تاکہ مسلمانوں میں باہم رابطہ بڑھے۔

مشترکہ دفاعی نظام

امریکہ کی اس نئی سامراجیت کی یلغار سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامک ممالک مشترکہ دفاعی قوت تشکیل دیں جو مشترکہ علاقائی دفاع کی صورت میں ہو۔اعلیٰ سطح پر معلومات کے تبادلے کا نظام موثر ہونا چاہیے۔دفاعی اور عسکری سطح پر ریسرچ اور انٹیلی جنس کے منصوبوں میں تعاون ہونا چاہیے اور ہر لحاظ سے اپنی دفاعی قوت میں اضافہ کرنا چاہیئے کیونکہ قرآن میں ہے

واعدوالھم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ ......(الانفال 40)

باہمی آمدورفت کی سہولت

اسلامی ممالک کے درمیان آنے جانے کی پابندی نہ رکھی جائے مسلم ممالک کے درمیان رسل ورسائل کی سہولتوں کو فروغ دیا جائے۔ ویزہ کی پابندیوں کو معقول اور نرم کیا جائے۔

ظلم کے ساتھ عدم تعاون

اللہ تعالیٰ کفر کو تو برداشت کر سکتا ہے لیکن ظلم کو نہیں۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اگر آسمان والے اور زمین والے سبھی کسی مسلمان کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ سب کو جہنم میں الٹا ڈالے گا۔ (ترمذی)

ایسے میں ہمارا اولین فرض ہے کہ مظلوم افراد کی مدد کریں ارو ہراس پالیسی کو رد کر دیں جو کہ ان پر ظلم وستم کا باعث ہو۔

ایک حقیقت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کو آج سے چودہ سو سال پہلے متنبہ کیا تھا کہ یہود ونصاری تمہارے کبھی دوست نہ بنیں گے۔ ارشاد ربانی ہے

ولن ترضی عنكم اليهود والاانصاری حتی تتبع ملتهم قل ان هدی الله هوالهدی ولئن اتبعت اهوا هم بعد الذی جائک من العلم مالک من الله من ولّی ولا نصير (البقره 120)

خلاصہ کلام

ہم جو نئے عالمی نظام کے مقابلے میں اسلام کے عالمی نظام کا انقلاب چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں کوئی نئی صورت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ انقلاب اس سے پہلے برپا ہو چکا ہے جس پاک انسان ﷺ نے پہلی مرتبہ یہ انقلاب برپا کیا وہی اس کی فطرت کو خوب جانتے تھے اور انہی کے اختیار کئے ہوئے طریقے کی پیروی کر کے آج بھی زیر انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے جس کی نظیر 14 سو سال پہلے دنیا کے سامنے آ چکی ہے۔ اس نمونہ کی جتنی زیادہ پیروی کی جائے گی اور جس قدر زیادہ اس سے مماثلت پیدا کی جائے گی اس قدر انقلاب انگیز نتائج بھی ظاہر ہوں گے اور وہ اس پہلے انقلاب سے اتنے ہی زیادہ قریب ہوں گے جو اصل نمونہ کی طاقت سے برپا ہوا تھا۔ اس لحاظ سے وہ ذات گرامی ﷺ اسوہ ہے اور قیامت تک کے لئے اسوہ ہے۔ بیسویں صدی ہو یا چالیسویں صدی ہندوستان ہو یا امریکہ، روس ہو یا افغانستان جہاں اور جس وقت آپ چاہیں اسی نوعیت کا انقلاب برپا کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے

لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

وما علينا الاالبلاغ المبين

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مسز طاہرہ منہاس۔ گجرات

سیرت وسنت نبویہ مطہرہ اک تجدید پذیر عطیہ اور تا قیامت باقی رہنے والا توشہ ہے جس کو بیان کرنے اور جس کے مختلف عنوانات پر کتابیں لکھنے کے لئے لوگوں میں نبی ﷺ کی بعثت کے وقت سے مقابلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ یہ سنتِ مطہرہ مسلمانوں کے سامنے وہ عملی نمونہ اور واقعاتی پروگرام رکھتی ہے جس کے سانچے میں ڈھل کر مسلمانوں کی گفتار و رفتار اور کردار و اطوار کو نکلنا چاہیے اور ان کا تعلق اپنے پروردگار اپنے کنبہ، قبیلہ، برادران و اخوان اور افراد امت و دنیا سے اس کے عین مطابق ہونا چاہیے۔ یہی فرمان الٰہی ہے۔

''یقیناً تمہارے ہر اس شخص کے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہو''

لہذا جو شخص اور معاشرہ دنیا اور آخرت کے جملہ معاملات میں ربانی شاہراہ پر چل کر کامیابی کا خواہشمند ہو، اس کے لئے ضروری بلکہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہ رسول معظم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرے اور خوب اچھی طرح سمجھ بوجھ کر اس یقین کے ساتھ نبی ﷺ کی سیرت اپنائے کہ یہی پروردگار کا سیدھا راستہ ہے جس پر ہمارے آقا و پیشوا محمد ﷺ عملاً، کاملاً اور واقعتاً تمام شعبہ ہائے زندگی میں گامزن رہے۔ اسی میں قائدین و متبعین حکام و محکومین، رہبران و مرشدین اور مجاہدین کی رشد و ہدایت ہے اور اسی میں سیاست و حکومت، دولت و اقتصاد، معاشرتی معاملات، انسانی تعلقات، اخلاقِ فاضلہ اور قومی و بین الاقوامی روابط کے جملہ میدانوں کے لئے اسوہ و نمونہ موجود ہے'' (الرحیق المختوم ص 16)

چونکہ یہ کم خرچ بالانشیں نظام حیات و حکومت عین انسانی فطرت و ضرورت کے مطابق اللہ کا فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کا آزمایا ہوا ہے لہذا اس سے رہنمائی کامیابی کی ضمانت ہے جیسا کہ فرمایا:

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے'' (النساء-59)

یہی نہیں آپ ﷺ کی پیروی تو شفاعت کی کنجی قرار پائی۔ فرمایا:

'' (اے پیغمبر) کہہ دیجئے اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو تم میری پیروی کرو، اللہ تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو تمہارے لیے بخش دے گا'' (آل عمران 31)

مقالے کے حوالے سے ایک ضروری بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں نے صرف سیرۃ النبی ﷺ کے ذریعے یکطرفہ حل

پیش کرنے کی بجائے ماضی وحال پر بحث کرتے ہوئے مستقبل کا خاکہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک فطری طریقہ کار ہے کیونکہ مستقبل کی دیواریں ماضی کی گندگی صاف کر کے مضبوط بنیادوں پر حال کی تازہ اینٹوں سے اٹھائی جائیں تو عمارت کی مضبوطی مسلم ہوتی ہے پھر مسائل ومشکلات کا اندازہ کر کے ہی ہم حل المشکلات کے در دولت پر دست سوال دراز کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بے مثل ہو کر بھی نظام نبوی ﷺ ایک انسانی نظام ہے جو ہوا میں نہیں۔ اسی دنیا کے ان ہی انسانوں پر لاگو ہو گا۔ اس دنیا کے ان انسانوں پر جہاں واقعی آج دو قومی نظریہ پنپ رہا ہے جہاں صرف مسلمان کھلے عام زیر عتاب ہیں جہاں امریکہ ویورپ کے نئے پرانے قوانین ہوں یا اسلامی ممالک میں ننگی دہشت گردی۔ اسرائیل وبھارت کے مظالم پر اعتراض تو ویٹو لیکن عراق وافغانستان میں دراندازی امریکہ کا حق۔ مظلوموں کی غلطیوں پر بھی پابندی اور ظالموں کو خطرناک اسلحہ رکھنے کی اجازت اس کے استعمال پر خاموشی۔

صاف نظر آ رہا ہے دنیا جلد ہی ایٹمی جنگوں کا شکار ہو کر مکمل بانجھ ہو جائے گی ایسی صورت اس ظالم وجاہل انسان کی نسل قائم رکھنے کی خاطر خدا سے خلا میں خیمے گاڑنے کی اجازت دینے سے بہتر کیا یہ نہیں سمجھے گا کہ اسے اپنے اعمال کے ساتھ میدان حشر میں جمع ہونے کا حکم دے لیکن رب رحیم کی تنبیہہ اور وعدہ ہے۔

''اگر اللہ پکڑ لیا کرتا لوگوں کو ان کرتوتوں کے سب تو نہ چھوڑتا زمین کی پشت پر کسی جاندار کو لیکن وہ ڈھیل دیتا ہے انہیں ایک مدت تک۔'' (فاطر-45)

اور اس مدت تک ذمہ داری ہے ان کی جو۔

''اب دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران-110)

الحمدللہ، اہل اسلام وپاکستان اسی بہترین گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ملک وقوم بلکہ دنیا کو کفر وظلم کے شر سے بچانا انہی کی ذمہ داری ہے لیکن یہ لوگ تو خود اپنے ایمان کے محافظ نہیں اور بقول بزعم خود مقنن زمانہ'' اس جماعت کی تمام زمام ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ہم تو ان کو نیست ونابود کر چکے۔'' کی صورتحال سے بھی دوچار ہیں۔ تبھی تو یہ کٹھ پتلیاں کاروبار میں نیستی ہی کے کرتی ہیں۔ جیسے آخری اطلاعات آنے تک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سینٹ کے انتخابات کے لئے ووٹوں کی خرید وفروخت کا بازار گرم ہے۔ ذرائع کے مطابق صوبائی ارکان اسمبلی کے ووٹ کا نرخ 25 لاکھ سے ایک کروڑ روپے فی کس تک ہے (روزنامہ خبریں لاہور 03-1-18)

یعنی بہترین گروہ بھی بدترین بننے کی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے۔ اتنے مہنگے لوگوں سے آپ سستی سچی بات کی توقع کر ہی کیسے سکتے ہیں؟ یہ شیطانی قیمتیں جو شیطانی تو تیں ادا کریں گی کام بھی اپنی مرضی کے لیں گی۔ کچھ بھی ہو بہر حال یہ خدا نہیں خدائے یکتا تو وہی ہے جس کا فرمان ہے اگر چہ غلیظ ہتھکنڈوں سے

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنی روشنی مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ

کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔ خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔" (التوبہ 33-32)

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

انسان دنیا اور معاشرے کی بنیادی اکائی ہے بدقسمتی سے اگر یہ بڑا ناشکرا (الحج 66' شوریٰ 48' الذٰریٰت 6) جلد باز (بنی اسرائیل 11) بڑا تنگ دل (بنی اسرائیل 100) کم حوصلہ (المعارج 199) بخیل (المعارج 21) سرکش (علق 7) ریاکار (الماعون 6) لالچی (الفجر 20) مجرم (المرسلٰت 96) شیخی باز (القمر 25) متکبر (ص 2' النساء 172) جھوٹا منکر حق (الزمر 3) جعل ساز' بدکار (الشعراء 222) ظالم (الشوریٰ 22) جاہل (النحل 25) سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو (الکہف 54) بدترین مخلوق (الانفعال 55) بلکہ بدترین جانور (الانفال 22۔ البینہ 6) ثابت ہو تو معاشرہ ایک جنگل کا سماں پیش کرتا ہے۔ جہاں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون چلتا ہے اور اگر یہی انسان اپنے ملک وقوم کے ساتھ ساری دنیا پر قبضے کا متمنی بھی ہو جہاں اس کا اپنا قانون چلے تو حیوانیت کے اس جنگل میں وحشت ہی کا راج ہوتا ہے۔

دنیا اس حیوانیت کا بار ہا شکار رہی اور اس وجہ سے بانجھ پنے کی حد تک کوکھ جلی ثابت ہوتی رہی ہے۔ زمانہ قبل مسیح میں افق تا افق چھا جانے کی اندھی کاوشوں کے بھیانک نتائج کے پیش نظر استاد زمانہ افلاطون نے آئیڈیل افراد وریاست کا خاکہ پیش کیا تھا جس کی ناکامی پر ان یونانی فلسفیوں کے فیض یافتہ سکندر نے اس خواب کو بزور شمشیر عملی جامہ پہنانے کا قصد کیا۔ افلاطون کے شاگرد اور سکندر کے استاد ارسطو کا درس تھا کہ ہر انسان کو باعزت زندگی گزارنے کا پیدائشی حق حاصل ہے سکندر نے استاد کے اس سبق کو اپنے مقصد کی ڈھال بنایا تو مفتوحہ علاقوں میں اس کے لئے عزت وتکریم کا جذبہ پیدا ہوا اور لوگوں نے اسے فرستادہ خدا ' ذوالقرنین اور سکندر اعظم جیسے القاب سے نوازا۔ اس نے محض دس سال کے اندر صرف تیس برس کی عمر میں ایک دنیا کو فتح کر لیا تھا اور وہ جو چوٹی کے یونانی فلسفیوں کا شاگرد رشید تھا اس نے مفتوحہ علاقوں سے بھی ہر طرح کے علوم سیکھے لیکن مفتوحہ علاقوں کے رسوم وعلوم میں کوئی دخل نہ دیا نہ ان کے نظریات کو بدلنا چاہا گویا مقصد صرف ملک ودل فتح کرنا تھا۔ غلط نظریات ونظام تبدیل کرنا نہیں جس کا واضح نقصان یہ ہوا کہ فاتح عالم کی موت کے فوراً بعد اس کی سلطنت پہلے چار اور پھر بے شمار ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

سکندر سے پہلے سینائی یہوذ' کورش یا سائرس اعظم اور خونخوار شمالی آریاؤں کے غول بھی ایک دنیا کو لہو رنگ کرتے رہے پھر منگول ومغل اور ہنود ونصاریٰ سورماؤں نے بھی یہ مرتبہ حاصل کرنے کے لئے کروڑوں سرتن سے جدا کر دیے یہاں تک کہ جے این ڈینی سن کے الفاظ میں دنیا کی صورت وصورتحال یہ ہوگئی کہ:

"ایسا لگتا تھا کہ وہ عظیم تمدن جس کی تعمیر میں چار ہزار برس صرف ہوئے تھے انتشار اور تباہی کے کنارے آ لگا ہے اور انسان پھر وحشت وبربیت کی اس زندگی کا شکار ہونے والا ہے جس میں ہر قبیلہ اور ہر فرقہ دوسرے قبیلے وفرقے وددوسرے قبیلے وفرقے کے درپے آزاد ہوگا جس میں کہیں قانون کا تصور تھا نہ نظم ونسق کا۔" قدیم قبائلی تصوبیات بے اثر ہو چکی تھیں عیسائیت نے جن نئی تصوبیات کو جنم دیا وہ نظم واتحاد کی بجائے افتراق' ہلاکت اور تباہی پھیلا رہی تھیں یہ زمانہ بڑا پرآشوب اور المناک تھا۔ سوال

یہ تھا کہ زمانے میں کیا کوئی ثقافت ایسی بھی ہو سکتی ہے جس کی بنیاد محض احساسات پر ہو۔ جو نبی نوع انسانی کو پھر یکجا کر دے اور تہذیب وتمدن کی حفاظت کرے یہ ثقافت نئی طرز کی ہی ہو سکتی تھی کیونکہ قدیم تصوبیات ورسومات مردہ ہو چکی تھیں۔"

عملی طور پر ناکام سہی لیکن بطور استاد زمانہ آج تک زندہ افلاطون نے کہا تھا۔" جب تک حکماء بادشاہ یا بادشاہ حکما نہ ہو جائیں مملکتوں کے اخلاقی اور سیاسی امراض رفع نہیں ہو سکتے نہ ہماری مجوزہ حکومت وجود میں آ سکتی ہے اور نہ ہی نوع انسانی اپنے کمال کو پہنچ سکتی ہے۔" (غیر فانی تہذیب ص 57)

آئیڈیلی افراد وریاست کا یہ فلسفیانہ نظریہ یونانی حکما وبادشاہ کے ہاتھوں تو تکمیل نہ پا سکا لیکن جلد بعد دنیا کا بہترین نظریہ حیات دنیا کے بہترین انسان نے دنیا کی بہترین جگہ دنیا کے بہترین افراد کے سامنے پیش کیا تو تاریخ گواہ ہے کہ نتائج افلاطون کی امیدوں سے کہیں بڑھ کر نکلے۔ ڈینی سن ہی کے الفاظ میں

"یہاں ایک معجزاتی قسم کی اصلاح تھی۔ محمد ﷺ نے ایک ایسا مذہب تخلیق کیا جس پر قدیم مسالک کے کوئی رنگ وروپ نہ تھا نہ کوئی پادری اور نہ ہی کوئی رسوم جن کی بنیاد ظاہرداری پر ہو بلکہ جس کی بنیاد ایک ان دیکھے اللہ کے ساتھ روحانی رشتے پر تھی یہ کسی خاص گروہ کی تکریم کے لئے ترتیب نہیں دیا گیا تھا بلکہ تمام نسلوں کے انسانوں کی ایک آفاقی اخوت کے لئے تھا جو اس خدا کا اقرار اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا وعدہ کریں (نیو ورلڈ آرڈر ص 20)

اسی خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات ونظام حیات وحکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے گوئٹے نے ایکرمن سے کہا تھا "تم نے دیکھا اس تعلیم میں کوئی خامی نہیں ہمارا کوئی نظام اور ہم پر ہی کیا موقوف کوئی انسان بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

۔ اور اس برحق بات کو خود حق تعالیٰ نے یوں بیان کیا تھا کیونکہ اسے ان سطحی مفکروں کی منافقانہ توصیف کی ضرورت نہیں۔

"پس یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف جما دو اور قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی یہ سچا اور صحیح دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔" 30-30

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ انسان فطرت سلیم پر پیدا ہوا ہے اس سلیم الطبع انسان نے جب نظام فطرت جو انسانی فطرت وضرورت کے مطابق تشکیل پایا تھا، کو اپنایا سب کی حلیف اس جماعت کا خمیر وضمیر بلاتعصب خیر ہی خیر پر اٹھا تھا چنانچہ زمانے کی یہ سریع الاثر قوم محض دس سال میں عربستان اور بیس سال کے اندر دنیا بھر میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ چکی تھی جو سکندر کی طرح پانی پر کائی کی مانند نہیں بلکہ وصال نبوی ﷺ کے بعد نصف صدی تک خالصتاً اور پھر ایک ہزار سال تک نشیب وفراز کے ساتھ یوں گڑے رہے کہ بعدۂ یاجوج ماجوج کی نسل منگول ونصاریٰ کے ان کی جڑیں کھوکھلی اور سائبان تار تار کرنے کے باوجود دنیا بھر کے آثار واطوار ان کی عظمت کے گواہ ہیں۔

"اسلامی تہذیب کی جو رفیع الشان عمارت ربع صدی سے بھی کم مدت میں تعمیر ہوئی اس کا ماٰخذ وسرچشمہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ دونوں ہی تھے ہدایت کے ان الہامی سرچشموں نے عربوں کی وحشت کو مدنیت، سے بدکرداری کو خوش اطواری سے، انتشار سرکشی کو پابندی قانون سے بدل ڈالا اور اس خطہ ارضی میں دیکھتے ہی دیکھتے برائیوں کی جگہ نیکیوں' رزائل کی جگہ فضائل

نے لے لی۔ عرب اس سرزمین سے جہاں کوئی بڑی شخصیت پیدا ہی نہ ہوئی تھی، سید العرب ﷺ کی تربیت سے فیض پانے کے بعد ان گنت نامور شخصیتیں افق ہستی پر آفتاب و ماہتاب کی طرح درخشاں ہوئیں۔ صرف چند برسوں کی ترتیب سے ابوبکرؓ و عمر جیسے مدبر و فرمانروا عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن مسعودؓ اور علی المرتضیٰؓ جیسے مفسر اور فقیہہ پیدا ہوئے۔ ابوذر غفاریؓ و سلمان فارسی جیسے خرقہ پوش اقلیم فقر کے تاجدار ہوئے۔ طلحہؓ و زبیرؓ جیسے اصحاب الرائے و تدبیر اٹھے۔ قرآن و حدیث کے خوشہ چین علم و ادب کے آسمان شہرت کی انتہائی بلندیوں تک جا پہنچے اور عمرو بن العاصؓ و خالد بن ولیدؓ جیسے عظیم جرنیلوں اور فاتحوں نے قیصر و کسریٰ کی عالمی طاقتوں کو نیچا دکھا کر شہرت دوام حاصل کی۔" (غیر فانی تہذیب ص 199)

اسلام اس سرعت سے پھیلا کہ یہ تاریخ کا ایک منفرد باب ہے اس میں جارحیت کا کوئی عمل دخل نہیں تھا لیکن غیر مسلم کہتے ہیں کہ اسلام ایک عسکری مذہب ہے اس میں کشت و خون ہے اور اس کی پرورش ہی انسانی خون سے ہوئی ہے۔ اس الزام کی بنیادی وجہ تو عرصہ دراز سے تعلیم و تاریخ پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے بدقسمتی سے اہل یورپ نے، تعلیم و تہذیب تو مسلمانوں سے سیکھی لیکن پھر اپنی خصلت اور استعماری فطرت و ضرورت کے تحت مغلوب مسلمانوں کو ان کی تاریخ اپنی زبانی پڑھائی جس میں مسلمان حکمران بڑے عیاش، ظالم اور لٹیرے تھے جب کہ انہوں نے تو خونخوار کفریہ مذاہب و مظالم پر بند باندھنے کی کوشش کی تھی جانبدار ہی سہی تاریخ اس کا ذکر بھی تو کرتی ہے۔ رہے مسلمان تو انہیں جہاد کا حکم تھا لیکن صرف غاصب و ظالم کے خلاف اور اس کا بڑا ثبوت خود نبی کریم ﷺ کا فاتحہ مکہ ہونا ہے۔ اس انتہائی اہم فتح کے وقت صورتحال یہ تھی کہ

"فاتح اعظم وارد شہر ہوئے تو آپ ﷺ کے چاروں طرف جوش سے بھرا اور ہتھیاروں میں ڈوبا لشکر تھا جس کے درمیان کبنہ نبوی ﷺ تھا اس شان و شوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے کہا" اے عباس تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہو گیا" حضرت عباسؓ نے کہا تیرا برا ہو یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے" اس شاہانہ جاہ و جلال کے باوجود شہنشاہ رسالت کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ سورۃ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔"

پھر جب آپ ﷺ نے ظالم و جابر سفاک قاتلوں سے پوچھا کہ اے گروہ قریش تمہیں معلوم ہے کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں" تو لرزتے ہونٹوں پہ لپکتا جواب تھا۔

"آپ ﷺ کریم بھائی کے بیٹے اور کرم کرنے والے بھائی ہیں۔" اور واقعی کریم النفس نبی ﷺ کا کریمانہ جواب تھا۔

"آج تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔" (سیرت مصطفیٰ ﷺ ص 349)

یہیں سے اسلام نے ایک نئے عالمی نظام کے قیام کی بنیاد رکھی تھی اس بدترین دشمنوں سے دنیا کے بہترین سلوک نے ثابت کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کا منصب اصلاح و تعمیر تھا۔ تخریب و انتقام نہیں۔ انسانی عظمت کا تحفظ تو تھا خونریزی و خون آشامی ہرگز نہیں۔ اس موقع پر لوگوں سے لیا گیا عہد اور کیا گیا خطاب کسی طور بھی کفریہ یا ظالمانہ نہیں۔ تاریخ میں آپ ﷺ کے الفاظ آج بھی گونج رہے ہیں۔

''اللہ ایک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اس نے تمام قوتوں کو توڑ دیا۔ ہاں تفاخر اور تمام خون بہائے میرے قدموں تلے ہیں۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت ونسب کے غرور کو خدا نے مٹا دیا ہے تمام لوگ ایک آدمی کی اولاد سے ہیں۔''

مردوں سے عہد لیا گیا کہ وہ شیطانی باتوں' خود غرضی' نسب وانتقام پر اتر آنا' چوری' زنا' بہتان بازی اور لڑکیوں کو قتل کرنا چھوڑ کر امر حق میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ یونہی عورتوں کا عہد تھا کہ وہ شرک' چوری' زنا' بہتان بازی کے ساتھ جاہلی سوگ جیسے بال کھسوٹنا' سینہ کوبی اور قبروں پر ماتم سے بچیں گی۔'' (غیر فانی تہذیب ص 121)

سیرت نبوی ﷺ اور قرآن حکیم وعظیم کی زندہ جاوید تعلیمات اسلام کے سلامتی کا دین ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔ جن پر عمل کر کے مسلم حکمرانوں نے دنیا کو جنت بنا ڈالا جس کی چکا چوند آج مغرب کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اسے تاریک دور ثابت کرے لیکن مغرب ہی دنیا کا بہترین حاکم حضرت عمر فاروقؓ کو تسلیم کرتا ہے تو کیا حضرت عثمان غنیؓ کی ذوالنورین ذات اپنے وقت کی سکندر نہیں؟ اور کیا دنیا بھر میں دین کی شمع روشن کرنے والے ان گنت سپہ سالار و سلاطین وملوک جو اپنے افعال واقوام میں ہر ممکن شرعی احکام ملحوظ رکھتے تھے کیا ان غیر مسلم حکمرانوں جیسے ہو سکتے ہیں جن کے مذاہب ہی انہیں مخالف کو نیست ونابود اور رحم لی سے اجتناب کا حکم دیتے ہیں؟ ہاں ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے اور ہیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کے حکم سے منہ موڑ کر کفر کی رنگینیوں کو گلے لگایا۔ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی بجائے ذمیوں کی صورت ان کے جزیے کو مفید جانا اور جب کفر کا کتا حلال ہوا تو ہر فضول بات رائج ہوتی چلی گئی۔ اگر عیاشی وفحاشی میں کفر کے مقلد ہوئے تو ظلم وبربریت کے لئے اسلام کی رعایت کیسی؟ بہر حال

''تاریخ کا طالبعلم مسلم ہو کہ غیر مسلم جب بھی کسی فلاحی مملکت کا تصور کرے گا تو عہد حاضر کے مشہور امریکی دانشور مائیکل ایچ ہاٹ کا ہم زبان ہو جائے گا موصوف نے اپنی کتاب ''دی ہنڈرڈ'' میں باوجود عیسائی ہونے کے داعی اسلام کو دنیا میں انقلاب برپا کرنے والی کامیاب ترین ہستیوں میں نمبر ایک قرار دیا ہے۔'' (سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ ص 163)

اگر چہ غیر مسلموں کی اسلام وپیغمبر اسلام کے بارے میں بہترین رائے بھی کھٹکتی ہے کہ اس حد تک متاثر ہو کر بھی آخر انہوں نے اسلام قبول کیوں نہ کیا؟ ان کے قول وفعل کا یہ تضاد بجائے خود نقصان دہ ہے۔ حیرت ہے کہ سورج کے مشرق سے نکلتے دیکھنے کے گواہ بھی بن رہے ہیں اور مغرب سے طلوع شمس کے عقیدے پر بھی قائم ہیں۔ جیسے بھارتی گاندھی جو مسلمانوں کو قابو میں رکھنے کی خاطر اسلام وقرآن کی شان میں بھی رطب اللسان ہیں اور وطن وگاؤ پرستی میں' مسلمانوں کو نسلاً ختم کرنے کے بھی قائل ہیں۔ منافقت کا یہ رنگ اب ہماری عادت بن گیا ہے ہم سامنے کی حقیقت بیان کرنے کے لیے بھی انگریز دانشوروں کے اقوال ڈھونڈتے پھرتے ہیں لیکن حقیقت یہ بھی ہے کہ کینہ پرور دشمن بنیے کی طرح پوری تحقیق وتنقید کے بعد ہی تعریف پر مجبور ہوتا ہے۔ بہر حال اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات ستودہ صفات ایسے زندہ حقائق ہیں جو از خود نمایاں ہیں جن کی بدولت اہل اسلام کو عروج واعزاز اس وقت تک حاصل رہا جب تک انہوں نے حکم الٰہی کا پاس کیا اور کردار نبوی ﷺ کو لباس بنایا چنانچہ اللہ نے

بھی اپنا وعدہ نبھایا۔

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح تم سے پہلے گزرے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ان کے لئے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند فرمایا ہے اور ان کی حالتِ خوف کو امن میں بدل دے گا۔'' (النور 55)

لیکن مسلمانوں نے جب مغلوب کفر کو مسلم کر کے اپنے ہاتھ اور حکومت مضبوط کرنے کی بجائے ان کی تہذیب ونظام کو اوڑھنا بچھونا بنایا اور انہی کو اپنے وزیر ومشیر بنا کر نظام سلطنت میں بھی شامل کر لیا تو اللہ نے اپنا وعدہ توڑ ڈالا پہلے جیسے عوام ویسے حکمران کے مصداق ظالم وعیاش' نام نہاد مسلم حکمران اور پھر سلطنت اندلس عیسائیوں' سلطنت بغداد منگولوں اور سلطنت دہلی انگریزوں نے برباد کر کے فاتح عالم ہونے کے جھنڈے گاڑے اس بارے میں منگولوں کا دعویٰ تھا۔

''مقام طلوع آفتاب سے لے کر مقام غروب آفتاب تک ساری دنیا کے لوگ اور ان کے حکمران حکم ایزدی سے منگولوں کے مطیع وباجگزار ہیں اور جو کوئی اس بات سے منحرف ہوتا ہے وہ مکمل تباہی اور بربادی کے لائق ہے۔ان کے خیال میں منگولوں کی یلغار کے آگے قوموں کی شکست اس بات کا خدائی ثبوت ہی تو تھی۔'' (نیو ورلڈ آرڈر ص 37)

انسانی عالمی نظام

''چنگیز خان اپنی وحشت وبربریت کی وجہ سے لرزہ جہاں جنگجوئے کامل' قصاب اعظم' قہر الٰہی' خونی دیوانہ' بے مثل فاتح کے نام سے مشہور تھا کیونکہ وہ سائرس اعظم' سکندر اعظم جولیس سیزر اور نپولین جیسے فاتحین کے مقابلے میں بہت ہی بڑے پیمانے کا فاتح تھا وہ تاریخ عالم کا سب سے بڑا فاتح تھا۔ 1206ء سے 1227ء یعنی اکیس سال کے عرصے میں اس نے 4860000 مربع میل علاقے پر اپنا تسلط جمایا۔رقبے کے لحاظ سے یہ دنیا کی سب سے بڑی مملکت شمالی چین' منگولیا جنوبی سائبریا اور وسطی ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی' اور اس فاتح عالم کا نظام حکومت ایسا تھا کہ چنگیز خان نے اپنی کوہستانی پناہ گاہ سے باہر نکلتے ہی بحرالکاہل سے ایڈریاٹک تک کا ہر خطہ تباہ کر ڈالا؟ منگولوں کے تیز رفتار گھوڑوں نے ایک طرف چین' ترکستان' افغانستان' ایران' عراق' شام اور کوہستان قفقاز کو تہس نہس کیا تو دوسری طرف روس' پولینڈ' مشرق پرویشیا' ہنگری وغیرہ میں تباہی مچا دی۔وحشی فوجوں کی یلغار کے راستے میں جو انسان' بستیاں' شہر آئے ملبے کا ڈھیر بن گئے ہر طرف حد نگاہ تک تباہ شدہ شہروں میں چیلوں اور گدھوں کی حکمرانی ہوگئی۔تہذیب وتمدن کی مایہ ناز یادگاروں' بدھ مذہب کی لامائی خانقاہوں' عظیم کتب خانوں اور لائبریریوں کو صفحہ ہستی سے مٹایا کہ ان کا سراغ لگانے کی بھی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ہر انسانی تنظیم کا شیرازہ بکھیرنے کے ساتھ چنگیز خان نے اجتماعی زندگی کی تنظیموں میں مصروف انسانی گروہوں کو آگ وخون کے طوفان کی نذر کر کے اپنی وحشت وبربریت سے مخالفین کو لرزہ بر اندازکر دیا۔'' (چنگیز خان سے بابر تک ص 1-2)

مجموعی طور پر چنگیز خان ایسا فاتح تھا جس نے نصف دنیا کو فتح اور باقی نصف کو ذہنی طور پر اسیر کر لیا پھر اس کو خونخواریوں کو مہمیز اس عیسائی بہو نے یوں دی کہ شوہر طولی خان کی موت کے بعد اپنے بیٹے ہلاکو خان سے شادی کر لی تا کہ اسلامی دنیا کو

برباد کرنے کا صلیبی عزم پورا ہو سکے۔ بیوی جو ماں بھی ہو اور کٹر عیسائی بھی پھر بھلا بائبل کے حکم پر عمل کیسے نہ ہوتا۔

''اور جب خداوند تمہارا خدا انہیں تمہارے قبضہ قدرت میں دے دے گا تو تم انہیں ضرب لگاؤ گے اور انہیں کلی طور پر تباہ کر دو گے تم ہرگز ان کے ساتھ معاہدہ نہ کرنا اور نہ ہی ان پر رحم کرنا۔'' (استثناء 712)

چنانچہ خونخوار خاتون کی مہمیز پر اسلامی دنیا کٹنے مٹنے لگی۔ ایران وافغانستان کے اکثر علاقے فتح کرنے کے بعد 1258ء میں ہلاکو نے بغداد کا محاصرہ کر لیا اور 20 فروری کو شہر اس طرح فتح کیا کہ چھ روزہ خونریزی میں بغداد کے گلی کوچے خون کی ندیاں بن کر دریائے دجلہ کو سرخ رو کرنے لگے لیکن پھر لائبریریاں دریا برد اور شہر کو لوٹ کر آگ لگا دی تو دریا بھی سیاہ رو ہو گیا۔ یاد رہے کہ منگول خواہ کتنے بھی خونخوار اور بدتہذیب ہوں ان کی وحشت میں اضافہ عیسائیوں نے کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب منگولوں سے بھی پہلے عیسائی فوجیں مسلمانوں کی بربادی کا عزم کئے ہوئے تھیں لیکن مضبوط مسلم حکومتوں سے مقابلے کے لئے انہوں نے اپنی عورتیں منگول خاقانوں کے عقد میں دے کر انہیں مسلمانوں کی بیخ کنی کا ذریعہ بنایا جیسے خاقان گیوگ کی ماں عیسائی پریسٹر جان کی بیٹی تھی جب کہ طولی خان کی بیوی ڈوقز خاتون جو اپنے بیٹے ہلاکو کی بیوی بھی تھی وہ بھی عیسائی تھی۔

اس زمانے میں انہی عیسائیوں نے سپین وغرناطہ سے مسلمانوں کی مکمل بیخ کنی کر کے مزید زمینوں اور سونے کی تلاش میں بحری بیڑے روانہ کیے جن میں سے کولمبس نے ایک نئی دنیا کو تلاش لیکن وہاں موجود معصوم افراد کو اس دنیا سے ختم کر ڈالا۔ بنیادی مقصد سونا اور غلام حاصل کرنا تھا جس کے لئے کولمبس نے بڑا خونخوار طریق کار اپنایا۔ کولمبس کا مہماتی وقائع نگار ''لاکاساس'' ان خونخوار عینی شواہد کو بیان کرتا ہوا لکھتا ہے۔

''ہیٹی کے علاقے میں انہوں نے چودہ سال سے زائد العمر افراد کو حکم دیا کہ ہر تین ماہ میں سونے کی مخصوص مقدار تلاش کر کے انہیں دیں جب وہ مطلوبہ مقدار تلاش کر کے لاتے تو انہیں تانبے کا ایک خاص ٹوکن گلے میں لٹکانے کے لیے دے دیا جاتا جو باشندہ اس ٹوکن کے بغیر ملتا اس کے ہاتھ کٹا دیئے جاتے حتیٰ کہ وہ جریان خون سے ہلاک ہو جاتا۔ وہاں سونے کی کوئی کان نہ تھی صرف ندیوں کی تہوں میں کچھ سونا ذرات کی صورت میں موجود تھا جو وہ چھان کر لاتے تھے جب لوگوں نے سونا نہ ملنے پر فرار ہونا شروع کیا تو ان کو کتوں کے ذریعے تعاقب کر کے قتل کر دیا گیا۔ جب نہتے لوگوں نے مزاحمت کی تو ان کا مقابلہ ایسے صلیب پرستوں سے تھا جو تلواروں، بندوقوں، ڈھالوں اور گھوڑوں سے لیس تھے چنانچہ مقامی باشندوں میں کساوا زہر سے اجتماعی خودکشی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

سونا نہیں ملا تو سپینی سرپرستوں کی ہوس زر کی خاطر 1495ء میں ایک بڑا حملہ کر کے نیندہ سوارا واک مردوں عورتوں اور بچوں کو قید کر کے باڑے میں رکھا گیا پھر ان میں سے پانچ سو تنومند افراد کو جہاز پر لادا گیا جن میں سے دو سو دوران سفر ہلاک ہو گئے باقی سپین پہنچ کر وہاں کے لاٹ پادری کو پیش کیے گئے جس نے انہیں فروخت کر ڈالا اس پر کولمبس نے خوش ہو کر لکھا۔

''ہمیں چاہیئے کہ ہم مقدس تثلیث کے نام پر جتنے بھی غلام بیچے جا سکتے ہیں بھیجتے رہیں۔ اور پھر وہ اس کے لئے لگاتار کوشاں بھی رہا۔ (نیو ورلڈ آرڈر ص 126)

عالمی حکومت کی طرف اس ایک قدم نے جو آج سے پانچ سو برس قبل اٹھا بعد کے دنیاوی حالات پر بڑے گہرے اثرات مرتب کئے۔ سات آٹھ کروڑ افراد کی مقامی آبادی کو صفحہ ہستی سے ناپید کر کے اور عظیم ہسپانی تہذیب وعلوم کے بانی مسلمانوں کے سپین سے انخلاء کے بعد کولمبس اور ہسپانی حکمران بھی ختم ہو گئے لیکن جس نئی دنیا کو انہوں نے معصوموں کے خونی دریاؤں سے سینچا تھا وہ آج پھر بڑی دیدہ دلیری سے انہی عزائم کو اسی خونخواری سے پورا کر رہی ہے کولمبس کے روزنامچوں سے جن مقاصد کا اظہار جنون کی حد تک ملتا ہے وہ سونا' غلام' نوآبادیوں کا قیام اور دوسری قوموں کو عیسائیت پر مجبور کر کے ان کا استحصال کرنا تھے یہی مقاصد بعد ازاں کولمبس کے ورثے کی صورت یورپی وامریکی استعمار کے بنیادی ستون بنے۔

اصل میں کولمبس ان مقاصد کے ساتھ ہندوستانی سونے کی چڑیا کے پر نوچنے نکلا تھا جس کی اس زمانے میں بڑی دھوم تھی خوش قسمتی سے قرعہ فال ہندوستان کے بجائے امریکہ کے نام نکلا اور ریڈ انڈینز ہسپانی صلیبیوں کے ہاتھوں مارے گئے لیکن بچے ہندوستانی بھی نہیں۔ ان مقاصد کے قومی شکل اختیار کر لینے پر صلیب پرست انگریز' پرتگیز اور ولندیزی ہندوستان پر مشنریوں کی صورت حملہ آور ہوئے لیکن وہاں مضبوط مسلم حکومتوں کے پیش نظر قدم پھونک پھونک کر اٹھاتے رہے اس حوالے سے ہندو قوم کو مسلمانوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ جن کی بدولت وہ صدیوں پہلے ریڈ انڈینز کی طرح بھولی بسری قوم ہونے سے بچ گئے۔

بہر حال بالآخر فطری خباثتوں میں مقدم برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس خوشحال وخوش خصال چڑیا کے تمام پر نوچ کر اور بدترین نظریات تعلیم کی صورت ذہن نشین کروا کر تباہ حال قوم کو آتش فشاں بنا ڈالا۔ اصل میں یہ صلیبی' ہسپانی کولمبسی نظریات کی جیت تھی۔ چنانچہ اس بدحال ہندوستان پر خونخوار ہندوؤں کا قبضہ ہوا تو اس احسان ناشناس وحشی قوم نے بھی محققین کی ایک جماعت مسٹر ڈی پی دھر کی قیادت میں سپین بھیجی تا کہ وہ ملک کو مسلمانوں سے 100% خالی کرانے کا گر سیکھ کر آئیں۔ اس تحقیق کی جامع رپورٹ کے بعد بھارت کی خفیہ ایجنسی را Research and Analysis Wing تشکیل دی گئی جس کا سب سے بڑا ہدف پاکستان کو ختم کر کے پورے علاقے کو ہندو سٹیٹ بنانا ہے اس ایجنسی اور یہود و نصاریٰ تعاون سے بہت جلد اندرا گاندھی پاکستان کو دولخت کر کے یہ کہنے کے قابل ہو گئی کہ ''ہم نے دو قومی نظریے کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔'' (نیو ورلڈ آرڈر ص 14)

کولمبس کے یہ جانشین آج بھی سیال ٹھوس سونے کے ڈاکو ہیں۔ آج بھی یہ اپنے غلاموں کو ٹوکن (گرین کارڈ) دے کر انہیں اپنی ترقی و تعیش کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کتوں کے یہ عاشق آج بھی انسانی خون پیتے ہیں اور عین ریڈ انڈینز کی طرح معصوم نہتے ملکوں قوموں کو بالکل کولمبس کی طرح بغیر کسی جرم وخطا کے پکڑتے' لتاڑتے اور مارتے ہیں۔ گھٹی میں ملا انسانی خون اور مذہب کی اندھی محبت اب ان کی خصلت بن چکی ہے عیسائیوں کے ہاتھوں ہمیشہ حیوانوں سے بدتر زندگی اور پابندیوں سے جکڑے یہودی فرمان الٰہی

''مومنوں یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔'' (المائدہ 51)

کے مطابق آج قدم بقدم ہیں۔ ایک صدی قبل صیہونی ارباب دانش نے دنیا پر بلاشرکت غیرے قبضے کا بڑا خونخوار منصوبہ بنایا تھا لیکن اسی منصوبے پر پہلے سے سرگرداں صلیبیوں میں انہیں جنگ عظیم میں مشینوں میں سیاہ سیال مواد کی صورت اُگلا تو اس سود خور

قوم نے عیسائیوں کے ساتھ مشرکوں کو بھی ایک نئے دو قومی نظریے میں شامل کر لیا فرمان الٰہی کے مطابق اب یہود و نصاریٰ سب کی جنگ ایک ہی قوم سے ہے اور وہ ہے مسلم۔

دنیا کے خونخوار حکمرانوں اور ان کے کارناموں کی فہرست بڑی طویل ہے ان میں یہود و ہنود بھی ہیں۔ مسلم و نصاریٰ بھی اور لامذہب بھی۔ یہ خونخواری بوجہ لالچ ہو یا جہالت کی بدولت یہ لوگ معصوم شہریوں کی کھوپڑیوں کے مینار بنائیں یا مے کا پیالہ یکتا صلیبی ترحم و تلطف کا مظاہرہ اہل سپین کو مرتد و مصلوب کر کے ہو یا ہندوستانیوں کو ذہنی غلام بنا کر بظاہر ظالم و خونخوار ترین ہی کامیاب ترین نظر آتے ہیں البتہ مجموعی طور پر دنیا میں تین قسم کے حکمران ہوئے ہیں۔

1- وہ جو سکندر کی طرح علم' طاقت اور چھا جانے کے نظریے کے ساتھ آگے بڑھے۔ محبت و قوت دونوں کو آزمایا کامیاب بھی ہوئے لیکن کسی واضح نظریے کی غیر موجودگی کے باعث ان کی کامیابیاں ریت کا پہاڑ ثابت ہوئیں۔

2- وہ جو چنگیز و انگریز کی طرح طاقت' نفرت' عصبیت کا نظریہ لے کر اٹھے' ہر اٹھے سر کو گرایا۔ خدا و مخلوق خدا کو آزار پہنچایا اور دنیا کو برباد کر کے اپنی ملکیت قرار دیا۔

3- وہ جو محمد ﷺ کے حتمی نظریے کی تعمیل و تکمیل کے لئے نفرت' جہالت' وحشت و بربریت ختم کرنے نکلے۔ ہر گرے سر کو اٹھایا خدا اور مخلوق خدا سے محبت کی اور دنیا کو آباد کر کے اسے اللہ کی ملکیت بنایا۔

موجودہ جدید نظام تعلیم

انکار حکم پر دھتکارے گئے ابلیس لعین نے الہ العالمین کو دھمکی دی تھی

-- ''تیری عزت کی قسم میں تمام اولاد آدم کو گمراہ کر دوں گا'' (ص 82)

اور اس قول پر لبیک کہنے والوں کا موجودہ نعرہ ہے۔

''ہم جو کہ مقنن ہیں فیصلے صادر کریں گے ہم قتل کریں گے اور قتل عام میں کسی کو نہ بخشیں گے کیونکہ ہمارے ہاتھوں میں اس جماعت کی تمام زمامیں موجود ہیں جو کبھی بہت طاقتور تھی لیکن جس کو اب ہم نیست و نابود کر چکے ہیں۔ اب ہمارے ہاتھوں میں جو ہتھیار ہیں وہ دراصل بے پایاں اور لامحدود امنگیں اور جذبات ہیں چلتی ہوئی شعلہ فشاں حرص ہے۔ بے رحم اور شقی القلب انتقام ہے نفرت ہے اور غیظ و غضب ہے۔ ہم ہی دراصل وہ سوتا ہیں جہاں سے دہشت و بربریت پھوٹتی ہے۔ (نیو ورلڈ آرڈر 200)

11 ستمبر ڈرامے کے بعد سے متحدہ کفر واضح طور پر اسلام کے خلاف صف آرا ہے۔ اظہار نفرت اب کھلم کھلا سٹریجک جنگ کا روپ دھار گئی ہے جس میں اہم اسلامی ممالک کی موجودہ ساخت' سوچ اور شناخت کو تبدیل کرنا ہے۔ 60 کے قریب اسلامی ممالک میں تین (ایران' عراق' پاکستان) عالم کفر کی ہٹ لسٹ پر ہیں اور تین ممالک (سعودیہ۔ ایران۔ ملائشیا) نے بدلتے پس منظر میں عقل و فکر کا ثبوت دیا ہے باقی یا تو ''دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں۔'' (محمد ﷺ 12) یا پھر کینہ پرور کفر کے ہاتھوں، انسان کو کفر تک لے جاتی ہے'' (فرمان نبوی ﷺ) سے دوچار ہیں۔

یہ پانچ ممالک جو متحدہ کفر کی نظر میں کھٹک رہے ہیں انہی کی جغرافیائی' سیاسی' سماجی' مذہب اور اخلاقی شکل وشناخت تبدیل کرنا ضروری سمجھا جا رہا ہے۔ آج دنیا واقعتاً دو قومی نظریے کی قائل ہو چکی ہے امت کفر جو آج امت متحدہ ہے کھلے عالم امت مسلمہ کو اپنا حریف قرار دے کر اسے منتشر بلکہ ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اگرچہ اپنی دانست میں وہ ان کی زما میں کھینچ کر انہیں نیست ونابود کر چکے ہیں لیکن نیستی کی اس راکھ میں ہستی کی تڑپتی مچلتی چنگاریاں بھی انہیں دہشت میں مبتلا کئے دیتی ہیں۔ تبھی تو کولمبس کے جانشین سابق صدر نکسن کو کہنا پڑا کہ

''میں امریکہ' روس' یورپ' جاپان' چین اور بھارت کو پرزور طریقے سے کہتا ہوں کہ ان کا فائدہ اس میں ہے کہ وہ مسلم بنیاد پرستی کی بڑھتی ہوئی طاقت کے خلاف اپنی طاقتیں یکجا اور مرکوز کر لیں۔ مسلم حکومتوں کی فوجی حکمت عملی ان سب کی جغرافیائی پوزیشنیں۔ معدنی' آبی' زرعی اور صنعتی وسائل کی فراوانی ان کی وسیع منڈیاں اور ان کی حالیہ ٹیکنالوجی میں کامیابیاں ایک نہ ایک دن عالم اسلام کی قوت بن سکتی ہیں جو (غیر مسلم) دنیا کے لیے سنگین خطرہ بن جائیں گی۔'' (نیو ورلڈ آرڈر ص 16)

سادہ سی بات ہے جو حق ایک فریق کو عیاشی بدمعاشی کی حد تک حاصل ہے وہ فریق ثانی کو کم از کم اپنی حفاظت کے لئے تو ملنا ہی چاہیے لیکن اندھے بھینسے اس منطق کو نہیں مانتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلحے اور قوت نے جتنی تباہیاں کفر کے ہاتھوں مچائیں مسلم ہاتھ سے ہرگز نہیں۔ پھر مذہبی پس منظر میں جو خونخواری وجنون کفر سے ثابت ہے اسلام میں بالکل نہیں لیکن اس خونخوار مذہب وماضی کے خودساختہ چوہدری کی بات بھی غلط نہیں ہو سکتی چنانچہ تاریخ سے سبق حاصل کرنے کی بجائے سراب' شراب اور شباب میں غرق مسلمانوں کا مستقبل اب متحدہ کفر کے ہاتھ میں ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنے روزنامچوں میں ایک جگہ لکھا ہے ''کسی قوم کی تاریخ اس کا حافظہ ہے جو قوم اپنی تاریخ بھول جاتی ہے حالات اس کا جغرافیہ بدل دیتے ہیں'' یہود ونصاریٰ اپنی دور سے چار ہزار سال پرانی قریباً خودساختہ خونخوار تاریخ ازبر کر کے اسی کی سیدھ میں اپنا حال ترتیب دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ تاریخ کی تابانی انہیں تاریکی کی چادر اوڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے چنانچہ اس وقت کو زمانے کی سلیٹ سے مٹانے کی خاطر وہ ہمیں ڈیڑھ ہزار سال کے بجائے پانچ ہزار سال پرانی تاریخ پر فخر کرنا سکھاتے ہیں جس کی بدولت ہماری تاریخ گم' ہمارا حافظہ ختم اور ہم اپنا جغرافیہ بھول کر گواچی گائے بنے پھرتے ہیں۔ کفر کی اسلام کے خلاف سازشیں خوفناک خانہ جنگیاں اور غالب فکر کی تائید میں شریعت سے متصادم نظام حیات وحکومت آج ہمیں شرمندہ کرتا ہے نہ درس عبرت پر مجبور۔ اسے میں تاریخ بھلانے کی غلطی کی سزا محض شاعرانہ فلسفہ نہیں متحدہ کفر کی اہل اسلام کے خلاف کاروائیاں کا فرمیڈیا خود مشتہر کرتا ہے۔ خونخوار ماضی ومذہب پر پھیلی کفر کی پرچھائیں بش ابن بش کی گیدڑ بھبکیاں' تاریکیوں میں ڈوبے برطانیہ کی اندھی کاروائیاں اور مسلمانوں کی وہی عیاشیاں' فحاشیاں مغربی منڈیوں کی لوٹ سیل۔

آج پھر کولمبس ومنکالے (میکالے) کے حقیقی وارث ان ہی جنونی مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں آج پھر دنیا پر قبضے کے لئے ایک عالمی جنگ ضروری بنائی جا رہی ہے۔ بے رحم شقی القلب خودساختہ مقنن نے اس کے آغاز کی تاریخ بھی دے دی ہے اور آپ جانتے ہیں یہ آغاز جہاں یہ سقوط بغداد سے کرنا چاہتے ہیں وہیں انہوں نے تاریخ بھی فروری ہی کی رکھی ہے

یقیناً بش یہاں ہلاکوخان بن کران علاقوں میں ایک بار پھر وہی تاریخ دھرانا چاہتا ہے ''جس شہر کے حسن ورعنائیوں کے قصے ساری دنیا میں مشہور تھے کچھ عرصہ ایسا لگا جیسے وہ شہر دنیا میں ہے ہی نہیں۔'' (نیو ورلڈ آرڈر ص 41)

آج پھر ڈینی سن کے الفاظ میں وہ عظیم تمدن جس کی تعمیر میں ڈیڑھ ہزار سال لگے تھے انتشار و بربادی کے کنارے آ لگا ہے انسان پر وحشت و بربریت کی حیوانی سطح سے گر چکا ہے آج پھر دنیا کو ایک نئے نظام حیات وحکومت کی ضرورت ہے لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ قدیم وجدید تصویبات وروایات میں رمق ہو کہ نہ ہو اسلامی نظام حیات آج بھی زندہ اور زندگی کے ہر پہلو ہر حوالے سے انسان کی مدد کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام اوسط اور مسلمان امت وسط ہیں جیسے ہر چیز کا درمیان حصہ بہترین ہوتا ہے یونہی اس قوم کے عقائد احکام' نظام اخلاق وسیاست اور اقتصاد ومعاشرت میں توازن وموزونیت ہے۔ جب تک مسلمانوں کو ان کا پاس تھا یہ احکام کامیابی کی منہ بولتی تصویر تھے یہ احکام آج بھی وہی ہیں صرف ہماری بے عملی ان کی پرواز میں رکاوٹ بن گئی ہے۔

رحمانی نظام عالم

حق شناس حیران ہیں کہ آخر مسلمان ہی زیر عتاب کیوں۔ منگول زبان میں صورتحال ''کفر کی یلغار کے سامنے اس جماعت کی ہمہ پہلو شکست اس نظریے کے ناقص ہونے کا واضح ثبوت ہی تو ہے'' لیکن اول تو منگول قول وفعل حتمی ثابت نہیں ہوا۔ دوم تاریخ میں ایک نظر مسلمانوں سے پہلے دنیا کی واحد بیک وقت حکمت' حکومت دولت اور نبوت سے بہرہ ور قوم بنی اسرائیل پر ڈالئے ان کی چار ہزار سالہ تاریخ سے زیادہ دہشتناک والمناک تاریخ شاید ہی کسی قوم کی ہو اور اس کی وجہ فرمان الٰہی کے مطابق یہ تھی کہ

...''جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں اس سے بھی بری مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (الجمعۃ 5)

بعد بنی اسرائیل وارثان کتاب وحکمت ''تبلیغ وتعمیر عالم کے بھی ذمہ دار قرار پائے لیکن آج ان کی جاہلانہ' احمقانہ اور کافرانہ تقلیدی روش کے باعث بدترین حالت کو دیکھ کر لوگ انہیں گدھا کہتے اور ان کی بدعملی کے باعث منبع علم وعرفان اسلام سے متنفر ہو کر دور ہی سے سات سلام کر دیتے ہیں۔ کیا اس کی وجہ بھی وہی مذکورہ بالا ہی نہیں '' زیادہ بری مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

کاش ہم اپنی حالت زار پر غور کریں۔ رحمانی نظام کی کھلی خلاف ورزی کر کے ہم جس عروج واعزاز کی توقع رکھتے ہیں اس سے چونکیں۔ اگر ہم اپنے اسلام کی طرح احکام الٰہی کی اطاعت کرتے جنہوں نے کم ترین خرچ ووقت میں کامیاب زندگی کا بہترین تجربہ کیا تو نہ صرف ان کی طرح مادی وروحانی برکات سے مالا مال ہوتے بلکہ دوسری گم کردہ راہ قوموں کے لئے بھی مثال بن کر تبلیغ دین میں حصہ دار بنتے۔ یعنی ہم خرما وہم ثواب۔ اطاعت وتبلیغ کا ثواب تو ملتا ہی قوم کی عددی نفری بڑھتی اور کافر کم، کفر کی دشمنی کمزور پڑتی۔ مخالفین اسلام خصوصاً صلیبی مشنریاں اسی اسلامی حکم کو ہائی جیک کر کے فائدہ اٹھا رہی ہیں ہم واقعی بڑے ظالم

ہیں لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارا ظلم ہمارے ہی خلاف ہے کیونکہ ہم جتنا خدا سے دور اور شیطانوں سے قریب ہو رہے ہیں اللہ کی ہدایت کے لئے نااہل قرار پا رہے ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ تھا ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو حیرت زدہ صحابہ کرامؓ کا سوال تھا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد کی بات تو سمجھ میں آ گئی ظالم کی مدد کیسے کریں؟'' ظالم کا ہاتھ روک کر۔ یہ ہاتھ روکنا ہی جہاد ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ تلوار یعنی اسلحہ' زبان یعنی تحریر و تقریر اور دل کا جہاد اور یہ کمزور ترین جہاد تھا موجودہ صورتحال تینوں قسموں کی متقاضی ہے جب کہ طاقتور کافر میڈیا و مداخلت کے باعث مسلمان اس کمزور ترین جہاد کے بھی اہل نہیں رہے۔ جس کی وجہ سے صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ۔ کفر بے حد متنفر و مجتمع اور اسلام حد درجہ خائف و پابند ہے۔ ڈیڑھ دو لاکھ کی جدید ترین کیل کانٹے' ایٹمی و آتشیں ہتھیاروں سے لیس کافر فوج اس ملک کی بربادی کا تہیہ کیے بیٹھی ہے جس کا چپہ چپہ انبیاء کرام کے قدم و آواز کا امیں، جس کے چپے چپے کو وہ چیکنگ کے بہانے چیک اور کامیاب حملے کے لئے مطلوب معلومات حاصل کر چکے یہی نہیں کہ عالم اسلام کی دلہن اس علاقے کو بنی اسرائیل دوسری بار دنیا کے نقشے سے گم کرنے کا عزم رکھتے ہیں بلکہ عراق کے بعد ایران اور پاکستان تا کہ چین کی دیوار ڈھا کر یاجوج (ہندو۔ روس) ماجوج (یہود و نصاریٰ) مل کر امن کی فاختہ کو ذبح کر کے شیطان کی فتح کا جشن منائیں۔

بلا مبالغہ آج دنیا میں صیہونی ارباب دانش کے وثیقے نامی متفقہ بلیو پرنٹ کا ایک ایک حرف لاگو ہے۔ اتحاد' تنظیم اور سرمایہ بذریعہ پروپیگنڈا کی بنیاد پر طے پانے اور ساری دنیا پر حاکم مطلق کے منصوبے کی تفصیلات جگہ کی کمی کے باعث شامل نہیں کر سکتی ورنہ آپ دیکھتے کہ ہم مسلمان جو صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم و سنت پر عمل کے ذمہ دار ہیں آج ان پروٹوکولز کے ایک ایک حرف پر فرض سمجھ کر عمل کر رہے ہیں۔ عرف عام میں اسے یہودیوں کا خفیہ ڈرامہ خیال کیا جاتا ہے لیکن میں اسے آج ڈیڑھ ہزار سال قبل کے یثربی ڈرامے کاری کا سٹ سمجھتی ہوں جب اوس و خزرج کو آپس میں لڑوا مرا کو خود کو ناقابل تسخیر طے کر لینے والے یہودی قبائل بن ابی کی بادشاہت کا بندوبست کر رہے تھے لیکن بزعم خود بڑے طاقتور ہو کر بھی انہیں خدائی پذیرائی نہیں تھی۔ چنانچہ آگے پیچھے خونخوار دشمنوں کے نرغے میں اللہ کی جماعت کے چند مخلص نفوس نے اس ملعونی حکومت کا خاتمہ کر کے ایک نیا عالمی نظام تشکیل دے دیا جو انسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد نمونہ ہے۔

محمد غزالی کے الفاظ میں یہاں طے پانے والا بھائی چارہ اس لئے تھا کہ جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں' حمیت و غیرت جو کچھ ہو خدا کے لئے ہو رنگ و نسل اور وطنی امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی و پستی کا معیار انسانیت و تقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو اصل میں یہ بیرونی مسائل سے نبٹنے سے پہلے گھر کو محفوظ و مضبوط بنانے کی شاندار مثال تھی۔ نبی رحمت ﷺ ایک نووارد پناہ گزیں جو اپنوں کی خوفناک بیوفائی اور مظالم کا تیرہ سالہ تجربہ رکھتے تھے لیکن اس تجربے نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو بڑی روح پرور تعلیم و تربیت بھی بہم پہنچائی تھی۔ چنانچہ یہ میثاق محض کھوکھلے الفاظ کا مجموعہ نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نے اسے ایسا نافذ العمل عہد و پیماں قرار دیا جو خون و مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی بے نتیجہ لفاظی' سلامی یا مبارکباد نہ تھی بلکہ اس بھائی چارے کے ساتھ ایثار و غمگساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے اور حق تو یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ ایک نادر حکمت حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش تمام

مسائل کا بہترین حل تھا جس نے معاشرے کو بڑے نادر و تابناک کارناموں سے بھر دیا تھا۔

اندرونی کے ساتھ بیرونی مسائل کا حل بھی اسی میثاق کی ایک صورت تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک اور عہد و پیماں کے ذریعے ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھا کر دور جاہلیت کے رسوم و رواج کے لئے کوئی گنجائش نہ چھوڑی اور مسلمان ہی نہیں علاقے کے تمام قوموں کے لئے بڑی رواداری و کشادہ دلی سے ایسے قوانین مسنون فرمایئے جن کا اس تعصب وغلو پسندی سے بھری دنیا میں کوئی تصور نہیں تھا۔ یہ شہری مملکت کے لئے پہلا تحریر دستور خوش قسمتی سے لفظ بلفظ محفوظ ہے اور سیاست دانوں کے لئے مملکت کے قیام کے بعد دستور مرتب کرنے کی روشن مثال ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ امی ہیں لیکن دنیا کو ایک ایسا دستور عطا فرما رہے ہیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کیا یہ مثالی تاریخ ساز انقلاب آفریں اور جاوداں دستور ہی آپ کی بے داغ نبوت و رسالت کا نا قابل تردید ثبوت نہیں؟ کیا نبی کریم ﷺ کی اس معاہدے میں حاکم و حکم جیسی حیثیت عیار و شاطر دشمن اور ماہر سیاستدان یہودیوں پر بہت بڑی فتح نہیں؟ کیا یثرب کے مختلف عقائد مذاہب' قبائل اور جماعتی وابستگیاں رکھنے والوں کو انسانی مقاصد کی خاطر ایک نظام پر متحد کر دینے والی یہ دستاویز آج دنیا کی عالمی حکومت کے تصور کی طرف پیش قدمی نہیں کر رہی؟ جیسے ہر قوم کے حقوق کے تحفظ' اجتماعی امن اور ہمہ جہت ترقی کے مسائل کے حل کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیا دستاویز میں یہودیوں کا رسول اللہ ﷺ کے سیاسی اقتدار کو ماننا ہر اختلاف میں آپ کے فیصلے کو آخری تسلیم کر لینا اور شہر کو حرم مان لینا ایک بڑا سیاسی کارنامہ نہیں تھا؟ (سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ جلد دوم خلاصہ ص 162-158)

نیا نظام عالم اور امت مسلمہ

آج دنیا بھر کے مسلمان مہاجرین مکہ جیسی صورتحال سے دوچار ہیں۔ اس فرق کے ساتھ کے وہ مالی تنگدست محدود جماعت اور یہ روحانی کنگال کثیر مجمع ہے آج پھر " دنیا کو ایک حاکم اعلیٰ کی ضرورت ہے اور یہ ہمارے ہی لیے ہے جو خدا کے منتخب بندے ہیں" (نیو ورلڈ آرڈر ص 196) کے مطابق امریکی ابن ابی کا تاج شاہی تیار ہو رہا ہے۔ آج پھر پینی یورپی صلیبی جنگجوؤں کی تقلید میں پوری دنیا کو عیسائی بنانے کے لئے مسلمان خون کے بہنے کی تیاری ہو رہی ہیں۔ آج پھر کفر بڑا خونخوار' طاقتور اور مکمل تیار جب کہ مسلمان بڑا پابند' مایوس اور منتشر ہے آج مسلمان بہت بڑی اقتصادی و افرادی قوت ہو کر بھی اسی صورتحال سے دوچار ہیں جو نو مسلم سرداوراں غلاموں کی مکہ میں تھی۔ حالانکہ انہیں لڑنے کا نہیں برداشت کا حکم تھا اور انہیں " تم پر فرض کیا گیا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے" (البقرہ 216) ان حالات میں درج بالا میثاق اور اس کی وجہ سے حاصل شدہ کامیابیوں کے بارے میں سوچا جا سکتا تھا نہ اسلام و عالم میں سدھار کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ لیکن

لیکن بحکم الہٰی جیسے پیغمبر اسلام ﷺ نے مکہ کے پرآشوب حالات میں بھی مسلمانوں کی بہترین تعلیم و تربیت فرمائی جسے بعد کے اس سے بھی خونچکاں حالات بھلایا نہ جا سکا اس بہترین تعلیم نے ہی وہ قد آور شخصیات پیدا کی تھیں جو مذکورہ مثالی معاہدے میں سرور کائنات ﷺ کی پیٹھ پیچھے یہودیوں کو نظر آ رہی تھیں اور یہی لوگ بعد میں اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کا باعث بنے تھے۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں شراکت سے پہلے اپنی حیات و حکومت قائم رکھنے کے لئے امت مسلمہ کو آج پھر

انہیں بنیادوں پر اسی پر مغز ابتدائی ذہنی جسمانی' روحانی اور جذباتی ومعاشرتی تربیت کی ضرورت ہے۔

ملک وقوم کو قرض دہندہ ممالک کی تقلید وتادیب سے بچنے کے لئے ہجری طریق کار پر عمل درکار ہے۔ بدترین حالات اور یہودی سودی قرضوں کی بھیڑ میں مہاجرین مکہ کی مثال پر اگر شاہی اثاثے لٹوانے والا ایران عمل کرسکتا ہے تو اسلام کے لئے بنا پاکستان کیوں نہیں؟ اسلاف کی تقلید کی بجائے اپنی عیاشی کی خاطر اغیار کے بے دام غلام بننا سراسر منافقت ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر یہود ونصاریٰ کی طرف جاتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے'' (المائدہ 52)

دنیا مختلف بلاکوں میں بٹی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا امریکہ اسے مسلم وغیر مسلم میں تقسیم کر کے خود شاہ تمام بننے کے چکر میں ہے جب کہ مسلم ممالک حکم الٰہی اور سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے یہود ونصاریٰ سے بچنے کی بجائے سطحی مفادات کی خاطر انہی پر بھروسہ کر اور مر رہے ہیں۔ تاریخ قریب وبعید گواہ ہے کہ غیر مسلم طاقتوں نے وقت پڑنے پر مسلمان ممالک کی کبھی مدد نہیں کی اور یہ فرمان الٰہی پر عمل نہ کرنے کی سزا ہے۔

''مومن مومنوں کو چھوڑ کا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جس نے یہ کام کیا پس (اس کا) اللہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ البتہ اس حالت میں کہ تم ان سے اپنا بچاؤ چاہو'' (آل عمران 28) یہ آیت اسلامی ممالک کی خارجہ پالیسی مرتب کرتی ہے تفسیر قرطبی کے مطابق مسلم ممالک کو اپنے اہم امور میں کفار سے مشورہ یا اپنے ضروری کام ان کے سپرد کرنا درست نہیں۔ یہ حقیقتاً ذہنی غلامی ہے جسے غیرت اسلام گوارا نہیں کرتی اور اگر کوئی مسلم حکومت دوسرے مسلم ملک کے خلاف کسی غیر مسلم ملک کی مدد کرے تو اصل میں وہ اپنی جڑیں کھوکھلی کرتا ہے۔ اندلس وانڈیا کی مسلم ریاستوں کی بربادی اس کا ثبوت ہے تفسیر المنار نے یہ حقیقت یوں بیان کی ہے'' کفار سے ایسی دوستی جس سے تیرے دین کی رسوائی یا تیرے دینی بھائیوں کو اذیت یا ان کے وقار ومفاد کو نقصان پہنچے، ممنوع ہے'' البتہ غیر مسلم حکومتوں سے تجارت انسانی فلاح وبہبود اور عالمی امن میں تعاون مشترکہ دشمن کے خلاف فوجی پیکٹ ممنوع نہیں۔ (ضیا القرآن جلد 1 ص 220) اور اس حوالے سے واضح اسلام کی بیخ کنی پر کمربستہ ملعون قوموں کی بجائے نسبتاً امن پسند اقوام جیسے چین' جاپان' کوریا' روس واسلامی ریاستوں کا بلاک بننے میں مدد دی جائے پھر ان قوموں کی تہذیب وتعلیم اپنے اوپر لادنے کے بجائے اپنے کردار وعمل اور میڈیا کے ذریعے ان کی اسلام کی طرف رہنمائی کی جائے تو قوت اسلام میں اضافہ بھی ہوگا اور کفر کی شدت ومخالفت میں بھی کم ہوگی۔

الحمد للہ، پاکستانی سیارے پاک سیٹ ون نے کام شروع کر دیا ہے۔ صدر پاکستان کے مطابق اس سے تعلیمی چینلز کے ذریعے قوم کو مفت تعلیم دی جائے گی اس سے ٹیکنالوجی کے میدان میں نئی کامیابیاں حاصل ہوں گی اور ملک کے ساتھ اسے پوری ملت اسلامیہ کے تعلیمی مرکز کے طور پر استعمال کر کے پاکستان کے صحیح تصور کو بھی اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ صدر پاکستان کے الفاظ'' جب نیت صاف ہو اور قومی خدمت کا جذبہ بھی موجود ہو تو اللہ بھی ضرور مدد کرتا ہے'' (خبریں روزنامہ 03-1-26) کو اگر اللہ کے اپنے حکم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ (البقرہ 208) کی شرط کے ساتھ جدید مفید علوم فنون کی تحصیل کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ خدائی مدد اور ترقی یقیناً زیادہ ہوگی۔

تعلیم آج تربیت کے بجائے ترغیب و تبلیغ پر عمل پیرا ہے اور یہ ترغب و تبلیغ قطعی غیر اسلامی بالکل صیہونی منصوبہ بندی کے مطابق ہے۔ضروری ہے کہ جیسے یثربی یہود کے غلبے کے باوجود مدینۃ النبی ﷺ میں مکمل اسلامی تعلیم کو فروغ ملا ویسے پاکستان کی تعلیم وتفریح مغربی کی بجائے اسلامی نقطہ نظر سے ہو۔ یہ تعلیم ہر مرد وزن پر فرض تو ہے لیکن پوری قوم کا ڈگری یافتہ ہونا کیوں ضروری ہے؟ ضرورت تو شعور کی ہے جس کے لئے قریہ قریہ شہر شہر یونیورسٹیاں کھولنے کی بجائے میڈیا کے جن کی مدد لی جاسکتی ہے۔

آج میڈیا والدین اور اساتذہ سے زیادہ موثر و معتبر قرار پایا ہے لیکن یہ ہے کیا؟ ہذ ماسٹرز وائس اس ماسٹر کی آواز جو تخریب و تکفیر وتر دید حق اور تشہیر و تبلیغ و ترغیب کفر و خباثت کا چیمپئن ہے۔ عیاشی' فحاشی اور ہوس زر پر اکسانا جس کا فرض منصبی ہے۔ اس خوبی کی بدولت کبھی اس کی پہچان کتا تھی آج کل اس نجس جانور کو مسلمان خود رکھتے پالتے اس پر اعتبار کرتے بلکہ محبت فرماتے ہیں۔ضروری ہے کہ مسلم ممالک میں اس نجس کا فرماسٹر کی بجائے مسلم معلم آواز کا بندوبست کیا جائے جوامت مسلمہ کے ساتھ ساتھ غیر مسلم دنیا کے لئے بھی باعث نجات ہو۔ یہ اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری عوام و عالم کا حق ہے۔

نظام عالم پر نظر سے پہلے نظام مملکت کی فکر ضروری ہے جو عوام کی ہمہ پہلو تربیت و اصلاح کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ خوش حال وخوش اطوار عوام ہی ملک و قوم کے مخالفین کا مقابلہ کرتے ہیں جب کہ غربت و جہالت تو فرمانی نبوی ﷺ کے مطابق کفر تک یا کافر کی تخریب میں مددگار بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ قدیم وجدید مسلم حکمرانوں کا کردار ملک وملت کی حالت زار اور قومی ترقی و تنزلی آپ کے سامنے ہے۔ در علم داماد رسول ﷺ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے علم و عقل کا کوئی شمار نہیں پھر آپ کا نظام حکومت سابقہ خلفاء کی نسبت ناکام کیوں؟ فرمایا''اس لیے کہ ان کے مشیر ہم تھے اور ہمارے تم لوگ'' واضح ہوا کہ اچھی حکومت اور نظام عالم میں حصہ داری کے لئے عالم' فاضل قابل وزیر و مشیر ضروری ہے۔اسلامی ممالک میں ان کی تعلیم و تربیت ملکی وملی بنیادوں پر ہونی چاہیے قوم کی تقدیر کا مالک بننے والے یہ لوگ نہ تو غیر مسلم ملکوں اداروں کے تعلیم یافتہ ہوں نہ انہیں نسلی' قبائلی' علاقائی' مذہبی حوالے سے ڈیڑھ اینٹ کی مساجد کھڑی کرنے کی اجازت ہو۔فرقوں کو رنگا رنگ پھولوں کا گلدستہ کہہ کر تفریق کی دلکشی و گنجائش پیدا کرنا احکام الہی اور سنت نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔ اختلافی مسائل سر پھٹول اور جگ ہنسائی کی بجائے مشاورتی طور پر حل ہوں اور ارکان اسمبلی کو دوران کار ریفریشر کورسز کروائے جاتے رہیں تا کہ انہیں کام کی نوعیت اور ضمیر کی آواز کا احساس رہے۔

آج اہل اسلام ایمان' اتحاد اور تنظیم کی کمی کے باعث مار کھا رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کافروں سے نہیں ان کے کفر سے نفرت فرماتے تھے اور اسے ختم کرنا چاہتے تھے ہم ان پر ان کے کفر سمیت اپنے اپنے ہم مذہبوں یہاں تک کہ خدا اور رسول ﷺ سے بھی زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ آج امت مسلمہ کو نئے عالمی نظام کی تشکیل میں انفرادی و اجتماعی طور پر اپنا کردار منظم' متحد اور موثر مومن کا ادا کرنا ہے تا کہ اسلام دشمن انہیں مسکین و مجبور نہیں زندہ اور مزاحم قوم کے طور پر تسلیم کرلیں جو اپنا حق مانگتی نہیں چھیننے کی سکت رکھتی ہے الحمد اللہ پاکستان تعمیر وتخلیق کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں۔اب ہمارا ٹارگٹ ویٹو پاور کا حصول ہونا چاہیے جو ملک کو واقعی اسلام کا قلعہ بنا دے تبھی ہم اس گندے غلیظ گاؤں میں عزت سے زندہ رہ اور کمزوروں کو زندہ رہنے میں مدد دے سکتے ہیں اور اس کے لئے ہمیں ترقی یافتہ کفر کی نقل کے بجائے سیرت نبوی ﷺ کی تقلید کی عقل کرنا ہوگی۔ یاد کیجئے احد و حنین وغیرہ کے

واقعات' صحابہ کرامؓ نے جہاں اپنی عقل پر اعتبار یا فرمان نبوی ﷺ سے لاپرواہی کی انفرادی واجتماعی نقصان اٹھایا۔ سیرت وسنت نبوی ﷺ آج بھی ہماری مشعل راہ ہے لیکن ہماری کارکردگی بھی شرط یہی ہماری ترقی کا راز' یہی ہماری زندگی کا جواز اور یہی تجربہ شدہ دنیا کا کامیاب ترین طریقہ حیات وحکومت ہے......آزمائش شرط ہے

آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ ﷺ است

کتابیات

1- احسان شوق' چنگیز سے بابر تک شاہد پبلشرز چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور' سال اشاعت جون 1993ء

2- امجد حیات ملک' نیو ورلڈ آرڈر' نیو چوبرجی پارک' چوبرجی لاہور' 1996ء

3- ایم اشرف ڈاکٹر' سکندر اعظم' مکتبہ القریش اردو بازار لاہور' 1993

4- جنگ لاہور' ''خبریں'' لاہور ڈاک' گجرات (روزنامے)

5- عبدالخالق ڈاکٹر' یوسف شیدائی پروفیسر' عزیز پبلشرز چوک اردو بازار لاہور' 1984ء (مسلم فلسفہ)

6- عبدالمصطفیٰ اعظمی علامہ' رومی پبلی کیشنز لاہور' سال نداورد (سیرت مصطفیٰ ﷺ)

7- سعید اختر پروفیسر' غیر فانی تہذیب مکتبہ کارواں کچہری روڈ لاہور' سال ندارد

8- صفی الرحمٰن مبارکپوری مولانا' الرحیق المختوم' المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ' لاہور ستمبر 1998ء

9- محمد صدیق قریشی پروفیسر' رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ' قنطار پبلی کیشنز نیا محلہ روڈ جہلم 1978ء

10- محمد کرم شاہ الازہری پیر' ضیاء القرآن' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' 1995ء

11- مصباح الدین شاہ شاہ' سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ کراچی' جون 1992ء

12- نذر محمد چوہدری' احکام القرآن' شروس انڈسٹریز گلبرگ لاہور' 1983ء

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔تعلیمات نبوی ؐ کی روشنی میں

ڈاکٹر شازیہ شاہین قیصرانی۔کوئٹہ

''نیا عالمی نظام'' یا "New World Order" ایک ایسا سہ حرفی لفظ ہے جس نے آج دنیا کے تمام ممالک کے لئے سوچ کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ کچھ ممالک اسے تمام دنیا کے لئے ''بہترین، مفید اور محفوظ'' قرار دیتے ہیں جبکہ کچھ کے نزدیک یہ ایک ملک ہی کے لئے فائدہ مند ہے جو اس کا خالق بھی ہے۔

سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ ''نیا عالمی نظام'' کیا ہے۔ ''نیا عالمی نظام'' دراصل ''صدر امریکہ جارج بش'' اور ان کی انتظامیہ (جسے ہم Think Tank بھی کہہ سکتے ہیں) کا 1990ء میں پیش کردہ ایک ایسا سیاسی، دفاعی اور معاشی نظریہ یا نظام ہے جس کے تحت تمام ممالک عالمگیریت (Globalization) کے عقیدے کے تحت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور اس نظام کے تحت یہ سب ممالک سب علاقائی اور ملکی تنازعات کو حل کرنے، اپنے ملکوں میں جمہوریت کے قیام، نیوکلیئر ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روکنے اور بنیادی انسانی حقوق کی بحالی اور احترام کے ذمہ دار ہیں تاکہ تمام دنیا میں امن، خوشحالی اور استحکام کا دور دورہ ہو سکے۔

اب اس عالمی نظام کے بارے میں بش انتظامیہ کی رائے تو یہ ہے کہ یہ نظام دنیا میں خلیج کی جنگ جیسی صورتحال پیدا ہونے کو روکنے کے لئے ممد و معاون ثابت ہوگا۔ (واضح رہے کہ نیا عالمی نظام صدر جارج بش (سینئر) نے 1990ء میں کویت پر عراقی قبضہ کے بعد پیش کیا تھا)

ان کے بقول اس عالمی نظام کے تین بڑے مقاصد ہیں

1- جمہوریت کا قیام

2- دنیا میں معاشی استحکام اور عالمی معاشی منڈیوں کا قیام

3- انسانی حقوق کی بحالی اور نیوکلیئر ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روک کر کے دنیا میں امن و استحکام کی فضا پیدا کرنا۔

جبکہ دوسری طرف دنیا کے دوسرے ممالک بالعموم اور مسلمان ممالک بالخصوص اس نظام کے بارے میں کئی تحفظات کا شکار ہیں۔

ان کے بقول اس نظام کی Implementation کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں

1- تیل کے کنوؤں پر قبضہ (واضح رہے کہ تیل کا بڑا حصہ اسلامی دنیا کی ملکیت ہے)

2- اسلام کے پھیلاؤ کو روکنا اور اسلامی تہذیب کو کچل دینا اس سے پہلے کہ اسلام جیسی ہمہ گیر صفات کی حامل تہذیب عیسائی اور یہودی تہذیب کو کچھ دے۔

3- تمام دنیا میں صرف ایک سپر پاور کا قیام عمل میں لانا

4- امریکی اسلحے کی فروخت اور اس کے لئے نئی عالمی معاشی منڈیوں کی تلاش

5- اسرائیل کا تحفظ

اب اس سوچ کے پس پردہ عوامل کیا ہیں وہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ لیکن یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ جن حالات میں یہ عالمی نظام تشکیل دیا گیا اور اب جس صورتحال کا سہارا لے کر یہ مزید تشکیل پا رہا ہے اس کا ارتکاز اور بہاؤ تمام کا تمام عالم اسلام کی طرف محسوس ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ عالم اسلام اغیار کے نرغے میں ہے۔

11 ستمبر کے المناک واقعے کا سہارا لے کر جس طرح بغیر ثبوت اور کسی فریق کو صفائی کا موقع دیئے بغیر افغانستان پر حملہ کیا گیا اور وہاں جس طرح شادی کی تقریب پر بم برسا کر ''دہشت گردی اور القاعدہ کے اراکین'' کو ختم کرنے کی فخریہ کوشش کی گئی وہ عالمی دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

کشمیر میں اسی نظام کا سہارا لے کر بھارت ''دہشت گردی'' بلکہ ''سرحد پار دہشت گردی'' کی رٹ لگا کر کشمیری مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے۔

فلسطین میں اسرائیل نے ظلم و بربریت کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کی پشت پناہی بھی یہی عالمی نظام کر رہا ہے جس کے مطابق ''دہشت گردی یا Terrorism'' اور ''تحریک آزادی Freedom Movement'' میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اور ان سب کے بعد اب عراق جس پر اس وقت حملے کی تیاریاں شروع ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے قریب فوج عراق پر حملے کے لئے تیار کرلی گئی ہے۔ خلیج کے پانیوں میں امریکی بحری بیڑوں کا قافلہ پہنچ چکا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ امریکہ اور اس کے حلیف اتحادی ممالک نے ایک ایک کر کے مسلمان ممالک کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے اور اس کا مقصد ''عالمی امن کا حصول'' کم اور ''اسلامی ممالک اور مسلمانوں کا خاتمہ'' زیادہ لگتا ہے۔ نہیں معلوم کہ نئے عالمی نظام کی بساط پر کھیلے جانے والی ''دہشت گردی کے خلاف یہ جنگ''، کشمیر، فلسطین اور عراق میں کیا گل کھلائے گی، اس کا اگلا ہدف کون ہوگا اور اس کا خاتمہ کہاں تک یا اس کی تکمیل کب تک ہوگی؟ کیوں کہ اب تو انڈونیشیاء، سوڈان اور مصر کو بھی امن و استحکام کے لئے خطرہ قرار دیا جا چکا ہے۔

یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے اور اسلامی دنیا کے لئے بھی یہ ایک لمحہ فکریہ ہونا چاہیئے کہ ''شمالی کوریا'' اور ''عراق'' کے بارے میں ایک ہی ملک کی پالیسی میں اتنا تضاد کیوں، شمالی کوریا کے مسئلے کا حل مذاکرات کی میز پر اور عراق کے مسئلے کا حل جنگ کی صورت میں؟

ہمیں یہاں اس سے غرض نہیں کہ عراق کے حکمرانوں نے کیا غلطیاں کیں اور کس طرح اسلامی ممالک آپس میں دست و گریباں ہوئے یا کروائے گئے مگر اس سے غرض ضرور ہونی چاہیئے کہ آخر سلامتی کونسل اس تضاد کا نوٹس کیوں نہیں لیتی۔ اسلامی ممالک کو پابندیوں کی دھمکیاں بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔

پاکستان نے افغانستان کے خلاف امریکہ کی جنگ میں (بحالتِ مجبوری یا کوئی بھی وجہ رہی ہو) امریکہ کو ہر ممکن تعاون اور امداد فراہم کی۔ مگر کام ختم ہونے کے بعد یا دوسرے الفاظ میں مطلب نکل جانے کے بعد پاکستان کو بھی دہشت گرد ممالک کی

صف میں شامل کرنے کی تیاریاں شروع ہیں۔ بیرون ممالک مقیم پاکستانیوں کے ساتھ اہانت آمیز سلوک اسی سلسلے کی ایک کڑی سمجھا جاسکتا ہے۔

اس صورتحال میں ''نیا عالمی نظام'' عالم اسلام کے لئے لٹکتی ہوئی تلوار ثابت ہورہا ہے اور تمام عالم اسلام کے لئے سوچ کے نئے دروازے وا ہورہے ہیں۔

اس صورتحال میں امت مسلمہ پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اس ضمن میں رسول اکرمؐ کی تعلیمات کیا ہیں؟ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہادی برحق، محسنِ انسانیت، سید انس و جاں فخرِ موجودات، فخر کائنات حضرت محمدؐ کی تعلیمات رہتی دنیا تک ہمارے لئے رہنما ہیں۔

فکری اور عملی اصلاح

(توحید خالص)

توحید خالص ریاضی کے فارمولے کی طرح اللہ کو ایک مان لینا نہیں بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح سب کچھ چھوڑ کر اسی ایک ذات کا بن کر رہنا ہے جس میں رہبانیت کا نہیں عبودیت کا رنگ ہو۔ اور یہی وہ بندگی اور عبودیت کا رنگ ہے جو آنحضورﷺ کی ذاتِ گرامی کا خاصہ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب ہے۔ یہی اس کے ہاں مقبول ہے۔ ہم اللہ کو ایک مانیں اور ہم پر یہ رنگ نہ چڑھے تو اس سے بڑھ کر ہماری حرماں نصیبی کیا ہوسکتی ہے اور جو حرماں نصیبی ہمارا مقدر بن گئی ہے اس کا سبب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ ''استخلاف فی الارض'' کا وعدہ ہے، غلبہ دین کا وعدہ ہے، خوف سے نجات اور امن سے ہم کنار کرنے کا وعدہ ہے مگر یہ سب وعدے اس شرط کے ساتھ مشروط ہیں کہ ہم اللہ کے ایسے بندے بن جائیں کہ بندگی اور کسی کے لئے نہ ہو۔

سورہ نور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

یعبدو ننی لایشر کون بی شیئاً . (النور 55:24)

مشرق سے مغرب تک نظر دوڑا کر دیکھ لیجئے کہ کیا امتِ مسلمہ میں کوئی رنگ ایسا ہے جو غیر مسلموں اور مشرکوں کے رنگ سے مختلف ہو۔ ہمارے دل بے شمار ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر ٹکڑے میں الگ معبود ہے۔ نماز میں تو ہم قبلہ رو کھڑے ہوتے ہیں مگر زندگی میں تو انہی کی طرح ہمارے بہت سے قبلے ہیں جو ہماری توجہات اور وابستگیوں کا مرکز ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے زندگی، موت امیری، غریبی، آزادی، غلامی سب مادی واسطوں سے وابستہ کردی ہے۔ حالانکہ بقولِ اقبال

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اسی ضمن میں آنحضورؐ کی حدیث ہے۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے اہلِ بیت کے لئے دعا کی تو حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور گھرانے کے دوسرے افراد کا ذکر کیا۔ حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ میں بھی آپؐ کے گھرانے میں شامل ہوں (یعنی مجھے بھی اس سعادت سے نوازا ہے کہ آپؐ کے گھرانے میں شامل ہوجاؤں) آپؐ نے فرمایا

"ہاں بشرطیکہ کسی بادشاہ کے دروازے پر کھڑے نہ ہو جاؤ اور کسی امیر کے پاس سائل بن کر نہ جاؤ"۔ (طبرانی)

تو گویا آج جس دورِ غلامی سے ہم گزر رہے ہیں اور جس طرح مغربی آقاؤں کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہیں اس سے ہم کتنے عقیدہ توحید پر قائم ہیں اور کتنے نبی اکرمؐ کے اسوہ حسنہ پر عمل کر رہے ہیں؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ صرف خدائے باری تعالیٰ پر یقین کامل رکھا جائے۔ اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کیا جائے تاکہ امت مسلمہ دوبارہ وہی سنہری دور حاصل کر سکے جس کا اس سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

عالم اسلام میں اتحاد، بھائی چارہ اور یگانگت کا احیاء

فرد ہو، قوم ہو یا ملت اپنے اخلاق اور اعمال ہی کے ذریعے بلندی یا پستی سے ہم کنار ہوتی ہے اور اسی طرح کا واضح اشارہ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان اللہ لا یغیروا مَا بقوم حتیٰ یغیر واَما بانفسھم۔ (الرعد 11:13)

؎ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا
جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی

امتِ مسلمہ کے حال پر نظر ڈالئے یا پاکستان کے پچھلے نصف صدی کے شب و روز کا تجزیہ کیجئے تو صاف نظر آتا ہے کہ بیرونی دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کو اگر کھل کھیلنے کا موقع ملا ہے تو وہ امت مسلمہ کی اندرونی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ پھر سے متحد ہو۔

؎ نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

نہ جانے کیوں عالم اسلام حد بندیوں میں جکڑ کر رہ گیا ہے۔ ہر اسلامی ملک نے اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنا رکھی ہے۔ حالانکہ دین اسلام تو بقولِ حضرت اقبالؒ

؎ اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

اور آج امت کے جسد پر ایک گہرا گھاؤ "وحدتِ ملت" کی کمی کا ہے۔ کبھی یہ ایک تھی اور اب مختلف اقوام کا مجموعہ بن چکی ہے۔ جو الگ الگ گروہوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ یہ گروہ محض متفرق مجموعہ ہی نہیں بلکہ بارہا عملاً ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جاتے ہیں اور اس طرح خود ایک دوسرے کے غیض و غضب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کی واضح مثالیں عراق ایران تنازعہ، عراق کویت جنگ ہیں۔

موجودہ عالمی نظام میں مختلف الخیال قومیں اپنے پرانے نسلی امتیازات، مذہبی لڑائیاں اور علاقائی جھگڑے کم سے کم کرنے پر کمر بستہ ہیں اور اس کی مثال متحدہ جرمنی کا قیام اور جنوبی اور شمالی کوریا کی ہیں۔ اغیار کی مشترکہ مصلحتوں کے باعث کھینچا

تائیوں کے ادوار کو بھلا کر مختلف اتحاد اور مشترکہ منڈیاں وجود میں آ رہی ہیں یہاں تک کہ ان کے باہم شیر و شکر ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ جبکہ اس امت منتشر کا حال یہ ہے کہ باہمی فرقے اور انتشار کا شکار ہے۔ ہم اس عالمی نظام کے تحت اپنے خلاف کی جانے والی سازشوں کا کامیابی سے مقابلہ نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم متحد اور متفق نہ ہوں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم خود کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم رکھیں اور آج کی دنیا کے بڑوں سے ٹکر لینے کی قابلیت کو بھی پالیں۔ اس کے لئے ان تمام ممالک کے اداروں کو باہم مل کر فضا تیار کرنا ہوگی جو تربیت انسان میں موثر کردار رکھتے ہوں جن میں مدرسہ، مسجد، اخبارات و رسائل، ٹیلی ویژن، ریڈیو اور فلم سب شامل ہیں۔ آج کے عالمی نظام میں ''اسلام اور مسلمانوں'' کو دہشت گرد ظاہر کرنے میں کامیاب کردار مغربی اور ہندوستانی میڈیا کا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مسلمان ممالک مشترکہ منصوبہ بندی کے تحت چلیں۔ اغیار ہمارے مقابلے کے لئے متحد ہیں۔ روس، اسرائیل، بھارت، امریکہ سب ایک دوسرے کے فطری حلیف ہیں۔ اور سب متحد ہیں اور ہم مسلمان جن کے لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان دیوار کی مانند ہیں جس ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔ فرمایا

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا (مشکوٰۃ المصابیح ص 422) (طبع کراچی)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا آپؐ نے

"تری المومنین فی تراحمھم و توادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی له سائرا لجسد بالسھر والحمیٰ." (مشکوٰۃ للصابیح ص 422)

یعنی کہ مسلمان ایک جسم واحد کی طرح ہیں کہ جسم کے ایک عضو میں اگر تکلیف ہو تو درد سارے جسم کو محسوس ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ تو عام مشاہدہ کی بات ہے کہ جس مکان یا دیوار کی اینٹیں باہم مربوط نہ ہوں تو لوگ وہ اینٹیں ہی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

اقبالؒ نے کہا تھا۔

کہیں فرقہ بندی اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

آج امت کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور فرقہ بندی کے ناگ پھنکار رہے ہیں۔

اتحاد و اتفاق کی اہمیت کا اندازہ آنحضورؐ کے اس ارشاد گرامی سے ہو سکتا ہے۔

"من ارادان یفرق امرھذه الامة وھی جمیع فاضربوه بالسیف کائنا ماکان". (مسلم کتاب الامارہ و القنعاء)

یعنی ''جو کوئی اس امت کے بندھے ہوئے رشتے کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کرلے تو اس کی تلوار سے خبر لو خواہ وہ کوئی ہو''

اور پھر اسی ملت واحدہ کا ثمر یہ ہوگا کہ ہم ایک متحدہ پلیٹ فارم کی صورت میں ایک ایسی نمائندہ موثر اور فعال تنظیم کا قیام عمل میں لا سکیں گے جو بااثر انداز میں عالم اسلام کی آواز دنیا تک پہنچا سکے اور مغرب جو زہریلا پروپیگنڈہ ہمارے خلاف کر رہا

ہے اس کا تدارک کرسکیں۔

تا کہ نئے عالمی نظام میں ہم اپنے مقام کا تعین بحیثیت ایک قوم اور ایک ملت کے کرواسکیں اور اسلام کو ''دہشت گرد مذہب'' نہیں بلکہ ایک پرُامن دین کے طور پر سامنے لاسکیں اور اسی سے ہم اپنی یہ بات بھی منوا سکتے ہیں کہ

''کشمیر اور فلسطین میں دہشت گردی نہیں جنگِ آزادی کی تحریک چل رہی ہے''۔

اسلامی تشخص کی بحالی

ہم مسلمانوں کو اپنے مقام اور مرتبے کا ادراک وتعین کرنا ہوگا۔ تا کہ معلوم ہو کہ ہمارا تعلق کس عظیم نظام حیات سے ہے۔ اس پرکار بند ہو کر ہم اپنی منفرد و ممتاز حیثیت کو دنیا بھر سے منوا سکتے ہیں۔ ہم غیروں کے تابع مہمل نہیں ہیں۔ اسلام ہماری شناخت اور تشخص ہے۔ ہم اول و آخر مسلمان اور اپنے رب کے مطیع ہیں۔ ہمیں اس کا دوٹوک اعلان کرنا ہوگا۔ اسی بناء پر ہم عالم جدید میں اپنی قائدانہ حیثیت کو تسلیم کروانے کی پوزیشن میں ہوں گے اور تبھی دوسری اقوام ہماری پیروی کریں گے اور ہمیں کسی کا اتباع کی ضرورت نہ رہے گی۔ ویسے بھی آنحضورﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

من تشبه بقوم فهو منه.   یعنی ''جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا''

اور اسلام ہی ہمارا تشخص، سیرتِ نبویؐ ہمارا مرکز و محور ہے۔ اس کو اقبالؒ نے کتنی خوبصورتی سے شعر کے پیرائے میں ڈھالا کہ

؎ خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

مرجع اسلام ہے بنیادی اسلامی تعلیمات پرعمل

امت مسلمہ کو اپنے اساسی مرجع کا تعین کرتے ہوئے اپنے احکامات وتعلیمات کو وہیں سے اخذ کرنے اور اپنی تہذیب و تمدن کو انہی بنیادوں پر استوار کرنے کا اہتمام بھی کرنا ہوگا۔ نیز اختلاف کی صورت میں وہی ہمارا مرجع ہونا چاہیئے۔ بلاشبہ بحیثیت امت ہماری اساس ہمارا مرجع۔ ''دینِ اسلام'' ہے۔ جس سے مراد وہ اسلام جو ہر قسم کی بدعت و ملاوٹ سے پاک ہے۔ حقیقی اسلام کو متعارف کروانے اور دنیا میں نافذ کرنے کے لئے امت مسلمہ کو مشترکہ طور پر ایسا نظام عمل مرتب کرنے اور جاری وساری کرنے کے لئے ایسی عالمی مشینری کو وجود میں لانا ہوگا جو افراط وتفریط سے پاک ہو کر متوازن اور معتدل تعلیمات پر عمل کرے۔

جیسا کہ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا۔

وَكذالِکَ جَعَلْنٰكم اُمةً وَسطً لتكونوا شهدآء على الناسِ وَيكون الرسول عليكم شهيدا

(البقرہ 143:2)

ترجمہ: اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امتِ وسط بنایا تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہوں۔

یہ عالمی اسلامی مشنری ایسی تحریک ہو جو ایمان وعمل کو یکجائی بخشے، عقل ونقل میں موافقت پیدا کرے، دنیا کو اور آخرت

کو باہم مربوط کرے، مفید امور کو جذب کرے، قدیم صحیح طرزِ عمل کا احیاء کرے، وسائل کو عمدگی سے بروئے کار لائے۔ جزئیات تک کو خوبی سے قابلِ عمل بنائے۔ یہ تحریک شرعی اصولوں اور تغیرات زمانہ میں مناسب توازن برقرار رکھنے کی استعداد رکھتی ہو، ماضی سے مربوط رہتے ہوئے زمانہ حال میں درست انداز سے زندگی بسر کرنے کا ادراک رکھتی ہو اور مستقبل میں مزید ترقی کرنے کے اسلوب سے آگاہ ہو۔ یہ تحریک عالمی تبلیغ میں آسانی کو پیش نظر رکھنے والی اور عام فہم ہو۔ مخالفت کرنے والوں سے وسعتِ قلبی کے ساتھ معاملہ کر سکتی ہو۔ ارتقائی تبدیلی پر عمل پیرا ہو، نئے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی متعینہ شرائط کار کا ربند رہتے ہوئے پیش آنے والے حالات پر غور وفکر کرنے اور نشاۃِ ثانیہ کے ضابطوں پر کاربند رہے۔ یہ عالمی اسلامی تحریک نہ تو خود اعتدال ترک کرے اور نہ کوئی اسے حدو توازن سے تجاوز کرنے پر مجبور کرے۔ تشدد کی رنگ آمیزی سے پاک ہو اور تعمیر کی قوت رکھتی ہو۔ یہ تحریک ملانے والی ہو نہ کہ منتشر کرنے والی جیسے کہ کسی شاعر نے کہا۔

امت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر
اسلام ہے فقیہو ممنون بہت تمہارا

اس کے بنیادی اوصاف میں حیاتِ جدید کی نوید ہو، نہ کہ مایوسیاں پھیلانا۔ تبھی ہم دوبارہ مستقبل کی طرف نئے عزم، نئے ولولے اور نئے اعتماد سے پیش قدمی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مایوسیوں کا بالآخر انجام اعضاء قویٰ کا معطل ہونا ہے۔

نئے عالمی نظام کے تناظر میں نئے عالمی اسلامی منصوبے کی تشکیل

امتِ مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا عالمی اسلامی منصوبہ تشکیل دیں جس پر عمل پیرا ہو کر پس ماندگی کی حالت کو بدل کر ترقی اور سبقت لے جانے کی فضا پیدا ہو سکے۔ ہم بلا شرکت غیرے ایک ہزار سال تک دنیا پر حکومت کرتے رہے۔ ہماری تہذیب وتمدن ساری دنیا پر رائج تھی۔ جہالت اور پس ماندگی نہ ہماری میراث ہے اور نہ ہی ہماری سرشت ہے۔ ہم نے ساری دنیا کے لوگوں کو آدابِ حیات سکھائے تھے اور آج جو ہماری حالت ہے وہ اسلام سے اور اس عظیم مذہب کے مزاج سے میل نہیں کھاتی۔

اسی لئے اب ایک عالمی اسلامی منصوبہ امت کو ایک جسدِ واحد کی طرح انجام دینا ہوگا جس کی جزئیات یہ ہوں گی۔

اپنی مذہبی، اخلاقی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے انقلاباتِ زمانہ کے شانہ بشانہ چلنا ہوگا۔ کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور Global Village کے اس دور میں ہم کیا پرانے آلات و وسائل پر بھروسہ کئے رکھیں گے۔ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہئیے۔ ہمارے نبی اکرمؐ کا فرمان بھی یہی ہے کہ ”علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین کیوں نہ جانا پڑے“

اور جگہ ارشاد فرمایا۔ ”علم حاصل کرو مہد سے لحد تک“ اور ویسے بھی

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شئے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

اس وقت ساری دنیا میں مسلمان سائنسدان اور ماہرین پھیلے ہوئے ہیں ایسے اقدامات کرنے ہوں گے کہ اسلامی معاشرے میں خدمات انجام دینے کے لئے وہ اپنے ممالک میں بخوشی واپس آ ئیں۔ تا کہ عالم اسلام کو درپیش Heavy Brain Drain کا سدباب کیا جاسکے۔

خواندگی کی کمی کو دور کرنا ہے

تمام عالم اسلام کا ایک مشترکہ تعلیمی نظام عمل میں لایا جائے اور اس کی کامیابی کے لئے تمام مسلمان ممالک کو مل جل کر کام کرنا ہوگا۔ مگر خیال رکھنا ہوگا کہ تعلیمی نظام اسلام کے بارے میں بھی مکمل افہام پیدا کرے تا کہ سائنسدانوں کے ساتھ ساتھ قابل فخر مسلمان بھی پیدا ہوسکیں اور وہ صورتِ حال نہ ہو۔

خوش تو ہم بھی تھے جوانوں کی ترقی پہ مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم کو معلوم تھا لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

عالمی صیہونی تحریک کا مقابلہ

امتِ مسلمہ کے لئے ممکن نہیں کہ تہذیب وتمدن کی بلندیوں کو چھو لے جب تک کہ اس عالمی نظام میں وہ اپنے وجود کے خلاف ہونے والی عالمی صیہونی سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے شکستِ فاش نہ دے دے۔ اس وقت نئے عالمی نظام میں بھارت اور اسرائیل کو جو حیثیت حاصل ہے وہ کسی بھی مسلمان ملک کے پاس نہیں۔ ہمیں انہیں شکست دینا ہے اور یہ ہدف زبانی دعوؤں اور امن وسلامتی کے معاہدوں سے جن کا واضح مقصد ان قوتوں کے سامنے سرتسلیم خم کردینا ہے حاصل نہیں ہوگا اور اس کے لئے بصیرت افروز پختہ سوچ اور گہرے ایمانی جذبات کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ ہمیں تہذیبی، تمدنی، سیاسی، اخلاقی طور پر وہ طرزِ عمل اپنانا ہے جس سے ہر مسلمان نفسیاتی، فکری اور تہذیبی وتمدنی حوالے سے سربلند کر کے چل سکے۔

ہمیں ''اکھنڈ بھارت'' فرات سے لے کر دریائے نیل تک اسرائیل تیری سرحدیں'' اور'' چاولوں کے کھیتوں سے کھجور کے جھنڈوں تک'' کے خوابوں کو پاش پاش کرنا ہے کیونکہ انا فتحنا لک فتحاً مبینا۔ (سورہ فتح 26:1)
کی خوشخبری بہرطور ہمارے لئے ہے۔ مگر کاش کہ ہم اس کا اہل بھی خود کو ثابت کرسکیں۔

ہمہ جہت ترقی کے لئے جدوجہد

اس وقت ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے کی ہمہ جہت ترقی کے لئے دوررس اور بھرپور منصوبہ بندی کی جائے۔ ترقی انسان کے لئے ہے اور خود ہی انسان اس کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ہمارے پاس ہر نوع کے وسائل موجود ہیں۔ ہمارے پاس اتنے زرعی، معدنی، افرادی وعسکری وسائل موجود ہیں کہ اگر تمام مسلم دنیا متحد ہو جائے تو بیرونی محتاجی سے انہی قدرتی وسائل کی

صحیح وصولیابی کی بنیاد پر چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ اسلامی ممالک کی اکثریت زرعی ممالک کی ہے لیکن پھر بھی ضرورت کا آدھا اناج ہم باہر سے منگواتے ہیں۔

امتِ مسلمہ کے پاس ثروتوں کے لامحدود خزانے موجود ہیں۔ یہ خزانے امت کے میدانوں اور پہاڑوں میں اس کی وادیوں اور صحراؤں میں اس کے سمندروں اور دریاؤں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ہماری جغرافیائی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے اور بشری قوت بھی اپنی جگہ وافر ہے۔ آج کے اس عالمی نظام میں ایک مسلمہ اور اہم مقام حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہم ان بیش بہا قیمتی خزانوں کے استعمال کو جانیں اور متحدہ طریقے سے درست انداز میں زیرِ تصرف لا کر مجاہدانہ انداز میں جینے کا ڈھنگ سیکھیں اور اسی طرح زندگی بسر کریں۔ جس طرح ہم چاہتے ہیں نہ کہ اس طرح جئیں جس طرح ہمارے دشمن چاہتے ہیں۔

منصفانہ معاشرے اور منصفانہ سیاسی نظام کا قیام

نئے عالمی نظام میں ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ممالک میں اول تو صحیح سیاسی نظام ہی موجود نہیں۔ ہم ابھی تک نہ جمہوریت نافذ کرسکے اور نہ ہی اسلامی خلافت کا نظام۔

ہماری حکومتیں بھی غیروں کے اشارے پر بنتی اور بگڑتی ہیں۔ ہمارے حکمران اپنے تعیشات میں گم ہیں۔ صرف دولت ہی تمام مسائل کا حل اور طاقت کا سرچشمہ نہیں۔ اس وقت ایسے سیاسی نظام کے رائج کرنے کی ضرورت ہے جو اسلام کے شرعی طرزِ سیاست پر مبنی ہو اور یہ نظام ایسے لوگ چلائیں جو درآمد شدہ مغرب نہ ہوں، سازشی اور جبر و استبداد کے نمائندے نہ ہوں بلکہ اسوہ رسولؐ اور خلافتِ عمر فاروقؓ کے دور کی یاد تازہ کرنے والوں میں سے ہوں۔

معاشی استحکام کا حصول

اگرچہ کہ میں نے اوپر لکھا کہ ''دولت ہی تمام مسائل کا حل اور طاقت کا سرچشمہ نہیں'' مگر آج کے مادیت پرست دور میں اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ مگر بحیثیت مسلمان ''دولت آزمائش ہے'' اس وقت امت مسلمہ اگر اپنے وسائل کو بروئے کار لائے جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تو بیرونی قرضوں سے نجات حاصل ہوسکتی ہے اور تبھی ہم غیروں کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہوسکتے ہیں ورنہ تو ہماری حالت ہندو بنئے کے اس غریب مقروض جیسی ہوگی کہ جس کے تن پر پہنے ہوئے کپڑے بھی بالآخر مہاجن اتروالیتا ہے۔

اور یہی ہیں میری نظر میں وہ نکات جنہیں پیشِ نظر رکھ کر بحیثیت امت ہم ترقی کرسکتے ہیں اور خصوصاً آج کے نئے عالمی نظام میں ہماری حالت خلیل جبران کی اس حکایت کی آئینہ دار ہے کہ۔

تمثیلاتِ خلیل جبران میں ہے،

''کہ تالاب میں ایک پتھر گرا، پانی میں لہریں اٹھیں اور چاروں طرف کناروں سے ملنے لگیں۔ ساتھ ہی ایک درخت بھی تھا اسے بھی جوش آیا اس نے بھی تالاب میں ایک پتہ گرادیا لیکن نہ شور ہوا، نہ لہریں اٹھیں۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ میں نے

کہا اے بے وقوف دنیا میں وہی ہلچل مچا سکتے ہیں جو اپنے اندر وزن رکھتے ہیں"

یہ ایک تمثیل ہے مگر حقیقت بھی۔

آج اس نئے عالمی نظام میں امتِ مسلمہ کی حیثیت درخت کے پتے کی سی ہے۔ دنیا بھر میں ہمیں ہی معطون کیا جا رہا ہے ہر جگہ ہم ہی زیرِ عتاب ہیں اگرچہ کہ اس وقت پوری دنیا کو دشمن سمجھنا بھی صحیح نہیں مگر بہر حال

ہم لاکھ کریں اس سے تعاون کی توقع
افرنگ کا کردار بدل ہی نہیں سکتا
مغرب سے نہ رکھ روشنیٔ طبع کا امید
سورج کبھی مغرب سے نکل ہی نہیں سکتا

اور ویسے بھی ارشادِ ربانی ہے کہ

"یاایھاالذین آمنوا لا تتخذوا الیھود ولنصٰری 'اولیاء بعضھم اولیاءَ بعض ومن یتولھم منکم ان اللہ لایھدی القوم الظالمین". (المائدہ 51)

اور اس سے ظاہر ہے کہ "یہود و نصاریٰ کبھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے"

عین ممکن ہے کہ ہم اس صدی میں اس نئے عالمی نظام کے افق پر ایک درخشندہ آفتاب کی صورت حال کر سکیں مگر

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم

کی تصویر بن کر اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ایک صحیح قیادت کے ملنے کی صورت میں اس خواب کے شرمندہ تعبیر ہونے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی اور تب ہماری حیثیت درخت کے پتے کی نہیں، اس پتھر کی سی ہوگی جو ایک بھی تالاب میں گرے تو دور دور تک ہلچل مچا سکتا ہے۔ ان شاءاللہ

وَمَا علینا اِلا البلٰغ.

کتابیات

-1 القرآن الحکیم۔ ترجمہ مولانا محمود الحسن وتفسیرِ عثمانی

-2 مشکوٰۃ المصابیح

-3 دنیا دنیا دہشت ہے۔ دنیا زاد (کتابی سلسلہ) ترتیب و تالیف از آصف فرخی، اشاعت مئی 2002ء فضلی سنز (پرائیویٹ لمیٹڈ) کراچی۔

-4 سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی (جلد اول، دوم)

-5 روزنامہ جنگ لاہور (ادارتی صفحہ)

-6 کلیاتِ اقبالؒ

-7 ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، شمارہ اپریل 2002ء

-8 نیو ورلڈ آرڈر، شیطانی آیات کی تحریک اور ماضی کے آئینے میں از امجد حیات ملک، طبع احد پرنٹنگ پریس، 50 لوئر مال لاہور شائع کردہ 1996ء

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

ثمینہ بلوچ۔ کوئٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک ایسا آفاقی مذہب ہے جو کسی خاص گروہ، نسل یا علاقہ کے لئے نہیں آیا بلکہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے رہنمائی کے اصول متعین کرتا ہے۔ اسلام کے آفاقی تعلیمات نے ایک وسیع تر مقصد حیات کی خاطر باہم دست و گریبان قبائل کو اس طرح باہم شیر و شکر کر دیا کہ وہ اگلی کئی صدیوں تک تہذیب و ترقی کی علامت بنے رہے۔ اسلام نے نسلی، لسانی، گروہی اور علاقائی، متعصبانہ امتیازات کی دیواریں بلا دیں اور اقوام عالم کو اتحاد کی وسیع تر اساس فراہم کی۔

ارشادِ ربانی ہے۔ "وان ھذہ امتکم امۃً واحدۃً وانا ربکم فاتقون.

ترجمہ: اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ ہی سے تم ڈرو۔ (المؤمنین ۔۵۲)

اسلام نے لوگوں کو اشتراک و تعاون کے نئے اصولوں سے متعارف کرایا۔ امن و سلامتی کا پیغام دیا۔ جنگوں کو کسی بلند تر مقصد کے تابع کر کے جنگ، صلح، امن، معاہدے اور اقوام کے باہمی روابط سے متعلق نئے اصول و ضوابط فراہم کئے۔

جس طرح اسلامی انقلاب کسی ایک قوم میں مربوط و ہمہ گیر تبدیلیوں کا پیش خیمہ بنتا ہے اسی طرح اسلام کی آفاقی تعلیمات نے عالمی امن و سلامتی کے تصور کی آبیاری کی۔

آفاقی مقاصد کا حصول

اسلام نے اپنی آفاقی تعلیمات اور ہمہ گیر تربیتی نظام کے ذریعے تبلیغ دین کا جذبہ لوگوں کے کردار میں اس طرح سمو دیا کہ وہ گھر بار چھوڑ کر اس مقصد کے لئے دنیا میں پھیل گئے۔ یعنی اسلام نے گھر بار کی بے پناہ محبت جیسی کمزوریوں کی بھی اصلاح کی۔ دوسری نسلوں سے اختلاط کی راہیں ہموار کیں۔ دوسروں کے اشتراک و تعاون میں بڑی رکاوٹ بالعموم نسلی، لسانی اور طبقاتی امتیازات یا تفاخر ہو سکتا ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات نے بڑی حد تک ان کی شدت میں کمی کر دی۔ [1]

مسلمان جہاں بھی گئے اور جس حالت میں بھی گئے وہاں کے مقامی لوگوں میں رچ بس گئے اور اپنے اخلاق حسنہ و بلند کردار کے باعث وہ اسلام کے بہترین مبلغ ثابت ہوئے۔

چنانچہ افریقہ کے متعدد ممالک میں تاجروں نے تبلیغ دین کا فریضہ نہایت مؤثر طور پر ادا کیا۔ جبکہ جنوبی ہند میں مسلمان صوفیائے کرام نے تبلیغ کا فریضہ اپنے انداز سے جاری رکھا۔ واضح ہو مسلمان مبلغین اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں حکمت و فراست کو پوری طرح بروئے کار لائے تا کہ مقامی لوگوں کے لئے وفود اور اسلامی تعلیمات دونوں قابلِ قبول ہو سکیں۔ مثلاً ہندوستان پر

مسلمان افواج کی کامیابی کے بعد اسلام کی مساوات و عدل کے لئے راہیں ہموار کرتی چلی گئیں۔ اہل فکر و دانش بھی اپنی ذہنی و فکری صلاحیتوں کو وقت کے تقاضوں کو سمجھنے میں پوری طرح بروئے کار لائے۔

عالمی تعلقات

اسلام نے جنگ، امن اور عالمی تعلقات کے ضمن میں اخلاقی اصولوں سے اقوامِ عالم کو متعارف کرایا اور بین الاقوامی تعلقات کے ضمن میں اخلاقی اصولوں کی بالادستی کو اہمیت دی یعنی ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست کو بھی نئی فکری اساس فراہم کی۔ مثلاً ایفائے عہد کی شخصی خوبی (Private Morality) کو وسعت دیکر اقوام کے باہمی معاہدات کے احترام اور ان کی پابندی کے باقاعدہ اصول متعین کئے گئے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

''عہد وفا کرو یقیناً عہد کے متعلق باز پرس ہوگی'' (بنی اسرائیل ۳۴) اور اگر ''دشمن کے علاقے میں رہنے والے (مسلمان) تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تمہارا فرض ہے۔ مگر یہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں دی جاسکتی جس سے تمہارا معاہدہ ہو[1]۔۔۔ (انفعال) ۷۲۔

رسول عربی ﷺ نے اپنے طرز عمل سے معاہدات کی پابندی کی روشن مثال قائم کی۔ آپ ﷺ صلح حدیبیہ کی شرائط میں شامل اس شق پر پوری طرح کار بند رہے۔ جب بشری تقاضوں نے اس وقت مسلمانوں کو سخت آزمائش میں ڈال دیا۔ جب کفار مکہ کی قید میں ایک صحابیؓ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے پاس ایسی حالت میں پہنچ گئے کہ زخموں سے چور چور تھے لیکن آپؐ نے معاہدے کے مطابق انہیں واپس کفار کے پاس بھیج دیا۔ معاہدوں کے سلسلے میں یہ اصول طے کر دیا گیا کہ ایسا معاہدہ جائز نہ ہوگا۔ جس میں کسی ممنوع چیز کو حلال یا کسی حلال شئے کو حرام کرنا مقصود ہو۔ اگر دشمن معاہدے کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ معاہدہ توڑنے کا باقاعدہ اعلان کردیں۔ آیات قرآنی ہے۔

''اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس معاہدے کو اعلانیہ اس کے آگے پھینک دو''۔ (انفعال ۵۸)

معاہدہ میں تسلیم شدہ اصولوں پر کاربند رہنا مسلمان حکومت اور معاشرے کا فرض ہے۔ واضح ہو کہ دارالسلام کے تمام باشندے اسلامی ریاست کے کئے ہوئے معاہدات کے پابند ہیں۔

مسلمان حکومتوں نے صدیوں تک دوسری اقوام کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں اعلیٰ روایات قائم کیں۔ اگرچہ سیاسی طور پر یہ دور ملوکیت سے عبارت رہا۔ تاہم مسلم معاشرہ تبلیغ و اشاعتِ دین کے سلسلے میں اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔

مسلمان دنیا کے جس حصے میں بھی گئے وہاں اپنے تہذیبی اصول متعارف کرائے۔ نیز مسلمان حکومتوں نے بین الاقوامی قانون کی نشوونما میں اپنا مثبت کردار ادا کیا۔ مسلم دانشور اور فقہاء عالمی قانونی سے متعلق امور کو اسلامی امور کو اسلامی نقطۂ نظر سے واضح کرتے رہے۔

مزید برآں اسلام نے آفاقی ادارے متعارف کرائے چنانچہ صدیوں مسلم دنیا ایک مرکز خلافت کے تحت متحد رہی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ترتیب دہندہ قومی اور بین الاقوامی ذمہ داریاں بہ احسن نبھائی اور اس عہد کے معاصر مذہبی دنیا نے کبھی بھی من حیث المجموعی مذہبی نارواداری کی شکایت نہیں کی۔ نیز یہ بھی کہ مسلم عروج کے عہد زریں میں معاصر دنیا کے دیگر غیر مسلم اقوام کے لئے کسی نئے عالمی نظام کی تشکیل کی ضرورت کبھی درپیش نہیں آئی۔

نئے عالمی کی تشکیل اور سیرت طیبہ

رسولِ اکرم ﷺ تاریخ انسانی کی واحد شخصیت ہیں جن کے شب و روز جن کے معمولات جن کی تعلیمات اور جن کی سیرت کا لمحہ بہ لمحہ محفوظ ہے۔ آج کا انسان مسائل اور مصائب کا شکار ہے۔ دل کی بے چینی قابو میں نہیں آتی ایسی پیاس ہے کہ جو بجھتی نہیں۔ آج بھٹکے ہوئے انسانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ قرآن وسنت کے سرچشمے سے اپنی پیاس بجھائیں اور ان کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں آپ کی قیادت میں اس صفحہ ہستی پر دہ معاشرہ وجود میں آیا اور وہ عالمی نظام تشکیل پایا جہاں ہر چہار سو امن تھا، ہر ایک متنفس کی عزت محفوظ تھی۔ اس نظام کی تشکیل سے قبل اس معاشرے میں جو غلام تھے وہ اب انسانوں کے سردار بن گئے۔ اب انسانی شرف کا پیمانہ اور تھا۔ اب معاشرے میں عزت اس کی تھی جسے اللہ کا خوف تھا جسے انسانی شرف وعزت اور اس کے حدود وقیود کا احترام تھا۔

عصر حاضر اپنے تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ عالم انسانیت کو ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کا چیلنج درپیش ہے۔
یعنی ایک نیا نظام: ایسا نظام جو مظلوم کی دادرسی کرنے والا ہو جس میں مظلوم کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہو۔ ارشاد باری ہے۔

''بلاشبہ تمہارا یہ حق ہے کہ نہ تم بھوکے رہو نہ ننگے رہو اور یہ کہ نہ تم پیاسے رہو اور نہ دھوپ کی تپش اٹھاؤ''۔
ان حقوق کو پورا کرنے کے وسیلے میں اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں مرحمت فرمایا اور ہمیں یاد دلایا۔

''بے شک ہم نے پانی برسایا پھر ہم نے زمین کا سینہ پھاڑا، پھر ہم نے اس میں اناج اگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارہ، یہ سب کچھ تمہارے (عالم انسانیت) اور تمہارے چوپایوں کے لئے بنایا''۔

اسلامی افکار کی یہ خوبی ہے کہ اگر انہیں جدید تحقیق کی روشنی میں پیش کیا جائے تو ان کی مدد ہمیں کائنات اور خالق کائنات کے انسان سے روابط کے بارے میں آگاہی ہوسکتی ہے۔ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سیرت النبی ﷺ میں اسرار اور حکمتیں پوشیدہ ہیں اگر وہ علم اور تحقیق کا موضوع بن جائیں تو بلاتخصیص نوع انسانی کا جذبہ عمل میں ایسا انقلاب آئے گا جس سے جدید نام نہاد ترقی پسند معاشرہ کا تحفہ مادہ پرستی کا سیلاب رک جائے گا اور انسان کی فلاح و بہبود کے راستے کھل جائیں گے۔

معاشرہ صحت مند کیسے ہو؟

انسانی معاشرہ اس وقت تک شاہراہ ترقی پر گامزن نہیں ہوسکتا جب تک اچھے اور درست سمت میں چلنے والے صحت مند اور مفید معاشرے کے قیام کو ممکن نہ بنایا جائے۔ رسول عربی ﷺ کا واسطہ ایک ایسے معاشرہ سے پڑا تھا جہاں مادہ پرستی اپنے عروج

پر تھی۔ معاشی ترقی کے حصول سیاسی اقتدار اور ظاہری عزو جاہ کی خاطر لوگ کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے تھے۔ عہد حاضر میں بھی ہمارے معاشرے میں یہ فرسودہ اور پسماندہ اقدار کسی حد تک زیر عمل ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہؐ سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے انسانی معاشرے کو درست سمت (ایک عالمی نظام) پر چلانے کے لئے خصوصی کوششیں کیں۔ معاشرتی صحت اور استحکام کے لئے چند بنیادی اصول سیرت النبی ﷺ سے ثابت ہیں جن کی طرف متوجہ ہونا از حد ضروری ہے۔

1- حقوق و فرائض کا صحیح تعین

2- اخلاقی تعلیم و تربیت

3- بلا امتیاز نسل و مذہب عدل و انصاف کی فراہمی

4- مقاصد کا درست اور واضح تعین اور ان کے حصول میں گہری وابستگی

1- حقوق و فرائض کا صحیح تعین

عہد نبوی ﷺ کی اسلامی ریاست میں بنیادی انسانی حقوق، عزت جان و مال کی حفاظت و دیگر سیاسی سماجی حقوق مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی حاصل تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک وسیع و عریض رقبے پر پھیلی ہوئی حکومت میں بہت کم احتجاجی تحریکیں اٹھیں۔ معاشرے کے اکثر افراد کو حقوق بلا امتیاز مہیا کئے گئے تھے۔ چنانچہ معاشرے میں امن و سکون کا دور دورہ تھا۔ (1)

بعض حقوق و فرائض ایسے ہوتے ہیں جو قومی یا علاقائی نوعیت اختیار کر لیتے ہیں اگر ان کی طرف صحیح توجہ نہ دی جائے تو انتشار اور انارکی پھیل جاتی ہے اس ضمن میں حضور سرور کائنات ﷺ نے ابتداء ہی سے خصوصی توجہ فرمائی۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھتے ہی مختلف قبائل کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین فرمایا۔ (2)

2- اخلاقی تعلیم و تربیت

رسول اکرم ﷺ کی بعثت ایک ایسے معاشرے میں ہوئی جس کی حالت ہر اعتبار سے ابتر تھی چنانچہ مطالعہ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے تمام تر مکی زندگی اور پھر مدنی زندگی اخلاقی درستگی کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔

آپ کا اس بات پر زیادہ زور تھا کہ افراد کی ذہنی و اخلاقی تربیت ہو اور قانون و ریاست کی کم سے کم مداخلت کے ساتھ بھی وہ (عامۃ الناس) صحیح راستے پر چلیں۔ (1)

نیز آپؐ کی مساعی کا اولین رخ یہ تھا کہ اولاً لوگوں میں ایمانی حمیت بیدار کی جائے اور مادہ پرستی کے رجحانات کو دور کیا جائے۔ پھر باہمی ہمدردی، احسان وایثار، صبر واستقلال، شجاعت و بہادری، حلم و بردباری، عفوودرگزر، حسن خلق اور صدق و حیاء جیسے صفات پیدا کی جائیں اور ان کا رخ ایسی تعلیمات کی طرف موڑا جائے جس سے یہ صفات ان میں درجہ اتم موجود ہو جائیں۔ (2)

رسول اقدس ﷺ کے تعلیم و تربیت معاشرہ کی طرف توجہ کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے حکومت کی تمام مشینری کا تعلق دیگر امور کے علاوہ براہ راست تعلیم و تبلیغ اور تزکیہ پر توجہ دینے کے لئے جوڑ رکھا تھا۔ چنانچہ قرآن اور آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی ریاست کے مقرر کردہ تمام گورنر، عمال، فقہاء وعرفا، سفیر، مفتیان و آئمہ سب کے سب عوام کی تعلیم و تربیت کے برابر ذمہ دار تھے اور ہمیشہ اس کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔ (3)

3- بلا امتیاز نسل و مذہب عدل و انصاف کی فراہمی:

ریاست مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے انصاف کی فراہمی کا انتہائی مستحکم ادارہ قائم فرمایا۔ جس کے تحت ہر بڑے چھوٹے، امیر وغریب اور شاہ وگدا کو برابری کی بنیادوں پر انصاف مہیا کیا جاتا تھا۔ سب کے لئے ایک قانون رکھا گیا تھا۔ لہذا عامۃ الناس نے انصاف رسانی کے لئے قبیلوں کا سہارا لینا ترک کر کے آپؐ کی طرف رجوع کیا۔ حتیٰ کہ غیر مسلم بھی آپؐ سے بخوشی فیصلے کرانے لگے۔ (4)

اسی طرح چشم فلک نے فراہمی عدل اور حصول انصاف کا برسوں تک ایسا مشاہدہ کیا کہ تاریخ عالم جس کا نظیر دوبارہ کرہ ارض پر پیش نہ کر سکا۔

یہی وہ مساویانہ عدل و انصاف تھا جس کے تحت آگے چل کر خلفائے راشدین اپنے گورنروں اور عمال کا بلا جھجک احتساب کرتے اور عام لوگ بذریعہ عدالت ان سے اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ (5)

4- مقاصد کا درست اور واضح تعین اور انکے حصول میں گہری وابستگی

رسول عربی ﷺ اور ان کے متبعین کے سامنے اسلامی ریاست کا جو واضح اور صحیح مقصد تھا وہی مقصد ہمارا بھی ہو جائے۔ تب ہم نئے عالمی نظام کی تشکیل سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی چند قومی سطح کے انقلابی اقدامات فرمائے۔

مثلاً،

1- سود پر مبنی نظامِ معیشت کے تسلط سے آزادی

2- تجارتی ترقی کے لئے فوری اقدامات

3- زراعتی ترقی کے لئے اقدامات

4- کفالتِ عامہ

ان اقدامات کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب لکھی پڑے گی۔ سردست فقط وہ حوالے ملاحظہ ہوں۔ مثلاً سود پر مبنی نظام معیشت کی تسلط سے آزادی کے لئے مسند احمد جلد 1 ص 62 عبدالرحمن بن عوف کی تجارت بخاری شریف جلد 1 ص 561 وغیرہ میں اس کی تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

وحدتِ امت کے لئے نبی الرحمہ ﷺ کے اقدامات

حضور اقدس ﷺ نے کرہ ارض پر بسنے والے بنی نوع آدم کو ایک نظام کے تحت لانے کے لئے زبان، رنگ، نسل اور علاقہ کے امتیاز کو ختم کیا۔ آپؐ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اس شعور کو اپنی امت میں انتقال کے بعد اسے عالمی احساس انفرادی عطا ہوا۔

دربار نبوت سے اس امت کو وہ شعائر نصیب ہوئے جو آنے والے وقت میں نسل انسانی کی ملی وحدت کی پہچان بن گئے۔ مثلاً بین الانسانی اخلاق، وسیع دسترخوان، اصول پسندی اور دیانت و امانت اس امت کا اجتماعی مزاج ٹھہرے۔

آپؐ کی تربیت کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مزاج نے تاریخ اقوامِ عالم میں ایک نئے تہذیب وتمدن (نیا عالمی نظام) کی بنیاد رکھی۔ زبان وادب، رسوم ورواج، شائستگی، طرزِ تعمیر، لباس، فنونِ لطیفہ، تاریخ نویسی کیلنڈر اور جلوت وخلوت میں یہ امت مزاجِ نبوت کو تھامے ہزار برس تک عالمِ انسانی کی امامت کرتی رہی۔

عالمگیر، متحدہ اور وحدانی حکومت

قرآنِ عظیم کی روشنی میں جائزہ لے تو صورتحال کچھ یوں نظر آتی ہے کہ ''وہ انسانیت عامہ کا فرمانروا ہے اور ملک الناس ہے۔ (القرآن)

وہ ملک الحق یعنی سچا بادشاہ ہے (القرآن) اس کے قوانین اور بادشاہی حق اور سچ پر مبنی ہیں۔ (القرآن) اس غالب حکمراں کی گرفت شدید ہے لیکن خطائیں بخشنے والا ہے (القرآن) اس نے فرمانروائے اعلیٰ کی حیثیت سے تمام جہانوں کی مخلوق کی پرورش اور رزق کی فراہمی کا ذمہ لیا ہوا ہے۔ (القرآن) انسان کی ٹھہرنے کی جگہ یعنی وطن بنایا ہے۔ (القرآن) اور اسی ذات بالادست نے انسان کو اپنی بالادست حکومت میں نمائندہ حکومت قائم کرنے کا اختیار دیا ہے۔ (القرآن) نیز یہ بھی کہ اس آفاقی حکومت میں کسی شخص پر ظلم روا نہیں رکھا جاتا۔ (القرآن)

فطری مملکت ایک فطری قانون کی تابع ہوتی ہے۔ انسانوں کے اس انبوہ کثیر میں عقائد، نظریات اور رسم و رواج کے مطابق تقسیم ایک مسلسل اور ناگزیر عمل ہے۔ بعثت رسول اقدس ﷺ سے قبل دنیا تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آفتاب رسالت رشد و ہدایت کے پیغام کے ساتھ طلوع ہوا۔ دنیا عرصہ دراز کے بعد ایک نئے عالمی نظام سے روشناس ہوئی۔ سچائی، عدل، انصاف، اخلاق وخوف جیسے اعلیٰ قدروں سے معاشرہ روشن ہوا۔

شرق وغرب میں پھیلے ہوئے بے ترتیب انسانی جتھوں کے علی الرغم کرہ ارض کے اس کونے میں ایک منظم امت مسلمہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ جس کا منتہائے مقصود تمام دنیا کی رہنمائی کر کے ایک دستور، ایک نصب العین، ایک رسول، ایک اللہ اور ایک انسانیت عامہ کے عقیدے پر جمع کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حکومت کو پیدا کیا۔ وہ اپنی بلند و برتر غالب و حاوی یکتا و یگانہ ہستی کے اعتبار سے حکومت کی فرض شناسی اور جدوجہد کا نشان امتیاز ہے۔ وہ ایک حقیقی وحدت ہے جس کے نام پر قومیں، ملتیں، ممالک، مکین، طبقے، جماعتیں، مذہب اور سیاسی مسلک کی تمام تقسیمیں سمٹ کر ایک ہو جاتی ہیں۔ لہذا یہ امر واضح ہوا کہ اسلامی حکومت،

عالمگیر، متحدہ اور وحدانی حکومت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے روئے زمین کو انسانیت کا وطن قرار دیا جو اپنے آفاقی اور عالمگیر نظام کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس کے پیغام اور حکمت عملی کا تعلق تمام معمورہ ارض سے ہے۔ (1)

نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لئے اسلام علامہ اقبال کی نظر میں

اسلام ہمیشہ رنگ ونسل کے عقیدے کا جو انسانیت کے نصب العین کی راہ میں سب سے بڑا سنگِ گراں ہے۔ عنایت کامیاب حریف رہا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قومیت کا عقیدہ جس کی بنیاد نسل یا جغرافیائی حدود وملک پر ہے۔ دنیائے اسلام میں استیلاء حاصل کر رہا ہے اور مسلمان عالمگیر اخوت (وحدتِ انسانیت) کے نصب العین کی نصب العین کو نظر انداز کر کے اس عقیدے کے فریب میں مبتلا ہو رہے ہیں جو قومیت کو ملک و وطن کی حدود میں مقید رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اور میں اس لئے ایک مسلمان اور ہمدرد نوع انسان کی حیثیت سے انہیں یہ یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کا (امت مسلمہ یا دین اسلام کا) حقیقی، فرض سارے نبی آدم (Humen) کی نشوونما وارتقاء ہے۔ (2)

اشرف المخلوقات کی حالتِ زار اور معاصر دنیا

کرہ ارض کے تمام آباد برائے اعظم میں نہ صرف مسلمان بلکہ دیگر غریب پسے ہوئے محروم اقوام ظالم سرمایہ داروں کے ہاتھوں بلاتخصیص رنگ ونسل و مذہب معاشی بدحالی اور عدمِ استحکام سے دوچار ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ نسل انسانی کے امراء اور مالداروں کے لئے ایک نمونہ مثال ہے۔ ذرا عدم مساواتِ معاشیات ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں ایک طرف ڈالروں، دیناروں، سونا اور چاندی سے تجوریاں اور بنک بھرے پڑے ہیں۔ تو دوسری طرف کروڑوں انسان، تہی دست، محتاج، مفلوک الحال اور نان شبینہ کو ترس رہے ہیں سرمایہ دارانہ نظام پورے آب وتاب سے موجودہ دنیا میں رائج ہے اور یہی وہ ظالم نظامِ معیشت ہے کہ کروڑوں بنی نوع انسان بھوک سے نڈھال ہیں مگر اس کے باوجود اس نظام کے کرتا دھرتا کا برملا اعلان یہی ہے کہ ہم اقوامِ عالم کی معاشی رہبری کرتے ہیں۔ یہ کیسی رہبری اور رہنمائی ہے کہ ایک ہی وقت میں ایک جیسے دل و دماغ اور سوچ رکھنے والوں میں یہ تفاوت برتی جائے کہ کوئی محل میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہا ہے تو کوئی اس محل کے عین سامنے کسی خستہ حال جھونپڑی میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر رہا ہے۔ یہ کیسا معاشی نظام ہے کہ ایک طرف مزدور اور محنت کش دن رات کام کر کے بھی مشکل سے گزر بسر کر رہے ہیں تو دوسری طرف مٹھی بھر مستبد قوتیں بغیر کسی تکلیف اور محنت کے ٹھنڈے محلات میں بیٹھے بیٹھے ارب پتی اور کھرب پتی بن جائیں۔ یہ معاشیات کا باطل نظام ہے۔

قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے کہ لَیسَ لِلاِنسانِ اِلاَمَاسعیٰ۔ کہ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جتنی کہ وہ کوشش کرتا ہے۔ (النجم آیۃ 39) یعنی معاشرے میں جو شخص جتنی محنت مشقت کرے اس کے مطابق اسے معاوضہ، مزدوری یا محنتانہ ملے۔ اس کے علاوہ مزید کچھ نہیں۔ اسلام کے معاشی نظام میں جو کہ سرورِ کائنات ﷺ کا پیش کردہ نظامِ معیشت ہے۔ اس کے ہر ہر اصول میں گردشِ دولت (Distribution and Circulation of mony) کا حکم کارفرما ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ

القصص آیات 75 تا 81 قارون کا واقعہ عنایت تفصیل سے فرمایا ہے جو کہ اسلامی معاشیات کے طالب علموں اور ماہرین معاشیات کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

ظلم، جبر تعدی پر مبنی اور عصرِ حاضر میں تمام دنیا پر زبردستی مسلط کی گئی نظام معیشت کی وجہ سے معاشی ابتری اور عدمِ استحکام کو فقط مکمل اسلامی طرز معیشت اپنا کر ختم کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر راستہ مزید تباہی اور اندھیرے کی طرف ایک اور قدم شمار ہوگی۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی لیست

معاشی نظام سامراجیت کے خلاف عالمگیر ردعمل

دنیا میں جاری سرمایہ دارانہ معاشی نظام ہی بڑی طاقتوں امریکہ اور ترقی یافتہ مغربی ممالک کی سامراجیت کی بقاء کا ضامن ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک ان کے وہ ہتھیار ہیں جو ان کے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں سے بھی کہیں زیادہ مؤثر ہیں۔

1999ء میں امریکہ میں ڈبلیو ٹی او کے اجلاس کے موقع پر اس کے خلاف ہونے والے مظاہروں نے تمام دنیا کو اس طرف متوجہ کردیا۔ اس کے بعد تو جھڑی سی لگ گئی اور دنیا میں جہاں کہیں بھی ڈبلیو، ٹی، او، ورلڈ بنک، آئی ایم ایف، ورلڈ اکنامک فورم، یورپی یونین اور جی سیون سمیت دیگر سرمایہ داریت کے علمبرداروں کے اجتماعات کے خلاف ہزاروں انسانوں کا عظیم الشان مظاہروں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی دنیا بھر میں عالمگیریت مخالفت، جنگ مخالف، ماحول کی بچاؤ سوشلسٹ اور انسانی حقوق کی محافظ تحریکوں کا اتحادِ عمل میں آگیا اور عالمگیریت مخالف مظاہروں میں ان تمام تحریکوں کے افراد بھی شریک ہونے لگے۔

نئی دہائی کے آغاز پر 11 ستمبر کے سانحے نے اقتصادی پیشن گوئیوں پر اچانک ایک کاری ضرب لگائی اور اقتصادی عمل بھونچال کا شکار ہوگیا۔ امریکہ میں اس واقعے کے بعد بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوا ایک اندازے کے مطابق اب تک 15 لاکھ افراد بے روزگار ہوچکے ہیں انیرون، یونائیٹڈ ائیر لائن اور ایک ٹیلی کیمونی کیشن کمپنی بھی دیوالیہ ہوچکی ہے۔ (1)

تاہم امریکہ نے اپنی معاشی حالت سدھارنے اور دنیا سے کساد بازاری کا خاتمہ کرنے کی بجائے اس ردعمل کے واقعے کو عالمگیریت مخالف مہم کو دبانے کے لئے استعمال کیا، دہشت گرد گروپوں کا پروپیگنڈا کر کے مغربی عوام کی توجہ عالمگیریت کے نقصانات اور اس نظام کی ناانصافیوں سے ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ جمہوریت کا دعویٰ دار ہونے کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ امریکی رائے عامہ کو بزور طاقت دبا دیا جائے۔ چنانچہ امریکی پالیسی ساز ایک لہر سے دوسری لہر کو ختم کرنے کا کام لینا چاہتے تھے۔ عالمگیریت مخالف لہر کے خاتمے کے لئے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے بعد چھائی خوف کی لہر کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس کوشش میں امریکی حکومت کو کسی حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

موجودہ حالات کی وجہ سے نیویارک اسٹاک ایکسچینج بھی شدید مندی کا شکار ہے۔ اس بناء پر یورپین اور ایشیائی مارکیٹیں

بھی عدم استحکام کا شکار ہو رہی ہیں اس لئے کہ ظالم سرمایہ دارانہ نظام کی بدولت جنگ عظیم دوم کے بعد دنیا کے اقتدار اور بھاگ ڈور امریکہ کے پاس چلی گئی۔ اس لئے نیویارک اسٹاک ایکسچینج عالمی حصص کے کاروبار میں مرکزی اور کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔

پس چہ باید کرد؟

یوں تو دہشت گردی کے خلاف امریکی مہم، عالمگیریت مخالف لہر کو دبانے کی کوشش ہے۔ تاہم امریکی پالیسیوں سے خود عالمگیریت کا عمل بھی متاثر ہو رہا ہے اور کرہ ارض کے مختلف حصوں پر آباد غریب ممالک کی ابتر صورت حال، ڈبلیو ٹی او مذاکرات میں پیش رفت کا باعث نہیں بن رہی ہے۔ خود امریکہ کے اتحادی بھی عالمگیریت کے عمل کو سبوتاژ کرنے کے معاملے میں امریکہ کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ اس لئے معمولی فوائد کے حصول کے لئے بھی ڈبلیو ٹی او کے قواعد اور قوانین کو پامال کرنے سے باز نہیں رہتا۔

بہر حال تجارتی معاملات ہوں یا سیاسی معاملات امریکی و مغربی پالیسیاں دنیا کو ایک تیسری عالمی جنگ کی طرف لے جا رہے ہیں اور اقوام عالم کی اکثریت چپ سادھے بیٹھی ہے۔ ان کی بہتری کے لئے کوئی امکان نظر نہیں آ رہا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا کے ممالک کی اکثریت بلاتخصیص رنگ ونسل و مذہب جو کہ اس موجودہ صورتحال کو اشرف المخلوقات کی مستقبل کے لئے صحیح نہیں سمجھتے، یہ ساری قوتیں ایک مؤقف پر متفق ہو کر سامراجیت کی طرف سے انسانیت پر مسلط تباہی و بربادی کی پالیسیوں کی مخالفت کرے اور اقتصادی ابتری اور جنگ سے نجات کے دو نکات کے تحت اتحاد کر کے اقوام عالم کے لئے ایک ہمہ گیر نئے عالمی نظام کی تشکیل میں ایک دوسرے کے مدد ومعاون بن جائیں۔

مسلم دنیا کی معروضی حالات اور درپیش چیلنج

خارجی حوالے سے مسلم دنیا اس وقت ایک ناقابل رشک اور افسوس ناک صورتحال سے دوچار ہے ہماری داخلی کمزوریاں ہماری بیرونی مشکلات اور عوامل ضعف کے ذمہ دار ہیں۔ ہماری سب سے بڑی داخلی کمزوری ہماری معیشت اور امن و امان کی صورتحال ہے۔ اس کمزور معیشت نے مسلم دنیا کو ہر شعبہ میں کمزور کر دیا ہے۔

آنکہ شیران را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

مسلم دنیا اگر خود کفالت کی نعمت سے بہرور ہوتا تو اس ضعف اور کمزوری کے بہت سے عوامل اور عناصر مفقود ہوتے۔ آج کی دنیا میں کلی طور پر خود کفیل تو کوئی نہیں ہو سکتا لیکن ایسی خود کفالت جو مسلم ممالک کو سامراجی طاقتوں کی دم چھلا بننے اور ان ظالم قوتوں کے سامنے دست نگری سے مستغنیٰ کر دے اس کی منزل ابھی دور ہے۔

چیلنج کا ایک دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ ہم بظاہر ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ جہاں سپر طاقت صرف ایک ہے۔ طاقت اور قوت کے متعدد متبادل مراکز ابھر رہے ہیں اور ابھریں گے لیکن سردست حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اس وقت دنیا کا بلاشرکت غیرے تھانیدار ہے اور اس کے عالمی مقاصد ہمارے نقطۂ نظر سے ضروری نہیں کہ مطابقت رکھتے ہوں۔ یہ ایک مزید حقیقت ہے کہ ہمارے (مسلم دنیا) اور اس کے مقاصد، اہداف اور تصورات میں مطابقت کم اور اختلاف زیادہ ہیں۔ نیز مسلم دنیا

کی جغرافیائی محل وقوع بلاشبہ ہمارا بہت بڑا اثاثہ ہے۔ دریائے سندھ سے لے کر بحر اوقیانوس کے ساحل تک مسلم ممالک کا یکے بعد دیگرے ایک سلسلہ ہے۔

دنیا کی کوئی طاقت اس اہم اور جغرافیائی حوالے کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔ اب چیلنج درپیش ہے کہ اپنے معروضی حالات کو نظرانداز نہ کرتے ہوئے امریکہ کی تائید اور مخالفت میں توازن کس طرح قائم کریں؟ خارجی محاذ پر مسلم دنیا کی چیلنج کی سنگینی میں چند دیگر عوامل مزید اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً مسئلہ فلسطین، کشمیر اور افغانستان اور اب خدانخواستہ عراق کا مسئلہ۔۔۔۔۔ ہمارے اختلافات کے اسباب تاریخی بھی ہیں۔ مذہبی اور نفسیاتی بھی۔

لہذا خارجی میدان میں مسلم دنیا کو درپیش چیلنج یہ ہے کہ اپنے قومی سلامتی، قومی مفادات اور اپنے نظریاتی وملی شناخت کے تقاضوں کا تحفظ اور احترام کس طرح کریں؟

یہ ایک انتہائی پیچیدہ صورتحال ہے اور اس سے کامیابی سے عہدہ برآء ہونے کے لئے اعلیٰ سطح کے ذہنی اور سفارتی صلاحیتیں درکار ہیں کیا یہ صلاحیتیں موجودہ مسلم دنیا پر مسلط لیڈر شپ میں موجود ہیں؟ یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جو ہمارے خارجی افق پر لہرا رہا ہے۔ وقت بتائے گا کہ مسلم قیادت اس بیرونی چیلنج سے کس طرح عہدہ برآء ہوتی ہے۔

قرآن حکیم عملی زندگی کی اصلاح کے لئے ایک اصول بیان کرتا ہے۔

"ان الحسنات یذھبن السیأت".

یعنی غلطیوں کی تلافی حسنِ عمل سے کی جاسکتی ہے۔

مسلم دنیا کو درپیش چیلنجز ماضی کی دوسو سالہ غلطیوں کا ثمرہ ہیں۔ جس کے سبب ہمیں ورثے میں ایک تلخ میراث ملی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ مسلم قیادت اسے شیریں اور بارآور کرانے میں کس حد تک کامیاب ہو جاتی ہے ہم سوا ارب مسلمان ان کے لئے دعا ہی کرسکتے ہیں۔ لیکن وہ (مسلم قیادت) جس تناسب سے اس مقصد کے حصول میں ناکام رہتی ہے۔ ہماری مشکلات میں اسی تناسب سے اضافہ ہونے کا حقیقی خطرہ موجود رہے گا۔

سوا ارب مسلمان اپنے اپنے رہنماؤں سے آس لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ ان کی دوسو سالہ پچھڑپن اور دکھوں کا مداوا بن جائیں گے۔ اس مرحلے کے بعد باقی دنیا ہماری بے مثال کارکردگی (سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ) دیکھنے کے بعد متاثر ہو کر پیروئ امتِ رسول ﷺ اختیار کریں گے اور ایک بار پھر کرہ ارض سے ظلم، جبر اور تعدی کے نظام کا خاتمہ ہوگا۔ امن وسلامتی کا دور دورہ ہوگا۔ نبی الرحمۃ ﷺ اب مسلم دنیا کے آئیڈیل ہیں بعدازاں یہ عظیم انسان ساری بنی نوع آدم کا آئیڈیل ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ وصل علیٰ محمد وآلہ وصحبہ وسلم عدد مافی علمک۔

کتابیات

1- تفہیم القرآن، جلد سوئم، ص 739,738 آیۃ 18

2- تفہیم القرآن، جلد دوئم ص 162

3- مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق کے لئے ملاحظہ ہو۔ ابنِ ہشام السیدۃ النبویہ جلد

4- دستورِ مدینہ، مجموعہ وثائق السیاسیہ، وثیقہ نمبر 109,105,51 ڈاکٹر حمید اللہؒ

5- سورۃ المائدہ آیۃ 33 النساء آیات 29,10 اور 36

6- سورۃ النساء آیۃ 54، سورۃ الکہف آیۃ 22

7- صحیح مسلم شریف باب تحریمہ ظلم المسلم وخذہ

8- طبقات ابن سعد جلد دوئم، ص 215,165

9- کنزل العمال، طبع بیروت، ص 662

10- مسند احمد جلد 1 ص 62

11- عبدالرحمن بن عوف کی تجارت بخاری شریف جلد 1 ص 561

12- مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب، کنزل العمال الفصل الثالث

13- ابن قیم کی زادالمعاد جلد 1، نیز خطباتِ بہاولپور۔ ص 22، ص 183

14- بحرالحیط ابوحیان اندلسی

15- اقبال نامہ، حصہ اول ص 468 مرتب چراغ حسن حسرت

16- جنگ مڈویک میگزین، 29 جنوری 2003ء

17- عالمی معیشت پر امریکی اثرات، مڈویک میگزین 29 جنوری 2003ء

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

راحیلہ انور۔ راولپنڈی

حق و باطل، نور و ظلمت اور خیر و شر کے تصادم کا آغاز تخلیقِ آدمؑ سے ہوا کہ جب ابلیس نے غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت آدمؑ کی پیدائش کو غلط سمجھا اور انہیں سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اس دن سے قیامت تک بنی نوع انسان کو گمراہی میں مبتلا کرنے کا چیلنج کیا۔ اسی لئے تو عدُوِ مُبین کہلایا اور یوں حق و باطل کی طویل کشمکش کی ابتدائی ہوئی۔ ابلیس کو روزِ آخر تک کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے کہ وہ غلط روش اختیار کرنے والوں کی مدد کرتا رہے یہی وجہ ہے کہ وہ کہتا ہے۔

ہے میرے دستِ تصرف میں جہانِ رنگ و بُو
کیا زمیں کیا مہر و مہ، کیا آسمانِ تو بہ تو
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا غرب و شرق
میں نے جب گرما دیا اقوامِ یورپ کا لہو!
کیا امامانِ سیاست، کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک ہو

خالقِ کائنات اگر چاہتا تو اس ابدی سرکشی اور بغاوت کو روزِ اول ہی کچل ڈالتا اور ابلیس کو بدی پھیلانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی اجازت نہ دیتا۔ مگر خالق نے اس بغاوت و سرکشی کا مقابلہ بندگی سے، ظلم ۽ بربریت کا انصاف سے، بدی کا نیکی سے، باطل کا حق سے غرض کہ ہر شر کا خاتمہ خیر کی طاقت سے کیا۔

قوت اور طاقت اگر کسی اصول و قوانین کی پابند نہ ہو تو وحشت و بربریت بن جاتی ہے اخلاقی اصولوں سے آزاد قوت اندھی طاقت بن جاتی ہے اور دنیا میں تباہی و بربادی کا دور دورہ ہوتا ہے جیسا کہ اقبال نے اپنی نظم ''قوت اور دین'' میں کہا۔

لا دیں ہو تو ہے زہر ہلا ہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاق

آج کا باطل بھی ایسی ہی اندھی طاقت کا مالک ہے اور وہ اپنی لادین قوت اور طاقت کی وجہ سے زہر ہلاہل سے بڑھ کر ہے۔ آج امریکہ اپنی طاقت کو استعمال کر کے ساری دنیا کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنانا چاہتا ہے اور اپنی اندھی طاقت کے بل پر کرہ ارض کا ایک ایسا سماں باندھ رہا ہے جس کی چھت امریکہ ہو اور باقی ساری دنیا اس کا آنگن ہو۔ یعنی امریکہ آقا ہو اور ساری دنیا اس کی غلام ہو۔ ابھی مقاصد کے حصول کے لئے امریکہ نے ''نیا عالمی نظام'' یا ''نیو ورلڈ آرڈر'' تشکیل دیا ہے۔

یہ کوئی پہلا نیا عالمی نظام نہیں ہے۔ تاریخ کے آئینے میں دیکھا جائے تو متعدد بار ایک نئی دنیا کے نام پر بدی کی قوتیں

کبھی سیم و زر، کبھی تخت و تاج اور کبھی اختیار و اقتدار کا سہارا لے کر مخلوق خدا کو سرکشی اور قتل و غارت گری پر ابھارتی رہیں۔ انسان کئی مرتبہ آزادی، مساوات اور نئے نظام زندگی کی خاطر سولی پر لٹکایا گیا۔ تباہ و برباد کیا گیا۔ خاک و خون میں غسل دیا گیا۔ اس کے جسم کو زہریلے تیروں سے چھلنی کر دیا گیا، جنگلی جانوروں کی طرح اس کا شکار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ کبھی بخت نصر نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو کبھی تاتاریوں نے بغداد کی تہذیب کو دجلہ کی گہرائیوں میں ڈبو دیا۔ کبھی ہٹلر کے ہاتھوں نئے نظام کے نام پر نازی جرمنی کے نسلی تسلط کی خاطر لوگوں کو لقمہ اجل بنایا گیا تو کبھی چنگیز خان کے ہاتھوں انسانی کھوپڑیوں کے مینار اور پہاڑ تعمیر کئے گئے اور کبھی پیرس، برلن، ہیروشیما اور ناگاساکی کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیئے گئے۔

یہ تمام کارنامے ایک نئی دنیا آباد کرنے کے لئے اور ایک نئے عالمی نظام کی خاطر سرانجام دیئے گئے۔ سو آج کا باطل بھی گزشتہ باطل کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نئے عالمی نظام کا نفاذ چاہتا ہے اور اس کے عزائم ماضی کے باطل سے کہیں زیادہ خطرناک ہیں۔

نئے عالمی نظام یا نیو ورلڈ آرڈر کے بظاہر مقاصد میں عالمی جنگ کے خطرات کا خاتمہ، دہشت گردی کا خاتمہ، دہشت گردی میں مالی اعانت کرنے والے ممالک پر قابو پانا اور وسیع تباہ کاری پھیلانے والے ذرائع کو محدود کرنا وغیرہ ہے اور مختصراً عالمی امن کا قیام ہے۔ بے شک امن آج انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت ہے کیونکہ امن کی فضا ہی انسانیت کے لئے سب سے موزوں فضاء ہے اور ہر قسم کی خوشیوں اور مسرتوں کا راز امن ہی میں مضمر ہے۔ چنانچہ امریکہ نے بھی امن کے قیام کے لئے نیا عالمی نظام تشکیل دیا۔ امریکہ بھی دنیا سے دہشت گردی کا خاتمہ کر کے امن قائم کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کی تکمیل وہ امتِ مسلمہ کے پھیلاؤ کی روک تھام کی صورت میں کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ امت مسلمہ کو سب سے بڑا دہشت گرد سمجھتا ہے۔

گیارہ ستمبر 2001ء کو امریکی شہر نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹرز کی تباہی کی صورت میں جو حادثہ رونما ہوا۔ امریکی سامراج نے اس کی ذمہ داری اسامہ بن لادن اور ان کی تنظیم القاعدہ پر عائد کی۔ اس سے قبل جولائی 93ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹرز کے کار پارکنگ میں بم دھماکہ ہوا تھا۔ اس دھماکے سے زیر زمین ریلوے اسٹیشن کو نقصان پہنچا تھا اور اس سے آٹھ ہزار فٹ کا علاقہ متاثر ہوا۔ امریکہ نے اس کار دھماکے کی ذمہ داری مصر کی ایک اسلامی تنظیم "الجماعۃ الاسلامیہ" کے سربراہ پر ڈالی جو نابینا تھے اور یکم اکتوبر 1995ء کو امریکہ کی ایک عدالت نے دھماکے کی منصوبہ بندی کرنے اور پیروکاروں کو امریکہ کے خلاف مسلح جہاد کی ترغیب دینے کے الزام میں عمر قید کی سزا سنائی۔

غرض امریکہ ہر دہشت گردی، تخریب کاری، لوٹ مار اور بدامنی کا ذمہ دار عالم اسلام کو قرار دیتا ہے۔ 11 ستمبر کے واقعات کے بعد تو امریکہ عالم اسلام کے خلاف مزید بھڑک اٹھا ہے وہ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر اسلام کے حقیقی تصور، روایات اور اقدار کو مسخ کرنا چاہتا ہے جبکہ امریکہ خود دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے اور وہ دہشت گردی کا خاتمہ دہشت گردی سے کر کے دنیا کو ایک مقتل میں تبدیل کرنا چاہتا ہے اور قبرستان کی شکل دینا چاہتا ہے۔

بظاہر تو امریکہ اپنے نئے عالمی نظام کو امن اور سلامتی کے منصوبے کے طور پر پیش کرتا ہے مگر صحیح معنوں میں اس امن

سے مراد امریکہ کی شرائط پر امن ہے سوچنے امن چاہیئے وہ امریکہ کی شرائط قبول کرے اور امن خرید لے ورنہ مرمٹنے کو تیار ہو جائے۔ تو گویا یہ کوئی نیا عالمی نظام نہیں، بلکہ انسانیت کو مصائب اور آلام میں مبتلا رکھنے کی حکمت عملی ہے۔ امریکی سامراج کا سب سے بڑا مقصد مشرق وسطیٰ میں موجود تیل کے وسائل پر بالادستی حاصل کرنا ہے۔ تیل پر بالادستی حاصل کرنے سے وہ تمام ترقی پذیر ملکوں کی تقدیر کا مالک بن سکتا ہے۔ نیا عالمی نظام اقتصادی و معاشی استحصال کا ایک نیا راستہ ہے۔ یہ خاص طور پر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی منصوبہ بندی ہے۔ امریکہ درحقیقت ساری دنیا پر اپنی فرماں روائی کا سکہ جمانے اور عالم اسلام کے وسائل پر قبضہ جمانے کی فکر میں ہے۔ وہ اسلامی ممالک میں آزادی کی تحریکوں کو کچل کر مسلمانوں پر نالائق اور مفاد پرست حکمران مسلط کرنا چاہتا ہے اور ان ممالک کو اپنا دست نگر بنانا چاہتا ہے۔ جو اپنے پیداواری وسائل کی وجہ سے دنیا میں معاشی میدان میں امریکی بالادستی کو چیلنج کر رہے ہیں۔ امریکہ صرف اور صرف امتِ مسلمہ، اسلامی ممالک، اسلامی اقدار و روایات اور اسلامی عقائد و نظریات کا مخالف ہے نئے عالمی نظام کے حقیقی معنی سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اسے عالمی نظام کی بجائے عالمی بدنظمی کہنا بجا ہے آج ہر طرف ظلم و بربریت کی داستانیں کھلی ہیں۔ انسان، انسان کا گلا کاٹنے پر تلا ہوا ہے۔ ہر جگہ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے گلستان خرابوں کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔

گزروں ہوں جس خرابے پہ کہتے ہیں واں کے لوگ
ہے کوئی دن کی بات، یہ گھر تھا یہ باغ تھا

تمام صورت حال کو سامنے رکھ کر نئے عالمی نظام کا جائزہ لیا جائے تو یہ منکشف ہوتا ہے کہ نئے عالمی نظام کے بلند و بانگ دعوے دہشت گردی کے تسلسل کی داستان ہیں۔ یہ ایک مفاد پرستانہ اور خودغرضانہ تحریک ہے لہٰذا ایسا امن قبول کرنا ذلت اور غربت اور قبرستان جیسا امن قبول کرنے کے مترادف ہے اس لئے امریکہ کا نیا عالمی نظام عالم اسلام کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ یہ اسلامی احیاء کے تصور کو کچلنے کے لئے بڑے سے بڑے اقدامات کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا وہ عالم اسلام کو کبھی متحد اور مضبوط نہیں ہونے دے گا۔ عراق کی تباہی میں بھی اس کا یہی مقصد ہے کہ عالم اسلام متحد ہونے سے قبل ہی انتشار کا شکار ہو جائے۔ یہ اسلامی ممالک کو روٹی کے مسائل میں الجھا کر ساری دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے فَاعتَبِرُوا یا اُولِی الاَبصَار۔ (اے عقل والو! عبرت پکڑو) ورنہ ساری دنیا عنقریب ایک قتل گاہ میں تبدیل ہو جائے گی۔ نئے عالمی نظام کی صورت میں جو دریا جھوم اٹھا ہے اسے تنکوں سے ٹالنا ممکن نہیں۔

اب ٹوٹ گریں گی زنجیریں اب زندانوں کی خیر نہیں
جو دریا جھوم کے اٹھے ہیں تنکوں سے نہ ٹالے جائیں گے
اے خاک نشینو! اٹھ بیٹھو وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے جب تاج اچھالے جائیں گے

نئے عالمی نظام کا ٹارگٹ عالم اسلام کا خاتمہ ہے اور ▪ اپنے اس ٹارگٹ کے لئے تسلسل سے سرگرم عمل ہے۔ اگر

مسلمان اب بھی سنجیدہ نہ ہوئے اگر انہیں اب بھی امریکہ کی مکار آنکھوں میں میل نظر نہ آئی اور انہوں نے مستقبل کے لئے کوئی مضبوط منصوبہ بندی نہ کی تو پھر امتِ مسلمہ کو اجتماعی موت کے لئے مستعد رہنا ہوگا۔ اگر اب بھی مسلمان امریکہ کے امن کو واقعی امن سمجھ کر اس کے غلام بنے رہے اور اس کے دباؤ کے سامنے جھک کر اس کے فرمانبردار بن بیٹھے تو شاید کبھی احساس ہو کہ۔

کیا وہ غرور کی خدائی تھی
بندگی میں میرا بھلا نہ ہوا

نئے عالمی نظام کے بانیوں کے عزائم سے نبرد آزما ہونے کے لئے عالم اسلام کو ایک قائدانہ کردار ادا کرنا ہوگا۔ ان تمام خطرات سے نمٹنے کے لئے پوری امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا چاہیئے۔ اس سے قبل کہ غیر مسلم قوتیں عالم اسلام کو اپنے نئے عالمی نظام کی قربان گاہ کی بھینٹ چڑھانے میں کامیاب ہو جائے۔ امت مسلمہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس سازش کو ناکام بنائے۔ آج امت مسلمہ متحد نہ ہوئی تو اسلام کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ آج باطل حق کو دبانے کی جرأت اس لئے کر رہا ہے کہ وہ اتحاد کا حامل ہے یہود و نصاریٰ، مشرکین، منافقین سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں اور حق کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ مسلمانوں کا جذبہ اتحاد، یہود و نصاریٰ کی طرف چلا گیا ہے اور اسی اتحاد کے بل پر وہ مسلمانوں کے خلاف ایک صلیبی جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ اگر امتِ مسلمہ نے علم و دانش سے کام نہ لیا تو ممکن ہے یہی کہنا پڑے۔

لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیلؑ
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

آج امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہمت جرأت اور اتحاد سے کام لے کر اس قسم کے امریکی امن کے خلاف آواز بلند کرے اور امریکی ساختہ نئے عالمی نظام کو رد کر ڈالے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

بے شک امریکی عزائم میں امت مسلمہ کے لئے سنگین خطرہ ہے مگر یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ بھی نہیں کہ اس کا حل تلاش نہ کیا جا سکے۔ اس مسئلے کا حل قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ میں مضمر ہے اگر مسلمان امریکی عزائم کو ناکام و نامراد بنانے کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں منصوبہ بندی کریں تو کامیابی یقینی ہے۔ اسلام کی انسانی اور آفاقی اقدار قرآن کریم اور شریعت محمد ﷺ کی اصل ہیں اور امت مسلمہ کی دینی اور دنیاوی ترقی کا دارومدار بھی انہی دو چیزوں پر ہے۔ قرآن کریم ایک مکمل نظامِ زندگی ہے اور تمام باطل قوتوں پر حاوی ہے اگر مسلمان قرآن کریم کے نظام پر متفق ہو جائیں تو انسانیت کی ترقی میں جو رکاوٹیں حائل ہیں وہ سب مٹ سکتی ہیں۔ تمام مسائل کا حل رجوع الی القرآن ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار!

قرآن کریم کی عملی تفسیر آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ داعی اِلی اللہ اور سراج منیر بن کر تشریف لائے تھے تاکہ ساری دنیا کو منور کریں۔ آپ ﷺ قرآنِ ناطق ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر مسلمان آنحضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو ساری دنیا کو تسخیر کر سکتے ہیں۔

جو کرنی ہے جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوندِ عجم ہو جا!

قرآن کریم اور تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق آج مسلمانوں کی سب سے پہلی اور بڑی ذمہ داری اتحاد قائم کرنا ہے۔ آنحضورؐ نے اتحاد امہ پر بہت زور دیا ہے۔ آپؐ اتحاد و تنظیم کے بہت زبردست حامی تھے اس لئے اس مشکل وقت میں امت مسلمہ کو یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آج اگر امت مسلمہ متحد نہ ہوئی تو اسلام کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ مسلمان متحد ہو کر تمام اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تاریخ میں ہمیں امت مسلمہ کے اتحاد کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی قلیل تعداد نے صرف اور صرف اتحاد اور اطاعتِ رسولؐ کی وجہ سے کفار کی بڑی تعداد پر برتری حاصل کی۔ تمام غزوات اور فتوحات میں مسلمانوں کی کامیابی کا سبب انکا مثالی اتحاد تھا۔ آنحضور ﷺ نے اپنی حکمت عملی سے مہاجرین و انصار کا جو رشتہ مواخاتِ مدینہ کی صورت میں قائم کیا وہ مثالی ہے۔ دراصل اسلام کی مقبولیت اور طاقت کا راز اس کی عالمگیر یکجہتی اور مساوات میں رہا ہے۔ اس لئے آج سے 1400 سال پہلے قرآن کریم نے آدمیت کو اس کے اصل مقام سے روشناس کرایا۔ رنگ و نسل کے بت پاش پاش کر ڈالے اور ملت کی بنیاد دنیاوی تفاخر کی بجائے تقویٰ قرار دیا اور فرمایا۔

وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللہِ جَمِیعاً وَّلَا تَفَرَّقُوا.

آج مسلمان جہاں بھی ہیں تہی دست، تہی دامان ہیں اور ان کے پاس کچھ نہیں۔ وہ پابہ زنجیر ہیں۔ زوال آمادہ ہیں برہنہ سر ہیں یہ وہی مسلمان ہیں جن کے رسول ﷺ نے انہیں انتشار اور تفرقہ بازی سے بچنے کی تلقین کی۔ یہ وہی مسلمان ہیں جن کی کتاب پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفشَلُوا وَتَذهَبَ رِیحُکُم.

مگر افسوس آج امت مسلمہ تفرقہ بازی کا شکار ہو گئی ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کو بھول گئی ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد سوا ارب کے قریب ہے۔ مگر مسلمان متحد نہیں بلکہ منتشر ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی گم شدہ طاقت یعنی اتحاد و اتفاق کو واپس لانا ہوگا۔ کیونکہ کسی کے آگے سر جھکانا نہ ہماری تاریخ ہے اور نہ ہماری غیرت کا تقاضا ہے۔ اس لئے مسلمانانِ عالم کو مل کر قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا کہ پوری دنیا میں مغربی اقدامات کو شکست نصیب ہو۔ قرآن معاشرے کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔ آج اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی قرآن کریم کو تھام کر اٹھ کھڑے ہوں تو امریکی عزائم کا قلع قمع ہو جائے اور قرآن کریم اور تعلیماتِ نبوی ﷺ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے امت مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل نکل آئے۔

ے وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قراں ہو کر

تارکِ قرآن وسنت ہونا ہی امتِ مسلمہ کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اس لئے تو آج پورا عالم اسلام انتشار اور نااتفاقی کا شکار ہے۔ اسے متحد کرنے کے لئے اسلامی اخوت کو قرآن اور نبوی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ اتحاد مسلم ہی آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

بدلے یک رنگی کے یہ ناآشنائی ہے غضب
ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب
جس کے پھولوں سے اخوت کی ہوا آئی نہیں
اس چمن میں کوئی لطفِ نغمہ پیرائی نہیں

سرکار دو عالم ﷺ نے امت مسلمہ کو واشگاف الفاظ میں تاکید کی کہ دنیا کے تمام مسلمان بلالحاظ رنگ ونسل، ملک وقوم دینی اخوت کے رشتہ میں منسلک ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''تمام مسلمان آپس میں ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے'' پھر ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر جال بنایا۔ امت مسلمہ کی قوت اور مضبوطی ظاہر کرنا مقصود تھا مگر اس کے برعکس آج مسلمان کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں اس لئے تو باطل قوتوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔

اتحاد کے حوالے سے اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) ایک اہم اور فعال تنظیم ہے۔ اس تنظیم کی تشکیل کا مقصد ہی ملت اسلامیہ کی شیرازی بندی تھا۔ لہذا یہ تنظیم اپنا کردار ادا کرتے ہوئے تمام اسلامی ممالک میں اتحاد پیدا کرے اور امت مسلمہ کی شیرازی بندی کر کے امریکی عزائم کو ناکام بنانے میں اپنی خدمات سرانجام دے۔

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہوچکی اجزائے ہستی کی پریشانی

باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کی دوسری بڑی ذمہ داری جہاد کی تیاری ہے اور جہاد تبھی ممکن ہے جب مسلمان مضبوط اور متحد ہو جائیں۔ مسلمانوں کے زوال کی ایک بڑی وجہ ترکِ جہاد ہے۔ آنحضور ﷺ شجاعت و بہادری کا پیکر تھے اور ایک بہترین سپہ سالار تھے۔ آپؐ نے اپنی امت کو جہاد کی ترغیب دی اور خود بھی اس پر عمل کیا۔ آپؐ مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعظم ہیں اور آپؐ نے فرمایا۔

''جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ جس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ کبھی اس کے بارے میں سوچا وہ نفاق کے شعبے میں مرا'' (رواہ مسلم)

قرآن نے فرمایا: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

مگر آج کے مسلمان میں باطل کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت تو ہے لیکن استعمال میں لانا نہیں چاہتا۔ آج مسلمان کا وہی حال ہے جو قرآن کریم نے حضرت موسیٰ کی قوم کا بیان فرمایا کہ جب انہیں جہاد کی ترغیب دی گئی تو کہنے لگے۔

''اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں''

ترکِ جہاد کی وجہ حُبِ دنیا ہے۔ آج کا مسلمان دنیاوی محبت میں گرفتار ہے اسے اپنی جان و مال سے محبت ہے۔ جاہ و

منصب کی فکر ہے۔ اسے موت سے ڈر لگتا ہے جبکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

''کفار و مشرکین کے ساتھ جہاد کرو اپنے جان، مال اور زبان کے ذریعے''

آپؐ نے ہمیشہ مسلمانوں کو جہاد، اتحاد اور ثابت قدمی کا درس دیا اور خود بھی بہت سے معرکوں میں شرکت فرمائی جنہیں غزوات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ ان سب کی جنگی حکمتِ عملی اور سپہ سالاری سے اس دور کے مسلمانوں کو ہمیشہ کامیابی حاصل ہوئی اور انہوں نے باطل کا مقابلہ کیا۔ حق نے ہر دور میں باطل کو شکست دی۔ آج بھی باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے امت مسلمہ کو جہاد کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ آج بھی امتِ مسلمہ کو آنحضور ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے نقشِ قدم پر چل کر جذبہ جہاد اور اتحاد و یکجہتی کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے سیسہ پلائی چٹان کی مانند ہونا چاہیے۔ اگر اتحادِ مسلمانانِ عالم کا معجزہ ظہور پذیر ہو تو مغربی اقدامات کے خلاف ایک انقلاب برپا ہو سکتا ہے مسلمان یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ امریکہ سپر پاور نہیں ہو سکتا ہے مسلمان یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ امریکہ سپر پاور نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سپر پاور ہے۔ تمام اختیارات و اقتدار کی مالک صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

اگر سینے میں ہے دل اور تڑپ اسلام کی دل میں
اتر سکتا ہے ابرِ رحمتِ پروردگار اب بھی
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اس مبارک عمل کو دوبارہ امت میں زندہ فرمائے اور ان کی شہادتوں اور زخموں کے صدقے اس امت کو بیدار فرمائے اور پھر تاریخ جیسا عروج و ترقی عطا فرمائیں۔ ورنہ ''ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''

آج مسلمانوں کی ایک ذمہ داری جدید علوم سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔ انسان کا بنیادی کام تسخیر کائنات ہے مگر انسان نے اپنے اصلی مشن کو چھوڑ کر آپس میں جنگ شروع کر لی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے اپنے ملک کا تعلیمی معیار بلند کریں اور جدید علوم کو اپنانے میں قدامت پسندی کو حائل نہ ہونے دیں۔ آنحضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِماً. ''بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا''

نیز آپؐ نے فرمایا۔ ''مہد سے لحد تک علم حاصل کرو'' اسلام اپنے پیروکاروں سے اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نئی نئی ایجادات و اختراعات کریں اور انسانیت کی فلاح و بہبود کا سامان کریں اس لئے قرآن کریم نے قدم قدم پر غور و فکر، تفکر و تدبر اور عقل و فہم کے استعمال کی تاکید کی۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الاَعْمٰى وَالْبَصِيرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ.

تاریخ میں مسلمانوں نے ہر شعبہ علم میں تفکر و تدبر اختیار کیا اور علم کی نئی نئی شمعیں روشن کیں۔ آنحضور ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں نے علم کے میدان میں ترقی حاصل کی۔ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ مظاہر کائنات کی پوجا کرتے تھے اور ان چیزوں کو اپنا رب اور آقا سمجھتے تھے وہ مختلف علوم پر دسترس حاصل کرنے کے بعد انہی چیزوں کو اپنا خادم سمجھنے لگے اور یہ جان گئے کہ اللہ تعالیٰ

نے یہ تمام چیزیں نوعِ انسانی کی خدمت کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ بقول اقبال مرحوم۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

تاریخ میں مسلمانوں کو جو عروج نصیب ہوا وہ علم سے واقفیت کی بناء پر ہوا اور آج مسلمانوں کو جس زوال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ سب بھی علوم جدیدہ سے نابلدی کی وجہ سے ہے۔ مسلمانوں کے زوال کا سبب تعلیم و تعلم سے فرار ہے۔ جب مسلمانوں نے کائنات میں غور و فکر کی عادت ترک کر ڈالی تو علوم جامد ہو گئے اور انحطاط کا دور شروع ہوا اور مسلمان تیزی کے ساتھ پستی کی طرف بڑھنے لگے۔ آج مغرب جن سائنسی علوم اور ایجادات کا مالک بن بیٹھا ہے وہ مسلمانوں کے کرشمے ہیں۔ سائنس مسلمانوں کی میراث ہے جو اب مغربی اقوام نے اپنا لی ہے اور مسلمان اسے ترک کر کے زوال آمادہ ہو چکے ہیں۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

آج امت مسلمہ علومِ جدیدہ، فنونِ لطیفہ، صنعت و حرفت، زراعت، اسلحہ سازی اور جدید جنگی فنون سے نابلد ہیں۔ عزم بلند مفقود ہے حیرت کی بات ہے کہ جس امت کا خدا بھی معلم، نبی معلم، خلفائے راشدین بھی معلم ہیں اس قوم کی تہذیب علوم و فنون سے خالی ہے یہ سب کچھ روح دین سے نابلدی کے سبب پر ہے۔ آج مسلمانوں کا صرف دنیاوی علوم کا چشمہ خشک نہیں بلکہ دینی علوم بھی ختم ہیں جبکہ اللہ اور رسول اللہ نے دینی علوم کے ساتھ دنیاوی علوم کے حصول کی ترغیب بھی دلائی۔ قرآن کریم نے بھی کہہ دیا۔ لَیسَ لِلاِنسَانَ اِلاَّ مَا سَعٰی. اور آنحضورﷺ نے بھی فرما دیا۔

تَعَلَّمُوا مِن اَمَرِ النجُوم تَعَلَّمُوا مِن اَنسَابِکَ

آج امتِ مسلمہ کو چاہیئے کہ علوم و فنون میں ترقی حاصل کر کے دنیا میں اپنا عروج بحال کرے۔ خونِ جگر استعمال کریں۔ آرام طلبی، سستی، کاہلی کو خیر باد کہہ دیں۔ کیونکہ حدیث نبویﷺ ہے۔

''عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرفِ صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود!!

امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ دفاعی سامان کی تیاری کے لئے مختلف صنعتیں قائم کرے اس کے لئے معاشی، فنی اور تعلیمی ہر طرح کے وسائل جمع کرے۔ امت مسلمہ کو دفاعی سامان یعنی اسلحہ اور میزائل وغیرہ جہاد اور اتحاد سے بیگانہ اور بیزار کرنا نئے عالمی نظام کا ایک حصہ ہے تاکہ وہ عالم اسلام کے وسائل پر آسانی سے بالادستی حاصل کر سکے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ

دفاع کے لئے اسلحہ کا استعمال واجب نہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں۔آج امت مسلمہ نے اسلحہ سے منہ موڑ لیا ہے اور اس کو اپنے لئے عار سمجھ لیا ہے اسلحہ سے غفلت تباہی و بربادی ہے۔قرآن کریم نے فرمایا: وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ.

حدیث میں بھی ارشاد ہے۔''حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا اور ان کفار کے لئے اپنی استطاعت کے موافق قوت تیار رکھو۔خبردار تیراندازی ہی (اصل) قوت ہے،خبردار تیراندازی ہی قوت ہے۔خبردار تیراندازی ہی قوت ہے''

قرآن و حدیث میں اسلحہ کی اہمیت واضح نظر آتی ہے اسلحہ سے نفرت اور انحراف درحقیقت قرآن و حدیث و سنت نبویہ سے نفرت ہے۔اسلحہ سے ہی اسلام کی عزت و عظمت بھی ہے اور قوت اور طاقت بھی۔اسلحہ سے آنحضورﷺ کو والہانہ عقیدت اور محبت تھی اور یہ ہمارے پیارے نبیﷺ کی میراث تھی۔صحابہ کرامؓ کسی وقت بھی حتیٰ کہ رات کو بھی اسے اپنے تن سے جدا نہیں کرتے تھے مگر آج کا مسلمان اسے قابلِ نفرت اور دہشت گردی کی علامت سمجھتا ہے۔اسی لئے زوال پذیر ہے آج مسلمان خالی ہاتھ ہے اسی لئے کفر ہر طرف سے اس پر غالب آنے کی سازشیں کر رہا ہے اور یہ ہے کہ کفر کی سازشوں کو امن سمجھے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے اور اس بات سے بے خبر ہے کہ

ہے معرکہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا ہے

یہ تمام ذمہ داریاں اس وقت تک نہیں پوری کی جاسکتیں۔جب تک ایمان کامل نہ ہو۔مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے ایمان کو مضبوط و مستحکم بنائیں۔دنیا کے جس ملک میں بھی مسلمان آباد ہیں وہ سب اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ہر شخص انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرے تو اجتماعی امن قائم ہوگا اور پھر مسلمان متحد ہو کر ہر ظلم کو تہس نہس کر دیں۔امت مسلمہ اپنے اندر عشقِ حقیقی پیدا کرے اور عشق رسولﷺ سے اپنے قلوب کو منور کرے۔تاریخ کی کھلی کتاب پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ان کے دل عشق سے منور تھے اور اللہ اور رسولﷺ سے سچے عشق کی بناء پر ہی انہیں ہر مقام پر کامیابی نصیب ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرمادیا۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ.

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ پر رحم کی شرط اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسولؐ قرار دی ہے۔اس لئے اگر مسلمان رحم چاہتے ہیں تو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسولﷺ کریں اور اپنے اندر ایمان کی پختگی پیدا کریں۔

مشہور مسلمان جرنیل عقبہ بن نافع جب ساتویں صدی عیسوی کے اواخر میں شمالی افریقہ کے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے بحر اوقیانوس کے ساحل پر پہنچ گئے تو انہوں نے اپنا گھوڑا زین تک سمندر کی لہروں میں بڑھا دیا اور پکار کر کہا اے اللہ! گواہ رہنا اگر یہ گہرا سمندر میرے راستے میں حائل نہ ہوتا تو میں تیرے دین کو مزید آگے لے جاتا تو یہ اللہ کے بندوں کا عشق تھا۔دین سے عشق

،اللہ سے عشق، رسول سے عشق۔

؎ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کردے

آج مسلمانوں کی کامیابی صرف آنحضور ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے۔ آپؐ نے زندگی کے ہر نظام میں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔ اللہ کی اطاعت آنحضور ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے۔ وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔

اگر زندگی کے معاشی نظام کے اصول وقوانین مرتب کرنے ہوں تو آنحضور ﷺ کی معاشی حکمتِ عملی کا جائزہ لیا جائے گا۔ آج مسلمان سود در سود کے چکر میں پھنس چکا ہے اور یہی وجوہات ہیں جن کی بناء پر آج مسلمان ترقی کی دوڑ میں سب سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے جوا، سٹہ بازی، سود، بددیانتی، ذخیرہ اندوزی، ارتکازِ دولت اور اسراف سے ممانعت فرمائی اور حلال وحرام میں تمیز قائم کر کے تجارت، زکوٰۃ، صدقات اور عدل جیسی پاکیزہ چیزوں کے اصول وقوانین مرتب کئے اور اس طرح ایک بہترین نظامِ معیشت رائج فرمایا۔

آنحضور ﷺ کے رائج کردہ معاشرتی نظام کا جائزہ لیا جائے تو مساوات، عدل و انصاف اخوت و بھائی چارہ، رواداری، حقوق وفرائض کا تعین، غلامی کا خاتمہ، تحمل و بردباری کی تلقین اور مواخاتِ مدینہ جیسی صفات سامنے آتی ہیں اور اجتماعی زندگی کے امن کے لئے ان تمام صفات کا ہونا ضروری ہے اور یہی وہ صفات ہیں جن سے ایک بہترین معاشرے کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ آپؐ کے نافذ کردہ سیاسی نظام کا جائزہ لیں تو حلف الفضول، میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی صورت میں آپؐ کی بہترین حکمتِ عملی سامنے آتی ہے اگر آپؐ کی تعلیمی حکمتِ عملی کا جائزہ لیا جائے تو دارارقم اور صُفہ جیسی درس گاہیں، تبلیغ و اشاعت کے مراکز کا قیام اور تعلیم وحکمت کا بہترین انتظام سامنے آتا ہے۔

غرض معاشی نظام ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا تعلیمی، ہر اعتبار سے آپؐ کی تعلیمات مکمل اور جامع ہیں۔ آپؐ کے نافذ کردہ اصلاحات کا مقصد تھا کہ معاشرہ ہر لحاظ سے مضبوط اور مستحکم ہو جائے۔ آج اگر مسلمان ہر نظام زندگی میں آنحضور ﷺ کی تقلید کریں، تو وہ ہر طاقت کا سامنا کر کے اسے نیست و نابود کرسکتے ہیں۔ تاریخ انسانی کے کھلے صفحات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں نے سعی مسلسل، قوتِ بازو، جذبہ ایمان اور اطاعتِ رسولؐ پر انحصار کیا تو دنیا کی امامت کا کلاہ ان کے سرڈال دیا گیا۔ کیونکہ

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

پروفیسر سیدہ بشارت ساغر۔ کوئٹہ

اس وقت حالات ایسی خطرناک حد عبور کر چکے ہیں کہ جہاں سے واپسی انتہائی مشکل اور دشوار ہے خلیجی جنگ سے پہلے مغربی ممالک نے ایک طرف ایران کو اسلحہ فراہم کیا تو دوسری طرف عراق کی بھرپور مدد جاری رکھی یہ جنگ آٹھ سال تک جاری رہی۔ اقوام متحدہ نے۔ سلامتی کونسل نے۔ امریکہ نے۔ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک نے اس جنگ کا تماشا دور کھڑے ہو کر دیکھا فقط زبانی قرار دادیں پاس ہوتی رہیں۔ دو اسلامی ممالک آپس میں لڑتے رہے۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل اپنے منشور کی ان دفعات کو یکسر بھول گئے جو ایسے حالات میں جنگ بندی کے لئے عملی اقدامات اٹھائے جانے کے لئے منشور میں موجود ہیں۔ اس جنگ کے بعد امریکہ کی چالباز سفیر نے عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اس ترغیب کا ثبوت امریکہ میں صدارتی امیدوار ایلگور کے بیان سے ملتا ہے اس طرح دو اسلامی ممالک کی جنگ میں امریکہ کے صدر بش سینیئر نے اقوام متحدہ سے قرارداد پاس کروا کر عراق پر بڑی بے رحمی سے حملہ کر دیا اس قرارداد سے یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ اقوام متحدہ نے جو کہ امریکہ کے ذیلی ادارے کا سا پارٹ ادا کر رہی ہے، کیوں عراق ایران جنگ میں جنگ بندی کی قرارداد پاس نہ کی اور کیوں خلیجی جنگ کی طرح کا عمل پیدا نہ کیا اس طرز عمل سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ امریکہ اور اقوام متحدہ در پردہ کوئی اور ہی سازش کر چکے تھے ایران عراق جنگ دو اسلامی ممالک کے درمیان جنگ تھی۔ عراق اور کویت کے درمیان جنگ بھی دو اسلامی ممالک کے درمیان جنگ تھی اول الذکر جنگ کو آٹھ سال تک جاری رہنے دیا گیا اور آخر الذکر جنگ کو آٹھ دن بھی جاری نہ رہنے دیا گیا اس کے بعد افغانستان کی مثال سامنے آ رہی ہے اس جنگ میں جو کہ روس کے خلاف تھی اسامہ بن لادن طالبان اور پاکستان کے کندھوں پر بندوق رکھ کر روسی ریچھ کو افغانستان سے نکال دیا گیا۔ روس کا صدر کسی وقت میز پر جوتا مار کر کہا کرتا تھا۔ "We will bury you" یہ ملک روس کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ روسی صدر یہ بھی کہتا تھا کہ مکرانی عورتیں عرصہ دراز تک سبز آنکھوں والے بچے پیدا کریں گی آج اسی روس کے فوجی اپنے کندھوں پر ملٹری سٹار لگا کر سیاحوں سے بھیک مانگ رہے ہیں کیا امریکہ کا ایسا حشر نہیں ہو سکتا؟ ہر کمالے را زوالے ۔ ہر زوالے را کمال۔ امریکہ واحد سپر پاور ہے نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ کرنے والا ہے۔ روئے زمین پر فرعون بنا ہوا ہے۔ ہر فرعونے را موسیٰ، دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو۔ اب ذرا اسی تسلسل کو ایام گزشتہ کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کے بارے میں سلامتی کونسل کی قرارداد پر آج تک عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ پچپن سال گزر گئے لیکن کویت کے بارے میں سلامتی کونسل کی قرارداد پر پچپن ایام گزرنے سے پہلے عمل درآمد ہو گیا اب ہم ستمبر 2001ء کے سانحہ کی طرف آ رہے ہیں جو کہ یہ ہے کہ اس حملے کے فوراً بعد امریکہ نے پاکستان کو دھمکی دی کہ تم ہمارے دوست ہو یا دشمن؟ وہی اسامہ بن لادن وہی طالبان وہی پاکستان جو بھی روس کے خلاف امریکہ کے اتحادی تھے یک لخت دشمن خیال کئے جانے لگے۔ لیکن پاکستان یوٹرن لے گیا امریکہ اور اتحادیوں نے افغانستان پر کارپٹ بمباری کر دی قدرت کا انداز ملاحظہ ہو کہ وہی افغانستان جہاں سے اٹھ کر محمود غزنوی نے سومنات کے بت کو توڑ کر اس وقت کے رائج الوقت سکہ کے مطابق چودہ کروڑ کے ہیرے جواہرات حاصل کئے اور آج تاریخ نے پھر اسی واقعہ کو اس طرح دہرایا ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ملبے سے چودہ کروڑ ڈالر کے سونے کے برابر سونے کی اینٹیں برآمد ہوئی ہیں یہاں ہم

تفریح طبع کے طور پر ایک شعر پیش کرتے ہیں گر قبول افتد۔

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں
(اقبال)

اوراب اسی زمین میں ہمارا ایک شعر:

میرے عشق کی جولانیاں تیرے حسن کی تابانیاں
کبھی یہ کمند نیاز میں کبھی وہ کمند نیاز میں
(راقمہ)

امریکہ سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ نہ تو کشمیر کے مسئلہ میں سنجیدہ ہیں۔ اور نہ اقوام متحدہ کی قرارداد پر عمل کیا جارہا ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ یہ قرارداد اب فرسودہ اور پرانی ہو چکی ہے ہم یہ جواب دیں گے کہ سچائی بھی پہاڑوں سے زیادہ پرانی ہے عراق پر پابندیاں لگا کر عراقی بچوں، عراقی عورتوں، عراقی باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے امریکہ سے کوئی رحمدل انسان کیوں نہیں پوچھتا کہ ان بے گناہ بندگان خدا کا کیا قصور ہے؟ جہاں اقوام متحدہ اور امریکہ کا مفاد وابستہ ہوتا ہے وہاں جدوجہد آزادی اور حق خودارادیت کی تحریک کو دہشت گردی کا نام دے دیا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ بلکہ کشمیر میں جدوجہد آزادی اور حق خودارادیت کی تحریک کو دہشت گردی قرار دے کر الٹے سیدھے بیان بھی داغ دیئے جاتے ہیں فلسطین ہو، چیچنیا ہو، ہر حق خودارادیت کی تحریک کو دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ 11 ستمبر 2001ء کے سانحہ کے بعد ہی نہیں ہوا بلکہ اس سے پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے جبکہ اس حملہ کے بعد اس بات میں شدت پیدا ہوگئی ہے۔ 11 ستمبر کے سانحہ کو، امریکہ کے اپنے دانشور امریکہ کی اپنی غلطی قرار دے رہے ہیں اور صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ امریکہ کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیے تھا امریکہ کے دانشور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ امریکہ نے گزشتہ ایک صدی سے جس قدر لوگ مروائے ہیں جس قدر ظلم کیا ہے۔ امریکہ نے جس قدر ناانصافی کی ہے ستمبر 2001ء میں ہونے والا نقصان بہت ہی کم ہے چیری فال ویل اور پٹ وار برئن امریکی دانشوروں نے اس سانحہ پر اپنا ردعمل اس طرح بھی ظاہر کیا ہے۔ ''خدا نے امریکہ کے دشمنوں کو موقع دیا ہے کہ وہ بھی امریکہ کو وہی سبق سکھا دیں جس سبق کے دینے کے لئے امریکی حقدار قرار دیئے گئے ہیں'' اس کے علاوہ امریکی دانشور Petter Berger اپنے آرٹیکل (Holy War) میں یوں رقمطراز ہے ''سوویت یونین کے خاتمے نے امریکہ کو زیادہ سرکش بنا دیا ہے اور امریکہ خود کو آقا سمجھنے لگا ہے امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے نیا عالمی نظام قائم کرلیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ امت مسلمہ والے بھی کسی نئے متوازی عالمی نظام کی تشکیل پر غور کرنے لگیں'' ادھر امریکہ کے تھنک ٹینک یہ تھنک کر رہے ہیں کہ ستمبر کا سانحہ امریکہ کی اپنی کوتاہیوں اور ناانصافیوں کا نتیجہ ہے یہ تھنک ٹینک یہاں تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ امریکہ کے پاس جدید ترین تباہ کن خطرناک ہتھیار تو ہیں لیکن جو ہتھیار امریکہ کے دشمنوں کے پاس ہے وہ ہتھیار امریکہ کبھی ایجاد نہیں کرسکتا اس ہتھیار کا نام ''فدائی حملہ'' ہے اور جب تک امریکہ کے دشمنوں کے

دلوں میں حب رسول ﷺ ہے ان دشمنوں کو ختم کرنا آسان کام نہیں۔ ہر روز ہزاروں بکرے ذبح ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ختم نہیں ہورہے ہیں۔ ''امریکہ نے ہم جنس پرستی اور اسقاط حمل کو جائز قرار دیا ہے'' اس لئے یہ سلوک جو امریکہ کے ساتھ ہوا ہے جائز ہے۔ (چیری فال وِیل)

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی
اس کے بدن سے روح محمدؐ نکال دو

امریکی صدر ظاہری طور پر اسلام کی بڑی تعریف کرتا ہے امریکی صدر کہتا ہے کہ اسلام پرامن دین ہے لیکن درپردہ صلیبی جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ امریکہ کے دانشور یہ کہتے ہیں کہ صلیبی جنگوں میں ہم نے "Saladin Tax" تو لگایا تھا لیکن ہم نے ''نپولین ٹیکس'' کے متعلق کیوں نہیں سنا؟ امریکی صدر ہاتھی کے دانت کے مصداق مسجدوں میں جوتے اتار کر جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اب ہم دہشت گردی اور جدوجہد آزادی کی تحریک کا جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ بین الاقوامی قانون کی موجودگی میں کس طرح جدوجہد آزادی اور حق خودارادیت کی تحریکوں کو دہشت گردی سمجھ لیا گیا ہے ایسے حالات کی وجہ سے امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد ہورہی ہے کہ وہ نئے عالمی نظام کی تشکیل پر تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں لائحہ عمل اختیار کریں کیونکہ امت مسلمہ کو اس بات کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر میں حق خودارادیت کی تحاریک اور دہشت گردی کی کارروائیوں کے درمیان تفریق کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے یرغمال بنانے کے قانون کے خلاف جون 1983ء میں بین الاقوامی کنونشن میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے۔

''ایسے مسلمہ تنازعات کے سلسلے میں یرغمال سازی کی کارروائی پر اس کنونشن کا اطلاق نہیں ہوگا کسی علاقے کے عوام حق خودارادیت کے حصول کی خاطر نوآبادیاتی غلبہ غیر ملکی تسلط اور نسل پرست حکومتوں کے خلاف برسرپیکار ہوں جیسا کہ اقوام متحدہ کے چارٹر اور بین الاقوامی قانون کے ضوابط کے ڈیکلریشن میں تسلیم کیا گیا ہے''۔

اسی طرح 1999ء میں دہشت گردی اور او آئی سی کی طرف سے اختیار کردہ کنونشن میں بھی غیر ملکی تسلط اور نوآبادیاتی نسل پرست حکومتوں کے خلاف عوام کی ہر قسم کی جدوجہد کے حقوق کی جائز حیثیت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے جس میں اقوام متحدہ کے چارٹر اور اس کی قراردادوں کے مقاصد اور ضوابط کے مطابق اپنے علاقوں کو آزاد کرانے کے لئے کی جانے والی جدوجہد بھی شامل ہے'' مزید اسی نوعیت کی ایک اور مثال۔

''معاہدوں کے قانون کے مطابق ویانا کنونشن 1969ء میں یہ بات انتہائی واضح انداز میں شامل ہے جس کے مطابق کوئی بھی معاہدہ اس صورت میں بیکار ہے کہ اگر اس کے طے پانے کے وقت وہ عام بین الاقوامی قانون کے حتمی اقدار سے متصادم ہو اس کنونشن کے مقصد کے پیش نظر عمومی بین الاقوامی قانون کی کسی حتمی قدر کو ریاستوں کی بین الاقوامی برادری کو قبول شدہ اور تسلیم شدہ قدر کی حیثیت حاصل ہے جس میں ترمیم صرف اسی خاصیت کی حامل عمومی بین الاقوامی قانون کی مابعد قدر کے ذریعے ہی کی جاسکتی ہے''

اقوام متحدہ نے دہشت گردی اور حق خود ارادیت کی تحریکیں آپس میں خلط ملط کر کے جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ بنا دیا ہے کشمیر کی تحریک آزادی فلسطین کی تحریک آزادی چیچنیا کی تحریک آزادی کو دہشت گردی کا نام دے دیا گیا ہے تاکہ حملہ کرنے کا جواز پیدا ہو سکے۔

یہ ہیں وہ حالات یہ ہیں وہ واقعات جن کی وجہ سے نئے عالمی نظام کی تشکیل ناگزیر ہے جو کہ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں کی جائے۔ امریکہ اس درجہ آگے چلا گیا ہے کہ وہ صاف صاف کہہ رہا ہے کہ اقوام متحدہ اس کے ساتھ تعاون کرے یا نہ کرے امریکہ اکیلا ہی کافی ہے۔

امریکہ اس قدر مغرور ہو چکا ہے کہ امریکہ دنیا کے دانشوروں کے خیالات کی بھی پروا نہیں کرتا نیلسن منڈیلا معروف شخصیت نے کہا ہے کہ امریکہ عالمی غنڈہ ہے جرمن چانسلر شروڈر، فلسطینی صدر یاک شیراک، چین، روس، اردن اور دوسرے ممالک امریکہ کے رویہ کی پرزور مذمت کر چکے ہیں۔ امت مسلمہ کی ذمہ داریاں ایسے حالات کی متقاضی ہیں کہ وہ باہمی اتحاد کر لیں۔ آج امریکہ عراق کو زیر کر کے تیل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے جس ملک کو امریکہ چاہے اس ملک کو شیطان کا محور قرار دے رہا ہے۔ تعلیمات نبوی کی روشنی میں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔

ورنہ ہم کمزور ہو جائیں گے اور ہمیں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں آگے بڑھنا ہوگا۔

بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بہت چھوٹی سی جماعت نے بڑی جماعت پر غلبہ پایا ہے ہمیں آپس میں مل کر ایک لائحہ عمل تیار کرنا چاہیئے ہمیں فرقہ پرستی، لسان پرستی، صوبہ پرستی اور ہر پرستی کو چھوڑ کر خدا پرستی کا عمل دہرانا ہوگا۔ کُلِ مُسلِم اِخوۃ'' تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں تعلیمات نبویؐ کی سنت کے مطابق جنگ بدر کی طرز کا مظاہرہ کرنا ہوگا جب کہ حق اور باطل کی جنگ ہوئی تھی اور اسلام سرخرو ہوا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ امتِ مسلمہ متحد ہو کر جنگ پر آمادہ ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں آپس میں مل کر اپنی اقوام متحدہ تشکیل دینا ہوگی۔ اقوام متحدہ کا چارٹر خطبہ حجۃ الوداع سے اخذ کیا گیا ہے لیکن اس چارٹر کا حلیہ بگاڑ دیا گیا ہے اگر خطبہ حجۃ الوداع کے متن پر چارٹر تشکیل دیا جاتا اور عمل درآمد بھی ہوتا تو آج ناانصافی بھی نہ ہوتی نئے عالمی نظام کی تشکیل کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ لیجئے خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں آئندہ لائحہ عمل تشکیل دیجئے۔

جب اقوام متحدہ یعنی تمام کائنات میں بسنے والی ہر قوم ایک ہی منشور پر متحد ہو سکتی ہے۔ جو کہ حضورؐ پاک کے خطبہ حجۃ الوداع کی اساس پر بنایا گیا ہے تو پھر یوں بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ امت مسلمہ کسی نئے عالمی نظام کی تشکیل پر متحد ہو کر دائمی بقاء کا مقام بھی حاصل کر سکتی ہے جو کہ تعلیمات نبویؐ سے مزین ہو کیونکہ ایسا ہر نظام قانون قدرت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

تو پھر امت مسلمہ حق کی حفاظت کے لئے کیونکر متحد نہیں ہو سکتی؟

تعلیمات نبویؐ سے ہر مومن آشنا ہے ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن بائیں ہاتھ میں سائنس ہمارے سر پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج ہو۔

گویا (قرآن) Word of God ہی ہمارا مطمع نظر ہونا ضروری ہے۔

Work of God(سائنس)

اے مومنو تمہارے سر پر انتم الاعلون یعنی تم ہی سب کے اعلیٰ ہو۔ کا تاج

اے مومن تم لاتحزنوں یعنی سوائے اللہ کے کسی سے خوف نہ کھا۔ کا لباس پہنتے ہو۔

اے مومن بے شک تم شبنم کی طرح عارضی زندگی رکھتے ہو۔

اے مومن تمہارے پاس زندہ کتاب قرآن حکیم بھی تو موجود ہے۔

تعلیماتِ نبویؐ کا عکس

خطبہ حجتہ الوداع

ترجمہ: ''اب زمانہ عین اس روز اپنی واقعاتی اور مشاہداتی مدت پوری کر کے پھر اسی صورت حال سے دوچار ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے افلاک اور ارض کی تخلیق کے وقت ظہور پذیر تھی''۔

"And now on this very day has time Performed its cycle as it was on the day that God created the heavens and the Earth." (Yaqoobi, The Historian)

لسان نبوت سے ادا کئے گئے یہ زریں الفاظ اس حقیقت کا افشاء کر رہے ہیں کہ اس روز جب آخری خطبہ دیا گیا تھا نصف دائرہ تخلیق کائنات کا مکمل ہو چکا تھا اور نصف دائرہ مکمل ہونا باقی تھا۔ سائنس بھی تسلیم کر چکی ہے کہ واقعی سورج کو چمکتے ہوئے ساڑھے چار کروڑ سال ہو چکے ہیں سورج میں موجود گیسیں ہائیڈروجن اور ہیلیم مزید ساڑھے چار کروڑ سال تک باقی رہیں گی۔

''لوگوں کا مال لوگوں کی جان سب سے زیادہ قیمتی اور محترم ہے'' (آخری خطبہ)

یعنی ''ذی الحجہ کے متبرک مہینے سے بھی زیادہ۔ مکہ مکرمہ کی حرمت سے بھی بڑھ کر۔ حج کے دن سے بھی زیادہ محرم''۔

''ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کا مال نہ کھائے۔ لوگوں کا خون نہ بہائے لوگوں کی جان کی قدر کرے''

(نئے عالمی نظام کی تشکیل کا سنگ بنیاد)

(نوٹ) صدر امریکہ نے یہ کہہ کر اقوام متحدہ کی افادیت کا جنازہ نکال دیا ہے کہ یو این او امریکہ کی قرارداد کی تائید کرے یا نہ کرے امریکہ اکیلا ہی اپنی مرضی پوری کرے گا۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل کا مسئلہ انتہائی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ قدرت اس نظام کی افادیت کے لئے اسباب پیدا کر رہی ہے کہ آخری خطبہ کو منشور بنا کر مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

قدرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

''سود باطل قرار دے دیا گیا، قتل کا انتقام کالعدم ہو گیا''

اگر آج بھی اسی فرمان پر عمل کیا جائے قتل کا بدلہ معافی قرار دیا جائے تو اس کے بعد قتل کا بدلہ لینے کے لئے انتقام کی آگ فرد ہو جائے گی۔

''تمام انسان بلاتفریق رنگ و نسل ایک ہیں'' ''امانت میں خیانت نہ کرو'' ''گناہوں سے بچو'' ''تمام انسان آدمؑ اور

حوا کی اولاد ہیں'' ''کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری نہیں اگر برتری ہے تو صرف تقویٰ کی وجہ سے''

عالمی جنگوں کی تباہ کاریوں نے لوگوں کو امن کی طرف بلایا حضورؐ کا پیغام تمام بنی نوع انسانوں کے لئے ہے اور قیامت تک اس فرمان سے بڑھ کر کوئی اور قانون یا ضابطہ بنایا ہی نہیں جاسکتا۔

لیگ آف نیشنز۔ یو این او۔ (اقوام متحدہ)

سلامتی کونسل کے قانون دانوں نے سب سے بڑے قانون دہندہ حضور نبی کریمؐ کے زریں الفاظ سے ہی استفادہ کیا ہے۔

"The Biggest Law giver in the World" (Mohammad. P.B.U.H) (Hiros and Hiros ......)

''شیطان پہلے کی طرح چاک و چوبند نہیں رہا''

''اے لوگو! شیطان اس بات سے تو ہمیشہ کے لئے مایوس ہو چکا ہے۔ کہ اب شیطان کی پوجا کی جائے یعنی اب شیطان کی پرستش کا دور ختم ہو چکا ہے لیکن اگر کائنات میں بسنے والے انسان نے چھوٹی چھوٹی باتوں میں شیطان کی پیروی کی تو شیطان اس بات سے خوش ہوگا شیطان کی خوشی انسان کی تباہی ہے اس لئے اے لوگو! تم اپنے ذہن کے بارے میں شیطان سے بچو''۔

یہ الفاظ جو کہ آخری خطبہ کے ہیں تمام دنیا کے لوگوں کے لئے تاقیامت قابل عمل ہیں عالم اسلام متحد ہو کر ایک منشور بنا لے۔ اپنی اقوام متحدہ تشکیل دے۔ اس اقوام متحدہ میں سب اقوام بلا لحاظ رنگ، نسل زبان شامل کی جائیں۔ ویٹو کا استعمال ختم کیا جائے۔ تاکہ دنیا میں انصاف کا بول بالا ہو۔ موجودہ اقوام متحدہ جنرل اسمبلی میں بنائے گئے قوانین جو کہ آخری خطبہ کے مطابق بنے تھے اب ان قوانین میں تحریف ہو چکی ہے۔ اقوام عالم اس ادارے یعنی یو این او سے متنفر ہوتی جارہی ہیں۔ زمانہ اپنا رنگ بدل رہا ہے اب موقع ہے کہ حضور سرور کائنات کے ابدی پیغام پر عمل کیا جائے جب اقوام عالم نے جنگ کی تباہ کاریوں کی وجہ سے سلامتی کونسل تشکیل دی تھی اور اس سلامتی کونسل میں تمام قومیں شامل تھیں اور اس سلامتی کونسل میں تمام قومیں شامل تھیں اور اس ادارے کا منشور آخری خطبہ سے اخذ کیا تھا تو پھر اب کونسی بات آخری خطبہ کو منشور عالم بنانے میں حائل ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جب اس وقت اقوام عالم کو آخری خطبہ کے منشور عالم بنانے میں حائل ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جب اس وقت اقوام عالم کو آخری خطبہ کے منشور پر متفق کر دیا تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ پاک ذات آخری خطبہ پر منشور کی اساس رکھنے پر اقوام عالم کے دلوں کو نہ پھیر دے اس لئے امت مسلمہ کے لئے ایک نیا عالمی نظام تشکیل دینا وقت کی آواز ہے اگر کوئی ملک یہ کہے کہ ہم اس نئے عالمی نظام کی تشکیل پر متفق نہیں تو اس کو یہ جواب دیا جائے کہ تم پہلے کیوں اقوام متحدہ کے چارٹر کی تشکیل کے لئے اسی آخری خطبہ کے مندرجات پر متفق ہوئے تھے اگر وہ ملک یہ اعتراض کرے کہ یہ آخری خطبہ تو اسلام کے پیغمبر کا تشکیل دیا ہوا ہے تو اسے جواب دیا جائے کہ اب تمہارا چارٹر کون سے آخری خطبہ کا مرہون منت ہے؟ اسے یہ بھی کہا جائے کہ تمام کے تمام پیغمبر، نبی، رسول، اللہ کی نگاہ میں برابر ہیں سب کے سب پیغمبروں کے پیغام ایک ہی تھا کسی پیغمبر نے یہ نہیں کہا کہ بت پرستی کرو صرف تبدیلی وقت کے مطابق ایک کے بعد دوسرے پیغمبر کے مبعوث ہونے پر حالات کے مطابق پیغام میں تبدیلی

لائی گئی۔لیکن بنیادی پیغام وہی رہا موسیٰؑ کے بعد جب عیسیٰؑ مبعوث ہوئے تو ان سے پہلے لوگوں نے عیسوی دین قبول کرلیا اسی طرح درجہ بدرجہ دنیا میں لوگ ازل سے ہر نئے پیغمبر کے مبعوث ہونے کے بعد اس کے پیغام کو تسلیم کرتے گئے کسی پیغمبر کو برا کہنا کسی پیغمبر کی توہین کرنا سب پیغمبروں کی توہین ہے کیونکہ سب پیغمبر بھائی بھائی ہوتے ہیں۔موجودہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں اب بہت سی خامیاں عود کرآئی ہیں۔اس چارٹر کی تبدیلی اب تغیر زمانہ کے مطابق لازمی ہے اس چارٹر میں بہت سی باتیں آخری خطبہ کے خلاف موجود ہیں۔حالات واقعات مشاہدات عوامل قرائن کسی نئے عالمی نظام کی تشکیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔دنیا میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا انسان پیغمبر تھا۔اور وہ پہلا مسلمان تھا ہر پیغمبر کے ماننے والے اپنی اپنی جگہ پر مسلمان ہی ہوتے ہیں کوئی بھی مذہب نفرت، بغض، عناد کا درس نہیں دیتا۔خطبہ حجۃ الوداع کا مکمل عربی اور مکمل انگریزی واردو متن ہر جگہ پر ملتا ہے نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لئے اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ہم نے تو محض چیدہ چیدہ نکات کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ طوالت کی گنجائش نہ تھی۔

جب تک امت مسلمہ کسی نئے عالمی نظام کی تشکیل پر متفق نہیں ہوگی جب تک امت مسلمہ آخری خطبہ کو اپنا منشور نہ بنائے گی۔اس وقت تک امت مسلمہ قصرِ ذلت میں گرفتار رہے گی۔آئے دن کوئی نہ کوئی آفت اس امت پر نازل ہوتی رہے گی کیونکہ حق تغیر پذیر اور باطل جامد ہوتا ہے جب حق۔۔۔۔آتا ہے تو باطل فرار ہو جاتا ہے۔

چوں درخشد نور حق در کائنات
کفر و باطل می گریزد شش جہات
(راقمہ)

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔اب بھی صورتحال یہ ہے۔

"When Halaku Khan's invading harde reached Baghdad Gate, Mullas were busy debating whether...... erow's Flesh was Haraam or Halaal."

نہ ازساقی نہ از پیمانہ گفتم
حدیث عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکان امت
ترا بہ شوخی رندانہ گفتم
بمنزل کوش مانند مہ نو
دریں نیلی فضاء ہر دم فزوں شو
مقام خویش گر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰؐ او
(اقبال)

واللہ اعلم بالصواب

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

سلمٰی نظامی۔ لاہور

محسن انسانیت اور ہادی برحق حضرت محمدؐ رحمۃ للعالمین بن کر آئے آپ کی سیرت طیبہ سے ہر انسان کو عبادات، عقائد، معاملات، اخلاقیات غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی ملتی ہے۔ دنیا کے اندر جن جن معاملات میں انسانوں کو کسی رہنمائی کی ضرورت ہے وہ تعلیمات نبویؐ میں شامل ہیں۔ افراد کے آپس میں حقوق و فرائض، اقوام کے معاملات ان سب کو سیرت نبوی کے مطالعہ سے ہم حاصل کر سکتے ہیں۔

زیرعنوان مقالہ کو تحریر کرنے کیلئے سب سے پہلے نئے عالمی نظام کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔

جارج بش نے 11 ستمبر 1990ء میں ''نئے عالمی نظام'' کے الفاظ کو استعمال کیا۔

نیا عالمی نظام:

نئے عالمی نظام کے بارے میں ایک نہ ختم ہونے والی بحث کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور تمام اقوام کے دانشور اس کے متعلق اپنی آراء کو پیش کر رہے ہیں۔ نئے عالمی نظام کے بارے میں بالخصوص امریکی نقطہ نظر کو بیان کرنا ضروری ہے۔

نیا عالمی نظام اور امریکی نقطہ نظر:

نئے عالمی نظام New World Order سے مراد اسلحہ کی تخفیف اور امن عالم کا اہتمام کرنا ہے۔

امریکہ اور مغربی دنیا کے نقطہ نظر کے مطابق ہم نیو ورلڈ آرڈر کو مندرجہ ذیل چھ نکات میں بیان کر سکتے ہیں۔

1- دنیا کے ہر ملک کو اپنی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کیلئے جتنی فوج درکار ہے اسے صرف اتنی ہی فوج اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے۔

2- کسی ملک کو اپنی دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لئے اقوام عالم کی رضامندی لینا ضروری ہے۔ یعنی اقوام عالم کے باہمی مشورے اور رضامندی کے ساتھ ہر ملک کو اپنی قوت بڑھانے کی اجازت ہونی چاہیے اور کسی ملک کو آزادانہ طور پر اپنی فوج کی قوت کو بڑھانے کی اجازت نہ ہو۔

3- ایٹمی ہتھیار ہر ممکنہ حد تک ختم کئے جائیں۔ کیونکہ یہ دنیا کی تباہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ یعنی ایٹمی طاقت لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہونی چاہیے۔

4- کسی ملک میں سیاسی دائرہ کار سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی یا ضابطہ سیاسی اور جمہوری طریقوں سے ہٹ کر نہ کی جائے۔

-5 حکومتوں کے جو طریق کار بدلتے ہیں ان کو بدلنے کے بارے میں حکمران طبقہ یا کوئی اور طبقہ اپنی مرضی سے فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کا فیصلہ عوام کی مرضی سے کیا جائے۔ جو مروجہ قوانین کے مطابق ہو۔

-6 تجارت کی بین الاقوامی مارکیٹوں، مراکز اور کالونیوں پر کسی کا تسلط نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ان میں ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہونی چاہیے اور انہیں فیصلہ کن حیثیت اقوام کی بین الاقوامی مرضی حاصل ہو۔ 1

امریکہ اپنے نئے عالمی نظام کو امن وسلامتی کے ایک منصوبے کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جارج بش نے یا مغربی مفکرین نے اس نظام کی جو تشریحات کی ہیں نیا عالمی نظام ان کے مطابق ہو۔ اس لئے پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

نئے عالمی نظام کا پس منظر:

''نئے عالمی نظام'' کے الفاظ ایسے بھی نہیں کہ جن کو پہلی مرتبہ جارج بش نے استعمال کیا ہو۔ امریکی تاریخ کے حوالے سے نئے عالمی نظام کا نعرہ امریکہ کے تیسرے صدر تھامس جیفرسن جو 1801ء سے 1809ء تک امریکہ کا صدر رہا، کے عہد سے رائج اور نافذ ہے۔

امریکی کرنسی کے ایک ڈالر کے نوٹ کی پشت پر اہرام کی شکل کی مہر کے نیچے لاطینی زبان میں واضح الفاظ ہیں۔

Novus ordo Seclorum.

جس کا مطلب نیا عالمی نظام ہے۔

دوسری عالمی جنگ سے پہلے ہٹلر نے بھی یہ نعرہ لگایا تھا اور اس دور میں یہ الفاظ سب سے پہلے سوویت یونین کے گورباچوف نے کہے تھے۔ گورباچوف نے 1988ء میں اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نئے عالمی نظام کی اصطلاح استعمال کی۔

تخفیف اسلحہ کے موضوع پر اپنا موقف بیان کرتے ہوئے انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے۔

"Today further world progress is only possible through a search for universal human consensus as we move forward to new world order"

نئے عالمی نظام کی تشکیل کے مقاصد:

حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے امریکی زعماء ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ عالم اسلام دفاعی یا عسکری اعتبار سے اپنے قدموں پر کھڑا ہو۔ وہ اسلام کو ان مسلمان ریاستوں کے ذریعے اپنے قابو میں رکھنا چاہتے ہیں جو عسکری اعتبار سے امریکہ کی دست نگر بلکہ محتاج ہوں۔ 2

نئے عالمی نظام کی تشکیل دینے والوں کے عزائم کی وضاحت درج ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے۔

"When you talk about the future world order is this America desire to dominate and dictate policies and try to promote itself" 3

نیو ورلڈ آرڈر کے بعد امریکی لیڈروں کی طرف سے کئی بیانات آئے۔ جن کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد نظریاتی سطح پر اسلام واحد رکاوٹ ہے۔ جسے (نعوذ باللہ) ختم کرنا ضروری ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر کے ضمن میں سابق امریکی صدر نکسن کے ایک مضمون کے مندرجہ ذیل اقتباس بھی قابل غور ہیں۔

''میں امریکہ، روس، یورپ، جاپان، چین کو پرزور طریقے سے کہتا ہوں کہ ان کا فائدہ اس میں ہے کہ وہ مسلم بنیاد پرستی کی بڑھتی ہوئی طاقت کے خلاف اپنی طاقتیں یکجا اور مرکوز کر لیں۔ مسلم ملکوں کی فوجی حکمت عملی، ان سب کی جغرافیائی پوزیشن، آبی، زرعی اور صنعتی وسائل کی فراوانی، ان کی وسیع منڈیاں اور ان کی حالیہ ٹیکنالوجی میں کامیابیاں ایک نہ ایک دن عالم اسلام کی قوت بن سکتی ہیں''۔

مندرجہ بالا نئے عالمی نظام کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مغربی دنیا مسلمانوں کے بارے میں کس قسم کے عزائم رکھتی ہے۔ موجودہ حالات میں بھی عالم اسلام مغربی اقوام کے ہاتھوں بے شمار مسائل سے دوچار ہے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں امت مسلمہ پر بالخصوص کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں:

امت مسلمہ کو قرآن مجید میں ایک بہترین امت کہا گیا ہے۔ فرمایا گیا۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر 4

''امت مسلمہ دنیا کی عام جماعتوں قوموں اور گروہوں کی طرح زندگی کے اسٹیج پر معمول کے مطابق یوں ہی نہیں آ نکلی بلکہ ایک خاص اہتمام کے ساتھ نکال کر لائی گئی ہے۔ اس کے لائے جانے کے پیچھے ایک مقصد ہے۔ دنیا کے دوسرے تمام گروہوں کے اور اس کے درمیان ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ یہ سب سے الگ اور ممتاز ہے۔ اس کو اہتمام کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور کچھ ذمہ داریاں ہیں اور ان کی بجا آوری اس کے لئے لازمی امر ہے''5

امت مسلمہ اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں رہنمائی قرآن وحدیث سے حاصل کرتی ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل کے حوالے سے امت مسلمہ پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان سب کو سیرت نبویؐ کی روشنی میں معلوم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کی بعثت سے قبل عرب کے اندر جو حالات تھے ان میں اتنی مختصر مدت میں انقلاب پیدا کرنا حضورؐ کی سیاسی بصیرت کی واضح دلیل ہے۔ طلوع اسلام کے وقت دنیا کی کیفیت کے متعلق ایک مغربی عالم جے ایچ ڈینی سن نے یوں لکھا ہے۔

''وہ عظیم تمدن جس کی تعمیر میں چار ہزار سال صرف ہوئے تھے۔ انتشار اور تباہی کے کنارے پر آ لگا۔ انسان پھر وحشت و بربریت کی اس زندگی کا شکار تھا کہ جس میں کہیں نہ قانون کا تصور تھا نہ نظم ونسق کا۔ یہاں ایک معجزاتی قسم کی اصلاح تھی۔ محمدؐ نے ایک مذہب پیش کیا جس پر قدیم مسالک کا کوئی رنگ وروپ نہیں ہے نہ کوئی پادری نہ کوئی رسم و رواج ایک ان دیکھے خدا کے ساتھ روحانی رشتہ داری قائم تھی۔ یہ

مذہب کسی خاص گروہ کی تکریم کے لئے ترتیب نہیں دیا گیا تھا بلکہ تمام نسلوں کیلئے تھا۔6

ڈاکٹر حمید اللہؒ نے حضورؐ کی حیات طیبہ کے سیاسی پہلو کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''آپؐ نے دس سال کے قلیل عرصے میں جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین، جنوبی عراق میں نراج (لاحکومتی) کی جگہ، جہاں زیادہ تر خودسر، خانہ بدوش قبائل میں خانہ جنگیاں ہی رہا کرتی تھیں۔ ایک مستحکم اور بڑی مملکت قائم کردی''7

حضورؐ نے مدینہ طیبہ میں ہجرت فرمانے کے بعد پہلے ہی سال میں ایک نوشتہ مرتب فرمایا جس میں حکمران اور رعایا کے حقوق وفرائض اور دیگر فوری ضروریات کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ گویا ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ نے سب سے پہلے ریاست کے داخلی استحکام پر توجہ فرمائی اور پھر توسیع دعوت کے لئے خارجی اقدامات کئے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں موجودہ دور میں دو پہلوؤں سے بنتی ہیں۔

1- امت مسلمہ کی داخلی ذمہ داریاں

امت مسلمہ کی آپس میں ایک دوسرے کے لئے کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ وہ امور جو امت اسلامیہ کے اندر درست سمت پر طے پانے چاہئیں۔ وہ داخلی ذمہ داریوں کے تحت آتے ہیں۔ جب تک امت مسلمہ کے باہمی معاملات اسلامی تعلیمات کے مطابق نہ ڈھل سکیں گے تب تک خارجی دنیا میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوسکتی۔

2- امت مسلمہ کی خارجی ذمہ داریاں

امت مسلمہ کی داخلی ذمہ داریاں جس قدر اہمیت کی حامل ہیں اس سے زیادہ اہم خارجی ذمہ داریاں ہیں جو اقوامِ غیر کے حوالے سے عائد ہوتی ہیں۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ کو خارجی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے بالخصوص توجہ دینا چاہیے۔ درج ذیل امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

فکری ذمہ داریاں

امت مسلمہ کے پاس قرآن مجید کی صورت میں رہنما کتاب موجود ہے جو فکری رہنمائی میں بے مثال ہے۔ اس لئے امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ اپنا تعلق قرآن مجید سے دوبارہ پیدا کریں تاکہ امت کی فکر مجتمع ہوسکے اور یہ اس چراغ ہدایت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یایھا الناس قدجاء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نورًا مبینًا.8

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کے معانی ومطالب پر تفکر وتدبر کریں اور جو اصول وقوانین اس کتاب مقدس میں موجود ہیں ان کے مطابق سیاسی، معاشرتی، اخلاقی اور عدالتی پہلوؤں کی اصلاح کریں۔

سیاسی ذمہ داریاں

امت مسلمہ کی سیاسی ذمہ داریاں دور حاضر میں خاص طور پر قرآن مجید اور حیاتِ طیبہؐ کے تحت پوری ہونی چاہئیں۔
تمام سیاسی معاملات میں اسلامی روح کا ہونا لازمی ہے۔

مقتدر اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو مانا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الا له الخلق و الامر. 9

امتِ اسلامیہ کے باہمی امور مشاورت کے ذریعے طے کئے جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وامر هم شوریٰ بینهم. 10

مزید فرمایا گیا۔

وشاورهم فی الامر. 11

حضرت عائشہ کا قول ہے کہ میں نے آپؐ سے بڑھ کر کوئی مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔12

ریاست مدینہ میں حضورؐ صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ کر کے کام کرتے۔ غزوہ احد، بدر، احزاب، یوم حدیبیہ، واقعہ افک ہر موقع پر صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ اطاعت امیر پر بھرپور توجہ دی جائے لیکن جہاں خالق کی نافرمانی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت کسی صورت میں نہ کی جائے۔

حدیث نبوی میں فرمایا گیا:

انما الطاعة فی المعروف. 13

ہادی برحقؐ نے فرمایا:

لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق.14

بنیادی انسانی حقوق کے بارے میں حضورؐ کا خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کے چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے تحت انسانوں کو عملاً حقوق دلوائے گئے۔ امت مسلمہ کو آج بھی اس چارٹر کے مطابق حقوق وفرائض کا تعین کرنا چاہیے۔

نبی رحمتؐ نے فرمایا:

فان روماء کم واموالکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهرکم هذا وستلقون ربکم فیسالکم عن اعمالکم الاترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعض.15

عدل وانصاف

امت کی یہ ذمہ داری داخلی اور خارجی دونوں ذمہ داریوں کے اعتبار سے اہم ہے کہ وہ عدل وانصاف قائم کرے۔
عدل کی بناء پر قائم ہونے والا نظام یقیناً مثبت تبدیلی پیدا کرے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ان الله یامر بالعدل والاحسان.16

اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین میں فرمایا:

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل.17

آپؐ نے حیات مبارکہ میں ہمیشہ عدل کے اصول کو مدنظر رکھا۔ اس میں امیر وغریب دونوں برابر تھے۔ عدل کی اس قدر اہمیت کے پیش نظر ہی رسولؐ نے فرمایا۔ ''قاضی غصے کے دوران فیصلہ نہ کریں''18

اخوت ومساوات

اخوت جب تک اسلامی برادری میں نہ ہوگی تب تک ان کے وسائل اور ایٹمی طاقت کا فائدہ نہ ہوگا۔ اخوت سے ان کی قوت مجتمع ہوکر مغربی اقوام کا مقابلہ کر سکے گی۔

مؤاخات مدینہ میں اخوت کا عنصر ہی شامل تھا۔ اسی اخوت ومساوات کے نتیجے میں مدینہ طیبہ اصولی طور پر ایک جدید سیاسی معاشرہ کی صورت میں ممتاز وممیز ہوگیا۔

میثاق مدینہ میں اس قسم کے متعدد اقدامات کئے گئے کہ جن کے ذریعے سے اس نوزائیدہ سیاسی وحدت میں اخوت و مساوات حریت فکر اور آزادی عمل جاری وساری رہیں۔

کتاب ہدایت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انما المؤمنون اخوة.19

مزید فرمایا گیا:

واعتصموا بحبل الله جميعاً وَلاتفرقوا. 20

وحدت نسل انسانی کے پیغام کو حضورؐ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر جامع الفاظ میں پیش کرکے دنیا کو قیامت تک کے لئے اخوت واتحاد کا سبق دیا۔

معاشرتی ذمہ داریاں

معاشرتی طور پر اللہ اور اس کے رسولؐ نے امت مسلمہ کو صالح اور مہذب معاشرہ بنانے کے لئے چند اصول دیئے ہیں۔ کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اس نے انسانوں کے اجتماعی شعور کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو تسلیم کرتا ہے لہٰذا امت مسلمہ کی معاشرتی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں تعلیمات نبوی کو ملحوظ رکھے۔ امت کے افراد آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سلوک سیرت نبویؐ کے مطابق کریں۔

نبیؐ نے فرمایا:

المسلم مَن سَلِمَ المسلمون من لسانه ويده والمومن مَن اَمِنَهٗ الناس على دمائهم

واموالهم.21

ارشادِ نبویؐ ہے:

والذی نفسی بیدہ لایومنِ احدکم حتیٰ یحب لا خیہ مایحب لنفسِہ.22

احساس ذمہ داری

سب سے اہم یہ ہے کہ افراد میں ذمہ داری کا احساس موجود رہے۔ اس کے بارے میں بھی قرآن و حدیث میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ امت مسلمہ میں اگر احساس ذمہ داری برقرار رہے گا تو اس کے نتائج مثبت ہوں گے وگرنہ امت مسلمہ دنیا کے سامنے کوئی قابل قدر اصلاحی کام نہ کر سکے گی۔

ارشادِ ربانی ہے:

ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا.23

مزید اسی بارے میں فرمایا گیا:

ولا تکسب کل نفس اِلا علیھا ولاتزر وازرۃ وزر اخریٰ.24

حضورؐ نے افراد کو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور ان کے متعلق سوال کے بارے میں یوں نصیحت فرمائی۔

کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ.25

معاشی ذمہ داریاں

حضورؐ نے امت کی فلاح کے لئے جن اقدامات کا اہتمام کیا۔ ان میں معاشی تحفظ اور معاش کی عادلانہ تقسیم بھی ہے تاکہ ہر فرد معاشی ضروریات کو پورا کر سکے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم.26

اور کفالت عامہ کا اہتمام قرآن مجید نے ان الفاظ سے کیا ہے:

انما الصدقات للفقراءِ والمساکین و العالمین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ منِ اللہ.27

امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ گردشِ دولت اور کفالتِ عامہ کے لئے بالخصوص توجہ دیں۔ اکتساب دولت کے ناجائز ذرائع پر پابندی لگائیں۔

اسلامی دولت مشترکہ کا قیام

تمام اسلامی ممالک اس میں شامل ہوں اور اس کے اصول وضوابط قرآن وسنت اور خلافت راشدہ کے عمل پر مبنی

ہوں۔ امتِ مسلمہ کے لئے اسلامی دولت مشترکہ کا قیام ایک اہم ذمہ داری کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی ممالک کے افراد سرمایہ کاری بھی شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق کریں۔

معاشی طور پر خود کفیل ہونا

وقت کا تقاضا ہے کہ امت مسلمہ معاشی طور پر خود کفیل ہو۔ تاکہ مغربی اقوام سے جو قرض لیا جاتا ہے وہ نہ لیا جائے۔ عالم اسلام کے پاس وسائل کی فراوانی ہے۔ معدنی طور پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار ذخائر عطا کئے ہیں۔ تیل کے کثیر خزانے امت مسلمہ کے پاس ہیں۔ ان تمام وسائل کا مناسب استعمال کیا جائے تو امت معاشی طور پر خود انحصار ہو سکتی ہے۔ اور نتیجتاً یورپی ممالک کے محتاج ہونے سے بچ سکتی ہے۔

نظام زکوٰۃ وعشر کا نفاذ

اللہ تعالیٰ نے امراء پر زکوٰۃ کو فرض کیا ہے۔ اس وقت امت مسلمہ کو چاہیے کہ مکمل طور پر نظام زکوٰۃ وعشر کو نافذ کرے۔ امراء سے زکوٰۃ لی جائے اور اسے غرباء میں تقسیم کیا جائے۔

رسولِ رحمتؐ نے فرمایا:

ان اللہ افترض علیھم صدقۃ تؤخذمِنْ اغنیاء ھم وترد علیٰ فقرائھم.28

اخلاقی ذمہ داریاں

امت اسلامیہ کی ذمہ داریوں میں اخلاقی ذمہ داریاں اس لحاظ سے اہم ہیں کہ انسان حسن اخلاق کی بناء پر اپنے فرائض کی انجام دہی بحسن وخوبی کر سکتا ہے۔ اسلام میں جس قدر اخلاقیات کا درس دیا گیا اس قدر دنیا کا کوئی مذہب اخلاقی تعلیمات کی تلقین نہیں کرتا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

''جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں رکھی جائیں گی ان سب میں وزنی چیز حسن خلق ہے اور اللہ تعالیٰ فحش گو کو اپنا دشمن سمجھتا ہے''۔29

نبی کریمؐ نے فرمایا:

''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو کہ اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو''۔30

عالمی سطح پر اسلامی ذرائع ابلاغ

ذرائع ابلاغ کا کردار افراد واقوام دونوں کے لئے بہت اہم ہوتا ہے۔ امت مسلمہ کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ اس کا عالمی سطح پر اسلامی ذرائع ابلاغ کا منظم پروگرام ہو۔ جس کے تحت اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا جائے۔ اصل میں تہذیبوں کے تصادم زیادہ خطرناک ہیں۔ اس لئے واکلیو ہیول کہتا ہے۔

''ثقافتی جھگڑے بڑھ رہے ہیں اور تاریخ کے کسی بھی زمانے سے زیادہ آج خطرناک ہو چکے ہیں۔ نیز ژاک ڈیلورس متفق ہے کہ مستقبل میں جھگڑے معاشی یا نظریاتی کے بجائے ثقافتی عوامل کی بناء پر ہونگے اور سب سے زیادہ خطرناک ثقافتی جھگڑے وہ ہیں جو تہذیبوں کے درمیان ہونگے''۔31

اسی حوالے سے ایک اور مصنف لکھتے ہیں:

''آج کل جنگیں ہتھیاروں کی بجائے میڈیا سے لڑی جارہی ہیں میڈیا کی اہمیت کے پیشِ نظر ایک بین الاقوامی اسلامی تبلیغی مرکز مہیا کرنا وقت کی شدید ضرورت ہے''۔

غیر مسلموں سے رواداری

امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر مسلموں سے رواداری کرے۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں نہ صرف تعلیمات دی ہیں بلکہ دور نبویؐ میں ان پر عمل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ دور حاضر میں جب کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل کرنے والوں کے عزائم عالم اسلام کے خلاف ہیں امت مسلمہ غیر مسلموں سے رواداری کا ثبوت دے۔ لیکن ان کی سختی سے دب کر سمجھوتہ کرنے پر تیار نہ ہو۔

غیر مسلموں کی جان کی حفاظت کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا:

من قتل معاهد فی غیر كنهة حرم الله عليه الجنة.33

''غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا۔ آپؐ نے ان کو وہ حقوق عطا کئے جس کی نظیر اس سے قبل نہیں ملتی۔ ان حقوق میں ان کی جانؐ کی حفاظت کا ذکر بھی تھا''۔34

غیر مسلم کی نجی زندگی کے تحفظ کے متعلق رسولؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کو حلال نہیں فرمایا، نہ ان کی عورتوں کو مارنے کی اجازت دی اور نہ ان کا پھل کھانا حلال ہے تاوقتیکہ تمہیں اس میں سے وہ خود عطا کریں۔35

حرف آخر

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی کی روشنی میں بیان کی گئیں ہیں۔ اس تمام گفتگو کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے انسانیت اس وقت تک حق کو نہ پاسکے گی جب تک وہ ہدایت ربانی سے وابستہ نہ ہو جائے۔ امن و امان سے بھی ہمکنار نہ ہو سکے گی جب تک عدل حقیقی سے بہرہ یاب نہ ہو۔ خیر و بہبودی بھی اس وقت تک نہ مل سکے گی جب تک عدل اس کے اندر اعلیٰ ترین صورت میں نہ ہوگا۔ یہ وہی اعلیٰ ترین صورت ہے جو پروردگار عالم نے نبیؐ کے ذریعے تمام عالم کو بتائی ہے اور امت مسلمہ داخلی اور خارجی ذمہ داریوں کو ادا کرے گی تو اسلامی عالم نظام کی تشکیل ممکن ہوگی اور انسانیت کے لئے خیر خواہی کا عظیم باب کھلے گا۔ کیونکہ اسلام ہی دین فطرت ہے اس لئے اسلامک ورلڈ آرڈر جو دانائے سبل مولائے کل ختم الرسل نے اس انسانیت کو دیا ہے۔ قیامت تک کے لئے کافی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

-1 19 ستمبر 1991ء روزنامہ جنگ لاہور۔

-2 احمد سلیم، نیا عالمی نظام اور پاکستان، فکشن ہاؤس 18 مزنگ روڈ لاہور۔ 1991ء ص 230

3- Pakistan horizon, future world order V.45. No.1. 1992.

-4 آل عمران 110:3

-5 اصلاحی، صدر الدین، فریضہ اقامت دین، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1974ء ص 12-11

6- J.H Denison, emotions as the Basis of civilization. P.267.268.

-7 حمید اللہ، محمد عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، اکیڈمک آفسٹ پریس کراچی 1987ء ص 13

-8 النساء 174:4

-9 الاعراف 54:7

-10 الشوریٰ 38:42

-11 آل عمران 159:3

-12 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی باب الجہاد ج 1 ص 241

-13 مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح مسلم، بشرح نووی ج 12 ص 227

-14 مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح مسلم، بشرح نووی۔ ج 1 ص 227

-15 بخاری۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع بیروت، دار ابن کثیر 1990 - ج 3 ص 66

-16 النحل 90:16

-17 النساء 58

-18 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب القاضی یقضی وھو غضبان، بیروت، دار ابن کثیر 1990ء

-19 الحجرات 12:49

-20 آل عمران 103:3

-21 خطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح طبع اصح المطابع دھلی کتاب الایمان ص 14

-22 نضرۃ النور شرح مختارات الاحادیث النبویہ، جز ثانی طبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ص 49 حدیث، 150

-23 بنی اسرائیل 7:17

-24 الانعام 164:6

-25 بخاری، الجامع الصحیح، ج2 ص57

-26 الحشر 7:59

-27 التوبۃ 60:9

-28 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب لاتؤخذ کرائم اموالِ الناس فی الصدقہ۔

-29 خطیب التبریزی، مشکوٰۃ المصابیح 27

-30 بخاری، الجامع الصحیح، ج3 ص369

-31 ہنٹنگٹن، سموئیل پی، مترجم محمد احسن بٹ، تہذیبوں کا تصادم ص38

-32 محمد یعقوب ڈاکٹر، ''اسلامی انقلاب امکانات اور ہماری تیاریاں'' ادارہ منشورات اسلامی لاہور 2002 ص307

-33 ابوداؤد سلیمان بن اشعث سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب الوفاء للمعاھد وحرمۃ بیروت المکتبہ المصریہ ج3 ص:84

-34 حمید اللہ محمد، ڈاکٹر الوثائق السیاسیۃ مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ 1941 ص:196

-35 ابوداؤد، سنن ابی داؤد کتاب الخراج والفئی والامارہ باب تعشیر اھل الذمہ ج3 ص167۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

سیدہ نرجس افتخار۔ میر پور آزاد کشمیر

اشتراکیت کی عبرت انگیز شکست کے بعد سرمایہ داریت کا عفریت ایک نئی جرأت اور نئے طمطراق کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ اب اس کا انداز اتنا جارحانہ ہے کہ دوسرے تمام نظام ہائے فکر بظاہر اس مقام تک پہنچ گئے ہیں کہ آیا وہ باقی بھی رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ ایسے میں محبان اسلام اور مفکرین اسلام کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی ہیں۔ اسلام دین فلاح ہے، فلاح صرف ان کی نہیں جو اس کی اطاعت کے دائرے میں آجائیں بلکہ فلاح تمام نوع بشر کی، ہر ذی حیات کی بلکہ فی نفسہ خود 'حیات' کی۔ اسلام کی ترقی کا منشور محض اشتراکیت کی طرح ''مساوات شکم'' نہیں محض سرمایہ داریت کی طرح ہر قیمت پر جلب منفعت اور ''زراندوزی'' ہیں بلکہ اسلام جس ترقی کا تصور پیش کرتا ہے وہ صرف سرمایے اور وسائل کی ترقی نہیں ''حیات'' کی ترقی ہے اور یہ انسان ہے جو روئے زمین پر حیات کا احسن ترین مظہر ہے اور جس کی علو و رفعت خود خالق کائنات کا منشاء ہے:

وَلَو شِئناَ لَرَ فَعنهُ بِهَا وَلٰکِنہٗ اَخلَدَ اِلی الارض.

''ہم چاہتے ہیں کہ اسے رفعت عطا کریں مگر وہ خود زمین سے چمٹ گیا ہے۔ سورۃ اعراف آیت ۱۷۶

یہ ترفع جسکی دعوت قرآن حکیم دیتا ہے محض اختیار، غلبے اور زراندوزی پر بنیاد نہیں رکھتا بلکہ اس رفعت کا بنیادی نقطہ انسانی شخصیت ہے۔ ایسی شخصیات جن کی بنیاد پر ایسے معاشرے کی تشکیل ہو سکے جس کی برکات کسی خاص جغرافیائی، لسانی یا نسلی گروہ کے لئے نہ ہوں بلکہ تمام انسانوں کیلئے عام ہوں کیونکہ یہ صرف اسلام ہے جو آفاقیت کا حامل ہے یہ اسلام کا تصور توحید ہے جس میں معبود وہ ہے جو 'رب العالمین' ہے اور یہ اسلام کا تصور رسالت ہے جس میں معلم اسلام رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں رب العالمین کے قوانین کی روشنی میں عالمین کیلئے فلاح و ترقی۔ یہ ہے مختصر ترین لفظوں میں اسلام کا مطمع نظر۔ بقول علامہ اقبال:

> ''مسلمانوں اور دنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے یہاں قومیت کا اصل اصول نہ اشتراک زبان ہے نہ اشتراک وطن نہ اشتراک اغراض اقتصادی بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو جناب رسالت مآب ﷺ نے قائم فرمائی تھی اس لئے شریک ہیں کہ مظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے اور جو تاریخی روایات ہم سب کو ترکے میں پہنچی ہیں وہ بھی ہم سب کیلئے یکساں ہیں اسلام تمام مادی قیود سے بیزاری ظاہر کرتا ہے اور اس کا دارومدار ایک خاص تہذیبی تصور میں ہے جس کی تجسیمی شکل وہ جماعت اشخاص ہے جس میں بڑھنے اور پھیلنے کی قابلیت طبعاً موجود ہے۔ اسلام کی زندگی کا انحصار کسی خاص قوم کے خصائل مخصوصہ اور شمائل مختصہ پر نہیں ہے۔ غرض اسلام زمان و مکان کی قیود سے مبرا ہے۔۔۔ مفادات اقبال، ملت بیضاء پر

ایک عمرانی منظر (صفحہ ۱۱۹-۱۲۰)

ترقی کی ان ''عالمینی'' بنیادوں کے ساتھ ہم نے یہ طے کرنا ہے کہ اس وقت سرمایہ داریت جس عالمی نظام کی تشکیل کرنا چاہتی ہے اس کے مقابلے میں ہمارا ردعمل کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے۔ اسی سے یہ بات طے ہو سکے گی کہ اس ضمن میں امت مسلمہ کی اصل ذمہ داری جو ان کے آقاء و مولاﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہو وہ کیا ہے۔ موجودہ دنیا پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت نہ صرف عالم اسلام بلکہ تمام دنیا میں فکری اور عملی لحاظ سے درج ذیل قسم کے ردعمل یا حکمت عملی کا اظہار ہو رہا ہے۔

1- مکمل مطابقت اور موافقت کی صورت حال کہ اقتصادی اور تمدنی و تہذیبی ترقی کے ساتھ ساتھ مراعات یافتہ، جاہ پرست، زر پرست اور بالا دست طبقے کے ساتھ ساتھ فاقہ کش، بزدل پسے ہوئے اور کمزور کئے گئے طبقات کی بقاء اسی میں ہے کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں غیر مشروط اور مکمل طور پر سرمایہ داریت کا ساتھ دیا جائے۔

2- نیچے دروں، نیچے بروں کی پالیسی نہ تو مکمل موافقت و اطاعت نہ ہی کھلی مخالفت بلکہ جہاں تک ممکن ہے اپنے تحفظ اور مفادات حاصل کرنے کی کوشش۔

3- پرتشدد اور جارحانہ نفرت کا اظہار۔

مندرجہ بالا تینوں قسم کے ردعمل سقوط روسیہ کے بعد اور پھر افغانستان کی بربادی کے بعد تمام دنیا میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں کہیں کوئی ملک مکمل طور پر کسی ایک قسم کا ردعمل ظاہر کر رہا ہے اور کہیں ایک ہی ملک میں تینوں قسم کے ردعمل مختلف طبقات سے ظاہر ہو رہے ہیں کوئی ایک طبقہ مکمل اطاعت کا حامی ہے دوسرا کھلی جارحیت اور مخالفت کا جبکہ کوئی معتدل مزاج طبقات بھی ہیں جو درمیانی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور اسی کو اختیار کرنے کا مشورہ بھی دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ ردعمل اور یہ حکمت عملی ہمارے دین اور ہمارے نبی کریمﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہے اور کیا جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ کافی ہے یا اس کے علاوہ بھی ہم پر کوئی فرض عائد ہوتا ہے اور کیا ہماری باعزت بقاء اسی میں ہے؟ اور کیا ہمارا مقصد صرف اپنی بقاء اور اپنے مفادات کا حصول ہی ہے یا اس ضمن میں ہماری کوئی اور ذمہ داریاں بھی ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے بہت اختصار کے ساتھ، نئے عالمی معاشرے کی تشکیل میں امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کا تعین کریں گے۔

جہاں تک مذکورہ بالا پہلی قسم کی حکمت عملی کا تعلق ہے تو یہ واضح طور پر اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے ارشاد پروردگار ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَاتَتَّخِذُو الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ. وَمَنْ يَتَوَ لَّهُمْ مِنكُم فَاِنَّهُ مِنْهُم اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِين ▪ (سورة المائدة آيت ۵۱)

''اے لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہی میں سے ہو جائے گا بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کی قوم کی رہنمائی نہیں کرتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہ ہوئے ان کی دوستی ہمیشہ صرف اغراض و منفعت کی بنیاد پر ہوئی مالی امداد ہو یا اخلاقی تعاون اس کی جزا میں مسلمان کیلئے ہمیشہ خسارہ ہی رہا۔ صلیبی جنگوں سے لے کر ایسٹ انڈیا کمپنی تک، ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے کر عثمانی سلطنت تک، عثمانی سلطنت کے سقوط سے لے کر سقوط ڈھاکہ تک، سقوط ڈھاکہ سے ایران عراق جنگ تک اور سب سے بڑھ کر فلسطین، اسرائیل کی وہ خوں ریزی جو عالم اسلام کے وجود میں کینسر کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ آزادی کشمیر تو نصف صدی سے زائد عرصے سے ایک ڈراؤنا خواب ہے ہی۔ چیچنیا اور بوسنیا میں یہودیوں اور نصرانیوں کی دوستی نے ہمیں کیا دیا۔ آٹھ سو سال اندلس میں حکمرانی کر کے اقوام یورپ کو دور سیاہ سے نکالنے والے مسلمانوں کا قتل عام کیسے مباح ٹھہرا اور ان کی باقی ماندہ نسلوں کو جو اب صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے، سرب بھیڑیوں نے کیسے کیسے نوچا۔ افغانستان کی بربادی پر چشم انسان جتنے آنسو بہائے کم ہے، لیکن ان آنسوؤں کی لالی ابھی مدھم بھی نہ ہوئی تھی کہ اب وہ سب عراق کی تباہی پر جمع ہو چکے ہیں۔ وہ تو الکفر الواحدہ کا ثبوت دے رہے ہیں اور ہم بربادی کا نشانہ بن کر بھی متحد اور متفق ہیں۔ ستم یہ نہیں کہ وہ ہماری بربادی پر مشترکہ اور متفقہ رائے رکھتے ہیں اصل ستم یہ ہے کہ ہمارے پاس اس بربادی کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے کوئی مشترکہ پلیٹ فارم بھی نہیں۔ صرف اس لئے کہ ہمارے کچھ طبقات کے گروہی اور انفرادی مفادات اسی سرمایہ دارانہ سامراج کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مزید ستم کہ جو ظالم اور قاتل ہیں انہی سے انصاف کی بھیک مانگتے ہیں۔ جو پشت میں چھرا گھونپتے ہیں انہی سے گلے ملتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم دوست اور دشمن کی تمیز نہیں رکھتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سطحی مفادات اور مادی آسائشوں کے حصول کی جھوٹی تمنائیں ہمیں مسلسل دام فریب میں لئے ہوئے ہیں۔ جمہوریت اور عوامی حکومتوں کے پرفریب لباس میں سرمایہ دارانہ استعماریت ہر ملک میں صرف اپنے منظور نظر افراد اور جماعتوں کو برسر اقتدار لا کر انہیں اپنے مقاصد کا آلہ کار بنانا چاہتی ہے۔ وہ منظور نظر افراد اور جماعتیں صرف اسی وقت تک برسر اقتدار رہ سکتی ہیں جب تک وہ سرمایہ دارانہ استعمار کے مفادات کا مکمل پاسداری کرتی رہیں جوں ہی وہ اپنے عوام یا اپنی ریاست کے نقطہ نظر یا مفاد کے حوالے سے کوئی قدم اٹھاتی ہیں بیرونی آقاؤں کیلئے وہ نہ صرف ناقابل قبول بلکہ قابل نفرت اور قابل تعزیر ٹھہرتی ہیں۔

؎ بے وقار آزادی ہم غریب ملکوں کی

سر پہ تاج آزادی بیڑیاں ہیں پاؤں میں

بہت قریبی زمانے سے ہمارے لئے مثالیں موجود ہیں کہ عراق جب تک امریکی مفادات کے تحت امریکہ سے برسر جنگ رہا اسے امریکہ کی ہر طرح کی امداد اور فراخدلانہ تعاون حاصل رہا ادھر جنگ بند ہوئی بلکہ امریکی لحاظ سے بے نتیجہ بند ہوئی۔ ادھر عراق امریکہ کیلئے اتنا ناپسندیدہ ٹھہرا کہ اس کے بچوں کیلئے دودھ اور اس کے بیماروں کے لئے دواؤں تک پر پابندی لگ گئی۔ ادھر ہمارے پڑوس میں آج کے نیم خواندہ، نیم وحشی، نیم ملا افغان تھے جو تقریباً دو عشروں تک امریکہ کی عنایتوں اور بخششوں کے سب سے زیادہ حقدار تھے اس لئے کہ وہ اپنی سرزمین پر گویا امریکہ کی بالادستی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ روسی اشتراکیت، امریکی سرمایہ دارانہ استعماریت کے سیلاب کے آگے ایک بڑا بند تھی۔ اس بند کو غیور افغانوں کے لہو کا سیل رواں تنکے کی طرح بہا کر لے

گیا اور اس کے بعد چشم تاریخ نے ظلم و بربریت کے وہ مناظر دیکھے جو اس سے پہلے کے ہر ستم پر غالب آ گئے۔ چنگیز، ہلاکو، ہٹلر، یزید، فرعون، نمرود، امریکہ کا ''بش'' سب پر بازی لے گیا۔ جرم کیا تھا اسلام، صرف اسلام اس لئے کہ لشکرِ ابلیس پر اچھی طرح عیاں ہے کہ:

؎ کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ مو
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے

سامراج نے اشتراکیت کے خاتمے میں تعاون اس لئے نہیں کیا تھا کہ اسلام کی راہ ہموار ہو وہ تو خود پوری دنیا پر چھا جانا چاہتا تھا اور اس کے لئے اس نے رسول عربی ﷺ کے ان دیوانوں کا کندھا استعمال کیا تھا مگر یہ کیا کہ اشتراکیت سے بہت زیادہ طاقتور، بہت زیادہ مؤثر، ہمہ جہت، ہمہ خوبی، ہمہ انقلاب، روح و بدن کی تمام سچائیوں کے ساتھ فکر و شعور کی تمام گہرائیوں کے ساتھ اور عشق و جنون کی تمام سرمستیوں کے ساتھ اب ''اسلام'' اس کے سامنے تھا، عظمت انسانی کا منشور لئے آزادیٔ حیات کا قانون تھامے، سرمایہ و محنت کی منصفانہ تقسیم کا نعرہ لئے، غریبوں اور کمزوروں کے حقوق کی پاسداری کا علم اٹھائے آپ کے سامنے تھا۔ سپر طاقت بننے کا خواب ایسے میں کیسے حقیقت میں بدل سکتا ہے جب تک دنیا میں مٹھی بھر ایسے دیوانے موجود ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کو حاکم مطلق مانتے ہیں، جنہیں دنیا کی راحتوں اور آسائشوں کی طلب دیرپا کی قیمت پر نہیں، جن کے جسموں کو روندا تو جاسکتا ہے خریدا نہیں جاسکتا، جن کے دماغ سن تو کئے جاسکتے ہیں مگر ان کے دلوں سے عشق محمد ﷺ کا سودا نکالا نہیں جاسکتا۔ سو ابلیسی تہذیب اپنے درندوں کو نئے طمطراق کے ساتھ ابھار رہی ہے۔ پوری دنیا پر بالادستی کا حق صرف ہمیں حاصل ہے ہم حکومت کریں گے یا ہمارے وہ پسندیدہ افراد جو ہمارے احکام، ہمارے نظام اور ہمارے نظریات و اہداف کیلئے کام کر سکیں۔ یہ مختصر ترین منشور ہے جو نئے عالمی نظام کی بنیاد ہے اور اس کیلئے وہ ہر محاذ پر سرگرم عمل ہے۔ اس کے طاقتور بحری بیڑے، اس کی مستعد اور تباہ کن فضائی قوت اس کے ہٹلر اور چنگیز کے لشکروں سے بہت زیادہ وحشی سپاہی، اس کا ذہنوں کو مصلوب کر دینے والا انتہائی موثر اور پرکشش میڈیا، اس کا بے پناہ سرمایہ جس کے بل پر ہر وہ شے خریدی جاسکتی ہے جس کا ذہن انسانی تصور بھی کرے یہ اس سامان و تجمل آج سامراج عالم اسلام پر گویا آخری ضرب لگانے کیلئے بالکل مستعد ہے۔ اقبال کی چشم بصیرت نے یہ منظر بہت پہلے دیکھ ڈالا تھا جس کے سارے مہرے ابلیس نے بڑی مستعدی اور منصوبہ بندی سے منتخب کئے ہیں:

؎ دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا شرق و غرب
میں نے جب گرما دیا اقوام یورپ کا لہو
کارگاہ شیشہ جو ناداں سمجھتا ہے اسے
توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے جام و سبو

اور ہمارا ردِعمل! افسوس ہمارا ردعمل! تازہ ترین خبر ہے کہ ترکی نے فضائی حدود استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ سعودی عرب، کویت میں تو بہت پہلے سے امریکی فوجی اڈے قائم ہیں۔ افغانستان میں امن فوج کے نام سے سامراجی سپاہی بے روک ٹوک موجود ہیں نو آزاد روسی مسلم ریاستوں میں بھی ان کے مفادات کی محافظت کا سامان موجود ہے۔ خود ہم؟ ایک عام پاکستانی جانتے ہوئے بھی نہیں جانتا، نہ ہی جان بوجھ کر حقیقت جاننا چاہتا ہے کہ یہ امر تکلیف دہ ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کوئی پالیسی، کوئی منشور جس پر قوم متفق ہو؟ ملت یکجا ہو۔۔۔۔ سب سے بڑی کمی، سب سے بڑا نقصان سب سے بڑی محرومی، پاکستانی کی حیثیت سے بھی اور ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے بھی ''اتحاد'' کا فقدان، یہ ملت لخت لخت ہے۔ یہ امت رسول کریم ﷺ ہے، یہ سنی ہے، یہ شیعہ ہے، یہ مالکی ہے، وہ شافعی ہے، وہ حنبلی ہے، یہ بریلوی، وہ دیو بندی، یہ عربی وہ ایرانی، یہ افغانی، وہ پاکستانی، یہ ترکی، وہ عراقی، یہ مصری، وہ سوڈانی، یہ بنگالی، وہ انڈونیشی، یہ سندھی، وہ پنجابی، ماتم کرو۔

ملت ختم رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے

اور آگ بجھانے والے اپنی پھونکوں سے شعلوں کو ہوا دے رہے ہیں۔ وہ خوش خطابت کہ الامان والحفیظ مگر نتیجہ؟ نہ کوئی مسجد محفوظ، نہ امام بارگاہ، نہ گرجا، نہ کلیسا، نہ بس، نہ ریل گاڑی۔۔۔۔ ہم باطل کا مقابلہ کیسے کریں کہ خود متحد نہیں۔ ہم دوسرے کو تحفظ اور امن کیسے دیں کہ خود محفوظ و مامون نہیں۔ یہ کتنا ستم ہے کہ گزشتہ عشرے میں پاکستان کے بے شمار دانش ور، ڈاکٹرز، انجینئرز، عابد، زہاد، طلبہ، پروفیسر، منتظم، ذمہ دار افسران قتل ہوئے اور مزید ستم کہ قاتل کافر و مشرک نہیں، نہ کسی ہندو کی گولی نہ کسی یہودی کا ٹینک۔۔۔۔ قاتل کلمہ گو مسلمان ہیں یہ کیسے رسولؐ سے محبت کرنے والے ہیں جو خود اسی رسولؐ کے امتیوں کو تہ تیغ کرتے ہیں۔ نبی رحمتؐ نے تو کافروں اور مشرکوں پر بھی صرف اس وقت تلوار اٹھانے کا حکم دیا جب وہ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ آور ہوں۔ بے ضرر کافر و مشرک تو مسلم سلطنت میں بے شمار حقوق رکھتا ہے اور اس کی جان و مال اور عزت و آبرو تو مسلمان پر فرض ہے۔ مگر ہم غیروں کے اس الزام کا جواب کیوں کر دیں کہ ''اسلام دہشت گرد مذہب نہیں مگر ہر دہشت گرد مسلمان ہے'' یہ ناسور کب سے ہمارے اندر پلتا رہا۔ اس شجر خبیثہ کی آبیاری کس نے کی قاتل صرف وہ نہیں جس کے ہاتھ میں تلوار ہے اصل قاتل وہ ہیں جنہوں نے معصوم ذہنوں کو مسموم کیا۔ ہمارے معاشرے میں اتحاد اس وقت ہوگا جب امن ہوگا اور امن اس سے پیدا نہیں ہوگا کہ آپ چند ہاتھوں سے یہ خون آشام تلواریں چھین لیں یا چند مسموم ذہنوں کو تختہ دار پر چڑھا دیں بلکہ حقیقی امن اس وقت پیدا ہوگا جب مسلمان اس ''حسن کردار'' کا حامل ہوگا جس کی تعلیم آقائے رحمۃ للعالمین نے دی ہے۔ آپؐ کی تعلیم تو کچھ اور تھی میرے آقا ﷺ نے تو نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس کا ایک ایک لفظ امن اور تحفظ اور احترام انسانیت کی خوشبو میں رچا ہوا ہے۔ اس کو چشم عالم سے اور چشم مسلم سے چھپا کے رکھنے والے کون ہیں یہ تعلیم عام کیوں نہیں۔

> ......ان سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے امان ہے کسی پادری کو اس کے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا نہ کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے منع کیا جائے گا اور نہ کسی کاہن کو اس کی کہانت سے۔ ان کے حقوق و اختیارات اور مراعات جو ان کو پہلے سے حاصل ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔
>
> (زاد المعاد ابن قیم، بحوالہ نقوش رسول نمبر جلد چہارم)

پھر قرآن پاک میں محکم ہدایت آئی:

ولا تجادلوا اهل الكتاب

''اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو''۔ (سورہ عنکبوت)

پھر دعوت اتحاد:

قل يا هل الكتاب تعالوا الى كلمةٍ سواءٍ بَيننا وبَينكُم.

''اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے میرا آقا رحمۃ للعالمین ﷺ تو ایک ایسے عالمی نظام کی دعوت دیتا ہے جو عین فطرت ہیں، محبت ہے۔

فاقم وجهک للدين حنيفاً. فطرة اللهِ التى فطر الناسِ عليها.

''ہر طرف سے کٹ کر اپنے رخ کو دین کی طرف سیدھا کرلو اور اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت کی پیروی کرو جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے''۔

آپ ﷺ تو انفس و آفاق کو ایک دائرے میں لانے کی تعلیم دے رہے ہیں اور ہم خود اپنی صفوں کو منتشر کر رہے ہیں دن رات ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں اس لئے کہ کوئی نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جانِ پرسوز رکھنے والا راہبر نہ رہا۔ حکمران طبقے اپنی مراعات و رعایات کی جنگ میں مصروف ہیں۔ عوام دو وقت کی معیشت کی مشقت میں مبتلا ہیں اور شیطان صفت خبیث اذہان اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں منہمک۔ کجا غیروں کو یہ دعوت کہ آؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اس پر جمع ہو جائیں کجا یہ کہ اپنے اشتراک کے غیر متنازعہ معاملات کو اور محکم بنیادوں کو پس پشت ڈال کر چند فروعی اور غیر اہم تنازعات کو اتنی اہمیت دی جائے کہ ایک دوسرے کا خون بہانا مباح ہو جائے۔ یہ صرف صدر انور سادات کے قاتل نہیں تھے جو اس قتل کے بعد سجدہ شکر ادا کر رہے تھے بلکہ ہر دہشت گرد ایسا ہی کر رہا ہے چاہے وہ مسجد میں خون بہائے یا امام بارگاہ میں، گرجا میں یا تھیٹر میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں یا پینٹاگون میں۔ معاف کیجئے گا یہ اور سب کچھ ہو سکتا ہے نہ اسلام ہے نہ جہاد ہے۔ وہ عالی دماغ منصوبہ ساز جو یہ منصوبے بناتے اور عمل کرواتے ہیں راہ راست سے بہت دور اور شیطان کے آلہ کار ہیں۔ اس سب میں جتنی دولت، جتنا وقت جتنی ذہانت اور جتنی جانیں ضائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں اس میں تو ایک پوری نسل ایسی تیار ہو سکتی تھی جو انتہائی دیندار، انتہائی طاقتور اور انتہائی مہذب ہوتی جس کے ایک ہاتھ میں قرآن، دوسرے میں جدید سائنس اور سر پر لا الہ الا اللہ کا تاج ہوتا (سرسید احمد خان کے الفاظ) اب بھی وقت ہے ابھی حشر بپا نہیں ہوا ابھی بھی ہم جلوۂ دانشِ فرنگ کی خیرگی میں نابینا ہونے سے بچ سکتے ہیں ابھی خاکِ مدینہ و نجف بحفاظت لے کر چل سکیں جس کی منزل اطمینان، وقار تحفظ امن اور آزادی ہے۔ یہ راستہ علم و ہنر کا راستہ ہے۔ یہ راستہ تحمل اور بردباری کا راستہ ہے یہ راستہ ٹھنڈے دماغ اور مکمل وفاداری سے درست منصوبہ بندی کا راستہ ہے۔ طویل المیعاد، دیرپا اور ہمہ جہت اور درست سمت میں پہلا قدم اٹھانے کا وقت یہی ہے۔

؎ آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

سب سے پہلے وہ اقدامات کرنے جو اس پارہ پارہ ملت کو متحد و منظم کر سکیں مشترک اور متفق بنیادوں کو اس طرح واضح کریں کہ اختلافات خود بخود دھندلا جائیں۔

توحید کا درست تصور، کعبے کی مرکزیت، قرآن کی لاریب حقانیت اور عشق رسولﷺ کی روشنی اگر درست طور پر پھیلائی جا سکے تو اختلافات کی دھند کیسے نہیں چھٹے گی۔ عبادات کو ان کی حقیقی روح کے ساتھ بجا آوری کا منظم اہتمام ہو خصوصاً نماز جمعہ اور حج کے اجتماعات سے حقیقی اجتماعی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سب سے پہلے فکری اور نظری سطح پر اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ظاہری اتحاد پھر اس کے لازمے کے طور پر خود بخود حاصل ہوگا۔ خارجی سطح پر کچھ سزائیں اور تعزیریں یا تحریر و تقریر پر چند پابندیاں لگانے سے اتحاد کی حقیقی صورت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ وہ جو اختلافات کی بنیادیں ہیں انہیں شعوری سطح پر لاکر ان کا تجزیہ اس طرح کیا جائے کہ اگرچہ یہ موجود ہیں مگر ان کی موجودگی ہمارے وجود اجتماعی کو بکھیر نہیں سکتی۔ ہم ان غیر اہم اور غیر مفید اختلافات کے باوجود بھائی بھائی ہیں۔ ایک ملت ہیں، ایک وجود ہیں اس لئے کہ ہمارا دشمن مشترک ہے اور ہمارے وجود ملی کی حقیقی بنیاد ایک ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی قرآن بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

اور اس کے لئے تمام عالم اسلام میں بنیادی تعلیم کا ایک مشترکہ نظام ہو وہ۔ بنیادی تعلیم کہ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر ہر طالب علم کسی بھی ملک میں فکری نامانوسیت اور اجنبیت نہ محسوس کرے۔ ایسا اتحاد ناممکن بلکہ غیر فطری ہے کہ تمام مسلم اقوام اپنے اپنے علاقائی اور ثقافتی و تہذیبی امتیازات ترک کر دیں فطری اتحاد یہ ہے کہ مختلف النسل ہونے کے باوجود اختلاف تہذیب و زبان و جغرافیہ ہونے کے باوجود فکر اور نظریے کی سطح پر کامل ہم آہنگی اور اشتراک ہو اور یہ اشتراک طویل المیعاد تعلیمی منصوبہ بندی سے حاصل کیا جا سکتا ہے ہماری تعلیم کی مشترکہ خصوصیات درج ذیل ہونا چاہئیں۔

1- کم از کم پندرہ سال کی عمر تک تعلیم مفت اور لازمی ہو اور اس لازمی تعلیم میں ہر طالب علم اپنی مادری/ملکی زبان کے ساتھ ساتھ عربی اور انگریزی زبان میں کافی استعداد حاصل کر سکے۔ اگلے درجوں میں ان زبانوں کے ساتھ ساتھ کسی ایک اور اسلامی زبان مثلاً فارسی، ترکی اور اردو سے بھی آگہی حاصل کرے۔

2- جدید سائنسی علوم خصوصاً فزکس، طب اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی مبادیات ابتدائی و ثانوی درجوں سے ہی نصاب کا اس طرح حصہ ہوں کہ وہ جو اعلیٰ تعلیم نہ بھی حاصل کر سکیں روزمرہ زندگی میں ان علوم کی عملی افادیت سے محروم نہ رہیں۔

3- لازمی اور مفت تعلیم کے مرحلے کے بعد اعلیٰ اور پیشہ ورانہ تعلیم کے مواقع اتنے عام اور سستے ہوں کہ ہر وہ

طالب علم جو کسی بھی اعلیٰ اور پیشہ ورانہ تعلیم کیلئے بنیادی اہلیت رکھتا ہے وہ اسے حاصل کر سکے۔ آرٹس، سائنس اور تمام شعبہ جات کے ذہین ترین طلبہ و طالبات جو بورڈ/ یونیورسٹی اور اعلیٰ پیشہ ورانہ اداروں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کریں انہیں قومی اثاثہ سمجھ کر، ان کے تمام اخراجات ریاست پورا کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ مواقع/ سہولتیں دی جائیں تاکہ ہمارے اعلیٰ دماغ سامراج نہ خرید سکے۔ ان افراد میں ملک وملت سے وفاداری اور اپنے دین سے گہری وابستگی کا شعور پیدا کیا جائے کہ ان کی صلاحیتیں ملت کی امانت ہیں اور ملت خود ان کی سب سے زیادہ ضرورت مند بھی ہے اور قدر دان بھی۔

ہماری خارجہ پالیسی اس طرح دی جائے کہ ہم کسی ایک بلاک پر انحصار کرنے پر مجبور نہ ہوں ہم امریکہ کے حلیف ضرور ہوں مگر ہم چین اور روس کے ساتھ گہری دوستی کیوں نہ کریں۔ ہم فرانس اور یورپی یونین کے معتدل مزاج، مہذب اور تجارتی و علمی پس منظر رکھنے والے ممالک سے اپنے تعلقات نئی بنیادوں پر استوار کریں۔

عالم اسلام کے ساتھ ہمارے تعلقات حقیقی برادرانہ ہوں جس میں علماء، دانشور، طلبہ و طالبات اور تاجروں اور ہنر مندوں اور سائنسدانوں و دیگر اعلیٰ پیشہ ورانہ صلاحیتیں رکھنے والے وفود/ افراد کے تبادلے وقتی اور طویل دورانیے کی بنیاد پر ہوں (اس وقت عملی صورت حال یہ ہے کہ ثقافت کے نام پر صرف پست ناچ گانے کے طائفے ہی ہمارے معاشرتی سفیر ہیں) کھیلوں کے میدان میں بھی بھائی چارہ اور اخوت پیدا کرنے میں ممدو معاون ہو سکتے ہیں۔

معاشی، ترقی اور اقتصادی خوشحالی کی نئی بنیادیں تلاش کرنے کی ضرورت ہے ہماری بنکنگ اور تجارت اور ہمارا امپورٹ/ ایکسپورٹ پہلے خود عالم اسلام کے ساتھ ہو۔ عالم اسلام کا مشترکہ بنکنگ سسٹم ورلڈ بنک کی طرز پر ہو۔ مشترکہ کرنسی کے خیال کو عمل میں لانے کی کوششیں کی جائیں اگر یورو ہو سکتا ہے تو اسلامی دینار کیوں نہیں ہو سکتا ورلڈ بنک ہو سکتا ہے تو اسلامک ورلڈ بنک کیوں نہیں ہو سکتا۔ ہمارے دولت کے جو ذخائر سوئس بنکوں میں ہیں وہ اسی اسلامک ورلڈ بنک میں منتقل کئے جائیں۔

تیل کی دولت اور افرادی قوت کو زیادہ مؤثر اور زیادہ مفید انداز میں استعمال کیا جا سکتا ہے کیا غضب کہ تیل ہمارا ہے اور اس کا انتظام دوسروں کے ہاتھ میں ہے افرادی قوت ہماری ہے مگر ہمارے بہترین دماغ اور بہترین ہنر مند غیروں کی ہدایت پر انہی کی فلاح کیلئے کوشاں ہیں۔ ہماری محنت، ہمارا ہنر ہماری قابلیت ہمارا سوز جگر غیروں کے ایوانوں کو اس طرح روشن کر رہا ہے کہ خود ہمارے گھر تاریک ہو گئے ہیں۔ جبکہ ہم اپنے معمولی کاموں کیلئے دوسروں کے دست کرم کے محتاج۔۔۔۔ ضرورت ہے کہ ہمارے وہ تمام منصوبے جن میں غیر ملکی دماغ ناقابل یقین حد تک زیادہ اجرتوں پر کام کرتے ہیں وہاں ہمارے اپنے ان ذہین افراد کو تعینات کیا جائے جو دوسرے ملکوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں یا اپنے ہی ملک میں ہیں مگر انہیں اتنی اجرت نہیں دی جاتی۔ یا جتنے سرمایے سے ہم یہ غیر ملکی مہارت خریدتے ہیں اس سے کم سرمایے سے ہم تھوڑی منصوبہ بندی کے ساتھ کچھ عرصے میں اپنے ہنر مند تیار کر سکتے ہیں۔ کوئی بھی کام ایڈہاک اور وقتی ضرورت کے تحت جلدی جلدی نپٹانے کے بجائے طویل المیعاد اور طویل الاثر منصوبہ بندی کے ذریعے کیا جائے۔ حکومتیں آئیں، حکومتیں جائیں قومی اہمیت کے کام انہی بنیادوں پر اپنی رفتار سے جاری رہیں۔ ہر نئی حکومت ان طویل المیعاد منصوبوں کو جاری و ساری رکھتے ہوئے اپنی ترجیحات کے مطابق نئے منصوبے شروع

کرے۔ گزشتہ حکومتوں کے صرف عیبوں ہی کی تشہیر نہ کی جائے بلکہ ان کے مفید منصوبوں کا ذکر کر کے ان کو جاری رکھنے کے عزم کا اظہار بھی کیا جائے۔

علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

تہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

ہمیں ایک نیا ''جنیوا'' بنانا ہے چاہے وہ تہران ہو یا اسلام آباد، جکارتہ ہو یا ڈھاکہ استنبول ہو یا ریاض، تاکہ ہمارے پاس سر پھوڑنے کیلئے ''اقوام متحدہ'' کا سرد اور بے حس سنگ آستاں ہی نہ ہو۔ جہاں ہماری ہر فریاد کو بے اثر بنانے کے لئے ''ویٹو'' موجود ہے جس کے بوسیدہ اوراق میں انصاف اور امن کی ہر قرارداد دفن ہو جاتی ہے۔ یہ نئی ''اقوام متحدہ'' اگرچہ اسلامک اقوام متحدہ ہو مگر اس میں تمام مستضعفین اور مظلومین کی دادرسی اور حمایت کا مؤثر نظام موجود ہو۔ دنیا کی وہ تمام اقوام اور ممالک جو واقعی انصاف، امن اور طاقت کے توازن کی حقیقی آرزو رکھتے ہیں اس کے قابل احترام ارکان ہوں چاہے وہ افریقی ممالک ہوں یا یورپی، چین، روس، جاپان، کوریا، آسٹریلیا، ہر مہذب اور انصاف پسند کیلئے اس کے دروازے کھلے ہوں۔ مگر بنیادیں وہ ہوں جو جناب رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فراہم کر دی ہیں۔ میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ، حلف الفضول، معاہدہ نجران اور دوسرے بہت سے سنن و نظائر سے اس کے لئے روشنی مہیا کی جاسکتی ہے۔

آج کا انسان ''میڈیا'' کے سایے میں زندگی بسر کرتا ہے اس کی سوچ اس کا ذہن، اس کی محبتیں اسکی نفرتیں، کاروبار، تجارت، تعلیم، ثقافت، تہذیب، رسم و رواج سب پر ''میڈیا'' کا کنٹرول ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے تھا کہ بحیثیت مسلمان تبلیغ دین ہمارا فرض ہے ہم نے جدید میڈیا کے ذریعے دنیا کو اسلام کی کتنی اور کیا تبلیغ کی۔ خیمہ نما برقعوں میں لپٹی ہوئی عورتیں اور جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھی ہوئی بدوضع داڑھیاں، کوڑے مارنے کی سزائیں، خودکش حملے، ہم نے دنیا کو اس کے علاوہ اسلام کی اور کیا تصویر دکھائی، جدید میڈیا سے اسلام کی جو وحشی اور غیر مہذب تصویر ابھرتی ہے کیا ہم نے کبھی سنجیدگی اور ذمہ داری سے اس کو حقیقی رخ پر لانے کی کوشش کی۔ اگر کبھی کی تو لمبے لمبے خشک لیکچرز یا پھر زیادہ سے زیادہ یہ کہ نیوز کاسٹر کو دوپٹہ اڑھا دیا۔ بس ۔۔۔۔۔ ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنی ڈراموں اور پروگراموں کو اس طرح اسلامائز کر کے پیش کریں کہ وہ اجنبی اور نامانوس چیز محسوس نہ ہوں ایسا کیوں ہے کہ ٹی وی پر یا تو نیم برہنہ لڑکی ہوگی یہ یا غیر فطری حجابوں میں لپٹی ہوئی عورت۔ نارمل اور متوازن زندگی جو عام مسلمان گزارتے ہیں، حیاداری اور معاشرتی تحریمات کی وہ اقرار جو عام طور پر عالم اسلام میں رائج ہیں ہم ان کو کیوں نہیں پیش کرتے۔ معاف کیجئے گا اگر تنگ جین اور منی سکرٹ میں ملبوس عورت نمائندہ مسلمان عورت نہیں ہے تو حمیت جاہلیہ کی غیر فطری مجالوں میں مقید وہ عورت بھی نمائندہ مسلمان عورت نہیں ہے۔ جس کی ''انفرادیت'' کو محض غیرت کے نام پر قتل کیا جا چکا ہے عورت بھی ایک فرد ہے، ایک انسان ہے اس کا اپنا دائرہ عمل ہے اس کی اپنی فطری اور معاشرتی ذمہ داریاں ہیں اور انہی ذمہ داریوں کے حوالے سے اس کا احترام اور اہمیت ہے۔ وہ نہ تو پبلسٹی آئٹم ہے نہ ہی کسی کی پرسنل پراپرٹی۔ حقیقی اسلامی تعلیمات کے حسن توازن کے ساتھ اسے معاشرے میں جیسے کہ وہ عام طور پر ہے۔ میڈیا پر پیش کریں۔ تاکہ نام نہاد مہذب دنیا عورت کے درست مقام سے آگاہ ہوسکے۔ بحیثیت مسلمان آج ہماری یہ ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے کہ عورت کو اس مظلومیت اور پستی و ذلت سے نکالیں

جہاں جدید مغربی تہذیب نے اسے پہنچا دیا ہے۔اس کی امومت کا احترام باقی ہے نہ گھر میں اس کی مرکزی حیثیت نہ بیٹی نہ بہن نہ بیوی نہ انسان محض عورت۔ہم نے میڈیا کے ذریعے نہ صرف مردوں کو عورت کے اصل مقام سے آگاہ کرنا ہے بلکہ خود عورت کو بھی "عزت نفس" کی دولت عطا کرنی ہے یہ کم اہم یا کم درجہ کام نہیں اہم ترجیحات میں شامل کرنے کا کام ہے۔

ہم نے جہاں تازہ کی بنیاد رکھنے کیلئے عالم انسانیت کو افکارہ تازہ سے سیراب کرنا ہے جدید میڈیا ہمارا وسیلہ بن سکتا ہے جس کے ذریعے ہم اس محبت اور امن کا پیغام دنیا کو پہنچائیں جس کی دعوت اسلام دیتا ہے۔انسانی حقوق کا پرچار کریں جو رنگ نسل اور قبیلے وجغرافیے کی ظالمانہ تقسیم میں منقسم انسانوں کو اسلام نے عطا کئے۔اسلام کی رحمت و رافت، امن تحفظ اور سلامتی کا پیغام جو صرف اس کے اپنے ماننے والوں کیلئے نہیں ہر انسان کیلئے ہے، ہر جانور، ہر درخت، ہر برگ گیاہ کیلئے ہے عفو و درگزر کی وہ تعلیم جس نے یوم فتح مکہ لاتثریب علیکم کی عظیم الشان مثال پیش کی۔نجاشی کے دربار کا منظر صلح حدیبیہ کا منظر، فتح مکہ کی عام معافی، اسلام تلوار سے نہیں پھیلا، شعور و دانش سے پھیلا۔اسلام رحمت کا دین ہے، علم و دانش کا دین ہے، امن و سلامتی کا دین ہے، ظاہری و باطنی طہارت کا دین ہے، ظلم و بے انصافی کے خلاف جہاد کا دین ہے، ہماری ذمہ داری بس یہ ہے کہ دین کی حقیقی اقدار کو اپنی ذات، اپنے ماحول اور اپنے حلقہ اثر میں عملاً نافذ کریں دنیا کو حسن کردار سے فتح کریں۔اپنے اندر فقر غیور پیدا کریں، اپنی غیرت، اپنی محنت سے بچائیں اور اپنے وسائل سے اپنے لئے وہ دنیا تعمیر کریں جس میں ہر پناہ چاہنے والے کو پناہ مل سکے۔امن مانگنے کے بجائے امن قائم کریں۔آنے والا وقت ان شاء اللہ ہمارا ہے۔

شب گریاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

حافظ نبلیٰ خاکوانی۔ ملتان

تخلیق کائنات سے لے کر آبادکاری ارض تک تضادات افکار ہی کارفرما ہیں۔ اس ارض خاکی پر نزول آدم سے لے کر اب تک افکار کی ضد نے فتن برپا کئے ہیں۔ ان کی امثال سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں اور وہ واقعات جن کی امثال چشم انسانی کے روبرو نہیں ہیں وہ اب تک قصہ پارینہ بن کر بھی نشان عبرت بن گئے ہیں۔ مگر اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی انسان کی سوچ کے تضادات ختم نہیں ہوئے بلکہ ان تضادات میں اغراض کی شمولیت نے انہیں اور بھی گھمبیر بنا دیا ہے۔ آخر یہ افکار کے تضاد اور اغراض کا گرداب اس قدر گھمبیر کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ اس کا کچھ نہ کچھ سبب تو ضرور ہوگا؟ کوئی نہ کوئی محرک ایسا ہوگا؟ جس کی وجہ سے تضادات اور اغراض کا یہ کھیل کھیلا جاتا رہا ہے۔ اگر تمام واقعات اور حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو ایک بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ سب کچھ اس ذات برحق کی منشاء اور رضا سے ہو رہا ہے۔ مگر اس نے اس ہونی کے لئے ایک سبب پیدا کر دیا اور وہ سبب ہے ''میں'' یعنی اپنی ذات کا اسیر ہونے کا احساس، اپنی ذات پر تکبر کی چادر ڈالنے کا احساس اور ''میں' میں ڈوب کر انسان نے اس ذات کو فراموش کر دیا۔ جس سے وفا کرنے کا، جس ذات کی اطاعت کرنے اور اس کا تابع فرمان بن کر رہنے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ جو روح اور انسان کا تعلق جوڑنے کیلئے اس مالک کل نے روحوں سے لیا تھا۔ جب انسان نے اس ذات سے کیا ہوا وعدہ فراموش کیا اور اس ذات کے ہونے سے انکار کر کے اپنے ہونے کا اقرار کیا تو فرعون و نمرود جیسے دنیوی خدا پیدا ہوئے تو وہ تمام احکامات اور فرامین جو اس ذات نے انسانی سرشت کو بھانپتے ہوئے انسانی جبلت کے مطابق اس کی بہتری و فلاح کیلئے بھیجے تھے انہیں پس پشت ڈال کر انسان اپنے لئے نئے راستوں کو تلاش کرنے لگے۔ اس طرح انسانی اغراض اور انسانی فرامین یکجا ہو گئے اور دنیا تباہی کے دہانے تک جا پہنچی ان نازک لمحات میں رب کائنات نے ایک بار پھر انسانی حالت زار کو دیکھتے ہوئے انسان کی راہبری اور راہنمائی کیلئے اپنے انبیاء کو مبعوث کیا اور یوں انسان اپنے ہاتھوں اپنی تباہی اور بربادی کا سامان پیدا کرتا آیا اور خدا کی ذات اس کی راہبری اور راہنمائی کا سامان کرتی چلی آئی اور یہ سلسلہ ہزارہا سال تک جاری رہا آخر یہ لامتناہی سلسلہ خاتم المرسلین پر آ کر رک گیا اور قرآن حکیم میں وہ تمام حکمت کی باتیں اور راہنمائی کے اصول یکجا کر دیئے گئے جو ہر لحاظ سے کامل اور مکمل تھے۔ انسان ایک عرصہ تک ان پر عمل کرتا رہا اور مرد کامل بن کر اپنی زندگی سنوارتا رہا۔

موجودہ صدی جو انسانی اعتبار سے ترقی یافتہ صدی کہلانے جا رہی ہے اس صدی میں امت مسلمہ کی حالت زار کو دیکھیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امت مسلمہ مکمل طور پر مسائل در مسائل کے گردابی بھنور میں اس طرح پھنس چکی ہے کہ وہ اس بھنور سے نکلنے کی بجائے اس میں دھنستے جانے میں اپنی عافیت تصور کر رہی ہے۔ اگر وہ اس بھنور سے نکلنے کی خود کوشش کرنے بھی لگتی ہے تو اس کے گرد بنا ہوا یہود و نصاریٰ کا حصار اسے واپس اس دلدل میں دھکیل دینے کے لئے بے چین و بے قرار

دکھائی دیتا ہے۔ امت مسلمہ جس دگرگوں حالت کا شکار ہے اس کا بنیادی سبب صرف اور صرف اس کی دین سے روگردانی ہے۔
امت مسلمہ من حیث القوم گزشتہ کئی صدیوں سے مذہبی، اخلاقی اور ذہنی انحطاط کا شکار ہے اگر آپ اس انحطاط اور پستی کا جائزہ لینا چاہیں تو امت مسلمہ کے کسی بھی گروہ کو لے لیں جو علاقائی قیود میں گرفتار ہو کر خود کو الگ قوم کہتا ہے اس قوم کی عوام کی مذہبی حالت کا مشاہدہ کریں اور پھر تاریخ کے اوراق میں سے اسلام سے قبل کا زمانہ دیکھیں کہ اس علاقے میں کیسا مذہب رائج تھا؟ کس قسم کے رسوم و رواج تھے؟ تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ قوم جو امت مسلمہ کا حصہ ہیں آج بھی اس سابق مذہب سے ملتے جلتے عقائد و اعمال کو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اپنائے ہوئے ہیں۔ اسلام کی وہ حقیقی روح جو خاتم المرسلین نے امت مسلمہ میں پھونکی تھی وہ آج ناپید ہوتی جارہی ہے۔ خاتم المرسلین کی لائی ہوئی صداقت کی کشش سے ان گنت ذی شعور دائرہ اسلام میں تو داخل ہو گئے مگر وہ جو اسلام کے گھر کے منتظم اور متولی تھے اور اسلام کی روح کو سمجھنے والے تھے انہوں نے ان بندگان خدا کی تعلیم، تربیت، ذہنی اصلاح اور زندگی کے تزکئے کا کوئی انتظام نہ کیا اور یوں امت مسلمہ باوجود برکات اسلام اور انعامات توحید سے پوری طرح بہرہ مند نہ ہوسکی۔ برکات اسلام سے فیضیاب نہ ہونے کا سبب وہ علماء تھے جو چھوٹے چھوٹے مسائل میں اس قدر الجھ گئے کہ وہ مسائل اس قدر بڑے مسائل بن گئے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے پیدا کردہ مسائل مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور ان علمائے دین نے مسائل کو اس قدر الجھا دیا کہ ان کے اختلافات مستقل فرقوں کی صورت میں ابھر کر سامنے آئے اور فرقہ بندی کو جھگڑوں اور لڑائیوں کا اکھاڑہ بنا دیا۔ اپنی ناعاقبت اندیشی اور خود فریبی کے سبب علمائے دین نہ صرف خود ذوق قرآن و حدیث سے عاری ہوئے بلکہ لوگوں میں بھی اس کا ذوق پیدا نہ ہونے دیا اور رہی سہی کسر ان نام نہاد صوفیاء کرام نے پوری کردی۔ چند پاکیزہ ہستیوں کے علاوہ باقی سب صوفیاء کرام ایسے تصوف کے معلم و مبلغ بن گئے۔ جس میں غیر اسلامی فلسفوں کی بھرپور آمیزش ہو چکی تھی۔ ان صوفیاء کرام کے حلقوں کی تمام تر کوشش ماضی میں بھی رہی ہے اور آج بھی یہی ہے کہ جہاں تک ان کا حلقہ اثر ہے وہاں دین کا صحیح علم کسی بھی طرح نہ پہنچنے پائے۔ علمائے دین اور صوفیاء کرام نے دین میں جس قدر بگاڑ پیدا کرنا تھا کیا اور عوام نے ان سے الگ اپنے لئے ایک اور ہی راستہ اختیار کرلیا۔ ان کے لئے دنیا میں صرف دو ہی چیز دلچسپی اور اہمیت کا مرکز بن کر رہ گئیں۔ ایک پیٹ اور دوسری شرمگاہ۔ ان کے سوا کسی دوسری چیز کی ان کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتی ان کی ساری کوشش اور تمام تر محنتیں بس ان کی خدمت کیلئے وقف تھیں۔ اگر موجودہ عہد میں امت مسلمہ کی مذہبی صورت حال کا لب لباب یہ ہے کہ امت مسلمہ کو خدا پرستی سے جو اخلاقی طاقت ملنی ممکن تھی اس طاقت کو اکثر مسلمان تو اپنی ناعاقبت اندیشی کے سبب حاصل ہی نہیں کرسکے اور جس قلیل تعداد نے اس طاقت کو حاصل کیا وہ اسے برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتی تھیں اور امت مسلمہ کی گاڑی تمدن بالفعل جو لوگ اس وقت چلا رہے ہیں ان کی اخلاقیات خدا اور آخرت کے اساسی تخیل سے خالی ہیں۔ آج امت مسلمہ کی مذہبی حالت کا یہ عالم ہے کہ ان کے نزدیک مذہب ہر انسان کا شخصی اور انفرادی معاملہ ہے جسے اپنی ذات تک آدمی کو محدود رکھنا چاہیے۔

آج امت مسلمہ ذہنی و اخلاقی طور پر بانجھ ہو چکی ہے اگر امت مسلمہ کی تاریخ کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں امت مسلمہ اخلاقی طور پر انحطاط کا شکار ہوئی ہے وہاں کئی صدیوں سے اس کے ہاں علمی تحقیقات کا کام بھی قریب قریب بند ہو چکا

ہے۔ اسلاف نے جو کام کئے جو تحقیق کی وہی تحقیق اور کام آج تک حرف آخر تصور کئے جارہے ہیں۔ گزشتہ کئی صدیوں سے امت مسلمہ کسی نئی فکر کسی نئی تحقیق اور کسی نئی دریافت سے بے بہرہ رہی ہے اس کی وجہ وہ نظام تعلیم ہے جس نے امت مسلمہ کی ذہنی فضاء پر جمود کی کیفیت طاری کردی ہے جو تحقیق کے مادے سے خالی ہے ذہنی طور پر جب ایک قوم پر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے تو وہ زیادہ دیر تک اپنی آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکتی وہ لامحالہ کسی نہ کسی قوم سے مغلوب ہوجاتی ہے۔ ایک ایسی قوم جو ذہنی جمود، ضعیف الاخلاق اور جاہلیت زدہ ہوچکی ہو آخر وہ کب تک ایک خطہ ارضی پر قابض رہ کر اپنی بقاء وسلامتی کے لئے لڑسکتی ہے۔ اگر وہ اپنی زمین پر قابض بھی رہے تو لامحالہ اسے کسی نہ کسی قوم کی ذہنی غلامی کو قبول کرنا پڑتا ہے اور یہ سب امت مسلمہ کے ساتھ ہوا۔

امت مسلمہ کی ذہنی، مذہبی اور اخلاقی انحطاط سے یہود ونصاریٰ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور امت مسلمہ پر اپنا نظام حیات اس طرح مسلط کردیا کہ وہ اس بارگراں سے نکلنے کے قابل ہی نہیں۔ امت مسلمہ نے حصول علم کا ذوق گنوایا تو یہود ونصاریٰ نے اپنا نظام تعلیم ان پر مسلط کردیا اور رزق کی راہوں کو مسدود کر کے رزق کی کنجیاں اپنی درس گاہوں کے دروازوں پر لٹکا دیں اور صرف کہہ دیا اب رزق اسی کو ملے گا جو ہماری درس گاہوں کی تعلیم پائے گا۔ ان کے اس دباؤ میں امت مسلمہ کی ایک نسل نے دوسری نسل سے بڑھ چڑھ کر ان کی منشاء پوری کی اور ان کے وہ سارے نظریات اور علوم سیکھے جن کی روح اور شکل ہر لحاظ سے امت مسلمہ کی تہذیب سے الگ اور جداتھی۔ اس طرح اگرچہ وہ مسلمان کو مکمل طور پر اپنے جیسا تو نہ بنا سکے مگر فکر ونظر اور ذوق و جدان میں بھی مسلمان کو مسلمان نہ رہنے دیا۔ یہود ونصاریٰ نے مسلمان کے دل ودماغ سے اسلامی اقدار کے سوتے خشک کر کے اپنی تہذیب کی جڑوں کو پیوست کردیا۔

معاشی اعتبار سے یہود ونصاریٰ میں امت مسلمہ کے گرد مکڑی کا جالا بن کر انہیں پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔ اپنا نظام تعلیم مسلط کرنے کے بعد انہوں نے اپنا معاشی نظام، معاشی فلسفے اور نظریات سب اس انداز میں امت مسلمہ میں سمو دیئے کہ امت مسلمہ اپنا اسلامی معاشی نظام یکسر فراموش کربیٹھی۔ انہوں نے اپنے معاشی نظام کے شکنجے کو اس انداز میں کس دیا کہ رزق کے دروازے صرف اور صرف اس شخص کے لئے وا ہوسکتے تھے جو ان کے بنائے ہوئے معاشی نظام کو قبول کرتا اور اس کے اصول وضوابط اختیار کرتا۔ اس معاشی نظام کے زیراثر امت مسلمہ کی یہ حالت ہے کہ کل تک جو چیز احکام ربی کے مطابق اس کے لئے حرام تھی آج اس نظام کے تحت حلال ہوگئی ہے۔ اس نظام نے پوری امت کو نہیں تو ایک کثیر التعداد مسلمان کو حرام خور بنایا ہے یہی نہیں اس نظام نے آہستہ آہستہ امت مسلمہ کے اذہان سے حرام وحلال کی تمیز کو حرف غلط کی طرح مٹادیا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ بہت سے اسلامی احکامات میں تاویل تلاش کر کے یہود ونصاریٰ کے نظام کو حلال ٹھہرانے کی سعی کی جارہی ہے۔ ایسا صرف اس لئے ہے کہ حرام خوری امت مسلمہ کے رگ وپے میں سرایت کرچکی ہے۔

قوانین کسی معاشرے کی بقاء اور سلامتی کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں انسان جب بھی کوئی قانون بناتا ہے اس کے پیچھے اخلاق ومعاشرت کے ساتھ تمدن کا کوئی نہ کوئی خاص پہلو ہوتا ہے اور جب معاشرے سے کسی قانون کو منسوخ کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ قانون ہی منسوخ ہوا ہے حقیقت میں اس اخلاقی نظریے اور تمدنی فلسفے کو منسوخ کیا

جا رہا ہوتا ہے۔ جس کو بنیاد بنا کر وہ قانون بنایا گیا ہوتا ہے۔ یہود ونصاریٰ نے امت مسلمہ کو کمزور اور ذہنی طور پر بانجھ پا کر ان پر ایک ایک کر کے اپنے قوانین مسلط کر دیئے اس طرح انہوں نے رفتہ رفتہ امت مسلمہ کے نظام تمدن و معاشرت کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے اجتماعی تصورات اور قانونی نظریات کو بھی بہت حد تک بدل ڈالا اور امت مسلمہ کے اس بنیادی عقیدے کو متزلزل کر ڈالا کہ قانون سازی کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ ان کے بنائے ہوئے قوانین کی وجہ سے شرعی قوانین آج غیر انسانی گردانے جا رہے ہیں۔

یہود و نصاریٰ نے امت مسلمہ کی تفرقہ بندی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر اپنا سیاسی نظریاتی نظام اور سیاسی ادارے مسلط کر دیئے۔ ان کا سیاسی نظام دین اسلام اور اسلامی اقدار کیلئے سم قتل ثابت ہوا۔ امت مسلمہ کا کوئی بھی فرد خواہ دنیا کے کسی بھی کونے میں کیوں نہ ہو وہ امت مسلمہ کا فرد ہے مگر یہود و نصاریٰ کے نظریہ قومیت نے انسان کو ارضی حدود میں تقسیم کر کے نظریہ وطنیت کو فروغ دیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعے اس نظریے کو راسخ تر کیا اور امت مسلمہ ایک زنجیر کی کڑیاں ہونے کے باوجود بکھر گئی اور یوں منافرت کے زہر نے امت مسلمہ کو کئی قوموں میں تقسیم کر دیا۔

اسلام نے پوری دنیا کے لئے معاشی زندگی کو انصاف اور راستی پر قائم رکھنے کے لئے چند اصول اور حدود مقرر کی ہیں تاکہ دولت کی پیدائش استعمال اور گردش کو ان خطوط پر چلایا جائے جو اس کے لئے کھینچے گئے ہیں موجودہ عالمی نظام افراط زر اور دولت کی غیر مساوی تقسیم کی وجہ سے بگاڑ کا شکار ہو رہا ہے اسلام میں اس غیر مساوی تقسیم کی حمایت کبھی نہیں کی گئی۔ اسلامی نقطہ نظر سے زمین اور اس کی ہر چیز پر نوع انسانی کا پیدائشی حق ہے۔ کسی شخص یا نسل، طبقے یا قوم پر ایسی کوئی پابندی از روئے شرع عائد نہیں۔ خدا نے ہر انسان کے لئے اپنی نعمتوں کی تقسیم انسان کی استعداد و صلاحیت کے مطابق کی ہے اور خدا نے اپنی نعمتوں کی تقسیم میں مساوات کو محفوظ استعداد کے سبب نہیں رکھا بلکہ اپنی حکمت کی بناء پر بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بیشک انسان کو اس کی محنت کے مطابق ہی ملتا ہے۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی۔ کیونکہ قدرت نے انسان کو تحقیق، جستجو اور محنت کا درس دیا ہے۔ اسلام میں معاشی مساوات کا جو درس دیا گیا ہے اس میں رزق کی مساوات نہیں ہے بلکہ حصول رزق کی جدوجہد کے مواقع میں مساوات ہے گزشتہ آیت میں اس مساوات کی وضاحت کی گئی ہے اسلام معاشرے میں کسی ایسی قانونی اور رواجی رکاوٹیں باقی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا جن کے سبب کوئی شخص اپنی قوت و استعداد کے مطابق معاشی جدوجہد نہ کر سکے اور ان اختیارات کی بھی نفی کرتا ہے جن کی بدولت بعض طبقوں، نسلوں اور خاندانوں کی پیدائشی خوش نصیبی کو مستقل قانونی تحفظات میں تبدیل کر دے۔ اسلام میں ہر شخص کے لئے کوشش کے مواقع کھلے ہیں مگر اسلام کے اس سنہری اصول کو انسان نے غلط سمجھ لیا ہے اور یہ باور کرنے لگے ہیں کہ اس کوشش کے ذرائع اور نتائج میں سب لوگوں کو زبردستی برابر کر دیا جائے جس سے تضادات بڑھنے شروع ہوئے۔ اسلام مساوات ضرور چاہتا ہے مگر معاشی دوڑ میں کھلا اور بے لاگ انداز میں شامل ہونے کے لئے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ معاشی میدان میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے والوں کے دل ایک دوسرے کے لئے بے رحمی اور بے دردانہ رویہ پیدا نہ ہونے پائے بلکہ وہ ایک دوسرے کے لئے ہمدرد اور مددگار رہوں۔

اسلام نے کسب معاش کے بھی ذرائع مقرر کر دیئے ہیں۔ جائز اور ناجائز کی تفریق رکھ دی ہے اسلام کے معاشی قانون نے حرام طریقوں کی ایک فہرست دے دی ہے ان طریقوں میں بہت سے ایسے ہیں جن کو استعمال کرتے ہوئے موجودہ سرمایہ داری نظام نے غریبوں کا استحصال کیا ہے اور انہیں زر وقرض کے شکنجوں میں جکڑ لیا۔ ان غیر اسلامی طریقوں کو اسلام نے شرعاً ممنوع قرار دیا ہے اسلامی قانونِ معاش کا رجحان دنیا کے تمام دیگر قوانین کے رجحانات سے یکسر مختلف ہے۔ اگر دیگر قوانین کا مشاہدہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان قوانین کے تحت سمٹی ہوئی دولت ایک بار سمٹ کر پشت در پشت سمٹی رہتی ہے جبکہ اسلام اس طرح دولت پر قبضے کو تباہ کن قرار دیتا ہے اور دولت سے اس قدر محبت کرنے والوں کو سخت سزا کی وعید دی ہے۔ وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّھَبَ وَالۡفِضَّۃَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَھَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَبَشِّرۡھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡم۔ اس لئے اسلام کے دیئے ہوئے معاشی نظام کو اپنانے سے نہ صرف انسان نفسانفسی کے عفریت سے نجات پالے گا بلکہ دولت چند ہاتھوں میں مرکوز رہنے کی بجائے تمام انسانوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ کَیۡ لَایَکُوۡنَ دُوۡلَۃً بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ۔

اسلام جغرافیائی حدود وقیود کی بالکل پروا نہیں کرتا۔ بلکہ ریاست کے مقصد کو قرآن میں صاف اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ وہ ان بھلائیوں کو قائم کرے، فروغ دے اور پروان چڑھائے جن سے وہ ذات برحق عالم انسانی کو آراستہ دیکھنا چاہتی ہے۔ اسلام میں ریاست کا مقصد صرف انتظام حکومت اور ملک چلانا نہیں ہے اور نہ ہی اس کا مقصد کسی مخصوص قوم کی خواہشات کو پورا کرنا ہے بلکہ اس کے مقابلے میں اسلام کے سامنے اس سے کہیں بلند تر نصب العین ہے۔ اس نصب العین کے حصول کے لئے ریاست توحید، رسالت اور خلافت پر قائم ہو، تاکہ خدا اپنی زمین میں اور اپنے بندوں کی زندگی جو پاکیزگی، جو حسن، جو خیر وفلاح اور ترقی وصلاح دیکھنا چاہتا ہے۔

تاکہ رونما ہونے والے سب بگاڑ کی تمام صورتوں کا خاتمہ ہو سکے جو خدا کی زمین کو اجاڑنے اور انسانوں کی زندگیوں کو مشکلات میں ڈالے۔ اسلامی قوانین کے مطابق اگرچہ اسلامی ریاست کا تعلق خطہ ارضی سے ہے مگر وہ انسانی حقوق کو جغرافیائی حدود تک محدود نہیں رکھتی ہے بلکہ اسلام ہر انسان کے بنیادی حقوق کی قدر کرتا ہے اور ان کے احترام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس امتیاز سے قطع نظر کہ وہ انسان اسلامی ریاست کا باشندہ ہے یا نہیں۔ وہ چاہے دوست ہے چاہے دشمن، وہ صلح جو ہے یا برسر جنگ۔ اسلامی ریاست میں انسانی خون کا ہر حالت میں احترام لازم ہے اس لئے جب تک موجود عالمی نظام خون انسانی کی قدر واہمیت نہیں جانے گی اس وقت تک امن وآشتی نامکمل ہے۔

آج کے تناظر میں اگر دنیا کو دیکھیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ انسان کے لئے اسلام ہی ایک صحیح طریق زندگی ہے جو حقیقت میں نفس الامری کے مطابق ہے۔ اسلام کے علاوہ ہر دوسرا رویہ خلاف حقیقت ہے۔ ''کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی دین چاہتے ہیں''۔ اللہ کے اس دین نے ہر لمحے اور ہر گھڑی انسان کی رہبری اور رہنمائی فرمائی ہے خدا کی ذات فقط انسان کو پیدا کرنے والی نہیں ہے بلکہ اس کی رہنمائی کرنے والی بھی ہے جب اس ذات برحق نے کل موجودات عالم کو ہدایت اور رہنمائی بخشی ہے اتنی ہدایت اور رہنمائی جو اس چیز کی فطرت کے اعتبار سے ضروری ہے۔ وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا

طَیرٍ لطید بِجَنَاحَیہِ اِلّا اُمَمٌ" اَمثَالُکُم۔ اگر اس کا ثبوت طلب کرنا ہو تو اس کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق اور بڑی سے بڑی مخلوق کو پکڑ کر دیکھ لیں تو اندازہ ہوگا کہ خدا کی ذات ان مخلوقات کی کس طرح رہنمائی کر رہی ہے۔ جو ذات ان مخلوقات کی رہنمائی کر رہی ہے وہ ذات انسان کی بھی رہنمائی کر رہی ہے۔ انسان کے لئے یہی ایک راستہ ہی درست ہے کہ وہ راہ راست پر رہے کیونکہ راہ راست پر رہے بغیر عدل ناممکن ہے اور بغیر عدل کے دنیا میں امن وسکون نہیں ہو سکتا۔ اگر انسان اللہ کی راہ پر نہیں چلے گا تو ظلم کو جنم دے گا۔ ''جو اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے اس نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا'' ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے'' جو اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی ظالم ہیں'' (سورۃ مائدہ)

یہ وہ چند بنیادی مسائل ہیں جن سے امت مسلمہ ہی نہیں پوری دنیا دو چار ہے اور انہی مسائل کے سبب پوری دنیا میں منافرت کا زہر تیزی سے پھیل رہا ہے اور دنیا سے امن وآشتی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ انسانیت ایک بار پھر اپنی بقاء وسلامتی کے لئے کشکول ہاتھ میں لئے طاقت ور کے در پے بھیک مانگتی دکھائی دیتی ہے اور طاقتور اپنی طاقت کے نشے میں دھت کمزور کو ہڑپ کرنے کے درپے ہے یہ سب صرف اور صرف اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ خاتم المرسلین کی لائی ہوئی تعلیمات کو فراموش کر کے انسانی ذہن کی اختراع کو اپنے لئے مرکز ومحور بنا لیا ہے۔ آج دنیا کا پورا نظام اس نظام سے یکسر مختلف ہو چکا ہے جو قدرت نے انسان کے لئے تشکیل دیا تھا اس دنیا میں جب جب اور جہاں جہاں انسان نے اپنی بہتری اور فلاح کیلئے قانون بنایا ہے وہیں انسانی اقدار پامال ہوتی گئیں اور بے انصافیوں نے اس معاشرے میں اپنے ڈیرے جما لئے۔ ان بے انصافیوں نے کچھ انسانوں کو ان کے جائز حقوق سے بہت زیادہ دیدیا اور کچھ انسانوں کے حقوق ان بے انصافیوں کے ہاتھوں پامال ہو گئے۔ ان انسانی قوانین اور نظام نے انسانی درجے سے انسان کو گرا دینے میں بھی تامل نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا پوری طرح جغرافیائی حدود میں تقسیم ہو چکی ہے۔ اس تقسیم کا آغاز اگر چہ روز شعور انسانی سے ہونا شروع ہوا مگر گزشتہ صدی کے شروع سے اس میں تیزی آ گئی اور موجودہ صدی تک پہنچتے پہنچتے یہ تقسیم اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔ گزشتہ صدی کے پہلے پچاس سالوں میں پوری دنیا ہمیں دو حصوں میں تقسیم دکھائی دیتی ہے۔ ایک حصے پر امریکہ اور دوسرے حصے پر سوویت یونین اپنی طاقت کے بل بوتے پر پوری طرح اثر انداز ہوئے اور پوری دنیا اپنی جداگانہ حیثیت کے باوجود ان ممالک کے ہاتھوں کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہی تھی۔ اسی کی دہائی میں جب سوویت یونین اپنی موت آپ مرا اور ٹوٹ کر بکھرا تو پوری دنیا کو ایک انسانی افکار کی طاقت امریکہ، جو اپنی طاقت کے نشے میں اس قدر سرشار تھا کہ اس نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لینے کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے اور نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر اپنی حکمرانی کے جھنڈے گاڑنا شروع کر دیئے۔ یوں استعماریت کے سائے میں پوری دنیا مفادات اور اغراض کے دلدل میں دھنستی چلی گئی اور خون کے گرداب میں ڈوب کر نئی صدی کے سورج خوش آمدید کہنے کی تیاریاں کرنے لگی۔ آج پوری دنیا نیو ورلڈ آرڈر اور گلوبل ازم کے نام پر طاقت کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ اس بات کی نفی قرآن یوں کرتا ہے۔ وَلَاتَکُونُوا کَالَّذِینَ نَسُوا اللہَ اَنسٰھُم اَنفُسَھُم اُولٰئِکَ ھُمُ الفٰسِقُونَ۔

اس نازک اور پر آشوب وقت میں دنیا کو ایک بار پھر اس نظام حیات کی ضرورت ہے جس کا آغاز روز ازل سے

احکاماتِ ربی کے نزول سے ہوا اور احکامات کا یہ سلسلہ تھوڑا تھوڑا کر کے انبیاء کرام کے ذریعے جاری رہا اور آخر خاتم المرسلین پر آ کر اس خدا نے یہ کہہ کر مکمل کر دیا ''ہم نے آج کے دن تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا'' (سورۃ مائدہ) اس آیت میں دین کی تکمیل صرف دین اسلام کی ہی تکمیل نہیں بلکہ حقیقت میں اس دین کی تکمیل ہے جس کا آغاز حضرت آدمؑ سے ہوا اور جو کل انسانیت کی فلاح و بہتری کے لئے تھا آج بھی انسان اگر اپنی اصلاح کا متمنی ہے تو اس کی حقیقی فلاح کا راستہ قرآن و حدیث میں موجود ہے اگر قرآن کا مطالعہ حقیقی نیک نیتی کے ساتھ کریں تو یہ بات نمایاں انداز میں سامنے آتی ہے کہ پورا قرآن صرف انسان کو مخاطب ہی نہیں کرتا بلکہ اس کا بنیادی موضوع بھی انسان ہی ہے۔ یہ انسان صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ کل دنیا کے انسان ہیں خواہ ان کا مذہب کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن نے انسانی روش کو بدل دیا ہے لیکن اس تبدیلی میں قرآن نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ اللہ کے نزدیک اسلام صرف ایک طریق زندگی ہے بلکہ اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اسلام ہی ایک صحیح اور حقیقی طرز زندگی اور طرز فکر وعمل ہے۔ آج دنیا جن مسائل سے دوچار ہے ان کا حل صرف اسی طرز فکر وعمل میں ہی پنہاں ہے۔

اسلام نے پوری دنیا کو ایک بھرپور معاشرتی نظام عطا کیا ہے۔ اسلام دنیا کے تمام نسلی، وطنی اور قومی معاشروں کے برعکس ایک فکری اخلاقی اور اصولی معاشرے کی تعمیر کرتا ہے ایک ایسا معاشرہ جس کی کوئی جغرافیائی حدود نہیں جس میں انسان اور انسان کے ملنے کی بنیاد اس کی پیدائش پر نہیں ہے بلکہ انسان کا مرتبہ انسانیت اس کے عقیدہ اور اخلاقی ضابطہ پر ہے قرآن نے واضح طور پر یہ کہہ دیا کہ خاندان اور برادری صرف پہچان کے لئے ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسان ذات برادری اور حسب نسب کی قیود سے اور مخصوص حقوق کے حصول سے آزاد کر دیا ہے اور آدمی کی برتری اور بزرگی، اس کے خاندان اور مال اسباب کی وجہ نہیں بلکہ اچھے اخلاق اور خدا ترسی میں دوسروں سے برتر ہونے پر ہے اور اس فوقیت کا اظہار حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا ہے۔ ''کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں'' اگرچہ قدرت نے انسانی گروہوں کو مختلف نسلوں، قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور سب اپنی اپنی بولی بولتے ہیں اپنا اپنا لباس پہنتے ہیں اور جدا جدا رسم و رواج رکھتے ہیں مگر یہ سب اختلافاتِ فطری اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کے سبب پوری دنیا نے خود کو تعصبات کے گرداب میں پھنسالیا ہے مگر اسلام ان اختلافات کی نفی کرتا ہے۔ وَجَعلنکُم شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَاللهِ اتقکُم۔ معاشرتی اعتبار سے اسلام نے اغراض ومفادات کی نفی کی ہے اور معاشرے کے افراد کے لئے اس کے حقوق وفرائض کی حدود کا تعین کر دیا ہے نیکی اور بدی کی حدود متعین کر دی ہیں۔ گناہ وثواب کے قواعد مقرر کر دیئے ہیں اور فرمادیا ''نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو اور بدی وزیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو'' (قرآن) (سورہ مائدہ)

اسلام نے ایسے معاشرے کی سختی سے نفی کی ہے جس میں رہنے والے دو آدمی برسوں ساتھ ساتھ رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے ناآشنا رہیں۔ اسلام اس معاشرے کو معاشرہ قرار نہیں دیتا جس میں باہمی محبت ہمدردی اور اعتماد نہ ہو۔ قرآن میں اس معاشرے کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَا المُومِنُونَ اِخوَۃٌ فَاَصلِحوابَینَ اَخَوَیکُم۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا ''دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو''۔

اس عالم رنگ و بو کے مسائل کے حل کے لئے بصیرت اور بصارت دنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دین حق نے سب انسانوں کو ہی انسانی اخلاقیات کا صحیح اور حقیقی مرکز ومحور عطا کیا۔ اسی مرکز ومحور نے سرزمین عرب کی بدوقوم کو وہ طاقت عطا فرمائی کہ انسانی اخلاقیات کے یہ اثرات تھوڑے ہی عرصے میں سرزمین عرب سے نکل کر دریائے سندھ و نیل سے لیکر اٹلانٹک کے ساحل تک کے وسیع وعریض حصے میں محسوس کئے جانے لگے۔ ابتداء اسلام میں حضورﷺ نے انہی اقدار انسانی کے اثرات دیکھتے ہوئے فرمایا "خیار کم فی الجاھلیة خیار کم فی الاسلام" تم میں جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہی اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ لیکن ان بنیادی انسانی اخلاقیات کے لئے لازم تھا کہ ان کی حدود مقرر کی جائیں کوئی راستہ متعین کیا جائے۔ یہ حدود اور راستہ صرف وہی مقرر کرسکتا تھا جو پوری طرح انسانی جبلت اور سرشت سے آگاہی رکھتا ہو اور وہ کوئی انسان نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ذات باری تعالیٰ نے ایسا راستہ متعین کیا جس پر چل کر انسان کامیاب ہوسکتا ہے اس ذات نے لازم قرار دیا ہے کہ اس دنیا میں انسانی دوڑ دھوپ اور تمام تر کوششوں کا مقصد اولین صرف اور صرف رضا ربی کے سوا اور کچھ نہ ہو "والیک نسعیٰ ونحفد" (خدایا ہماری ساری کوشش تیری خوشنودی کے لئے ہیں) یوں فکر وعمل کا سارا دائرہ ان حدود سے محدود ہو جائے جو خالق کائنات نے مقرر کردی ہیں۔ "ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد" (خدایا ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تیرے لئے نماز اور سجدے کرتے ہیں)۔ ان حدود میں رہ کر انسان تحمل و برداشت اور پامردی کا وہ اتھاہ خزانہ پاسکتا ہے جس کی بدولت وہ اپنے نفس امارہ پر قابو پاسکتا ہے اور اپنی سب صلاحیتیں رب العالمین کے تابع لاسکتا ہے۔ انسان کی بہتری اور سربلندی کے لئے اس ذات برحق نے یہ کہہ کر مخاطب کیا "لوگو! صرف اپنے اس رب کی بندگی کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے"۔ کیونکہ وہ جانتا ہے تمام کامیابی اور سربلندی صرف اسی میں ہے۔ اس نے خطاب کسی خاص مزدور، کسان، زمین دار، سرمایہ دار کو نہیں کیا بلکہ اس نے "لوگو" کہہ کر انسان کو مخاطب کیا ہے اس نے رہبری اور رہنمائی کا راستہ سب انسانوں کو دکھایا ہے اور حاکیت کے لئے بھی اس نے وضاحت کے ساتھ فرمادیا ہے "حکومت سوائے اللہ کے اور کسی کی نہیں ہے" جب انسان اپنے خالق کی اس بات کا اقرار کرتا ہے تو پھر حصول اقتدار اور طاقت کی جنگ ہی ختم ہو جاتی ہے اللہ نے حکومت اپنے لئے کیوں مختص کی ہے۔ اسے معلوم تھا کہ انسان اقتدار کے نشے میں ڈوب کر تکبر کا ہمرکاب ہوگا اور فتنہ وفساد برپا کرے گا اور اللہ کو فساد پسند نہیں۔ اس نے انسانی جبلت اور سرشت کا اظہار کردیا

"اور جب وہ اقتدار پالیتا ہے تو زمین میں فساد پھیلاتا ہے، کھیتوں کو خراب اور نسلوں کو تباہ کرتا ہے اور اللہ فساد پسند نہیں کرتا"

اللہ نے دنیا کے ان ناخداؤں کی تنبیہ اور سرزنش کے لئے کھلے الفاظ میں فرمادیا "میں اپنے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا" گویا خدا نے انسان کی طاقت کو یکسر مسترد کردیا کہ وہ اس دنیا میں دکھاتا پھر رہا ہے اور اپنی اس طاقت کے نشے میں دھت ہو کر سامان فتن پیدا کررہا ہے۔ قرآن میں ان جھوٹے حکمران ارض کی طاقت کی تکذیب ان الفاظ میں فرمادی "ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے" رب العالمین نے ان لوگوں کو نوید دی جو اس کی بندگی کا دم بھرتے تھے اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہوئے۔

"تم وہ بہترین امت ہو جسے نوع انسانی کے لئے نکالا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو" یہاں "امت" اگرچہ مسلمانوں کو کہا گیا ہے مگر جو قدغن لگائی ہے کہ اس ذات کی پیروی کا حق ادا کرتے ہوئے

بنیادی انسانی اخلاقیات پر پورا اترتے ہوئے اور احکامات ربی کو تسلیم کر کے آگے بڑھے گی اور نوع انسانی کی فلاح و بہتری کی علمبردار ہوگی وہ اس ذات کی پسندیدہ امت ہوگی۔

انسان آج بھی اپنے دل سے نخوت و تکبر کے مادے کو نکال پھینکے اور رب العالمین کے احکامات کے مطابق خود کو ڈھال لے تو بے شک وہ آج بھی فاتح عالم ہے اور منافرت کا زہر جو اس کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے ختم ہو سکتا ہے اور پوری دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

شاہدہ منیر۔ لاہور

عالمی نظام کی تشکیل ____ ایک مسئلہ

نئے عالمی نظام کی تشکیل کیسے ہو سکتی ہے اور اس میں امتِ مسلمہ کیا کردار ادا کر سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ آخر کسی عالمی نظام تشکیل کی آخر کیا ضرورت ہے! کوئی زیادہ پرانی بات نہیں کہ اٹلی کے عوام نے اٹلی میں منعقد کیے جانے والے عالمی تجارتی میلے کے خلاف ''انٹی گلوبلائزیشن'' کے نام سے باقاعدہ احتجاج کیا کہ یہ اٹلی کے معاشی استحصال کی سازش ہے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت گلوبلائزیشن کے داعی ہیں اور اسے انسان کی فطرت کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔

انسانی فطرت کی حقیقت

انسانی فطرت کی تحقیق خاصا پیچیدہ مسئلہ ہے لہٰذا اس سلسلے میں متعدد تعبیرات سامنے آتی ہیں جو ایک دوسرے مختلف ہی نہیں بعض اوقات متصادم بھی ہوتی ہیں۔ انسان متضاد کیفیتیں رکھتا ہے۔ ظالم و مظلوم، عالم و جاہل، عابد و معبود، شاہ و غلام، صاحبِ اقتدار اور بے بس سب کچھ ہے۔ اس صورتِ حال میں انسان کے مرتبہ مقام کا تعین خاصا دشوار محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس سلسلے میں مفکرین کی دو طرح کوششیں سامنے آتی ہیں۔ ایک وہ جن میں مذہب کو بنیاد تسلیم نہیں کیا جاتا۔ دوسری وہ جن میں مذہب کی بنیاد پر رائے قائم کی جاتی ہے۔ پہلے نقطہ نظر میں انسان کو اعلیٰ حیوان قرار دے کر بقائے اصلح کے اصول کو انسان کی عظمت و فوقیت کی بنیاد قرار دے دیا گیا۔ بعض نے اسے جنسی حیوان قرار دے کر اس کی جنسی خواہشات کو انسانی تمدنی و معاشرت کی بنیاد ٹھہرا دیا۔ اس سلسلے میں عقل و شعور کی زیادہ سے زیادہ رہنمائی بھی انسان کو ''ایک سلجھے ہوئے حیوان'' کے مرتبے سے بلند تر نہیں کر سکتی۔ ذہنی نقطہ نظر میں انسان کی روحانی ترفیع کا تصور کارفرما ہے جو بادی النظر بڑا خوشنما ہے لیکن اس کی تہہ میں کارفرمایہ تصور بڑا بدنما ہے کہ انسان اصلاً گھٹیا ہے اور اس کی روحانی ترقی کے لیے بڑی غیر معمولی کاوشوں کی ضرورت ہے اور اس کے لیے ''فطری آلائشوں'' سے نجات حاصل کرنا ہوگا (خالد علوی 1968، ص40-44)۔

آخر الذکر تصور کو عملاً نوعِ انسان کے انتہائی قلیل طبقے نے قبول کیا کیونکہ اس میں ترکِ دنیا اور رہبانیت کا جو اسلوب ضروری قرار دا جاتا ہے وہ انسانی فطرت کے منافی ہے۔ اول الذکر تصور میں انسان کی فطری معاشرت پسندی کو بہر حال تسلیم کیا جاتا ہے۔ انسان کی معاشرت پسندی کے متعلق عمرانیاتی اعتبار سے دو معروف نظریے ہیں۔ اول یہ کہ انسان اپنی کمزور جسمانی ساخت کی وجہ سے مجبور ہے کہ اس وسیع کائنات میں مخالفانہ عناصر کے مقابلے کے لیے دوسروں کا تعاون حاصل کرے۔ دوم یہ کہ جبلی طور سے بھی وہ معاشرت پسند واقع ہوا اور نظمِ اجتماعی قائم کرنا اس کا فطری جذبہ ہے۔ یہ دونوں نظریے اسلام کے کسی اصول

سے متصادم نہیں بلکہ قرآن وسنت کی بعض نقول سے ان دونوں کی تائید ہوتی ہے (خالد علوی 1968، ص 2-4)۔

انسان کی فطری معاشرت پسندی میں عالمی معاشرتی نظام کی تشکیل کا تقاضا مضمر ہے۔ انسانی معاشرت کی اکائی تو میاں بیوی پر مشتمل ایک جوڑا ہے لیکن اس جوڑے کی اولاد اور اولاد کی اولاد کرۂ ارض کے کسی بھی خطے میں چلی جائے اور وہاں جا کر اس کی زبان اور رنگ روپ میں کوئی بھی فرق واقع ہو جائے، ان کے باہمی رشتے میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا اور طبعاً وہ ایک دوسرے سے میل ملاپ کے مواقع کی تلاش میں رہیں گے۔ وقت اور خطے کا فاصلہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ طبعی میلان کمزور پڑ سکتا ہے لیکن ختم نہیں ہوتا۔ یہ کہ بھائی کو بھائی سے لڑانے کے لیے نفرت کے جذبات پیدا کیے جائیں جیسا کہ غرض مند افراد اور طبقات کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں دنیا کی قومیں رنگ، نسل، زبان اور وطن کے تعصبات کے حوالے سے ایک دوسرے کی تباہی پر تلی ہوئی ہیں۔ اس صورتِ حال میں ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل دورِ حاضر کا فوری حقیقی مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کا حل اسلامی نظریۂ حیات ہی کی بنا پر ممکن ہے اور مسلمانوں کو جو اسلامی نظریۂ حیات کے علمبردار ہیں، یہ چیلنج قبول کرنا چاہیے!

کہا جا سکتا ہے کہ تعلیماتِ نبوی سے انحراف کی وجہ سے عالمِ اسلام تو خود بحران میں مبتلا ہے۔ اس سے انقلاب کی ضرورت کی نفی نہیں اثبات ہوتا ہے۔ بہر حال بحران اور معاشرتی فساد کی صورت پوری دنیا کا مسئلہ ہے اور ساری دنیا ایک انقلاب کے لیے چشم براہ ہے۔ اس انقلاب کے لیے بالآخر تعلیماتِ نبوی ہی کو رہنما بنایا جا سکتا ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی تھی جس نے نوعِ انسانی کی حیاتِ اجتماعی و انفرادی کی اصلاح کے لیے عرب جیسی سنگلاخ زمین میں یکسر نئے خیالات کے بیج بوئے اور انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز اور خوش آئند انقلاب برپا کر دیا۔ حالیہ صورتِ حال میں عقلِ محض کی بنیاد پر تشکیل پانے والے تہذیب نے انسانی روح کو تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ خود مغرب کے سنجیدہ حلقے بھی اس کربناک صورتِ حال پر مضطرب ہیں۔ یہ صورتِ حال مقتضی ہے کہ ایک نئی تہذیب کی تشکیل و تربیت کا اہتمام کیا جائے جو انسانی عقل کی بجائے خالق کائنات کی مرضی پر مبنی ہو (محمود اختر 2002، ص 7,6)۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا ایک بحران اور اضطراب سے دوچار تھی۔ دنیا کی مختلف قوموں میں ایک نجات دہندہ کا انتظار ایک روایت کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعثتِ نبوی کے وقت عیسائی اور یہودی بھی ایک مسیحا کے انتظار میں تھے۔ جن کا مصداق حضور نبی اکرم ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ بائبل (کتاب پیدائش 9:49) میں ایک آنے والے کی پیشگوئی ہے (این آئی سی 1984، ص 56)۔ اس آنے والے کا نام بائبل میں شیلوہ مذکور ہے (بائبل سوسائٹی، ص 52)۔ بائبل کی اس عبارت کے سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ "شیلوہ" سے مراد حضور ﷺ ہیں (محمد ضیاء اللہ قادری 1406ھ، ص 216,215)۔ آنحضورؐ کے "امی" ہونے کی پیشگوئی بھی تورات میں منقول ہے (شبیر احمد خان غوری 1983، ص 58,57)۔ عرب کے یہودی انبیائے بنی اسرائیل کی پیشین گوئیوں کی بناء پر مدتوں سے ایک نبی کے منتظر تھے۔ انہی کی دی ہوئی خبروں کا نتیجہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت شائع ہوئی تو مدینے کے بعد سے باشندے مسلمان ہو گئے۔ مگر خود یہودیوں کو جس چیز نے آپ کی تصدیق سے روکا وہ بھی

نسلی عصبیت تھی ۔ ان کو اس پر اعتراض تھا کہ آنے والا نبی، بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں کیوں آیا؟ انصاری بھی ایک ہی کے منتظر تھے مگر ان کو توقع تھی کہ وہ شام میں پیدا ہوگا۔ اسی تعصب کا دور دورہ عجم میں بھی تھا۔ خسرو پرویز کے پاس جب حضور کا نامۂ مبارک پہنچا تو کس چیز نے اس کو غضب ناک کیا؟ یہی کہ "ایک غلام قوم کا فرد بادشاہ عجم کو اس طرح مخاطب کرے؟" عرب کی قوم کو ذلیل سمجھتا تھا، اپنا ماتحت خیال کرتا تھا۔ یہ بات ماننے کے لیے وہ کسی طرح تیار نہ تھا کہ ایسی قوم میں کوئی حق کی طرف بلانے والا پیدا ہوگا! (ابوالاعلیٰ مودودی 1988، ص 221,220)

اسلام کے آنے تک دینی ولادینی دونوں اعتبارات سے انسانی اجتماعیت نے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ کھویا تھا۔ آدمؑ سے لے کر مسیحؑ تک انبیاء کا سلسلہ بھی جاری رہا تھا۔ طالیس سے لے کر ارسطو تک فلاسفہ اور اشوک سے لے کر نوشیرواں تک باشاہوں نے بھی انسانی معاشرت میں اپنا اہم کردار ادا کیا تھا۔ لیکن نوع انسان کو بالآخر کرب و ابتلا سے نجات ملی تو حضور نبی اکرم ﷺ کے انقلابی اسوہ کی برکت سے ملی اور اب پھر سے انسانیت غیر اسلامی تہذیبی نقطہ ہائے نظر کی کم مائیگی کی وجہ سے جس عذاب میں مبتلا ہے اس سے نجات کے لیے بھی اسے تعلیماتِ نبوی ہی سے رہنمائی حاصل کرنی ہوگی۔ اسی کے طفیل ایک ایسے عالمی نظام کی تشکیل ممکن ہے جس میں کوئی کسی کا استحصال نہ کر سکے۔

اسلام کا عالمی مزاج

عالم طور پر مذہب ایک انفرادی معاملہ ہوتا ہے لیکن اسلام دین بھی ہے لہٰذا اس نے امور و معاملات اور رسمی عبادات تک

میں اجتماعیت کا رنگ نمایاں رکھا ہے۔ دین ہونے کی حیثیت سے اسلام کا دائرہ انسان کی انفرادی زندگی کے علاوہ معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے اس کی اجتماعی زندگی اور عالمی معاشرے کا ممبر ہونے کی حیثیت سے بین الاقوامی صورتِ حال پر محیط ہے ۔ یوں اسلام انفرادی و اجتماعی اور قومی و بین الاقوامی معاملات کے متعلق جامع نظام پیش کرتا ہے۔ دعوتِ اسلامی کا معاشرتی و سیاسی پہلو پہلی وحی (القران، سورۃ العلق 96:1-5) کے ساتھ ہی حضور نبی اکرمؐ کے سامنے واضح ہو گیا تھا۔ اس کے مضمرات میں یہ بات شامل تھی کہ تبلیغ رسالت کے نتیجے میں آپ کا اپنی قوم سے لازماً تصادم ہوگا۔ دوسری وحی (سورۃ المدثر 74:1-7) ایک طرح سے تحریک اسلامی کا منشور ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو نصب العین کی حیثیت حاصل ہے اور اعلیٰ اخلاقی کردار، مسلسل بے غرضانہ جدوجہد اور صبر لائحہ عمل کے لازمی اجزا کی حیثیت رکھتے ہیں (منور ابنِ صادق 1991، ص 7)۔

اسلام عام مفہوم کے لحاظ سے محض مذہب نہیں، محض کوئی فلسفہ یا نظام فکر بھی نہیں بلکہ دین بھی ہے۔ یوں اسلام مذہب و فلسفہ کا جامع بھی ہے اور اس سے آگے بڑھ کر مکمل نظام فرو عمل ہے، نظام حیات ہے۔ یہ مذہب و سیاست کا جامع ہے۔ اس میں روحانیت، اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاست سب شامل ہیں۔ انسان کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اسلام کا دخل نہ ہو۔ انفرادی، اجتماعی، قومی بین الاقوامی تمام پہلو اسلام کے دائرہ کار میں شام ہیں۔ بقول محمد طفیل (1983، ص 475) پیغمبر اسلام ایک ایسی انقلابی رہنما تھے اور اسلام اپنے مزاج کے اعتبار سے ایک بین الاقوامی دعوت ہے۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے

کے لیے کسی علاقے، رنگ، نسل، زبان کی کوئی تخصیص نہیں۔

اسلام نے اپنے وسیع نظریے کے مطابق واحد قومیت کی تعمیر کی۔ اس قومیت بنیاد کسی مادی اور ارضی امتیاز پر نہیں بلکہ روحانی اور جوہری نظریے پر تھی۔ اپنے آفاقی نظریے کے مطابق اسلام نے ساری نوعِ انسانی کو خدا کی بندگی و اطاعت، نفس کی پاکیزگی وطہارت، عمل کی نیکی اور پرہیزگاری کی طرف دعوت دی۔ جس نے اس دعوت کو قبول کرلیا، وہ ایک قوم بن گیا، جس نے اس کو رد کر دیا دوسری قوم بن گیا۔ گویا قومیت کی بنیاد ایمان پر ہے نسل اور نسب کے امتیاز پر نہیں (ابوالاعلیٰ 1979، ص225,226)۔

انسانی معاشرے کا فرد ہوتے ہوئے معاشرہ کے دوسرے افراد کے جو حقوق انسان پر واجب ہیں ان کو حسن وخوبی سے انجام دینے کی اسلام نے بڑی تلقین کی ہے۔ ماں، باپ، بیوی، بچے، پڑوسی، یتیم، بیوہ، سائل، بیمار، مسافر، مجاہد، سب کے ساتھ مروت واحسان کرنے کی تاکید ارشاداتِ نبوت میں موجود ہے۔ یہ تعلیم اتنی جامع اور ہمہ گیر ہے کہ انسان تو انسان حیوانات ونباتات بھی اس میں داخل ہیں۔ بہر حال اسلام دنیا کے تمام نسلی، وطنی اور قومی معاشروں کے برعکس ایک فکری، اخلاقی اور اصولی معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں انسان اور انسان کے ملنے کی بنیاد اس کی پیدائش نہیں بلکہ ایک عقیدہ اور ایک اخلاقی ضابطہ ہے اور ہر وہ شخص جو ایک خدا کو اپنا مالک ومعبود مانے اور پیغمبروں کی لائی ہوئی ہدایت کو اپنا قانونِ زندگی تسلیم کرے، اس معاشرے میں شامل ہوسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو نسل، رنگ، زبان اور علاقے کی حد بندیوں کو توڑ کر روئے زمین کے تمام خطوں پر پھیل سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر انسانوں کی عالمگیر برادری قائم ہوسکتی ہے (ابوالاعلیٰ مودودی 2001، ص258,259)۔

اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیم کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی دعوتِ اسلامی میں بھی ہمیں بین الاقوامیت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ گو ان کی دعوت عجمی علاقوں تک نہ پہنچ سکی لیکن اس کے مزاج میں آفاقیت واضح طور پر جھلکتی رہی۔ چنانچہ عراق کے علاوہ شام، اردن، سبع، مصر، رملہ اور ایلیا اور فلسطین کے علاقوں میں دعوتِ اسلام عام ہوگئی (محمد طیب 1991، ص63,67)۔

حضور نبی اکرمؐ نے اپنی دعوت کا آغاز تو عرب ہی سے کیا لیکن آپ کی دعوت ایک عالمی دعوت تھی۔ فطری تدریج کا تقاضا تھا کہ آغاز اپنے ہی ماحول سے کیا جائے۔ بہر حال مقصود یہی تھا کہ ایک ایسی جماعت تشکیل کی جائے جو آگے چل کر عالمی سطح پر تبلیغ حق کا فریضہ انجام دے سکے۔ چنانچہ قرآن حکیم (سورۃ البقرہ 143:2) میں جماعت مسلمین کی اس نوعیت کا بالفاظ ذیل ذکر کیا گیا ہے۔

''یوں ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔''

''امت وسط'' کی اصطلاح اپنے اندر بڑی وسیع معنویت رکھتی ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی (1998، ص199) فرماتے ہیں۔

''اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے جو عدل وانصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر

کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق ناروا تعلق کسی سے نہ ہو"

دعوتِ اسلامی کے عالمی مزاج کا تقاضا تھا کہ اس کا داعی بھی عالمی مزاج رکھتا ہو۔ اس کے پیشِ نظر کسی خاص قوم، نسل یا طبقے کی بھلائی نہ ہو بلکہ پوری دنیا اور تمام انسانوں کی بھلائی اس کا مقصود ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ایسی ہی بین الاقوامی شخصیت تھی (اسد سلیم 1992، ص40)۔ قرآن وحدیث میں مختلف پیرایوں میں حضورؐ کی اس حیثیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ منجملہ ان کے ذیل کی آیت مجمل ہونے کے باوجود اس سلسلے میں بے حد صریح ہے۔

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (القران، سورۃ الانبیاء 107:21)

معاشرے کی تشکیل کا حقیقی اور موثر ذریعہ تعلیم ہے۔ اس حوالے سے بھی پیغمبر اسلام کی تعلیمات عالمی معاشرے کی تشکیل نو کی بنیاد بن سکتی ہیں۔ اسلام دین علم و دانش ہے۔ یہ تفکر و تدبر کی مستقل دعوت اور تحقیق و تجسس کا زندہ نظام ہے، یہ معرفتِ حقیقی کا سرچشمہ ہے، یہ نورِ ہدایت کا مصدر و منبع ہے۔ اس نور نے دنیا کے تاریک ترین گوشوں کو منور کر دیا۔ (منور ابن صادق 1969، ص30) قرآن حکیم کی تصریحات نے اہل اسلام کے تعلیمی مزاج کی تشکیل کی، آنحضورؐ نے اپنے ارشادات اور عملی نمونے کے ذریعے اس مزاج میں پختہ کاری پیدا کی (رشید احمد ارشد 1983، ص131,130)۔ بقول محمد صلاح الدین (1997، ص27,26) اسلامی نظام تعلیم کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ غیر طبقاتی ہے اور قوم کے تمام بچوں کو ہوا اور پانی کی طرح تعلیم کی یکساں سہولتوں کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

بین الاقوامی روابط میں قومی تعصبات نے ہمیشہ بڑا غضب ڈھایا ہے۔ دورِ قدیم میں فرعون نے نسلی بنیاد پر بنی اسرائیل کو تعذیب کا نشانہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی۔ لیکن عجب المیہ ہے کہ بعد میں یہ قوم خود نسلی بنیاد پر دوسری قوموں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنانے لگی اور اس کا یہ رویہ آج تک جاری ہے۔ قومیت کے اس تعصب میں رنگ، وطن، زبان کا فتنہ بھی شامل ہو چکا ہے اور اس بنیاد پر جو قومیں وجود میں آچکی ہیں، انھوں نے عالمِ انسانی کو سینکڑوں حصوں میں تقسیم کر دیا ہے (ابوالاعلیٰ مودودی 1979، ص210,209)۔

علامہ اقبال (1989، ص124) نے "وطنیت" کے عنوان سے بانگِ درا کی ایک نظم میں وطنی تعصب کو نوعِ انسان میں تفرقہ بازی کا سبب قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

پیغمبر اسلام نے گوناگوں تعصبات کے ہجوم میں گھرے ہونے کے باوجود اسلام کے آفاقی مزاج کو اجاگر کیا۔ مدینہ شریف میں آپؐ نے ایک عادلانہ فلاحی معاشرے کی تشکیل کا بیڑا اٹھایا تو آپ کو یہودیوں، اور منافقین کی مشترکہ قبائلی و وطنی عصبیت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اس عصبیت کو ہوا دیتے تھے کہ "قریش" کے نبی اور مکے کے قریشی مہاجرین کا مدینے کے باغوں، نخلستانوں پر کوئی حق نہیں!

(ابوالاعلیٰ مودودی 1988،ص 221,220)۔ اس کے مقابلے میں آنحضورؐ نے مواخات کے ذریعے مسلمانوں کے باہمی بھائی چارے اور میثاق مدینہ کے ذریعے بین الاقوامی بقاے باہمی کا ایسا تصور نافذ کیا جو ہر زمانے میں عالمی معاشرے کی تشکیل میں اساسی اصول کا کام دے سکتا ہے۔

اسلام اپنی اشاعت کے لئے جبر و اکراہ کو درست نہیں سمجھتا۔ دراصل ایمان ایک ذہنی شعوری رویے کا نام جس میں رضا ورغبت کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ سواپنی توسیعی مسائی میں اسلام کا اسلوب ترغیبی ہے۔ مزید برآں لازم ہے کہ مبلغ اسلام کو اپنے مشن سے ایسی لگن ہو کہ وہ اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے اور اس کے لیے ہر متاع عزیز کی قربانی کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھے۔ دوسری شرط ہے استقامت۔ یعنی ارادہ اور عزم میں کسی وقت بھی تزلزل نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم "فاستقم کما امرت" کا حکم دیتا ہے، یعنی اے رسولؐ! حکم الٰہی کے مطابق جمے رہو۔ تیسری شرط ہے بے غرضی و بے لوثی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر پیغمبر نے اس کی وضاحت کر دی کہ "میں تم سے اپنی تبلیغ کے عوض کسی قسم کا کوئی اجر نہیں چاہتا۔ میرا معاوضہ تو بس اللہ کے ذمے ہے" چوتھی شرط ہے حسن افہام یعنی اپنا پیغام صفائی، خوبصورتی اور وضاحت سے پیش کیا جائے۔ گفتگو اتنی مختصر نہ ہو کہ مضمون تشنہ رہ جائے اور اتنی طویل بھی نہ ہو کہ سامع اکتا جائے۔ دلائل ناقابل تردید ہوں، مخاطب کی ذہنی سطح کے عین مطابق ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اسی کو قرآن کہتا ہے کہ ایسی بات کہو، جو ان کے دل میں اتر جائے۔

پانچویں شرط ہے خیر خواہی۔ خیر خواہی تبلیغ کے لیے ایسی ضروری شرط ہے کہ پیغمبروں نے تبلیغ کے ساتھ اس کا بھی ذکر ہے۔ چھٹی شرط ہے خود مبلغ کا سراپا نمونہ عمل بننا۔ یہ ایسی ضروری شرط ہے کہ اس کے بغیر کسی کامیاب تبلیغ کا تصور بھی مشکل ہے۔ مبلغ کے لیے صرف اسی قدر کافی نہیں کہ اس کی زندگی اس کے پیغام کے مطابق ہو بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جتنا بھی دوسروں سے چاہتا ہے، اس سے بیشمار گنا زیادہ خود کر کے دکھائے۔ ساتویں ضروری شرط جسے ان تمام شرائط کا مجموعہ کہنا چاہیے، یہ ہے کہ مبلغ کا اخلاقی کردار اتنا بلند ہو کہ بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کو کسی جہت سے بھی اس پر نکتہ چینی کا موقع نہ مل سکے۔ آپ بہت اعلیٰ کردار پر قائم ہیں۔ محمد طفیل (1985،ص 403-409) نے اسلامی انقلاب کے اصول عامہ کی نشان دہی کی ہے۔ ان میں سے درج ذیل اصول اسلام کے اجتماعی عالمی مزاج کے مظہر ہیں۔

1۔ دعوتِ حق کے سلسلے میں اعتماد اور اپنے موقف کے اظہار میں جرأت سے کام لیا جائے۔
2۔ کسی قائدِ تحریک کے لیے گھات میں بیٹھے ہوئے دشمنوں کے نرغے سے بچ نکلنے کی کوشش کرنا یا ایسے دارالہجرت کی تلاش کرنا جہاں اس کی تحریک قوت و زور حاصل کر سکے، انقلابی طریق کار کا اہم حصہ ہے۔
3۔ نوجوان کسی تحریک و پروان چڑھانے میں بڑے مددو معاون ہوتے ہیں۔
4۔ خواتین طبعاً نرم مزاج، دعوت کو جلد قبول کرنے والی، نیک نفس اور پاک دل ہوتی ہیں۔
5۔ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ انسانی و اخلاقی بنیادوں پر اسلام کے عدل اجتماعی کے مظاہر میں سے قوی ترین مظہر ہے۔

اسلامی بنیادوں پر قائم ہونے والے معاشرے میں طاقت کو نیکی کے فروغ اور برائی کے انسداد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور دولت کو عیاشی اور نفس پرستی کے بجائے نظام زکوٰۃ کے ذریعے مستحقین پر خرچ کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی اسلامی حکومت کو ہر لحاظ سے مضبوط و مستحکم بنانا سربراہِ مملکت کا کام ہے۔معاشی اور عسکری میدان میں یہ حکومت اپنی مثال آپ ہوگی۔ دفاعی قوت کا حصول کلیدی مناصب پر اہل افراد کی تقرری،بہتر خارجہ پالیسی،متوازن آئین اس حکومت کے استحکام کے ضامن ہوں گے(محمد طاہر 1992 ،ص35,15)

عالمی نظام کی تشکیل اور تعلیماتِ نبوی

اسلام کے عالمی مزاج کی جو نشان دہی اوپر کی گئی ہے،اس کی بنیاد تعلیماتِ نبوی پر ہے۔قرآن وسنت میں جا بجا اس کے شواہد موجود ہیں۔مثال کے طور پر قرآن حکیم کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 23-40 پر نظر ڈالیے۔ان میں شامل احکامِ الٰہی کو مائل خیرآبادی (ص219,217) نے قانونی دفعات کے طور پر بیان کیا ہے۔ان کا ملخص یہ ہے کہ

1۔ زندگی کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق فیصلے کرو۔

2۔ والدین سے نیک برتاؤ کرو،رشتے داروں،مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو،اگر کوئی عذر لاحق ہو تو خوش اسلوبی کے ساتھ ان سے معذرت کرلو۔یتیم کے مال میں ناحق تصرف نہ کرو۔یہ محض اخلاقی سفارشات نہیں قانونی ضوابط ہیں جو نظامِ خاندان اور پھر آگے بڑھ کر نظام معاشرت کے استحکام کا باعث بنتے ہیں۔

3۔ فضول خرچی نہ کرو، نہ بخل سے کام لو اور نہ ہاتھ ایسا کھلا چھوڑو کہ کل کو خود قلاش ہو جاؤ

4۔ زنا سے بچو،قتل ناحق سے اپنے ہاتھ آلودہ نہ کرو،ایسا ہوجائے تو قاتل سے قصاص لیا جائے۔پرامن معاشرے کے لیے ان ضوابط کی اہمیت واضح ہے۔

5۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو،کمی روزی کے اندیشے سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ان ضوابط سے صحیح معاشی رویے کی تشکیل ہوگی۔

6۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کے لیے تمہارے پاس کوئی بنیاد نہ ہو۔خبردار ہو کہ تمہارے تجربے،مشاہدے،عقل وفہم اور روایت وتقلید ہر پہلو سے تمہاری باز پرس کی جائے گی۔

7۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔غرور اور تکبر سے بچو کیونکہ یہ فساد فی الارض کا باعث ہیں۔

تعلیماتِ نبوی کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1۔ عقائد

2۔ عبادات

3۔ معاملات

(الف) معاشرتی امور

(ب) معاشی امور

(ج) سیاسی امور

اسلام اپنے عالمی مزاج کی وجہ سے اپنی تعلیمات پر کسی مخصوص طبقے یا گروہ کی اجارہ داری کا روادار نہیں بلکہ اپنی تعلیمات جو "الخیر" کی حیثیت رکھتی ہیں کو عام کرنا چاہتا ہے۔اس کے مقابلے میں اسلام سے قبل آسمانی ہدایت کے دعویداروں میں سے آخری مذہب عیسائیت کا بھی یہ عالم ہے کہ وہ اپنی ہدایت کو محض بنی اسرائیل کے لیے وقت کرتی ہے اور اس مخصوص طبقے کے علاوہ باقی لوگوں کو "کتوں" اور "سوروں" کے مترادف قرار دے کر اس "مقدس" چیز سے دور رکھتی ہے (متی 27,7,6)۔اس کے مقابلے میں اسلام نے اپنی تبلیغی مزاج کی وجہ سے اپنی تعلیمات کو عام کیا اور داعیٔ اسلام حضور محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے اس کی عملی مثالیں پیش کیں (سلیمان ندوی 1968، ص347)۔

اسلام کے عالمی مزاج اور اس کی تعلیمات کی جامعیت کے تصور کی وضاحت کے بعد اب ہم اسلامی اجتماعیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گی۔

معاشرتی پہلو اسلامی معاشرت کی ہمہ گیری کی اساس اللہ تعالیٰ کی رب العالمینی کا تصور ہے۔کتابی ترتیب کے اعتبار سے قرآنِ حکیم کی پہلی سورۃ (سورۃ الفاتحہ) مجمل مگر جامع انداز میں واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ "رب العالمین" یعنی تمام جہانوں کا رب ہے، وہ رحمان ہے یعنی رحمت و شفقت کی صفت اس میں مبالغے کے ساتھ پائی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس دنیا میں اپنے منکروں کو بھی اپنی نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے (منور ابن صادق 1991، ص9)۔

دورِ جاہلیت میں عرب اور عجم سب معاشرتی ابتری کے شکار تھے۔طبقاتی تفریق کا دور دورہ تھا۔عرب میں خانہ جنگی کی سی کیفیت تھی کیونکہ تمام عرب مختلف خاندانوں اور نسلوں میں منقسم تھا، ملک کے اجتماع اور اتحاد کے لیے ان میں کوئی مستحکم رشتہ موجود نہ تھا، محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام عرب کی شیرازہ بندی کے لیے اسلام کا رشتہ قائم کیا، انما المومنون اخوۃ (القران، سورۃ الحجرات، 10:49) کے اعلان نے ایک روحانی رشتہ قائم کر کے خون، قرابت اور نسل کے تار و پود ادھیڑ دیے، اور صرف ایک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی برقی رو تمام عرب کی اتحادی روح کے لیے تحریک کا باعث بن گئی (شبلی نعمانی و سلیمان ندوی 1920، ص7)۔

تکمیلِ انسانی کی منزل میں سب سے بڑا سنگِ راہ امتیازِ مراتب تھا جو دنیا کی قوموں، تمام مذاہب نے، تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم رکھا تھا۔سلاطین سایۂ یزدانی تھے جن کے آگے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھا، ائمہ مذاہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا، "شرفا" "رذیلوں" سے ایک بالاتر مخلوق تھی، غلام آقا کے ہمسر نہیں ہو سکتے تھے۔اسلام نے یہ تمام تفرقے ختم کر دیے۔چنانچہ قرآن حکیم (سورۃ الحجرات 13:49) میں واضح ارشاد ہے

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری برادریاں اور قبیلے بنا دیے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔یقیناً اللہ خوب جانتا ہے اور خوب باخبر ہے۔"

مسند احمد کی درج ذیل روایت میں آنحضورؐ نے اس اصول کی بڑی خوبصورت تشریح کی ہے۔

اے لوگو! خبردار، تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے۔

اسلام دینِ فطرت ہے، وہ انسان کی اجتماعیت پسندی کو ملحوظ رکھتا ہے اور ایسے فطری اصول دیتا ہے جن سے اجتماعیت کو تقویت ملے۔ اسلام فرد کی انفرادیت کو بنیاد قرار دیتا ہے اور اجتماعیت کو بالآخر فرد ہی کی اس صلاح وفلاح کا وسیلہ قرار دیتا ہے۔

قاری محمد طیب (1991، ص 57) اسلام کی عالمگیریت اور وحدتِ انسانی سے اس کو مناسبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام کو جامع ادیان شرائع، جامع اقوام وملل اور جامع روحانیت و مادیت بنا کر بھیجا گیا۔ اس کے ذریعے ایک ایسی امت کی بنیاد ڈالی گئی جس کے ذریعے عالمی بھائی چارہ کی خواہشمند ساری دنیا اس کے وحدانی تصورات و اثرات کے تحت ایک قبیلے کی حیثیت اختیار کر سکتی ہے۔

اسلام کا یہ نصب العین فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ فطرتِ انسانی کا ہر دور میں ایک رہنا مفہوم رکھتا ہے کہ اس کی جسمانی ضروریات اس کے نفسیاتی تقاضے اس کے جذباتی ردِعمل اور اس کے اخلاقی مسائل ہمیشہ ایک ہی رہتے ہیں (نعیم صدیقی 1994، ص 12,11)۔

اسلام نے اپنے معاشرتی نظام میں مذہبی تنوع کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کی باہمی اخوت کو نمایاں کیا ہے۔ آنحضورؐ نے مکی دور میں بھی مسلمانوں کی مواخات کی تنظیم کی تھی اور مدنی دور کا آغاز ہی انصار و مہاجرین کی مواخات سے کیا تھا۔ نسلی اور علاقائی اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے انصار نے رشتہء اخوت اسلامی کی وجہ سے مہاجرین کے لیے بڑا ایثار کیا (مسعود احمد شاہ 1992، ص 402)۔ مدینے میں بسنے والے انصار اور مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان مہاجرین کو ایک نئے معاشرے میں ایک قوم کی حیثیت سے مدغم کرنا عرب کی قبائلی زندگی کے پیشِ نظر بظاہر بہت مشکل تھا۔ آپؐ نے اسلامی اصول اخوت کی محض تلقین ہی نہیں کہ بلکہ ایک ایک کو آپس میں اخوت کے رشتے میں منسلک کر کے ایک نہایت ہی قابلِ عمل فارمولا دیا (محمد طفیل 1985، ص 107)۔

اللہ اور اس کے رسول نے جاہلیت کی ان تمام مادی، حسی اور وہمی بنیادوں کو جن پر دنیا کی مختلف قومیتوں کی عمارتیں قائم کی گئی تھیں ڈھا دیا۔ رنگ، نسل، وطن، زبان، معیشت اور سیاست کی غیر عقلی تفریقوں کو جن کی بنا پر انسان نے اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے انسانیت کو تقسیم رکھا تھا، مٹا دیا اور انسانیت کے بارے میں تمام انسانوں کو ایک دوسرے کا ہم پلہ قرار دے دیا گیا۔ اس طرح اسلام نے جو قومیت کا دائرہ کھینچا وہ کوئی حسی اور مادی دائرہ نہیں بلکہ ایک خالص عقلی دائرہ ہے ایک گھر کے دو آدمی اس دائرے سے جدا ہو سکتے ہیں اور مشرق و مغرب کا بعد رکھنے والے دو آدمی اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس دائرے کا محیط ایک کلمہ ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ابوالاعلیٰ مودودی 1979، ص 226,224)

حقوقِ انسانی کے سلسلے میں حقوقِ نسواں کو جدید مغرب کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس کا سہرا حضور نبی اکرم ﷺ

کے برپا کیے ہوئے اسلامی انقلاب کے سر ہے۔ اسلام سے پہلی سے پہلے تمدنوں میں عورت کو مال و جائیداد میں حقوق حاصل نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہی نے سب سے پہلے اس کو مال و جائیداد میں حقوق دلائے۔ قرآن مجید (سورۃ البقرہ 228:2) میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات کا اصول پیش کیا گیا۔ دورِ حاضر میں عورتوں کو اگر کچھ زیادہ حقوق حاصل ہیں تو اس کے سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ موجودہ طرزِ زندگی نے ان کے لیے ایسے مواقع فراہم کیے ہیں جو ظہورِ اسلام کے وقت عرب معاشرے میں موجود نہ تھے۔ یہ اسلام کا ہی طفیل ہے کہ آج وہ ان اطواق و سلاسل سے آزاد ہیں جن میں صدیوں سے وہ جکڑی ہوئی تھیں۔ (کوثر نیازی 1983، ص25)۔

<u>معاشی پہلو</u> تعلیماتِ نبوی میں نظام حقوق یا نظام معاشرت کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کبریٰ اور رزاقیت مطلقہ کا تصور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دراصل ساری انسانیت کی پرورش اور کفالت اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ ربوبیت الٰہیہ کا یہ نظام کائنات میں جاری و ساری لیکن محمد رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق چونکہ انسان نرا حیوان یا بڑھیا حیوان نہیں بلکہ خلیق، الٰہی اور انسانی شرف و فضیلت کا حامل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت میں جہاں اس امر کا لحاظ رکھا ہے کہ صداقتوں پر رکھی۔ انسان کی دنیاوی اور معاشی بنیادی ضرورتیں کسی صورت میں نظر انداز نہ کی جائیں اور اس میں مومن و کافر کی تخصیص نہ ہو، وہاں اس امر کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ دنیا کے ساتھ ساتھ انسان کی آخرت کی زندگی بھی بنتی جائے۔ چنانچہ حدیث پاک میں دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے۔ غرض آنحضور نے انسانوں کے لیے ایسا منصفانہ اور عادلانہ نظام معیشت و اقتصاد پیش کیا، جس میں ہر فرد و طبقہ اپنی جملہ صلاحیتوں کو بطریقِ احسن بروئے کار لا سکے۔ اس کی دنیاوی اور معاشی حاجتیں بھی کما حقہ پوری ہو جائیں اور اس کے اخلاق فاضلہ کو بھی گزند نہ پہنچے بلکہ ہر طبقہ اور ہر گروہ انسان اس نظام معاش و اقتصاد میں محبت و چین، سکون و اطمینان اور بھائی چارے کی زندگی گزار سکے۔ آپؐ نے جو نظام معاش تشکیل دیا اس میں حاکم و محکوم، کاشتکار و زمیندار، مزدور و مالدار ہر طبقہ و ہر گروہ کو انسانیت کی بنیاد پر آپس میں ایک جسد کی طرح جوڑ دیا گیا (محمد اشرف خان 1983، ص733,732)۔

اسلام کے نظام وراثت اور نظام زکوٰۃ سے اسلامی معاشرے میں امیر و غریب کی تفریق پر استدلال کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اسلام دراصل نظام مساوات نہیں، نظام عدل ہے اور اس کی عادلانہ روح معاشی نظام میں بھی جاری و ساری نظر آتی ہے۔ جہاں تک مساوات کا تعلق ہے تو معیشت کے سلسلے میں اسے مراد یہ ہے کہ معاشی میدان میں کام کرنے کے مواقع اور کوئی تفریق نہ کی جائے اور تقسیم زر میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ مزید براں عدل اجتماعی کا تقاضا ہے کہ ریاست ایسے افراد کی کفالت کرے جن کا کوئی کفیل نہیں (خالد علوی 1968، ص347)۔ آنحضورؐ نے لاوارث فوت ہونے والے کے بار کا ذمے دار خود کو قرار دیا (سنن ابو داؤد، کتاب الفرائض)۔

مواخاتِ مدینہ کا ایک نمایاں محرک معاشی تھا۔ چنانچہ اسلام کا قانون وراثت کے نافذ ہونے تک انصار و مہاجرین مواخات کی بنا پر ایک دوسرے کی جائیداد کے وارث بھی ہوتے رہے۔ قانون وراثت کے نفاذ کے بعد باہمی توارث تو ختم ہو گیا۔ پھر بھی مسلمانوں کے باہمی روابط میں اس کی تاکید قائم ہے کہ رشتۂ اخوت کا تقاضا کہ وہ ایک دوسرے کو بے آسرا نہ چھوڑیں (جامع ترمذی، ابواب البر والصلہ)۔

<u>سیاسی پہلو</u> اسلام کے نظامِ سیاست کی بنیاد توحید پر ہے۔ قرآن حکیم پہلی سورۃ (سورۃ الفاتحہ) میں فقط اللہ تعالیٰ کو انسان کی عبادت (اطاعت، پرستش) اور استعانت (طلب مدد، دعا) کا مرجع قرار دیا گیا ہے عقیدہ توحید پر مبنی اسلامی نظام سیاست کا مقصود یہ ہے کہ دنیا کے تمام ظالمانہ نظاموں، جن میں بندوں کا خدا ٹھہرایا گیا ہے۔ کو مٹا کر خدا کے فرمان کے مطابق ایسا عادلانہ نظام قائم کر دیا جائے جس میں خدا کے سوا نہ کسی دوسری ارضی و سماوی طاقت کی سلطنت ہو اور نہ کسی دوسرے کا قانون رائج ہو اور جس میں فرمان روا افراد کی شخصیت، قومیت، زبان، نسل و، وطن او ررنگ اسے اس کو تعلق نہ ہو بلکہ اس کی جدوجہد کا سارا منشا سلطنت کے قانون، طرزِ سلطنت، طریق حکومت اور عدل وانصاف اور احکام و باطل سے ہو۔ اس اصول پر جو نظام سلطنت قائم کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ واضح اصولوں پر مبنی ہو اور اس اصولوں کا مطمعِ نظر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو (سلیمان ندوی 1982، ص 369)۔ اسلام اور پیغمبر اسلام نے دعوتِ اسلام اور نظام اسلامی کے قیام کے سلسلے میں اس معیار کو ہمیشہ سامنے رکھا۔

نظم اجتماعی میں بہر حال قیادت و اطاعت لازم و ملزوم ہیں۔ اسلام سے قبل عرب میں قیادت و اطاعت کی روح مفقود تھی۔ حاکم طبقہ جبر و استبداد کے ذریعے محکوم اور محروم طبقے کا استحصال کرتا تھا لیکن اندر سے ہر شخص "ہمچو ما دیگرے نیست" کا مدعی تھا اور دوسرے کی اطاعت کو ننگ و عار سمجھتا تھا۔ اسلام نے نظم جماعت کی روح کو زندہ کیا اور اطاعت امر کو شعارِ دین کا حصہ قرار دیا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:۔

یعنی اگر ایک کالے نکٹے غلام کو بھی تم پر امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب الٰہی کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو اس کی بات سن اور اطاعت کرو (صحیح مسلم)

ہاں، یہاں واضح پابندی ہے کہ امیر کا فرض ہے کہ وہ شریعت کے مطابق عمل کرے۔ جہاں کہیں امیر اور مامور (حاکم و محکوم) کے درمیان تنازع کی صورت پیدا ہو جائے تو امیر کا فیصلہ حتمی نہ ہوگا بلکہ قرآن وسنت کے مطابق ہوگا، جیسا کہ درج ذیل ارشادِ قرآنی آیات مین واضح صراحت ہے!

"اے اہلِ ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور حکام کی۔ پھر اگر تمہارے (حکام اور رعایا) کے مابین کوئی تنازع واقع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو" (القرآن، سورۃ النساء 59:4)

اس آیت کی تفسیر میں ابوالاعلیٰ مودودی (1998، الف، ص 365,364) نے متعدد احادیث نقل کی ہیں جن میں واضح صراحت ہے کہ اولی الامر کی اطاعت مشروط ہے معروف کے ساتھ۔ منجملہ ان احادیث کے بخاری و مسلم کی درج ذیل حدیث بھی ہے!

"اللہ کی نافرمانی کے معاملے میں کسی کی کوئی اطاعت نہیں۔ اطاعت تو صرف معروف یعنی امور خیر میں ہے"۔

اسلامی فلاحی ریاست کے عمال اور عوام کے باہمی اعتماد کی طرف اشارہ کرتے ہوہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

"تمہارے بہترین سربراہان (امام) اور قائدین وہ ہیں جنہیں تم چاہو اور وہ تمہیں چاہیں۔ جنہیں تم دعائیں دو اور وہ تمہیں دعائیں دیں اور تم میں بدترین رہنما وہ ہے جنہیں تم ناپسند کرو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہوں اور تم ان پر لعنت بھیجتے ہو" (صحیح مسلم)۔

مدینے میں اسلامی فلاحی ریاست کو تشکیل دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے بنیادی طور پر لوگوں کو اخوت اور وحدت کی تربیت دی۔اس تربیت کے کچھ بنیادی نکات آپ نے اپنی ایک گفتگو میں ذیل کے الفاظ میں بے حد خوبصورتی کے ساتھ سمیٹ دیے، فرمایا!

''دیکھو باہمی تجسس نہ کیا کرو، بھاؤ چڑھانے کے لیے بولی نہ دو، حسد اور بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ پس اللہ کے بندے اور باہم بھائی بھائی بن کر رہو'' (صحیح البخاری، کتاب الادب)۔

مکے سے مدینے ہجرت کرنے کے بعد فلاحی معاشرے کے فروغ کے لیے ایک دستور العمل تیار کیا جس کا ایک حصہ مہاجرین اور انصار کے ساتھ اور دوسرا مسلم عوام اور مدینہ میں آباد یہودی عوام کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔اسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔اس کی بعض شقیں واضح طور پر ایک فلاحی ریاست کی نمود کی طرف اشارہ کرتی ہیں مثلاً:

(الف) جو مظلوم ہوگا اس کی مدد کی جائے گی۔

(ب) پڑوسی اور پناہ لینے والوں کے وہی حقوق ہونگے جو خود اپنی ذات کے ہیں۔ نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ کسی کے خلاف زیادتی ہوگی۔

(ج) جو یثرب پر حملہ کرے اس کے مقابلے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

(د) مسلمان ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہیں گے اور جو یہودی ہمارے زیر اثر ہوں گے ان کی مدد کی جائے گی ان کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ ہوگا۔ان کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف زیادتی کرنے والوں کا ساتھ دیا جائے گا ۔باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر سگالی اور نیکی و بھلائی کے ہوں گے، جرم اور گناہ کے نہیں۔

اسلام کا تصورِ اخوت معاشرت کی طرح سیاست میں بھی مساوات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔اس کی برکت سے بلال حبشیؓ اور صہیب رومیؓ غلامی کے درجے سے اٹھ کر ''سیادت'' کا احترام حاصل کر لیتے ہیں (صحیح البخاری، باب المکاتب)۔حضرت اسامہؓ غلام زادہ ہونے کے باوجود سالارِ لشکر بنائے جاتے ہیں (جامع ترمذی، باب المناقب)۔البتہ حضرت اسامہؓ کے اس سارے اعزاز و اکرام کے باوجود جب انہوں نے بعض لوگوں کے زیر اثر ایک رئیس زادی فاطمہ پر چوری کی حد نہ جاری کرنے کی سفارش کی تو آنحضورؐ نے ان کی سفارش کو سختی کے ساتھ رد کر دیا اور پر جلال انداز میں کھڑے ہو کر مجمع سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا!

''لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے جب کسی بڑے نے چوری کی تو اسے چھوڑ دیا گیا اور اگر کسی کمزور نے چوری کی تو اسے سزا دی گئی۔اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا''

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود)

اوپر کے مباحث کی روشنی میں اسلامی ریاست کی خصوصیات کا تعین کیا جا سکتا ہے۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (1988، ص 55,54) نے اسلامی ریاست کی درج ذیل خصوصیات بیان کی ہیں:

1۔ ایک آزاد قوم کی طرف سے یہ شعوری عہد اس ریاست کو وجود میں لاتا ہے کہ وہ خود مختار ہوتے ہوئے اپنی مرضی سے خود رب العالمین کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے گی، اور اس کے ماتحت حاکمیت کے بجائے خلافت کی حیثیت قبول کر کے ان ہدایات و احکام کے مطابق کام کرے گی جو اس نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعے سے عطا کیے ہیں۔

2۔ وہ حاکمیت کو خدا کے لیے خالص کرنے کی حد تک تھیا کریسی کے بنیادی نظریے سے متفق ہے مگر ان نظریے پر عملدرآمد میں اس کا راستہ تھیا کریسی سے الگ ہو جاتا ہے۔ مذہبی پیشواؤں کے کسی خاص طبقے کو خدا کی خصوصی خلافت کا حامل ٹھہرانے اور حل و عقد کے دوسرے اختیارات اس طبقے کے حوالے کر دینے کے بجائے وہ حدود ریاست میں رہنے والے تمام اہل ایمان کو (جنھوں نے رب العالمین کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا شعوری عہد کیا ہے) خدا کی خلافت کا حامل قرار دیتی ہے اور حل و عقد کے آخری اختیارات مجموعی طور پر ان کے حوالے کرتی ہے۔

3۔ وہ جمہوریت کے اس اصول سے متفق ہے کہ حکومت کا بننا اور بدلنا اور چلایا جانا عوام کی رائے سے ہونا چاہیے۔ لیکن اس میں عوام مطلق العنان نہیں ہوتے کہ ریاست کا قانون، اس کے اصول حیات، اس کی داخلی و خارجی سیاست اور اس کے وسائل و ذرائع سب ان کی خواہشات کے تابع ہوں، بلکہ اس میں خدا اور رسول کا بالاتر قانون اپنے اصول و حدود اور اخلاقی احکام و ہدایات سے عوام کی خواہشات پر ضبط رکھتا ہے اور ریاست ایک متعین راستے پر چلتی ہے۔

4۔ وہ ایک نظریاتی ریاست ہے جس کو چلانا فطرتاً انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو اس کے نبیادی نظریے اور اصول کو تسلیم کرتے ہوں، لیکن تسلیم نہ کرنے والے جتنے لوگ بھی اس کی حدود میں تابع قانون ہو کر رہنا قبول کر لیں انہیں وہ تمام مدنی حقوق اسی طرح دیتی ہے جس طرح تسلیم کرنے والوں کو دیتی ہے۔

اسد سلیم (1992، ص42) نے بجا لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے عالمی نظام کا تصور بڑی کامیابی سے پیش کیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے درج ذیل بنیادیں فراہم کر دیں:

1۔ عالمگیر معاشرے کا قیام
2۔ مساواتِ انسانی کا قیام
3۔ انسانی بنیادی حقوق کی حفاظت
4۔ پرامن بقائے باہمی اور مذہبی رواداری
5۔ عدل و انصاف کا قیام، حق کی معاونت اور ظلم سے اجتناب
6۔ عالمی امن کا قیام
7۔ بین الاقوامی قوانین کی پاسداری

سیاست میں صلح و جنگ دونوں کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ جنگ کا تو نام ہی قہر کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ قبل از اسلام کی جنگیں واقعی وحشت، بربریت کی مظہر تھیں۔ لیکن اسلام نے انسانی زندگی کے اس شعبے میں بھی صالح انقلابی تبدیلیاں کیں چنانچہ

وہی، جنگ، جو ہر طرح کے ظلم ستم اور جہالت و وحشت کا مجموعہ تھی اسلامی کی تعلیم نے اس کو اعلائے کلمۃ اللہ، قیام امن، رفع مفاسد، نصرتِ مظلوم اور تسبیح وتہلیل کی صورت میں تبدیل کر دیا (عبدالباری 1984، ص 17،15)۔ البتہ دشمنوں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہوا تو اسلام کسی مدافعت کا قائل نہیں۔ پھر پوری قوت بروئے کار لا کر اسلام کا کلمہ بلند کرنا چاہیے اور اللہ اور اس کے دین کے دشمنوں کو مرعوب کرنے کی ہر ممکن اور معقول تدبیر اختیار کرنی چاہیے القرآن، سورۃ الانفال 60:8)۔

اصولاً تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں لیکن سیاسی قانونی حقوق کے سلسلے میں اسلامی حکومت کے شہری اور غیر شہری میں عملاً فرق کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل آیت صریح ہے:

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کی نصرت کی وہی ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ جن لوگوں نے ایمان تو قبول کیا لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں، ان کے ساتھ تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہو لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو'' القرآن، سورۃ الانفال 72:8'' یہ آیت دستوری قانون کی اہم دفعہ ہے۔ اس کے مطابق اسلامی حکومت کی ذمے داری ان مسلمانوں تک ہے جو اس کی حدود کے اندر رہتے ہوں۔ چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ!

''میں کسی ایسے مسلمان کی حمایت وحفاظت کا ذمہ دار نہیں ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہو''

اس طرح اسلامی قانون نے اس جھگڑے کی جڑ کاٹ دی ہے جو بالعموم بین الاقوامی پیچیدگیوں کا سبب بنتا ہے کیونکہ جب کوئی حکومت اپنے سے باہر رہنے والی بعض اقلیتوں کا ذمہ اپنے سر لیتی ہے تو اس سے ایسی الجھنیں پڑ جاتی ہیں جو بار بار کی لڑائیوں کا باعث بنتی ہیں (گوہر رحمٰن 1989، ص 673،670)

بین الاقوامی روابطہ میں اسلام نے مسلمان حکومت کو کوئی کھلی چھٹی نہیں دی بلکہ اسے باقاعدہ قواعد وضوابطہ کا پابند بنایا ہے۔ اس سلسلے میں ایفائے عہد کے ضابطے کا حوالہ بطور مثال پیش کا جا سکتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایفائے عہد لازم ہے۔ اس کا اطلاق جس طرح مسلمان افراد پر ہے، اسی طرح سیاسی اعتبار سے مسلمان قوم پر بھی ہوتا ہے۔ اس مقابلے میں بائیبل کی تعلیم اسرائیلی اور غیر اسرائیلی میں تفریق کرتی ہے۔ اور تو اور اسرائیلی قاضی کے لیے تاکید ہے کہ اگر مقدمے کے فریقین میں سے ایک فریق اسرائیلی اور دوسرا غیر اسرائیلی ہو تو وہ کسی بھی حیلے بہانے سے اسرائیلی کے حق میں فیصلہ دے (ابوالاعلیٰ مودودی 1998، الف، ص 266)۔ کسی بھی معاہد قوم کے ساتھ در پردہ جنگی کاروائیوں کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اسی صورتِ حال میں ہونا یہ چاہیے کہ دلیرانہ انداز میں معاہدہ توڑنے کا اعلان کر کے باقاعدہ کارروائی کی جائے (ابوالاعلیٰ مودودی 1998 ب، ص 153)۔

مذہبی پہلو

جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے، اسلام کے دین ہونے سے اس کے مذہبی پہلو کی نفی نہیں ہوتی۔ اسلام بہر حال مذہب ہے اور اس کے ماننے والے فطری طور سے اس کے ساتھ اور اس کے مذہبی مراسم وشعائر کے ساتھ شدید احساسی وابستگی رکھتے

ہیں دراصل یہی احساسِ وابستگی جس کی بنیاد تعلق باللہ پر ہے، کی وجہ سے مسلمانوں نے ایثاروقربانی کی مثالی شہادتیں فراہم کی ہیں۔ یہ اخلاص فی اللہ ہی ہے جو ایک مخلص مومن کو دنیا و مافیہا اور اپنی جان اور عزیز سے عزیز متاع سے بھی بے نیاز کردیتا ہے۔ یہی فدایانہ جذبہ احساس ایک مسلمان کے دل میں دیگر مذاہب کے بدلے میں رواداری اور مروت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ وہ اس واضح شعور کے ساتھ دوسروں کو ان کے مذہب سے وابستگی کے لیے معذور قرار دیتا ہے اور ''لا اکراہ فی الدین'' (القرآن، سورۃ البقرہ2:252) کی روح سے

سرشار ہوکر مذہب کے بارے میں جبرواکراہ سے اجتناب کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی جذبہ بین الاقوامی سطح پر افہام وتفہیم اور تحمل و برداشت کی اساس بن کر عالمی معاشرے کی تشکیل کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مذہبی پہلو میں بھی اسلام کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ وہ مذہبی معتقدات کے لیے علمیاتی اساس فراہم کرتا ہے۔ محض اندھے اعتقاد اور اذعانی ایمان کو کافی نہیں سمجھتا ہے۔ ظہور اسلام سے قبل علم محض دینیاتی دائرے تک محدود اور انسانی تصرفات سے ملوث ہو چکا تھا۔ نوفلاطونی تصورِ علم میں ''روحانی مسرت'' کو علم کا سرچشمہ قرار دیا جاتا تھا۔ عیسائیت وحی کی بنیاد سے عاری ہو چکی تھی۔ ''کتاب مقدس'' خود عیسائی محققین کے نزدیک تحریف شدہ تھی۔ اس کے باوجود جو علمی نظریہ ''کتاب مقدس'' اور عیسائیوں کے مزعومہ عقائد کے منافی ہوتا تھا اسے باطل قرار دیا جاتا تھا بلکہ ایسا تصور پیش کرنے والے کو واجب القتل سمجھا جاتا تھا۔ (رحیم بخش شاہین 1997، ص32,29)۔

اسلام کے عالمی مزاج کا اعتراف مغربی مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ آرنلڈ (1972، ص6,5) لکھتا ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے، ایک عالمی دعوت ہے۔ اپنے مذہب کی سچائی کے بارے میں پر جوش ہے۔ اس کے طفیل مسلمانوں نے اسلام کے پیغام کو دنیا بھر میں پہنچایا۔ اسلام کی تعلیمات کو سب سے پہلے عرب کے سامنے ساتویں صدی مسیحی میں ایک پیغمبر نے پیش کیا جن کے علم کے نیچے دیارِ عرب کے متفرق ومنتشر قبائل آخر کار ایک متحدہ قوم کی صورت میں جمع ہو گئے تھے۔ جب ان کی رگوں میں نئی قومی زندگی کی لہریں دوڑنے لگیں تو ان کے جوش وخروش نے ان کی فوجوں کو ایک بے پناہ اور ناقابل تسخیر قوت بخشی اور وہ دنیا کے تین براعظموں میں سیلاب کی طرح پھیل گئے۔

تبدیلیٔ مذہب کے لیے حضورؐ نے کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ ویسے بھی مذہب جبر سے کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔ ایسی تبدیلی اگر ہوگی بھی تو محض منافقانہ ہوگی اور منافق تو انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق (1983، ص376) نے اس الزام کی شواہد کی بنا پر پُرزور تردید کی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ انہوں نے دورِ رسالت کی مہمات کے علاوہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی کثرتِ آبادی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ''انڈونیشیا میں گیارہ کروڑ، ملایا میں ایک کروڑ جزائر بحرالکاہل میں اسّی لاکھ، چین میں آٹھ کروڑ اور سیاہ افریقہ میں بائیس کروڑ مسلمان کہاں سے آ گئے ہیں؟ ان ممالک میں تو ہماری تلوار کبھی نہیں گئی تھی۔ وہاں ہمارے روشن جبیں علماء وصوفیا، دیانت دار تاجر اور راست باز مسافر ضرور گئے تھے۔ یہ انھی لوگوں کا حسن کردار تھا جس سے کروڑوں انسان متاثر ہوئے اور خدائے قدوس کے سامنے جھک گئے''۔

دنیا کی تاریخ میں انقلاب کا ذکر بڑی تحسین کے انداز میں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان میں بعض انقلاب ایسے بھی ہیں جن کی داستان خاک و خون سے آلودہ ہے۔ آج انسانیت کسی عالمی انقلاب کے لیے مضطرب ہے لیکن اس انقلاب کا مقصود انسانیت کی فلاح و بہبود ہونا چاہیے۔ انقلاب برائے انقاب کے کوئی معنی نہیں۔

انقلاب کے لفظی معنی تبدیلی ہی کے ہیں۔ انگریزی میں اس کے مترادف لفظ ریوولیوشن سے مراد ایسی تبدیلی مراد لی جاتی ہے جس کے نتیجے میں نظام حکومت اور معاشرے کے مزاج میں تغیر ہو جائے (سلز 1968، ص501)، قطع نظر اس سے کہ وہ تغیر مطلوب ہے یا مذموم (وائنر 1973، ص152)۔ اصولاً حقیقی انقلاب وہی ہے جس کے ذریعے سے انسان کا قدم غلامی سے آزادی کی طرف بڑھے نیز یہ کہ ایسے مطلوب انقلاب میں اخلاقی معاشرتی، نفسیاتی، تمدنی اور تاریخی عناصر میں تعامل ہو (ابوالاعلیٰ مودودی 1997، ص684,683)۔ پروفیسر منور ابنِ صادق کی نظر میں حقیقی انقلاب وہ ہوگا جس کی تہہ میں تعلیمی انقلاب کارفرما ہو (تسنیم کوثر 2000، ص109)۔ آنحضورؐ جو انقلاب برپا کیا وہ اپنے مزاج کے اعتبار سے ایک تعلیمی انقلاب تھا۔ اس کی تہہ میں توحید، رسالت، عالمگیر اخوت، آزادیٔ فکر و نظر اور انسانی معاشرے میں پرامن بقائے باہمی کے لیے نیکی کی ترویج اور برائی سے اجتناب کے اصول کارفرما تھے (غلام عابد خان 1978، ص34)۔ صحیح اسلامی انقلاب اسی صورت میں برپا ہو سکتا ہے جب کہ ایک عمومی تحریک قرآنی نظریات و تصورات اور محمدی سیرت و کردار کی بنیاد پر اٹھے اور تہذیبی بنیادوں کو طاقتور جدوجہد سے بدل ڈالے (بنت الاسلام 1997، ص293)۔ جہاں تک سیرت محمدی کا تعلق ہے، حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ آپ کی سنت یا طریقۂ زندگی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا!

معرفت و عرفان میرا راس المال یا سرمایۂ حیات ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری اساس ہے، شوق میرا راہوار یا سواری ہے، ذکرِ الٰہی میرا مال غنیمت ہے، تواضع و انکساری میرا فخر ہے، زہد میرا پیشہ، یقین میری طاقت و توانائی ہے، صدق میرا حامی و شفیع ہے، اطاعتِ الٰہی میری کفایت کرنے والی ہے، جہاد میرا اخلق ہے، نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے! (محولہ نصیر احمد ناصر 1983، ص275)۔

امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں

حالیہ صورتِ حال میں جبکہ عالم انسانیت ایک صالح انقلاب کی منتظر ہے، امتِ مسلمہ کی اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے مطلوبہ انقلاب کے لیے موثر کردار ادا کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں آگے بڑھیں اور پورے یقین و اعتماد کے ساتھ پریشان حال انسانیت کے سامنے بدلتے ہوئے حالات سے مطابقت رکھنے والا سماجی اور معاشرتی نظام پیش کریں جو انسانوں کے مسائل کے حقیقی اسباب کا کھوج لگائے اور ان کا حل پیش کر کے حقیقی معنوں میں صحیح کردار ادا کرے۔ (محمود اختر 2002، ص6)۔

عالمی معاشرے کی تشکیل کے لیے مسلمانوں کو شعوری طور پر جدوجہد کرنی ہوگی۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ بہر حال یہ ان کا فریضہ ہے جسے بجالانے کے وہ فرداً فرداً بھی پابند ہیں اور اجتماعی طور پر بھی۔ دونوں صورتوں میں اولین مرحلہ یہ ہے کہ شرح

صدر کے ساتھ اسلام کے عالمی مزاج کو خود تسلیم کر کے چلیں۔ اس مزاج کی تہہ میں اندھی عقیدت نہیں غور و فکر پر مبنی تصورِ عبودیت کارفرما ہونا چاہیے، دعوت و تبلیغ اور انذار و تبشیر، تعلیم تربیت اور تزکیہ و تنظیم کو اس کے لائحہ عمل کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں تعلیماتِ نبوی اور اسوۂ رسول کو رہنما بنایا جانا چاہیے۔ سیرتِ رسول میں واضح شہادت موجود ہے کہ آنحضورﷺ نے اپنے دور میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا باقاعدہ اہتمام کیا، ان کی تہذیب اخلاق کا انتظام کیا، عبادات اور رسوم و رواجات کی اصلاح کی اور انسان کی انفرادی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی سے متعلق مسائل و امور کی تشریح و توضیح کی اور مادی و روحانی دونوں پہلوؤں کے حوالے سے جامع رہنمائی فراہم کی۔

عالمی معاشرے کی تشکیل کے سلسلے میں انفرادی مساعی کا طریقہ یہ ہے ہر مسلمان ''مسلم'' بنے یعنی عملاً اللہ تعالیٰ کا اطاعت شعار ہو، اس کی زندگی تعلیمات نبوی کا نمونہ ہو۔ وہ جہاں کہیں بھی ہو ان سے حسنِ اخلاق سے پہچانا جائے۔ اس طرح اسلام کا سفیر بن کر وہ اسلام کی اشاعت اور اس کے ذریعے عالمی امن و سلامتی کا علمبردار بن جائے گا۔ یہ طرزِ عمل تعصبات سے بھری ہوئی اس دنیا سے تفرقے مٹانے کا ذریعہ بن جائے گا۔ انفرادی سطح کی یہ کوشش بہت تیز رفتار نتائج کا باعث تو نہیں بن سکتی لیکن اس کے مثبت نتائج سے صرفِ نظر بھی نہیں کرنا چاہیے۔ انفرادی مساعی کے لیے سب سے موثر تحریکی عنصر عقیدۂ آخرت ہے۔ ہر مومن مسلم کو یہ پختہ شعور حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے اسے ارادہ و اختیار اور عقل و شعور عطا کر کے اپنی واضح ہدایت سے بھی نوازا ہے لہٰذا آخرت میں اسے اس امر کا پورا پورا حساب لیا جائے گا کہ اس نے مقررہ معیارات کے مطابق کردار ادا کیا یا نہیں۔

انفرادی کوششوں کا اطلاق ہر حال میں ہوگا خواہ مسلمان اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، اسلامی معاشرے میں رہتے ہوں یا غیر اسلامی معاشرے میں، حکمران ہوں یا محکوم۔ مختلف حالات میں سٹرٹیجی تو مختلف ہوگی لیکن نصب العین ایک ہوگا اور وہ ہے فساد فی الارض کا خاتمہ جس کا ہر شخص خواہشمند ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اجتماعی کوششوں کے لیے مسلمانوں کو قرآنی ہدایت " کنتم خیر امۃ ......'' (سورۃ آل عمران 110:3) اور '' ولتکن منکم امۃ......'' (سورۃ آل عمران 104:3) کے مطابق منظم کوشش کرنی چاہیے۔ اول الذکر آیت میں مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی تبلیغی ذمہ داری یاد دلاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ '' تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم بھلائیوں کی تلقین کرتے ہو، برائیوں سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔ ثانی الذکر آیت میں مسلمانوں کو تبلیغی مساعی کے لیے منظم انداز کی تلقین کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ '' تم میں کوئی نہ کوئی جماعت لازماً ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دیتی رہے، بھلائیوں کی تلقین کرتی رہے اور برائیوں سے رکتی رہے''۔ جن ممالک میں مسلمانوں کو استقلال حاصل ہے، وہاں انہیں '' الذین ان مکنھم ......(سورۃ الحج 22:41) کے اس قرآنی شعار کو اختیار کرنا چاہیے جسے ان کا قابلِ تحسین امتیاز قرار دیا گیا یعنی '' یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ہم انہیں زمین پر اقتدار دیتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکواۃ کا اہتمام کرتے ہیں اور بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں پر پابندی لگاتے ہیں!''

1980 کو اسلامی کانفرنس کے سربراہی اجلاس میں مسلمان ممالک کے سربراہوں نے مکہ ڈیکلیریشن کے ذریعے اس

عزم کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنے اپنے ملک میں اسلامی نظام تعلیم نافذ کریں گے۔ اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ نے اس کے فوراً بعد تمام مسلم ممالک کے سربراہوں کو اسلامی نظام تعلیم کا خاکہ (منور ابن صادق 1980) تیار کر کے بھیجا تھا۔ اگر مسلمان حکمران اپنے اس عزم پر عمل کر لیتے تو وہ اپنے اپنے ملک میں تعلیم کے ذریعے صالح تہذیبی انقلاب کا نمونہ پیش کر کے عالم انسانیت کے لئے ایک اعلیٰ مثال پیش کر سکتے تھے۔ اب تک ایسا نہیں ہو لیکن جلد از جلد ایسا ہونا چاہیئے تا کہ اس طرح نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لیے رہنما کردار ادا کیا جا سکے۔ واضح رہے کہ مسلمانوں کے لیے حقیقی آئیڈیل آنحضورؐ کا برپا کیا ہوا اسلامی انقلاب ہے جس کے تعلیمی مزاج کی واضح شہادت یہ ہے کہ اہل فکر و دانش اسلام سے قبل کے دور کو زمانۂ جاہلیت سے تعبیر کرتے ہیں (ولی اللہ الصادق الخالدی 2000، ص26)۔ اسلام کے اس انقلاب کی جامعیت اور ہمہ گیریت کی وجہ سے اخلاق، معاشرت، عبادات، معاملات، تہذیب و ثقافت، سیاست و عدالت اور معیشت و معاشرت کے سارے اسلوب سراسر بدل گئے!

مآخذ

1۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سید (1979)، اسلامی ریاست، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور۔

2۔ ____ (1998 الف) تفہیم القرآن، ج 1، ادارۂ ترجمان القرآن، لاہور۔

3۔ ____ (1998 ب) تفہیم القرآن، ج 2، ادارۂ ترجمان القران، لاہور۔

4۔ ____ (1998 ج) تفہیم القرآن، ج 3، ادارۂ ترجمان القرآن لاہور۔

5۔ ____ (1998) خلافت ملوکیت، ادارۂ ترجمان القرآن لاہور۔

6۔ ابوالحامد محمد ضیا اللہ قادری، مولانا (1406ھ)، الانوار المحمدیہ، حصہ اول، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ۔

7۔ احسان بی، اے (1992)، رسول اللہ میدان جنگ میں، برادرز پبلشرز، لاہور۔

8۔ اسد سلیم، شیخ (1992)، اسلامک ورلڈ آرڈر، مکتبۃ القریش، لاہور۔

9۔ علامہ اقبال (1989)، کلیات اقبال (اردو)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔

10۔ القران۔

11۔ ارنلڈ، ٹی ڈبلیو (1972)، دعوت اسلام (مترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ)، محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور۔

12۔ بائبل سوسائٹی (ت ن)، کتاب مقدس، ویسٹ پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور۔

13۔ بنت الاسلام (1997)، اسوۂ حسنہ، ج 3، زاہد پرنٹرز، لاہور۔

14۔ تسنیم کوثر (2000)، رسول اکرم کا اسلوب انقلاب، صادقیہ پبلیکیشنز، لاہور۔

15۔ جامع ترمذی

16۔ خالد علوی (1968)، اسلام کا معاشرتی نظام، الکمتبۃ العلمیہ، لاہور۔

17۔ رشید احمد ارشد، سید (1983) ''عہد رسول میں نظام تعلیم'' نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4 شمارہ 130

18۔ سلیمان ندوی، سید (1982) خطبات مدراس، الفیصل پبلیکیشنز، لاہور۔

19۔ سنن ابن ماجہ۔

20۔ سنن ابی داؤد۔

21۔ شبلی نعمانی، علامہ وسید سلیمان ندوی (1920)، سیرۃ النبی، حصہ دوم، مطبع معارف اعظم گڑھ۔

22۔ شبیر احمد خان غوری (1983) ''صدر اسلام میں دینی علوم کے ارتقا کا اجمالی جائزہ''، نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4، شمارہ 130

23۔ صحیح البخاری۔

24۔ صحیح مسلم۔

25۔ صفی الرحمٰن مبارک پوری، مولانا (1996)، الرحیق المختوم (اردو)، المکتبۃ السلفیہ، لاہور۔

26- عبدالباری (1984)، رسول کریم کی جنگی اسکیم، زاہد پرنٹر، لاہور۔

27- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر (1983)،"مہماتِ رسول"، نقوش، لاہور، رسول نمبر، جلد 4، شمارہ 130

28- غلام عابد خان (1978)، عہدِ نبوی کا نظام تعلیم، عوامی کتب خانہ لاہور۔

29- کوثر نیازی (1983)، "رسول اللہ کے عہد کا اقتصادی اور معاشی نظام"، نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4 شمارہ 130

30- گوہر رحمٰن، مولانا (1989)، اسلامی سیاست، دارالعلوم تفہیم القرآن، لاہور۔

31- مائل خیر آبادی (ت ن)، رسول کریم، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور۔

32- محمد اشرف خان (1983)، "رسول اللہ کے عہد کا اقتصادی اور معاشی نظام"، نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4 شمارہ 130

33- محمد جعفر شاہ پھلواروی، مولانا (1983)، حضور اکرمؐ اور تبلیغ، نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4 شمارہ 130

34- محمد حنیف ندوی، مولانا (1983)، "آنحضرتؐ کا اسلوب دعوت وارشاد"، نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4 شمارہ 130

35- محمد صلاح الدین (1997)، "نظام تعلیم کو اسلامی بنانے سے کیا مراد؟"، تربیتِ پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد

36- محمد طاہر (1992)، اسلامی حکومت کی خصوصیات، دعوت اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

37- محمد طفیل، مدیر (1983)، نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4 شمارہ 130

38- محمد طیب، قاری (1991)، مقامات مقدسہ اور اسلام کا اجتماعی نظام، اشرف اکیڈمی، لاہور۔

39- محمد کرم شاہ ازہری، پیر (1983)، "نبی کریم بحیثیت معلم اخلاق"، نقوش، لاہور، رسول نمبر جلد 4 شمارہ 130

40- محمود اختر، ڈاکٹر حافظ (2002)، "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تہذیب جدید کی تشکیل"، تعلیم وتہذیب، لاہور، اکتوبر ۔دسمبر 2002۔

41- مرتضیٰ احمد میکش (ت ن)، اسلام کے معارف، تاج کمپنی، لاہور۔

42- مسعود احمد شاہ (1992)، رسول کی حکمت، بک پرنٹر، لاہور۔

43- مسند احمد بن حنبل۔

44- منور ابن صادق (1991)، تجرید تفاسیر صادقی، حصہ اول، اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ لاہور۔

45- ____ (1969)، "قدیم اسلامی روایت اور نصاب تعلیم"، تعلیم وتحقیق، لاہور، اگست 1969۔

46- نعیم صدیقی (1994)، محسن انسانیت، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور۔

47- ولی اللہ الصادقی الخالدی، رانا (2000)، رسول اکرم کا تعلیمی اسوہ اور پاکستان، صادقیہ پبلیکیشنز، لاہور۔

48. Munawar ibne Sadiq (1980), Manifesto of Educational Revolution , islamic Educational trust , Lahore.

49. NIV(1984),New International Version of the Holy Bible, Zonervan Bible Publishers, Inc.USA.

50. Sills, Davil L, Editor (1968) , International Encylopedia of Social Sciences, The Macmillan co . and the Free press, new york, Vol.X.

51. Wiener , Philop P. Editor-in-Chief, Dictionary of the History of Ideas, Charles Serebner's Sons , Nw York, Vol. IV

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

حذافہ رفیق۔ لاہور

نیوز ورلڈ آرڈر کا معنی ومفہوم

آجکل دنیا میں ہر طرف امریکہ کی قوت وعظمت کا ڈنگا بج رہا ہے اور اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے بڑے چرچے ہیں۔ چاردانگ عالم سے یہی آواز آ رہی ہے کہ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور کوئی ملک اس کی ہمسری نہیں کر سکتا اس وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں فی الوقت امریکہ کے مقابلے کی تاب نہیں امریکہ بھی اپنے اس حیثیت کو دوام بخشنا چاہتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔(۱)

پس منظر

نیو ورلڈ آرڈر اصلاً عیسائیوں کی نہیں بلکہ یہودیوں کی تخلیق ہے کیونکہ یہودیت اور اسلام دشمنی مسلم ہے مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد اور انتقام کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے انہوں نے اپنی مذہبی کتاب اور مذہبیت سے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک مسلمان صفحہ ہستی سے مٹ نہیں جاتے تب تک انہوں نے سکھ کا سانس نہیں لینا۔

عالمگیر یہودی حکومت کا منصوبہ

دراصل یہودیوں کی عالمی حکومت کا منصوبہ نیو ورلڈ آرڈر کی بیک گراؤنڈ ہے۔ امریکہ کی یہودی لابی کے اقتصادی ماہر اور امریکہ کے صدر (سابق) روز ویلٹ کے مشیر وار برگ نے ۱۷ فروری ۱۹۵۰ء کو اعلان کیا تھا۔

''ہم یہودیوں نے فیصلہ کر لیا ہے ہم عالمی حکومت قائم کریں گے اب سوچنا صرف یہ ہے کہ آیا یہ حکومت جنگ کے ذریعے قائم کی جائے یا سیاسی حکمت عملی سے اپنی فتح کر کے حاصل کریں یا سازشوں کے ذریعے'' (۲)

امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا غلغلہ

امریکہ اور مغربی دنیا کے نقطۂ نظر کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر کو ہم درج ذیل نکات پر مشتمل قرار دے سکتے ہیں۔

۱ دنیا کے ہر ملک کو اپنی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لیے جتنی فوج درکار ہے اسے صرف اتنی فوج اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے۔

۲ کسی بھی ملک کو اپنی دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لیے اقوام عالم کی رضامندی لینا لازمی ہوگا یعنی اقوام عالم کے باہمی مشورے اور رضامندی کے ساتھ ہر ملک کو اپنی قوت بڑھانے اور شو آف پاور کی اجازت ہونی چاہیے اور کسی

ملک کو آزادانہ طور پر اپنی فوجی قوت کو پراجیکٹ کرنے اور بڑھانے کی اجازت نہ ہوگی۔

۳ ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کر دیئے جائیں کہ یہ دنیا کی تباہی میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

۴ کسی ملک میں سیاسی دائرہ کار سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی یا ضابطہ اور سیاسی طریقوں یعنی جمہوری طریقوں سے ہٹ کر نہ کی جائے یعنی ان طریقوں سے ہٹ کر کسی ملک کے اندر سیاسی جغرافیائی سرحدوں اور اس کے نظام میں تبدیلی نہ لائی جائے یعنی کہ ملکوں میں جمہوری اقدار کو فروغ دیا جائے۔

۵ تجارت کی بین الاقوامی مارکیٹیں اور مراکز اور کالونیوں پر کسی کا تسلط نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان میں ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہونی چاہیے اور اس میں فیصلہ کن حیثیت اقوام کی بین الاقوامی مرضی کو حاصل ہو۔

۶ علاقائی مسائل اس طرح سے حل کیے جائیں کہ ملکوں کے درمیان آئندہ تنازعات پیدا نہ ہو سکیں اور نتیجتاً امریکی اور مغربی مفادات کو لاحق خطرات بھی دور ہو جائیں۔

نیو ورلڈ آرڈر کے پس منظر میں امریکی منصوبے

امریکی نیو ورلڈ آرڈر مندرجہ ذیل امریکی خواہشات اور منصوبوں کا نام ہے

۱ امریکہ کا اپنا عالمی قائدانہ کردار برقرار رہے۔

۲ سرمایہ داری نظام برقرار رہنے کے علاوہ فروغ پائے۔

۳ یورپ، جاپان اور مستقبل کی اقتصادی قوتیں امریکہ کو بڑا ساجھے دار تسلیم کریں۔

۴ تیسری دنیا کے وسائل پر جاپان جرمنی یا یورپ کا اثر و رسوخ قائم ہونے کی بجائے امریکہ کو کنٹرول حاصل رہے۔

۵ دنیا بھر میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہو تاکہ صنعتی جمہوریتیں قائم ہوں جو عالمی سرمایہ داری نظام کی بازو بنیں۔

۶ آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، آئی پی آر ڈی اور گیسٹ جیسے مزید عالمی اقتصادی ادارے قائم کیے جائیں جو عالمی اقتصادیات پر امریکی کنٹرول کو وسیع کریں۔

۷ تیسری دنیا کے ان شہروں کا معیار زندگی بلند کیا جائے جہاں غربت کے سبب انقلاب پھوٹ سکتے ہیں۔

۸ تیسری دنیا (خصوصاً اسلامی دنیا) کے کسی بھی ملک کو ایٹمی قوت یا مضبوطی فوجی قوت نہ بننے دیا جائے۔

۹ تیسری دنیا کے باہمی فوجی معاہدات نہ ہونے پائیں۔

۱۰ اپنے دفاعی بجٹ کو گھٹا کر وار انڈسٹری کو کم کر کے جدید صنعتیں قائم کر کے نئے عالمی اقتصادی قوتوں پر فوقیت برقرار رکھی جائے۔

۱۱ بڑے ملکوں بھارت، چین یا جو امریکہ کے لیے چیلنج بن سکتے ہیں ان کی جغرافیائی توڑ پھوڑ کر کے چھوٹے چھوٹے جمہوری ممالک قائم کیے جائیں۔

۱۲ ایٹمی طاقت استعمال کر کے اور خون مسلط کر کے اپنی فوج گھٹانے کی خاطر دوسری بڑی فوجی قوتوں کو محدود کیا جائے۔

۱۳ عالمی صنعت کی انرجی (تیل وغیرہ) پر براہ راست فوجی کنٹرول مضبوط کیا جائے۔

۱۴ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کو "خلیجی جنگ" کی طرح امپریلزم کا ایک طاقت ور فوجی آلے کے طور پر استعمال کیا جائے اس طرح اب یہ دونوں ادارے عالمی سرمایہ داری نظام کے بھرپور انداز میں محافظ ہوں گے۔ (۴)

جارج بش کا پیش کردہ نیو ورلڈ آرڈر کا خاکہ

امریکی صدر جارج بش نے "نئے عالمی نظام" کا سب سے زیادہ تفصیلی خاکہ پہلی مرتبہ اس تقریر میں پیش کیا تھا جو انہوں نے ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء کو مونٹوگری (الباما) کی میکس ویل ایئر فورمین ایئر یونیورسٹی کے زیر اہتمام کی تھی وہ کہتے ہیں۔

"نیا عالمی نظام، دراصل نئے عالمی امکانات سے ہم کلام ہونے کا آلہ ہے اس نظام کا مشن اور اس کی شکل صرف مشترکہ مفادات سے ہی متعین نہیں ہوتی بلکہ مشترکہ آئیڈیل ہے اور وہ آئیڈیل جنہوں نے ساری دنیا میں ساری آزادیوں کو جنم دیا ہے"

مزید کہتے ہیں "تعلیم کے میدان میں بھی ہم کو دنیا کا قائد ہونا چاہیے اس کے لیے ضروری ہے کہ امریکی سکولوں میں انقلاب لایا جائے ہم نے اس لیے بہت کوششیں کی۔ ہیں ہم دنیا کی سب سے زیادہ آزادی پسند قوم ہیں۔ سب سے رحمدل قوم ہیں۔ سب سے طاقتور قوم ہیں طاقت کا استعمال اگر درست طریقے سے ہو تو وہ نفع بخش ثابت ہوسکتی ہے۔ پہلے دنیا دو باہم متضاد کیمپوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اب اس دنیا پر صرف ایک طاقت کی حکمرانی ہے اور وہ ہے امریکہ۔ لیکن ہم سے دنیا خوفزدہ نہیں ہے انہیں ہم پر اعتماد ہے کہ ہم طاقت کا استعمال درست طریقے پر کریں گے۔" (۵)

نیو ورلڈ آرڈر کے عزائم و مقاصد

اسلامی دنیا کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر کے عزائم و مقاصد حسب ذیل ہیں

۱ مسلمانوں کے خلاف عالم یہودیت کی بین الاقوامی سازش

یہ امر برحق ہے کہ نیو ورلڈ ارڈر درحقیقت عالم یہودیت اور عالم صیہونیت کی عالم اسلام کے خلاف ایک بین الاقوامی تیار کردہ سازش کا ماڈل اور ایڈیشن ہے نیو ورلڈ آرڈر کا اصل مقصد یہی ہے کہ امت مسلمہ کا وجود ختم کر کے امریکہ واحد سپر پاور بن جائے اور کوئی بھی اس کے خلاف سر اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔ (٦)

قرآن مجید میں ہے

" ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدتَ الارض ولكن الله ذوفضل على العلمين" (۷)

"اگر اسی طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعہ ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے" (۸)

فطرت کے اس قانون کی روشنی میں یہودیوں کی عالمگیر حکومت کبھی بھی وجود میں نہ آسکے گی اور یہ ہمیشہ ایک خواب ہی رہے گا امریکہ میں یہ زعم کہ اسے عالمی حاکیت کا منصب مل جائے زعم باطل ثابت ہوگا اس کی یہ فکر اس کے زوال کا نقطۂ آغاز ہے۔

۲ اسلامی تحریکوں کو کچلنا

نیو ورلڈ آرڈر کا اصل مقصد یہی ہے کہ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی اسلامی تحریکیں اٹھ رہی ہیں ان کو کچل دیا جائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے امریکہ طرح طرح کے حربے آزماتا ہے۔ اس فکر کو قرآن نے کتنے زبردست اور خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

" یریدون ان یطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون"(۹)

کفار اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور (اسلام) کو پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو"۔ (۱۰)

۳ اقتصادی عزائم

اقتصادی لحاظ سے امریکہ کو اندرون ملک اور بیرون ملک کئی چیلنجوں کا سامنا ہے۔ چونکہ امریکی معیشت دیوالیہ پن کا شکار ہے اور امریکہ کے بڑے بڑے بینک خسارے کا شکار ہیں اس لیے وہ چاہتا ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے تحت تجارت کی بین الاقوامی منڈیوں کا کنٹرول بھی امریکہ اور بین الاقوامی طاقتوں کے ہاتھ چلا جائے یعنی اقوام عام کی انفرادی آزادی اس میں بھی ختم ہو جاہے اور وہ خود جہاں چاہیں منڈیوں میں مسائل حل کریں خواہ امریکہ سے چلیں اور خلیج کی منڈیاں کنٹرول کریں یا مشرقی و سطی اور جنوبی ایشیاء کی۔(۱۱)

۴۔ سیاسی عزائم

امریکی صدر ٹرومین نے اعلان کیا!

"It must be the policy of United State to support free peoples of the World who are resistig attemplted sujugation by armed minorities outside pressure."

"یعنی دنیا کی آزاد قوم کو جارحیت کے خلاف مدد دینا امریکہ کا فرض ہے"

دراصل امریکی صدر کا یہ اعلان دنیا کے دیگر اقوام کی معاملات میں امریکی مداخلت کا اعلان تھا۔ ٹرومین کا بنیادی مقصد دنیا کے کمزور ممالک کو روس کی جانب سے ان کی آزادی کے لیے خطرے کا احساس دلا کر اور اپنا دست شفقت پھیر کر ہمیشہ کے لیے اپنا دم چھلا بنانا تھا۔ چاہے مارشل پلان ہو یا بش کا نیا عالم نظام، غرض و غایت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا مقصد دنیا پر امریکہ کے غلبے کو جاری رکھنا اور امریکی مفاد سے مزاحم کسی قوت کو سختی سے دبا دینا ہے۔(۱۲)

۵ مسلم ممالک کو ایٹمی طاقت سے محروم کرنا

نیو ورلڈ آرڈر کا اہم مقصد یہ ہے کہ مسلمان ممالک کو ایٹمی طاقت سے محروم کر دیا جائے۔

پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف پریسلر استعمال کی جاتی ہے جبکہ بھارت پر سے نہ صرف پابندی اٹھائی جارہی ہے بلکہ اس کے

ساتھ دفاعی معاہدے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اب سوچنا یہ ہے کہ ایران ، پاکستان اور الجزائر کا کیا جرم ہے کہ امریکہ ان پر تو ایٹمی ہتھیار کی پابندی عائد کرتا ہے اور بھارت اور اسرائیل کو ہر طرح کی چھوٹ دی جا رہی ہے وجہ صرف یہ ہے کہ دونوں اسلام دشمن ہیں اس لیے انہیں چھوٹ ہے جب کہ پاکستان الجزائر اور ایران اسلامی ممالک ہیں گویا اس نیو ورلڈ آرڈر کا بنیادی مقصد ہی مسلمان ممالک ایٹمی طاقت سے محروم کرنا ہے۔ (۱۳)

۶ امن عالم کے لیے خطرہ

بظاہر نیو ورلڈ آرڈر کا جائزہ لیں تو اس کے مقاصد عالمی برادری کے لیے مفید اور تسلی بخش نظر آتے ہیں لیکن اصل حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

امریکہ کا تجویز کیا ہوا عالمی نظام مستقبل کے لحاظ سے امن عالم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے اور سخت اندیشہ ہے کہ امریکی طاقت پر اگر قدرت کی طرف سے روک نہیں لگی تو یہ عصر حاضر کا بدترین سامراج ثابت ہوگا اور پوری انسانیت کے لیے زبردست آزمائش ہے۔ عالمی امن اور عالمی برادری کی خوشحالی کے جو وہ نظریات پیش کرتا ہے اور اس کے اپنے ہی معیارات کے وضع کردہ ہیں جو وہ دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے مگر اپنے سیاسی فوجی اور اقتصادی مفادات کی ضمانت ، پر عنقریب نہ تو متحدہ یورپ ، نہ تاجر جاپان اور نہ اسلامی بلاک کے اس حد تک مستحکم ہونے کے آثار ہیں کہ وہ امریکہ کے جارحانہ عزائم کی راہ میں دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگلے پانچ سات سال تک امریکہ کا عالمی نظام کا خواب انسانیت کے لیے ایک خطرہ بنا رہے گا۔ (۱۴)

الغرض مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے عزائم و مقاصد یہ ہیں کہ امریکہ کا نیا عالمی قائدانہ کردار برقرار رہے، یورپ جاپان اور مستقبل کی اقتصادی قوتیں امریکہ کو بڑا حصے دار تسلیم کریں، تیسری دنیا کے وسائل پر امریکہ کا کنٹرول ہو، تیسری دنیا خصوصاً اسلامی دنیا کے کسی بھی ملک کو مضبوط فوجی قوت نہ بننے دیا جائے ،اس کے علاوہ تیسری دنیا کے باہمی فوجی معاہدات نہ ہونے دیئے جائیں ، عالمی صنعت کی انرجی پر براہ راست فوجی کنٹرول مضبوط کیا جائے اس کے علاوہ نئی عالمی اقتصادی قوتوں پر فوقیت برقرار رکھی جائے۔

نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام

سب سے پہلے تو اسلامی ممالک کو یہ حقیقت تسلیم کرنا ہوگی کہ امریکہ اس دور کی واحد عالمی طاقت بن چکا ہے اور وہ نئے عالمی نظام کے عملی نفاذ کے لیے کوشاں ہے اور بظاہر اس نئے عالمی نظام کے خدوخال مسلمان ممالک کے مفاد میں نہیں ہیں تو ان حالات میں مسلمان ممالک کو عالمی افق پر رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بغور مشاہدہ کر کے اور جائزہ لیکر اپنی حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سوویت یونین کے زوال کے بعد دنیا بھر کی اقتصادیات اور معاشیات پر ایسے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ جن سے نپٹنے کے لیے یورپی ممالک اور امریکہ نے حکمت عملی طے کر لی ہے چنانچہ سب سے پہلے مسلمان ممالک کو اپنی پوزیشن دیکھتے ہوئے نیو ورلڈ آرڈر کا جائزہ لینا چاہیے اور پھر امریکہ اور اقوام متحدہ پر زور دیں کہ اس کے نظام کی خامیوں کو دور کیا جائے تا کہ وہ

خود بھی اس نئے نظام میں اہم کردار ادا کرسکیں۔

نیو ورلڈ آرڈر کو عالم اسلام کے لیے قبل قبول بنانے کے لیے تجاویز

مسلم ممالک کو ایسی تجاویز دینی چاہییں جو مغربی دنیا اور امت مسلمہ کے لیے ورکنگ فارمولا کی بنیاد بنیں یہ تجاویز درج ذیل ہو سکتی ہیں

۱ اقوام متحدہ کے چارٹر اور تنظیمی ڈھانچے کو نئے بدلے ہوئے عالمی حالات میں از سر نو تشکیل دیا جائے اور جمہوری طریقے سے تبدیلی کی جائے۔

۲ نیو ورلڈ ارڈر کو نئی تشکیل شدہ اقوام متحدہ کے تابع کیا جائے کیونکہ اقوام متحدہ کے ہوتے ہوئے کسی ملک کو نیو ورلڈ آرڈر جاری کرنے کی اجازت نہیں یہ اقوام متحدہ کے نمائندہ ادارے کا حق ہے اس لئے اقوام متحدہ کی تشکیل کے بعد اس کا چارٹر نیو ورلڈ آرڈر قرار پائے۔

۳ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں جو پانچ ممالک مستقل سیٹ رکھتے ہیں ان کی مستقل حیثیت کو ختم کیا جائے اور تمام ممبر ممالک کو برابر حیثیت دی جائے۔ مستقل اور عارضی کا امتیاز ختم کیا جائے اور ممبر شپ کے لیے نیا ضابطہ وضع کیا جائے

۴ جن پانچ ممبر ممالک کو ویٹو کا اختیار دیا گیا ہے وہ اختیار ختم کیا جائے یعنی تمام اقوام عالم ایک طرف، جبکہ ایک ملک ویٹو کر دے یہ کہاں کی جمہوریت ہے؟

۵ اگر ویٹو کا اختیار ختم نہیں کیا جاتا تو پھر انصاف سے کام لیتے ہوئے تیسری دنیا کے ممالک غیر جانبدار ممالک اور اسلامی امہ کے ممالک کو بھی ویٹو کا اختیار دیا جائے یعنی سوا سو کروڑ مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلم ملک کو بھی ویٹو پاور اور سلامتی کونسل میں مستقل سیٹ نصب نہیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟

۶ اسلحہ کی تخفیف کے بارے میں انصاف پر مبنی ایک ایسا فارمولہ بنایا جاہے جو پوری دنیا میں یکساں طریقے سے نافذ العمل ہو اور جس میں امتیاز نہ ہو یعنی دنیا کے تمام ممالک کے لیے ایک ہی فارمولہ یکساں طریقے سے نافذ کیا جاہے کیونکہ اس کے بغیر نیو ورلڈ آرڈر اور امن عالم کی بات کرنا ظلم ہے۔

۷ ڈبل سٹینڈرڈ نہیں ہونا چاہیئے یعنی بعض ممالک کے لیے معیار اور، اور بعض کے لیے اور، بعض ممالک کے لیے پریسلر ترمیم اور بعض کو اس سے مستثنٰی قرار دینا۔

۸ تخفیف اسلحہ کا نفاذ سب سے پہلے ان ممالک پر ہونا چاہیئے جن کے پاس سب سے زیادہ اسلحہ ہے۔

۹ اقوام متحدہ تخفیف اسلحہ کا جو فارمولہ بنائے اس میں بین الاقوامی تحفظات کی ضمانت ہو اقوام متحدہ کے یکساں چارٹر کیمطابق ہر ملک کی ضروریات کا جائزہ لیکر پھر اس کے مطابق ہر ملک کی فوجی قوت، اس کی ٹیکنالوجی، اسلحہ اور ایٹمی قوت کے تعین کا فارمولہ بنایا جائے اور ہر ملک پر اس فامولے کا اطلاق کر کے یکساں قانون ہر ایک پر نافذ کیا جاہے۔

۱۰ اقتصادی مارکیٹوں سے ای-ای-سی E.E.C کی اجارہ داری ختم کی جائے اور امریکہ نے جو اپنا نو آبادیاتی نظام

شروع کر رکھا ہے اس ے ختم کیا جائے اور ان تمام غریب ممالک کو قرضے کے بوجھ سے بچا کر علاقائی طور پر اپنی تجارت کو آزادانہ بنیادوں پر فروغ دینے کا موقع دیا جائے۔(۱۵)

مذکورہ بالا تجاویز پر عمل کر کے نیو ورلڈ آرڈر کو عالم اسلام کے لیے قابل قبول بنایا جا سکتا ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کو ہم مختلف حوالوں سے تقسیم کر کے اس کا جائزہ لیں گے۔

۱۔ مذہبی ذمہ داریاں

۲۔ معاشرتی ذمہ داریاں

۳۔ سیاسی ذمہ داریاں

۴۔ اقتصادی و معاشی ذمہ داریاں

۵۔ تہذیبی و ثقافتی ذمہ داریاں

امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کا جائزہ لینے سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ میثاق مدینہ کس ورلڈ آرڈر کی جہت متعین کرتا ہے۔

میثاق مدینہ............اسلامک ورلڈ آرڈر کا عظیم شاہکار

رسول اللہ ﷺ نے ایک عہد و پیمان کرایا جس کے ذریعے ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھادی اور دَور جاہلیت کے رسم و رواج کے لئے کوہی گنجائش نہ چھوڑی۔ (۱۶)

ذیل میں اس پیمان کو اس کی دفعات سمیت مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

☆ خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آرہا ہے وہ قائم رہے گا۔

☆ یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی اور وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات بھی رکھیں گے۔

☆ فریقین میں سے جب کسی کو تیسرے فریق سے جنگ کی نوبت آئے تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

☆ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

☆ جب کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ آور ہو تو دونوں مل کر مدافعت کریں گے۔

☆ فریقین میں سے جب کوئی تیسری طاقت سے صلح کرے گا تو دوسرا بھی اس صلح میں شریک ہوگا البتہ مذہبی لڑائیاں اس سے مستثنیٰ رہیں گی۔(۱۷)

1۔ مذہبی ذمہ داریاں

i عبادت رب

لغوی اعتبار سے عبادت کسی کے سامنے مطیع و نقاد ہونے کے لیے آتا ہے اس کا مفہوم کسی کے سامنے جھک جانا پست ہو جانا، اور بالکل بچھ جانا ہے اسی لیے عربی میں " الطریق المعبد "اس راستے کو کہتے ہیں جو مسلسل چلتے رہنے کی وجہ سے خوب پائمال ہو کر بالکل ہموار ہو گیا ہو اور اس میں کوئی اونچائی نیچائی نہ رہی ہو۔

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں!

'' عوام الناس کے ذہنوں میں عبادت کا یہ تصور صدیوں کے انحطاط کے بعد راسخ ہو گیا ہے کہ بس نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ میں عبادت کے زمرے میں آتے ہیں بلا شبہ یہ سب عبادت ہیں لیکن جب عبادت کو انہی میں منحصر کر لیا جائے گا اور یہ سمجھ لیا جاہے گا کہ بس ان کو ادا کرنے سے عبادت کا حق ادا ہو گیا تو تصور دین محدود ہی نہیں مسخ ہو جائے گا اور یہ تصور اس وقت تک صحیح اور درست نہیں ہوگا جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ عبادت پوری زندگی میں خدا کے سامنے بچھ جانے کا نام ہے عبادت اسی طرز عمل کا نام ہے کہ کمال محبت و شوق اور دل کی پوری آمادگی کے ساتھ زندگی کے ہر معاملے اور ہر گوشے کو اللہ کے حکم کا مطیع بنا دینا اور اپنی آزادی، اپنی خود مختاری، اپنی مرضی، اپنی چاہت اور اپنی پسند اور ناپسند کو اللہ کی مرضی اور رضا کا تابع بنا دینا، زندگی کے تمام اعمال و افعال میں '' سر تسلیم خم ہے'' ...... کا رویہ اختیار کرنا اور پوری زندگی کا اس رخ پر ڈل جانا ہی عبادت ہے یہ وہ اعمال ہیں جو پوری زندگی کو خدا کی بندگی اور غلامی میں دینے کے لیے انسان اختیار کرتے ہیں حقیقی عبادت کی ادائیگی میں اس کے مددمعاون بنتے ہیں'' (۱۸)

لہذا اسی عبادت کے منہج کو سامنے رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانٔں میں آج عبادت کی روح ختم ہو چکی ہے امت مسلمہ آج زوال کا شکار ہے اس لیے کہ انہوں نے عبادت کی روح کو مسخ کر دیا اور انسان انسان کا دشمن ہو گیا۔ لہذا مسلمان قوم میں عبادت کی روح ہی نیو ورلڈ آرڈر کے طوفان بادوباراں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

ے وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر   اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ii شہادت علی الناس

امت مسلمہ کی ذمہ داریوں میں اہم ذمہ داری جس کا دین بھی تقاضا کرتا ہے'' شہادت علی الناس'' ہے یہ مطالبہ سورۃ البقرۃ کے ۱۷ویں رکوع کی تیسری آیت میں ان الفاظ میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

" وکذلک جعلنٰکم امۃ و سطا لتکونوا شھدآ ء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً'' (۱۹)

'' اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بیچ کی امت بنایا کہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا بنے''

لہذا امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اٹھنے والے خطرات کا مقابلہ حزب اللہ کی حیثیت سے کرے جب ان کے اندر ہی ایمان نہیں ہوگا تو خدا کی مدد کہاں سے آئے گی پہلے یہ خود کو ثابت کریں۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں اس فریضہ شہادت حق کی ادائیگی کا انداز اور اس کی شان دیکھنے کے لیے آپ ﷺ کا تیس سالہ دور نبوت نگاہوں کے سامنے لایئے تو معلوم ہوگا کہ اجرائے وحی اور منصب نبوت و رسالت پر فائز ہونے کے دن سے حیات دینوی کے آخری سانس تک حضور کی ساری جدوجہد، کشمکش اور جہاد و قتال کا مرکز و محور یہی فریضہ شہادت حق اور تبلیغ حق رہا ہے آپ کی ساری محنت و مشقت میں یہ احساس ذمہ داری غالب رہا ہے کہ لوگوں پر حق کی گواہی دینے اور حق کے پہنچانے میں کوئی کمی نہ رہ جائے یہی احساس آپ کو مکہ کے کوچہ و بازار میں لئے لئے پھرتا رہا کبھی گالیوں کی بوچھاڑ کا سامنا رہا تو کبھی پتھروں کی بارش کا، کہیں طنز و استہزاء کے تیر برسائے جا رہے ہیں تو کہیں طعنہ و تشنیع سے جگر چھلنی کیا جا رہا ہے کہیں گلے میں پھندا ڈال کر جان لینے کی کوشش کی جاتی ہے تو کبھی حالت سجدہ میں پشت اور شانہ مبارک پر نجاست بھری اوجھڑی لادی جا رہی ہے راستے میں کانٹے بچھائے جا رہے ہیں۔

آپ کی آنکھوں کے سامنے آپؐ کے جانثاروں کو کہیں تپتی دھوپ میں منہ کے بل گھسیٹا جا رہا ہے کہیں ان کے سینوں پر آگ دھکائی جا رہی ہے اور کہیں ان کو برچھیوں سے چھیدا جا رہا ہے کبھی آپ اور آپ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے بھوک اور پیاس سے تڑپا کر مار ڈالنے کے منصوبہ پر عمل کیا جا رہا ہے اور پھر یوم طائف کی سختی کا اندازہ کیجئے کہ خود نبی اکرم ﷺ کے بقول آپ کی زندگی میں اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گزرا طائف کی گلیوں میں اوباش لڑکے پیچھے لگا دیئے گئے ہیں تمسخر اڑایا جا رہا ہے پھبتیاں کسی جا رہی ہیں پتھروں کی بارش سے جسم اطہر لہولہان ہے پائے مبارک میں نعلین اس مقدس خون سے جم گئے ہیں پھر قتل کی تیاریاں ہیں ہجرت ہے۔ بیت اللہ سے جدائی کا مرحلہ ہے غار ثور سے آگے، چلے مدینہ منورہ میں یہودیوں اور منافقوں کی ریشہ دوانیاں ہیں بدر و احد کے معرکے ہیں۔

غور کیجئے یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ کس لیے ہو رہا ہے اس لیے کہ ایک طرف فریضہ شہادت حق کی ذمہ داری کا احساس تھا جو حضور ﷺ کی تمام مراحل سے گزار رہا تھا اور دوسری طرف امت محمدیہؐ کے لیے آنحضور ﷺ کا اسوہ حسنہ نمونہ بننا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو ان تمام مراحل سے اسی لیے گزار رہا تھا کہ آپ کے نام لیواؤں اور آپ سے عقیدت و محبت کے تمام مدعیان کو معلوم ہو جائے کہ خیر امت اور امت وسط ہونے کا منصب جہاں ایک مقام عزو شرف ہے وہاں اس مقام رفیع کی بڑی کٹھن اور بھاری ذمہ داریاں ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے انجام دینا ہوگا جس کے بغیر محاسبہ آخروی سے رستگاری ممکن نہیں (۲۰) شہادت علی الناس کے فریضہ ضمن میں ہمیں جائزہ لینا ہے کہ آج ہماری کیا صورت حال ہے، آج ہمارا کیا حال ہے؟ کیا اس فرض کی انجام دہی کا ہم احساس رکھتے ہیں؟ کیا ہمیں بحیثیت امت یہ شعور حاصل ہے کہ ہمارے کاندھوں پر کس قدر عظیم ذمہ داری ہے؟ یہ بڑی دردناک المناک اور تلخ حقیقت ہے کہ ہماری موجودہ حیثیت خزانے کے سانپ کی سی ہے کہ ہم نہ تو خود اس دولت ربانی سے مستفیض ہو رہے اور نہ دوسروں کو اس کا موقع دے رہے ہیں ظاہر ہے کہ ہم اپنے سوء عمل اور پستی کردار کی وجہ سے دنیا میں ذلت و مسکنت کی جو حیرت انگیز اور عبرت آموز تصویر بنے ہوئے ہیں اسے دیکھ کر اسلام کی حقانیت پر کوئی ایمان لائے تو کیسے لائے؟ یہ بڑی ہی تکلیف دہ حقیقت ہے کہ ہم شہادت حق کا

فریضہ سرانجام دینے کے بجائے کتمان حق کے مجرم بنے ہوئے ہیں اس جرم کی پاداش میں بنی اسرائیل کو جو ہم سے پہلے "امت مسلمہ" کے مقام پر فائز تھے ذلت مسکنت کے عذاب سے دوچار کیا گیا تھا اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا تھا آج یہی سزا ہمیں مل رہی ہے اور ہم پر تنبیہات کے کوڑے مختلف عذابوں کی شکل میں برس رہے ہیں لیکن صرف کہ ہماری نگاہوں سے غفلت کے پردے نہیں چھٹ رہے اور ہم خواب غفلت سے بیدار ہونے کو تیار ہیں۔ ۲۱)

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی!	برق طبعی نہ رہی شعلہ مقامی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی	فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی

iii فریضہ اقامت دین

ایک اور بہت بڑی ذمہ داری جوامت کے سپرد کی گئی ہے اس کے لیے قرآنی اصطلاح "اقامت دین" ہے یعنی دین کا قیام، دین کا غلبہ۔ شہادت علی الناس اور شہادت حق کی بلند ترین منزل اقامت دین ہے یعنی دین کا قیام دین کا غلبہ دین کو بحیثیت نظام زندگی بالفعل قائم کر دینا اور شہادت حق کی بلند ترین منزل اقامت دین ہے لیکن ان تینوں اصطلاحات کو علیحدہ علیحدہ ذہنوں میں محفوظ کرنا اس لیے ضروری ہو گیا ہے کہ فہم دین سے رفتہ رفتہ بعد پیدا ہو جانے کی وجہ سے مجرد لفظ "عبادت" کو اقامت دین سمجھ لیا گیا۔

" اذاجاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا o
فسبح بحمد ربک واستغفر انه کان توابا " (۲۲)

یہاں دین اللہ کی اصطلاح سے مراد اسی رویے اور طرز عمل کا نام ہے اللہ کے دین کے تحت زندگی گزارنا اور قرآن مجید میں اس کا حکم ان الفاظ دیا گیا ہے۔

" یا یہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة " (۲۳)

ازروئے قرآن دین کا جو تصور ہمارے سامنے آتا ہے اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ دین اپنی فطرت کے اعتبار سے اپنا غلبہ چاہتا ہے وہ دین درحقیقت دین ہے ہی نہیں جو غالب نہ ہو چنانچہ انگریز کے دور میں جس دین کی اصل حکمرانی تھی وہ "دین انگریز" تھا وائسرائے ہند کو تاج برطانیہ کے نمائندے کی حیثیت حاصل تھی اور مطاع مطلق برطانوی پارلیمان تھی مسلمانوں کو نماز روزے کی اجازت تھی لیکن اسلام غالب نہ تھا اس مفہوم کو علامہ اقبال نے یوں ادا کیا ہے۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت	ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

ارشاد خداوندی ہے

" ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ " (۲۴)

کہ "اس دین کو قائم کرو اور اس بات میں تفرقہ کا شکار نہ ہو جاؤ" نہ صرف یہ کہ اس کا احترام صرف اس طرح کرو کہ اسے ریشمی جزدان میں لپیٹ کر رکھ لو اور ہاتھ سے گر جائے تو اس کے برابر اناج تول کر دے دو کہیں کوئی تقریب ہو چاہے وہ کسی سینما، کلب

بار، تاج گھر یا ریس کورس کی افتتاحی تقریب ہو تو اس کی تلاوت کر لو؟ ایسا ہرگز نہیں! بلکہ یہ دین تو محض اس لیے دیا گیا ہے کہ!

" ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه " (۲۵)

یہ دین اپنا نفاذ اور غلبہ چاہتا ہے وہ دستور اور قانون بے معنی ہے جو کہیں نافذ نہیں اور آج نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان دین پر مضبوطی سے قائم ہوں اور اپنا دفاع کریں اور غلبہ صرف دین اسلام کا ہی ہو۔

iv عربی زبان کی ترویج

عالم اسلام میں بہتر فضائے اتحاد پیدا کرنے کے لیے ایک مشترک زبان کو رواج دیا جائے یہ مشترک زبان عربی ہو سکتی ہے تمام ممالک میں اس کی ترویج کی منظم کوشش ہونی چاہیے اور ہر ملک کے نظام تعلیم میں اسے ایک اعلیٰ مقام حاصل ہونا چاہیے۔

2۔ معاشرتی ذمہ داریاں

میثاق مدینہ کی رو سے سیرت النبیؐ کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ نیو ورلڈ آرڈر کے حوالے سے امت مسلمہ کی کیا معاشرتی ذمہ داریاں ہیں۔

i عالگیر معاشرہ کا قیام

اسلام کا کائناتی تصور یہ ہے کہ یہ پوری کائنات اپنے پورے مربوط نظام کے ساتھ ایک خدا کی پیدا کی ہوئی ہے اور جس طرح وہ اسی کا خالق ہے اسی طرح اس کا مالک، حاکم اور رب بھی ہے یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں پوری کائنات کا چھوٹا سا حصہ اور جز ہے۔ تمام انسانوں کو فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی ایسا ہی بننے کی کوشش کرنی چاہیے قرآن نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

" یا یھا الناس اناخلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعو باوقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم " (۲۶)

نیز ارشاد فرمایا!

"یا یھا الناس اتقوار بکم الذی خلقکم من نفس واحده وخلق منهازو جهاوبث منهما رجالا کثیرا ونساء" (۲۷)

توحید کے اس تصور کی بنیاد پر ایک عالگیر انسانی معاشرہ کا قیام کوئی آسان کام نہ تھا اس کے لیے اعلیٰ ترین قائدانہ صلاحیتوں کے مظاہر صبر و استقامت دکھانے اور بہترین حکمت عملی اپنانے کی ضرورت تھی حضرت محمد ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا اور تمام اہل مکہ کو توحید کا پیغام پہنچایا تو کفار مکہ اپنے بتوں کی مخالفت برداشت نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہو گئے اور طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کر دیں کونسا ایسا ظلم تھا جو آپؐ پر روا نہ رکھا گیا تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ نماز کی حالت میں آپ کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر گھسیٹا اور نیچے گرایا گیا لیکن حضور ﷺ پایۂ استقامت سے پیغام حق کو لوگوں تک پہنچانے کا فرض نبھاتے رہے حتیٰ کہ بعض ایسی شخصیات نے بھی اسلام قبول کر لیا جن کو قریش مکہ میں ممتاز مقام حاصل تھا اس طرح جب قریش نے محسوس کیا کہ اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے تو انہوں نے سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے ظلم و ستم میں اضافہ کر دیا۔ ان حالات میں حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وہاں کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی۔

حضرت محمد ﷺ ان مشکلات و مصائب کے حالات میں حکم الٰہی سے مدینہ ہجرت کر گئے جہاں آپؐ نے ایک معاشرتی معاہدے کی بنیاد پر پہلی اسلامی ریاست قائم فرمائی جس کے سربراہ خود رسول اللہ ﷺ تھے۔

مدینہ میں آپ کو دعوت و تبلیغ کا ایک مرکز فراہم ہو گیا تھا یہاں رہ کر آپؐ نے ایران، شام، مصر، روم اور حبشہ کے باشاہوں کو دعوت اسلام کی غرض سے سفارتیں بھیجیں آغاز کار ہی سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کو محدود و مخصوص نہیں کیا تھا۔ آپ کی دعوت ہر قوم ہر نسل ہر قبیلہ اور ہر زمانے کے لیے تھے۔

صلح حدیبیہ کے بعد اور اندرون ملک تمام قابل ذکر مزاحمتوں کے ختم ہو جانے کے بعد حضرت محمد ﷺ نے بیرون عرب اسلام کے پیغام کو پہنچانے کے کام کا آغاز کیا یوں آپؐ نے عالمگیر معاشرے کی طرح ڈالی۔ (۲۸)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطوط کے ذریعے مختلف مملکتوں میں قائم شاہی نظام جو غیر انسانی بنیادوں پر قائم تھا، کو چیلنج کرتے ہوئے اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور انسان کی زندگی کے اجتماعی، معاشرتی، سیاسی، ذہنی اور روحانی پہلوؤں کے متعلق اوامر ونواہی جاری کر کے آزادی، مساوات اور اخوت کا درس دیا۔

ii مساوات انسانی کا قیام

میثاق مدینہ کی ایک شق تھی...... ''یہود کو مذہبی آزادی رہے گی اور وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات بھی رکھیں گے'' اس شق کی رو سے آپؐ نے مدینہ کی ریاست میں جس ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی اس کی بنیاد ہی مساوات پر تھی یہ نہیں کیا کہ صرف مسلمانوں کو مذہبی آزادی دیگر یہود کی عبادت گاہوں کو مسمار کیا بلکہ انہیں بھی مکمل مذہبی آزادی دی۔

رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز میں خود کو صحابہ کو برابر شریک رکھا مثلاً مسجد نبوی کی تیاری میں برابر تعمیر میں حصہ (۲۹) غزوہ خندق میں خندق کی تیاری میں برابر شریک رہے براء بن عازب فرماتے ہیں

" کان رسول الله ینقل التراب یوم الخندق حتی اغبر بطنه " (۳۰)

رسول اللہ خندق کے دن مٹی اٹھا کہ لیجاتے رہے یہاں تک کہ آپ کا بطن مبارک غبار آلود ہو گیا۔ (۳۱)

آپ نے صرف مثبت طور پر مساوات اور بھائی چارے کی تعلیم نہیں دی بلکہ منفی طور پر ہر طرح کی تنگ نظریوں اور عصبتیوں کی جڑ کاٹ دی تا کہ انسانی مساوات اور بھائی چارے میں رخنہ نہ پڑنے پائے آپ نے ایک بار سخت انداز میں فرمایا '' وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو تعصب کی دعوت دے وہ شخص بھی مسلمان نہیں ہے جو کسی عصبیت کیوجہ سے جنگ کرتا ہے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو کسی عصبیت پر مرے'' (۳۲)

لہذا امت مسلمہ کی عظیم ذمہ داری ہے کہ وہ مساوات انسانی کو ورلڈ آرڈر کا خاصہ بنا دیں۔

iii عدل وانصاف

میثاق مدینہ کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس کی دفعات میں آپ نے عدل وانصاف کے پہلو کو بطور خاص ملحوظ رکھا

یہود کو مسلمانوں کے ساتھ مذہبی آزادی اور جنگ وقتال کے برابر اخراجات وغیرہ......عدل ہی ہے۔

جہاں تک معاملات حکومت کا تعلق ہے اس میں بھی حضورﷺ نے کسی قسم کے فرق کو روا نہیں رکھا صلاحیت اور قابلیت کے مطابق تمام مشاورت میں شامل کیا عدل وانصاف کے معاملے میں طبقاتی تفریق کو یہ کہہ کر ختم کر ڈالا کہ" خدا کی قسم! اگر محمدﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ ڈالتا"

حضورﷺ کے سامنے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم رہا جو عدل پر دلالت کرتا ہے!

" یایها الذین آمنوا کونوا قو امین لله شهداء بالقسط ولا یجر منکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا عدلوا هو اقرب للتقوٰی" (۳۳)

پھر رسول اللہﷺ کی طرف سے ایک قبیلہ، قانون اور قیادت کی یکساں فراہمی نے بھی مسلمانوں کی تفاوتوں کو ختم کر کے رکھ دیا اور ان کا رخ ایک وحدت کی طرف موڑ دیا روزانہ پانچ وقت کی نماز، جمعہ اور عید کے اجتماعات نے تو اس فرق کو بالکل ملیا میٹ کر دیا حج کے عظیم اور عالمگیر اجتماع نے تو نسلوں، قبیلوں اور قوموں کے فرق کو ختم کیا، مشرق مغرب جنوب اور شمال کے فرق تک کو مٹا دیا۔

ورلڈ آرڈر ایسے ہی عدل وانصاف اور مساوات کا تقاضا کرتا ہے اور امت مسلمہ کی یہ عظیم ذمہ داری ہے کہ عدل وانصاف کو فروغ دے۔

انسانی بنیادی حقوق کی حفاظت

انسانی تاریخ میں حضورﷺ کا یہ کارنامہ بے مثال ہے کہ آپؐ نے جس ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی اس میں انسانی حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے یہ عین ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک حقوق انسانی کے تصور کی ابتداء تاریخ انگلستان کے میگنا کارٹا یا اقوام متحدہ کے چارٹر سے ہوئی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کے تصور کا آغاز دور اسلامی سے ہوتا ہے اسلام نے محض نظریاتی طور پر ہی حقوق کا تحفظ نہیں کیا بلکہ مدینہ کی اسلامی ریاست میں تمام بنیادی انسانی حقوق کا باقاعدہ طور پر نفاذ بھی کیا" میثاق مدینہ" اس کی زندہ مثال ہے کہ اس میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود کے حقوق کا بھی تحفظ کیا گیا اسلام نے انسانی زندگی کی حرمت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اسلامی نظام حیات میں ہر فرد کو اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں سے پورا استفادہ کرنے کی آزادی دی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیا فکانما احیا الناس جمیعاً"(۳۴)

جان و مال کی حفاظت، عزت و ناموس کی حفاظت، شخصی آزادی کی تحفظ، عقیدے اور مسلک کی حفاظت، حق ملکیت کا تحفظ اور قانون کے سامنے تمام انسانوں کی مساوات......ان امور کے متعلق آپ ﷺ نے بہت پہلے رہنمائی فرمادی۔

" قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی له ذمه الله و ذمة رسوله فلا تخفروا الله فی ذمته " (۳۵)

" رسول اللہﷺ نے فرمایا جس نے ہمارے طریقہ پر نماز پڑھی ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلم ہے جس

کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ قائم ہو چکا ہے تو اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی ضمانت میں دغا بازی نہ کرو"

حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا!

" فان دمائکم و اموالکم و اعراضکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمة یومکم هذا" (۳۶)

"بلا شبہ تمہاری جان و مال اور آبرو ایک دوسرے کے لیے اسی طرح محرم ہے جس طرح آج کا یہ دن حتی کہ تم اللہ سے جاملو"

" کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه" (۳۷)

لہذا آج جس ورلڈ آرڈر کی بات ہوتی ہے جس میں انسان کو پسپا کر کے امریکی تسلط جمانے کی کوشش کی جارہی ہے اس میں امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ انسانی بنیادی حقوق کی حفاظت کی جائے۔

v پرامن بقائے باہمی اور مذہبی رواداری

حضرت محمد ﷺ نے جس ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی اس کا ایک اہم اصول پرامن بقائے باہمی اور مذہبی رواداری ہے۔ میثاق مدینہ بقائے باہمی اور رواداری کا بہترین نمونہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

" لا اکراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی" (۳۸)

قرآن حکیم میں رواداری کی یہی وہ تعلیم ہے جو احترام آدمیت کو ہمیشہ اہمیت دیتی ہے" نجران کے عیسائیوں کا وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے انہیں مسجد میں ٹھہرادیا اور اس کا خیال نہیں کیا کہ یہ توحید کے بجائے تثلیث پر ایمان رکھتے ہیں ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہوگئے ایک صحابی نے گزارش کی یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ ایک انسان جان نہ تھی؟ جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ" اسی طرح آنحضرت ﷺ نے مشرکین کے بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا کہ کہیں مشرکین ناسمجھی کی وجہ سے رب العزت کی شان میں گستاخی نہ کر بیٹھیں (۳۹)

اسی طرح اہل نجران جو کہ عیسائی تھے کے ساتھ آنحضورؐ نے ایسا سلوک فرمایا جو رواداری ار پرامن بقائے باہمی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ پرامن بقائے باہمی کے اصول کے تحت مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی رفاہیت اور حقوق کی نگہبانی میں جامعیت کے اعتبار سے میثاق مدینہ کی دستاویز کو تاریخ کے اہم ترین باب کی حیثیت حال ہے یہ ایک بیان الاقوامی معاہدہ تھا جس میں مدینہ کی مختلف اقوام سمیت گردونواح کے لوگ بھی شامل تھے سیاسی اعتبار سے اس معاہدہ کی رو سے ایک نیا معاشرہ وجود میں آیا جس کے اندر ایک مکمل سیاسی وحدت تھی یہ صحیح معنوں میں ایک تحریری آئین تھا جسے وفاقی مملکت مدینہ کے قیام کی آسان بنایا گیا اور مرکزی حکومت قائم کی گئی آئینی ریاست کی انہی خصوصیات کی بناہ پر یہودیوں نے اس دستاویز کو قبول کیا اس سے مسلمانوں کے یہودیوں سے تعلقات بہتر بنانے میں مدد ملی جب کسی یہودی کا جنازہ پاس سے گزرتا تو آپ احتراماً کھڑے ہوجاتے۔

عہد حاضر کے لوگ اگر اقوام متحدہ کے چارٹر کی ترتیب و تدوین پر فرحان و نازاں ہیں کیا اس کی دفعات موجود نہیں ہیں کہ اس چارٹر کو تسلم کرنے والی قوم اگر اس کی خلاف ورزی کی مرتکب ہو تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی؟ اس ادارے کی

جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کی قراردادیں اور محققین کے لیے اس بات کا کافی مواد فراہم کرتے ہیں کہ جس قوم نے اقوام عالم کے اس متفقہ دستور سا تھ غداری کی یا اس کی دفعات کی خلاف کا ارتکاب کیا اس کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جس کا ذکر دستور کے اندر موجود ہے معاہدہ مدینہ کو پامال کرنے والوں کو اگر معاہدے کے تحت یہی سزا دی جاتی ہے تو اسے ظلم قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اقوام متحدہ کا چارٹر دستور مدینہ کا ایک معمولی عکس ہے۔(۴۰)

vi مشترک اور متوازن نظام تعلیم

نظام تعلیم کا مسئلہ تمام ممالک کا اہم ترین مسئلہ ہے اس کے متعلق سب کو ملکر کوئی مشترک پالیسی وضع کرنی چاہیے اس وقت صورت یہ کہ تقریباً تمام ہی مسلمان ممالک میں دو مختلف اور متضاد نظام تعلیم چل رہے ہیں قدیم نظام اور جدید نظام یہ دو مختلف نظام دو مختلف اور متضاد ذہن رکھنے والی نسلوں کو تیار کر کے ایک کشمکش کو جنم دے رہے ہیں جبکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مسلم ممالک میں مشترک اور متوازن نظام تعلیم تشکیل دیا جائے اس کے لیے سیرت نبویہ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

''نبی علیہ کی دعوت سراپا تعلیم تھی ایسی تعلیم جو عالم الغیوب کی طرف سے آرہی تھی آپ کے پیش نظر دو کام تھے ایک اس معاشرے کی اصلاح جو فکری و عملی لحاظ سے بے شمار الجھنوں میں جکڑا ہوا تھا دوسرے اس معاشرے کے پسندیدہ افراد کو مجتمع کر کے انہی اجتماعیت کی بنیاد جس میں افرادی اور اجتماعی طرز عمل مثالی ہو''(۴۱)

آپؐ کے طریق تعلیم کا ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ آپ مخاطب کی بولی اور ان کے لہجے میں بات کرتے آج نظام تعلیم میں یہ متنازعہ مسئلہ ہے کہ تعلیم کس زبان میں ہونی چاہیے یہ درست ہے کہ دوسری اقوام کی زبانیں سیکھنا بہت مفید ہے اور بعض علوم کو ان زبانوں میں حاصل کرنا بھی مناسب ہے لیکن بنیادی تعلیم اس زبان میں ہونی چاہیے جس میں مخاطب زیادہ بہتر طریقے پر سمجھ سکتا ہے آنحضور علیہ سے علم حاصل کرنے مختلف قبائل آتے تو آپؐ ان سے ان کے لہجے میں بات کرتے آپؐ نے فرمایا!

" علمو ویسروا ولا تعسروا واذاغضب احد کم فلیسکت" (۴۲)

" قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير دينكم اليسره وخير العبادة الفقه " (۴۳)

''تمہارا بہتر دین آسان ہے اور اچھی عبادت دینی بصیرت حاصل کرنا ہے''

اسلام نے عورتوں کو بھی برابر تعلیم کے مواقع دیئے ہیں عہد نبویؐ میں خواتین کے شغف علم کا احساس اس روایت سے ہوتا ہے۔

''عورتوں نے آنحضور علیہ سے کہا کہ مردوں نے آپؐ سے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا ہے آپؐ ہمارے لیے ایک دن مخصوص رکھیں آپ نے ایک دن کا وعدہ فرمایا اس میں آپؐ ان سے ملے انہیں نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا''(۴۴)

vii اخلاقی اقدار کا احیاء

مدینہ کی ریاست میں آپؐ نے جس ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی اس کی ایک یہ بھی خاصیت ہے کہ اس سے اخلاقی اقدار کو فروغ ملا۔ مولانا صفی الرحمن مبارکپوری میثاق مدینہ کے معاشرتی اثرات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں'' اس حکمت بالغہ اور اس دور

اندیشی سے رسول اللہ ﷺ نے ایک نئے معاشرے کی بنیادیں استوار کیں لیکن معاشرے کا ظاہری رخ درحقیقت ان معنوی کمالات کا پرتو تھا جس سے نبی کریم ﷺ کی صحبت وہم نشینی کی بدولت یہ بزرگ ہستیاں بہرور ہو چکی تھیں نبیؐ ان کی تعلیم وتربیت، تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے تھے اور انہیں محبت و بھائی چارگی، مجد و شرف اور عبادت و اطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔

'' ایک صحابی نے آپؐ سے دریافت کیا کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا کھانا کھلاؤ اور شناسا اور غیر شناسا سبھی کو سلام کرو'' (۴۵)

''اے لوگوں! اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے'' (۴۶)

''وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے مامون ومحفوظ نہ رہے'' (۴۷)

اور فرماتے تھے ''مسلمان وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں''

" المسلم من سلم المسلون من لسانه و يد " (۴۸)

" لايو من احد كم حتى يحب لا خيه مايحب لنفسه " (۴۹)

'' سارے مومنین ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے'' (۵۰)

''مومن مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے'' (۵۱)

اور فرماتے ہیں '' آپس میں بغض نہ رکھو باہم حسد نہ کرو ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے اوپر چھوڑے رہے'' (۵۲)

اور فرماتے '' تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو تم پر آسمان والا مہربانی کرے گا'' (۵۳)

اور فرماتے '' وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کے بازو میں رہنے والا پڑوس بھوکا رہے'' (۵۴)

اور فرماتے '' مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے مار کاٹ کرنا کفر'' (۵۵)

نیز صدقے کی ترغیب دیتے اور فرماتے '' صدقہ گناہوں کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے'' (۵۶)

اور فرماتے '' آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے اور اگر وہ بھی نہ پاؤ تو پاکیزہ بول ہی کے ذریعے'' (۵۷)

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی اخلاقیات بلند کیں ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلند ترین اقدار وکردار کا مالک بنایا یہاں تک کہ وہ انسانی تاریخ میں انبیاء کے بعد فضل وکمال کی سب سے بلند چوٹی کا نمونہ بن گئے لہذا آج بھی امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نیو ورلڈ آرڈ میں ایسے ہی اخلاقی ضابطوں اور اخلاقی اقدار کو جگہ دیگر یہ ثابت کردیں کہ وہ واقعی امت محمدیہؐ کے عظیم علمبردار ہیں۔

3۔ سیاسی ذمہ داریاں

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسان نے سب سے زیادہ ظلم اس وقت کیا ہے جب اسے سیاسی اقتدار ملا ہے سیاسی اقتدار کے شر سے انسانوں کو تو متاثر ہونا ہوتا ہے زمین فضا حیوانات نباتات اور جمادات تک بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ایک انسان جب دوسرے کا گلا کاٹتا ہے فصلیں تباہ کرتا ہے پانی میں زہر ملاتا ہے زمین کو تہ و بالا کرتا ہے اور فضا کو مکدر کرتا ہے تو پوری کائنات اس سے پناہ مانگتی ہے رحمت للعالمین نے اس پہلو پر بھی توجہ فرمائی اور اصلاح و انقلاب سے اسے نیا رنگ دیا۔ (خالد علوی، ڈاکٹر انسان کامل ص ۵۰۷) آیئے دیکھتے ہیں کہ نئے عالمی نظام کے ضمن میں سیاسی لحاظ سے امت مسلمہ کی کیا ذمہ دریاں ہیں۔

i جنگ حکمت عملی

عصر حاضر میں امریکہ کی ٹیکنالوجی کا ہر طرف غلغلہ ہے اور وہ اس کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے انسانیت کی اندھا دھند پائمال کیے جارہا ہے دور حاضر میں دو حکومتوں کی مسلح افواج کا تصادم جنگ کہلاتا۔

نبی کریم ﷺ نے انسانی جان کی حفاظت کی ہمیشہ تلقین کی ہے چنانچہ فرمایا

"اکبر الکبائر الاشراک باللہ وقتل النفس و عقوق الوالدین و قول الزور" (۵۸)

نیز فرماتے ھیں" لن یزال المومن فی فسحة من دینه مالم یصف دما حراقا "(۵۹)

"اول مایحاسب به العبد الصلوة واوّل ما یقضی بین الناس یوم القیامة فی الدماء"(۶۰)

"قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور پہلی چیز جس کا فیصلہ لوگوں کے درمیان کیا جائے گا وہ خون کے دعوے ہیں"

اسلامی نقطۂ سے جنگ بایں صورت جائز ہے کہ وہ دعوت اسلام کی آزادی اور امن و امان برقرار رکھنے کے لیے لڑی جائے اور دوران قتال شجاعت و شرافت کے اصولوں کی مراعات ملحوظ خاطر رکھی جائیں" (۶۱)

آپؐ نے فرمایا "من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیاء فهو فی سبیل الله" (۶۲)

"من غزافی سبیل الله ولم ینوالا عقالا الله مانوی" (۶۳)

"جس شخص نے خدا کی راہ میں جہاد کیا اور صرف ایک اونٹ باندھنے کی رسی کی نیت بھی کرلی تو اس کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی"

اسلام میں جنگ کا مقصد عقیدہ کی آزادی کی حفاظت اور اس کی دعوت و تبلیغ کے حق کی آزادی کے لیے امن اوامان قائم رکھنا ہے نیز اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم علاقوں پر خارجی ظلم و جور کا استیصال ہوتا رہے۔(۶۴)

"وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلو نکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین" (۶۵)

آج کا نیو ورلڈ آرڈر جس میں لاکھوں کروڑوں انسانوں کو صرف مکمل گیری، تیل کے حصول اور ذخائر و معدنیات کے حصول کے لیے دہشت گردی کا نعرہ لگا کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے اسلام اس کی اعلانیہ تکذیب کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ سب سے پہلے آپؐ مقصد کو متعین و منتخب فرماتے اور پھر اس کے مطابق مستحکم راستہ اختیار فرماتے اور اسے حاصل کرنے کے

لیے مناسب پالیسی اختیار فرماتے۔

"رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد جو سب سے پہلا معاہدہ مسلمانوں، مشرکین اور قریش کے درمیان کیا اس میں مقصد تعین کھل کر سامنے آتی ہے اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا تھا کہ کوئی شریک قریش کے مال اور ان کی جان کو پناہ نہیں دے گا قریش نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ سے ظلم و زیادتی کر کے نکال دیا تھا آپ کا حق تھا کہ قریش کا معاملہ آپؐ کی بقا کے لیے ایک مقصد قرار پاتا جسے آپؐ نے انتخاب کر لیا۔(٦٦)

ii اصول حکمرانی

مدینہ میں آپؐ نے میثاق مدینہ کے ساتھ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی یہاں سے آنحضور ﷺ کی زندگی نیا رخ اختیار کرتی ہے اب آپؐ منتظم ریاست کے طور پر سامنے آرہے تھے اب آپؐ کے پیش نظر ایک صالح معاشرے کا قیام تھا اور اس کے لیے حکومت کا ہونا ناگزیر تھا آپؐ کی حکومت دینی حکومت تھی اور اس کا مقصد دعوت دین اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس تھا۔

(٦٧)

قرآن پاک نے اسلامی ریاست کا مقصد متعین کر دیا ہے۔

" الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واٰتواالزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبہ الامور " (٦٨)

آپؐ کی حکومت کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور عوامی بہبود تھا اس حکومت کی بنیاد خاندانی عصبیت اور نسلی شعور کی جگہ دینی وحدت پر قائم تھی۔ (٦٩)

"عہدے دینے کے بارے میں"

" انا لانولی امرنا ھذا من طلبہ "

"جو شخص عامل ہو اس کو ایک بی بی کا خرچ لینا چاہیے اگر اس کے پاس نوکر نہ ہو تو وہ نوکر رکھ سکتا ہے اگر مسکن نہ ہو تو ایک گھر بنا سکتا ہے اور اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو وہ خائن ہو گا یا چور"

لہذا نیو ورلڈ آرڈر کے لیے ایسے ہی دیانت دار اور متقی حکمرانوں کی ضرورت ہے جو ہر طرح کی بدعنوانی کا خاتمہ کر کے صالح معاشرے کو تشکیل دیں۔

iii قانون سازی کا پیغمبرانہ عمل

رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے باعث حکومتی سطح پر مشورہ کا نفاذ ہوا اور حاکم کے لیے نفوس مقدسہ کی پابندی اور مصلحت عامہ کی ضرورت ٹھہری، عدل واحسان، مساوات اور اخوت انسانی کے اصول نافذ ہوئے، قبیلے کی عصبیتی یا جارحانہ لڑائی ممنوع قرار پائی۔ امن وامان کی تاکید ہوئی۔ عورت اور معذور لوگوں کی حالت بہتر ہوئی۔ انفرادی ملکیت کی حرمت قائم ہوئی، عہد و پیمان کی پابندی واجب ٹھہری اور دھوکہ بازی یا حیلہ پردازی کی مختلف صورتیں زیر امتناع آئیں۔ تعزیرات کے معاملے میں

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان تفریق ہوئی۔(فلفسۃ التشریع فی الاسلام ۳۱) (۷۲)

قانون سازی میں جو چیز لازمی ہے وہ خداوند کریم کا ارشاد مبارک ہے۔

" وما اتکم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا "(۷۳)

" من يطع الرسول فقد اطاع الله "(۷۴)

امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے ہی قانون کو عملی جامہ پہنائیں جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہوتی ہو اور قرآن وسنت سے انحراف کسی طور بھی ممکن نہیں ہونا چاہیے۔

iv بین الاقوامی تعلقات کی پاسداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بین الاقوامی التعلقات کے سلسلے میں اصول اور جو تصورات دیئے ہیں ان کا واضح مقصد ایک پر امن عالمگیر انسانی معاشرہ کا قیام ہے یہ اصول وتصورات ایک قوم میں دوسری قوم کے ساتھ مساویانہ سلوک پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اگر کسی فرد کے انسانی بھائی چارہ کے خلاف یا کسی قوم سے دوسری قوم کے خلاف کوئی عمل یا قول سرزد ہو جائے تو ان اصولوں کے پیچھے چھپی اخلاقی قوت اس کے دل میں شرمندگی اور تلافی کے جذبہ کو بھی نشوونما دیتی ہے۔

v معاہدات کی پابندی

اسلام کے بین الاقوامی اصول وقوانین کا زیادہ تر تعلق معاہدات قاصدوں اور صلح و جنگ سے ہے اسلام کا دامن توثیق معاہدات کے سلسلہ سے بڑا وسیع ہے۔

عصر حاضر کا نیو ورلڈ آرڈر معاہدات کی پابندی سے ماوراء ہے معاہدے کیے جاتے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔آپؐ نے فرمایا'' خبردار جو بھی کسی معاہدہ کرنے والے پر ظلم کرے گا یا اس کے پورا کرنے میں کوتاہی کرے گا یہ اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے گا تو میں قیامت کے دن مظلوم کی طرف سے اس کا مطالبہ کروں گا''۔(۷۵)

معاہدے کی پابندی کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے

" واوفوابعهد الله اذا عهد تم ولا تنقضوا الايمان بعد تو كيدها وقد جعلتم الله عليكم كفيلا ان الله يعلم ماتفعلون ولا تكونو ا كالتي نقضت غزلها من بعد قوة انكا ثا تتخذون ايمانكم دخلابينكم ان تكون امت هى اربى من امة انما يبلو كم الله به وليبنن لكم يوم القيمة ماكنتم فيه تختلفون " (۷۶)

موجودہ دور میں برابر کی طاقتیں تو اپنے ہم پلہ طاقتوں کے معاہدوں کا کسی حد تک لحاظ ضرور کرتی ہیں لیکن کمزور طاقتوں کے ساتھ ان کا معاملہ بالکل جدا ہوتا ہے جہاں کوئی کمزور طاقت کسی بڑی طاقت کی مرضی کے خلاف کوئی طرز عمل اختیار کرتی ہے وہاں اقوام متحدہ کے منشور اور انسانیت کے تمام اخلاقی حدود کو توڑنے اس کو پامال کردینے یا غلام بنانے کی کوشش کرتی ہے پولینڈ، ہنگری، مشرقی جرمنی اور افغانستان وغیرہ میں روس نے یہی کیا اور ویت نام، کوریا، مغربی جرمنی وغیرہ میں امریکہ نے یہی کیا اور یہی

اب اس وقت عراق میں ہو رہا ہے مگر اسلام کسی قوم کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نہ تو معاہدہ کو توڑنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ان کو سیاسی چالبازی سے کمزور کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کے معاہدہ کرنے اور معاہدہ کو توڑنے کے اور اصول ہیں۔(۷۷)

vi سفیروں اور نمائندوں سے معاملہ

بین الاقوامی تعلقات کے استوار کرنے اور صلح و مصالحت وغیرہ کے پس منظر میں دوست یا دشمن ملکوں کے سفراء اور نمائندوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے بعض اوقات یہ سفیر اور نمائندے بڑے بڑے بگڑے ہوئے اور الجھے ہوئے معاملے کو سلجھا دیتے ہیں اور کبھی ان کی ذرا سی غلطی سے بہت سے معاملات خراب ہو جاتے ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی حیثیت کو بڑی اہمیت دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے ذمہ جو کام عالمی نظام کے نفاذ کا تھا اس کے لیے بھی ضروری تھا کہ سفارتی ادارہ کو زیادہ فعال اور منظم بنایا جائے۔

آنحضورؐ نے اپنے عہد میں مختلف سفیروں کو مختلف اغراض و مقاصد کو غرض سے روانہ کیا ان میں سے کچھ سفیر تو تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے اور کچھ صلح کے معاہدے طے کرنے کے لیے ایک مرتبہ ساٹھ افراد پر مشتمل تاجران کا ایک وفد مدینہ آیا یہ لوگ عیسائی تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے انہوں نے مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا چاہی بعض لوگوں نے انہیں روکنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس سے روک دیا اور فرمایا کہ ان مسلمانوں کو اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھنے دو چنانچہ انہوں نے عیسائیت کے مطابق مسجد نبوی میں نماز ادا کی۔(۷۸)

4 اقتصادی و معاشی ذمہ داریاں

بین الاقوامی تعلقات کی استواری کے لیے آنحضرتؐ نے معاشی ضرورتوں کا پورا خیال رکھا ہے اس سے میں آپؐ نے جو تصور دیا ہے وہ دوسرے نظاموں سے زیادہ آفاقی اور پاکیزہ ہے قریش اور ان کے ہم قبیلوں کو مسلمانوں سے جو پرخاش تھی اور جس طرح وہ اس کے خون کے پیاسے تھے اس سے ہر ایک واقف ہے مگر اس دوران ایک زبردست قحط پڑتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے تو آپؐ نے مدینہ میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کے پاس کھجوریں، کچھ چمڑے اور پانچ سو دینار نقد اس لیے روانہ فرمائے کہ وہ قحط زدہ اشخاص کی اس سے مدد کریں یاد رہے کہ امداد ایک مالدار ملک کی طرف سے نہیں کی گئی تھی بلکہ مدینہ کی ایک غریب اور چھوٹی سی ریاست کی طرف سے کی گئی تھی اور یہ مدد اس قوم کو دی گئی تھی جو دنیا میں اسلام کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ اقتصادی لحاظ سے امت مسلمہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں......؟ مختصراً جائزہ لیا جاتا ہے۔

i خود انحصاری کی ضرورت

یقیناً ہمیں دنیا کے سبھی ممالک سے دوستانہ تعلقات رکھنے چاہیں لیکن امداد پر تکیہ کیے رکھنا اور کشکول گدائی پھیلائے رکھنا درست نہیں اگر ہم اپنی معیشت میں، دانش میں، ٹیکنالوجی میں، سائنس میں اور مالیات میں دوسروں کے محتاج رہیں گے تو ہمارے لیے دنیا کے سامنے اسلام کا گہوارہ بننا ممکن نہیں ہوگا لہذا نظریاتی پختگی اور ملی شعور کیساتھ خود انحصاری، یہی ترقی کا واحد راستہ ہے۔

پروفیسر خورشید احمد رقمطراز ہیں "یہ خود انحصاری کیا ہے؟ ہم اس کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ یہ وہ حالت ہے جس میں ایک قوم اپنے وسائل کے استعمال میں اپنی آزادانہ رائے سے فیصلے کرے اور پوری طرح مختار ہو کہ اس کا مطلوب کیا ہے؟ اس کا سیاسی اور معاشی ترجیحات کا اندازہ کیا ہے؟" (۷۹)

لہذا نیو ورلڈ آرڈر کے اٹھتے ہوئے غلغلے میں خود انحصاری امت مسلمہ کے لیے وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ii مشترکہ اقتصادی منڈی کا قیام

عالم اسلام کے لیے لازمی ہے کہ وہ یورپین اکنامک کمیونٹی کے مقابلے میں اسلامک اکنامک کمیونٹی تشکیل دیں تا کہ وہ اقتصادی عالمی استحصال سے بچ سکیں۔ (۸۰)

پاکستان، سوڈان، شام اور ترکی میں کپاس پیدا کرنے کے لیے قدرتی صلاحیت موجود ہے ایران، ترکی، پاکستان اور بنگلہ دیش میں غذائی اشیاء پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

پھلوں کی پیداوار کے لیے مشرق وسطی کے ممالک خصوصی اہمیت رکھتے ہیں صنعتی اشیاء کی پیداوار بھی اسلامک ممالک میں وافر ہے لہذا مشترکہ منڈی کے قیام سے منڈی میں شامل ممالک کے مابین اشیاء برائے اشیاء کے اصول پر تجارت آسانی کی جاسکتی ہے گویا مشترکہ اقتصادی منڈی کے قیام سے اسلامی ممالک معاشی میدان میں خود کفیل ہو سکتے ہیں اور اس میدان مین مغرب پر انحصار ختم کیا جاسکتا ہے۔

iii مشترکہ دفاع کا قیام

اسلامی ممالک علاقائی بنیادوں پر مشترکہ دفاعی قوت تشکیل دیں یعنی مشترکہ علاقائی دفاع قائم کریں مثلاً پانچ سات ممالک جن کی سرحدیں آپس میں ملتی ہیں وہ اپنا مشترکہ دفاع قائم کریں جیسا کہ خلیجی ممالک ملکر اس طرح کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ پاکستان، ایران، افغانستان اور وسطی ایشیاء کی ریاستیں علاقائی دفاعی قوت کی تشکیل کر سکتی ہے۔

iv مشترکہ خارجی پالیسی

مسلم ممالک کی خارجہ پالیسی کا ایک بنیادی اصول تمام عالم اسلام میں طے پایا جانا چاہیے جو عین قرآنی تعلیمات کے مطابق ہو۔ امور خارجہ میں آپؐ نے وہ تمام طریقے اختیار فرمائے جن سے استحکام ملت ممکن تھا اندرونی اطمینان وسکون کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ سیاست کے خارجی معاملات درست ہوں آپؐ نے دو بڑی تنظیم سے اسلامی ریاست کو عزت و وقار سے ہمکنار کیا۔ (۸۱)

v اسلامی سائنس ادارے کا قیام

" واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل تر هبو ن به عدو الله " (۸۲)

"اور ان سے لڑائی کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھو جتنی تم میں قوت ہے اور گھوڑے پالو تا کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر دھاک پڑے" تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان سائنس کے موجد ہیں ان کا یہ ورثہ غیر مسلم اقوام نے چھین لیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ سائنسی کام کو ترقیاتی بنیادوں پر چلایا جائے یہ ادارہ مصنوعات ٹیکنالوجی اور ایٹمی قوت میں تحقیقی کام کرے اس کے ساتھ زراعت اور صنعت

کے لیے تحقیقی کام کرے اس طرح اسلامی دنیا یورپ اور مغرب کو شکست دے جائے گی اگر امت مسلمہ باہم اسلام سائنسی ادارہ قائم کرلیں تو کوئی بات نہیں کر د ترقی کی راہ پر گامزن نہ ہوں۔

5۔ تہذیبی وثقافتی ذمہ داریاں

i مغربی تہذیب کا خاتمہ / اسلامی تہذیب کا احیاء

مولانا سید ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں۔

''یہ انسان کی ایک بہت بڑی ٹریجڈی اور تاریخ کا عظیم المیہ تھا کہ مغربی تہذیب اس زمانہ اور اس قوم میں وجود میں آئی جو ایمان بالغیب جیسی دین کی بنیادوں سے باغی تھی۔ اور دین کے ان نام نہاد علمبرداروں سے سخت بیزار اور متنفر تھی جنھوں نے دین کو اپنے ذاتی مصلح اور نفسیاتی خواہشات کا تابع اور آلہ کار بنا رکھا تھا ان کی بد کرداری، ان کی وحشت و جہالت اور علم و عقل کے راستہ میں رخنہ اندازی کی کوشش سے وہ ان سے برانگیختہ و بیزار تھی چنانچہ تہذیب و صنعت اور تیز مادی رجحان ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔ (۸۳)

لہذا اسی مغربی تہذیب کا یہ اثر ہوا کہ اسلامی معاشرہ انتشار و بدعنوانی، فرقہ واریت بے راہ روی اور فحاشی و عریانی کا گھوارہ بن گیا جہاں قل ھواللہ کی صدائیں گونجتی تھیں وہاں انڈین گانے سنائی دینے لگے اور یوں امت مسلمہ کا زوال ان کا مقدر ہوگیا۔ بقول اقبال

گنوادی اسلاف سے جو میراث ہم نے پائی تھی ۔ ثریا سے آسمان نے زمین پر ہم کو دے مارا

لہذا عصر حاضر کی یہ ضرورت ہے کہ آج پھر سے خلفائے راشدین کی یاد کو تازہ کیا جائے اور ایسا صالح اقدار پر مشتمل معاشرہ قائم ہو جسکی بنیاد اسلامی اصولوں، اسلامی اقدار و تہذیب اور اخوت و محبت، ہمدردی اور ایثار جیسے جذبات پر رکھی گئی ہوتا کہ امت مسلمہ اپنی عظمت رفتہ بحال کرسکیں۔

مادیت و سیکولزم کا خاتمہ

''دنیا میں مادہ کے سوا کوئی چیز نہیں حتی کہ انسان بھی صرف برقیہ اور سالمیہ کی ہی کرشمہ سازی ہے'' (۸۴)

مغرب نے دنیا پرستی کو نہایت دلفریب بنا کر پیش کیا جو چیز اس کی راہ میں حائل ہوئی وہ مصنفین اور اہل قلم کی ان کے خلاف بغاوت تھی۔ اس مادیت پرستی کا یہ اثر ہے کہ اس زمانے میں انسان صرف حصول زر اور جلب منفعت کے لیے زندہ ہے اس سے زیادہ کچھ سوچنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

جنوری ۱۹۳۵ء میں سال نو کے موقع پر علامہ اقبال نے ایک پیغام دیا۔

''لیکن اس تمام ترقی کے باوجود اس زمانے میں ملوکیت کے جبر و استبداد نے جمہوریت، قومیت اشتراکیت اور فسطائیت کے نہ جانے کون کون سے نقاب اوڑھ رکھیں ہیں ان نقابوں کی آڑ میں دنیا بھر میں قدر حریت اور شرف انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ تاریخ عالم میں کوئی تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش کر سکتا ہے'' (۸۵)

اسی طرح انہوں نے موجودہ انسان کی بے کسی اور بے بسی کا نقشہ یوں کھینچا ہے

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا!　　آج تک فیصلہ نفع و ضرور کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

یوں اس مادیت اور سیکولرزم نے انسانی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا اور امت مسلمہ زوال کا شکار ہو گئی آج پھر اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی تہذیبی و ثقافتی اقدار جن کی بنیاد ایمان وتقویٰ پر رکھی گئی ہے ان کا احیاء کریں اور اسلام کی اخلاقی اقدار کو ترویج دیں۔

خلاصۃ المقال

آج ہم دیکھتے ہیں کہ امت مسلمہ غیروں کی غلامی کے ہتھکنڈوں میں جکڑ چکی ہے ان میں وہ خودی سلامت نہ رہی جس کو اقبال نے مسلم امہ کا طرۂ امتیاز قرار دیا تھا۔ ان میں پیغام خداوندی باقی نہ رہا انہوں نے قرآن کو چھوڑ کر کفار کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ اس قوم میں نہ تو ذہانت کی کمی ہے، نہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی اور نہ ہی علمی ذخیرہ کی، اس کے باوجود آج ہم پریشان، مایوس اور زوال کا شکار ہیں اس کا جواب کوئی دوسرا نہیں دے گا جب تک ہم خود بیدار نہ ہوں گے۔

چلیں تو عزم کرتے ہیں کہ تمام امت مسلمہ کو ایک ایسے ورلڈ آرڈر سے متعارف کرادیں گے جو سیرت نبویہ ﷺ کا شاہکار ہے کیونکہ بقول اقبال مسلمان میں یہ صلاحیت موجود ہے۔

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو　　قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو　　دیکھو تو پوشیدہ تجھ میں شوکت طوفان بھی ہے
سینہ ہے تیرا امین اس کے پیام ناز کا　　جو نظام دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے　　(۸۶)

وآخر دعونا عن الحمد للہ رب العلمین

حوالہ جات

۱ نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، جنگ روز نامہ، ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۱ء

۲ طاہر القادری، ڈاکٹر، نیو ورلڈ آرڈر یا عظیم اسرائیل، ص ۷

۳ سلیم شیخ، اسلامک ورلڈ آرڈر، ص ۱۸۰-۱۸۱

۴ ایضاً، ص ۱۸۸-۱۸۹

۵ نیا عالمی نظام امریکی نقطہ نظر، سہ روز "دعوت" نئی دہلی ص ۱۴

۶ عالمی تنظیم نو محرکات مظہرات اور تفکرات ہفت روزہ تکبیر، ص ۷

۷ ۲:البقرہ:۲۵۱

۸ ۲:البقرہ:۲۵۱

۹ ۹:التوبہ:۳۲

۱۰ ۶۱:الصف:۸

۱۱ روز نامہ جنگ، ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

۱۲ مارشل پلان سے بش نظام تک، سہ روز، "دعوت" نئی دہلی

۱۳ روز نامہ جنگ، ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

۱۴ نیا عالمی نظام، سہ روزہ "دعوت" نئی دہلی، ص ۳۱

۱۵ روز نامہ جنگ، ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

۱۶ مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۲۵۷-۲۵۸

۱۷ سیرۃ، ۲۷۸/۱-۲۷۹

۱۸ اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالبات دین، ص ۱۹-۲۰

۱۹ ۲:البقرہ:۱۴۳

۲۰ اسرار احمد ڈاکٹر، مطالبات دین، ص ۴۰-۴۱

۲۱ ایضاً، ص ۶۶-۶۷

۲۲ ۱۰۳:العصر:۱-۳

۲۳ ۲:البقرہ:۲۰۸

۲۴ ۴۲:الشوریٰ:۱۳

۲۵ ایضاً

۲۶ ۴۹:الحجرات:۱۳

۲۷ ۴:النساء:۱

۲۸ نقوش رسول نمبر، جلد۲، ص ۲۲۱-۲۲۲

۲۹ بخاری، کتاب بدالخلق، باب ہجرۃ النبی الی المدینہ ۴/۲۵۸، سیرۃ ۲/۱۴۱

۳۰ ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجہ فی کراھیتہ ان یشفع فی الحدود، ۴/۳۸

۳۱ بخاری، کتاب لمغازی، باب غزوہ الخندق، ۵/۴۷

۳۲ سلیم شیخ، اسلامک ورلڈ آرڈر، ص ۵۱/۵۲

۳۳ ۵:المائدہ:۸

۳۴ ۵:المائدہ:۳۲

۳۵ بخاری، کتاب الصلوۃ، باب فضل استقبال القبلہ، ۱/۱۰۲

۳۶ السیرۃ النبویہ، ۴/۲۵۰

۳۷ مسلم، کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم، ۸/۱۱۱، ابوداؤد کتاب الادب، باب فی الغیبتہ، ۵/۱۹۶

۳۸ ۲:البقرہ:۲۵۶

۳۹ سلیم شیخ، اسلامک ورلڈ آرڈر، ص ۶۶

۴۰ نقوش رسول نمبر، جلد ۱۱، ص ۶۴۸

۴۱ خالدعلوی، ڈاکٹر، انسان کامل، ص ۲۱۵

۴۲ مسند، ۴/۱۲

۴۳ جامع، ۱/۲۱

۴۴ بخاری، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ، ۱/۳۴، کتاب الاعتصام، باب تعلیم النبی امتہ، ۸/۱۴۹

۴۵ صحیح بخاری، ۱/۶-۹

۴۶ ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ، ۱/۱۶۸

۴۷ صحیح، مسلم، مشکوت، ۲/۴۲۲

۴۸ صحیح بخاری، ۱/۶

۴۹ صحیح بخاری، ۱/۶

۵۰ مسلم، مشکوۃ، ۲/۴۲۲

۵۱ متفق علیہ، مشکوۃ ۳/۴۲۲

۵۲ صحیح بخاری،۲/۸۹۶

۵۳ سنن ابی داؤد،۲/۳۳۵

۵۴ شعب الایمان للبیہقی، مشکوۃ،۲/ ۴۲۴

۵۵ صحیح بخاری،۲/ ۸۹۳

۵۶ ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ،۱/ ۱۴

۵۷ صحیح بخاری،۱/۱۹۰

۵۸ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرھا،۱/ ۶۴

۵۹ مسند،۲/ ۹۴

۶۰ نسائی، کتاب تحریم الدم، باب تغریم الدم،۷/ ۸۳

۶۱ الرسول القائد،۱۹

۶۲ مسلم، کتاب جہاد، باب من قاتل لتکون......،۶/ ۴

۶۳ نسائی، کتاب الجہاد، باب من غزا فی سبیل اللہ،۶/ ۲۴-۲۵

۶۴ الرسول القائد،۱۹

۶۵ ۲:البقرہ:۱۹۰

۶۶ خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، ص۳۳۵

۶۷ عبدالرحمن عزام، تاجدار دو عالم، ص۱۶۱

۶۸ ۲۲:الحج:۴۱

۶۹ حسن ابراہیم، مسلمانوں کا نظام مملکت، ص۸۱

۷۰ مسلم، کتاب الامارہ، باب النہی عن طلب الامارۃ،۶/ ۶

۷۱ ابوداؤد، کتاب الامارہ، باب النہی عن طلب الامارت،۶/۶

۷۲ صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلا، ص۳۱

۷۳ ۵۹:الحشر:۷

۷۴ ۴:النساء:۸۰

۷۵ ابوداؤد، مشکوٰۃ، کتاب الصلح

۷۶ ۱۶:النحل:۹۱-۹۲

۷۷ سلیم شیخ، اسلامک ورلڈ آرڈر، ص۱۳۱

۷۸ السیرۃ الجلیلہ، جلد ۲ ص ۳۳۵

۷۹ خورشید احمد، پروفیسر، ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل، ص ۴۲

۸۰ روزنامہ جنگ، ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

۸۱ خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، ص ۳۷۱

۸۲ ۸: الانفال: ۶۰

۸۳ ندوی، سید ابوالحسن، اسلامیت و مغربیت میں کشمکش، ص ۲۸۸

۸۴ صدیقی، عبدالحمید، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام، ص ۲۳

۸۵ ایضاً، ص ۵۶-۵۷

۸۶ اقبال، بانگ درا، ص ۱۵۰

کتابیات

القرآن الحکیم

......ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سنن، (مترجم علامہ وحید الزمان) محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل کراچی، س۔ن

......ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، ۱۹۵۷ء

......ابن ھشام، السیرۃ النبویہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء

......ابن ماجہ، الحافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن، محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل کراچی، س۔ن

......اسرار احمد، ڈاکٹر، مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، بار اول ۱۹۹۳ء

......اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور بار اول مارچ ۱۹۹۴ء

......اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام اور پاکستان، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور طبع اول جنوری ۱۹۸۳ء

......اسرار احمد، ڈاکٹر، استحکام پاکستان، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور بار اول مارچ ۱۹۸۶ء

......اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالبات دین، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور طبع اول جولائی ۱۹۷۵ء

......اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام کی نشاۃ ثانیہ، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور طبع اول مئی ۱۹۶۸ء

......بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (مترجم علامہ وحید الزماں)، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۴ء

......برق، غلام جیلانی، الجاد مغرب اور ہم، (تحقیق و تقدیم پروفیسر محفوظ الرحمن نعیمی)، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور طبع دوم ۱۹۸۸ء

......تبریزی، محمد بن عبداللہ الخطیب، مشکوۃ المصابیح، ناشران قرآن لمیٹڈ، س۔ن

......تقی عثمانی، مولانا، عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو، مکتبہ دار العلوم، کراچی

......جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، مشتاق بک ڈپو شیلڈن روڈ کراچی، باراول ۱۹۶۴ء

......حسن ابراہیم، مسلمانوں کا نظم مملکت، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۴۷ء

......حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، اشاعت اول ۱۹۸۵ء

......خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور طبع اول ۱۹۷۴ء

......خورشید احمد، پروفیسر، ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، طبع اول ۱۹۹۶ء

......دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، السنن، مطبعۃ الاعتدال، دمشق، ۱۹۴۹ء

......سلیم شیخ، اسد اسلامک ورلڈ آرڈر، مکتبہ القریش، چوک اردو بازار لاہور، باراول مارچ ۱۹۹۲ء

......صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام، بیروت، ۱۹۶۱ء

......صدیقی، عبدالحمید، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام، اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ، لاہور، اشاعت اول اگست ۱۹۷۶ء

......عبدالصمد، پاکستان معاشی تعلیمی اور سماجی مسائل، فکشن ہاؤس مزنگ روڈ لاہور، ۱۹۹۶ء

......عبدالغنی، نصب العین، مہتم المرکز اشاعت اسلام حبیب گنج لاہور، س۔ن

......عزام عبدالرحمٰن، تاجدار دو عالم، نفیس اکیڈمی، کراچی

......قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۵۶ء

......مبارک کپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، لاہور

......محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، (مترجم سجاد احمد کاندھلوی)، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ لاہور، پہلی بار دسمبر ۱۹۷۷ء

......مسلم بن الحجاج، قشیری، امام، الجامع الصحیح، (مترجم علامہ وحید الزماں) نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء

......ملک، امجد حیات، نیو ورلڈ آرڈر، احمد پرنٹنگ پریس، لوئر مال لاہور، طبع دوم ۱۹۹۶ء

......مودودی، ابوالاعلیٰ سید، عصر حاضر میں امت مسلمہ کے مسائل اور ان کا حل، (ترتیب خلیل احمد حامدی)، ادارہ معارف اسلامی منصور، لاہور، طبع اول دسمبر ۱۹۸۶ء

......مودودی، ابوالاعلیٰ سید، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول مبادی، مکتبہ جماعت اسلامی اچھرہ، لاہور، ۱۹۹۵ء

......ندوی، ابوالحسن، اسلامیت اور مغربیت میں کشمکش، مجلس نشریات اسلام آباد، کراچی، ۱۹۸۱ء

رسائل

ہفت روزہ تکبیر	۲۵ جولائی ۱۹۹۱ء
نیو ورلڈ آرڈر یا عظیم تر اسرائیل	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری خصوصی اشاعت، ادارہ منہاج القرآن، لاہور
سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی	خصوصی اشاعت ۱۲۲ پریل ۱۹۹۲ء
نقوش رسول نمبر	مدیر محمد طفیل، ادارہ فروغ اردو، لاہور

اخبارات

روز نامہ جنگ لاہور	۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء
روز نامہ جنگ لاہور	۱۱۵ کتوبر ۱۹۹۱ء
روز نامہ جنگ لاہور	۱۱۲۱ کتوبر ۱۹۹۱ء
روز نامہ جنگ لاہور	۱۹ نومبر ۱۹۹۱ء
روز نامہ جنگ لاہور	۳۰ نومبر ۱۹۹۱ء
روز نامہ جنگ لاہور	۹۱ فروری ۱۹۹۲ء
روز نامہ جنگ لاہور	۲۲ نومبر ۱۹۹۲ء

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

مریم گل۔ لاہور

ا۔ پس منظر:

یوں تو دواڑھائی سوسال پہلے سے ہی نیوورلڈ آرڈر کے بارے میں سننے میں آتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر۔

ا۔ ۱۷۶۳ء میں لکھا جانے والا معاہدہ پیرس جو نیوورلڈ آرڈر کہلایا۔

۲۔ ۱۸۱۰ء میں "Concent of Europe" کے نام سے ایک ورلڈ آرڈر لکھا گیا۔

۳۔ "Crimean War" کے اختتام پر کانگریس آف پیرس میں نیوورلڈ آرڈر لکھا گیا۔

۴۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر "Treaty of Versiles" کے تحت نیوورلڈ آرڈر جاری کیا گیا۔(۱)

لیکن امریکہ نے خلیج کی جنگ کے بعد جس نیوورلڈ آرڈر کا نعرہ بلند کیا ہے' اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ یہودیوں کی سوچ تھی جسے عملی جامہ امریہ کے عیسائیوں نے پہنایا ہے۔

صدر روز ویلٹ کے مشیر وار برگ نے ۱۷ فروری ۱۹۵۰ء کو اعلان کیا تھا کہ:

''ہم یہودیوں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم عالمی حکومت قائم کریں گے اب سوچنا صرف یہ ہے کہ آیا یہ حکومت جنگ کے ذریعے قائم کی جائے یا سیاسی حکمت عملی سے حاصل کی جائے''۔(۲)

گویا ۱۹۵۰ء میں یہودیوں میں اس نظام کا چرچا تھا جبکہ بعض حضرات کے مطابق یہ اس سے بھی قدیم بحث ہے۔ نیاز حسین کہتے ہیں کہ:

''ہماری دانست میں نیا عالمی نظام اس وقت مرتب ہونا شروع ہوگیا تھا جب پہلی جنگِ عظیم کے دوران اکتوبر ۱۹۱۷ء میں روس میں عظیم سوشلسٹ انقلاب برپا ہوا اور جس کے نتیجے میں مغربی یورپ اور امریکہ اپنے آبائی علاقوں میں سمٹتے چلے گئے''۔(۳)

سوویت رہنما میخائل گورباچوف نے ۷ دسمبر ۱۹۸۸ء کو اپنی اقوام متحدہ میں کی جانے والی تقریر میں کہا تھا۔

''آج دنیا اس موڑ پر آ گئی ہے کہ مزید عالمی ترقی صرف عالمی سطح پر ایک اتفاق رائے کے ذریعے ہی ممکن ہوگی کیونکہ ہم لوگ ایک ''نئے عالمی نظام'' کی طرف بڑھ رہے ہیں''۔(۴)

یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہودیوں نے اپنے اس منصوبے کو سیاسی حکمت عملی کے استعمال کے تحت پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اس کا اندازہ وارسا پیکٹ کے خاتمے سے کچھ پہلے گورباچوف کے بیان سے بھی ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ:

نئے عالمی نظام کو قابل عمل بنانے کے لئے روس اور امریکہ کا باہمی تعاون بنیادی شرط کی حیثیت رکھتا ہے''۔(۵)

موجودہ عالمی نظام میں اسرائیل کے ساتھ خصوصی رعایت اس تصور پر مہر تصدیق ثبت کر دیتی ہے کہ واقعی نیو ورلڈ آرڈر کی بیک گراؤنڈ یہودی منصوبہ بندی ہے۔

۲۔ امریکہ کا پیش کردہ نیو ورلڈ آرڈر:

امریکہ کا پیش کردہ نیو ورلڈ آرڈر ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۱ء تک کے عرصے میں اپنے دور تخلیق کے بلند ترین مراحل سے گزر رہا تھا۔ اگرچہ صدر بش نے یہ نظام پیش تو خلیج کی جنگ کے بعد کیا لیکن فی الحقیقت یہ اس سے کافی پہلے کا منصوبہ ہے۔ چارلز ولیم جنگ خلیج کے بارے میں کہتا ہے کہ:

''اس جنگ کے اصل اسباب چار تھے یعنی امریکہ اور مغربی اقوام کے لئے تیل کے حصول کو محفوظ کرنا' عالمی نظام کا قیام' امریکہ کی سلامتی اور اسرائیل کا تحفظ''۔(۶)

گویا خلیج کی جنگ کو نئے عالمی نظام کا ابتدائیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن سرکاری سطح پر اس اصطلاح کو ۱۹۹۱ء میں پذیرائی نصیب ہوئی اور صدر بُش کے ذہن میں اس نظام کے ابھرنے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:

''جب صدر بُش اگست ۱۹۹۰ء کے وسط میں اپنے قومی سلامتی کے مشیر برنٹ سکوکرافٹ کے ساتھ کشتی میں ایک طویل سیر پر گئے...... اپنے پرانے دوست کے ساتھ کشتی پر سوار ہوتے وقت جارج بش کو اس امر میں دقت پیش آ رہی تھی کہ عراقی جارحیت کے خلاف عالمی ردعمل کو کیسی اصطلاح کے ذریعے بیان کریں لیکن جب وہ کشتی واپس لنگر انداز ہوئی تو صدر بُش بڑے یقین اور جوش کے ساتھ ''نئے عالمی نظام'' کا ذکر کر رہے تھے''۔(۷)

یوں اس پورے سفر کا حاصل تین مچھلیاں اور اہل دنیا کے لئے ایک "New World Order" تھا۔

''اگست ۱۹۹۰ء سے مارچ ۱۹۹۱ء تک صدر بُش اپنے بیانوں اور تقریروں میں بیالیس (۴۲) مرتبہ اس ''نئے عالمی نظام'' کی بات کو پورے زور وشور سے پیش کیا اور ایسے مستقبل کی اساس قرار دیا''۔(۸)

خلیج کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد ۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو صدر بش نے دعویٰ کیا کہ:

''اب ہم ایک نئی دنیا کو اپنی آنکھوں کے سامنے ابھرتا دیکھ رہے ہیں۔''(۹)

۳۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل کے بنیادی اسباب:

نئے عالمی نظام کی تشکیل کے اسباب ومحرکات بھی قابل غور پہلو ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے تین بنیادی اسباب ہیں۔

(۱) دنیا دو عالمی طاقتوں کی کشمکش میں رہ رہی تھی' امریکہ اور روس کافی عرصے سے اپنی من مانی کاروائی نہیں کر پا رہے تھے اس لئے کہ ہر طاقت دوسری طاقت کے لئے "Check and Balance" کا کام دے رہی تھی۔ دونوں کو مختلف محاذوں پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا مثلاً ویت نام اور ایرانی انقلاب سے امریکہ کو نقصان پہنچا جبکہ افغانستان سے روس کو منہ کی کھانی پڑی۔ لہٰذا دونوں سپر پاورز نے دنیا کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے نیو ورلڈ آرڈر کا منصوبہ بنایا۔

(۲) روس کی شکست کے بعد امریکہ دنیا پر تنہا اپنی مرضی مسلط کرنا چاہتا تھا جس کے لئے نیو ورلڈ آرڈر کو اس نے ایک حربے کے طور پر استعمال کیا۔

(۳) مختلف ممالک میں اپنی آزادی وسلیت کی بحالی کے لئے تحریکات چل رہی تھیں۔ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے ان تحریکات کو اپنے کنٹرول میں لانا بھی مقصود تھا۔ اس میں یہ شق رکھی گئی کہ کسی بھی ملک میں سیاسی اور جغرافیائی تبدیلیاں بین الاقوامی کمیونٹی کی مرضی کے بغیر نہ ہوں یوں ان تحریکات کو دبانا بھی مقصود تھا۔ (۱۰)

۴۔ نئے عالمی نظام کے بنیادی خدوخال/اہم پہلو:

امریکہ اور مغربی دنیا کے نقطہ نگاہ سے نیو ورلڈ آرڈر بنیادی طور پر چھے نکات پر مشتمل ہیں۔

۱۔ دنیا کے ہر ملک کو اتنی ہی فوجی اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے جتنی اس کی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لئے درکار ہے۔

۲۔ کسی بھی ملک کو اپنی دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لئے اقوام متحدہ کی رضامندی لینا لازمی ہوگا۔

۳۔ ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کر دیئے جائیں۔

۴۔ کسی بھی ملک میں سیاسی دائرہ کار سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی جمہوری طریقوں سے لائی جائے۔

۵۔ حکومتوں کے طریقہ کار (پارلیمانی یا صدارتی) میں تبدیلی عوام کی مرضی سے کی جائے۔

۶۔ تجارت کی بین الاقوامی مارکیٹوں، مراکز اور کالونیوں پر کسی کا تسلط نہیں ہونا چاہیئے۔ (۱۱)

ان نکات کی وضاحت امریکی قیادت وقتاً فوقتاً اپنے بیانات میں بھی کرتی رہی۔ مثلاً صدر بش نے ۲۸ جنوری ۱۹۹۲ء کو اپنے "سٹیٹ آف یونین پیغام" میں فرمایا تھا کہ:

"ہماری پالیسی یہ ہوگی کہ عالمی تجارت کے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم کر دی جائیں، ہم ہر جگہ "اوپن مارکیٹ" کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے"۔ (۱۲)

مزید فرماتے ہیں کہ اس نظام میں طاقت کا استعمال درست طریقے پر ہوگا۔

"طاقت کا استعمال اگر درست طریقے سے ہو تو وہ نفع بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ پہلے دنیا دو باہم متضاد کیمپوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اب اس دنیا پر صرف ایک طاقت کی حکمرانی ہے اور وہ ہے امریکہ، لیکن ہم سے دنیا خوفزدہ نہیں ہے۔ انہیں ہم پر اعتماد ہے کہ ہم طاقت کا استعمال درست طریقے پر کریں گے"۔ (۱۳)

۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو صدر بش نے اپنے ایک بیان میں اس نظام پر یوں روشنی ڈالی کہ:

"جارحیت کو روکنے اور استحکام، خوش حالی اور امن و آشتی کے حصول کے لئے دوسری اقوام سے تعاون کی راہیں نکالنے سے یہ عبارت ہے کہ اس کی منزل ایک ایسی دنیا ہے جہاں تنازعات کا حل پر امن ذرائع سے ہو جہاں جارحیت کا مقابلہ سب متحد ہو کر کریں جس میں اسلحے کے ذخیروں کو قابو کیا جا سکے اور جس میں تمام انسانوں کے ساتھ انصاف کا سلوک ہو سکے"۔ (۱۴)

۵۔ نئے عالمی نظام کے اہداف و مقاصد:

ان تمام باتوں کا جائزہ لینے کے بعد ہمارے سامنے نئے عالمی نظام کے مندرجہ ذیل اہداف و مقاصد ابھرتے ہیں۔

I. اجتماعی سلامتی کا انتظام:

یعنی "Collective Security System" رائج کیا جائے۔

"نئے عالمی نظام میں اجتماعی سلامتی کا انتظام کیا جائیگا' جس کی قیادت امریکہ کرے گا البتہ اس کو عالمی ادارہ اقوام متحدہ کی چھتری حاصل ہوگی۔ اجتماعی سلامتی کے معنی یہ ہوں گے کہ جہاں کہیں سلامتی کے لئے کوئی خطرہ رونما ہو اس کا تدراک کیا جائے"۔(۱۵)

II. اسلحہ کے پھیلاؤ کو روکنا:

یہ اس نظام کا بنیادی ہدف ہے کہ ساری دنیا میں تخفیف اسلحہ کا نظام نافذ کیا جائے۔

"اگر اس کام کو معاہدات اور عالمی نگرانی کے ذریعہ انجام دیا جا سکے تو فھوالمراد لیکن اگر ضرورت پڑے تو قوت کا استعمال کر کے بھی اسلحہ کے اس پھیلاؤ کو روکنا اس عالمی نظام کے اہداف میں سے ایک ہے"۔(۱۶)

III. سرمایہ داری نظام کی فتح:

اس نظام کا یہ بھی ایک بنیادی ہدف ہے کہ دنیا میں سرمایہ داری نظام کی بالا دستی قائم ہو اس لئے کہ اس نظام کو پیش کرنے والا امریکہ اسی نظام کا علمبردار ہے"جس طرح امریکہ دنیا کی واحد عالمی طاقت ہے اس طرح مغربی لبرلزم اور سرمایہ داری اب دنیا کا غالب سیاسی اور معاشی نظام بھی ہے"۔(۱۷)

IV. اقتصادی بالا دستی کا قیام:

اس نظام کے ذریعے امریکہ ایک عالمی معاشی نظام کے قائد کی حیثیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

"امریکہ تیسری دنیا اور اسلامی ممالک کے بیشتر خطوں کو نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے اب اپنی اقتصادی نو آبادیات بنانا چاہتا ہے جس سے ان ممالک کا سیاسی اور اقتصادی استحصال ہوگا اور یہ ممالک امریکہ کے زیر تسلط منڈیاں بن جائیں گی"۔(۱۸)

یوں اس نئے عالمی نظام کا ایک اہم ہدف یہ ہے کہ بین الاقوامی منڈیوں کا کنٹرول امریکہ اور بین الاقوامی طاقتوں کے ہاتھ چلا جائے تا کہ ساری دنیا پر امریکہ اپنی بالا دستی قائم رکھ سکے۔

V. سیاسی عزائم:

نیو ورلڈ آرڈر کے مصور اس نظام کے ذریعے پوری دنیا پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں تا کہ "پوری دنیا کی سیاسی پالیسیوں کو کنٹرول کر سکے"۔

''امریکی کانگریس میں صدر بُش کے بیان ''ہم سرد جنگ جیت چکے ہیں' امریکہ جو اب تک یورپ کا لیڈر تھا اب ساری دنیا کا لیڈر بن گیا ہے'' سے امریکہ کے عزائم اور نیو ورلڈ آرڈر کے خدوخال کی پوری طرح عکاسی ہوتی ہے''۔(۱۹)

۶۔ نئے عالمی نظام کی تاریخ کے دو اہم موڑ:

نئے عالمی نظام کی تاریخ میں دو واقعات ایک بہت اہم موڑ کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے اس نظام کی ترجیحات اور سارا عملی لائحہ عمل بدل گیا۔

I. روس کا افغانستان سے انخلاء II. ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کا حادثہ

I. روس کا افغانستان سے انخلاء:

اس واقعے سے پہلے ساری دنیا "Bi Polar System" کے تحت چل رہی تھی۔ لیکن اس کے بعد دنیا میں "Uni Polar System" اُبھر کر سامنے ایا۔ اس سے قبل دو عالمی طاقتوں کی موجودگی میں بین الاقوامی سطح پر فیصلوں میں "Check and Balance" کا نظام خود بخود ہی رائج تھا لیکن جب روسی افواج کا افغانستان سے انخلاء ہوا تو روس بحیثیت عالمی طاقت بھی اپنے وجود کو برقرار نہ رکھ سکا گویا اب میدان صرف ایک طاقت کی من مانی کاروائیوں کے لئے صاف ہو گیا تھا۔

II. ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کا حادثہ:

ویسے تو روسی افواج کے افغانستان سے انخلاء کے ساتھ ہی پوری دنیا میں "Uni Polar System" نافذ ہو گیا لیکن ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثے کے بعد صورتحال کچھ زیادہ ہی بدل گئی ہے اور نیا عالمی نظام واقعی ایک نیا عالمی فرمان بن کر رہ گیا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۷۔ نئے عالمی نظام میں امریکہ کی حیثیت:

اس نئے عالمی نظام میں امریکہ کو جو حیثیت حاصل ہے اس ی بناء پر اس کو ''نیا عالمی فرمان'' اور ''نظریہ بُش'' کہنا تو بجا ہو گا لیکن ''نیا عالمی نظام'' کہنا بالکل بھی درست نہیں۔

''بحالت موجودہ جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ جس نئے عالمی نظام کی دھوم ہے وہ صرف امریکی نظام (Pax American) ہی ہوتا نظر آ رہا ہے''۔(۲۰)

''امریکہ اپنے تصور کے مطابق عالمی نظام کے ایک ایسے کوتوال کی حیثیت رکھتا ہے جو دنیا کو ایک منصفانہ عالمی نظام کی طرف نہیں بلکہ ''امریکی عالمی نظام'' (Pax American) کی طرف دھکیل رہا ہے''۔(۲۱)

Pax رومن زبان کا لفظ ہے جس سے مراد امن ہے۔ یوں اس کا مطلب ہو گا کہ امریکہ کی شرائط پر امن۔ جسے امن چاہیئے جو امریکہ کی شرائط مان کر امن خرید لے''۔(۲۲)

ایک امریکی تجزیہ نگار ''نیشنل ریویو'' کے ایک مضمون میں لکھتا ہے۔

''اس نظام میں امریکہ کی حیثیت وہی ہوگی جو قرونِ وسطیٰ کے فیوڈل معاشرہ میں بادشاہ کی ہوتی تھی یعنی اصل حاکمِ اعلیٰ''۔(۲۳)

اسی طرح جب صدر بُش سے یہ سول کیا گیا کہ موجودہ عالمی نظام میں کیا امریکہ دنیا کے پولیس مین کا کردار ادا کرے گا تو صدر بش نے جواباً کہا:

''موجودہ عالمی تناظر میں صاف صاف بات یہ ہے کہ جب دنیا کو محفوظ جگہ بنانے کی بات ہو تو پھر امریکہ کے شانوں پر ایک غیر مساوی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاہم میں امریکہ کے اس کردار کو عالمی پولیس مین کا کردار نہیں کہوں گا''۔(۲۴)

بش صاحب تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن فی الحقیقت بات یہی ہے۔

۸۔ نئے عالمی نظام میں اقوام متحدہ کی حیثیت:

اس نئے عالمی نظام میں اقوام متحدہ کی حیثیت کیا ہے؟ اس کو متعین کرنا بھی ایک اہم سوال ہے جو جواب کا متلاشی ہے۔

''اقوام متحدہ پہلے ہی ایک بین الاقوامی ادارہ ہے۔اقوام متحدہ کا چارٹر پہلے ہی موجودہ ورلڈ آرڈر ہے' اس لئے اس کے ہوتے ہوئے نیو ورلڈ آرڈر کا جاری کیا جانا' اقوام متحدہ کو بے بس کرنے کے برابر ہے''۔(۲۵)

اب موجودہ صورتحال یہ ہے کہ اقوام متحدہ امریکہ کا ایک ذیلی ادارہ معلوم ہوتا ہے اور اسی پالیسی کے مطابق وہ کام بھی کر رہا ہے۔اس نئے عالمی نظام کے تحت اقوامِ متحدہ "A House of dead resolection" کے عزت افزاء کلمات تو پہلے ہی حاصل کر چکا ہے۔

۹۔ نیا عالمی نظام' عملی صورتحال:

اس نئے عالمی نظام کا جائزہ لینے کے بعد جو عملی صورتحال دیکھنے میں آتی ہے تو اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ سارے قوانین صرف کمزور اقوام عالم کے لئے ہی سختی سے عمل پیرا ہونے کے طالب ہیں۔ورنہ ان کے مصوّر تو خود ان کے قوانین سے بالاتر حیثیت اختیار کئے ہوئے ہیں۔

بات تو جمہوریت کی کی جاتی ہے لیکن عملاً سامراجیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

''امریکہ جو دنیا بھر کو تو جمہوریت کی تلقین کرتا ہے اگر خود جمہوریت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے اپنا نیو ورلڈ آرڈر اقوام متحدہ کو پیش کرنا چاہیئے تھا کیونکہ اقوام متحدہ ایک بین الاقوامی اسمبلی ہے اس لئے وہ اقوام متحدہ میں پیش کر کے اقوامِ عالم کو اس پر بحث کا موقع دیتا پھر اقوامِ متحدہ کا چارٹر موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے نیو ورلڈ آرڈر دے کر امریکہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس نے بیک وقت اقوام متحدہ اور اس کے چارٹر کو منسوخ کر دیا ہے''۔(۲۶)

اسی طرح In Principle بات تو اوپن مارکیٹ کو فروغ دینے کی کی گئی تھی لیکن عملاً خود امریکہ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔گویا اب Uni Polar System اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔جس آزادی کے نام پر یہ عالمی نظام پیش کیا گیا تھا آج امریکہ خود اس آزادی کی تجدید کا کام کر رہا ہے۔

ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کرنے کی بات کی گئی تھی لیکن امریکہ میں ۱۹۸۹ء میں شائع ہونے والی ایک تحقیق رپورٹ میں بتایا گیا کہ:

''امریکا ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے [redacted] سے زائد دفعہ ایٹمی اسلحہ استعمال کرنے کی دھمکی دے چکا ہے''۔(۲۷)

امریکا نے مختلف ممالک پر عملاً فوج کشی بھی کی ہے۔

عراق' کویت' صومالیہ' یوگوسلاویہ' روانڈا' البانیہ' سوڈان' افغانستان اور دیگر کئی ممالک میں امریکی فوج تعینات کی گئی ہے۔(۲۸)

۱۹۹۹ء میں انسانی حقوق کی ایک رپورٹ کے مطابق:

''خلیج کی جنگ کے دوران ایک اندازے کے مطابق ۲۴ سے ۳۰ ملین کلسٹر بم گرائے گئے' جن میں سے 1.2 اور 1.5 ملین کی تعداد کے درمیان ایسے تھے جو پھٹ نہیں سکے''۔(۲۹)

زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ۱۹۹۹ء ہی کی بات ہے کہ:

''۱۹۹۹ء کے اواخر میں جب امریکی فوجیں پانامہ سے واپس جا رہی تھیں تو انہوں نے اپنے پیچھے ایسی بہت سی جگہیں چھوڑ دی تھیں جہاں کیمیاوی و روایتی ہتھیار مستقل خطرے کی صورت میں بدستور پڑے تھے''۔(۳۰)

کہا گیا تھا کہ کسی بھی ملک کے سیاسی دائرہ کار سے متعلق کوئی تبدیلی جمہوری طریقوں سے عمل میں لائی جائے گی لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ آیا آج عراق میں صدر صدام کو عراقی سیاست سے باہر نکال پھینکنے کے امریکی خبط میں جمہوری روح کارفرما ہے۔

"In his state of the union adress to congress, Mr. Bush also threatened to unleash the full force of the U.S. military to oust Iraqi President Saddam Hussain from power". (۳۱)

کیا اس صورتحال میں واقعی امریکہ کو عالمی تھانیدار کی حیثیت حاصل نہیں۔ یوں عملی طور پر جو کچھ ہوا' جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوگا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس ''عالمی فرمان'' کو ''عالمی نظام'' کا درجہ کبھی بھی نہیں دیا جا سکتا۔

۱۰۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد نئے عالمی نظام کی صورتحال:

۱۱ ستمبر کے بعد عالمی نظام نے اور بھی گھناؤنی شکل اختیار کر لی ہے۔ امریکہ کے توسیع پسندانہ عزائم میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

''۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات نے امریکی فوجی اڈوں کو عرب ممالک سے نکال کر جنوبی ایشیاء تک پہنچا دیا ہے''۔(۳۲)

صرف ایک فرد ''اسامہ بن لادن'' کو بنیاد بنا کر' جس کے خلاف ٹھوس شواہد ابھی بھی پیش نہ کئے جا سکے' دہشت گردی کے انسداد کے نام پر ایک نئی عالمی دہشت گردی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ خود امریکہ کے اندر ۱۱ ستمبر کے بعد کے امریکی اقدامات

کے خلاف ناپسندیدگی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔

''امریکہ کے ۶۰ دانشوروں نے جن میں کئی نوبل انعام یافتہ اصحاب شامل ہیں' انہوں نے انسانی حقوق کی پامالی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ بلا مقدمہ لوگوں کی گرفتاری اور ان کو اپنے دفاع کے حقوق سے محروم کرنے پر اضطراب ظاہر کیا گیا ہے''۔ (۳۳)

دنیا کے اکثر ممالک مثلاً چین' روس' جرمنی اور تقریباً تمام اسلامی ممالک نے امریکہ کے منصوبوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے لیکن ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد امریکی عالمی سامراجیت کے انتہائی گھناؤنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی تگ و دو ممکن ہے۔

۱۱ ستمبر کے بعد عالمی نظام کا جو نقشہ ابھرا ہے اس کے مطابق اب ''امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور اسے حق ہے کہ اپنے مفاد کے لئے اپنی مرضی کے مطابق جو اقدام چاہے کرے دوسرے مجبور ہیں کہ اس کا ساتھ دیں اگر وہ بخوشی ساتھ دیں تو فھو المراد ورنہ انہیں مجبوراً ساتھ دینا ہوگا یا پھر ان کے علی الرغم امریکہ جو مناسب سمجھتا ہے وہ کرے گا''۔ (۳۴)

امریکہ کی انہی بے لگام پالیسیوں کی بناء پر امریکن یونیورسٹی کے پروفیسر ایلن لچمین بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ''خارجہ امور میں وہ جو کچھ بھی کرنا چاہے عملاً کر سکتا ہے۔ امریکہ کی طاقت اور اس کے صدر کے اقدامات کو روکنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے''۔ (۳۵)

''امریکہ ایک Hyper طاقت بن گیا ہے اور اپنے کو تمام اصول وضوابط اور اقدار و روایات سے بالا تصور کرتا ہے یہی وہ چیز ہے جو امریکہ اور اس کے صدر کو عالمی امن اور انسانی معاشرہ میں انصاف اور آتشی کے لئے ایک خطرہ بنائے ڈال رہی ہے''۔ (۳۶)

اپنے آپ کو ہر قانون اور ہر احتساب سے بالا تصور کرنا اب امریکہ کا فطری حق تسلیم کیا جانے لگا ہے۔

''امریکہ جس بین الاقوامی معاہدے اور میثاق سے نکلنا چاہتا ہے یک طرفہ طور پر نکل رہا ہے اور جس کا راستہ روکنا چاہتا ہے اسے روکنے کی بے دریغ کوشش کر رہا ہے۔ ماحولیات کے بین الاقوامی معاہدہ کو یوٹو پر دستخط کرنے کے بعد اس سے منحرف ہو گیا۔ بیلسٹک میزائل کے بین الاقوامی کنونشن (ICBM) سے بھی منحرف ہو گیا اور اس کو مالی امداد کی رشوت دے کر اس کا منہ بند کرنے کی کوشش کر رہا ہے''۔ (۳۷)

یوں ایک طرف تو اقوام عالم کی مساوات کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور دوسری طرف اپنے آپ کو ہر چیز سے بری الذمہ سمجھا جاتا ہے۔

''۱۲۰۰ کے قریب افراد ایک سال میں بلا مقدمہ جیلوں میں محبوس ہیں جبکہ متعدد افراد کی پوچھ گچھ کے دوران موت تک واقع ہو چکی ہے۔ ان لوگوں پر مقدمہ چلانا اور جرم کو ثابت کرنا تو کجا ان کے نام تک نہیں بتائے جا رہے ہیں''۔ (۳۸)

آیا یہاں یہ طرز عمل جنیوا کنونشن کے مطابق ہے یا نہیں؟ سوچنے کی بات ہے.......... ۱۱ ستمبر کے بعد دنیا میں امریکہ کے جاسوسی نظام نے لوگوں کی نجی زندگی کو بری طرح متاثر کر کے رکھ دیا ہے۔

''جاسوسی کا ایک نظام ملک میں رائج کیا جا رہا ہے جس کے تحت ٹیلی فون ٹیپ کرنا' ڈاک بند کرنا' انٹرنیٹ تک رسائی

اور پرائیویسی کی تمام حدود کو پامال کیا جا سکتا ہے"۔(۳۹)

یہ کیسا امن عالم ہے جس نے انسانیت کو بے چین کر کے رکھ دیا ہے۔

اب چیزوں کے معانی بھی اس نئے عالمی نظام کے مصوروں (امریکی حکام) کی مرضی کے مطابق متعین ہوں گے۔

"اب تک جمہوریت کے معانی یہ تھے کہ ملک کے عوام اپنی مرضی کی قیادت منتخب کریں' اب جمہوریت کے معانی یہ ہوں گے کہ فوجی یا سیاسی عمل کے ذریعے دنیا کے ممالک میں ان قیادتوں کو ہٹا دیا جائے جو امریکہ کے لئے نا قابل قبول ہیں۔اور ان کو زمامِ کار سونپی جائے جو امریکہ کے لئے قابل قبول ہیں"۔(۴۰)

صدر بش بلا تکلف بیان دیتے ہیں کہ............

"امریکہ اپنے دشمنوں پر پیش بندی کے طور پر حملہ کرنے سے نہیں ہچکچائے گا' خواہ اسے بین الاقوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے"۔(۴۱)

"امریکہ کی انتظامیہ اب نہ اقوام متحدہ کو عالمی سلامتی اور صلح و جنگ کے لئے بالاتر ادارہ تسلیم کرتی ہے اور نہ عالمی رائے عامہ کو اہمیت دیتی ہے...... یہ نئے استعمار اور استبداد کا راستہ ہے"۔(۴۱)

اا ستمبر کے بعد اس عالمی نظام میں صلح و جنگ کے اصول و قوانین بھی بدل کر رکھ دیئے گئے ہیں۔

"گذشتہ کئی صدیوں سے عالمی صلح و جنگ کا نظام جن دو اصولوں پر چل رہا تھا یعنی طاقت کا توازن اور ردِ جارحیت وہ دونوں اب از کارِ رفتہ ہو گئے ہیں۔اب نیا اصول پہلے ہی فوجی تو ام ہے جس کا خود دفاعی (Self Defence) کے نام پر جواز فراہم کیا جا رہا ہے۔اس کی حد پوری دنیا ہے کوئی بھی افراد' گروہ' اقوام اور ممالک امریکہ جہاں چاہے اور جس انداز میں چاہے حملہ آور ہو سکتا ہے"۔(۴۲)

لندن کے روزنامہ ڈیلی مرر میں امریکہ کے اس جارحانہ طرزِ عمل پر نوحہ ان الفاظ میں لکھا گیا ہے۔

"The U.S. is now the world's leading hogue state".(۴۳)

اا۔ نیا عالمی نظام اور عالمِ اسلام:

اس نئے عالمی نظام میں امۃ مسلمہ کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا ہے اور تا حال جو ہو رہا ہے اس سے ہر ذی شعور آگاہ ہے۔نئے عالمی نظام کے مطابق امۃ مسلمہ کو جینے کا حق دینا تو درکنار اسے اس نظام کے لئے ایک مستقل خطرے کے طور پیش کیا جا رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سوا ارب کی اس کثیر آبادی کے معاملات کو یکسر پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے۔امن عالم' تخفیف اسلحہ اور دیگر اصول و قوانین کا اطلاق امۃ مسلمہ کی مخالفت میں تو خوب زور و شور سے کیا جاتا ہے لیکن ان اسلامی ممالک میں جہاں انہی اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے نہتے مسلمانوں پر ظلم کیا جا رہا ہے وہاں کوئی اقدام' کوئی حل اور کوئی مداوا نہیں ....

ہر چند کہ جمہوری عمل پسندیدہ ہے لیکن اسے ہر کہیں پسند ہونا چاہیئے۔

"اگر کویت کے معاملے میں عراق کا غیر قانونی اور یک طرفہ قبضہ ایک جرم تھا تو فلسطین پر اسرائیلی' کشمیر پر بھارتی اور

بوسنیا پر سربیا کے قبضے کو بھی ویسا ہی جرم قرار دیا جانا چاہیئے''۔ (۴۴)

لیکن عالم اسلام کا معاملہ جب بھی پیش آتا ہے تو دوغلی پالیسی اختیار کر لی جاتی ہے۔

I. مسلم ممالک میں نئے عالمی نظام کے خصوصی اہداف و مقاصد:

اس نئے عالمی نظام کے امۃ مسلم میں یا مسلمان ممالک میں اہداف و مقاصد بھی یکسر مختلف ہیں۔ جن کا اگر چہ باللفظ اقرار نہیں کیا جاتا لیکن عمل کے سارے دھارے انہی اصولوں پر جا کر ٹھہرتے ہیں' انہی مقاصد کی تلاش میں سرگرم ہیں اور اسی جستجو میں مگن ہیں۔

(ا) عالم اسلام کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا:

''مغربی استعمار اور امریکہ کی یہ کوئی نئی پالیسی نہیں ہے' ان طاقتوں نے ہمیشہ مسلمانوں کو تتر بتر رکھنے کی کوششیں کی ہیں لیکن ''جدید عالمی نظام'' کے تحت محض عرب اور مسلم ممالک کی تقسیم و تفریق مراد نہیں ہے۔ یہ تقسیم و تفریق تو بالفعل ہو چکی ہے اور عالم اسلام تقریباً ۶۰ چھوٹی بڑی ریاستوں میں منقسم ہے۔ بلکہ اب ایک ایک ملک کے اندر مزید انقسام و افتراق پیش نظر ہے''۔ (۴۵)

عراق' بوسنیا' سوڈان وغیرہ میں مشرقی و مغربی حصوں کو تقسیم کر دینے کے تصورات زیر بحث چل رہے ہیں۔ نئے عالمی نظام کے تحت امریکہ یا تو براہِ راست یہ سب کچھ کر رہا ہے یا بالواسطہ طور پر اپنے میڈیا کے ذریعے اتنا Strong پراپیگنڈہ کر رہا ہے کہ بالآخر نتائج یہی رونما ہوتے ہیں۔

II. مسلم ممالک کو جدید ٹیکنالوجی سے محروم رکھنا:

اگر ان ممالک کو ٹیکنالوجی میں ترقی حاصل ہونے لگی تو لامحالہ یہ ان عالمی طاقتوں کے زیر اثر نہیں رہیں گے۔ اس طرح ان کی معاشی منڈیوں کو نقصان ہوگا۔ لہٰذا وہ مسلم ممالک کو ٹیکنالوجی سے محروم رکھ کر دراصل انہیں ترقی سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔

''امریکہ کو یہ خطرہ ہے کہ مسلم ممالک میں ''بنیاد پرستی'' روز افزوں اور آئندہ کسی وقت بھی زمام اقتدار بنیاد پرستوں کے ہاتھ آ سکتی ہے س لئے امریکہ ٹیکنالوجی میں مسلم ممالک کو خود کفیل ہونے کے بجائے اپنا دستِ نگر رکھنا چاہتا ہے''۔ (۴۶)

III. عالم اسلام کا اقتصادی محاصرہ:

اس محاصرہ کو عالمی معاشی اداروں مثلاً ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے ذریعے ممکن بنایا گیا ہے۔ ''اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے امریکہ متعدد ٹائٹل متعارف کرا رہا ہے۔ مثلاً عرب اور مسلم ممالک اپنی نیشنل اکانومی کو انٹرنیشنل اکانومی میں مدغم کر دیں یا پرائیویٹائزیشن کا نعرہ جس کے ذریعے امریکہ مسلم و عرب ممالک کے مالی اداروں کو ان کی حکومتوں سے بالا بالا بین الاقوامی تحویل میں لینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر میں پائے جانے والے ادارے آسانی سے قابو کیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح مسلم اور عرب ممالک اپنے اقتصادی نظام کو کبھی مستحکم نہ کر سکیں گے''۔ (۴۷)

IV. مسلم ممالک کو مغلوب رکھنا:

اس وقت پوری دنیا میں اس غیر فطری ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کی اگر کسی میں سکت ہے تو وہ اسلامک ورلڈ آرڈر ہے۔ لیکن اس کے نفاذ کے لئے طاقت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا امریکہ مسلم ممالک کو ہمیشہ مغلوب رکھنا چاہتا ہے تا کہ وہ اتنی قوت ہی حاصل نہ کر سکیں کہ اس غیر منصفانہ عالمی نظام کو رد کر سکیں' اس مقصد کے حصول کے لئے امریکہ ہر حربہ اختیار کرنے کو تیار ہے۔ اسرائیل اور بھارت کی مکمل پشت پناہی ہو رہی ہے تا کہ ان علاقوں میں مسلم ممالک پر ان کی برتری قائم رہے اس طرح مسلمانوں کے مسائل میں اپنی ویٹو پاور کے اختیار کو غیر منصفانہ طور پر استعمال کر کے امید کی ہر کرن کو ختم کر دیا جاتا ہے۔

V. اسلامی تحریکوں کو کچلنا:

''اسلامی تحریکوں کی فکری کامیابی اور عملی پیش رفت کو دیکھ کر مغربی طاقتیں جن کی قیادت بلکہ نکیل امریکہ کے ہاتھ میں ہے' اسلامی تحریکوں پر ٹوٹ پڑی ہے ور اپنے دست آموز مسلم حکمرانوں کے ذریعے ان کو ناپید کرنے پر تلی ہوئی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان طاقتوں کا واحد ہدف اسلامی تحریکیں ہیں جسے پورا کرنے کے لئے انہوں نے کئی محاذ کھول رکھے ہیں''۔ (۴۸)

ان تحریکوں کو بنیاد پرست ترقی دشمن' رجعت پسند اور دہشت گرد کے القابات سے نوازا جا رہا ہے۔

''اب امریکہ کا واحد دشمن اسلامی تحریکیں ہیں اور وہ یک قطبی عالمی نظام کے تصور میں مست ہو کر فیل بے زنجیر کی طرح اسلامی تحریکوں کو کچلنا چاہتا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کی کمزوری' بے دینی اور جاہ پرستی ان مذموم مقاصد کی برآری کے لئے اسے مواقع مہیا کر رہی ہے''۔ (۴۹)

۶۔ مسلم ممالک کو ایٹمی طاقت سے محروم کرنا:

اس ہدف کا مکمل نقشہ ہمیں اس طرز عمل میں نظر آتا ہے کہ جب بھارت نے ایٹمی دھماکے کئے اور پھر اس کے جواب میں پاکستان نے بھی کئے۔ پاکستانی تجربات کے بعد عالمی نظام فوراً حرکت میں آیا اور اقتصادی پابندیوں کی بھرمار کر دی گئی جبکہ دوسری طرف بھارت پر سے پابندیاں ہٹائی جانے لگیں۔ یہی متعصبانہ رویہ دیگر ممالک میں بھی اپنایا جاتا ہے۔

''اب سوچنا یہ ہے کہ ایران' پاکستان اور الجزائر کا کیا جرم ہے کہ امریکہ ان پر تو ایٹمی ہتھیار کی پابندی عائد کرتا ہے اور بھارت اور اسرائیل کو ہر طرح کی چھوٹ دی جا رہی ہے وجہ صرف یہ ہے کہ یہ دونوں اسلام دشمن ہیں اس لئے انہیں چھوٹ ہے۔ جبکہ پاکستان' الجزائر اور ایران اسلامی ملک ہیں گویا اس نیو ورلڈ آرڈر کا بنیادی مقصد ہی مسلمان ممالک کو ایٹمی طاقت سے محروم کرنا ہے''۔ (۵۰)

۷۔ اسلام کی مخالفت:

اسلام کا ایک منفی تاثر دینا اس عالمی نظام کا بنیادی ہدف ہے۔ بنیاد پرستی' دقیانوسیت' عورتوں کا استحصال اور دہشت گردی کو اس مذہب کے لوازمات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ امریکی وزارت دفاع کے دفاعی پالیسی کے بورڈ کے ایڈوائزر کینتھ

ایڈلمین کا کہنا ہے:

"To call Islam a peaceful religion is increasingly hard argument to make"(۵۱)

اسی طرح امریکہ نے عالمی سطح پر جاسوسی کا "Information awarness" قائم کیا ہے۔

''اس ادارے کے ویب پیج پر جو تصویر دی گئی ہے وہ ایک باحجاب خاتون کی ہے جو فارسی میں ایک امریکی فوجی سے ہم کلام ہے''۔(۵۲)

''۱۸ملکوں کو جن میں ۱۷مسلمان ممالک ہیں ممکنہ دہشت گرد سمجھ کر ان کے شہریوں کے لئے امریکہ میں داخلے پر امتیازی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے''۔(۵۳)

اس وقت ہر اسلامی ملک کو مسائل سے دوچار کیا جا رہا ہے۔ بظاہر کہا جاتا ہے کہ عالمی نظام کا ہدف اسلام کی مخالفت کا نہیں لیکن عملاً نشانہ ستم مسلمان ہی بنے ہوئے ہیں۔

۱۴۔ نیا عالمی نظام اور امۃ مسلمہ کا ردِّعمل:

نئے عالمی نظام کے ضمن میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر امت مسلمہ کے ردعمل کی بات کی جائے تو یہ دو طرح کا ہو سکتا ہے۔(۱) مثبت ردعمل (۲) منفی ردعمل

I. مثبت ردِّعمل:

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اصولی طور پر نئے عالمی نظام کے نکات کو درست مان لیا جائے اس لئے کہ اسلام بھی امن عالم، عدل و انصاف اور آزاد معیشت کا قائل مذہب ہے۔ پھر اس نظام میں جن خامیوں کی آمیزش ہے ان کی مخالفت کی جائے اور ان کی اصلاح کے لئے مناسب تجاویز دی جائیں۔ مثلاً موجودہ عالمی نظام میں فوری طور پر مندرجہ ذیل اقدامات کرنے ناگزیر ہیں۔

(۱) اقوام متحدہ عالمی ادارہ ہے اس کو نئے عالمی نظام کے تابع نہ کیا جائے بلکہ عالمی نظام کو اس کے تابع کیا جائے۔

(۲) پانچ مستقل ممبران کی مستقل حیثیت کو یا تو ختم کیا جائے یا بقیہ ممالک کو بھی مستقل حیثیت دی جائے۔

(۳) یا تو سبھی کا ویٹو کا اختیار ختم کیا جائے یا پھر سوا کروڑ مسلمانوں کے لئے بھی ویٹو پاور ہونی چاہیئے۔

(۴) اسلحہ کی تخفیف کے لئے ایسا فارمولہ تشکیل دیا جائے جو سب کے لئے قابل متولی ہو اور اس کو سب سے پہلے اسی ملک پر لاگو کیا جائے جس کے پاس سب سے زیادہ اسلحہ ہو۔

(۵) دوغلی پالیسی کو فی الفور ختم کیا جانا چاہیئے جو قانون عالمی نظام بن گیا اس میں پھر مسلم و غیر مسلم کا امتیاز نہ ہو۔ اسی طرح کی دیگر مثبت تجاویز امۃ مسلمہ کو اپنی طرف سے پیش کرنی چاہیئے۔

II. منفی ردِّعمل:

منفی ردعمل یہ ہے کہ وہ اس نظام کے ذریعے جس طرح عالمگیر استبداد اور عالمگیر جبر کو فروغ دیا جا رہا ہے اس کے پیش نظر

اس کو قابل قبول نہ ٹھہرایا جائے۔ امۃ مسلمہ اس کے نقائص کو واضح کرے کہ یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر یہ نظام ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ ہم نئے عالمی نظام کو اسی صورت میں تسلیم کریں گے جب اس میں تعصب، جبر اور ناانصافی کا خاتمہ کیا جائے، عملاً بھی اور نظریاتی طور پر بھی۔

''مسلمان محض ایک نئے عالمی نظام کے نہیں بلکہ ایک نئے منصفانہ عالمی نظام کے وجود میں آنے کے شدت سے منتظر ہیں۔ جس میں کسی ایک ملک کی بالادستی مقصود نہ ہو''۔ (۵۴)

۱۳۔ الغرض:

ان تمام حقائق و واقعات کے تذکرے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ نیا عالمی نظام ''نظریہ بُش'' یا ''نیا عالمی فرمان'' کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ بجائے اس کے کہ اسے ''عالمی نظام'' کہیں...... اس لئے کہ عالمی نظام وہی ہوگا جو سارے عالم کے لئے ہو۔ اس عالمی نظام میں جو کچھ کہا گیا ہے ہم اس پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ In Practice جو کچھ کہا جا رہا ہے اصل قابل اعتراض وہ چیز ہے۔

ہمارا کسی ایسی بات پر یقین نہیں، ہم کسی ایسی بات کو قبول نہیں کرتے جو اس ارشاد خداوندی کے معیار پر پورا نہ اترتی ہو۔

''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ'' (۶۱/۲)

امریکہ اپنے قول پر خود عمل نہ کرے اور پوری دنیا پر ایک تھانیدار کے طور پر مسلط ہو یہ نہ تو ہمارے لئے ہی قابل قبول ہے اور نہ ہی منصفانہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عالمی نظام غیر فطری حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس نے نہ صرف پوری دنیا کو پریشان کر رکھا ہے بلکہ خود اس کو پیش کرنے والے حکام کی عوام اور رعایا اس نظام کے باعث ذہنی تناؤ، بے یقینی، خوف اور انتشارِ فکری کی کیفیت میں مبتلا ہے۔ (۵۵)

''امریکہ کے ان عالمی تصورات سے اگر برطانیہ کے ۵۰٪ عوام غیر مطمئن اور متفکر ہیں اور ان کو منفی سمجھتے ہیں تو جرمنی میں یہ تناسب بڑھ کر ۶۷٪، روس میں ۶۸٪، فرانس میں ۷۱٪، ترکی میں ۷۸٪، پاکستان میں ۸۱٪ اور مصر میں ۸۴٪ ہو جاتا ہے''۔ (۵۶)

بلاشبہ جو نظام انسانیت کے اتنے بڑے گروہ کے لئے قابل قبول نہ ہو اس کو عالمی نظام کسی صورت نہیں کہا جا سکتا۔

۱۴۔ امۃ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں:

مسلمان اپنے اردگرد ایسے حالات سے نہ تو بے خبر رہتا ہے اور نہ ہی ان سے غیر جانبدار رہے گا۔ آج عالمی سطح پر جو نیا عالمی نظام تشکیل پا رہا ہے بلاشبہ وہ انسانوں کے ایک جمِ غفیر کے لئے ناقابل قبول ہے اور اس کے منفی اثرات میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ان حالات میں امۃ مسلمہ کو اپنے دفاع کے لئے چند امور کی طرف فی الفور توجہ دینی ہوگی اور اصلاح کی طرف پیش قدمی کرنا ہوگی، یہ اس کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔ یہاں ان ذمہ داریوں کو دو اقسام کے تحت بیان کیا جا رہا ہے۔

I. فکری ذمہ داریاں II. عملی ذمہ داریاں

I. فکری ذمہ داریاں:

فکری ذمہ داریوں میں ہمیں مندرجہ ذیل امور کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنا ہوگی۔

I. اصلاحِ عقائد کا اہتمام کرنا:

اگر عقیدہ صالح ہوگا تو اعمال خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ مسلمان تو ہے ہی وہ جو ان عقائد کو تسلیم کرتا ہے۔ لہٰذا یہاں تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی بات نہیں بلکہ ان تسلیم شدہ عقائد کی اصلاح کی بات کی جا رہی ہے۔ اصلاح عقائد کی اہمیت بے شک انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے سب سے زیادہ اصلاح و عقائد پر ہی زور دیا اور اس ضمن میں بے شمار احادیث آپ ﷺ سے مروی ہیں۔ مثلاً ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

۱۔ ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اسے ایمان کی لذت حاصل ہوگی وہ شخص اللہ جسے اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ محبوب ہوں وہ بندے صرف اللہ کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے محبت کرے اور وہ شخص جو ایمان لایا ہو اور پھر کفر کی طرف واپس جانا ایسا ہی برا جانتا ہو جیسا کہ اس امر کو برا سمجھتا ہے کہ اسے آگ کے اندر ڈالا جائے''۔ (۵۷)

۲۔ پھر فرمایا ''الاسلام ان تعبد اللّٰہ ولا تشرک بہ'' (۵۸)

''اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے''۔

۳۔ حضرت معاذؓ سے ایک مرتبہ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا۔

''معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ معاذ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی پوجا کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں''۔ (۵۹)

۴۔ آپ ﷺ رات کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا فرماتے تھے۔

''انت الھی لا الہ لی غیرک'' (۶۰)

(تو ہی میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی میرا معبود نہیں)

۵۔ حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو فرمایا کہ:

''دیکھو تم کو اہل کتاب کے کچھ لوگ ملیں گے تو پہلے ان کو اللہ کی توحید کی طرف بلاؤ''۔ (۶۱)

۶۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے انجام دینے سے جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ''۔ (۶۲)

اسی طرح عقیدہ آخرت کے بارے میں بھی بہت سی احادیث میں ارشاد ہوتا ہے۔

۷۔ ''جس شخص نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ یکتا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں نیز یہ شہادت دی کہ جنت اور دوزخ برحق ہیں' اللہ تعالیٰ اسے جنگ میں داخل فرمائے گا''۔ (۶۳)

مقوقس کے نام خط میں ارشاد فرمایا:

"وامر فی بالا عذار والانزار" (۶۴)

"مجھے جنت کی بشارت اور دوزخ سے ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے"۔

یوں تو ہر عقیدے سے متعلق آپ ﷺ کی بے شمار تعلیمات ہمارے سامنے آتی ہیں۔ لیکن یہاں دو عقائد سے متعلقہ تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ I. عقیدہ توحید II. عقیدہ آخرت

اس لئے کہ یہ دونوں بالخصوص فوری اصلاح کے طالب ہوتے ہیں۔

اگر یہ عقائد درست ہوں گے تو انسان مصنوعی سہاروں لات' منات اور عزیٰ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے قابل ہوگا۔ آج کی یہ طاغوتی طاقتیں بھی لات' منات اور عزیٰ ہی کے مرتبے پر فائز ہیں۔ لہٰذا ان سے چھٹکارا پانے کے لئے صالح عقیدہ کا ہونا ضروری ہے۔

نبی ﷺ نے نجران کے عیسائی پادریوں کو بنیادی عقائد کی تعلیم دینے کے بعد یہی فلسفہان الفاظ میں بیان فرمایا تھا۔

۹۔ "فانی أدعوکم الی عبادة اللّٰہ من عبدا وادعوکم الی ولایة اللّٰہ من ولایة العباد"۔ (۶۵)

"میں تمہیں انسان کی عبادت کرنے کی بجائے اللہ کی عبادت اور خود کو انسان کی تولیت میں سپرد کرنے کی بجائے خدا کی ولایت پر اعتماد کی دعوت دیتا ہوں"۔

اہل مغرب میں نئے عالمی نظام کے شہرے کے باوجود جرائم کی شرح میں حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے۔ جبکہ عہد نبوی ﷺ میں لوگ اپنی عملی زندگیوں میں تعلیمات نبوی ﷺ کے نفاذ کو اصل دین سمجھتے تھے۔ یہی بنیادی فرق ہے آج کے "New World Order" اور ہمارے "اسلامک ورلڈ آرڈر میں"۔ نبی ﷺ نے اسلامی ورلڈ آرڈر کے تحت سب سے پہلے عقیدوں کے مضبوط نظام سے انسان کو منظم کیا اور اس کی ذہن سازی کی اور اس کے بعد حدود و تعزیرات کا نظام نافذ کیا۔ ان عقائد میں سے بھی اہمیت کے پیش نظر توحید اور آخرت پر زیادہ زور دیا۔ مولانا تقی عثمانی انہی عقائد پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ حقیقت (توحید و آخرت) اگر دل و دماغ میں اچھی طرح بیٹھ جائے تو صرف یہی وہ چیز ہے جو انسان کے اعمال و افکار پر رات کی تاریکی اور جنگل کی تنہائی میں بھی پہرے بٹھا سکتی ہے اور جب تک کسی قانون کی پشت پر اس حقیقت کا مستحکم ایمان موجود نہ ہو اس وقت تک وہ عمل کی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا"۔ (۶۶)

اس لئے آج کے دور میں نیو ورلڈ آرڈر کے فتنوں سے بچاؤ اور اسلامی قوانین پر عمل پیرا ہونے کے لئے یہ ہماری اولین ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں اور تمام بنی نوع انسان کے عقائد کی اصلاح پر اپنی توجہ رکھیں۔ بالخصوص امۃ مسلمہ کے عقائد کی اصلاح اس تاریک دور میں روشنی کی ایک امید ہے۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

II. فکری بیداری کا اہتمام کرنا:

انسانیت جب کبھی گمراہی' ضلالت اور ظلم کی غلاظتوں میں گھرتی ہے تو اس کی فکری بیداری کا اہتمام کرنا اولین ترجیح ہوتی ہے۔ آج کے دور میں بھی فکری بیداری کا اہتمام کرنا بہت اہم مسئلہ بھی ہے اور امۃ مسلمہ کی ذمہ داری بھی ہے۔ نبی ﷺ کی سیرت سے ہمیں اس کی بہترین مثال ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے کس طرح اپنی امۃ کے لوگوں کی فکری بیداری کا اہتمام فرمایا اور اس کے کیا اثرات برآمد ہوئے۔

شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے جو تقریر کی تھی وہ اس فکری بیداری کے Process کو سمجھنے کے لئے بڑی واضح دلیل ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا:

''اے بادشاہ! ہم لوگ اہل جاہلیت تھے' بتوں کی پرستش ہمارا مذہب تھا' مردار خوری ہم کرتے تھے' فواحش اور گناہ کا ارتکاب ہی ہمارا وطیرہ تھا' قطع رحم اور پڑوس کی حق تلفی اور ظلم وستم کو ہم نے جائز قرار دے رکھا تھا' جو زبردست ہوتا وہ کمزور کو کھا جاتا۔ ہم ایسی ہی ذلیل حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم پر کرم کیا اور اپنا رسول ہم میں ارسال فرمایا جس کے نسب اور شرف اور صدق وامانت اور پاکدامنی سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس رسول نے ہم کو توحید الٰہی اور معرفت کی طرف بلایا اور بت پرستی جو ہمارے باپ دادا سے چلی آتی تھی۔ اس سے ہم کو منع کیا اور سچی بات اور اداء امانت اور صلہ رحم اور پڑوس کے حقوق اور گناہوں سے بچنے اور فواحش کے ترک کرنے کا حکم دیا...... ہم نے ان رسول کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور ہم نے کفر وشرک چھوڑ دیا''۔(٦٧)

وہ لوگ جو کفر وشرک کی اتھاہ گہرائیوں میں پھنسے ہوئے تھے ان میں اسی فکری بیداری نے اتنا حوصلہ پیدا کر دیا تھا کہ پہلے وہ اپنے باپ دادا کے مذہب کو خیر باد کہیں پھر ایک مسیحی سلطنت میں' شہنشاہ مملکت کے دربار میں' دشمن اسلام کی موجودگی میں ایک بندہ مومن اپنا موقف اس قدر جرات سے بیان کر رہا ہے۔

آج صورتحال یہ ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے امۃ مسلمہ کا تیہ پانچہ کیا جا رہا ہے لیکن آج بھی کثیر تعداد میں مسلمان اس ضمن میں غیر جانبدار یا لاپرواہ نظر آتے ہیں۔ دفاعی تدابیر کا اہتمام نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہ غلط طرز عمل ہے اور امۃ مسلمہ کے شایان شان نہیں' ہمیں اپنے دفاع کے لئے فرزندان توحید کی فکری بیداری کا اہتمام کرنا ہوگا۔

''امۃ مسلمہ کے مستقبل کے نقطہ نظر سے سب سے اہم سوال ہے ہی یہ کہ اس وقت مغربی اقوام دنیا کا کیسا نقشہ بنانے میں مصروف ہیں اور اس میں اسلامی احیاء اور امۃ مسلمہ کے لئے کیا خطرات پوشیدہ ہیں؟ عالمی سیاست کے ایوانوں میں مستقبل کے لئے کیا سوچ بچار اور منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں؟ ان سوالات کو نظر انداز کرنا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کے مترادف ہو گا۔ ان کے بارے میں امۃ کو بروقت متنبہ کرنا دراصل ان خطرات کے مقابلے کے لئے امۃ کو تیار کرنے کا ذریعہ بنے گا''۔(٦٨)

آج ماہرین بھی اس چیز پر تبصرے کر رہے ہیں کہ امۃ مسلمہ کی فکری بیداری سے شعور کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

''مسلمان ممالک کے پاس سپر طاقت بننے کے لئے سب کچھ موجود ہے مگر اس کے حصول کا جذبہ اور شعور ناپید ہے''۔(٦٩)

II. عملی ذمہ داریاں:

I. اتحاد کو فروغ دینا:

کسی بھی امۃ کی ترقی کے لئے اتحاد بنیادی شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں اتحاد پر بہت زور دیا۔ آپ ﷺ کی بے شمار احادیث میں مسلمانوں کو متحد رہنے اور متحد کرنے کی تعلیمات ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر ارشاد ہے۔

۱. علیکم بالجماعة ایاکم والفرقة فان الشیطان مع الواحد وھو الاثنین ابعد من اراد بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة". (۷۶)

ترجمہ: تمہارے اوپر جماعت لازم ہے اور تفرقے سے بچو' کیونکہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے سے دو سے بھاگتا ہے جو کوئی جنت کے وسط میں جگہ چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ جماعت کو لازم قرار دے"۔

۲. ید اللہ مع الجماعة من شَذَّ شُذَّ فی النارِ". (۷۷)

"اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے جس شخص نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا گیا"۔

۳. مثل المؤمنین فی توادھم و تراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمی". (۷۸)

مومنوں کی مثال دوستی اور اتحاد میں ایسی ہے جیسے ایک بدن ہو بدن میں سے جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس تکلیف میں شریک ہوجاتا ہے' نیند نہیں آتی اور بخار آجاتا ہے"۔

۴. المؤمن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضاً". (۷۹)

"ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے جس کی ایک اینٹ دوسری کو تقویت دیتی ہے"۔

اس اتحاد کو فروغ دینے کے لیئے نبی ﷺ نے ہجرت مدینہ کے فوراً بعد مؤاخاۃ مدینہ کے ذریعے مسلمان کو داخلی استحکام عطاء فرمایا جبکہ میثاق مدینہ کے ذریعے خارجی استحکام کا اہتمام فرمایا۔(۸۰)

اسی اتحاد کا نتیجہ تھا کہ مدینہ منورہ کی چھوٹی سی ریاست وصال نبوی ﷺ کے وقت ۱۲ لاکھ مربع میل اور عہد فاروقی میں ۲۲ لاکھ مربع میل پر مشتمل تھی۔

اسی اتحاد کے عملی نمونے کے طور پر ہم نبی ﷺ کی پوری شخصیت کو دیکھتے ہیں کہ قبل از بعثت بھی "حلف الفضول" میں شرکت فرمائی جس میں تھا کہ:

"شہر مکہ میں ہم جس مظلوم کو دیکھیں گے خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا مسافر ہو اس کے ساتھ ہو کر ظالم سے اس کا معاوضہ لیں گے"۔ یہ اصل میں اتحاد ہی کی طرف اشارہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ عہد مجھ کو سرخ اونٹوں سے زیادہ پیارا تھا اور اگر اسلام میں بھی کوئی (ایسے عہد کی طرف) بلائے تو میں قبول کرنے کو موجود ہوں"۔(۸۱)

آج ہماری کمزوری کا سب سے بڑا سبب اتحاد امۃ کا فقدان ہے اس کے فروغ کی کوشش کرنا ہماری عملی ذمہ داریوں میں سرفہرست ہونا چاہیے۔اس ضمن میں کچھ اقدامات ہونے چاہئیں۔مثلاً

۱۔ عربی زبان کو مشترکہ زبان کے طور پر ترویج دی جائے۔

۲۔ مسلم امۃ کی اپنی ایک مشترکہ فوج ہو جس میں تمام اسلامی ممالک سے تربیت یافتہ افراد شامل ہوں اور کسی بھی اسلامی ملک پر حملے کی صورت میں یہ مشترکہ دفاع کے لئے فوراً تیار رہے۔

۳۔ مسلم ممالک میں باہم آمدورفت کی شرائط کو آسان کیا جانا چاہیے۔

اسی طرح دیگر کئی مشترکہ منصوبے ہونے چاہئیں تاکہ امۃ مسلمہ ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو سکے۔

''مسلم ممالک آج کی دنیا اور نیو ورلڈ آرڈر کے چیلنج سے نمٹنے کے لئے متحد ہو جائیں تاکہ نئے عالمی نظام میں ان کے مفادات کا احترام کیا جا سکے''۔(۸۲)

''مسلمان دنیا کے لئے کامیابی کا صرف ایک راستہ ہے کہ وہ اپنے دین اور تمدن کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔عملی طور پر متحد رہیں تاکہ مغربی طاقتوں کے جدید عالمی نظام کی سیاہ کاریوں سے محفوظ رہیں''۔(۸۳)

II. تعلیمی ترقی:

بعثت نبوی ﷺ کا ایک مقصد لوگوں کی تعلیم اور تزکیہ بھی ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

"یتلوا علیھم ایٰتہٖ ویزکیھم" (۸۴)

''جو انہیں آیتیں پڑھ کر سناتا ہے میدان کا تزکیہ کرتا ہے''۔

لہٰذا اس منصب کے پیش نظر نبی ﷺ نے حصولِ علم پر بہت زور دیا۔اس سلسلے میں بے شمار احادیث آپ ﷺ سے مروی ہیں۔ارشاد ہوتا ہے۔

۱. "من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع". (۸۵)

''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے (گھر سے) نکلے وہ جب تک واپس نہ آ جائے اللہ کی راہ میں ہے''۔

۲. "طلب العلم فریضۃ علی کلم مسلم" (۸۶)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

۳. "اذامات الانسان انقطع عملہ الامن ثلاثۃ اشیاء من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ". (۸۷)

''جب انسان مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں صدقہ جاریہ،ایسا علم جس سے بعد کے لوگ متمتع ہوں یا صالح فرزند جو اس کے لئے دعا کرے''۔

۴.وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارً اولاد درھماً وانما ورّثوا العلم

ضمن أخذه رحظٍ وافرٍ". (۸۸)

''اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کا وارث دینار اور درہم نہیں ہیں بلکہ ان کا ورثہ علم ہے جس کا وارث (انہوں نے) عالم کو بنایا ہے۔ تو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا''۔

۵۔ عملی طور پر مدینہ میں صفہ نامی اقامتی درسگاہ میں تعلیم و تربیت کا بندوبست موجود تھا۔ (۸۹)

بعض صحابہ ہمہ وقت نبی علیہ السلام کی صحبت میں ہی تعلیم و تربیت کے حصول کی غرض سے رہتے تھے۔

۶۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ۔ (۹۰)

۷۔ حضرت زیدؓ کو نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ یہودیوں کی زبان سیکھیں یعنی سریانی، حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پندرہ دنوں میں یہ زبان سیکھ لی۔ (۹۱)

ان تمام تعلیمات کی روشنی میں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ آج مسلمان سب سے زیادہ خواندہ قوم ہوتی لیکن فی الحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے۔

''ایک انداز کے مطابق مسلم ممالک میں ناخواندگی کا تناسب ۸۰٪ سے بھی تک پہنچتا ہے۔ بعض ممالک میں تو یہ ۸۰٪ سے بھی بڑھ جاتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں روس، امریکہ اور مغربی جرمنی میں ناخواندگی کا تناسب ا٪ سے بھی کم ہے''۔ (۹۲)

آج ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم دورِ جدید میں اپنے دفاع کے لئے علمی ترقی کا اہتمام کریں۔ اس سلسلے میں کچھ مشترکہ اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

ا۔ مسلم ممالک میں مفت تعلیم کا بندوبست کیا جانا چاہیئے۔

۲۔ ہونہار طلبہ و طالبات کو مالی امداد فراہم کی جائے۔

۳۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو شعبہ تدریس کی طرف راغب کیا جانا چاہیئے۔

۴۔ جن مسلمان ملکوں کے پاس وسائل کی بہتات ہے انہیں فی سبیل اللہ تعلیمی اداروں کے قیام کی مہمیں چلانی چاہئیں۔

۵۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد سے اکتساب علم کے لئے کوششیں اور عملی اقدامات کرنے چاہئیں خواہ یہ شخصیات مسلم ہوں یا غیر مسلم۔

الغرض جب تک ہم تعلیمی ترقی کے لئے عملی اور فی الفور اقدامات نہیں کریں گے اس وقت تک دورِ جدید کے چیلنجوں سے نپٹنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔

III. سائنسی اور فنی مہارتوں کا حصول:

قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد ۶۶۶۶ ہے۔ ان میں سے ۷۵۶ آیات ایسی ہیں جن میں بالواسطہ یا بلاواسطہ غور و فکر اور مشاہدے کی یا تو ترغیب دی گئی ہے یا اس کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن میں اپنے مخالفین کے خلاف قوت جمع کرنے کا تذکرہ بھی ہے۔

ا. "واعدّو الهم ماستطعتم من قوة". (۹۳)

آج کے دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کا حصول اور اس شعبے میں ترقی کرنا ہی سب سے بری قوت ہے۔ لہٰذا ہمیں اس

قوت کو حسب استطاعت تیار رکھنا چاہیئے ۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ کا مختلف انبیاء کو مختلف فنون سکھانے کے عمل کا تذکرہ ہے ۔ مثلاً حضرت نوحؑ کو کشتی و جہاز بنانے کا فن سکھایا اور اس کے لئے قرآن میں :

۲ . "واصنع الفلک" (۹۴) کے الفاظ استعمال ہیں ۔

اسی طرح حضرت داؤدؑ کو لوہا نرم کر کے دے دیا جس سے وہ زرہیں بناتے تھے ۔ اس کے لئے

۳ . "والنا الحدید" (۹۵) کے الفاظ آتے ہیں ۔

۴ ۔ نبی ﷺ اکثر اللہ تبارک وتعالیٰ سے علم نافع کی دعا کرتے تھے ۔

"اللّٰھم انی اسألک علمانا فعا" (۹۶)

''اے اللہ مجھے علم نافع عطا فرما'' ۔

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے ۔

"الکلمة الحکمة ضالة الحکیم". (۹۷)

''دانائی کی بات دانا آدمی کی گمشدہ چیز ہے'' ۔

آج کے دور میں علم نافع، حکمت اور قوت الٰہی سائنسی وفنی مہارتوں کے حصول سے عبارت ہے لہٰذا ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس ضمن میں ترقی کا اہتمام کریں ۔ لیکن فی زمانہ جو صورتحال ہے وہ انتہائی پریشان کن ہے ۔

''مسلم ممالک سائنس اور ٹیکنالوجی کے معاملے میں بہت پسماندہ رہے ہیں اس لئے مغرب کے ترقی یافتہ ممالک نے مسلسل ان پر دباؤ ڈال رکھا ہے اور ان کی ترقی کی کوشش کو ناکام بنا ڈالا ہے ۔ انہوں نے مسلم ممالک کو جدید ٹیکنالوجی منتقل کرنے سے انکار کر کے ان کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور ان کے آگے بڑھنے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے راستے مسدود کر رہے ہیں ۔ ایسی صورتحال میں عالم اسلام کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ ہر قسم کی جدید ٹیکنالوجی کو ترقی دیں جس طرح عوامی جمہوریہ چین نے کیا ہے'' ۔ (۹۸)

اور اس سلسلے میں باہم تعاون اور اتحاد کے ذریعے ہر قسم کی کمی کو مسلمان ممالک خود ہی پورا کر سکتے ہیں ۔

''تیل کی دولت سے مالا مال ممالک کی دولت یورپ اور امریکہ کے بنکوں میں پڑی رہتی ہے جبکہ مسلم ممالک اپنے بہت سے سائنسی منصوبوں کو محض فنڈز کی کمی کی وجہ سے پورا کرنے سے قاصر رہتے ہیں'' ۔ (۹۹)

گویا ہمیں تو کسی دوسرے کا دست نگر بننے کی ضرورت ہی نہیں ہے ۔ اہل مغرب تو خود ہمارے سرمایہ سے سرمایہ کاری کر رہے ہیں بس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم متحد ہو کر سائنس وفنی مہارتوں کے حصول کے لئے اقدامات کریں ۔ چند تجاویز کچھ یوں ہیں :

ا ۔ مسلم ممالک کے ان طلباء اور سائنسدانوں کو جو اس میدان میں مہارت رکھتے ہیں ۔ سرمایہ فراہم کیا جانا چاہیئے تاکہ وہ اپنے مختلف منصوبوں کو قابل عمل بنا سکیں ۔

۲۔ وسائل کی فراہم کے لئے عرب ممالک کے اشتراک سے خصوصی فنڈز قائم کئے جائیں۔

۳۔ سائنس، ٹیکنالوجی کے لئے مختص کی جانے والی سالانہ آمدنی میں اضافہ کیا جائے۔

۴۔ اسلامی ممالک میں وقتاً فوقتاً بین الاقوامی سطح پر سائنس کانفرنسز منعقد کروائی جانی چاہئیں تاکہ ہر ملک کے ماہر افراد کو باہم تبادلہ خیال کا موقع مل سکے۔

VI. وسائل کا بہترین استعمال کرتے ہوئے خود انحصاری کا حصول:

نبی ﷺ نے مسلمانوں کے محدود مادی وسائل کو اس طرح سے Manage کیا کہ نہ تو یہودی ساہوکاروں سے ان کی Offer کے باوجود قرض لینے کی نوبت آئی اور نہ ہی دستِ سوال دراز کرنا پڑے۔ وسائل کے بہترین استعمال ہی کی ایک مثال ہمیں عقدِ مواخاۃ نہیں ملتی ہے۔

انصار کے پاس مادی وسائل تھے جبکہ مہاجرین افرادی قوت کے حامل تھے۔ نبی ﷺ نے اس مواخاۃ کے ذریعے مادی وسائل اور افرادی قوت کو جمع کر دیا۔ (۱۰۰)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مہاجرین کچھ عرصہ کی محنت و مشقت کے بعد خود کفالت کا مقام حاصل کر گئے۔ احادیث میں آتا ہے کہ:

"ان رسول اللّٰہ ﷺ لما فرغ من قتال اهل خيبر و انصرف الى المدينة ردّ المهاجرون الى الانصار منائحهم التى كانوا منحرهم من ثمارهم". (۱۰۱)

"جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خیبر سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے وہ عطیات جو انہوں نے باغات کی صورت میں دیئے تھے، واپس کر دیئے اسی طرح وسائل اور افرادی قوت کو جمع کر کے بہترین فوائد کے حصول اور بہت سے طریقے عہد نبوی ﷺ میں رائج تھے۔ مثلاً شرکت، مضاربت، مزارعت، مساقات وغیرہ وغیرہ۔

مدینے کے بازاروں میں نسار، بڑھئی، لوہار، کاریگر، جولاہے اور تاجر وغیرہ کثرت سے موجود ہوئے تھے"۔ (۱۰۲)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ملکوں کو بہترین جغرافیائی علاقے دیئے ہیں جو معدنی، زرعی، کیمیائی وسائل سے مالا مال ہیں لیکن ان سب کا مناسب استعمال نہیں ہو رہا۔ مثلاً صرف ایک تیل کے وسیلہ کو مدنظر رکھا جائے تو معاملہ کافی حد تک کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

"عالم اسلام موجودہ دور میں دنیا کے ایک تہائی تیل کے ذخائر پر قابض ہے اور تقریباً دینار کی تیل کی پیداوار کا نصف عالم اسلام پیدا کرتا ہے۔ یہ تیل آج کی صنعتی اور مہذب دنیا کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتا ہے"۔ (۱۰۳)

اگر آج کے یورپی طاقتیں سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں بیش بہا ترقی کر چکی ہیں تو دوسری طرف وہ ان سہولیات سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیل و پٹرول کے ضرورت مند ہیں۔ جس ضرورت کو مسلمان ملک پورا کرتے ہیں۔ تقریباً سارا تیل مغربی ممالک کو برآمد کر دیا جاتا ہے۔ اس سے حاصل شدہ دولت بھی انہی کے کارخانوں میں رکھی جاتی ہے۔ جس سے ان کے لئے سرمایہ کاری کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہو سکتا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ ہم سے فائدہ اٹھا کر ہم پر ہی دھونس جمایا جا رہا ہے۔

لہذا ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے وسائل کو باہم مضبوط و مرتب انداز میں استعمال میں لائیں۔ دوسری طرف خودانحصاری کا حصول بھی ہمارے لئے بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس لئے کہ جن جن ممالک سے ہم معاشی امداد لیتے ہیں وہ ہماری داخلی و خارجی زندگی میں مداخلت کے تمام طریقے استعمال میں لاتے ہیں اور پھر ہماری پالیسیوں پرنظرانداز ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ نے بھی صحابہ کو خودانحصاری ہی کی تعلیم دی۔ احادیث کی کتابوں میں واقعہ آتا ہے کہ:

''انصار میں سے ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے مانگا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کوئی شے ہے اس پر اس نے کہا جی ہاں ایک پیالہ اور ایک کمبل......تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کلہاڑے میں لکڑی کا دستہ ڈال کر دیا اور فرمایا کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچو اور پندرہ روز تک میں تمہیں یہاں نہ دیکھوں وہ انصاری پندرہ دن کے بعد آنحضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو اس کے پاس ۱۰ درہم جمع ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان درہموں میں سے کچھ کا کپڑا اور غلہ خرید کرو......فرمایا یہ حالت تمہارے لئے اس حالت سے بدرجہا بہتر ہے کہ قیامت کے دن تم اپنے ماتھے پر سوال کا داغ لئے ہوئے اٹھو''۔ (۱۰۴)

یوں ایک طرف نبی ﷺ نے گداگری کی خدمت فرمائی تو دوسری طرف خودانحصاری کی تعلیم دی۔

اس طرح نبی ﷺ نے دوسری ضروریات محدود کر کے قرضوں سے اجتناب کیا' خود بھی اور صحابہ کرام کو بھی مشکلات برداشت کرنے کی تلقین کی۔ مثلاً

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

"ما اکل آل محمد اکلتین فی یوم الا احد هما تمر". (۱۰۵)

''آل محمد ﷺ نے کبھی ایک دن میں دو وقت کا کھانا نہیں کھایا تھا''۔

حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ وہ اپنے بھانجے حضرت عروہ سے فرماتی ہیں۔

''بھانجے! ہم لوگ دو مہینوں میں تین چاند دیکھتے ہیں۔ رسول ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں سلگتی تھی''۔ (۱۰۶)

اسلام نے ساتھ محنت کا تصور بھی دے دیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں' صحابہ نے پوچھا اور آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں میں بھی کلمہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی اجرت پر چرایا کرتا تھا''۔ (۱۰۷)

ہمارے لئے بھی آج ضروری ہے کہ ہم اپنے وسائل کو درست طریقے سے استعمال میں لاتے ہوئے خودانحصاری کا اہتمام کریں اور اس کے لئے قرضوں پر عیاشیاں کرنے کی بجائے اپنے ہی وسائل پر رہتے ہوئے ضروریات کو محدود کر دیا جائے اور محنت و مشقت کی جائے' سود سے اجتناب کرنے کے لئے امۃ مسلمہ کو عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔ مثلاً

۱۔ امۃ مسلمہ کو اپنی الگ معاشی پالیسیاں بنانی چاہئیں۔

۲۔ امۃ مسلمہ کو مشترک طور پر ہر اسلامی ملک میں سود کے خاتمے کے لئے متحرک ہو جائے۔

۳۔ بین الاقوامی سطح پر آزاد معیشت کو فروغ دیا جائے۔

۴۔ امۃ مسلمہ متحد ہو کر اپنی اسلامک یونینز قائم کرے۔

۵۔ جن ممالک کے وسائل زیادہ ہیں وہ غریب اسلامی ممالک کو قرضوں کے بوجھ سے آزاد کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔

یوں ہم لوگ خود انحصاری کی طرف بڑھیں گے جس کی آج کے دور کے اسی عالمی نظام کے تحت ہمیں اشد ضرورت ہے۔اس لئے اس طرح ہم اس نئے عالمی نظام کے ظلم واستحصال سے محفوظ رہ سکیں گے۔

V. ذرائع ابلاغ کی اصلاح:

آج کا دور "Media War" کا دور ہے۔آج کل کی جنگیں ہتھیاروں کے ذریعے نہیں لڑی جا رہیں بلکہ اسی "Media" کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے۔مغربی استعمار اسلام کے خلاف سارا زہر اسی Media سے اُگل رہا ہے اور یہی Media امریکہ کے نئے عالمی فرمان کی اشاعت و ترویج کا کام بڑے ذوق و شوق سے کر رہا ہے۔اگرچہ عہد نبوی ﷺ میں باقاعدہ اس طرح کے ابلاغی ادارے تو موجود نہ تھے۔لیکن آپ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں ہم ان ذرائع کی اصلاح کر سکتے ہیں۔جن کی آج کے اس دور بے انتہا ضرورت ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

۱. "کل معروف صدقة". (۱۰۸)

''ہر معروف چیز صدقہ ہے''۔

۲۔ ''بدترین آدمی وہ ہے جسے لوگ اس کی فحش گوئی سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں''۔(۱۰۹)

۳. "ان الکذب یهدی الی الفجورو ان الفجور یهدی الی النار". (۱۱۰)

گویا اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ معروف چیزوں کی اشاعت کا اہتمام کریں۔فحاشی اور جھوٹے پراپیگنڈے سے بچیں اس لئے کہ یہ ذرائع ابلاغ ہمارے مبلغ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔اگر مبلغ کی اصلاح نہ ہو تو تبلیغ مؤثر نہیں رہتی عالمی سطح پر اسلام کے خلاف جو زہر اگلا جا رہا ہے اس کا مقصد جواب ان ذرائع کے ذریعے دیا جائے۔

ارشادالٰہی ہے:

"کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر". (۱۱۱)

ان ذرائع کے ذریعے ہم اپنی اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی سرانجام دے سکتے ہیں۔یعنی ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کا بہترین انتظام ان ذرائع کے ذریعے کیا جائے۔

الغرض:

آج کے دور میں ان ذمہ داریوں کی بجا آوری کا اہتمام کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اسی طرح ہم اس غیر فطری عالمی نظام کے پروپیگنڈوں کا مؤثر جواب دے سکتے ہیں۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک طرف ان ذمہ داریوں کو محسوس کیا جائے تو دوسری طرف امۃ مسلمہ ان کی بجا آوری کے لئے متحد ہو جائے۔

"واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرقوا". (۱۱۲)

کے حکم کے اندر جو فلسفہ کارفرما ہے اس کو سمجھا جائے۔ اسی طرح میں اپنے دفاع اور پھر سے غلبے کیلئے راہ ہموار کر سکتے ہیں۔

مصادر و مراجع

۱۔ محمد طاہر القادری ڈاکٹر' نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام' لاہور' منہاج القرآن پبلی کیشنز' ۱۹۹۹ء' ص ۱۷

۲۔ روزنامہ جنگ' ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء

۳۔ احمد سلیم' نیا عالمی نظام اور پاکستان' لاہور' فکشن ہاؤس' ۱۹۹۱ء' ص ۱۲۶

۴۔ ایضاً' ص ۹۶

۵۔ ایضاً

۶۔ خورشید احمد پروفیسر' امریکہ' مسلم دنیا کی بے اطمینانی' اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' ۲۰۰۲ء' ص ۳۷

۷۔ احمد سلیم' نیا عالمی نظام اور پاکستان' ص ۹۶

۸۔ خورشید احمد' پروفیسر' امریکہ: مسلم دنیا کی بے اطمینانی' ص ۲۰

۹۔ ماہنامہ ترجمان القرآن' اکتوبر ۱۹۹۱ء' ج ۱۱۶' عدد ۲' ص ۶۱

۱۰۔ روزنامہ جنگ' ۱۸ اکتوبر' ۱۹۹۱ء

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ نیا عالمی نظام: امریکی نقطہ نظر' سہ روزہ دعوت' نئی دعوت' ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء' ص ۱۴

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ لورنس فریڈ مین' The Gulf and the new' مجلہ Survived' لندن: مئی' جون ۱۹۹۱ء' ص ۶

۱۵۔ ماہنامہ ترجمان القرآن' اکتوبر ۱۹۹۱ء' ص ۶۸

۱۶۔ ایضاً' ص ۶۶

۱۷۔ خورشید احمد' پروفیسر' امریکہ: مسلم دنیا کی بے اطمینانی' ص ۴۸

۱۸۔ روزنامہ جنگ' ۱۸ اکتوبر' ۱۹۹۱ء

۱۹۔ مارشل پلان سے بش نظام تک' سہ روزہ دعوت' نئی دہلی' ص

۲۰۔ خورشید احمد' پروفیسر' امریکہ: مسلم دنیا کی بے اطمینانی' ص ۳۳

۲۱۔ ایضاً' ص ۲۳

۲۲۔ احمد سلیم' نیا عالمی نظام اور پاکستان' ص ۱۵

۲۳۔ ماہنامہ ترجمان القرآن' اکتوبر ۱۹۹۱ء' ص ۶۹

۲۴۔ ٹائم میگزین' ۲۲ دسمبر' ۲۰۰۲ء' ص ۶

۲۵۔ روزنامہ جنگ' ۱۸ اکتوبر' ۱۹۹۱ء

FORMATION OF NEW WORLD ORDER AND RESPONSIBILITIES OF MUSLIM UMMAH

By **Shazia Ramzan, Faisalabad**

Twentieth century has witnessed many a leader talking of ■ new world order. After the First World War the American President Woodrow Wilson tried to breath some fresh air into the debate on the future world order and came out with the dream of ■ world ruled by principles and universally accepted values. To quote Nicholas Murray Butler, in an address delivered before the Union League of Philadelphia, Nov. 27, 1915: *"The old world order changed when this war-storm broke. The old international order passed away as suddenly, as unexpectedly, and as completely as if it had been wiped out by a gigantic flood, by a great tempest, or by a volcanic eruption. The old world order died with the setting of that day's sun and a new world order is being born while I speak, with birth-pangs so terrible that it seems almost incredible that life could come out of such fearful suffering and such overwhelming sorrow".*

The dream shattered with the flawed birth and quick demise of the League of Nations. The world could neither be saved from a new war nor made safe for democracy. Instead the mankind was confronted with totalitarianisms of the 'right' and the 'left'.

At the end of the Second World War new hopes were nurtured once again. The United Nations was founded and prospects of a new era were aired. Very soon these hopes too dissolved into ashes and the human race entered into an era of a disastrous cold war, stretched over four decades. To quote Gov. Nelson Rockefeller of New York, in an article entitled "Rockefeller Bids Free Lands Unite: Calls at Harvard for Drive to Build New World Order"New York Times, February 1962: *"The United Nations, has not been able---nor can it be able---to shape a new world order which events so compellingly demand--- The new world order that will answer economic, military, and political problems urgently requires that the United States takes the leadership among all free peoples to make the underlying concepts and aspirations of national sovereignty truly meaningful through the federal approach."*

With the supposed end of the cold war the American President George Bush came out in early 1990 with ■ fresh call for a new world order. Iraq's disastrous attack on Kuwait and the American-led Golf War were used as the harbinger of the alleged new order. It was claimed that 'no aggressor would in the future be allowed to go unpunished', that 'occupation by force would not be tolerated', that 'international boundaries would not be allowed to be changed arbitrarily', that 'human rights would have to be respected by all', that 'it would be ensured that any violence of human rights is brought to an end' without the constraint of national boundaries, and that

'the United Nations would playa new role as the peace-keeper of the world'. With the establishment of these principles, it was suggested; the mankind is bound to enter into a new era of democracy and security.

Who will not subscribe to such high ideals? The question, however, is: Are those who wield political power in the world today serious about these principles or are they only interested in using these slogans to advance their own vested interests? This is the six million dollar question!

The Muslim World: yesterday and today

Muslims constitute over one fifth of humanity today. There are about 1.2 billion Muslims all over the world. There are some 53 independent Muslim states with over 800 million Muslims living in these countries. These Muslim states occupy around 23 percent of the land area of the world. Majority of them are found in Asia and Africa although in East and Central Europe Albania has 73 percent Muslim majority and Bosnia-Herzegovina has also a significant Muslim dimension. There is also strong Muslim presence in other parts of the world, particularly in Europe and America where Islam today is the second largest religion, after Christianity of course.

Yet Islam remains the most misunderstood religion in the West - a religion that stands for peace and justice has been misrepresented as a religion of war and fanaticism. It is a historical fact that over a thousand years not only the Muslims had been a dominant power in the world, the Islamic civilization and society provided peace and security to all its citizens, including the non-Muslims. In fact it was the Muslim World that became the abode and a refuge for all those who were persecuted in different parts of the world, particularly in Europe.

The situation has materially changed over the last three centuries. During this period Western colonial powers have ruled over the world. By and large the Muslim world was under the dominance of Western countries. During this period all nations and peoples in the Third World in general and the Muslims in particular have suffered at the hands of the colonial powers in a number of ways. Arnold Toynbee has very rightly summed up the relationship of the world with the West in the following words: *"In the encounter between the world and the West that has been going on by now for four or five hundred years, the world, not the West, is the party that, up to now, has had the significant experience. It has not been th_ West that has been hit by the world; it is the world that has been hit - and hit hardly by the West. The West* (the world will say) has

been the arch-aggressor of modern times. And certainly the world's judgement on the West does seem to be justified over a period of about four and a half centuries ending in 1950." ("The World and the West," p.1-4)

And Professor Phillip K. Hitti, observes about the very recent past: *"Unfortunately during the last decade or two, in particular, the impact of the West has not been all for the good. There is striking contrast between the humanitarian ideas professed by Western missionaries, teachers, and preachers, and the disregard of human values by European and American politicians and warriors; a disparity between word and deed; an overemphasis on economic and nationalistic values. It is these actions of the West which alienate him and shake his belief in the character of the Western man and his morality on both the private and the public levels." ("Current Trends in Islam" by Phillip K. Hitti in Islam in the Modern World, The Middle East Institution, Washington pp. 7-8).*

The irony, however, is that this very Muslim World which has suffered at the hands of the West in the past and which remains even today weak materially, economically, technologically and militarily, is now being projected as a threat to the West. Their efforts to rediscover their identity and set their own house in order are looked upon as a challenge to the West. The Frankenstein of 'Islamic fundamentalism' is being seen in their harmless and innocuous efforts to activate the democratic process and seek self-reliance. From former Presidents Richard Nixon (Seize the Moment) and Ronald Reagan (An American Life) to intellectuals like Francis Fakuyama (The End of History and the Last Man) and columnists like Richard Pfaff and others are playing on the theme of Islam's threat to the West. They all are drum beating as 'if a specter is haunting Europe and America, the specter of Islamic fundamentalism'. This is a phony, one-sided war. Yet the politicians, journalists and media men, even some scholars are party to the projection of this scare-mongering scenario.

Islam, the West and Double Standards

Notwithstanding human failings, as has been submitted earlier, Islam's record in history on the count of tolerance is superb. Islam stands for the middle path and invites its adherents to avoid extremes. Islam is a religion of tolerance and fellow feeling. Contemporary Muslims are as much against violence and terrorism as any other civilized human beings. Yet they are amazed at the double standards that the leaderships in the Western world have demonstrated. If illegal and arbitrary occupation was a crime in the case of Kuwait, Israeli occupation of Palestine, the Indian occupation of Kashmir and the Serbian occupation of Bosnia should also be treated as equal crimes. If resort to violence by certain Muslims is censured, why many times more violence resorted to by Israeli civilians as well [redacted] forces of

occupation or anti-Muslim riots in India and the Indian atrocities in Kashmir are not censured in the same manner. Use of violence by the state is as much, even more heinous ■ crime, than use of violence by individuals cornered by repressive regimes. Despotic rule is bad, but it should be bad for all people. Why support despotisms in some part of the world and criticize in others. Does that not smack of hypocracy? Democratic process is desirable, but it should be desirable everywhere. People of Egypt, Algeria and Indonesia have equal rights to have governments of their own choice. And yet many leaders in the West have no qualms of conscious if free elections are sabotaged in many of those Muslim countries whose rulers are in collaboration with the world powers. When Turkish Cypriots were subjected to all kinds of discrimination, denial of rights, persecution and even physical elimination, the West kept quiet. Libya has been singled out for arbitrary intervention, sanctions and blackmail. Today what has happened in Bosnia-Herzegovina is another glaring example. Western powers have failed to convey an effective message that aggression is to be punished. Instead all the signals are as if the Western world, NATO and the super power of America with all their military might, were helpless against Serbian aggressors, who were free to perpetrate whatever atrocities they wanted to inflict, aggrandize as much land as they wanted, kill as many people they choose to massacre, 'cleanse' as many areas they wanted to 'cleanse'. Those who stand for international law, peace and security are not prepared to meet force by force. They are waiting, on the debris of dead bodies and broken pacts, for the moment when the aggressor has finished its job and then they will use their influence to get an agreement between the aggressor and the victim to legitimize what has been acquired by force. When the aggrieved seek for arms and support to defend themselves, US embargo comes in the way. If by chance some sympathizers are able to cross these 'civilized' barriers they are called fanatics and fundamentalists. To single out Muslim resurgence as fanatical and fundamentalist is not going to change the realities on the ground. It only affects the credibility of the Western leadership in the minds of the Muslim people.

Muslims do not constitute a threat to the West. There is no indication or even a remote possibility of any Muslim armed incursion into any Western country or even a threat of sabotage of their political system. Muslims are only trying to set their own house in order. They want the right to order their individual and collective lives and institutions in accordance with their own values and ideals. Movements of Islamic resurgence are not allergic to modernity. They stand for modernization and progress but they want to achieve modernization and progress in the context of their own culture and values. What they disapprove of is imposition of Western culture and values through overt and covert means over a people who have their own distinct culture and civilization.

Economic and cultural imperialisms are as bad and destructive as political imperialism. The world would be ■ safer place to live in only if all nations and people accept to allow each other the opportunity to fashion their future order according to their own ideals and principles. There should be free exchange of ideas. Efforts to impose by force one set of values or a particular culture or system over others are to be avoided. It is only through pluralism and acceptance of cultural and ideological diversity as authentic and genuine that different nations and people can live in peace and amity with each other. What the Muslims disapprove of is the hegemony of one particular country, however strong it may be, militarily or economically. Smaller nations and weaker countries have as much right to exist and grow. All talk about unipolar world and only one supreme power gives rise to newer fears and apprehensions. This is seen as the beginning of a new imperial order. A just world order cannot be produced through hegemonistic encounters.

Muslim people and the nations of the Third World would never be prepared to accept new hegemony. Small and big, poor and rich, weak and powerful have an equal right to exist and to live according to their own values and standards. All should have equal opportunities to grow. Imposition of the hegemony of anyone on others is the root cause of international tension and confrontation. The West should be ■ little more self-critical if it is really serious about helping humanity to move towards ■ just world order.

Islam and Democracy

It is also alleged that Islam is anti-democracy. There is a fundamental misunderstanding in this formulation. Democracy at the philosophic level, which affirms the principle of sovereignty of man and denies existence of eternal and absolute religious and moral values, is at variance with the Islamic concept of world and society. Islam affirms the sovereignty of God and believes that man needs divine guidance. By definition the Muslim is one who accepts the divine law as the source of guidance for his individual and collective behavior. But to infer from this that there is no democracy in Islam is sheer confusion. Islam has also propounded the principle of human vicegerency (Khilafat). This Khilafat is a popular Khilafat and is not confined to any group of people or class. Divine law provides the framework. Within this law there is a vast area of flexibility and change. This vast area is known as (Mubah) the permissible and as such change and flexibility are built into the system. The Book of God is open to all who have the knowledge and capacity to understand and interpret it. The door of Ijtehad is open within the framework of the Islamic legal system.

The authority to rule is not given to anyone on the basis of his religious position. All members of the society have a right, nay the duty, to give the reigns of power to those whom they trust. The political leadership is accountable before the people ■■

much as it is accountable before God. It is the people who have the right to elect or change the leadership, through political process. In the Islamic political system there has to be rule of law and respect for fundamental rights of all members of the society, including non-Muslim minorities. The principle of accountability of the Government is also cardinal to the Islamic system. Similarly the election and removal of leadership through the will of the people is an accepted principle. So is the right to disagree and dissent.

At the operational level, Muslim political system is based on these principles and as such the democratic process forms its very heart and soul. What Islam wants to achieve in the political field should not be confused with the way some of the regimes in the Muslim world are operating today, even those who invoke the name of Islam. This is very similar to the predicament of democracy in the contemporary world. Many of the claimants to democracy in the world do not really conform to the democratic principles. This divergence should not be looked upon as failure of democracy but only as departure from it by certain people or countries.

If the Islamic political order is seen in this background it should be understood as a divinity-inspired democratic system. That is why one of the leading Muslim thinkers Syed Abul A'ala Mawdudi described the political system of Islam as a theo-democracy. There is no scope for theocracy in Islam, because in a theocracy a particular religious class has the right to interpret religious law and wield political power. Islam does not subscribe to any such theocratic arrangement. Instead it establishes rule of law and equality of all before the law. It is based on the principle of accountability and formation and change of government through the will of the people. But the Muslims worry today is that while Islam is projected as anti-democracy, popularly elected Muslim leaderships are denied the right to rule over their own countries, as was recently done in Algeria.

Islamic Resurgence and New World Order

Islamic resurgence is unique as well as universal, because in Islam there is unity with diversity, and variation that does not destroy uniqueness. Islam is a universal religion. There is nothing like 'Arab Islam', 'Pakistani Islam', 'Iranian Islam', or 'Turkish Islam' - nothing like that. Within the Islamic universalism there is unity but not uniformity.

There are certain distinct features which are common everywhere, but they never exhaust the richness of the movement. For example, Arabic is the language of the Quran and the Prophet (peace be upon him), but not necessarily the language of all Muslims. Although every Muslim learns at least some Arabic, it is not less 'Islamic' to speak other languages and to use them as instruments for developing ideas, which conform to Islamic norms.

Muslims are self-critical. They re-examine the superficial manifestations of social life and go back to the first principles, as expressed in the Quran and the Sunnah of the Prophet (peace be upon him). This may involve disregarding some of those symbols, which have become ■ part of the religious tradition: for example, certain customs or even certain details of jurisprudence. "Going back to the roots" is the spirit behind current resurgence.

People are now rediscovering Islam as ■ source of civilization and culture, a factor which ought to be influencing the shape of society. The contemporary phase involves moving away from ■ slavish imitation of Western models and becoming discriminating in what we use or adapt. In many ways we can benefit from the Western experience, but we do not intend to become instruments for the imposition of alien cultures.

It is often suggested: can the Muslim countries really afford to reject certain choices - in development, technology and so forth - if these would enable them to build up communal prosperity and add to the possibilities of human development? This question beautifully epitomizes all the confusion on this issue. Development and technology - yes. But the real issue is what type of development? In the pursuit of which objectives? Is it going to be mere economic development or total human development - economic, social, moral, ideological - leading to the establishment of a just social order? Do we visualize development in the context of individual states or do we have a vision of the development of the Islamic Ummah? Would this mean going back on recent history, for example, by trying to undo the existence of the Muslim nation states, or would it mean that the Muslim countries would only concentrate on carving out ■ new future for the Ummah?

The West has failed to see the strength and potential of the Islamic movement. It has chosen to dub it as fundamentalist, as fanatic, as antiWestern, as anachronistic, and what not. This cannot help better understanding of each other. It appears that the West is once again committing the fatal mistake of looking upon others belonging to a different paradigm, from the prism of its own distorted categories of thought and history.

Through this ill-advised approach great violence is being done to humanity. It is also bound to misinform the western people and policy-makers about the true nature of Islamic resurgence, as they are being forced to see them in the light of a particular unhappy chapter of their own history. Islamic resurgence is a future-oriented movement and has nothing in common with the fundamentalist approach of the Christian groups. It has shown great awareness of the problems of modernity and

the challenges of technology, and its emphasis on the original sources of Islam, the Quran and Sunnah, imparts to its approach [redacted] flexibility and a capability to innovate which is conspicuous by its absence in the approach of the conservatives who stick to [redacted] particular school of fiqah (law). All these possibilities are ignored by analysts who try to see the contemporary Islamic world in categories which are not relevant to it.

The present Muslim mind cannot be understood properly unless we realize that their self-understanding of their predicament is deeper than a mere political anguish. Unfortunately, efforts to understand the Islamic resurgence are often too facile and biased. The theory that the Islamic resurgence is just a result of rapid developmental efforts, particularly in the case of Iran, is overtly simplistic. Yes, the development syndrome has its own problems, but it would be an oversimplification to assume that the Muslim people's overwhelming response to forces of resurgence is simply due to tensions that have been produced by efforts to achieve quick economic development through technology transfer. Such diagnosis betrays abysmal ignorance of the ethos of the Muslim society.

The model of leadership during the period of colonial domination and of post-colonial manipulation has been one which just looked after personal interests. That is why Muslim society has become so devoid of moral values and become rife with corruption. Corruption and exploitation have become [redacted] way of life in our part of the world. Muslims have their own weaknesses and they had faced many reverses [redacted] part of the global situation. But the explosion of corruption which is so visible in the present day Muslim World is a new phenomenon. They relate it to the impact of secularization and Westernization resulting in loss of individual morality and of social ethics, which had historically been based upon tawhid (the unity of God) and loyalty to the Sunnah of the Prophet (peace be upon him), and which were weakened under these alien influences. Muslim modernism which had been the secularizing spearhead of Westernization in Muslim lands tried to superimpose the values of Western liberalism on Muslim society with the result that the grip of traditional values was weakened; but no new morality could be developed to fill the gap. It is in this moral vacuum that personal aggrandizement and socio-economic exploitation have become rampant, mostly in the name of economic development and material progress. Islamic resurgence represents [redacted] rebellion against this state of affairs. It stands for a reaffirmation of Islamic morality and a rededication of the resources of the Ummah-material as well as human-to the achievement of social justice and self-reliance. Muslim youth have been inspired by a new vision to rebuild their individual and social life in accordance with the ideals and principles given by Islam and to strive to establish a new social order, not only within their own countries but also to see that a new world order is established ensuring peace, dignity and justice to all

the oppressed of the world.

The Islamic resurgence is primarily an internal, indigenous, positive and ideological movement within Muslim society. It is bound to come into contact, even clash with certain forces in the international arena. The close contact of the West, particularly through colonial rule is relevant but not the most decisive factor in producing the Islamic response.

Muslims want to reconstruct their socio-economic order according to the values of Islam. This is bound to come into conflict with the international status quo. So conflict there may be. The west understand that Muslim criticism of Western civilization is not primarily an exercise in political confrontation. The real competition would be at the level of two cultures and civilizations, one based upon Islamic values and the other on the values of materialism, nationalism and liberalism, both political and economic. Had Western culture been based on Christianity, on eternal values of morality, on faith, the language and modus operandi of the contact and competition would have been different. But that is not the case. The choice is between the Divine Principle and a Secular Materialist Culture. And there is no reason to believe that this competition should be seen by all well-meaning human beings merely in terms of the geo-politic boundaries of the West and the East or even in terms of Christianity versus Islam. In fact all those human beings anywhere in the World who are concerned over the spiritual and moral crisis of our times should heave a sigh of relief over Islamic resurgence, and not be put off or scared by it.

There is also a political dimension to the situation that we must not ignore. There is nothing pathologically anti-Western in the Muslim resurgence. It is neither pro nor anti-West regarding the political relationship between Western countries and the Muslim world, despite the loathsome legacy of colonialism which has the potential to mar these relationships. If China and the United States can have friendly relations without sharing common culture and politico-economic system, why not 'the West and the Muslim World? Much depends upon how the West looks upon this phenomenon of Islamic resurgence and wants to come to terms with it. If in the Muslim mind and the Muslim viewpoint, Western powers remain associated with efforts to impose the Western model on Muslim society, keeping Muslims tied to the system of Western domination at national and international levels and thus destabilizing Muslim culture and society directly or indirectly, then, of course, the tension will increase. Differences are bound to multiply. And if things are not resolved peacefully through dialogue and understanding, through respect for each other's rights and genuine concerns, they are destined to be resolved otherwise. But if, on the other hand, we can acknowledge and accept that this world is a pluralistic world, that Western culture can co-exist with other cultures and civilizations without

expecting to dominate over them, that others need not necessarily be looked upon as enemies or foes but as potential friends, then there is a genuine possibility that we can learn to live with our differences. If we are prepared to follow this approach, then we would be able to discover many a common ground and many a common challenge. This is the key to the future world order.

Quran and World Peace

During the last two decades in particular, the concept of "Islamic terror" has been often discussed. In the wake of the September 11 terrorist attacks on targets in New York and Washington which caused the death of thousands of innocent civilians, this concept has once again returned to the top of the international agenda.

The Ouran is a Book revealed to people as a guide to the true path and in this Book, God commands man to adopt good morals. This morality is based upon concepts such as love, compassion, tolerance and mercy. God calls all people to Islamic morals through which compassion, mercy, peace and tolerance can be experienced all over the world: You who believe! Enter absolutely into peace (Islam). Do not follow in the footsteps of Satan. He is an outright enemy to you.

The values of the Quran hold a Muslim responsible for treating all people, whether Muslim or non-Muslim, kindly and justly, protecting the needy and the innocent and preventing the "dissemination of mischief". Mischief comprises all forms of anarchy and terror that remove security, comfort and peace. As God says in a verse, "God does not love mischief makers". (Surat al-Qasas: 77)

Murdering a person for no reason is one of the most obvious examples of mischief. God repeats in the Quran a command He formerly revealed to Jews in the Old Testament thus: So We decreed for the tribe of Israel that if someone kills another person – unless it is in retaliation for someone else or for causing corruption in the earth – it is as if he had murdered all mankind. And if anyone gives life to another person, it is as if he had given life to all mankind. Our Messengers came to them with Clear Signs but even after that many of them committed outrages in the earth. (Surat al-Ma'ida: 32)

As the verse suggests, a person who kills even a single man, "unless it is in retaliation for someone else or for causing corruption in the earth", commits a crime as if he had murdered all mankind on earth.

This being the case, it is obvious what great sins are the murders, massacres and, attacks, popularly known as "suicide attacks", committed by terrorists are. God informs us how this cruel face of terrorism will be punished in the hereafter in the following verse: There are only grounds against those who wrong people and act as tyrants in the earth without any right to do so. Such people will have ■ painful punishment. (Surat ash-Shura: 42)

All these reveal that organizing acts of terror against innocent people is utterly against Islam and it is unlikely that any Muslim could ever commit such crime. On the contrary, Muslims are responsible for stopping these people, removing "mischief on earth" and bringing peace and security to all people allover the world. Being ■ Muslim cannot be reconciled with terror. Just the contrary, it is the solution and prevention of terror.

Islam offers a very thorough scheme for the promotion of World Peace. Islam asserts emphatically and unambiguously that it can be achieved only through responding to the call of Islam, by believing in Allah as the Creator and Sustainer of the universe and submitting to His will as expressed in the last Divine Revelation, i.e., the Holy Quran. A true Islamic society has the potential to expand and take the entire world into its fold, and thus to save all human beings from exploitation, disruption, oppression, and disquietude. The vicissitudes of human history are witness to the fact that whenever humanity adopted an ideology and way of life other than Islam, the world was torn by injustice and warfare. The Holy Quran says:Have you not seen how your Lord dealt with the Ad, of the (city of) Iram with lofty pillars, the like of whom were not created in (all) the land? And with the Thamud, who cut out (huge) rocks in the valley? And with Pharaoh of Stakes? They were those who had committed great excesses in the lands, and spread great mischief in them. (Al-Fajr 89:6-12)

Thus, the main emphasis of Islam is on calling the entire humankind towards faith in its Lord and Creator, and urging it to submit to His Will. Indeed, the real way to establish lasting peace on earth is the following: First of all, a true Islamic society and a genuine Islamic State needs to be established in one part of the world; this would act as ■ beacon, inviting the humankind towards the light of Iman and Islam. As ■ result, the boundaries of Islamic society and Islamic State would keep on expanding till the entire humanity would come within the fold of the love, benevolence and mercy of its Creator.

Under the present circumstances, however, this seems like a far-fetched idea. But Islam has ■ message of peace, love, and harmony for the interim period as well. Islam provides us with two cardinal principles, on the basis of which the peoples of

the world can be united in global harmony. Thus, the ayah 13 of Surah Al-Hujurat reads:O mankind! We created you from a single (pair of a) male and a female, and made you into nations and tribes, so that you may know each other. Verily the most honored of you in the sight of Allah is (one who is) the most righteous of you.... (Al-Hujurat 49:13)

Here the Holy Quran mentions two points which can create a deep sense of unity among the diverse races and religio-cultural groups of the world, viz., the unity of the Creator which leads us to the essential equality of humankind, and the common origin of the entire human race in the 1, primordial pair of Adam and Eve, which leads us to the idea of universal brotherhood.

This ayah addresses all of humanity and not just the Muslim community.
All humankind has descended from the first couple, Adam and Eve. Their tribes, races, and nations are conventional labels by which we may know their differing characteristics. Before Allah they are all one, and the most righteous is the most honorable. Allah is the Creator of all human beings and as such they are all equal before Him.

These two principles of unity of the human race and oneness of Creator may appear rather theoretical, but history tells us that the Prophet of Islam established a society based on these very principles which was free of internal strife and conflict. Even H. G. Wells, who otherwise is a critic of the personal life of the Holy Prophet, acclaims that it was a great feat of Muhammad that he, in fact, established a human society based on the lofty moral ideals of Islam.

Everybody knows that modern science and technology has brought about fantastic changes in contemporary life. Our globe has shrunk tremendously; we can travel from one corner of the earth to another in a matter of hours. The world has been reduced to a village, various countries being like localities of a single town. But this elimination of distance is entirely a physical and outer phenomenon. Mentally and psychologically, the various nations of the world are still far apart from each other. Even though at the political level men aspire to.; develop a universal brotherhood and a single world-State, yet in reality they cannot find a basis or value through which to overcome the barriers of color, creed, and race.

The desire for world peace and cordial relations among the nations of the world led to the formation of "League of Nations" in the early part of this century. But it failed miserably and ceased to exist after a few years because of the utterly selfish and inhuman attitude of some of the member countries. The yearning for peace and amicability in international relations persisted and it again resulted in the formation of a world body known as the "United Nations Organization." It is an open secret,

however, that it too has failed to achieve its purpose. Most resolutions passed by the UNO are not implemented in clear defiance of its Charter. Even though it has a prestigious paraphernalia of offices and divisions, its efficacy as a custodian of peace has never been up to the mark.

If we look at the matter from the right perspective, we realize that only Islam can meet the challenge of the time. The failure of peace-making world bodies like the UNO lies in the fact that these cannot possibly offer [12] a ground for treating various national and ethnic groups as equal partners in the community of nations. Islam, on the other hand, gives us two such fundamental concepts which alone can bind the human race in one single totality. It tells us that all human beings living on the surface of this earth come from one primordial pair - Adam and Eve - and as such they are like members of one family. Again, the Creator of all is Allah and as such they are all equal in His eyes. White people have no superiority over colored nations, nor have Western nations any ground to boast against the Eastern ones. Islam totally negates all baseless values . and attitudes which treat some people as inferior to others in any respect whatsoever.

The contents of the above mentioned ayah of Surah Al-Hujurat have appeared in reverse order in the first ayah of Surah Al-Nisa thus:O mankind! Be mindful of your Guardian-Lord Who created you from a single person. Created, of like nature, his mate and from them twain scattered countless men and women. Be mindful of Allah through Whom you demand (your mutual rights), and (be mindful of violating relations based on) the wombs; for Allah ever watches over you. (Al-Nisa 4:1)

All our mutual rights and duties, according to Islam, are referred to Allah. We are His creatures; His will is the standard and measure of good, and our duties are measured by our conformity to His Will. The Prophet of Islam has not only shown a way to salvation in a future life, but has also brought practical answers to the problems of this-worldly life. And surely we do need concrete facts. In today's situation of crisis the call for renewal, change, and progress is heard everywhere. The Prophet Muhammad is the prime example of a personality who understood how to bring about revolutionary progress and build a community of true brotherhood. For example, his address on the occasion of the Farewell Pilgrimage epitomizes the climax of his mission, in which he said: "An Arab has no superiority over a non-Arab, nor has a non-Arab over an Arab. You are all born of Adam, and Adam was made out of clay." This universalism is also depicted subtly in the above cited Quranic ayaat; both address all humanity and thus make explicit the fundamental facts shared by all human beings.

The role of an important pillar of Islam, Hajj, is also very significant in this context.

The spirit of Hajj [illegible] and personal appearance, pride relating to [illegible] origin, acco[illegible]ments, work or social status. It signifies the brotherhood of all Muslims, demonstrated in the greatest of all international assemblies. The privileged cast away their arrogance and pride because they know it is a sin to be harsh or scornful to one's bother. In bridging the gap 13 ,. ,If between man and man, forgiveness (which is closely related with taqwa) plays an essential part. Magnanimity is a sign of strength.

Obviously, Quranic teachings can give lead to the rest of the world on the question of race relations. Islam has the best record of racial tolerance. Its mosque and pilgrimage gatherings have known no racial discrimination. The message of Islam has completely rejected racial prejudice or superiority of one race over the other. Even the western nonMuslim scholars admit this, the historian Arnold Toynbee among them. He writes: *The extinction of race consciousness as between Muslims is one of the outstanding moral achievements of Islam, and in the contemporary world there is, as it happens, a crying need for the propagation of this Islamic virtue. The forces of racial toleration, which at present seem to be fighting a losing battle in a spiritual struggle of immense importance to mankind, might still regain the upper hand if any strong influence militating against racial consciousness were now to be thrown into the scales. It is conceivable that the spirit of Islam might be the timely reinforcement which would decide this issue in favor of tolerance and peace. (A. J. Toynbee, Civiization an Trial, Oxford university Press,* 1948, *pp.* 205-6)

It is most unfortunate that, to the total neglect of such magnificent teachings of universal brotherhood, Muslims themselves are taking to various secular slogans for uniting cross-sections of the world population on the basis of racial and national loyalties. It is height of insanity that people who produced the finest examples of human equality and brotherhood in their past on the basis of their faith alone are now adopting racial and ethnic nationalism as a panacea for their social and political ills. The need of the hour is to explain and spread the teaching of wisdom of the Holy Quran first among the Muslims themselves then among the entire mankind.



قومی سیرت کانفرنس ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء

مقالات سیرت برائے خواتین

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ و عشر،

حکومت پاکستان - اسلام آباد